خطباتِ مسرور

خطباتِ جمعہ

فرمودہ امام جماعت احمدیہ عالمگیر

حضرت مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

2024ء

جلد22

ISLAM INTERNATIONAL PUBLICATIONS LTD

خطباتِ مسرور

(جلد ۲۲)

Khutbaat-e-Masroor —Vol. 22 (Urdu)
A Collection of Friday Sermons delivered by
Hazrat Mirza Masroor Ahmad
Khalifatul-Masih V (may Allah be his Helper)
in 2024

First Published in the UK in 2026

© **Islam International Publications Ltd.**

Published by:
Islam International Publications Limited
Unit 3, Bourne Mill Business Park,
Guildford Road, Farnham, UK, GU9 9PS

For more information, please visit
www.alislam.org

ISBN: 978-1-83596-056-1

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وقت کی آواز

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: ”خدا تعالیٰ جس شخص کو خلافت پر کھڑا کرتا ہے وہ اس کو زمانہ کے مطابق علوم بھی عطا کرتا ہے..... اسے اپنی صفات بخشتا ہے۔“

(الفرقان۔ مئی، جون 1967ء صفحہ 37)

ہماری خوش نصیبی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وقت کے امام کو پہچاننے کی توفیق دی، اس خدائے رب رحمٰن کا سراسر فضل واحسان ہے کہ اس نے ہمیں خلافت کے نظام میں شامل کیا، ہمیں ایک خلیفہ عطا کیا جو ہمارے لئے درد رکھتا ہے، ہمارے لئے اپنے دل میں پیار رکھتا ہے، اس خوش قسمتی پر جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے۔ اس شکر کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ جہاں ہم اپنے اس پیار کرنے والے کے لئے دن رات دعائیں کرتے رہیں وہاں ہم خدا کے اس خلیفہ کی آواز کو سنیں، اور اس کے فرمودات پر عمل کریں۔ کیونکہ اسکی آواز کو سننا باعثِ ثواب اوراس کی باتوں پر عمل کرنا دین و دنیا کی بھلائی کا موجب ہے۔ اس کی آواز وقت کی آواز ہے، زمانے کی ضرورت کے مطابق خدا کی خاص رہنمائی کے تابع یہ بندہ بولتا ہے۔ خدائی تقدیروں کے اشاروں کو دیکھتے ہوئے وہ دنیا کی رہنمائی کرتا ہے۔ الٰہی تائیدات ونصرت اس کے شامل حال ہوتی ہے اور خدائی صفات اس کے اندر جلوہ گر ہوتی ہیں۔ خطباتِ مسرور کی اس جلد میں ہم اس امام ہمام کی قیمتی اور زریں نصائح ملاحظہ کر سکیں گے۔

اس جلد میں اخلاقی، روحانی تربیت اور ان کے علمی و عملی معیار کو بہتر سے بہتر کرنے کے لئے بہترین نصائح پر مشتمل تفصیلی رہنمائی پائیں گے۔ غزوات النبی ﷺ کی روشنی میں حضرت نبی اکرم ﷺ کی پاکیزہ سیرت اور اخلاق فاضلہ کا بیان ہے۔ جماعت احمدیہ کے مخلصین مالی جہاد میں جس طرح قربانیاں پیش کر رہے ہیں تحریک جدید اور وقف جدید کے حوالہ سے ایمان افروز تذکرہ ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد اور خلافت احمدیہ کی الٰہی تائید ونصرت کا بیان ہے۔ اس وقت ساری دنیا جس سیاسی ابتری کا شکار ہو کر تیسری عالمی جنگ کے دھانے پر کھڑی ہے بلکہ اس آگ میں کود چکی ہے اس کی ہولناک تباہی اور بھیانک انجام سے مسلسل خبردار کیا جارہا ہے

اور دعاؤں کی تحریک بھی ہوتی رہی۔ یہ تمام تجزیات وحقائق بھی ان خطبات میں موجود ہیں۔ اوران خوش نصیبوں کا تذکرہ بھی ان خطبات موجود ہے جو خلیفۃ المسیح کی دعائیں لے کر اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ آخر پر خاکسار اپنے ان سب بزرگوں اور معاونین کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے جن کا پر خلوص تعاون حاصل رہا۔ جن کی محنت اور توجہ سے یہ جلد طباعت کے دیگر مراحل کے بعد قارئین کے ہاتھوں تک پہنچی۔ فجزاھمُ اللّٰہُ اَحسن الجزاء

ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصہ جات خطبات مسرور سال 2024ء

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
1	05 جنوری 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	13-01

آج کل یہ مالی جہاد ہی ہے جو نفس کے جہاد کا بھی ذریعہ بنتا ہے۔ انسان اپنی بہت سی خواہشات کو پس پشت ڈال کر دین کی ترقی کی خاطر قربانیاں دیتا ہے تو یہ نفس کا جہاد ہے۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہی ہیں جو دین کی خاطر مالی قربانی کرنے کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ یہ شبنم کی طرح تھوڑی تھوڑی رقمیں بھی دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بے انتہا پھل لگاتا ہے۔ یہ قربانیاں جو اللہ تعالیٰ مانگتا ہے یہ تو وہ ہمیں مزید فضلوں کا وارث بنانے کے لیے موقع میسر فرماتا ہے۔ وقف جدید کے (67)سال کے آغاز کا اعلان۔ مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے مخلص احمدیوں، بالخصوص نومبائعین کی مالی قربانیوں کے ایمان افروز واقعات کا بیان

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
2	12 جنوری 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	25-14

جنگِ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کا بیان نیز فلسطینی مظلومین کی دادرسی اور عالمی جنگ سے بچنے کے لیے دعا کی تحریک۔ مکرم ابو حلمی محمد عکاشہ صاحب آف فلسطین، مکرمہ امۃ النصیر ظفر صاحبہ اہلیہ مکرم حیدر علی ظفر صاحب، مکرمہ نسیم اختر صاحبہ اہلیہ حبیب اللہ کاہلوں صاحب اور مکرمہ مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ رشید احمد ضمیر صاحب کا ذکر خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
3	19 جنوری 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	39-26

جنگِ اُحد میں آنحضور ﷺ کو پہنچنے والی تکالیف اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی جاں نثاری کا ایمان افروز تذکرہ۔ فلسطین کے مظلومین کے لیے دعا کی مکرّر تحریک نیز مسلمانوں کو امّتِ واحدہ بننے کی تلقین۔ حضرت مصلح موعودؓ کے نواسے مکرم سید مولود احمد صاحب ابن مکرم سید داؤد مظفر شاہ صاحب اور مکرم الحمید آگ محمد صاحب صدر جماعت مہدی آباد، ڈوری ریجن برکینا فاسو کا ذکر خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
4	26 جنوری 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	52-40

جنگِ اُحد میں آنحضور ﷺ کو پہنچنے والی تکالیف، فرشتوں کا نزول اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی جاں نثاری کا ایمان افروز تذکرہ۔ یمن کے احمدیوں، امّتِ مسلمہ نیز دنیا کے عمومی حالات کے لیے دعا کی تحریک۔ دنیا کے عمومی حالات کے لیے بھی دعا کریں۔ بڑی تیزی سے جنگ کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ مکرم حافظ ڈاکٹر عبدالحمید گامانگا صاحب نائب امیر جماعت سیرالیون اور مکرمہ طاہرہ نذیر بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چودھری رشید الدین صاحب مربی سلسلہ کا ذکر خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
5	02 فروری 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	63-53

جنگ اُحد میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جاں نثار قربانیوں کا تذکرہ۔ فلسطین کے عمومی حالات نیز یمن اور پاکستان کے احمدیوں کے لیے دعاؤں کی تحریک

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
6	09 فروری 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	77-64

جنگ اُحد میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قربانیوں اور عشقِ رسول ﷺ کا ایمان افروز تذکرہ۔ یمن کے پہلے شہید احمدی ڈاکٹر منصور شبوطی صاحب، صلاح الدین محمد صالح عبدالقادر صاحب آف کبابیر اور ریحانہ فرحت صاحبہ آف ربوہ کا ذکر خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
7	16 فروری 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	90-78

جنگ اُحد میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واقعاتِ شہادت اور رسول اللہ ﷺ سے عشق و وفا کا ایمان افروز تذکرہ۔ انسانیت کے تباہی سے بچنے کے لیے دعاؤں کی تحریک

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
8	23 فروری 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	104-91

حضرت مصلح موعودؓ کی باون سالہ خلافت کے دَور کا ہر دن اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی شان کا اظہار کر رہا ہے۔ پیشگوئی مصلح موعودؓ کے بعض پہلوؤں کے حضرت مصلح موعودؓ کی ذات بابرکات میں پورا ہونے کے تناظر میں انصاف پسند غیر از جماعت مشاہیر اور دانشوروں کے تأثرات۔ پاکستان اور یمن کے احمدیوں اور فلسطینیوں نیز صد سالہ جوبلی جلسہ سالانہ گھانا کے کامیاب انعقاد کے لیے دعا کی تحریک

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
9	01 مارچ 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	117-105

جنگ اُحد کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تدفین نیز جنگ احد میں صحابیاتؓ کی جرأت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت اور وفا کا ایمان افروز تذکرہ۔ مکرم غسان خالد النقیب صاحب، مکرمہ نوشابہ مبارک اہلیہ مکرم جلیس احمد مربی سلسلہ، مکرمہ رضیہ سلطانہ صاحبہ اہلیہ مکرم عبدالحمید خان صاحب، مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر محمد سلیم صاحب اور مکرم رشید احمد چودھری صاحب آف ناروے کا ذکر خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
10	08 مارچ 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	129-118

جنگ اُحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبولیتِ دعا اور صحابہؓ اور صحابیاتؓ کی قربانیوں اور عشقِ رسول ﷺ کا ایمان افروز تذکرہ۔ مکرم طاہر اقبال چیمہ صاحب ابن خضر حیات چیمہ صاحب صدر جماعت احمدیہ چک چوراسی (84) فتح ضلع بہاولپور کی شہادت۔ مرحوم کا ذکر خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
11	15 مارچ 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	140-130

رمضان المبارک کے فضائل اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی روشنی میں حصولِ تقویٰ کا پُر معارف بیان۔ اسیر انِ راہِ مولیٰ کی رہائی، مسلمان ممالک اور دنیا کے عمومی حالات کے لیے اور جنگوں کے بداثرات سے بچنے کے لیے دعا کی تحریک

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
12	22 مارچ 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	154-141

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پُر معارف ارشادات کی روشنی میں قرآن کریم کے فضائل، مقام و مرتبہ اور عظمت کا بیان۔ رمضان المبارک کے دوران روزانہ کم از کم ایک سیپارہ تلاوتِ قرآن کرنے کی تحریک۔ فلسطین اور سوڈان میں جنگ کے بداثرات سے بچنے، دیگر مسلمان ممالک کے لیے عموماً نیز پاکستان اور یمن میں پابندِ سلاسل احمدی اسیرانِ راہِ مولیٰ کی رہائی کے لیے دعا کی تحریک۔ مکرم ڈاکٹر ظہیر الدین منصور احمد صاحب آف امریکہ، مکرم حسن عابدین آغا صاحب آف کینیڈا، مکرم عثمان حسین محمد خیر صاحب آف سوڈان، مکرم محمد زَہراوی صاحب آف الجزائر، مکرم سعید احمد وڑائچ صاحب آف ربوہ اور مکرم شہباز گوندل صاحب آف ہالینڈ کا ذکر خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
13	29 مارچ 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	169-155

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پُر معارف ارشادات کی روشنی میں دعا اور اس کی قبولیت کی حکمت اور فلاسفی کا بیان۔ جماعت کی ترقی، یمن اور پاکستان میں پابندِ سلاسل اسیرانِ راہِ مولیٰ اور مظلوم فلسطینیوں کے لیے دعاؤں کی تحریک

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
14	05 اپریل 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	184-170

بعض قرآنی دعاؤں، مسنون دعاؤں اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کا پُر اثر بیان اور پُر معارف تشریح۔ رمضان کی برکات کے ہمیشہ قائم رہنے، اسیرانِ راہِ مولیٰ کی رہائی، جنگوں کی آگ سے اور ان کے بعد کے بداثرات سے محفوظ رہنے اور انسانیت کو بچانے کے لیے دعاؤں کی تحریک۔ عالمی جنگ شروع ہو چکی ہے لیکن دنیا کے حکمرانوں کو اس کی کوئی فکر نہیں۔ ان کے خیال میں وہ محفوظ رہیں گے اور عوام مریں گے لیکن یہ بھی ان کی خام خیالی ہے

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
15	12 اپریل 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	196-185

غزوۂ اُحد میں صحابہ اور صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جاں نثاری اور شہدائے اُحد کے بلند مقام کا ایمان افروز تذکرہ۔ فلسطین اور دنیا کے بگڑتے حالات نیز یمن کے اسیران کی رہائی کے لیے دعا کی تحریک۔ فلسطین اور دنیا کے حالات کے لیے بھی دعائیں جاری رکھیں۔ مصطفیٰ احمد خان صاحب ابن حضرت نواب عبد اللہ خان صاحبؓ نیز ڈاکٹر میر داؤد احمد صاحب آف امریکہ کی وفات پر ان کا ذکر خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
16	19 اپریل 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	208-197

غزوۂ اُحد اور غزوۂ حمراء الاسد کے حوالے سے آنحضور ﷺ کی پاکیزہ سیرت کا ایمان افروز تذکرہ۔ مشرقِ وسطیٰ میں بگڑتی ہوئی صورتحال کے پیشِ نظر دعاؤں کی تحریک۔ مولانا غلام احمد نسیم صاحب مربی سلسلہ، سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ اور ڈاکٹر احسان اللہ ظفر صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ امریکہ کی وفات پر ان کا ذکرِ خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
17	26 اپریل 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	220-209

غزوۂ حمراء الاسد کے حوالے سے آنحضور ﷺ کی پاکیزہ سیرتِ مبارکہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عشق و وفا اور قربانیوں کا ایمان افروز تذکرہ۔ دنیا کے حالات کے لیے دعاؤں کی تحریک۔ آسٹریلیا میں اپنے فرائضِ منصبی سرانجام دیتے ہوئے جامِ شہادت نوش کرنے والے فراز احمد طاہر شہید کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب۔ ان کی یہ قربانی ظاہر کرتی ہے کہ وہ پاکستان سے موت کے ڈر سے نہیں آئے تھے بلکہ جو مذہبی پابندیاں احمدیوں پر لگائی جاتی ہیں ان سے تنگ آ کر ملک چھوڑا تھا، جہاں انہیں اللہ اور اس کے رسولؐ کا نام لینے سے روکا جاتا ہے

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
18	03 مئی 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	227-221

غزوۂ اُحد اور حمراء الاسد کے حوالے سے آنحضور ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا تذکرہ نیز غزوۂ اُحد کے انجام کے بارے میں سیر حاصل بحث۔ دنیا کے حالات اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی صحت کے لیے دعا کی تحریک۔ گذشتہ دنوں دل کے والو کی تبدیلی کا پروسیجر ہوا ہے۔ الحمد للہ ٹھیک ہو گیا

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
19	10 مئی 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	237-228

سریہ حضرت ابو سلمہؓ، سریہ حضرت عبد اللہ بن انیسؓ اور سریہ رجیع کی روشنی میں آنحضور ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا ایمان افروز تذکرہ۔ یمن اور پاکستان کے اسیران راہ مولیٰ اور فلسطین کے مظلومین کے لیے دعا کی تحریک

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
20	17 مئی 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	247-238

سریہ رجیع کی روشنی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ، صحابہ کرامؓ کی قربانیوں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و وفا کا ایمان افروز تذکرہ

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
21	24 مئی 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	258-248

دنیاوی طور پر اب کوئی جتنا چاہے زور لگا لے کبھی خلافت کا قیام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے علیحدہ ہو کر نہیں ہو سکتا۔ 27/ مئی یوم خلافت کی مناسبت سے دنیا بھر میں خلافتِ حقّہ اسلامیہ احمدیہ کی برکات اور اس کی تائید پر مشتمل بعض ایمان افروز واقعات کا پُر اثر بیان۔ مکرم چودھری محمد ادریس نصر اللہ خان صاحب آف کینیڈا اور مکرم کنور ادریس صاحب آف کراچی کا ذکر خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
22	31 مئی 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	268-259

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ کا ایمان افروز بیان اور فلسطین، سوڈان نیز یمنی اور پاکستانی احمدیوں کے لیے دعا کی تحریک۔ مکرم چودھری منیر احمد صاحب (مربی سلسلہ امریکہ) ڈائریکٹر مسرور ٹیلی پورٹ (ایم ٹی اے انٹرنیشنل امریکہ) اور مکرم عبد الرحمٰن کٹی صاحب آف الانلور کیرالہ کا ذکر خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
23	07جون 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	279-269

سریہ بئر معونہ کے حالات و واقعات کا بیان نیز مظلوم فلسطینیوں، پاکستانی احمدیوں اور دنیا کے عمومی حالات کے لیے دعا کی تحریک

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
24	14جون 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	289-280

غزوۂ بنو نضیر کے اسباب اور حالات و واقعات کا پُر معارف بیان نیز پاکستانی احمدیوں کے لیے دعا کی تحریک۔ مکرم غلام سرور صاحب شہید ابن مکرم بشیر احمد صاحب آف سعد اللہ پور منڈی بہاؤالدین، مکرم راحت احمد باجوہ صاحب شہید ابن مکرم مشتاق احمد باجوہ صاحب آف سعد اللہ پور منڈی بہاؤالدین اور مکرم ملک مظفر خان جوئیہ صاحب کینیڈا کا ذکر خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
25	21جون 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	290-298

بنو نضیر کی جانب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی مذموم سازش اور غزوۂ بنو نضیر کے اسباب کا تفصیلی بیان

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
26	28جون 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	299-307

غزوۂ بنو نضیر اور اس کے نتیجے میں ہونے والی بنو نضیر کی جلاوطنی کا تفصیلی بیان۔ دنیا میں مسلمانوں کی عمومی حالت کے لیے بھی دعا کریں۔ دنیا میں جنگ کی جو عمومی صورت حال بن رہی ہے اس کے لیے بھی دعا کریں

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
27	05جولائی 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	308-317

غزوۂ بَدْرُ الْمَوْعِد اور غزوۂ دومۃ الجندل کے اسباب اور حالات و واقعات کا تفصیلی اور پُر معارف تذکرہ۔ دنیا میں قیامِ امن کے لیے دعاؤں کی تحریک۔ مسلمانوں کو اپنی بقا کے سامان کرنے ہوں گے۔ ایک اکائی بننا ہو گا۔ اپنی حالتوں کو بہتر کرنا ہو گا

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
28	12جولائی 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	318-328

غزوہ بنو مُصْطَلِق کے حالات و واقعات کا بیان نیز محرم کے دنوں میں درود شریف پڑھنے اور دعائیں کرنے کی تلقین۔ ان دنوں میں احمدیوں کو درود شریف پڑھنے اور مسلمانوں کی اکائی کے لئے خاص دعاؤں کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ مکرم بونجا محمود صاحب شہید آف ٹوگو، مکرم رشید احمد صاحب سابق معاون ناظر امور عامہ، مکرم چودھری مطیع الرحمٰن صاحب نائب ناظر امور عامہ، مکرمہ منظور بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم محمود احمد بھٹی صاحب آف سرگودھا اور مکرم ماسٹر سعادت احمد اشرف صاحب ابن مکرم خوشی محمد صاحب باڈی گارڈ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ذکرِ خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
29	19جولائی 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	329-340

غزوہ بنو مُصْطَلِق کے حالات و واقعات کا بیان نیز جلسہ سالانہ برطانیہ اور شاملین جلسہ کے لیے دعاؤں کی تحریک۔ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور تمام کارکنان کو اعلیٰ اخلاق دکھاتے ہوئے اور قربانی کے جذبے سے اپنے فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مکرمہ سلیمہ بانو صاحبہ اہلیہ مکرم محمد حمید کوثر صاحب ناظر دعوت الی اللہ شمالی ہند قادیان، مکرم نورالحق مظہر صاحب آف لاہور اور مکرمہ امۃ الحفیظ نگہت صاحبہ اہلیہ مکرم محمد شفیع صاحب مرحوم آف ربوہ کا ذکرِ خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
30	26جولائی 2024ء	حدیقۃ المہدی، آلٹن، (ہمپشئر)، یوکے	341-348

جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر میزبانوں اور مہمانوں کو زرّیں نصائح نیز ارشادِ نبویؐ کی روشنی میں سلام کو رواج دینے کی تلقین

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
31	02اگست 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	349-362

جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر خدمات بجالانے والے کارکنان کے لیے اظہارِ تشکر نیز شامل ہونے والے بعض غیروں کے تاثرات

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
32	09اگست 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	363-373

جنگِ مُرَیْسِیْع کے حالات و واقعات کا بیان نیز بنگلہ دیش و پاکستان کے احمدیوں اور فلسطینی مسلمانوں کے لیے دعاؤں کی تحریک۔ مکرم ڈاکٹر ذکاء الرحمٰن صاحب شہید ابن چودھری عبدالرحمٰن صاحب آف لالہ موسیٰ ضلع گجرات اور محترمہ سعیدہ بشیر صاحبہ اہلیہ ملک بشیر احمد صاحب کا ذکر خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
33	16 اگست 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	384-374

غزوۂ بنو مُصْطَلِق کے حالات و واقعات کے تناظر میں واقعۂ اِفک کا تفصیلی بیان۔ بنگلہ دیش اور پاکستان کے احمدیوں اور مظلومینِ فلسطین نیز مسلم امّہ کے لیے دعائیں کرنے کی یاددہانی

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
34	23 اگست 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	396-385

جو میں نے تحریک کی ہے درود شریف دو سو دفعہ پڑھنے اور استغفار سو دفعہ پڑھنے اور رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ پڑھنے کی ... یہ صرف تین دنوں کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ مستقل تحریک ہے، ہر احمدی کو مستقل پڑھتے رہنا چاہیے۔ جلسہ سالانہ جرمنی 2024ء کی مناسبت سے جلسے کے اغراض و مقاصد کا پُر معارف بیان نیز بعض دعاؤں کے وِرد کی خصوصی تحریک

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
35	30 اگست 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	406-397

واقعۂ اِفک کے تناظر میں سیرت النبی ﷺ کے بعض پہلوؤں کا بیان۔ امام محمد بیلو صاحب آف سوڈان کی وفات پر ان کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب نیز سوڈانی احمدیوں کے لیے دعا کی تحریک

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
36	06 ستمبر 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	414-407

غزوۂ احزاب کے اسباب اور اس کے ابتدائی حالات و واقعات کا بیان۔ پاکستان کے احمدیوں اور عمومی طور پر دنیا کی بہتری کے لیے دعاؤں کی تحریک نیز پاکستان کے احمدیوں کو دعاؤں اور صدقہ و خیرات کی طرف توجہ کرنے کی تلقین

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
37	13 ستمبر 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	424-415

غزوۂ احزاب کے لیے خندق کی کھدائی اور اس دوران پیش آمدہ بعض معجزات کا بیان۔ احمدیوں کے ایمان میں مضبوطی اور دنیا کے عمومی حالات کے لیے دعاؤں کی تلقین

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
38	20 ستمبر 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	435-425

غزوۂ احزاب کے دوران کھانے میں برکت کے واقعات، خندق کی کھدائی کے دوران منافقوں اور مومنوں کی حالت، آنحضرت ﷺ کی لڑائی کی تیاری، مسلمانوں کی تعداد، مشرکین کے مدینہ پہنچنے اور اس کے بعد کے حالات نیز بنو قریظہ کی غداری کا بیان۔ آج سے خدام الاحمدیہ کا اجتماع بھی شروع ہو رہا ہے... ان دنوں میں خدام روحانی اور علمی معیاروں کو بڑھانے کی بھی کوشش کریں۔ جن دعاؤں اور درود کی طرف میں نے توجہ دلائی تھی اور اس کی تحریک کی تھی، ان دنوں میں اس طرف بھی خاص توجہ رکھیں اور ہمیشہ دہراتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شیطانی حملے سے ہر ایک کو بچائے۔ مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب ربوہ، ڈاکٹر سید ریاض الحسن صاحب، مکرم پروفیسر عبدالجلیل صادق صاحب ربوہ اور مکرم ماسٹر منیر احمد صاحب جھنگ کا ذکر خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
39	27 ستمبر 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	436-446

غزوۂ احزاب کے دوران پیش آنے والے بعض واقعات کا بیان۔ لجنہ اماء اللہ اور مجلس انصاراللہ (یوکے) کو سالانہ اجتماعات کے دوران پر دعاؤں میں وقت گزارنے اور درود شریف کا ورد کرنے کی تلقین

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
40	04 اکتوبر 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	447-456

غزوۂ خندق کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا بیان نیز دنیا کے حالات اور پاکستان و بنگلہ دیش کے احمدیوں کے لیے دعاؤں کی تحریک

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
41	11 اکتوبر 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	457-467

غزوۂ خندق کی بعض تفاصیل اور غزوۂ بنو قریظہ کے حالات و واقعات کے تناظر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت کا ایمان افروز بیان۔ نیز پاکستان، بنگلہ دیش، الجزائر اور سوڈان کے احمدیوں کے لیے دعاؤں کی تحریک

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
42	18 اکتوبر 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	468-478

مسجد فضل لندن کے سنگِ بنیاد پر ایک صدی مکمل ہونے کے حوالے سے مساجد کی اہمیت اور مقاصد نیز مسجد فضل کی تاریخ کا مختصر بیان

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
43	25 اکتوبر 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	479-488

غزوۂ بنو قریظہ کے اختتام پر بنو قریظہ کی سزا اور دیگر حالات و واقعات کا تفصیلی بیان

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
44	یکم نومبر 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	489-497

غزوۂ بنو قریظہ کے اختتام پر بنو قریظہ کی سزا کا "سیرت خاتم النبیینؐ" کے حوالے سے جامع اور تنقیدی جائزہ اور محاکمہ

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
45	08 نومبر 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	498-511

اگر ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہ کرتے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری ضروریات خود پوری فرماتا رہے گا۔ بغیر کسی خوف اور غم کے ہم اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر خوف سے نکالے گا۔ ہمیں ہر غم سے نکالے گا۔ ہماری مشکلات کو دور کرے گا۔ ہماری ضروریات کو پورا کرے گا۔ اور یہی چیز ہے جس کے حصول کی ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو ہم نے راضی کرنا ہے۔ ہم جماعت کی ترقیات کو بھی دیکھیں گے اور پہلے سے بڑھ کر ہم کامیابیاں دیکھتے چلے جائیں گے۔ انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو دیکھتے چلے جائیں گے اور دشمن کو ناکام و نامراد ہوتا دیکھتے چلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ وہ دن بھی جلد لائے کہ ہم یہ دیکھیں۔ تحریکِ جدید کے نوّے ویں (90) سال کے دوران افرادِ جماعت کی طرف سے پیش کی جانے والی مالی قربانیوں کا تذکرہ اور اکانوے ویں (91) سال کے آغاز کا اعلان۔ مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے مخلص احمدیوں بالخصوص نومبائعین اور نوجوانوں کی طرف سے پیش کی جانے والی مالی قربانیوں سے متعلق ایمان افروز واقعات کا بیان۔ بنگلہ دیش اور پاکستانی احمدیوں کے لیے دعا کی تحریک۔ مکرمہ امینہ چقماق ساہی صاحبہ (واقفہ زندگی۔ ٹرکش ڈیسک) اور مکرم محمود احمد ایاز صاحب آف ناروے کا ذکر خیر اور نماز جنازہ

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
46	15 نومبر 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	522-512

سیرت النبی ﷺ کے سلسلہ میں غزوۂ حدیبیہ کے پس منظر نیز حالات و واقعات کا بیان۔ عزیزم شہریار رکین شہید ولد مکرم محمد عبدالوہاب صاحب آف بنگلہ دیش اور مکرم عبداللہ اسعد عودہ صاحب آف کبابیر کا ذکر خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
47	22 نومبر 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	532-523

غزوۂ حدیبیہ کے حالات و واقعات اور بیعتِ رضوان کی تفصیلات کا پُراثر بیان نیز دنیا کے حالات کے پیشِ نظر دعائیں کرنے اور احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی یاددہانی

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
48	29 نومبر 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	543-533

غزوۂ حدیبیہ کے حالات و واقعات کا مفصّل بیان

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
49	06 دسمبر 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	554-544

سیرت النبی ﷺ کے تسلسل میں صلح حدیبیہ کے حالات و واقعات کا بیان نیز اس تعلق میں عیسائی مؤرخین کی جانب سے اٹھائے جانے والے اعتراضات کا مسکت جواب

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
50	13 دسمبر 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	566-555

سَریّہ قُرْطَاء کے حالات و واقعات کا مفصّل بیان۔ مکرم عبداللطیف خان صاحب آف یوکے، مکرم طیّب احمد صاحب شہید آف راجن پور حال راولپنڈی، عزیزم مھند مؤیّد ابو عواد صاحب آف غزہ، مولوی محمد ایوب بٹ صاحب درویش قادیان، مکرم ڈاکٹر مسعود احمد ملک صاحب آف امریکہ اور مکرم شبیر احمد لودھی صاحب کا ذکر خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
51	20 دسمبر 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	577-567

سریہ عُکّاشہ بن مِحْصَن، سریہ محمد بن مسلمہ، سریہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح، سریہ زید بن حارثہ بطرف بنو سُلَیم، سریہ زید بن حارثہ بطرف عِیْص، غزوہ بَنُو لِحْیَان اور سریہ زید بن حارثہ بطرف طَرِف سمیت سنہ 6/ ہجری میں پیش آنے والے بعض غزوات اور سرایا کے حالات و واقعات کا تفصیلی بیان۔ مکرم امیر حسن مرڑانی صاحب شہید (میرپور خاص سندھ پاکستان) اور مولانا عبدالستار رؤوف صاحب (مبلغ سلسلہ ملائیشیا) کا ذکر خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
52	27 دسمبر 2024ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	589-578

سریہ زید بن حارثہؓ، سریہ وادی القریٰ، سریہ عبدالرحمٰن بن عوف، سریہ علی ابن طالبؓ اور سریہ حضرت ابو بکرؓ کے اسباب اور حالات و واقعات کا بیان۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے مطابق تقسیم ملک کے وقت تین سو تیرہ درویش قادیان میں مقیم رہے۔ مکرم طیّب علی صاحب بنگالی ان درویشان میں سے آخری تھے جن کی وفات ہوگئی۔ اب قادیان میں مزید کوئی درویش نہیں رہا۔ اور قادیان کا یہ پہلا جلسہ ہے جو کسی بھی درویش کے بغیر ہو رہا ہے، آج سے شروع ہے۔ اب قادیان میں رہنے والی نئی نسل کا کام ہے کہ اپنے ان قربانی کرنے والے بزرگوں کی روایات کو قائم رکھتے ہوئے وفا اور اخلاص سے قادیان میں اپنی زندگیاں گزارے۔ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق بھی دے۔ مکرم طیّب علی صاحب بنگالی درویش قادیان، مکرم مرزا محمد الدین ناز صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان اور مکرم اَک مرات خاکیئیف صاحب نیشنل صدر جماعت احمدیہ ترکمانستان کا ذکر خیر

1

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 05/ جنوری 2024ء بمطابق 05/ صلح 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۔ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ۔ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۔ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔

(الصّف: 11 تا 13)

ان آیات کا ترجمہ ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت پر مطلع کروں جو تمہیں ایک دردناک عذاب سے نجات دے گی؟ تم جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو اور اللہ کے راستے میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہو، یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں اور ایسے پاکیزہ گھروں میں بھی جو ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں ہیں۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جیسا کہ ایک جگہ فرمایا کہ میں بھی مسیح موسوی کے قدم پر بھیجا گیا ہوں اور جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رحم اور معافی کی تعلیم دی تھی میں بھی رحم اور بخشش اور صلح اور آشتی کی اسلامی تعلیم کے ساتھ مسیح محمدی کے طور پر بھیجا گیا ہوں اور مذہبی جنگوں کے خاتمہ کے لیے آیا ہوں اور یہ زمانہ اب قرآن کریم کی تعلیم کی اشاعت کا زمانہ ہے۔ (ماخوذ از اربعین، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 344)

تلوار کے جہاد کا اب زمانہ نہیں ہے لیکن اسلامی تعلیم کو پھیلانے کے لیے قلم کا جہاد اور تبلیغ کا جہاد جاری ہے اور اس جہاد کے جاری رکھنے کے لیے بھی جان، مال، وقت، عزت کی قربانی کی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح اسلام کے ابتدا میں قربانیوں کی ضرورت تھی۔ یہ زمانہ جبکہ معاشی برتری حاصل کرنے کے لیے دنیا میں انتہائی کوشش ہو رہی ہے۔ دین کو تو لوگ بھول بیٹھے ہیں، دنیا کی طرف رغبت زیادہ ہے۔ تجارتوں میں برتری اور دنیاوی آسائشوں کے حصول کے لیے دنیا اپنی توجہ انتہا تک پہنچانے کی کوشش کر رہی ہے۔ ایسے میں دین کی اشاعت کے لیے قربانیاں ہی اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کا ذریعہ اور کامیاب تجارت ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یہی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے جو میں نے تلاوت کی ہیں۔ پس یہ زمانہ جو مسیح موعودؑ کا زمانہ ہے اس زمانے **میں خاص طور پر مالی جہاد ایک اہم کام ہے** اور اس سے پھر نفس کی قربانی کی بھی تحریص پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب بھی حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مالی قربانی کی طرف قرآن کریم

میں کئی جگہ توجہ دلائی ہے۔ ایک جگہ فرمایا کہ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (الحدید: 11) اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سب کچھ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ وہ تمہیں دیتا ہے اور پھر جزا کے لیے تمہیں یہ کہتا ہے کہ اس کے راستے میں خرچ کرو۔ پس اگر ایمان ہے، اگر اللہ تعالیٰ پر یقین ہے تو پھر اس کا تقاضا یہی ہے کہ اس کے راستے میں قربانیاں کرو۔

پھر ایک جگہ تنبیہ فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَ اَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرۃ: 196) اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ پس اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کے دیے ہوئے مال سے خرچ نہ کرنے والے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔ **آج کل یہ مالی جہاد ہی ہے جو نفس کے جہاد کا بھی ذریعہ بنتا** ہے۔ انسان اپنی بہت سی خواہشات کو پس پشت ڈال کر دین کی ترقی کی خاطر قربانیاں دیتا ہے تو یہ نفس کا جہاد ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرتے ہوئے اسے اور اس کی نسل کو بے شمار فضلوں کا وارث بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کا ادھار نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی تجارت کی خبر دی ہے جو دنیا اور آخرت کے فائدوں پر منتج ہے اور عذاب سے بچانے والی تجارت ہے۔ دنیاوی تجارتیں تو صرف دنیاوی فائدوں کے لیے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے کی ہوئی تجارت دنیا و آخرت دونوں کے انعامات کا مستحق بناتی ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا اللہ تعالیٰ کسی کا ادھار نہیں رکھتا۔ نیک نیتی سے اس کی راہ میں کی گئی قربانی کو وہ کئی گنا بڑھا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ایک جگہ فرماتا ہے کہ: وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ۔ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ (البقرۃ: 266) اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے اموال اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے نفوس میں سے بعض کو ثبات دینے کے لیے خرچ کرتے ہیں ایسے باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو اور اسے تیز بارش پہنچے تو وہ بڑھ چڑھ کر اپنا پھل لائے، اور اگر اسے تیز بارش نہ پہنچے تو شبنم ہی بہت ہے۔ اور اللہ اس پر جو تم کرتے ہو گہری نظر رکھنے والا ہے۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہی ہیں جو دین کی خاطر مالی قربانی کرنے کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ یہ شبنم کی طرح تھوڑی تھوڑی رقمیں بھی دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بے انتہا پھل لگاتا ہے۔ جماعتی ترقیات اسی کی گواہ ہیں۔ غریب لوگ ہیں جو معمولی سی قربانی کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ بے انتہا پھل لگاتا ہے۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ خاص طور پر غریب احمدی اور تھوڑے وسائل رکھنے والے احمدی زیادہ قربانی کرتے ہیں۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ میں وقتاً فوقتاً بیان کرتا بھی رہتا ہوں۔ آج بھی بیان کروں گا۔

یہ مثالیں زیادہ آسودہ حال احمدیوں کو اس طرف توجہ دلانے والی ہونی چاہئیں کہ وہ دیکھیں کہ ان کے معیار کیا ہیں۔ غریب احمدی تو جب اپنی مالی قربانی کرتا ہے تو وہ اپنے نفس کا اور اپنی جان کا جہاد کر رہا ہوتا ہے۔ افریقہ میں قربانی کرنے والے بے شمار ایسے احمدی ہیں، پاکستان میں ایسے ہیں، ہندوستان میں بھی ایسے ہیں جو اپنی روٹی قربان کر کے، بھوکا رہ کر مالی قربانی کرتے ہیں۔ اپنی یا اپنے بچوں کی بیماری کی صورت میں دوائیوں پر خرچ کرنے کی بجائے چندے کی ادائیگی کو ترجیح دیتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ ان کی اس قربانی کو بغیر نوازے نہیں چھوڑتا بلکہ بسا اوقات وہ اتنی جلدی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن جاتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے اور یہ بات ان کے لیے ازدیاد ایمان کا باعث بنتی ہے۔

پس کبھی یہ بات کسی کمزور احمدی کے دل میں بھی نہیں آنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نیک نیتی سے کی گئی قربانی کو نوازتا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خزانے لامحدود ہیں۔ اس کو ہمارے چند پیسوں کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ قربانیاں جو اللہ تعالیٰ مانگتا ہے یہ تو وہ ہمیں مزید فضلوں کا وارث بنانے کے لیے موقع میسر فرماتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت میں یہ قربانی کی روح ایسی پیدا کی ہے کہ آپؑ کے زمانے سے لے کر آج تک یہ نظارے ہمیں نظر آتے ہیں کہ افراد جماعت اپنی ضرورتوں کو پس پشت ڈال کر جماعتی ضروریات کے لیے اپنی قربانیاں پیش کرتے ہیں اور **یہی ترقی کرنے والی قوموں کا طریقہ ہے** اور اسی سے اللہ تعالیٰ پھر فضل بھی فرماتا ہے۔ یہ ماننے والے اس بات کا ادراک رکھنے والے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: آگ سے بچو خواہ آدھی کھجور ہی خرچ کرنے کی استطاعت ہو۔

(صحیح البخاری کتاب الزکاۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ۔۔۔ حدیث 1417)

بے شک آدھی کھجور دینے کی ہی تمہاری توفیق ہے تو دوجس سے آگ سے بچو۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ بخل سے بچو۔ یہ بخل ہی ہے جس نے پہلی قوموں کو ہلاک کیا تھا۔ (سنن ابی داؤد کتاب الزکاۃ باب فی الشحّ حدیث 1698)

صحابہؓ کا تو یہ حال تھا کہ کہتے ہیں کہ جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مالی تحریک ہوتی تھی ہم بازار جاتے تھے، مزدوری کرتے تھے اور تھوڑی سی بھی کوئی مزدوری ملتی تھی تو وہ کمائی لا کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب الزکاۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ..... حدیث 1416)

ایسی ہی قربانی کرنے والے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے غلام صادق کو بھی عطا فرمائے ہیں۔ ان کی بے شمار مثالیں ہیں۔ تاریخ میں ایسے بھائیوں کا ذکر ملتا ہے جنہوں نے ایسی قربانیاں کیں کہ حیرت ہوتی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی ان کا ذکر فرمایا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ”میں اپنی جماعت کے محبت اور اخلاص پر تعجب کرتا ہوں کہ ان میں سے نہایت ہی کم معاش والے جیسے میاں جمال الدین اور خیر الدین اور امام الدین کشمیری میرے گاؤں سے قریب رہنے والے ہیں وہ تینوں غریب بھائی بھی جو شاید تین آنہ یا چار آنہ روز مزدوری کرتے ہیں سرگرمی سے ماہوار چندہ میں شریک ہیں۔ ان کے دوست میاں عبدالعزیز پٹواری کے اخلاص سے بھی مجھے تعجب ہے کہ باوجود قلت معاش کے ایک دن سو روپیہ دے گیا کہ میں چاہتا ہوں کہ خدا کی راہ میں خرچ ہو جائے۔ وہ سو روپیہ شاید اس غریب نے کئی برسوں میں جمع کیا ہو گا مگر للّٰہی جوش نے خدا کی رضا کا جوش دلایا۔“ (ضمیمہ رسالہ انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 314-313 بقیہ حاشیہ)

پس جماعت کی تاریخ میں ان قربانی کرنے والوں کے نام محفوظ ہیں۔ یہ لوگ جو خدا کی رضا حاصل کرنے کا ایک خاص جوش رکھتے تھے خواہ انہوں نے معمولی قربانیاں کیں یا زیادہ، ان کا نام مسیح موعودؑ کے مشن کے مددگاروں میں شامل ہو گیا، تاریخ نے محفوظ کر لیا۔ ایک اَور بزرگ کا بھی ذکر کر دوں۔ یہ معذور اور غریب تھے ان کا نام حافظ معین الدین صاحب تھا۔ ان کی طبیعت میں بڑا جوش تھا کہ وہ سلسلہ کی خدمت کریں، اس کے لیے قربانی کریں حالانکہ بڑی تنگی میں گزارہ کرتے تھے اور بوجہ معذوری کے ان کا کوئی کام بھی نہیں تھا۔ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پرانا خادم سمجھ کر کچھ تحفہ دے دیا کرتے تھے لیکن حافظ صاحب کا یہ اصول تھا کہ وہ اس طرح کی رقم جو تحفے کے طور پر انہیں ملتی تھی کبھی اپنی ذاتی ضروریات پر خرچ نہیں کرتے تھے بلکہ اس کو سلسلہ کی خدمت کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا کرتے

تھے اور کبھی کوئی ایسی تحریک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے نہیں ہوئی جس میں انہوں نے حصہ نہ لیا ہو۔ چاہے وہ ایک پیسہ ڈال کر حصہ لیتے لیکن حصہ ضرور لیتے۔ اب ایک پیسہ اس زمانے میں ایک penny کے برابر آپ سمجھ لیں لیکن بہرحال حصہ لیتے۔ ان کے حالات کے مطابق یہ معمولی قربانی بھی غیر معمولی قربانی تھی اور بعض دفعہ یہ بھی ہوتا تھا کہ حافظ صاحب بھوکے رہ کر بھی یہ خدمت کیا کرتے تھے۔

(ماخوذ از اصحابِ احمد جلد 13 صفحہ 293)

یہ لوگ تھے جو خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے، سب کچھ قربان کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ ان لوگوں کی قربانیوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیار کی نظر سے دیکھا اور وہ پھل لگائے جو آج ان کی نسلیں بھی کھا رہی ہیں۔ پس وہ لوگ جو ان پرانے بزرگوں کی اور صحابہ کی اولاد ہیں ہمیشہ اس بات کو سامنے رکھیں کہ آج اگر ان پر اللہ تعالیٰ کے فضل ہیں تو ان لوگوں کی قربانیوں کی وجہ سے ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے کشائش عطا فرمائی ہے انہیں اپنے جائزے لینے چاہئیں کہ کیا سلسلہ کی خدمت کے لیے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے ان کے قربانیوں کے معیار اس سوچ کے ساتھ بڑھ رہے ہیں جو ان کے بزرگوں کی سوچیں تھیں۔ آج بھی جماعت احمدیہ میں غریبوں کی اکثریت ہے جو قربانیوں کے اعلیٰ معیار قائم کرتی ہے۔ پس جو جماعت میں کمائی کے بلند معیار پر ہیں انہیں اپنے جائزے لینے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اخلاص سے کی گئی قربانی کی قدر کرتے ہیں جیسا کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک درہم ایک لاکھ درہم کے مقابلے میں آج سبقت لے گیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ کس طرح؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص کے پاس دو درہم تھے، اس نے ایک درہم کی قربانی کر دی اور ایک دوسرے شخص کے پاس بے شمار دولت اور جائیداد تھی، اس میں سے اس نے ایک لاکھ درہم کی قربانی کی۔

(سنن النسائی کتاب الزکاۃ باب جھد المقل حدیث 2528)

بظاہر یہ ایک لاکھ درہم بہت بڑی رقم ہے لیکن اس غریب کی قربانی کے جذبے کے مقابلے میں اس ایک لاکھ درہم کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں تھی۔ پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا معیار جذبے اور نسبت کا ہے، مقدار کا نہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ جماعت غریبوں سے چندے لیتی ہے۔ بعض لوگ مجھے بعض دفعہ ایسے بھی لکھ دیتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ یہ لوگ اصل میں دل میں خِسّت رکھتے ہیں۔ ان کی اپنی دنیاوی ترجیحات ہیں اور اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے دوسروں کا نام لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی **اکثریت آج ایسی ہے کہ قربانی کرنے والی ہے۔**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی قربانیوں کو سامنے رکھتے ہوئے خود بھی قربانی کرنا چاہتے ہیں اور بغیر کہے کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کے مخلصین کی قربانیوں پر عمل کرتے ہوئے آج بھی ایسی مثالیں ہیں جو ہمیں نظر آتی ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا رپورٹس میں ذکر ہوتا ہے۔ مَیں بیان کرتا بھی رہتا ہوں۔ حیرت انگیز طور پر مالی قربانی کرتے ہیں۔ افریقہ کے دُور دراز ممالک میں رہنے والے مخلصین جو دنیا میں اشاعت اسلام اور دین کے غلبہ کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مددگار اور معاون بننا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کو اپنے سامنے رکھ کر قربانیاں کرتے ہیں جس میں آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ:

”تمہارے لیے ممکن نہیں ہے کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا۔“ (مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 497)

مخلصین کی چند مثالیں:

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ آج بھی ہم اس کے نظارے دیکھتے ہیں کہ کس طرح لوگوں نے خدا کی راہ میں دیا اور کس طرح فوری خدا نے انہیں لوٹا دیا۔ ایک ہی جگہ، ایک ہی ماحول میں کام کرنے والے ہیں لیکن احمدی کے مال میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرماتا ہے اور دوسرے کو وہ برکت نہیں ملتی اور یہ باتیں پھر ان کے ایمان میں اضافے کا باعث بنتی ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا تھا ان مخلصین کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔ ریپبلک آف سینٹرل افریقہ میں وُدَمبَالا (Vdambala) ایک جگہ ہے۔ وہاں ایک نومبائع عیسیٰ صاحب ہیں۔ کہتے ہیں میں نے نو مہینے پہلے بیعت کی تھی اور 2016ء سے میرے پاس ایک پلاٹ تھا جو میں نے گھر بنانے کے لیے خریدا تھا لیکن رقم نہیں اکٹھی ہو رہی تھی کہ گھر بنا سکوں۔ جماعت میں مَیں شامل ہوا ہوں۔ چندے کی اہمیت اور برکات کے بارے میں سنتا رہا۔ جو بھی خدا کی راہ میں تھوڑی سی قربانی کر سکتا تھا کرتا تھا اور یہی سنتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس سے کام آسان کرتا ہے اور اموال و نفوس میں ترقی بھی دیتا ہے۔ بہرحال کہتے ہیں میرے دل میں خیال آیا کہ جب ہم غیر احمدی تھے تو ہم نے ایک دفعہ بھی خدا کی راہ میں چندہ نہیں دیا اور نہ ہی اس بارے میں ہمیں کسی نے تحریک کی تو کہتے ہیں اب تحریک ہوئی۔ نومبائعین سے عموماً تحریک جدید اور وقف جدید کے چندوں کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ مجھے کہا گیا تو میں نے وقف جدید میں پندرہ سو سیفا ادا کر دیا اور خدا تعالیٰ نے اس کا اجر اس طرح دیا کہ ایک دوست نے گھر کے لیے دس ہزار اینٹیں بنانے کی پیشکش کر دی اور پھر اینٹیں بنوا بھی دیں۔ وہاں خود بنائی جاتی ہیں۔ سیمنٹ سے بلاک بنائے جاتے ہیں۔ اس طرح گھر کی تعمیر شروع ہو گئی جس کا کئی سال سے انتظار تھا اور پھر گھر مکمل بھی ہو گیا۔ یہ کہتے ہیں کہ مجھے یقین ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوا ہے ورنہ میرے اندر تو یہ طاقت نہیں تھی اور میرے لیے ناممکن تھا۔

قزاقستان سابقہ روسی ممالک میں سے ایک سٹیٹ ہے۔ وہاں ایک دوست داورین صاحب کہتے ہیں۔ چند دن قبل مجھے معلم صاحب کا پیغام ملا کہ اس سال آپ کی اہلیہ کا وقفِ جدید کا چندہ بہت کم ہے اور لسٹ کے آخر میں ہے۔ اگر ممکن ہو تو کم از کم پانچ ہزار تنگے (Tenge) ادا کر دیں۔ میں نے سوچا کہ اس وقت میری اہلیہ امید سے ہے۔ اس کا آپریشن بھی ہونا ہے بہتر ہے کہ میں پندرہ ہزار تنگے ادا کر دوں۔ جیسے ہی میں نے رقم بھیجی۔ تقریباً بیس منٹ کے بعد مجھے سکول کی طرف سے اطلاع ملی کہ چونکہ میں ایک یتیم کی کفالت بھی کرتا ہوں اور میرے بچے بھی زیادہ ہیں اس لیے وہاں کی حکومت نے مجھے ایک لاکھ تنگے ادا کیے جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس طرح میرے لیے تو یہ ایمان کا باعث بنا کہ اللہ تعالیٰ نے فوری طور پر مجھے لوٹا دیا۔

پھر قرغیزستان ایک اَور سٹیٹ ہے۔ وہاں کے ایک دوست عُرمت صاحب ہیں۔ گولڈ مائن میں کام کرتے ہیں اور چھ مہینے کے بعد چندہ ادا کرتے رہتے تھے۔ جب گذشتہ سال انہوں نے دوسری ششماہی کا چندہ

ادا کیا تو شرح سے زائد چھ ہزار قرغیز سُم (Kyrgyzstani som) ان کی جو کرنسی ہے وہ اس میں ادا کر دی۔ پوچھنے پہ کہنے لگے کہ چونکہ پوری دنیا میں مہنگائی ہوئی ہے جس کی وجہ سے جماعتی اخراجات میں بھی زیادتی ہوئی ہو گی اس لیے میں شرح سے بڑھا کر اپنا چندہ ادا کر رہا ہوں۔ اس سال بھی انہوں نے جب پہلی ششماہی کا چندہ ادا کیا تو مزید چھ ہزار سُم بڑھا کر چندہ ادا کیا۔ اس طرح تقریباً انہوں نے چالیس فیصد سے زائد چندہ ادا کر دیا۔ اب یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کی رضا چاہنے کی مثالیں ہیں۔ کسی نے ان کو تحریک نہیں کی لیکن ضرورتوں کے پیش نظر خود ہی انہوں نے کوشش کی کہ میں بڑھ چڑھ کر ادا کروں۔ لوگ کہتے ہیں کیوں مانگتے ہو؟ ہم نہیں مانگتے۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کا پیغام آگے پہنچاتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں قربانیاں کرو۔

فلپائن ایک اَور ملک، دُور دراز کا علاقہ، وہاں کے مبلغ کہتے ہیں کہ خدام الاحمدیہ کے صدر نے بیان کیا کہ میں نے وعدہ کے مطابق وقفِ جدید کی ادائیگی تو کر دی تھی لیکن مالی سال ختم ہو رہا تھا۔ دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ وعدے سے بڑھ کر ادائیگی کرنی چاہیے۔ چنانچہ میں نے اپنے مرحوم والد، والدہ اور سسر کے نام پر بھی ایک ہزار پیسو (peso) چندہ وقف جدید کی ادائیگی کر دی۔ ان دنوں میں مقامی میونسپلٹی کے دفتر میں رسک ریڈکشن مینیجر (risk reduction manager) کے طور پر کانٹریکٹ پر کام کر رہا تھا۔ نئے سال کی چھٹیوں کے بعد جیسے ہی کام پہ گیا تو مقامی میئر نے میری نوکری پکی کر دی اور میری تنخواہ بھی دگنی کر دی جبکہ میں گذشتہ چار سال سے کنٹریکٹ پہ کام کر رہا تھا اور بار بار درخواست کے باوجود بھی میری نوکری پکی نہیں ہوتی تھی۔ اب کہتے ہیں مجھے یہی یقین ہے کہ یہ جو قربانی میں نے کی ہے اسی کا ثمر ہے اور یقیناً خدا تعالیٰ ہمارے وہم و گمان سے بھی بڑھ کر دینے والا ہے۔

کیمرون افریقہ کا ایک ملک ہے۔ وہاں کے مربی کہتے ہیں کہ ایک نوجوان یوسف صاحب ہیں۔ انہوں نے احمدیت قبول کی ہے۔ غریب آدمی ہیں۔ موٹر سائیکل پر سواریاں اٹھاتے ہیں۔ محمد یوسف صاحب کہتے ہیں کہ جب سے میں نے احمدیت قبول کی ہے اور مربی کے کہنے پر تھوڑا بہت چندہ دینا شروع کیا ہے میرے حالات بدلنے شروع ہو گئے ہیں۔ میرا دل بہت مطمئن ہے اور میری زندگی میں چیزیں آسان ہو گئی ہیں۔ اصل چیز دل کا اطمینان ہے۔ کہتے ہیں چندہ دینے سے میرا دل بھی مطمئن ہے۔ میں نے اب ارادہ کیا ہے کہ صرف وقفِ جدید نہیں بلکہ تمام ضروری چندوں میں حصہ لوں گا کیونکہ اس میں میرے لیے اور میری فیملی کے لیے برکت ہے۔ یہ امام مہدی علیہ السلام کی برکت ہے کہ مجھے روحانی سکون ملا ہے اور میں بہت خوش اور مطمئن ہوں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ مددگار پیدا کرتا ہے۔

تنزانیہ مشرقی افریقہ کا ایک ملک ہے۔ رُوُوما (Ruvuma) ریجن کے ایک نوجوان ملاوے صاحب ہیں۔ کہتے ہیں میری عمر ستائیس سال ہے۔ میں نے چندے کی بہت برکات دیکھی ہیں۔ کھیتی باڑی کرتا ہوں۔ کہتے ہیں اس سال وقف جدید کے چندے کی ادائیگی کرنے کی نیت سے میں نے اپنی فصل متعلقہ ادارے میں جلدی جمع کرا دی اور جو فصل ہوئی اس کو حکومت کو بیچ دیا۔ کہتے ہیں اگر میں کچھ دن اَور انتظار کرتا تو ممکن تھا کہ میری فصل کی زیادہ قیمت مل جاتی لیکن میں چندہ نہ ادا کر سکتا۔ وقت گزر جانا تھا۔ بہرحال کہتے ہیں کہ میں نے جب ادارے سے رابطہ کیا تو ان دنوں کسانوں کو جو فصل کی قیمت مل رہی تھی اس سے مجھے زیادہ قیمت مل گئی جس سے میں نے چندہ وقف جدید ادا کر دیا۔ اس ادارے نے کہا کہ لوگ اپنی فصل روک لیتے ہیں تاکہ انہیں زیادہ قیمت ملے۔ تمہاری ایمانداری کا انعام ملا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری نیت کا

پھل دیا ہے تا کہ میں بآسانی اس کی راہ میں قربانی کر سکوں۔

قرغیزستان سے ایک دوست ہیں رَوزَامَتْ (Rozamamat) صاحب۔ چندہ وقفِ جدید کے بارے میں ہی کہتے ہیں کہ یہ بہت اہمیت کا حامل ہے اور اس سے میرا تعارف بھی بہت دلچسپ ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں جماعتِ احمدیہ سے متعارف ہوا تو میں نے مبلغ سے پوچھا کہ جماعت کے سارے اخراجات کون ادا کرتا ہے؟ انہوں نے مجھے تفصیل بتائی کہ جماعت کے کیا کام ہیں۔ خلافت کا نظام ہے۔ پھر مختلف تحریکات ہیں۔ وقف جدید اور دوسری مالی قربانیاں ہیں۔ ان کے بارے میں بتایا۔ تو کہتے ہیں اس سے پہلے میں نے اس قسم کے مالی نظام کے بارے میں نہ کبھی دیکھا تھا نہ سنا تھا۔ میں نے پہلی بار نظام کی یہ باتیں سنی تھیں۔ پھر میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے دَور میں بیعت کرنے کے بعد ہر مہینے چندہ دینا شروع کر دیا اور ساری زندگی چندے کی بے انتہا برکات دیکھیں۔ جماعت میں شامل ہونے سے پہلے میں اپنی فیملی کے ساتھ کرائے کے فلیٹ میں رہتا تھا۔ ہم بڑی مشکل کی زندگی گزار رہے تھے۔ مختلف جگہوں پر کام کیا۔ کسمپرسی کی حالت تھی۔ نہ جائیداد تھی نہ مستقل آمد تھی۔ چندے کی برکات سے الحمدللہ اب میں نے ایک پورا گھر تعمیر کر لیا ہے۔ اس وقت میرا روزگار مستقل نوعیت کا ہے۔ کام بھی مشکل نہیں اور تنخواہ بھی اچھی ہے۔ یہ سب چندے کی بدولت اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا ہے۔

ٹوگو مغربی افریقہ کا ایک ملک ہے۔ وہاں کے مبلغ انچارج کہتے ہیں کہ ایک احمدی خاتون کے پاس چندہ وقفِ جدید کی رقم موجود نہیں تھی۔ انہوں نے اپنے گھر کے استعمال کے لیے سبزی اگائی ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ سبزی بازار میں بیچ کر اپنا خدا سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا اور وقفِ جدید کا چندہ ادا کر دیا۔ بڑی معمولی سی چیز تھی۔ یہ وہی مثالیں ہیں جو صحابہؓ بازار میں جا کے کام کرتے تھے یا حافظ صاحب جو بھی تحفہ ملتا وہ دے دیا کرتے تھے۔ اسی طرح ایک ممبر حمزہ صاحب کے پاس وقفِ جدید کا چندہ دینے کے لیے پیسے نہیں تھے۔ ان کے پاس اپنی مرغیاں تھیں۔ انہوں نے نو مرغیاں بیچ کے چندہ ادا کر دیا۔ یہ غریب لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر قربانی کرتے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو پرانے بزرگوں کی یاد بھی تازہ کرتے ہیں۔

انڈونیشیا کے ایک دوست ایمان ہدایت صاحب ہیں۔ کہتے ہیں میں پیدائشی احمدی ہوں۔ پہلے تو میں صرف ایک ممبر کے طور پر ہی چندہ ادا کیا کرتا تھا۔ ایک عادت پڑ گئی تھی کہ احمدی ہوں، چندہ دینا ہے۔ تحریکِ جدید اور وقفِ جدید کی قربانیوں میں حصہ نہیں لیتا تھا۔ اس پر میرے تمام بھائیوں نے دونوں تحریکات کے حوالے سے مجھے توجہ دلائی کہ صرف جماعتِ احمدیہ کا ممبر ہونے کی وجہ سے چندہ نہیں دیتے بلکہ ہم اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے لیے مالی قربانی میں حصہ لیتے ہیں۔ کہتے ہیں چنانچہ میرے اندر بھی تحریکِ جدید اور وقفِ جدید میں حصہ لینے میں دلچسپی پیدا ہوئی اور میں نے دونوں تحریکات میں مالی قربانی شروع کر دی اور ان میں حصہ لینے کے بعد میں نے اپنی زندگی میں بہت بڑی تبدیلی محسوس کی۔ میں خود کو اللہ تعالیٰ کے قریب محسوس کرتا ہوں۔ مجھے جماعتی ذمہ داری بھی دے دی گئی ہے۔ اسی طرح رزق کے معاملے میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا اظہار کیا۔ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا قول کہ اگر تم چل کر میرے قریب آؤ گے تو میں تمہارے پاس دوڑ کے آؤں گا اس کو میں نے چندے کی برکت سے پورے ہوتے دیکھا۔

میلبرن آسٹریلیا سے ایک دوست اپنا واقعہ لکھتے ہیں کہ وقفِ جدید کے مالی سال کے اختتام سے چند ہفتے قبل تحریک کی گئی کہ جو لوگ مالی طور پر مستحکم ہیں وہ وقفِ جدید میں کم از کم پانچ ہزار ڈالر کی ادائیگی کریں۔

کہتے ہیں میں نے وقفِ جدید کے لیے چار ہزار ڈالر ادا کیے تھے۔ میرے پاس پانچ ہزار ڈالر نہیں تھے لیکن میرے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ مجھے وقفِ جدید کے لیے پانچ ہزار ڈالر کی قربانی پیش کرنی چاہیے۔ چنانچہ جمعہ سے واپسی پر میں نے دعا کرنی شروع کی۔ اب یہ اچھے حالات میں تھے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں تھا۔ ایک لگن تھی، خواہش تھی۔ ان کو دعا کی طرف تحریک پیدا ہوئی تو کہتے ہیں: میں نے دعا کی۔ مَیں بزنس کرتا ہوں۔ چھوٹا موٹا بزنس ہے۔ ایک روز میں آفس میں تھوڑی دیر کے بریک کے لیے باہر نکلا اور یہ دعا بھی کرتا رہا کہ میں اس چندے میں کس طرح حصہ ڈالوں؟ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے۔ کہتے ہیں جب میں دفتر میں واپس آیا تو میرا بزنس پارٹنر جو کہ عیسائی ہے میرے دفتر میں آیا اور دروازہ بند کر دیا اور بڑی خوشی سے ہاتھ ملایا اور کہا کہ ایک بڑی خبر ہے۔ مزید تفصیل بتاتے ہوئے کہنے لگا کہ ایک نئے کاروبار کے لیے ایک گاہک نے سیٹ اپ کی درخواست کی ہے اور اس کی فیس تیس ہزار ہے جس میں سے پندرہ پندرہ ہزار ہم دونوں کے حصہ میں آئیں گے۔ کہتے ہیں میں نے فوراً سمجھ لیا کہ میری دعا قبول ہو گئی ہے۔ میں نے اپنے بزنس پارٹنر کو بتایا کہ میں کیا دعا کر رہا تھا اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کی اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا کا جواب دیا ہے۔ اس پر وہ پارٹنر بھی کہنے لگا کہ چیریٹی کے لیے پانچ ہزار ڈالر کی رقم بہت زیادہ ہے۔ پھر کہنے لگا تمہاری دعا کی وجہ سے مجھے بھی یہ فائدہ ہوا ہے اس لیے میں بھی حصہ ڈالوں گا۔ یہ رقم تو تم نے ادا کرنی ہے اس میں سے آدھی رقم میں ادا کروں گا۔ لیکن میں نے اسے کہا کہ اَور بھی کئی خیراتی کام ہیں جن میں وہ حصہ ڈال سکتا ہے۔ یہ پانچ ہزار تو وقفِ جدید کا ہے۔ یہ تو میں نے خود ہی دینا ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے میری دعا اور خواہش کو قبول کرتے ہوئے مجھ پہ احسان فرمایا۔

فجی بھی ایک دُور دراز کا علاقہ ہے۔ وہاں نومبائع ظلیل بیگ صاحب ہیں۔ دو تین سال قبل انہوں نے بیعت کی ہے۔ ابتدائی طور پر جب ان کو تحریکات میں شامل کیا گیا تو معمولی رقم کا وعدہ تھا۔ پھر کچھ عرصہ بعد چندہ عام میں بھی شامل کیا گیا اور نظام کی اہمیت کا بھی ان کو پتہ لگا لیکن اس سال میرے خطبات سن کے موصوف نے از خود ہی اپنے وعدے جو ہیں تحریکِ جدید وقفِ جدید میں بڑھا دیے اور دس گنا اضافہ کر دیا اور ادائیگی بھی کر دی۔ پھر چندہ عام کے حوالے سے انہوں نے بتایا کہ ہفتہ وار انکم پر چندہ عام کی بھی 16/1 کی شرح کے مطابق ادائیگی کا وعدہ کیا اور باقاعدگی سے ہر ہفتہ اپنی تنخواہ سے تمام چندہ جات کی ادائیگی آ کے کر جاتے تھے۔ یہ نومبائع بیان کرتے ہیں کہ جب سے میں نے چندہ میں اضافہ کیا ہے مجھے ملازمت میں ترقی ملی ہے اور کہتے ہیں جنوری 2024ء سے تنخواہ میں مزید اضافہ ہو جائے گا ان شاء اللہ۔ کہتے ہیں کہ اگر کسی نے چندے کی برکت جاننی ہے تو وہ مجھ سے پوچھے۔

مائیکرونیشیا کے مبلغ ہیں سرجیل صاحب۔ کہتے ہیں یہاں ایک نومبائع سائمن صاحب ہیں مالی قربانی کے حوالے سے ان کو توجہ دلائی گئی اور بتایا گیا کہ یہ چندہ ہم خدا تعالیٰ کی محبت کے حصول کے لیے دیتے ہیں۔ کوئی ٹیکس نہیں ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کو ایک قرضہ حسنہ قرار دیا ہے۔ اس پر موصوف نے ہر ہفتہ چندہ دینا شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد کہنے لگے کہ پہلے جب میں گرجا میں جاتا اور پیسے دیتا تو زندگی میں کوئی فرق نہیں پڑا لیکن جب سے میں نے جماعت میں آ کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مالی قربانی شروع کی ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے ذریعہ سے میری ضروریات پوری کر دیتا ہے کہ میں حیران رہ جاتا ہوں۔ بعض اوقات پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے اور اچانک کوئی آ جاتا ہے اور پیسے پکڑا دیتا ہے۔ کبھی کھانے کی کمی ہوتی ہے تو گھر بیٹھے ہی

اللہ تعالیٰ کسی کے ذریعہ ضرورت پوری کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سائمن صاحب اپنی استعداد سے بڑھ کر مالی قربانی کرتے ہیں۔

تنزانیہ کے امیر صاحب کہتے ہیں کہ ایک دوست بشیر صاحب نے وقفِ جدید میں اپنا اور اپنی فیملی کا چالیس ہزار شلنگ چندہ ادا کیا۔ ان کی اہلیہ نے دریافت کیا کہ گھر کے حالات اتنے اچھے نہیں ہیں پھر بھی اتنی بڑی رقم چندے میں کیوں دے دی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ فکر نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں مالی قربانی کرنے والے کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ وہ ضرور اسے بڑھا کر لوٹائے گا۔ چنانچہ چند دن میں ہی انہیں دو تین مختلف ذرائع سے ایسا کام مل گیا کہ نہ صرف چندے میں ادا کی گئی رقم واپس آ گئی بلکہ اس سے زیادہ آمد ہوئی۔ کہتے ہیں کہ مجھے تو اس سے پہلے بھی ادراک تھا لیکن میری اہلیہ نے بھی اب اپنی آنکھوں کے سامنے چندے کی برکات مشاہدہ کر لیں اور اس کا بھی ایمان بڑھا۔

جرمنی کے نیشنل سیکرٹری وقفِ جدید کہتے ہیں۔ جماعت مائنز (Mainz) کے ایک طالب علم نے حکومتی ادارے کو وظیفہ کی درخواست دی۔ پڑھائی کے لیے کچھ رقم چاہیے تھی اور بتایا کہ میرا سمسٹر شروع ہونے والا ہے اور رقم کم ہے۔ دوسری طرف وقفِ جدید کا سال بھی ختم ہو رہا تھا اور اپنے اور فیملی کے وعدہ جات کی ادائیگی کرنی تھی۔ ان کو امید تھی کہ جس کی درخواست دی ہوئی تھی وہاں سے وظیفہ کی رقم مل جائے گی۔ لیکن بہرحال مجھے وہاں حکومتی ادارے کی طرف سے انکار ہو گیا۔ جو رقم پاس تھی وہ انہوں نے اللہ پر توکّل کرتے ہوئے چندے میں دے دی۔ اس کے بعد سمسٹر مکمل کیا۔ اچھے نمبروں سے اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیاب فرمایا اور متعلقہ ادارے کی طرف سے بھی پہلے تو انکار ہوا تھا اور پھر اچانک ایک رقم چار ہزار یورو کے برابر ان کے اکاؤنٹ میں آ گئی۔ پھر یہ کہتے ہیں میرا تو یہی ایمان ہے کہ یہ قربانی کی وجہ ہے۔

انڈیا کی ایک جگہ ساونت واڑی ہے۔ وہاں کے ایک احمدی سراج صاحب ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے مالی قربانی کی برکات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ وقفِ جدید کے چندے کو وڈ کی بیماری کی وجہ سے بقایا رہ گئے تھے۔ دو تین سال سے موصوف کے باغات کی لکڑیاں بارش کے پانی سے ضائع ہو رہی تھیں۔ جس خریدار نے لینے کا وعدہ کیا تھا اور جو رقم طے ہوئی تھی اس کی ادائیگی نہیں کر رہا تھا۔ بہرحال موصوف خریدار ڈھونڈتے رہے، کوئی نہیں مل رہا تھا۔ موصوف کہتے ہیں کہ جب انسپکٹر وقفِ جدید آئے اور وقفِ جدید کے چندے کا مطالبہ کیا تو موصوف نے دو ہزار روپے فوری نکال کے ادا کر دیے۔ کہتے ہیں کہ دو دن کے اندر اندر جو خریدار قیمت طے کرنے کے باوجود سامان نہیں لے رہا تھا اچانک آ کر بیس ہزار روپے دے کر سارا مال لے گیا اور یہ کہتے ہیں میرا تو یہی ایمان ہے کہ چندے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے دو ہزار کو بڑھا کر بیس ہزار مجھے واپس لوٹا دیا ورنہ جو سامان برسوں سے ضائع ہو رہا تھا وہ آگے بھی ضائع ہو سکتا تھا۔

کینیڈا کی ایک لجنہ ممبر ہیں۔ کہتی ہیں کہ جنوری کے پہلے ہفتے میں جب میں نے وقفِ جدید کے نئے سال کا اعلان کیا تو ان کو بھی خواہش پیدا ہوئی کہ اپنا اور اپنے بچوں کا چندہ ادا کریں۔ جب بینک کی صورتحال دیکھی تو وہاں تو کچھ بھی نہیں تھا۔ بہرحال کہتی ہیں میں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ غیب سے میرے لیے بھی ایسے سامان پیدا کر دے کہ چندہ ادا کر سکوں۔ پھر چند دن کے بعد بینک اکاؤنٹ میں دیکھا تو اس میں تین سو ڈالر کے برابر رقم تھی اور وہی تھی جو میں اپنے اور اپنے مرحومین کی طرف سے چندے میں دینا چاہتی تھی اور میں نے فوری طور پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے چندے میں ادائیگی کر دی۔

پھر ایک اَور خاتون ہیں۔ یہ بھی کینیڈا کی ہیں۔ انہوں نے اپنا وعدہ بڑھا کر ساری ادائیگی کر دی تو اگلے دن ہی ان کو ٹیکس ڈیپارٹمنٹ سے، ریونیو ڈیپارٹمنٹ سے زائد رقم کا چیک واپس آ گیا اور وہ سات سو پچاس ڈالر کی رقم تھی۔ کہتی ہیں یہ اتنی ہی رقم تھی جو میں نے ادا کی تھی۔

تنزانیہ کی ایک نومبائع خاتون آمنہ صاحبہ ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ احمدیت قبول کی تو میں نے احمدیت میں ایک الگ نظام دیکھا جو دوسرے مسلمانوں سے مختلف تھا۔ مالی نظام میں ہر چندے کی رسید دی جاتی ہے اور جگہ کہیں نہیں ملتی۔ کہتی ہیں کہ نومبر میں معلم صاحب نے خطبہ جمعہ دیا اور چندہ وقفِ جدید کے بارے میں تحریک کی۔ میرے پاس جتنے پیسے تھے میں نے چندے میں دے دیے۔ میرے گھر کے حالات بہتر نہیں تھے۔ بیٹی امید سے تھی، ہسپتال لے کے جانے کی ضرورت پڑ سکتی تھی۔ گھر پہنچی تو رات عشاء کے بعد مجھے ایک شخص کا فون آیا۔ اس نے مجھ سے دو سال سے کچھ رقم قرض لی ہوئی تھی اور رابطہ نہیں کر رہا تھا اور میں بھول چکی تھی کہ اب یہ واپس نہیں ہو گی۔ تو بہر حال اس نے فون کیا، معافی مانگی اور وجوہات بتا کے دو ہزار کی رقم واپس کر دی۔ کہتی ہیں کہ میں نے جو مالی قربانی اپنی ضروریات کو پس پشت ڈال کے کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے وہاں میری وہ مدد فرمائی اور اس کے بعد پھر ان کو فوری طور پر بیٹی کو بھی ہسپتال لے جانے کی ضرورت پڑی اور اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔ اس طرح اس کا علاج بھی ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نئے آنے والوں میں بھی یہ سوچ پیدا فرما رہا ہے کہ مال اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اور یہ سوچ صرف ایک احمدی میں ہی پائی جاتی ہے۔

نائیجر ایک اَور ملک ہے۔ آج کل وہاں حالات بھی کافی خراب ہیں۔ معلم صاحب کہتے ہیں کہ ہم نے مَارَادِی ریجن کے ایک گاؤں کا دورہ کیا۔ چندے کی تحریک کی۔ لوگوں نے حسب استطاعت وقفِ جدید میں حصہ لیا۔ ایک غیر احمدی وہاں کہنے لگا کہ آپ ہمارے گاؤں کے غریب لوگوں سے رقم وصول کر رہے ہیں جبکہ آپ کو بخوبی علم ہے کہ ملک کے معاشی حالات انتہائی خراب ہیں اور دیگر اسلامی تنظیمیں تو لوگوں کے لیے کچھ نہ کچھ لے کر آ رہی ہیں اور آپ ان سے مانگ رہے ہیں۔ معلم صاحب کہتے ہیں کہ اس سے قبل کہ میں کچھ جواب دیتا اس گاؤں کے ایک احمدی کھڑے ہو گئے۔ بڑے جوش سے کہنے لگے کہ دیگر اسلامی جماعتیں آتی ہیں۔ ٹھیک ہے کوئی فلاحی مدد کر دیتی ہوں گی لیکن کیا کسی اسلامی تنظیم نے ہمیں اسلام کے بارے میں کچھ سکھایا ہے؟ وہ فلاحی کام تو شاید کر کے چلے جاتے ہیں لیکن جماعت احمدیہ ہمیں دین سکھاتی ہے اور یہاں یہ معلم صاحب ہمارے سے رقم وصول کرنے نہیں آئے بلکہ ہمیں مالی قربانی کے اس جذبہ کی ترغیب دلانے آئے ہیں جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے پیش کی ہے جس کے ذریعہ ہم دنیا ہی نہیں بلکہ آخرت میں بھی اجر حاصل کر سکیں گے۔ تو یہ ادراک ان میں قبول احمدیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے قربانی ضروری ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل بھی بہت ہوتے ہیں۔ بہر حال یہ سن کر وہ غیر احمدی دوست خاموش ہو گئے۔

پس کیسے کیسے خوبصورت مخلصین دنیا کے ہر کونے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا فرمائے ہیں۔ یہ ایک لمبی فہرست ہے۔ میرے لیے مشکل تھا کہ کس کا ذکر آج چھوڑوں اور کس کا کروں؟ بے شمار ایسے واقعات تھے۔ بہر حال وقت کے مطابق میں نہیں لے سکا لیکن جو بھی میں نے چھوڑے ہیں ان کے بھی اخلاص و وفا میں کوئی کمی نہیں۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہ قربانیاں

دی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ بھی قرض نہیں رکھتا بلکہ ان کی قربانیوں کو قبول فرما کر اسے ان کے ایمان میں اضافہ کا ذریعہ بناتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”میرے پیارے دوستو! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے خدائے تعالیٰ نے سچا جوش آپ لوگوں کی ہمدردی کے لئے بخشا ہے اور ایک سچی معرفت آپ صاحبوں کی زیادت ایمان و عرفان کے لیے مجھے عطا کی گئی ہے۔ اس معرفت کی آپ کو اور آپ کی ذریّت کو نہایت ضرورت ہے۔ سو میں اس لئے مستعد کھڑا ہوں کہ آپ لوگ اپنے اموالِ طیبہ سے اپنے دینی مہمات کے لیے مدد دیں اور ہر یک شخص جہاں تک خدائے تعالیٰ نے اس کو وسعت و طاقت و مقدرت دی ہے اس راہ میں دریغ نہ کرے اور اللہ اور رسول سے اپنے اموال کو مقدم نہ سمجھے اور پھر میں جہاں تک میرے امکان میں ہے تالیفات کے ذریعہ سے ان علوم اور برکات کو ایشیا اور یورپ کے ملکوں میں پھیلاؤں جو خدا تعالیٰ کی پاک روح نے مجھے دی ہیں۔“

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 516)

پس ان مالی قربانیوں کے ذریعہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے اشاعتِ اسلام کا جو کام ہونا تھا وہ ہو رہا ہے۔ افریقہ کے رہنے والے غریب اور کم وسائل رکھنے والے احمدی باوجود اپنی قربانیوں کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کے اس بات کے متحمل نہیں ہو سکتے کہ تبلیغِ اسلام اور اشاعتِ اسلام کے کام کو اپنے ملکوں میں بھی اعلیٰ رنگ میں سرانجام دے سکیں۔ اس لیے یورپ اور امریکہ وغیرہ ممالک جو امیر ممالک ہیں ان کے چندہ وقفِ جدید کی رقم کا بیشتر حصہ ان غریب ممالک میں سلسلہ کی ترقی کے کاموں میں خرچ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کے ایمان اور یقین اور اموال و نفوس میں برکت ڈالے جو کسی بھی رنگ میں جماعت کے لیے قربانی کرتے ہیں اور ہر وقت اس کے لیے تیار رہتے ہیں۔

اس وقت وقفِ جدید کے نئے سال کے اعلان کے ساتھ میں دنیا کے ممالک کی قربانیوں کے کچھ جائزے بھی پیش کروں گا جو عموماً روایت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقفِ جدید کا چھیاسٹھواں (66واں) سال ختم ہوا اور ستاسٹھواں (67واں) سال شروع ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ عالمگیر نے دوران سال ایک کروڑ 29/ لاکھ 41/ ہزار پاؤنڈز کی مالی قربانی پیش کی ہے یعنی تقریباً تیرہ ملین پاؤنڈ۔ یہ وصولی گذشتہ سال سے سات لاکھ اٹھارہ ہزار پاؤنڈز زیادہ ہے۔

برطانیہ کی اس سال مجموعی وصولی کے لحاظ سے پہلی پوزیشن ہے، پھر کینیڈا ہے۔ کینیڈا نے بھی اچھا اضافہ کیا ہے اور انہوں نے شاملین میں اضافہ زیادہ کیا ہے۔ یہ ان کی اس سال بہت بڑی خوبی ہے۔ پھر جرمنی ہے نمبر تین۔ پھر نمبر چار امریکہ، پاکستان، بھارت، آسٹریلیا، مڈل ایسٹ کی ایک جماعت ہے، انڈونیشیا ہے، مڈل ایسٹ کی پھر جماعت ہے۔ بیلجیم ہے۔

افریقہ کی جماعتوں میں نمبر ایک پہ ماریشس ہے۔ پھر گھانا ہے۔ برکینا فاسو ہے۔ برکینا فاسو کے حالانکہ حالات بھی کافی خراب ہیں لیکن باوجود اس کے پھر بھی افریقہ میں تیسری پوزیشن ہے۔ تنزانیہ ہے۔ نائیجیریا ہے۔ لائبیریا۔ پھر گیمبیا۔ مالی۔ یوگنڈا۔ سیرالیون۔

شاملین کی تعداد اللہ کے فضل سے اس سال 44/ ہزار نئے مخلصین شامل ہوئے ہیں اور 15/ لاکھ 50/ ہزار ان کی تعداد ہے۔ شاملین میں اس اضافے کے لیے جو کوشش کی ہے اس میں کینیڈا نمبر ایک پہ ہے۔ پھر تنزانیہ۔ پھر کیمرون۔ پھر گیمبیا۔ نائیجیریا۔ گنی بساؤ اور کونگو کنشاسا۔

وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کی جو دس بڑی جماعتیں ہیں ان میں فارنہم (Farnham) نمبر ایک پہ ہے۔ پھر ووسٹر پارک (Worcester Park)۔ پھر وال سال (Walsall)۔ پھر آلڈر شاٹ ساؤتھ (Aldershot South)۔ پھر اسلام آباد۔ پھر جلنگھم (Gillingham)۔ ایش (Ash)۔ چیم ساؤتھ (Cheam South)۔ یول (Ewell) اور ہنسلو ساؤتھ۔

ریجنز جو ہیں ان میں بیت الفتوح پہلے نمبر ایک پہ۔ پھر اسلام آباد ریجن۔ پھر مڈلینڈز (Midlands)۔ مسجد فضل پھر بیت الاحسان۔

دفتر اطفال کے لحاظ سے پہلی دس جماعتیں ہیں آلڈر شاٹ ساؤتھ (Aldershot South)۔ فارنہم (Farnham)۔ پھر آلڈر شاٹ نارتھ (Aldershot North) ایش (Ash)۔ اسلام آباد۔ روہیمپٹن ویل (Roehampton Vale)۔ ساؤتھ چیم۔ مانچسٹر نارتھ۔ برمنگھم ویسٹ۔ بریڈفورڈ ساؤتھ۔

اور چھوٹی جماعتوں میں سپین ویلی۔ کیتھلی۔ نارتھ ویلز۔ نارتھ ہیمپٹن۔ سوانزی۔

کینیڈا کی امارتیں جو ہیں ان میں نمبر ایک پہ وان۔ پھر کیلگری (Calgary)۔ پھر پیس ولیج (Peace Village)۔ پھر وینکوور (Vancouver)۔ پھر برمپٹن ویسٹ (Brampton West)۔ اور پھر ٹورانٹو۔

ان کی دس بڑی جماعتیں ملٹن ایسٹ (Milton East)۔ ملٹن ویسٹ (Milton West)۔ ہملٹن۔ ایڈمنٹن ویسٹ۔ ڈرہم ویسٹ (Durham West)۔ آٹواویسٹ (Ottawa West)۔ رجائنا (Regina)۔ انسفل (Innisfil)۔ ایبٹس فورڈ (Abbotsford)۔ نیوفاؤنڈلینڈ (Newfoundland) ہیں۔

دفتر اطفال میں جو امارتیں ہیں وان (Vaughan) نمبر ایک پہ۔ پھر پیس ولیج (Peace Village)۔ ٹورانٹو ویسٹ (Toronto West)۔ وینکوور (Vancouver)۔ کیلگری (Calgary) اور مسس ساگا (Mississauga)۔

دفتر اطفال میں ڈرہم ویسٹ (Durham West) جماعتوں میں پہلے نمبر پہ ہے۔ پھر ملٹن ویسٹ (Milton-West)۔ حدیقہ احمد۔ مونٹریال ویسٹ (Montreal West)۔ ہملٹن ماؤنٹین (Hamilton Mountain)۔

جرمنی کی امارتیں جو ہیں ان میں ہیمبرگ (Hamburg) نمبر ایک پہ۔ پھر فرینکفرٹ (Frankfurt)۔ ویزبادن (Wiesbaden)۔ گروس گیراؤ (Gross Gerau)۔ ریڈ شٹڈ (Riedstadt)۔

اور ان کی جو پہلی دس جماعتیں ہیں ان میں رویڈرمارک (Rödermark)۔ روڈگاؤ (Rodgau)۔ نیدا (Nidda)۔ فریڈبرگ (Friedberg)۔ فلورس ہائم (Florsheim)۔ نوئس (Neuss)۔ مائنز (Mainz)۔ مہدی آباد۔ اوسنابروک۔ برلن اور کوبلنز (Koblenz)۔

دفتر اطفال میں من ہائم نمبر ایک پہ۔ پھر ڈیٹسن باخ۔ ہیسن ساؤتھ ویسٹ (Hessen South West)۔ رائن لینڈ فالز (Rheinland-Pfalz)۔ ویسٹ فالن۔

امریکہ کی دس جماعتیں یہ ہیں۔ نمبر ایک پہ لاس اینجلس (Los Angeles)۔ پھر میری لینڈ (Mary-land)۔ نارتھ ورجینیا۔ سیئٹل (Seattle)۔ سیلیکون ویلی (Silicon Valley)۔ بوسٹن (Boston)۔ آسٹن (Aston)۔ اوش کوش۔ مینیسوٹا (Minnesota) اور پورٹ لینڈ۔

دفتر اطفال میں سیئٹل (Seattle)۔ لاس اینجلس (Los Angeles)۔ میری لینڈ (Maryland)۔

ساؤتھ ورجینیا۔ کلیو لینڈ (Cleveland)۔ آسٹن (Aston)۔ سیلیکون ویلی (Silicon Valley)۔ اوش کوش۔ انڈیانا (Indiana)۔ زائن (Zion)۔

پاکستان میں جو پہلی پوزیشن ہے ان میں اوّل لاہور۔ دوم ربوہ۔ سوم کراچی

اور جو اضلاع کی پوزیشن بالغان میں ہے۔ اسلام آباد یہ مَیں نے پہلے جماعتوں میں شہروں کے حساب سے بتایا تھا اور اضلاع کے لحاظ سے بھی اسلام آباد نمبر ایک پہ ہے۔ پھر فیصل آباد۔ گوجرانوالہ۔ گجرات۔ سرگودھا۔ عمرکوٹ۔ ملتان۔ حیدرآباد۔ میرپور خاص۔ ڈیرہ غازی خان۔

دفتر اطفال کی تین بڑی جماعتیں جو ہیں وہ لاہور نمبر ایک پہ۔ ربوہ نمبر دو پہ۔ کراچی نمبر تین۔

دفتر اطفال میں اضلاع کی پوزیشن ہے اسلام آباد نمبر ایک۔ پھر فیصل آباد۔ نارووال۔ سرگودھا۔ عمرکوٹ۔ گوجرانوالہ۔ میرپور خاص۔ گجرات۔ حیدرآباد۔ شیخوپورہ۔

پاکستان میں باوجود کرنسی کی قیمت بہت زیادہ گرنے کے اللہ کے فضل سے انہوں نے بہت زیادہ اضافہ کیا ہے اور بڑی قربانی کی ہے۔

بھارت کے دس صوبہ جات جو ہیں ان میں نمبر ایک پہ کیرالہ۔ پھر تامل ناڈو۔ جموں کشمیر۔ تلنگانہ۔ کرناٹکہ۔ اڑیشہ۔ پنجاب۔ ویسٹ بنگال۔ دہلی۔ مہاراشٹرا۔

اور وصولی کے لحاظ سے دس جماعتیں جو ہیں ان میں حیدر آباد نمبر ایک۔ کوئمباٹور۔ قادیان۔ کالی کٹ۔ منجیری۔ بنگلور۔ ملیاپلیالم (Melapalayam)۔ کولکتہ۔ کیرولائی اور کیرنگ۔

آسٹریلیا میں بالغان کی جماعتیں جو ہیں ان میں ملبرن لانگ وارن (Melbourne Langwarrin)۔ کاسل ہل (Castle Hill)۔ مارسڈن پارک (Marsden Park)۔ لوگن ایسٹ (Logan East)۔ میلبورن بیرک (Melbourne Berwick)۔ پینرتھ (Penrith)۔ پرتھ (Perth)۔ میلبورن کلائیڈ (Melbourne Clyde)۔ پیراماٹا (Parramatta)۔ ایڈیلیڈ ویسٹ (Adelaide West)۔

اللہ تعالیٰ ان سب کے اموال و نفوس میں بے انتہا برکت عطا فرمائے۔

فلسطین کے لیے تو مَیں دعا کی تحریک کرتا ہی رہتا ہوں اب بھی ان کو یاد رکھیں۔ اپنے اپنے حلقۂ احباب میں ان کے حق میں آواز بھی اٹھاتے رہیں۔ لوگوں کو بتاتے بھی رہیں خاص طور پر سیاستدانوں کو۔ پہلے بھی میں نے کہا تھا۔ اسرائیل کی حکومت تو اپنے ظلموں سے باز آنے والی نہیں لگتی بلکہ اب تو انہوں نے فوجیوں کو یہ پیغام دیا ہے کہ 2024ء کا سال بھی جنگ کا سال ہے۔ اللہ تعالیٰ فلسطینیوں پر رحم فرمائے۔ اس سے اب یہ بھی کہا جانے لگ گیا ہے کہ ریجن میں بھی جنگ پھیلنے کا خطرہ ہے اور پھر عالمی جنگ بھی ہو سکتی ہے۔

بیروت کے ارد گرد بھی انہوں نے بمباری شروع کر دی ہے۔ اب یہ بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ گو بظاہر امریکہ کی حکومت ان کو یہی کہہ رہی ہے کہ اپنی جنگ کو محدود کرو لیکن یہ صرف الفاظ ہی لگتے ہیں۔ دبی ہوئی ان کی آوازیں ہیں۔ اصل منصوبہ تو ان کا یہی لگتا ہے کہ غزہ سے فلسطینیوں کو بے دخل کر دیا جائے اور اس زمین پر پھر قبضہ کر لیں۔ اللہ تعالیٰ فلسطینیوں پر رحم فرمائے اور مسلمانوں پر بھی رحم فرمائے۔ ان کو بھی عقل اور سمجھ دے اور یہ اس طرف بھی غور کریں کہ زمانے کے امام کی آواز کو بھی سنیں اور اس کو مانیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 26/ جنوری 2024ء جلد 31 شمارہ 23 صفحہ 02 تا 08)

2

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 12/ جنوری 2024ء بمطابق 12/ صلح 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جنگ اُحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے حوالہ سے ذکر ہو رہا تھا۔ اس حوالہ سے مزید تفصیل اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں دشمن سے سب سے زیادہ قریب تھے اور آپؐ کے ساتھ پندرہ افراد ثابت قدم رہے۔ آٹھ مہاجرین میں سے جو تھے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، ابوعبیدہ بن جراحؓ اور سات انصار میں سے حضرت حباب بن منذرؓ، ابو دجانہؓ، عاصم بن ثابتؓ، حارث بن صِمَّہؓ۔ سہل بن حنیفؓ اور سعد بن معاذؓ۔ اور بعض نے یہ کہا ہے کہ سعد بن عبادہؓ تھے۔ اور محمد بن مسلمہؓ بھی تھے۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ آپؐ کے سامنے تیس افراد ثابت قدم رہے اور سارے یہی کہتے تھے کہ میرا چہرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کے سامنے رہے اور میری جان آپؐ کی جان کے سامنے اور آپؐ پر سلامتی ہو۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد4 صفحہ 197-196 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

آپؐ پر قربان ہو۔ آپؐ پر سلامتی ہو اور میری جان قربان ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیارہ افراد اور طلحہ بن عبیدہ اللہؓ رہ گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سات انصاری صحابہؓ اور ایک قریشی صحابیؓ کے درمیان تھے۔ اسی طرح ایک اَور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو افراد میں اکیلے رہ گئے۔ سات انصار میں سے اور دو قریش میں سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دسویں تھے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد4 صفحہ 203-202 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

مختلف روایات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے صحابہؓ کی تعداد مختلف بیان کی گئی ہے۔ ریسرچ سیل نے جو اپنا نوٹ دیا ہے اس میں وہ یہ کہتے ہیں کہ تیس کا ذکر ملتا ہے۔ اس کی ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ صحابہؓ کی تعداد اس وقت کے لحاظ سے بدلتی رہی ہو گی۔ جس نے پندرہ دیکھے اس نے پندرہ بتا دیے جس نے جتنے دیکھے وہ بیان کر دیے۔ صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے جاتے رہے ہوں گے جس کی وجہ سے تعداد میں فرق پڑتا رہا۔

بہرحال یہی صحیح لگتا ہے کیونکہ یہ تفصیل میں ہے جو گذشتہ خطبات میں پہلے بیان ہو چکی ہے کہ صحابہؓ آپؐ کے گرد آتے تھے اور پھر دشمن کے حملے سے حلقہ ٹوٹ جاتا تھا، بکھر جاتے تھے پھر اکٹھے ہوتے تھے۔ بہرحال بات یہی ہے کہ صحابہؓ ثابت قدمی کا نمونہ دکھاتے رہے اور کسی کو کسی قسم کا یہ خوف نہیں تھا کہ

موت آئے گی۔ یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے دن اپنے صحابہؓ کی ایک جماعت سے موت پر بیعت لی۔ جب بظاہر مسلمانوں کی پسپائی ہوئی تو وہ ثابت قدم رہے اور اپنی جان پر کھیل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنے لگے یہاں تک کہ ان میں سے کچھ شہید ہو گئے۔ اس روز آٹھ افراد نے آپؐ کے دستِ اقدس پر موت کی بیعت کی۔ ان بیعت کرنے والے خوش نصیبوں کے جو اسماء روایات میں بیان ہوئے ہیں وہ یہ ہیں: حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سہل بن حُنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابودُجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حارث بن صِمَّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حُباب بن مُنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان میں سے کوئی بھی شہید نہیں ہوا۔

(اصابہ جزء 3 صفحہ 431 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1995ء)

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 198 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

علامہ زمخشری کی کتاب خصائص عشرہ میں ہے کہ اُحد کے دن حضرت زبیرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑی ثابت قدمی کے ساتھ رہے اور انہوں نے اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے موت کی بیعت کی تھی۔ یعنی یہ عہد کیا تھا کہ آپؐ کی حفاظت میں جان دے دیں گے مگر آپؐ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ (سیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 321 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے صحابہؓ کی ثابت قدمی اور جاں نثاری کے بارے میں لکھا ہے کہ: ”جو صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع تھے انہوں نے جو جان نثاریاں دکھائیں تاریخ ان کی نظیر لانے سے عاجز ہے۔ یہ لوگ پروانوں کی طرح آپؐ کے ارد گرد گھومتے تھے اور آپؐ کی خاطر اپنی جان پر کھیل رہے تھے۔ جو وار بھی پڑتا تھا صحابہؓ اپنے اوپر لیتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچاتے تھے اور ساتھ ہی دشمن پر بھی وار کرتے جاتے تھے۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 495)

آپؓ مزید لکھتے ہیں کہ:

”یہ چند گنتی کے جان نثار اس سیلاب عظیم کے سامنے کب تک ٹھہر سکتے تھے جو ہر لحظہ مہیب موجوں کی طرح چاروں طرف سے بڑھتا چلا آتا تھا۔ دشمن کے ہر حملہ کی ہر لہر مسلمانوں کو کہیں کا کہیں بہا کر لے جاتی تھی مگر جب ذرا زور تھمتا تھا مسلمان بیچارے لڑتے بھڑتے پھر اپنے محبوب آقا کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ بعض اوقات تو ایسا خطرناک حملہ ہوتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عملاً اکیلے رہ جاتے تھے۔ چنانچہ ایک وقت ایسا آیا کہ آپؐ کے ارد گرد صرف بارہ آدمی رہ گئے اور ایک وقت ایسا تھا کہ آپؐ کے ساتھ صرف دو آدمی ہی رہ گئے۔ ان جان نثاروں میں حضرت ابو بکرؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعد بن وقاصؓ، ابودجانہ انصاریؓ، سعد بن معاذؓ اور طلحہ انصاریؓ کے نام خاص طور پر مذکور ہوئے ہیں۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 496-495)

ایک اعتراض کا جواب:

اس حوالے سے آپؐ کے گرد صحابہؓ کی جو تعداد مختلف حوالوں میں آتی ہے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے جیسا کہ میں نے کہا تھا حملے کی وجہ سے کبھی کم ہوتے تھے کبھی زیادہ ہوتے تھے۔ حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام عیسائیوں کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک الزام کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ عیسائیوں نے یہ **الزام لگایا کہ آپؐ نے جھوٹ بولنا یا غلط بیانی کرنا جائز قرار** دیا۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ہمارے سید و مولیٰ جناب مقدس نبوی کی تعلیم کا ایک اعلیٰ نمونہ اس جگہ ثابت ہوتا ہے اور وہ یہ کہ جس توریہ کو آپ کا یسوع شیر مادر کی طرح تمام عمر استعمال کرتا رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حتی الوسع اس سے مجتنب رہنے کا حکم دیا۔ توریہ کے لغوی معنی تو یہ ہیں کہ زبان پر کچھ کہنا اور دل میں کچھ ہونا یعنی ایسی بات کرنا جو دو معنی بھی رکھتی ہو۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توریہ کے لفظ کو مزید تفصیل سے بیان کیا ہے۔ لغوی معنی تو میں نے بیان کیے۔ وضاحت اس طرح فرمائی کہ فتنہ کے وقت خوف سے ایک بات کو چھپانے کے لیے کسی اَور غرض سے یا کسی اَور مصلحت پر ایک راز کی بات مخفی رکھنے کی غرض سے ایسی مثالوں اور پیرایوں میں بیان کیا جائے کہ عقلمند ان باتوں کو سمجھ جائے اور نادان کی سمجھ میں نہ آئے۔ یعنی حکمت سے اس طرح بات کرنا کہ جھوٹ بھی نہ ہو اور اس کے معنی جو عقلمند ہے وہ سمجھ جائے کہ اصل حقیقت کیا ہے اور بیوقوف آدمی نہ سمجھ سکے۔ اس کا خیال دوسری طرف چلا جائے۔ لیکن آپؑ نے فرمایا کہ یہ اعلیٰ درجہ کے تقویٰ کے خلاف ہے۔ یہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ یہ اعلیٰ درجہ کے تقویٰ کے خلاف ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس پہ کھل کے بیان فرمایا۔ پس یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو کبھی ثابت نہیں کیا جا سکتا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عیسائیوں کے مطابق جس شخص کو وہ خدا کہتے ہیں اس کا تو یہ حال ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر غلط بیانی کی ہے۔

بہرحال اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپؑ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حتی الوسع اس سے مجتنب رہنے کا حکم کیا ہے تا مفہوم کلام کا اپنی ظاہری صورت میں بھی کذب سے مشابہ نہ ہو مگر کیا کہیں اور کیا لکھیں کہ آپ کے یسوع صاحب اس قدر التزام سچائی کا نہ کر سکے۔ جو شخص خدائی کا دعویٰ کرے وہ تو شیر ببر کی طرح دنیا میں آنا چاہیے تھا نہ کہ ساری عمر توریہ اختیار کرکے اور تمام باتیں کذب کے ہمرنگ کہہ کر یہ ثابت کر دیوے کہ وہ ان افراد کاملہ میں سے نہیں ہے جو مرنے سے لاپرواہ ہو کر دشمنوں کے مقابل پر اپنے تئیں ظاہر کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ (جس کو تم خدا کہتے ہو وہ تو ساری عمر توریہ سے کام لیتا رہا ہے۔ جو خدا ہے بلکہ خدا کے نبی بھی نہیں کرتے۔) فرمایا اور جو اللہ پہ توکل کرنے والے ہوتے ہیں کسی مقام میں بزدلی نہیں دکھلاتے۔ مجھے تو ان باتوں کو یاد کرکے رونا آتا ہے کہ اگر کوئی ایسے ضعیف القلب یسوع کی اس ضعف حالت اور توریہ پر جو ایک قسم کا کذب ہے اعتراض کرے تو ہم کیا جواب دیں۔ جب میں دیکھتا ہوں کہ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جنگ اُحد میں اکیلے ہونے کی حالت میں برہنہ تلواروں کے سامنے کہہ رہے تھے کہ میں محمد ہوں، میں نبی اللہ ہوں۔ میں ابن عبد المطلب ہوں اور پھر دوسری طرف دیکھتا ہوں کہ آپ کا یسوع کانپ کانپ کر اپنے شاگردوں کو یہ خلاف واقعہ تعلیم دیتا ہے کہ کسی سے نہ کہنا کہ میں یسوع مسیح ہوں حالانکہ اس کلمہ سے کوئی اس کو قتل نہیں کرتا تو میں دریائے حیرت میں غرق ہو جاتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ میں دریائے حیرت میں غرق ہو جاتا ہوں کہ یا الٰہی یہ شخص بھی نبی ہی کہلاتا ہے جس کی شجاعت کا خدا کی راہ میں یہ حال ہے۔ (ماخوذ از نور القرآن نمبر 2 روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 405 تا 407)

(ماخوذ از اردو دائرہ معارف جلد 6 صفحہ 737 زیر لفظ ”توریہ“)

یہ حیرت کا اظہار حضرت عیسیٰ کے لیے آپؑ نے الزامی جواب کے طور پر کیا ہے۔ یہ نہیں کہ آپؑ سمجھتے تھے کہ وہ نبی نہیں ہے اور نہ آپؑ کا یہ مطلب تھا کہ حضرت عیسیٰ نبی نہیں ہیں بلکہ کہتے ہیں جس نبی کو تم پیش کرتے ہو اور پھر اس کو خدا کا بیٹا کہتے ہو اس کا تو تمہاری کتابوں کے مطابق یہ حال ہے۔ پھر تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے ہو کہ آپؐ نے جھوٹ بولنا یا بزدلی دکھانا جائز قرار دیا ہے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ رَجُلٌ يَشْرِيْ لَنَا نَفْسَهٗ ؟ کون شخص ہے جو ہمارے لیے خود کو بیچ دے گا تو زِیاد بن سکنؓ پانچ انصاری صحابہؓ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ عُمارہ بن یزید بن سکنؓ تھے۔

تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دادِ شجاعت دیتے دیتے ایک ایک کر کے شہید ہوتے رہے حتیٰ کہ ان میں سے آخری زِیاد یا عُمارہ تھے یہ لڑتے رہے یہاں تک کہ ان کو کئی زخم لگے۔ پھر مسلمانوں کی ایک جماعت لوٹ آئی اور مشرکین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دھکیل دیا۔ تو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زِیاد بن سکن کو میرے پاس لاؤ۔ انہیں لایا گیا تو وہ اپنی آخری سانسیں لے رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو میرے اَور قریب کرو تو صحابہ کرامؓ نے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کر دیا۔ آپؐ نے اپنا قدم مبارک ان کی طرف کیا انہوں نے اپنا چہرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر رکھ دیا اور حضرت زیادؓ کی موت اس حالت میں ہوئی کہ ان کا رخسار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر تھا اور ان کے جسم پر چودہ زخم آئے تھے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 203 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ:

”ایک وقت جب قریش کے حملہ کی ایک غیر معمولی لہر اٹھی تو آپؐ نے فرمایا: کون ہے جو اس وقت اپنی جان خدا کے رستے میں نثار کر دے؟ ایک انصاری کے کانوں میں یہ آواز پڑی تو وہ اور چھ اَور انصاری صحابی دیوانہ وار آگے بڑھے اور ان میں سے ایک ایک نے آپؐ کے ارد گرد لڑتے ہوئے جان دے دی۔ اس پارٹی کے رئیس زیاد بن سکن تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دھاوے کے بعد حکم دیا۔“ وہ کفار کا ایک زبردست حملہ تھا جب وہ ذرا کم ہوا اور دوسرے صحابہؓ آ گئے اور جگہ ذرا صاف ہو گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ”کہ زیادؓ کو اٹھا کر میرے پاس لاؤ“۔ زخمی پڑے تھے ”لوگ اٹھا کر لائے اور انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دیا۔ اس وقت زیادؓ میں کچھ کچھ جان تھی مگر وہ دم توڑ رہے تھے۔ اس حالت میں انہوں نے بڑی کوشش کے ساتھ اپنا سر اٹھایا اور اپنا منہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر رکھ دیا اور اسی حالت میں جان دے دی۔“ (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 496)

حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شہادت کا بھی واقعہ لکھا ہے کہ حضرت مُصعب بن عمیرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے لڑ رہے تھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ آپؓ کو ابن قمئہ نے شہید کیا۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 529 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

تاریخ میں آتا ہے کہ غزوۂ اُحد کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیرؓ نے جھنڈے کی حفاظت کا حق خوب ادا کیا۔ غزوۂ اُحد کے روز حضرت مصعبؓ جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے کہ ابنِ قَمِئہ نے جو گھوڑے پر سوار تھا حملہ

آور ہو کر حضرت مصعبؓ کے دائیں بازو پر جس سے آپؓ نے جھنڈا تھام رکھا تھا تلوار سے وار کیا اور اسے کاٹ دیا۔ اس پر انہوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ سے تھام لیا۔ ابن قمئہ نے بائیں ہاتھ پر وار کر کے اسے بھی کاٹ ڈالا تو آپؓ نے دونوں بازوؤں سے اسلامی جھنڈے کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس کے بعد ابن قمئہ نے تیسری مرتبہ نیزے سے حملہ کیا اور حضرت مصعبؓ کے سینے میں گاڑ دیا۔ نیزہ ٹوٹ گیا، حضرت مصعبؓ گر پڑے اس پر بنو عبدالدار میں سے دو آدمی سُوَیبِط بن سعد بن حَرملہؓ اور ابورُوم بن عمیرؓ آگے بڑھے اور جھنڈے کو ابورُوم بن عمیرؓ نے تھام لیا اور وہ انہی کے ہاتھ میں رہا یہاں تک کہ مسلمان واپس ہوئے اور مدینہ میں داخل ہو گئے۔

(الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 89 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

یہ تاریخ کی ایک کتاب نے لکھا ہے لیکن بعض دوسری روایات کے مطابق اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا حضرت علیؓ کو دے دیا۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں لکھا ہے کہ:

”قریش کے لشکر نے قریباً چاروں طرف گھیرا ڈال رکھا تھا اور اپنے پے در پے حملوں سے ہر آن دباتا چلا آتا تھا۔ اس پر بھی مسلمان شاید تھوڑی دیر بعد سنبھل جاتے مگر غضب یہ ہوا کہ قریش کے ایک بہادر سپاہی عبداللہ بن قمئہ نے مسلمانوں کے علمبردار مصعب بن عمیرؓ پر حملہ کیا اور اپنی تلوار کے وار سے ان کا دایاں ہاتھ کاٹ گرایا۔ مصعبؓ نے فوراً دوسرے ہاتھ میں جھنڈا تھام لیا اور ابن قمئہ کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھے مگر اس نے دوسرے وار میں ان کا دوسرا ہاتھ بھی قلم کر دیا۔ اس پر مصعبؓ نے اپنے دونوں کٹے ہوئے ہاتھوں کو جوڑ کر گرتے ہوئے اسلامی جھنڈے کو سنبھالنے کی کوشش کی اور اسے چھاتی سے چمٹا لیا۔ جس پر ابن قمئہ نے ان پر تیسرا وار کیا اور اب کی دفعہ مصعبؓ شہید ہو کر گر گئے۔ جھنڈا تو کسی دوسرے مسلمان نے فوراً آگے بڑھ کر تھام لیا مگر چونکہ مصعبؓ کا ڈیل ڈول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا تھا ابن قمئہ نے سمجھا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مار لیا ہے۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی طرف سے یہ تجویز محض شرارت اور دھوکہ دہی کے خیال سے ہو۔ بہرحال اس نے مصعب کے شہید ہو کر گرنے پر شور مچا دیا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مار لیا ہے۔ اس خبر سے مسلمانوں کے رہے سہے اوسان بھی جاتے رہے اور ان کی جمعیت بالکل منتشر ہو گئی۔“ (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 493)

جیسا کہ بیان ہوا ہے کہ میدانِ اُحد میں چند لمحات کی لاپرواہی نے اسلامی لشکر کی فتح کو وقتی پسپائی میں بدل دیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی دنیا کی جنگی تاریخ میں بہترین سپہ سالار اور پُرحکمت فوری فیصلوں کے مالک تسلیم کیے جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی بدلتی ہوئی صورتحال پر گہری نظر رکھی۔ چار گنا بڑے لشکر کے سامنے سے اپنے منتشر اور کمزور لشکر کو اس انداز میں محفوظ کیا کہ دشمن اسلامی لشکر کو پوری طرح کچل دینے کے بد ارادے پر عمل نہ کر سکا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شہادت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی لشکر کا جھنڈا حضرت علیؓ کو عطا کیا۔ آپؓ نے اسلامی لشکر کا عَلَم ہاتھ میں لیا اور فتح کے نشہ میں چُور دشمنوں کے سامنے ڈٹ گئے۔ آپؓ کی تلوار ضرب پر ضرب لگا رہی تھی۔ منتشر اسلامی لشکر کے حوصلے بحال کر رہی تھی۔ حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع چند نفوس پر مشتمل اسلامی لشکر کی چھوٹی سی جماعت کے ساتھ مل کر ایسی جنگ لڑی کہ مشرکین کے نرغے سے نکلنے کا راستہ بن گیا۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں اس مختصر جماعت نے راستہ بنایا اور میدانِ جنگ میں موجود منتشر اسلامی لشکر کی طرف بڑھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر حوصلے ہارتے جا رہے تھے۔ اس لیے مشرکین مکہ نے بھی اسلامی لشکر کی واپسی کو ناکام بنانے کے لیے تابڑ توڑ حملے شروع کر دیے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہٹنے کی حکمت عملی بھی ایسی کامیاب تھی کہ مٹھی بھر نفری نیم دائرے کی شکل میں کندھے سے کندھا ملائے دشمن کے حملوں کو ناکام بناتے ہوئے غیر محسوس انداز میں گھاٹی کی طرف کھسک رہی تھی۔ دشمن نے گھیر اڈالنے کے لیے بھرپور طاقت کا استعمال کیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حملہ آوروں کا ہجوم چیر کر راستہ بنا ہی لیا۔

(غزوات و سرایا صفحہ 201-199 مطبوعہ فریدیہ پرنٹنگ پریس ساہیوال)

جنگ اُحد کے موقع پر نیند اور غنودگی کے طاری ہونے کا بھی ذکر ملتا ہے کہ صحابہؓ جو جنگ لڑ رہے تھے ان پہ نیند کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی صورت پیدا کر دی کہ اونگھ ان کو آ گئی۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے۔ حضرت زبیر بن عوامؓ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ اُحد کا رخ پلٹا تو میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پایا۔ جب ہم سب بدحواس اور خوفزدہ تھے اور ہم پر نیند نازل کر دی گئی۔ ایسی حالت تھی کہ لگتا تھا کہ اونگھ کی حالت ہم پر طاری ہو گئی۔ چنانچہ ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس کی ٹھوڑی اس کے سینے پر نہ ہو یعنی نیند اور غنودگی کی حالت میں سر نیچے ڈھلک گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے مُعَتِّب بن قُشیر کی آواز خواب میں سنائی دے رہی ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اگر ہمیں فیصلہ کا اختیار ہوتا تو ہم کبھی یہاں اس طرح قتل نہ کیے جاتے۔ معتب بن قشیر انصاری صحابی تھے اور بیعت عقبہ، غزوۂ بدر اور اُحد میں شامل ہوئے تھے۔ میں نے جب اس طرح خواب کی حالت میں دیکھا تو ان کے اس جملہ کو یاد کر لیا۔ اس موقع کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآىِٕفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَ طَآىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ (آل عمران:155) کہ پھر اس نے تم پر غم کے بعد تسکین بخشنے کی خاطر اونگھ اتاری جو تم میں سے ایک گروہ کو ڈھانپ رہی تھی جبکہ ایک وہ گروہ تھا کہ جنہیں ان کی جانوں نے فکر مند کر رکھا تھا۔ وہ اللہ کے بارہ میں جاہلیت کے گمانوں کی طرح ناحق گمان کر رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کیا اہم فیصلوں میں ہمارا بھی کوئی عمل دخل ہے؟ تُو کہہ دے کہ یقیناً فیصلے کا اختیار کلیۃً اللہ ہی کو ہے۔

حضرت کعب بن عمرو انصاریؓ نے بیان کیا ہے کہ غزوۂ اُحد کے دن ایک موقع پر مَیں اپنی قوم کے چودہ آدمیوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا اس پر ہم پر اونگھ طاری ہوئی جو بطور امن کے تھی یعنی بڑی سکون والی اونگھ تھی۔ جنگی حالت تھی لیکن وہ ایسی اونگھ تھی جو ہمیں سکون دے رہی تھی۔ کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس کے سینے سے دھونکنی کی طرح خراٹوں کی آواز نہ نکل رہی ہو۔ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ بِشر بن بَراء بن مَعرورؓ کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر گر گئی اور انہیں تلوار گرنے کا احساس بھی نہ ہوا حالانکہ مشرکین ہم پر چڑھے آ رہے تھے۔ (اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 216 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 310 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے یہ لکھا ہے کہ بہر حال یہ ہو سکتا ہے کہ ان کو یہ محسوس ہوا ہو کہ تلوار گر گئی کیونکہ اس وقت ایسی حالت میں نیند تو تھی لیکن ان کے ہاتھوں میں جو ہتھیار تھے مضبوطی سے قائم ہوتے تھے۔ یہ گرنے لگتے تھے تو جھٹکا لگتا تھا۔ بہر حال یہاں لفظ نُعاس استعمال ہوا ہے۔ اس کی تفسیر اس طرح ہے کہ اَمَنَةً نُّعَاسًا مختلف پہلوؤں سے اس کے جو تراجم ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔ خالصتہً یہ معنی بنے گا کہ غم کے بعد تم پر ایسا سکون نازل فرمایا جسے نیند کہہ سکتے ہیں یا ایسی اونگھ عطا کی جو امن کی حامل تھی یا وہ امن دیا جو نیند کا سا اثر رکھتا تھا یا نیند میں شامل تھا۔ اَمَنَةً نُّعَاسًا کا یہ مطلب ہے کہ اونگھ۔ وقتی طور پر یوں سر جھکا کر غوطہ کھا جانے کو بھی کہتے ہیں لیکن یہاں نُعاس کا معنی اس قسم کی اونگھ نہیں ہے بلکہ وہ کیفیت ہے جو بیداری اور نیند کے درمیان کی کیفیت ہوتی ہے۔ سونے سے پہلے ایک بیچ کی ایسی منزل آتی ہے جہاں تمام اعصاب کو ایک سکون مل جاتا ہے اور وہی گہرا سکون ہے۔ اگر وہ سکون اسی طرح جاری رہے تو پھر نیند میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں انسان اگر چل رہا ہے تو گرے گا نہیں۔ گرنے سے پہلے اسے جھٹکا لگ جاتا ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ میں کس کیفیت میں تھا لیکن اگر نیند آ جائے تو پھر اپنے اعصاب پر، اپنے اعضاء پر کوئی اختیار نہیں رہتا۔ بہر حال ہو سکتا ہے کہ بشر بن براء کو اس حالت میں اس طرح کی گہری نیند بھی آ گئی ہو لیکن باوجود جنگ کی حالت کے وہ تھی سکون کی کیفیت اور انسان گر جاتا ہے اور اگر اس کو صحیح بھی مانا جائے تو اسی وجہ سے اس کے ہاتھ ذرا ڈھیلے ہوئے تو تلوار گر گئی۔

بہر حال یہ حالت ایسی ہوتی ہے جس میں فوری احساس بھی ہو جاتا ہے کہ میں گہری نیند میں جا رہا ہوں اور پھر انسان جھٹکے سے جاگ جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں ایک ایسی سکون کی حالت عطا کی جو نیند سے مشابہ تھی مگر نیند کی طرح اتنی گہری نہیں تھی کہ تمہیں اپنے اوپر، اپنے اعضاء پر کوئی اختیار نہیں رہے۔ وہ سکینت تو بخش رہی تھی مگر تمہیں بیکار نہیں کر رہی تھی۔

اسی طرح حضرت ابو طلحہؓ کہتے ہیں اور یہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ اُحد کے دن عین جنگ میں ہم کو اونگھ نے آ دبایا اور یہ وہ اونگھ ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ حضرت طلحہؓ کہتے ہیں کہ تلوار میرے ہاتھ سے گرنے کو ہوتی تھی۔ میں تھام لیتا تھا۔ پس یہ حدیث بتا رہی ہے کہ ایسی نیند کی کیفیت نہیں تھی کہ ہاتھوں سے چیزیں نیچے جا پڑیں یا چلتے چلتے ہم گر جائیں۔ تسکین تھی، سکینت تھی مگر پھر بھی ایک حد تک ہمیں اپنے اعضاء پر اختیار حاصل تھا۔ پھر گرنے کو ہوتی تھی تو پھر تھام لیتے تھے۔ یعنی یہ اونگھ کا ایک حصہ کوئی اچانک یونہی نہیں آیا بلکہ یہ ایک کیفیت تھی جو اُن لوگوں پر کچھ عرصہ چلتی رہی۔

ترمذی ابواب التفسیر میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ اُحد کے دن مَیں سر اٹھا کر دیکھنے لگا تو ہر آدمی اونگھتے اونگھتے اپنی ڈھال کے نیچے جھک رہا تھا۔ جاگنے کی وجہ سے یا تھکاوٹ کی وجہ سے ان صحابہؓ کی بہت بُری حالت ہو گئی تھی اور ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سکون کی کیفیت مل رہی تھی۔ کہتے ہیں کہ یعنی ایسا ہی نظارہ ہوا کہ جو عام تھا۔ کوئی اتفاقاً ایک تھکے ہوئے مجاہد کے اوپر اطلاق پانے والی کیفیت نہیں تھی بلکہ تمام مجاہدین جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں دشمن کے خلاف برسرپیکار تھے ان سب پر اچانک گویا آسمان سے ایک چیز اتری ہے اور اس حالت نے ان کو ڈھانپ لیا۔ اس وقت ان کو اس چیز کی، سکون کی، اپنے اعصاب کو ریفریش کرنے کی، ان کو تازہ دم کرنے کی شدید

ضرورت تھی اور یہ سونے کا وقت نہیں تھا اور جب ایسی حالت ہو، جب ایسی تھکاوٹ کی حالت ہو تو ایسی حالت انسانوں پر طاری ہو جاتی ہے۔ بہر حال ساری قوم بیک وقت ایک ایسی نیند کی حالت میں چلی جائے جبکہ لڑائی ہو رہی ہو اور دشمن سے سخت خطرہ بھی درپیش ہو یہ اعجاز ہے۔ ایک معجزہ ہے۔ یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے۔ بعض لوگوں کے ساتھ ہو جاتا ہے لیکن یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں۔ یہ ایک معجزہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص سکون کی کیفیت ان کو اس وقت عطا کی گئی تھی۔

(ماخوذ از درس القرآن بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ 6/ رمضان المبارک، 17/ فروری 1994ء)

علامہ عبد الرزاق نے زُہری سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخِ انور پر اُحُد کے دن تلوار سے ستر وار کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ان تمام کے شر سے بچایا۔ ابن حجر عسقلانی بیان کرتے ہیں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ زُہری نے ستر سے حقیقتاً ستر ہی مراد لیے ہوں یا اس کثرت میں مبالغہ مراد ہو سکتا ہے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 198 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"**لڑائی میں سب سے بہادر وہ سمجھا جاتا** تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتا تھا کیونکہ آپؐ بڑے خطرناک مقام میں ہوتے تھے۔ سبحان اللہ! کیا شان ہے۔ اُحد میں دیکھو کہ تلواروں پر تلواریں پڑتی ہیں۔ ایسی گھمسان کی جنگ ہو رہی ہے کہ صحابہؓ برداشت نہیں کر سکتے مگر یہ مردِ میدان سینہ سپر ہو کر لڑ رہا ہے۔ اس میں صحابہؓ کا قصور نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بخش دیا۔ بلکہ اس میں بھید یہ تھا کہ تا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کا نمونہ دکھایا جاوے۔" آپؑ فرماتے ہیں کہ "ایک موقع پر تلوار پر تلوار پڑتی تھی اور آپؐ نبوت کا دعویٰ کرتے تھے کہ محمد رسول اللہ مَیں ہوں۔ کہتے ہیں حضرتؐ" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "کی پیشانی پر ستر زخم لگے مگر زخم خفیف تھے۔ یہ خلقِ عظیم تھا۔" (ملفوظات جلد 1 صفحہ 115)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گڑھے میں گرنے کے واقعہ کے بارے میں روایت اس طرح بیان ہوئی ہے کہ ابو عامر فاسق نے میدان اُحد میں بہت سے گڑھے جگہ جگہ کھود دیے تھے تا کہ مسلمان بے خبری میں ان میں گرتے رہیں اور نقصان اٹھاتے رہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بے خبری میں ان میں سے ایک گڑھے میں گر پڑے۔ آپؐ پر غشی طاری ہو گئی اور آپؐ کے دونوں گھٹنے زخمی ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے جلدی سے بڑھ کر آپؐ کو ہاتھوں میں لیا اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے آپؐ کو اوپر اٹھا کر باہر نکالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرنے کا سبب بدبخت ابن قمئہ بنا تھا کیونکہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر کے تلوار کا وار کیا تھا۔ تلوار آپؐ کی گردن پر پڑی۔ اگرچہ تلوار نے آپؐ پر کوئی اثر نہیں کیا مگر اس کی چوٹ سے آپؐ کی گردن مبارک میں اتنا سخت جھٹکا آیا کہ اس کے بعد ایک مہینے یا اس سے زائد تک آپؐ کی گردن میں تکلیف رہی۔ ساتھ ہی اس نے آپؐ پر پتھر چلانے شروع کیے جن میں سے ایک پتھر آپؐ کے پہلو میں لگا۔ ادھر عتبہ بن ابی وقاص نے جو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بھائی تھا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک پتھر کھینچ مارا جو آپؐ کے منہ پر لگا اور آپؐ کا نچلا رباعی دانت یعنی سامنے والے دو دانتوں اور نوکیلے دانت کے درمیان والا دانت ٹوٹ گیا۔ ساتھ ہی اس سے نچلا ہونٹ پھٹ گیا۔ امام ابن حجر عسقلانیؒ بیان کرتے ہیں کہ دانت کا ایک ٹکڑہ ٹوٹا تھا جڑ سے نہیں اکھڑا تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جو اسی عتبہ کے بھائی تھے انہیں جب

علم ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے والا ان کا یہ بھائی تھا تو وہ جوش انتقام میں اس کے تعاقب میں لشکر کے اندر گھس گئے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت جتنی حرص مجھے اسے قتل کرنے کی تھی شاید ہی دنیا میں کسی اَور چیز کی کبھی اتنی ہوئی ہو لیکن عتبہ انہیں چقمہ دے کر نکل گیا۔ وہ واپس پلٹ کر ایک بار پھر اس کی تلاش میں گئے لیکن وہ ہر بار طرح دیتا رہا۔ اور جب تیسری مرتبہ جانے لگے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ سے فرمایا اے بندہ خدا! کیا تیرا جان دینے کا ارادہ ہے؟ حضرت سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ یوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے سے میں رک گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن ابی وقاص کے خلاف یہ دعا کی کہ اَللّٰھُمَّ لَا یَحُوْلُ عَلَیْہِ الْحَوْلُ حَتّٰی یَمُوْتَ کَافِرًا۔ اے اللہ! اس پر ایک سال نہ گزرے کہ وہ کافر ہونے کی حالت میں مر جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی یہ دعا اس طرح قبول فرمائی کہ اسی دن حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ حضرت حاطبؓ کہتے ہیں کہ جب میں نے عتبہ بن ابی وقاص کی شرمناک جسارت دیکھی تو میں نے فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ عتبہ کدھر گیا ہے؟ آپؐ نے اس سمت اشارہ کیا جس طرف وہ گیا تھا۔ میں فوراً اس کے تعاقب میں روانہ ہوا یہاں تک کہ ایک جگہ مَیں اس کو پانے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے فوراً ہی اس پر تلوار کا وار کیا جس سے اس کی گردن کٹ کر دُور جا گری۔ میں نے بڑھ کر اس کی تلوار اور گھوڑے پر قبضہ کیا اور اسے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپؐ نے یہ خبر سن کر دو مرتبہ یہ فرمایا۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْکَ۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْکَ۔ یعنی اللہ تم سے راضی ہو گیا۔ اللہ تم سے راضی ہو گیا۔ اس حملے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر جو خَود تھا وہ بھی ٹوٹ گیا نیز دشمن کے مسلسل حملوں میں آپؐ کا چہرۂ مبارک بھی زخمی ہو گیا اور جِلد پھٹ گئی۔ آپؐ کے چہرۂ مبارک پر وار کرنے والا ایک حملہ آور عبداللہ بن شہاب زہری تھا جس نے بعد میں اسلام قبول کر لیا۔ (سیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 317 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 464 حدیث 4070 قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ تفصیل مزید چل رہی ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ بیان ہو گی۔

اس وقت میں کچھ مرحومین کا ذکر بھی کرنا چاہتا ہوں۔

پہلا ذکر مکرم ابو حلمی محمد عکاشہ صاحب آف فلسطین کا ہے۔ شریف عودہ صاحب ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ چند روز قبل غزہ کے علاقے کے ہمارے احمدی بھائی محمد عکاشہ صاحب کو نہایت سنگدلی سے شہید کر دیا گیا ہے۔ ان کی لاش ان کے گھر سے کچھ فاصلے پر ملی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم نہایت مخلص احمدی تھے۔ عمر پچھتّر سال تھی۔ اپنے اصلی گاؤں سے ہجرت کر کے غزہ کے علاقہ جبالیا میں پناہ گزینوں کے کیمپ میں رہتے تھے۔ ان کے سات بیٹے اور پانچ بیٹیاں اور تینتیس پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ ان کے پوتے بتاتے ہیں کہ کئی ہفتوں سے ان سے رابطہ منقطع تھا۔ عارضی جنگ بندی کے دوران انہیں ڈھونڈھنے گیا تو انہیں گھر میں نہیں پایا۔ پھر ان کے گھر سے سو میٹر دُور بکھری ہوئی لاشوں میں ان کی لاش ملی۔ انہیں سر میں گولی مار کر شہید کیا گیا تھا۔

غزہ کے ایک احمدی یاسر شاہین صاحب کہتے ہیں کہ مرحوم نے دس سال قبل ڈش لگوائی تو مجھے کہا کہ ایم ٹی اے چینل ڈھونڈنے میں میری مدد کرو۔ اس موقع پر ان کے ذریعہ مجھے احمدیت کا پتا چلا۔ کچھ عرصہ بعد انہوں نے جماعت کے بارے میں مجھے مزید تعارف کروایا اور بعض کتب ارسال کیں۔ پھر کچھ عرصہ تک ہمارے درمیان

بحث چلتی رہی۔ اس کے بعد میں نے استخارہ کیا اور اپنی اہلیہ کے ساتھ بیعت کی توفیق ملی۔ میری بیعت پر محمد عکاشہ صاحب بہت خوش تھے۔ اس کے بعد ہمارے تعلقات مضبوط ہوتے گئے۔ وہ کئی کئی گھنٹوں تک مجھے مختلف قرآنی آیات کی تفسیر بتاتے۔ تفسیر کبیر سے اقتباسات سناتے اور ناسخ منسوخ جیسے مسائل سمجھاتے۔ ان کا طرز بیان نہایت پسندیدہ تھا۔ ایک عرصہ سے ایک کتاب تالیف کر رہے تھے اور مجھے بلا کر کتاب سناتے اور اسے بہتر کرتے اور مختلف امور زیر بحث لاتے۔ ان کا ارادہ تھا کہ اپنے گھر کو بڑا کر کے اس میں ایک لائبریری بنائیں جس میں جماعتی کتب کی فوٹو کاپیاں بنائیں مگر ان کا خاندان احمدیت کی وجہ سے ان پر ظلم کرتا تھا اس لیے ان کا یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا۔ انہی کے ذریعہ غزہ جماعت کے ساتھ میرا تعارف ہوا۔ ہم سب ان کی بیٹھک میں ان سے ملاقاتیں کرتے۔ آخری سالوں میں خرابی صحت کے باعث اکثر گھر میں ہی رہتے تھے اور بمشکل حرکت کرتے تھے۔

غزہ کے ایک اَور احمدی ہیں عَوَض صاحب۔ کہتے ہیں مرحوم کا قد اونچا، جسم نحیف اور داڑھی سفید تھی۔ ان کی نیکی اور تقویٰ کا اثر فوراً ہی مخاطب پر ہو جاتا تھا۔ ہمیشہ ذکر الٰہی اور جماعتی کتب پڑھنے میں مصروف رہتے تھے۔ ان کی بڑی خواہش تھی کہ ان کے گھر کے پاس جماعت کی ایک مسجد بنے۔ 2014ء کی جنگ کے بعد انہوں نے اپنے ہاتھ سے ایک مضمون لکھا جس میں لکھا کہ ایک دن آنے والا ہے جب قبروں پر بمباری ہو گی اور ان کے کتبے اور پتھر اِدھر اُدھر بکھر جائیں گے۔ پھر بعینہٖ اسی طرح ہوا۔ باوجود مشکلات میں گھرے ہوئے ہونے کے ہر ملنے والے سے ہمیشہ مسکرا کر ملتے تھے۔ بہت سخی، ذہین اور دوسروں کی سوچ کو بہت جلد پڑھ لینے والے تھے۔

ایک ڈاکٹر یوسف صاحب ہیں۔ کہتے ہیں کہ برادرم ابو حلمی بہت مخلص اور سچے احمدی تھے۔ احمدی ہونے سے پہلے ہی ان کی سوچ اور معاملات احمدیوں والے تھے۔ اس لیے جماعت کا علم ہوتے ہی آپ نے فوراً بیعت کر لی۔ بیعت کے بعد مشائخ اور ارد گرد کے لوگوں سے جماعت کے بارے میں گفتگو کرتے رہتے تھے جس کی وجہ سے انہیں اپنے قریبیوں کی طرف سے بھی بہت مخالفت اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ آخری عمر میں بیساکھیوں کے سہارے چل کر جمعہ اور اجلاسات میں سب سے پہلے حاضر ہوتے تھے حالانکہ انہیں بہت تکلیف اور راستے میں مخالفین کی وجہ سے خطرات کا سامنا بھی ہوتا تھا۔ چندے بھی دوسروں سے پہلے ادا کرتے حالانکہ تنگدست تھے۔ ان کی تمنا تھی کہ جماعت اور اس کے افکار ساری دنیا میں غالب آجائیں کیونکہ اسی میں انسانیت کی ساری مشکلات کا حل ہے۔ ان کا ارادہ تھا کہ اپنا گھر اور زمین کا ایک ٹکڑہ جماعت کو دے دیں تا کہ وہاں مسجد اور جماعتی مرکز بنے مگر مخالف رشتہ دار اس میں روک بن گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی اولاد کو بھی ان کی دعاؤں کا وارث بنائے۔ ان کے بچے اور عزیز احمدیت اور حقیقی اسلام کو سمجھنے والے ہوں اور پھر امن اور سلامتی دیکھنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علاقوں میں امن قائم فرمائے۔ ظالم کے ہاتھ روکے اور ظلم کا خاتمہ فرمائے۔

اسرائیل اب لبنان کی سرحد کے ساتھ بھی حزب اللہ کے خلاف محاذ کھول رہا ہے اور جس سے حالات مزید خراب ہوں گے۔ اسی طرح امریکہ اور برطانیہ نے حوثی یمنی قبائل کے خلاف جو محاذ کھولا ہے یہ سب چیزیں جو ہیں یہ جنگ کو مزید وسیع کر رہی ہیں، پھیلا رہی ہیں اور اب تو بہت سارے لکھنے والوں نے لکھ دیا ہے اور لکھ رہے ہیں کہ عالمی جنگ کے آثار بڑے قریب نظر آ رہے ہیں۔ پس دعاؤں کی بہت ضرورت ہے اللہ تعالیٰ انسانیت کو عقل اور سمجھ عطا فرمائے۔

ایک اَور ذکر ہے امۃ النصیر ظفر صاحبہ جو حیدر علی ظفر صاحب مربی سلسلہ جرمنی کی اہلیہ مرحومہ ہیں۔

گذشتہ دنوں وفات پا گئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ ان کے پسماندگان میں ان کے خاوند کے علاوہ دو بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ ان کے نانا حضرت چودھری امین اللہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ حیدر علی ظفر صاحب لکھتے ہیں کہ میں مربی تھا، فیلڈ میں رہا ہوں تو مختلف اوقات میں تقریباً بارہ سال یہ مجھ سے علیحدہ رہی ہیں لیکن کبھی کوئی شکوہ نہیں کیا اور ایک دفعہ کسی بات پہ کبھی کچھ ڈسٹرب رہی ہیں۔ جب میں نے پوچھا پہلے کیوں نہیں بتایا تو انہوں نے کہا اس لیے نہیں بتایا کہ آپ کو وہاں اپنے میدان عمل میں کسی قسم کی ڈسٹربنس نہ ہو۔ فرینکفرٹ کے حلقہ بیت السبوح کی صدر بھی رہیں۔ خلافت جوبلی کے سال میں ان کو بطور صدر لجنہ فرینکفرٹ میں خدمت کرنے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نماز، روزہ کی بہت پابند تھیں۔ تہجد گزار تھیں۔ قرآن کریم کی باقاعدہ تلاوت کرنے والی، بہت صدقہ خیرات کرنے والی اور چندوں کی بروقت ادائیگی کرنے والی تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر **نسیم اختر صاحبہ** اہلیہ حبیب اللہ کاہلوں صاحب گھٹیالیاں کا ہے۔ گذشتہ دنوں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ وصیت کا تمام حساب وفات تک بالکل مکمل تھا۔ حصہ جائیداد اپنی زندگی میں ادا کر دیا تھا۔ پسماندگان میں میاں کے علاوہ چھ بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ ایک بیٹی آپ کی زندگی میں وفات پا گئی تھی۔ اس کے بچوں کو بھی بڑی محبت سے رکھا ہے، تعلیم دلوائی۔ بیٹوں میں سے چار واقفین زندگی ہیں۔ ان کے ایک بیٹے نوید عادل صاحب مربی سلسلہ لائبیریا کے مشنری انچارج ہیں اور میدان عمل میں ہونے کی وجہ سے اپنی والدہ کے جنازے پہ شامل نہیں ہوئے۔ یہ کہتے ہیں کہ آپ کے خاندان میں احمدیت آپ کے والد مولا بخش صاحب کے ذریعہ آئی جنہوں نے خلافت ثانیہ کے دَور میں بیعت کی تھی۔ ان کا دینی علم اچھا تھا۔ بعض اوقات ملنے والے آپ سے پوچھا کرتے تھے کہ آپ کی تعلیم کتنی ہے لیکن دنیاوی تعلیم بھی بہت معمولی تھی۔ دینی علم کے شوق کے بارے میں اکثر بتایا کرتی تھیں کہ یہ ان کے والد محترم کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ جو بھی درس وغیرہ مسجد میں سن کر آتے تھے، ہمیں گھر آکر ضرور بتاتے تھے۔ اگر گھر میں اس طرح ڈسکشن ہو رہی ہو تو والدین کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ جماعت اور خلافت سے بے پناہ محبت تھی۔ بہت نڈر اور دینی غیرت رکھنے والی تھیں۔ جماعت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف کسی قسم کی بات برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ نمازوں کی بہت پابند، تہجد گزار، اعتکاف بھی باقاعدہ بیٹھا کرتی تھیں سوائے آخری چند سالوں کے۔ رمضان کے دنوں میں قرآن کریم کے بھی تین چار دَور مکمل کیا کرتی تھیں۔ چلتے پھرتے درود شریف اور ذکر الٰہی کیا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ اچانک گرنے کی وجہ سے ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ یہ لکھنے والے ان کے بیٹے عادل صاحب جو مربی ہیں کہتے ہیں کہ اس وقت ان کے چھوٹے بھائی وہاں گئے ہوئے تھے اور عین اس وقت جب ان کی واپسی تھی تو اس دن یہ گری ہیں اور ٹانگ ٹوٹ گئی تو انہوں نے ان کو کہا کہ تم اپنی ڈیوٹی پر جاؤ۔ اور ساتھ والے دوسرے گاؤں سے اپنے داماد کو بلایا۔ اس کے ساتھ ہسپتال گئیں اور اپنے بیٹے کو کہا کہ تمہارا کام یہ ہے کہ تمہیں دین کی خدمت کے لیے فوری طور پر جانا چاہیے۔

نوید عادل صاحب ہی کہتے ہیں کہ سات سال بعد رخصت پر گیا۔ ان سے ملاقات ہوئی تو اس وقت انہوں نے نصیحت کی کہ زندگی موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ کوئی پتا نہیں کسی کا کہ کب وقت آجائے۔ اس لیے اگر ایسا وقت

آتا ہے تو تم نے ڈیوٹی چھوڑ کے نہیں آنا۔ وہیں رہنا ہے جہاں تم ہو۔ اس لیے یہ اپنے سینٹر میں تھے اور یہ والدہ کے جنازے میں شامل نہیں ہو سکے۔

اگلا ذکر **مکرمہ مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ رشید احمد ضمیر** صاحب بشیر آباد سٹیٹ کا ہے۔ یہ بھی گذشتہ دنوں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ آپ کے والد محترم بہاول حق صاحب کے ذریعہ ہوا جنہوں نے 1948ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ انتہائی خوبیوں کی مالک تھیں۔ پنجوقتہ نمازوں کی پابند، تہجد کی پابند، بے لوث جماعتی خدمت کرنے والی، نیک پاکباز خاتون تھیں۔ کئی جماعتی عہدوں پر فائز رہیں۔ ان کو خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ لجنہ کی صدر بھی رہیں۔ تقریباً ساری زندگی ہی جماعتی خدمت میں گزاری ہے۔ سینکڑوں بچوں اور بچیوں کو قرآن کریم پڑھایا۔ پردے کا بہت خیال کرتی تھیں۔ بچیوں کو بھی پردے کی تلقین کرتی تھیں۔

خدمت خلق کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتیں۔ غریبوں اور بیوگان کی ضرورت کا خیال رکھتیں۔ کئی غریب اور یتیم بچیوں کی شادیوں میں ان کی مدد کی۔ کئی بچیوں کو سلائی کڑھائی سکھائی۔ ہر جمعہ کے روز جمعہ کے وقت سے دو گھنٹے قبل مسجد چلی جاتی تھیں اور عورتوں والے حصہ کی صفائی خود کرتیں اور اس کے بعد نوافل ادا کرتیں۔ نہایت ایماندار تھیں۔ کئی خواتین اپنا زیور اور نقدی ان کی ایمانداری کی وجہ سے ان کے پاس امانت کے طور پہ رکھوا دیتی تھیں۔ کبھی انہوں نے کسی سے لڑائی نہیں کی۔ سختی نہیں کی۔ بدتمیزی نہیں کی۔ نہایت اعلیٰ اخلاق کی مالک تھیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ جب اپنی وصیت کی ہے تو ساتھ ہی بیٹیوں کی وصیت کروائی۔ اسی طرح گاؤں میں کئی خواتین کو بھی نظام وصیت میں شامل کروایا۔ پسماندگان میں ان کے شوہر کے علاوہ ایک بیٹا اور پانچ بیٹیاں ہیں۔ مکرم عثمان احمد صاحب مربی سلسلہ رقیم پریس سیرالیون اور مکرم سعادت احمد صاحب مربی سلسلہ برکینا فاسو کی ساس تھیں اور ان کی دونوں بیٹیاں جو ہیں مربیان سے بیاہی ہوئی ہیں۔ یہ اپنی ماں کے آخری وقت میں وہاں موجود نہیں تھیں۔ اپنی اپنی خدمت کی جگہ پہ تھیں۔

ان کی بیٹی آصفہ صاحبہ کہتی ہیں کہ میں اپنے شوہر عثمان احمد صاحب کے ساتھ سیرالیون میں خدمت کی توفیق پا رہی ہوں۔ میدانِ عمل میں ہونے کی وجہ سے میں والدہ کے جنازے اور تدفین میں شامل نہیں ہو سکی۔ اسی طرح میری چھوٹی بہن مریم بشریٰ بھی برکینا فاسو میں ہے اور وہ بھی شامل نہیں ہو سکی۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کی دعائیں ان کی اولاد کے حق میں پوری فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 02/ فروری 2024ء جلد 31 شمارہ 29 صفحہ 02 تا 07)

3

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 19 / جنوری 2024ء بمطابق 19 / صلح 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جنگ اُحد کے بارے میں ذکر ہو رہا ہے۔ اس ضمن میں مزید بیان کروں گا۔ جیسا کہ بیان ہوا تھا کہ دشمن نے اعلان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ جس نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر مشہور کی تھی جب مسلمانوں نے یہ سنی تو مسلمانوں کی حالت کیا ہوئی؟ اس کی تفصیل میں بیان ہوا ہے کہ جب ابنِ قمئہ نے یہ سمجھا کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا ہے اور اس نے منادی کر دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شہید ہو گئے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ منادی کرنے والا شیطان تھا جو جُعال یا جُعَیل بن سُراقہ کی شکل میں تھا۔ جُعال ابتدائی صالح مسلمانوں میں سے تھے اور اہل صفہ میں بھی شامل تھے۔ ان کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے موقع پر تبدیل کر کے عمر رکھ دیا تھا۔

بہر حال یہ سن کر لوگ جُعال پر لپکے کہ انہیں قتل کر دیں مگر انہوں نے اس منادی سے براءت کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا میں نے تو کوئی اعلان نہیں کیا۔ اور خَوات بن جُبیر اور ابوبُردہ نے گواہی دی کہ جب یہ منادی ہوئی تو وہ ان کے پاس اور پہلو میں قتال کر رہے تھے۔ انہوں نے گواہی دی کہ یہ تو میرے ساتھ مل کے دشمن کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اعلان کرنے والا اَزَبُّ الْعَقَبَہ تھا جس نے تین مرتبہ اعلان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں اور اس بارے میں کئی قول ہیں کہ یہ اعلان کس نے کیا تھا۔ ممکن ہے مختلف لوگوں نے مختلف طور پر دیکھا ہو۔ مختلف لوگوں نے کیا ہو یعنی ابن قمئہ نے، ابلیس اور اَزَبُّ الْعَقَبَہ میں سے ہر ایک نے اعلان کیا ہو۔ کوئی شیطان فطرت انسان بھی یہ اعلان کر سکتا ہے۔ اس خبر کے پھیلتے ہی مسلمانوں میں سے بعض نے کہا کہ اب جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو تم اپنی قوم کے پاس لوٹ چلو وہ تمہیں امان دیں گے۔

اس پر کچھ دوسرے لوگوں نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو کیا تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور اس کے پیغام کے لیے نہیں لڑو گے یہاں تک کہ تم اپنے رب کے حضور شہید ہو کر حاضر ہو؟ حضرت ثابت بن دَحداحؓ نے انصار سے کہا کہ اے انصار کے گروہ! اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور اسے موت نہیں آسکتی۔ اپنے دین کے لیے قتال کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح و کامرانی عطا کرنے والا ہے۔ یہ سن کر انصاری مسلمانوں کا ایک گروہ اٹھا اور انہوں نے حضرت ثابتؓ کے ساتھ مل کر مشرکین کے اس گروہ پر حملہ کر دیا جس میں خالد بن ولید، عِکرمہ بن ابوجہل اور عمرو بن عاص اور ضِرار بن خطاب تھے۔ مسلمانوں کی اس چھوٹی سی جماعت کو حملہ کرتے ہوئے دیکھ کر خالد بن ولید نے ان پر سخت

جوابی حملہ کیا اور ثابت بن دَحداحؓ اور ان کے انصاری ساتھیوں کو شہید کر دیا۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 490-489 دار المعرفۃ بیروت لبنان 2012ء)

ابتری کی اس کیفیت کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیینؐ میں جو لکھا ہے وہ اس طرح ہے۔ کہتے ہیں کہ:

"اس وقت مسلمان تین حصوں میں منقسم تھے۔ ایک گروہ وہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر میدان سے بھاگ گیا تھا مگر یہ گروہ سب سے تھوڑا تھا۔ ان لوگوں میں حضرت عثمان بن عفانؓ بھی شامل تھے۔ مگر جیسا کہ قرآن شریف میں ذکر آتا ہے اس وقت کے خاص حالات اور ان لوگوں کے دلی ایمان اور اخلاص کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا۔ ان لوگوں میں سے بعض مدینہ تک جا پہنچے اور اس طرح مدینہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خیالی شہادت اور لشکر اسلام کی ہزیمت کی خبر پہنچ گئی جس سے تمام شہر میں ایک کہرام مچ گیا اور مسلمان مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے نہایت سراسیمگی کی حالت میں شہر سے باہر نکل آئے اور اُحد کی طرف روانہ ہو گئے اور بعض تو جلد جلد دوڑتے ہوئے میدان جنگ میں پہنچے اور اللہ کا نام لے کر دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔" یعنی انہوں نے جنگ شروع کر دی۔ "دوسرے گروہ میں وہ لوگ تھے جو بھاگے تو نہیں تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر یا تو ہمت ہار بیٹھے تھے اور یا اب لڑنے کو بیکار سمجھتے تھے اور اس لئے میدان سے ایک طرف ہٹ کر سرنگوں ہو کر بیٹھ گئے۔ تیسرا گروہ وہ تھا جو برابر لڑ رہا تھا۔ ان میں سے کچھ تو وہ لوگ تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جمع تھے اور بے نظیر جان نثاری کے جوہر دکھا رہے تھے اور اکثر وہ تھے جو میدان جنگ میں منتشر طور پر لڑ رہے تھے۔ ان لوگوں اور نیز گروہ ثانی کے لوگوں کو جوں جوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ موجود ہونے کا پتہ لگتا جاتا تھا یہ لوگ دیوانوں کی طرح لڑتے بھڑتے آپؐ کے اردگرد جمع ہوتے جاتے تھے۔ اس وقت جنگ کی حالت یہ تھی کہ قریش کا لشکر گویا سمندر کی مہیب لہروں کی طرح چاروں طرف سے بڑھا چلا آتا تھا اور میدان جنگ میں ہر طرف سے تیر اور پتھروں کی بارش ہو رہی تھی۔ جان نثاروں نے اس خطرہ کی حالت کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد گھیرا ڈال کر آپؐ کے جسم مبارک کو اپنے بدنوں سے چھپا لیا مگر پھر بھی جب کبھی حملہ کی رَو اٹھتی تھی تو یہ چند گنتی کے آدمی ادھر ادھر دھکیل دیئے جاتے تھے اور ایسی حالت میں بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قریباً اکیلے رہ جاتے تھے۔ کسی ایسے ہی موقعہ پر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے مشرک بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا ایک پتھر آپؐ کے چہرہ مبارک پر لگا جس سے آپؐ کا ایک دانت ٹوٹ گیا اور ہونٹ بھی زخمی ہوا۔ ابھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ ایک اَور پتھر جو عبداللہ بن شِہاب نے پھینکا تھا اس نے آپؐ کی پیشانی کو زخمی کیا اور تھوڑی دیر کے بعد تیسرا پتھر جو ابن قَمِئہ نے پھینکا تھا آپؐ کے رخسار مبارک پر آکر لگا جس سے آپؐ کے مغفر (خَود) کی دو کڑیاں آپؐ کے رخسار میں چبھ کر رہ گئیں۔ سعد بن ابی وقاصؓ کو اپنے بھائی عتبہ کے اس فعل پر اس قدر غصہ تھا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ مجھے کبھی کسی دشمن کے قتل کے لئے اتنا جوش نہیں آیا جتنا مجھے اُحد کے دن عتبہ کے قتل کا جوش تھا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 494-493)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ **ایک جگہ دعا کی قبولیت کی فلاسفی** کا مضمون بیان کر رہے ہیں اور یہ بیان کرتے ہوئے آپؓ نے ایک لمبی تفصیل کے ساتھ اُحد کے اس واقعہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں

کہ: ”میں نے جو یہ کہا کہ اگر انگریز قوم سچے دل سے توحید پر قائم ہو کر مجھ سے دعا کی درخواست کرے تو اسے فتح حاصل ہو گی۔“ یہ 1940ء میں دوسری جنگ عظیم کے وقت کی بات ہے۔ بہرحال آپؑ فرماتے ہیں کہ اگر یہ لوگ مجھ سے دعا کی درخواست کریں تو ان کو فتح حاصل ہو گی۔ ”یہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں، اس کے کلام اور میری رؤیاؤں کے عین مطابق ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس قوم کے لئے بہت دعائیں کی ہیں مگر ان قوموں نے خدا تعالیٰ کے تخت پر ایک بندے کو بٹھایا ہوا ہے اس لئے خدا تعالیٰ ان کو ابتلاؤں میں ڈال رہا ہے۔“ یعنی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنایا ہوا ہے۔ اس لیے یہ لوگ ابتلا میں پڑے ہوئے ہیں۔ دعائیں ان کے لیے بڑی ہوئی ہیں۔ پھر آپؑ نے پیغامیوں کا ذکر کیا کہ ”پیغامی انکار کریں تو بے شک کریں“ یعنی پیغامیوں کا نظریہ اس سے مختلف ہے جو حضرت مصلح موعودؓ بیان فرما رہے ہیں۔ بہرحال آپؑ فرماتے ہیں کہ ”مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے متعلق جو دعائیں کی ہیں ان کے قبول ہونے میں روک ان کا شرک ہی ہے اگر یہ روک جزواً یا کُلاً دُور ہو جائے تو یہ دعائیں فوراً قبولیت کا جامہ پہن لیں گی۔ میں نے کئی رؤیا ایسے دیکھے ہیں کہ میری دعاؤں سے ان کی مصیبتیں ٹل سکتی ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں جو دعا کرتا ہوں وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ اگر میرے اختیار میں یہ بات ہوتی تو میں ان تکلیفوں کو ہی کیوں نہ ٹال دیتا جو خود ہمیں آتی ہیں۔ قرآن کریم میں ہے کہ کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ اگر تم خدا تعالیٰ کے اتنے ہی محبوب ہو تو کیوں تمہارا فلاں کام نہیں ہو جاتا مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمدؐ! ان سے کہہ دے کہ اگر میرے اختیار کی بات ہوتی تو میں سب بھلائیاں اپنے ہی لئے نہ جمع کر لیتا؟

پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ قانون نہ تھا کہ آپؐ کی ہر دعا قبول ہو ”تو میرے لئے کیونکر ہو سکتا ہے؟ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی یہی قانون تھا کہ جب خدا تعالیٰ دعا قبول کرنے کے لئے تیار ہو اور کسی نشان کے ذریعہ آپؐ کی عزت قائم کرنا چاہے تو وہ ضرور قبول کر لیتا۔ تو میرے لئے یا کسی اَور کے لئے اس کے خلاف کیونکر ہو سکتا ہے؟ میں تسلیم کرتا ہوں کہ انگریزوں کی طاقت میں ہے کہ چاہیں تو ہمیں پھانسی دے دیں یا قید کر دیں۔ حالانکہ اس وقت وہ دشمن کے مقابلہ میں کمزور نظر آتے ہیں“ جنگ عظیم میں اس وقت ان کا کافی بُرا حال تھا۔ ”مگر باوجود اس کے میرا دعویٰ ہے کہ میری دعا سے ان کی مشکلات دُور ہو سکتی ہیں کیونکہ انگریزوں کا ہماری جانوں پر تصرف اَور قانون کے ماتحت ہے اور اس بارہ میں دعا کی قبولیت ایک اَور قانون کے ماتحت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑنے کے لئے ایران کے بادشاہ نے ارادہ کیا تھا مگر ابھی پکڑنے والے نہ آئے تھے۔ صرف پیغام لے کر یمن کے گورنر کے آدمی پہنچے تھے مگر آپؐ نے ان سے فرمایا کہ جاؤ اپنے آقا سے کہہ دو کہ ہم نہیں آتے۔ تمہارے خدا کو ہمارے خدا نے مار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بادشاہ کے لڑکے کو تحریک کی اور اس نے اپنے باپ کو مار دیا۔ مگر اُحد کی جنگ میں دشمن نے آپؐ پر حملہ کیا، پتھر مارے، آپؐ کے دانت ٹوٹ گئے، سر زخمی ہو گیا اور خَود کی کیلیں سر میں کھب گئیں۔ آپؐ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور آپؐ کے اوپر بعض اَور زخمی صحابہؓ گرے اور صحابہؓ نے خیال کر لیا کہ آپؐ شہید ہو گئے۔ اب کوئی کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو آپؐ کی اتنی عزت منظور تھی کہ آپؐ کی خاطر ایران کے بادشاہ کو اتنی دُور مروا دیا تو اُس نے اُحد کے میدان میں کافروں کو آپؐ کو اس طرح پتھر کیوں مارنے دیئے؟ تو یہ اعتراضات درست نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مصلحتیں اور حکمتیں ہوتی ہیں۔ یہ راز ہیں۔ بعض مواقع

پر وہ تھوڑی سی بات پر پکڑ لیتا ہے۔ بعض دفعہ کسی مصلحت کے ماتحت ڈھیل دیتا ہے تا انسان کی بے بسی اور بے سروسامانی ظاہر ہو۔" (خطبات محمود جلد 21 صفحہ 226 تا 228 خطبہ جمعہ فرمودہ 5/ جولائی 1940ء)

بہرحال یہ واقعہ چل رہا ہے۔ قتل کی افواہ کے بعد پھر صحابہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اچانک دیدار بھی ہوا۔ اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ حضرت ابو عبیدہؓ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس وقت سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا کہ آپؐ زندہ سلامت موجود ہیں۔ حضرت ابو عبیدہؓ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کی آنکھوں کی وجہ سے پہچانا جو خَود کے نیچے سے روشن اور منور نظر آ رہی تھیں۔ خَود وہ خول ہوتا ہے جو جنگ کے وقت سپاہی سر اور چہرے کی حفاظت کے لیے اوڑھتا ہے۔ بہرحال کہتے ہیں مجھے آنکھوں میں بڑی چمک اور روشنی نظر آ رہی تھی۔ مجھے پتہ لگ گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ غرض میں نے جیسے ہی آپؐ کو پہچانا تو پوری قوّت سے چلایا کہ اے مسلمانو! تمہیں خوشخبری ہو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف اشارہ کر کے مجھے روکا کہ خاموش رہو۔ (سیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 320 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیرت الحلبیہ (مترجم) جلد دوم صفحہ 179 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ سب سے پہلے ایک اَور صحابی تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا۔ چنانچہ ایک مصنف لکھتا ہے کہ گڑھے میں گرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام جسم مبارک خون سے تربتر تھا۔ آپؐ باہر نکلے تو حضرت کعب بن مالکؓ نے خَود کے بیچ ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا اور خوشی سے صدا بلند کرنے لگا۔

یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِینَ، أَبْشِرُوْا ھٰذَا رَسُولُ اللّٰہِ۔ اے مسلمانو کے گروہ! خوش ہو جاؤ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ فرمایا لیکن مسلمانوں کو جیسے جیسے اطلاع ملتی گئی سب آپؐ کی طرف لپکتے آئے۔ ان میں حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ، حضرت زُبیر بن عوامؓ، حضرت حارث بن صمہؓ اور دیگر مسلمان بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان اصحابؓ کے ہمراہ جبل اُحد کی ایک گھاٹی میں پناہ گزین ہوئے۔ راستے میں دشمنوں نے جتنے بھی حملے کیے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا خوب دندان شکن جواب دیا۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 6 صفحہ 537 مکتبہ دار المعارف لاہور)

بعض کتب میں ہے کہ جنگ کا پانسہ پلٹ جانے کی وجہ سے صورتحال نازک اور ناگفتہ بہ ہو گئی تھی۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ کے درمیان سے نمودار ہوئے اور ہم نے آپؐ کی چال سے آپؐ کو پہچان لیا۔ اس وقت ہماری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا اور ایسا لگتا تھا جیسے نہ ہمیں کوئی شکست ہوئی اور نہ ہمارا کوئی نقصان ہوا۔ جب سب مسلمانوں نے آپؐ کو دیکھ اور پہچان لیا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد پروانوں کی طرح جمع ہو گئے اور آپؐ ان سب کو لے کر ایک گھاٹی کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت آپؐ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت حارث بن صمہؓ تھے۔

(سیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 320 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

"مسلمانوں کے لئے یہ حملہ چونکہ بالکل غیر متوقع تھا اس لئے ان پر سخت گھبراہٹ طاری ہو گئی اور بوجہ

بکھرے ہوئے ہونے کے دشمن کا مقابلہ نہ کر سکے۔ میدان پر کفار نے قبضہ کر لیا اور اکثر صحابہؓ سراسیمگی اور اضطراب کی حالت میں مدینہ کی طرف بھاگ پڑے یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد صرف بارہ صحابہؓ رہ گئے اور ایک وقت تو ایسا بھی آیا کہ بارہ بھی نہیں صرف تین آدمی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد رہ گئے اور کفار نے خاص طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تیر اندازی شروع کر دی لیکن باوجود ان نازک حالات کے آپؐ برابر دشمن کے مقابلہ میں کھڑے رہے اور اپنے مقام سے نہیں ہلے۔

آخر دشمن نے یکدم ریلہ کر دیا اور وہ چند آدمی بھی دھکیلے گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو کر ایک گڑھے میں گر گئے۔ آپؐ پر بعض اَور صحابہؓ جو آپؐ کی حفاظت کر رہے تھے شہید ہو کر گر گئے اور اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دیر کے لئے صحابہؓ کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے اور لشکر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ یہ خبر صحابہؓ کے لئے اَور بھی پریشان کن ثابت ہوئی اور ان کی رہی سہی ہمت بھی جاتی رہی۔ جو صحابہؓ اس وقت آپؐ کے گرد موجود تھے اور زندہ تھے انہوں نے لاشوں کو ہٹا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گڑھے میں سے نکالا اور حفاظت کے لئے آپؐ کے ارد گرد کھڑے ہو گئے۔" (تفسیر کبیر جلد 9 صفحہ 77)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں کے گھیرے سے نکل کر اپنے جاں نثاروں کے ساتھ گھاٹی کی طرف جا رہے تھے تو عثمان بن عبداللہ بن مُغیرہ ایک سیاہ و سفید گھوڑے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا۔ وہ سر سے پیر تک زرہ پوش تھا اور اس گھاٹی کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جا رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ یا تو وہ زندہ رہیں گے یا مَیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی آواز سن کر ٹھہر گئے۔ اس وقت عثمان کے گھوڑے کو ان گڑھوں میں سے ایک سے ٹھوکر لگی (جو وہاں گڑھے کھودے ہوئے تھے) اور وہ اس میں گر پڑا۔ اس وقت حضرت حارثؓ اس کی طرف جھپٹے۔ تھوڑی دیر دونوں میں تلواروں کے وار ہوئے۔ اچانک حضرت حارث بن صمہؓ نے اس کے پاؤں پر تلوار ماری۔ عثمان اس زخم سے ایک دم بیٹھ گیا۔ اس وقت حضرت حارثؓ نے اس کا کام تمام کر دیا اور اس کی زرہ اور خَود اتار لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا:

خدا کا شکر ہے کہ جس نے اس کو ہلاک کر دیا۔ اسی وقت عبید اللہ بن جابِر عَامِری نے حضرت حارثؓ پر حملہ کیا اور ان کے مونڈھے پر وار کر کے انہیں زخمی کر دیا۔ حضرت حارثؓ کے ساتھی انہیں اٹھا کر لے گئے۔ ساتھ ہی حضرت ابودُجانہؓ نے لپک کر عبید اللہ پر حملہ کیا اور اسے اپنی تلوار سے قتل کر کے واپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔ (سیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 321 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

مکہ کے ایک رئیس اُبَی بن خلف کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کا بھی ذکر ملتا ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی کی طرف جا رہے تھے تو اُبَی بن خلف ادھر آ گیا۔ اُبَی بن خلف نے غزوۂ بدر میں قیدی بننے کا فدیہ ادا کیا تھا۔ اس نے کہا کہ میرے پاس عُوْد گھوڑا ہے جسے میں ہر روز ایک فَرَق یعنی ساڑھے سات کلو مکئی کھلاتا ہوں۔ بہت طاقتور ہے اور بڑا صحت مند ہے۔ میں اس پر سوار ہو کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کروں گا۔ جب آپؐ تک اس کی یہ بات پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: نہیں! بلکہ میں اسے قتل کروں گا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس نے یہ بات ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں آپؐ سے کی تھی۔ الغرض جب

غزوۂ اُحد ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اُبَی بن خلف میرے پیچھے سے مجھ پر حملہ آور ہو گا۔ جب تم اسے دیکھو تو مجھے بتا دینا۔ وہ زرہ پہنے ہوئے گھوڑے کو رقص کراتا آرہا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے دیکھ لیا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں؟ اگر وہ بچ گئے تو مَیں نہیں بچ سکوں گا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ اس کے سامنے آ گئے۔ وہ آپؐ کا دفاع کر رہے تھے۔ مصعب بن عمیرؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کر رہے تھے۔ اس نے مصعب بن عمیرؓ کو شہید کر دیا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ! ابی آپؐ کی طرف آ رہا ہے۔ اگر آپؐ پسند کریں تو ہم میں سے ایک شخص اس کا کام تمام کر دے۔ دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ کرامؓ اس کے سامنے آ گئے۔ آپؐ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ اس کے راستے سے ہٹ جاؤ۔ جب وہ آپؐ کے قریب ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا: اے کذاب! بھاگ کر کہاں جاتا ہے؟ حضور اکرمؐ نے حضرت حارِثہ بن صِمَّہؓ سے نیزہ لیا۔ دوسرے قول کے مطابق حضرت زبیر بن عوامؓ سے نیزہ لیا۔ آپؐ نے جھرجھری لی۔ صحابہ کرامؓ آپؐ سے یوں پرے ہو گئے جیسے اونٹ کی کمر سے مکھیاں دُور ہو جاتی ہیں۔

آپؐ اُبَی کے سامنے آئے اس کی گردن پر نیزہ مارا یا خَود اور زرہ کے درمیان نظر آنے والی جگہ پر نیزہ مارا جس کی وجہ سے وہ اپنے گھوڑے سے کئی بار نیچے لڑھکا۔ وہ بیل کی طرح ڈکارنے لگا۔ اس کی گردن پر معمولی سی خراش آئی اس کا خون رک گیا یا اس کی پسلیوں میں سے کوئی پسلی ٹوٹ گئی۔ وہ اپنی قوم کے پاس واپس گیا اور کہا بخدا! مجھے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قتل کر دیا ہے۔ قوم نے کہا تیرا دل ٹوٹ گیا ہے، بخدا! تجھے کچھ نہیں ہوا۔ یہ معمولی خراش ہی ہے اگر ہم میں سے کسی کی آنکھ پر بھی اتنا زخم آتا تو اس کو کچھ بھی نہ ہوتا۔ اس نے کہا کہ مجھے لات اور عزیٰ کی قسم! جو چوٹ مجھے لگی ہے اگر اہل ذُوالمجاز یا رَبیعہ اور مُضَر کے قبائل کو لگتی تو سارے مر جاتے۔ اس نے مجھے مکہ مکرمہ میں کہا تھا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تجھے قتل کروں گا۔ بخدا! اگر وہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر تھوک بھی دیتا تو میں مر جاتا۔ جب مشرکین واپس آ رہے تھے تو یہ سَرف کے مقام پر واصل جہنم ہو گیا۔ سَرف ایک بڑی وادی ہے۔ آج کل جس کو نَوار یہ کہتے ہیں۔ حجۃ الوداع میں مدینہ سے یہ آپؐ کی ساتویں منزل تھی جو تنعیم کے قریب مکہ سے نو یا دس میل کے فاصلے پر ہے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 208 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 6 صفحہ 274 دار السلام) (فرہنگ سیرت صفحہ 147 مطبوعہ زوار اکیڈمی کراچی)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ:

”جب قریش ذرا پیچھے ہٹ گئے اور جو مسلمان میدان میں موجود تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان کر آپؐ کے ارد گرد جمع ہو گئے تو آپؐ اپنے ان صحابہؓ کی جمعیت میں آہستہ آہستہ پہاڑ کے اوپر چڑھ کر ایک محفوظ درّہ میں پہنچ گئے۔ راستہ میں مکہ کے ایکریئس اُبَی بن خلف کی نظر آپؐ پر پڑی اور وہ بغض و عداوت میں اندھا ہو کر یہ الفاظ پکارتا ہوا آپؐ کی طرف بھاگا کہ لَا نَجَوْتُ اِنْ نَجَا۔ کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بچ کر نکل گیا تو گویا میں تو نہ بچا۔ صحابہؓ نے اسے روکنا چاہا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے چھوڑ دو اور میرے قریب آنے دو۔ اور جب وہ آپؐ پر حملہ کرنے کے خیال سے آپؐ کے قریب پہنچا تو آپؐ نے ایک نیزہ لے کر

اس پر ایک وار کیا جس سے وہ چکر کھا کر زمین پر گرا اور پھر اٹھ کر چیختا چلاتا ہوا واپس بھاگ گیا اور گو بظاہر زخم زیادہ نہیں تھا مگر مکہ پہنچنے سے پہلے وہ پیوند خاک ہو گیا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 497)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ کے ساتھ گھاٹی میں پہنچے۔ اس کے بارے میں ابنِ اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کے اعلان اور کچھ لوگوں کے منتشر ہو جانے کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت کعب بن مالکؓ کی نگاہ پڑی۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے خَود کے درمیان میں سے آپؐ کی چمکتی ہوئی آنکھیں دیکھ کر بلند آواز سے پکارا۔ اے مسلمانو! خوش ہو جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ خاموش رہو۔ جب مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ گھاٹی کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ اور حارث بن صمہؓ وغیرہ صحابہؓ تھے۔ (تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 67 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی جماعت کے ساتھ اس چٹان پر قیام فرما تھے اچانک قریش کی ایک جماعت پہاڑ کے اوپر پہنچ گئی۔ اس جماعت میں خالد بن ولید بھی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کو اوپر دیکھ کر دعا کی کہ اَللّٰھُمَّ إِنَّہٗ لَا یَنْبَغِي لَھُمْ أَنْ یَعْلُوْنَا، اَللّٰھُمَّ لَا قُوَّۃَ لَنَا إِلَّا بِکَ۔

اے اللہ! ان کے لیے جائز نہیں کہ وہ ہم پر غالب آئیں۔ اے اللہ! ہماری طاقت و قوّت نہیں ہے مگر صرف تیرے ہی ذریعہ۔ اسی وقت حضرت عمر فاروقؓ نے مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ ان لوگوں کا مقابلہ کیا اور انہیں پیچھے دھکیل کر پہاڑی سے نیچے اترنے پر مجبور کر دیا۔

(سیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 323 دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(سبل الہدیٰ جلد 4 صفحہ 210 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سیرت خاتم النبیینؐ میں بیان ہوا ہے کہ:

"جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درہ پر پہنچ گئے تو قریش کے ایک دستے نے خالد بن ولید کی کمان میں پہاڑ پر چڑھ کر حملہ کرنا چاہا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت عمرؓ نے چند مہاجرین کو ساتھ لے کر اس کا مقابلہ کیا اور اسے پسپا کر دیا۔" (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 497)

اسی جنگ کے واقعہ کی ایک روایت ایک تاریخ میں اس طرح ملتی ہے کہ حضرت زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے دن دو زرہیں پہنے ہوئے تھے۔ آپؐ نے چٹان پر چڑھنا چاہا مگر زرہوں کے وزن کی وجہ سے اور سر اور چہرے پر چوٹ سے خون بہنے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کمزوری ہو گئی تھی تو چٹان پر چڑھ نہ سکے تو حضرت طلحہؓ نیچے بیٹھ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اوپر پیر رکھ کر چٹان پر چڑھے۔ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ طلحہ نے اپنے اوپر جنت واجب کر لی۔ (اسد الغابہ جزء 3 صفحہ 85 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹان کے اوپر جانے کا ارادہ کیا جو گھاٹی پر تھی مگر جب آپؐ چڑھنے لگے تو سر مبارک کے زخم سے خون نکل جانے اور کمزوری کی وجہ سے طاقت نے ساتھ نہیں

دیا۔ پھر اس کے ساتھ آپؐ کے جسم پر دو زرہوں کا بوجھ تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ جلدی سے آپؐ کے سامنے بیٹھ گئے اور آپؐ کو کاندھوں پر بٹھا کر چٹان کے اوپر لے گئے۔ اسی وقت آپؐ نے فرمایا: طلحہ کے اس نیک عمل کی وجہ سے ان کے لیے جنت واجب ہو گئی۔

(سیرۃ الحلبیۃ جلد دوم نصف آخر صفحہ 181 (مترجم) دار الاشاعت کراچی)

دانت مبارک شہید ہونا:

جیسا کہ بیان ہوا ہے کہ اسی جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک بھی شہید ہوا تھا۔ اس وقت کا جو نقشہ حضرت ابو بکرؓ نے کھینچا ہے اس کے متعلق حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ:

حضرت ابو بکرؓ جب یوم اُحد کا تذکرہ کرتے تو فرماتے وہ دن سارے کا سارا طلحہ کا تھا۔ پھر اس کی تفصیل بتاتے کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جو اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس لوٹے تھے تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؐ کی حفاظت کرتے ہوئے لڑ رہا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپؓ نے فرمایا، یعنی حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچا رہا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کاش! طلحہ ہو۔ مجھ سے جو موقع رہ گیا سو رہ گیا اور میں نے دل میں کہا کہ میری قوم میں سے کوئی شخص ہو تو یہ مجھے زیادہ پسندیدہ ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس وقت یہ سوچا۔ کہتے ہیں میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک شخص تھا جس کو میں نہیں پہچان سکا حالانکہ میں اس شخص کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب تھا اور وہ اتنا تیز چل رہا تھا کہ میں اتنا تیز نہ چل سکتا تھا تو دیکھا کہ وہ شخص ابو عبیدہ بن جَرَاحؓ تھے۔ یعنی دو بندے یہ تھے۔ حضرت طلحہؓ بھی وہاں تھے اور عبیدہ بن جراحؓ بھی تھے، پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔ آپؐ کا نچلا رباعی دانت، سامنے والے دو دانتوں اور نوکیلے دانت کے درمیان والا دانت ٹوٹ چکا تھا اور چہرہ زخمی تھا۔ آپؐ کے رخسار مبارک میں خَود کی کڑیاں دھنس چکی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم دونوں اپنے ساتھی کی مدد کرو۔ اس سے آپؐ کی مراد طلحہ تھی اور ان کا خون بہت بہ رہا تھا۔ حضرت طلحہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے بہت زیادہ زخمی ہو گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے یہ کہنے کے کہ مجھے دیکھو فرمایا کہ طلحہ کو جا کے دیکھو۔ ہم نے ان کو رہنے دیا اور میں آگے بڑھا یعنی حضرت طلحہؓ کی طرف توجہ نہیں دی بلکہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ دی تا کہ خَود کی کڑیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے نکال سکیں۔ اس پر حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا کہ میں آپ کو اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ آپ اسے میرے لیے چھوڑ دیں۔ پس میں نے ان کو چھوڑ دیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ کی درخواست پر کہ میں نکالوں گا یہ کڑیاں آپ پیچھے ہٹ گئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے ناپسند کیا کہ ان کڑیوں کو ہاتھ سے کھینچ کر نکالیں اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچے تو انہوں نے ان کڑیوں کو اپنے منہ سے نکالنے کی کوشش کی اور ایک کڑی کو نکالا تو کڑی کے ساتھ ان کا اپنا سامنے کا دانت بھی ٹوٹ گیا۔ پھر دوسری کڑی نکالنے کے لیے مَیں آگے بڑھا کہ مَیں بھی ایسا ہی کروں جیسا انہوں نے کیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ مَیں بھی اسی طرح دوسری کڑی نکالنے کی کوشش کرتا ہوں تو حضرت ابو عبیدہؓ نے پھر کہا کہ مَیں آپ کو اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ آپ اسے میرے لیے چھوڑ دیں۔

یعنی دوسری کڑی بھی مَیں ہی نکالوں گا، آپ نہیں۔ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کو کہا تھا تو پھر وہ پیچھے ہٹ گئے۔ پھر انہوں نے ویسے ہی کیا جیسے پہلے کیا تھا۔ ابو عبیدہؓ کا سامنے کا دوسرا دانت بھی کڑی کے ساتھ ٹوٹ گیا اور حضرت ابو بکرؓ یہ فرمایا کرتے تھے کہ ابو عبیدہؓ سامنے کے ٹوٹے ہوئے دانتوں والے لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔ پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاج معالجہ سے فارغ ہو کر طلحہؓ کے پاس آئے۔ وہ ایک گڑھے میں تھے تو دیکھا کہ ان کے جسم پر نیزے، تلوار اور تیروں کے کم و بیش ستّر زخم تھے اور ان کی انگلی بھی کٹی ہوئی تھی تو ہم نے ان کی مرہم پٹی کی۔

(سبل الہدیٰ جلد 4 صفحہ 200-199 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(لغات الحدیث زیر لفظ رَبَاعِی)

حضرت ابو عبیدہؓ کے علاوہ حضرت عقبہ بن وہبؓ اور حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں بھی روایت ملتی ہے کہ انہوں نے یہ کڑیاں نکالیں۔ (شرح زرقانی جلد 2 صفحہ 425 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

لیکن بہرحال پہلی روایت زیادہ بہتر ہے۔ ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے دو کڑیاں جب نکالی گئیں تو خون ایسے بہنے لگا جیسے بھرے ہوئے مشکیزے سے پانی نکلتا ہے۔ مالک بن سنانؓ خون کو اپنے منہ سے چوسنے لگے۔ آپؐ نے ان کو کہا کہ کیا تُو خون پی رہا ہے؟ اس نے کہا کہ جی ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے خون کو میرا خون چھو گیا اس کو آگ نہیں چھوئے گی۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 200 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

یہ ''سبل الہدیٰ والرشاد'' کی روایت ہے **لیکن لگتا ہے کہ یہ روایت قابل غور** ہے۔ ان کی بعض روایتیں محلّ نظر ہیں۔ بہرحال اللہ بہتر جانتا ہے کہاں تک یہ صحیح ہے کیونکہ اگر خون اس طرح چوسیں تو اس طرح خون رُکنے کے بجائے ان سے اَور زیادہ خون نکلتا ہے اور زیادہ کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ بہرحال میرا خیال ہے کہ اگلی روایات میں اس کا جواب بھی آ جاتا ہے۔ اس لیے یہ روایت اتنی ثقہ نہیں ہے۔ غزوۂ اُحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو زخم لگے اس حوالے سے بخاری کی روایت ہے کہ حضرت سہل بن سعدؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ مجھ سے پوچھتے ہو تو اللہ کی قسم! میں خوب جانتا ہوں، سب کچھ میری آنکھوں کے سامنے ہے یعنی وہ نظارہ کہ کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زخم دھو رہا تھا اور کون پانی ڈال رہا تھا اور کیا دوا لگائی گئی تھی۔ حضرت سہلؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہؓ زخم دھو رہی تھیں اور حضرت علیؓ ڈھال میں سے پانی ڈال رہے تھے جب حضرت فاطمہؓ نے دیکھا کہ پانی خون کو اَور نکال رہا ہے تو انہوں نے بوری کا ایک ٹکڑہ لیا اور اس کو جلایا اور اس کو ساتھ چپکا دیا۔ اس سے خون رک گیا اور اس دن آپؐ کے سامنے والا دانت بھی ٹوٹ گیا تھا اور آپؐ کا چہرہ زخمی ہو گیا تھا اور آپؐ کا خَود آپؐ کے سر پر ٹوٹ گیا تھا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب ما اصاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الجَرَاح یوم اُحد حدیث 4075)

یہاں خون کو بند کرنے اور دھونے کا ذکر ہے، چوسنے کا تو کوئی ذکر نہیں۔ یہی روایت بخاری کی جو ہے یہی صحیح ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی کے دہانے تک پہنچے تو علی بن ابی طالبؓ مِہراس کے پانی سے اپنی ڈھال بھر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے۔ مِہراس: جبل اُحد میں جن چھوٹے

بڑے گڑھوں میں بارش کا پانی جمع ہو جاتا ہے انہی گڑھوں کا نام مِہْراس ہے۔ مِہْراس کے معنی میں یہ لکھا ہوا ہے۔ یہ جگہ اس مقام کے قریب ہے جہاں حضرت حمزہؓ شہید ہوئے تھے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پی لیں لیکن اس کی بدبو کی وجہ سے آپؐ نے اس کو نہیں پیا اور اپنے چہرے سے خون کو دھو لیا اور اپنے سر پر ڈالا اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس شخص پر سخت غضبناک ہوتا ہے جو اس کے نبی کے چہرے کو زخمی کر دے۔ محمد بن مسلمہؓ عورتوں سے پانی مانگنے گئے۔ ان کے پاس پانی نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی تو محمد بن مسلمہؓ ایک چشمے پر گئے اور وہاں سے میٹھا پانی لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پانی پی کر ان کو خیر کی دعا دی۔ طبرانی میں سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور اُحد کے دن زخمی ہو گیا اور آپؐ کے دندان مبارک شہید ہو گئے اور خَود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر ٹوٹ گیا تھا۔ جب مشرکین چلے گئے تو عورتیں صحابہ کرامؓ کے پاس آئیں۔ ان میں فاطمہؓ بھی تھیں۔ وہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملیں تو ان کو چمٹ گئیں اور آپؐ کے زخم دھونے لگیں اور علیؓ ڈھال کے ذریعہ پانی بہاتے تھے لیکن خون زیادہ بہ رہا تھا تو حضرت فاطمہؓ نے چٹائی کا کچھ حصہ جلا کر راکھ بنالی اور اس سے زخم کی ٹکور کی یہاں تک کہ وہ زخم کے ساتھ مل گئی اور خون رک گیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 210-209 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 322 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(فرہنگ سیرت صفحہ 290 زوار اکیڈمی کراچی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے خون ٹپک رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنا خون پونچھتے جاتے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ کَیْفَ یُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوْا نَبِیَّھُمْ وَکَسَرُوْا رَبَاعِیَتَہٗ وَھُوَ یَدْعُوْھُمْ إِلَی اللّٰہِ۔ وہ قوم کیسے کامیاب ہو سکتی ہے جس نے اپنے نبی کو زخمی کیا اور اس کا رباعی دانت توڑ ڈالا جبکہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے۔ (سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 6 صفحہ 251 دار السلام)

ان شاء اللہ باقی آئندہ۔

فلسطین کے لیے میں دعا کے لیے کہتا رہتا ہوں۔ اب مسلمان ملکوں کا یہ حال ہو گیا ہے کہ بجائے اس کے کہ اکٹھے ہو کے فلسطین کو بچانے کی فکر کریں خود مسلمانوں نے لڑنا شروع کر دیا ہے اور پاکستان اور ایران میں بھی اب سنا ہے چپقلش شروع ہو گئی ہے۔ انہوں نے ایک دوسرے پہ بم بھی مارے ہیں۔ تو یہ خطرناک صورتحال پیدا ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ان مسلمان ملکوں کو، لیڈروں کو عقل اور سمجھ عطا فرمائے۔ ان کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ حقیقت میں ان کو اپنے مقصد کو سمجھنے کی توفیق دے اور ایک امّتِ واحدہ بننے والے ہوں۔

نماز کے بعد مَیں دو جنازے بھی پڑھاؤں گا۔

جنازہ غائب۔ **ایک ہے سید مولود احمد صاحب** ابن سید داؤد مظفر شاہ صاحب کا جو گذشتہ دنوں چھہتر 76 سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیّدہ ام طاہر صاحبہؓ کے نواسے اور صاحبزادی امۃ الحکیم صاحبہ اور سید داؤد مظفر شاہ صاحب کے بیٹے تھے۔ اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ میرے خالہ زاد بھی تھے اور میری اہلیہ کے بڑے بھائی تھے۔

ان کے دادا سید محمود اللہ شاہ صاحب تھے جو سید عبد الستار شاہ صاحبؓ کے بیٹے تھے۔ حضرت ڈاکٹر سید

عبد الستار شاہ صاحبؓ میں تقویٰ اور طہارت بڑا انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ ان میں بڑی عاجزی اور انکساری تھی اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں وہ بہت بڑھے ہوئے تھے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ان کے بارے میں، عبد الستار شاہ صاحبؓ کے بارے میں ایک روایت درج کی ہے۔ کہتے ہیں انہوں نے مجھے خود بیان کیا ہے۔ یعنی ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ صاحبؓ نے حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ کو خود بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اوّلؓ بہت زیادہ بیمار ہو گئے اور یہ اس زمانے کی بات ہے جب وہ حضورؑ کے مکان میں رہتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بکروں کا صدقہ دیا۔ ڈاکٹر صاحبؓ کہتے ہیں کہ میں بھی وہاں موجود تھا۔ میں رات کو حضرت خلیفہ اوّلؓ کے پاس رہا اور دوا پلاتا رہا۔ صبح جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے تو حضرت خلیفہ اوّلؓ نے عرض کیا کہ حضور! ڈاکٹر صاحب ساری رات میرے پاس بیدار رہے اور دوا وغیرہ اہتمام سے پلاتے رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بات پر بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ:

ہم کو بھی ان پر رشک آتا ہے۔ یہ بہشتی کنبہ ہے اور یہ الفاظ چند بار حضرت مسیح موعودؑ نے فرمائے۔ حضرت ڈاکٹر عبد الستار شاہ صاحبؓ کے بارے میں بار بار فرمائے۔

(ماخوذ از سیرت المہدی جلد 1 حصہ سوم صفحہ 545 روایت نمبر 563)

سید مولود شاہ صاحب نے ربوہ سے تعلیم حاصل کی۔ میٹرک کیا۔ ایف ایس سی کی۔ پھر ان کو لاہور میں انجنیئرنگ یونیورسٹی کالج میں داخلہ ملا اور مکینیکل انجنیئرنگ میں ڈگری حاصل کی۔ پاکستان میں بھی مختلف کمپنیوں میں کام کیا۔ پھر چند سال نائیجیریا میں بھی ایک کمپنی میں بطور انجنیئر کام کرنے گئے تھے اور وہاں کام کیا اور اللہ کے فضل سے اچھی زندگی گزاری۔ ان کا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جب پڑھایا تھا تو اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو خطبہ دیا وہ یہ تھا کہ ازدواجی رشتے درخت کے پیوند کی مانند ہوتے ہیں جنہیں شروع میں بڑا سنبھال کے رکھنا پڑتا ہے۔ یہ بعض پرانے خطبات نکاح مَیں اس لیے پڑھ دیتا ہوں کہ بہت سارے لوگ سوال کرتے ہیں کہ کس طرح ہم اچھے رشتے نبھا سکتے ہیں؟ تو یہ ہدایتیں ہیں، انہیں سامنے رکھیں۔ مختصر ہوتی ہیں۔ اس لیے بعض دفعہ میں خطبہ میں بیان کر دیتا ہوں اور بعض دفعہ نکاحوں میں یہ سابقہ خلفاء کی ہدایات بھی دے دیتا ہوں۔ بہر حال آپؒ فرماتے ہیں کہ جنہیں شروع میں ہی بڑا سنبھال کے رکھنا پڑتا ہے۔ قرآن کریم کی ہدایت کے مطابق اس پیوند کو قول سدید کے دھاگے سے باندھنا پڑتا ہے۔ یعنی بالکل سچائی، کامل سچائی کے دھاگے سے باندھنا پڑتا ہے تب جا کر اس کی حفاظت ہوتی ہے۔ اور اس کی ذمہ داری نہ صرف ہر دو میاں اور بیوی پر بلکہ ان کے خاندانوں پر، ان کے ماحول پر، بلکہ ان کے دوستوں پر بھی عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ بہت سی خرابیاں بدظنیوں کے نتیجہ میں یا چغلیوں کے نتیجہ میں یا بے صبری کے نتیجہ میں یا طیش کے نتیجہ میں پیدا ہو جاتی ہیں اور اس کو روکنے کے لیے قول سدید ایک بہت ہی مضبوط دھاگہ ہے۔

پھر آپؒ نے فرمایا کہ خدا کرے کہ جس نکاح کا میں اس وقت اعلان کر رہا ہوں وہ ہر دو خاندانوں کے لیے بابرکت ہو۔ پھر جماعت کے لیے بابرکت ہو۔ انسانیت کے لیے بابرکت ہو۔ خادم دین نسل اس میں سے پیدا ہو۔ پھر آپؒ نے فرمایا کہ رشتہ میری چھوٹی ہمشیرہ امۃ الحکیم اور سید داؤد مظفر شاہ کے بیٹے سید مولود احمد کا ہے جو ڈاکٹر سید غلام مجتبیٰ کی بیٹی لبنیٰ شاہوار سے طے پا رہا ہے۔ پھر ڈاکٹر صاحب کے بارے میں بھی آپؒ نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب ان ابتدائی ڈاکٹروں میں سے ہیں جنہوں نے مغربی افریقہ میں بطور واقف ڈاکٹر کام کیا اور ان

کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے بہت شفا بخشی۔ بڑے کامیاب سرجن کے طور پر وہ پہلے غانا میں کام کرتے رہے پھر کچھ عرصہ کے بعد انہیں نائیجیریا بھیجا گیا، وہاں بھی انہوں نے اپنا عارضی وقف پورا کیا۔ پھر دل کے عارضہ میں بیمار ہو گئے اس وجہ سے واپس لوٹنا پڑا۔

پھر حضرت خلیفہ ثالثؒ نے انہیں دعا بھی دی کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت سے رکھے اور ان کو توفیق دے کہ وہ دوبارہ افریقہ جائیں۔ اور یہ دعا بھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ اس کے بعد بھی وہ گئے اور ایک لمبا عرصہ دوبارہ وہاں افریقہ میں انہیں خدمت کی توفیق ملی۔ پھر حضرت خلیفہ ثالثؒ نے یہ دعا بھی کی کہ اللہ تعالیٰ سید مولود احمد کو بھی خدمت دین کی توفیق دے۔ اور اپنے طور پر جو طوعی خدمت یہ کر سکتے تھے انہوں نے اس کے بعد کی۔ (ماخوذ از خطبات ناصر جلد دہم صفحہ 657-656 خطبہ نکاح 25/ نومبر 1977ء)

ان کے بیٹے سید سعود احمد کہتے ہیں کہ میرے والد شروع سے ہی نمازوں کے پابند، فجر کی نماز کے بعد تلاوت کرنے والے بلکہ مجھے پتہ ہے تہجد گزار بھی تھے۔ کہتے ہیں ان کی تلاوت بھی بڑی اچھی آواز میں تھی۔ پھر کہتے ہیں رات کو سونے سے پہلے ہمیں پرانے بزرگوں کے قصے اور واقعات سناتے تھے۔ چندوں میں باقاعدہ تھے اور ہمیں بھی چندوں میں باقاعدہ رہنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ جیب خرچ بھی دیتے تو کہتے پہلے چندہ دے کے آؤ۔ عیدی ملتی تو اس میں بھی کہتے چندہ دیا کرو۔ ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ فائل بنائی ہوئی تھی۔ اسی طرح جب بچوں کی بھی وصیت کروائی تو ان کی بھی فائل بنائی۔ اپنا ریکارڈ بھی رکھا اور ہر چندہ خود clear کرتے تھے۔ رمضان کے روزوں کے علاوہ شوال کے روزے بھی رکھنے والے تھے۔ قرآن کریم کے دو دَور مکمل کرتے اور تیسرے دَور کو رمضان میں ختم کرنے کی کوشش کرتے۔

پھر انہوں نے یہ لکھا ہے کہ بڑے کھرے انسان تھے۔ بہت شفاف طبیعت کے مالک، سیدھے، صاف گو تھے۔ بہت ملنسار تھے۔ کسی سے پرانا تعلق ہوتا یا نیا، خود رابطہ رکھتے اور کسی نہ کسی بہانے حال پوچھتے رہتے۔ چھوٹا ہو یا بڑا سب سے حسن سلوک سے پیش آتے۔ اپنے دل میں کبھی کسی کے بارے میں کینہ نہیں رکھا۔ تعصب نہیں تھا۔ کوئی جتنی مرضی زیادتی کر جاتا لیکن آپ ہمیشہ حسن خلق سے پیش آتے تھے۔ اگر کوئی بڑی زیادتی کر جاتا تو خود جا کر اس سے تعلق بناتے اور یہ باتیں صرف بیٹے نے نہیں لکھیں بلکہ مَیں نے بھی دیکھا ہے کہ حقیقت میں یہ خوبیاں ان میں موجود تھیں۔ میرا بھی یہی مشاہدہ ہے اور بہت سے تعزیت کرنے والے لوگوں نے بھی جو ان سے واقف تھے، یہ لکھا ہے کہ واقعی یہ خوبیاں ان میں موجود تھیں۔ پھر بیٹے نے ہی یہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں باہر سفر پہ گئے تو ان کے لیے ایک کھلونا تحفہ لائے جس کو انہوں نے کھول کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے انہیں کہا کہ میں نے تمہیں تحفہ دیا ہے۔ تم نے اس کے ٹکڑے کر دیے ہیں؟ تو کہنے لگے کہ میں ابھی جوڑ دیتا ہوں اور پھر اس کو حضرت مصلح موعودؓ کے سامنے جوڑ بھی دیا۔ تو حضرت مصلح موعودؓ نے ان کی والدہ کو کہا کہ اس کو انجنیئر بنانا۔ حضرت مصلح موعودؓ کی یہ بات بھی پوری ہوئی۔ بعد میں وہ انجنیئر بن بھی گئے اور بڑے اچھے انجنیئر تھے۔

پھر حضرت مصلح موعودؓ کی ایک نصیحت جو ساروں کے لیے بڑی کام والی ہے اس کو بیان کر دیتا ہوں۔ ایک مرتبہ حضرت مصلح موعودؓ اپنے فارم جو سندھ میں تھا وہاں زمینوں پر گئے ہوئے تھے۔ یہ بھی ان دنوں میں وہیں تھے۔ یہ بھی اپنے والد کے ہمراہ حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ ہی زمینوں کا جائزہ لے رہے تھے۔

جب حضرت مصلح موعودؓ دورہ کر رہے تھے تو یہ بھی ان کے ساتھ ساتھ تھے۔ تو اس وقت غالباً آموں کے پھل کا سیزن تھا اور ٹھیکیدار نے باغ میں پھل توڑ کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔ باغ کا جو ٹھیکہ ہے وہ دے دیا جاتا ہے، بیچ دیا جاتا ہے اور پھر وہ پھل ٹھیکیدار کا ہوتا ہے۔ کچھ جنس اس میں سے مالک کے لیے لی جاتی ہے لیکن بہر حال اس نے اپنا پھل توڑ کے رکھا ہوا تھا۔ یہ بچے تھے انہوں نے اس میں سے ایک آم اٹھا لیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے کہا کہ واپس رکھ کے آؤ۔ یہ اب تمہاری ملکیت نہیں۔ یہ ٹھیکیدار کی ملکیت ہے۔ تو حضرت مصلح موعودؓ کی تربیت کے یہ بھی انداز تھے۔ اب یہ کہہ سکتے تھے کہ ہاں جنس ہمیں ملتی ہے اس میں سے نکل جائے گا کوئی ہرج نہیں لیکن نہیں! اپنے نواسے کی آپؓ نے اس طرح تربیت کی۔

پھر سید مولود کی بیٹی عزیزہ ماریہ کہتی ہیں کہ قرآن کریم اور روحانی خزائن اور ملفوظات کا مسلسل مطالعہ رکھتے تھے۔ اسی طرح مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ تفسیر کبیر جو ہے اس کا بھی مطالعہ تھا اور بڑا گہرا علم تھا۔ لوگوں میں بیٹھ کے اپنے علم کو ظاہر نہیں کرتے تھے لیکن اگر کوئی پوچھے، کہیں بات ہو، مسئلہ ہو، تو بڑے اچھے حوالے دیتے تھے۔ اَوروں نے بھی مجھے یہ لکھا ہے۔ دینی اور دنیاوی اعتبار سے کہتی ہیں جب بھی ہم کوئی مسئلہ پوچھتے تو اچھا حل بتاتے تھے۔ دعاؤں کی طرف توجہ کرنے کی تلقین کرتے اور بس یہی کہتے کہ تم دعا کرو اور پھر معاملہ اللہ پہ چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی بیوی بچوں کی حفاظت کرے اور ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔

ان کے ایک بھائی سید صہیب ہیں، انہوں نے بھی یہی لکھا ہے کہ بڑی خوبی یہ تھی کہ غمی یا خوشی کا موقع ہو ہمیشہ یہ مبارکباد دینے میں پہل کرنے والے تھے۔ اگر مریض ہو تو عیادت کرنے میں سب سے پہلے آتے تھے۔

حنیف محمود صاحب مربی سلسلہ ہیں۔ یہ لکھتے ہیں: اسلام آباد سے ان سے تعارف ہوا۔ سادہ، سفید پوش، خاموش طبع، درویش اور فرشتہ صفت انسان تھے اور واقفین زندگی، خاص طور پر مربیان کرام کا بہت احترام کرتے تھے۔ ربوہ آئے تو یہاں بھی اس تعلق کو نبھایا جو اسلام آباد سے قائم ہوا تھا۔ اکثر تلاش کر کے مسجد میں ملتے تھے اور کہتے ہیں جب بھی ان کو دعا کے لیے کہو تو دعا کے بعد اس کا حال احوال بھی پوچھا کرتے تھے کہ پھر کیا بنا؟ اللہ تعالیٰ یہ نیکیاں جیسا کہ میں نے کہا ہے ان کے بچوں میں بھی جاری رکھے۔

دوسرا جنازہ جس کو پڑھانا ہے ان کا **ذکر یہ ہے کہ وہ مکرم امید آگ محمد صاحب** ہیں۔ یہ صدر جماعت مہدی آباد ڈوری ریجن برکینا فاسو کے ہیں۔ گذشتہ دنوں پینسٹھ 65 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے پسماندگان میں دو بیویاں اور دس بیٹے اور پانچ بیٹیاں شامل ہیں۔

مشنری انچارج صاحب لکھتے ہیں بڑے چاک و چوبند تھے۔ گذشتہ دنوں مَیں وہاں ڈوری میں گیا تھا۔ شہداء کی فیملیوں کو ان کے گھروں میں خود سیٹ کر رہے تھے۔ جماعت نے شہداء کی فیملیوں کو نئے گھر بنا کے دیے ہیں، وہاں ان کو سیٹ کر رہے تھے اور پھر دو دن بعد ہی اپنے گھر گئے اور وہاں بیہوش ہو کے گر پڑے۔ شدید ہارٹ اٹیک ہوا اور پھر ان کی وفات ہو گئی۔

1999ء میں احمدیت قبول کرنے کی ان کو سعادت ملی اور احمدی ہونے کے بعد الحاج ابراہیم بدیگا (Bidiga) صاحب کے پاس مہدی آباد منتقل ہو گئے اور الحاج ابراہیم بدیگا (Bidiga) صاحب کے ساتھ

قریبی دیہات میں تبلیغ کے لیے بھی جاتے تھے۔ تبلیغ کے نتیجہ میں بہت سی جماعتیں انہوں نے قائم کیں۔ محکمہ جنگلات میں فارسٹ گارڈ کے نمائندے کے طور پر گورنمنٹ ملازم تھے۔ وہاں دہشت گردی کی وجہ سے فارغ ہوگئے۔ فصل کی کٹائی ہوتی، تمام احباب سے اپنی فصل سے زکوٰۃ کا حصہ الگ کرواتے اور سب کی زکوٰۃ کا حساب بنا کر سیکرٹری مال کو دیتے، رسید کٹواتے۔ پانچ سال بطور صدر جماعت مہدی آباد خدمت کی توفیق بھی ملی۔ نرم اور دھیمے مزاج کے آدمی تھے۔ کبھی غصہ نہیں کرتے تھے۔

جب 11/ جنوری 23ء کو مہدی آباد میں دہشتگردوں نے حملہ کیا تو اس دن یہ مغرب کی نماز ادا کر کے گھر جا چکے تھے۔ اس واقعہ کے بعد افراد جماعت میں بہت خوف و ہراس تھا اور شہادتوں کی وجہ سے لوگ بہت نڈھال بھی تھے۔ آپ نے ان کو بہت حوصلہ دیا۔ اور پھر دوبارہ جب مَیں نے ان کو کہا کہ مہدی آباد کے لوگوں کو ڈوری شہر منتقل کر دیں تو آپ نے بڑی جانفشانی سے یہ سارے کام کیے۔ لوگوں کو حوصلہ دلایا اور آبادکاری دلوائی۔ تمام احباب جماعت کو اپنی نگرانی میں ڈوری منتقل کرنے کے انتظامات کیے اور پھر وفات تک ان سب شہداء کے خاندانوں کی ضروریات کا خیال رکھتے رہے۔

رانا فاروق صاحب ڈوری کے مبلغ ہیں۔ کہتے ہیں کہ نماز فجر کے بعد روزانہ تمام شہداء کی فیملیوں کے پاس سلام کرنے جاتے۔ خیریت دریافت کرتے۔ ان کا کوئی مسئلہ ہوتا تو فوری حل کرنے کی کوشش کرتے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت ڈوری میں مختلف جماعتوں کے آٹھ سو کے قریب متاثرین لوگ ہیں جو وہاں قیام پذیر ہیں۔ ان سب کا خیال رکھتے۔ ہر وقت ان کی خدمت کے لیے تیار رہتے۔ نمازوں میں بڑے باقاعدہ، نظام جماعت سے مکمل تعاون کرنے والے اور دوسروں کو اس کی تلقین بھی کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے، ان کی اولاد کو بھی، لواحقین کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 09/ فروری 2024ء جلد 31 شمارہ 35 صفحہ 02 تا 08)

4

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 26/ جنوری 2024ء بمطابق 26/ صلح 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ میں جو زخم پہنچے تھے اس کی تفصیل میں بعض روایات اس طرح ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق اس موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى مَنْ قَتَلَهُ النَّبِيُّ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ دَمَّوْا وَجْهَ نَبِيِّ اللّٰهِ۔ اللہ تعالیٰ کا غضب اس شخص پر سخت ہو جاتا ہے جسے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے راستے میں قتل کیا ہو اور اللہ تعالیٰ کا غضب اس قوم پر سخت ہو جاتا ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خون آلود کر دیا ہو۔ طبرانی کی روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے تو فرمایا: اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ كَلَّمُوْا وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ اس قوم پر اللہ کا غضب انتہائی سخت ہو جاتا ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کو زخمی کیا۔ پھر تھوڑی دیر رک کر فرمایا: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ نادان ہیں۔ صحیحین کی روایت میں بھی یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار فرما رہے تھے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ نادان ہیں۔

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد6 صفحہ 253-252 دار السلام ریاض)

پس آپؐ کی رحمت جو اللہ تعالیٰ کے رنگ میں کامل طور پر رنگی ہوئی تھی اس حالت میں بھی غالب آئی جبکہ آپؐ زخمی تھے، خون بہ رہا تھا اور آپؐ نے پھر یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ کا غضب بھڑکتا ہے جب لوگ اس کے نبی پر ظلم کرتے ہیں، اس کے پیارے پر ظلم کرتے ہیں۔ لیکن اے اللہ! یہ ظلم جو کر رہے ہیں یہ لاعلمی اور بیوقوفی کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ ان کو بخش دے۔ ان پر ان کی غلطیوں کی وجہ سے عذاب نازل نہ کرنا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ۔ کیا شفقت اور رحمت کا مظاہرہ ہے! صحیح بخاری میں یہ روایت اس طرح ہے۔ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كَاَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ، يَحْكِي نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَأَدْمَوْهُ، وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

(بخاری کتاب احادیث الانبیاء، حدیث 3477)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ گویا مَیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ نبیوں میں سے ایک نبی کا حال آپؐ سنا رہے ہیں جس کو اس کی قوم نے مار مار کر لہولہان کر دیا تھا۔ وہ اپنے چہرے سے خون پونچھ رہے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ نہیں

جانتے۔ اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی سیرت خاتم النبیینؐ میں تفصیل لکھی ہے کہ:

"درّہ میں پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی مدد سے اپنے زخم دھوئے اور جو دو کڑیاں آپؐ کے رخسار میں چبھ کر رہ گئی تھیں وہ ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے بڑی مشکل سے اپنے دانتوں کے ساتھ کھینچ کھینچ کر باہر نکالیں حتیٰ کہ اس کوشش میں ان کے دو دانت بھی ٹوٹ گئے۔ اس وقت آپؐ کے زخموں سے بہت خون بہ رہا تھا اور آپؐ اس خون کو دیکھ کر حسرت کے ساتھ فرماتے تھے۔ کَیْفَ یُفْلِحُ قَوْمٌ خَضَبُوْا وَجْہَ نَبِیِّھِمْ بِالدَّمِ وَھُوَ یَدْعُوْھُمْ اِلٰی رَبِّھِمْ۔ کس طرح نجات پائے گی وہ قوم جس نے اپنے نبی کے منہ کو اس کے خون سے رنگ دیا۔ اس جرم میں کہ وہ انہیں خدا کی طرف بلاتا ہے۔ اس کے بعد آپؐ تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گئے اور پھر فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ یعنی اے میرے اللہ! تُو میری قوم کو معاف کر دے۔ کیونکہ ان سے یہ قصور جہالت اور لاعلمی میں ہوا ہے۔ روایت آتی ہے کہ اسی موقعہ پر یہ قرآنی آیت نازل ہوئی کہ لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ (آل عمران :129)۔ یعنی عذاب و عفو کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اس سے تمہیں کوئی سروکار نہیں۔ خدا جسے چاہے گا معاف کرے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا۔" پھر لکھتے ہیں کہ "فاطمۃ الزہراؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وحشتناک خبریں سن کر مدینہ سے نکل آئی تھیں وہ بھی تھوڑی دیر کے بعد اُحد میں پہنچ گئیں اور آتے ہی آپؐ کے زخموں کو دھونا شروع کر دیا، مگر خون کسی طرح بند ہونے میں ہی نہیں آتا تھا۔ آخر حضرت فاطمہؓ نے چٹائی کا ایک ٹکڑا جلا کر اس کی خاک آپؐ کے زخم پر باندھی تب جا کر کہیں خون تھما۔ دوسری خواتین نے بھی اس موقعہ پر زخمی صحابیوں کی خدمت کر کے ثواب حاصل کیا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 498-497)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس واقعہ کو اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ "غزوہ اُحد کے موقعہ پر ایک پتھر آپؐ کے خَود پر آلگا اور اس کے کیل آپؐ کے سر میں گھس گئے اور آپؐ بے ہوش ہو کر ان صحابہؓ کی لاشوں پر جا پڑے جو آپؐ کے ارد گرد لڑتے ہوئے شہید ہو چکے تھے اور اس کے بعد کچھ اَور صحابہؓ کی لاشیں آپؐ کے جسم اطہر پر جا گریں اور لوگوں نے یہ سمجھا کہ آپؐ مارے جا چکے ہیں۔ مگر جب آپؐ کو گڑھے سے نکالا گیا اور آپؐ کو ہوش آیا تو آپؐ نے یہ خیال ہی نہ کیا کہ دشمن نے مجھے زخمی کیا ہے۔ میرے دانت توڑ دیئے ہیں اور میرے عزیزوں اور رشتہ داروں اور دوستوں کو شہید کر دیا ہے بلکہ آپؐ نے ہوش میں آتے ہی دعا کی کہ رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اے میرے ربّ! یہ لوگ میرے مقام کو شناخت نہیں کر سکے اس لئے تُو ان کو بخش دے اور ان کے گناہوں کو معاف فرما دے۔" (تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 68-67)

اُحد میں فرشتوں کا حاضر ہونا اور ان کی لڑائی کرنے کے بارے میں بھی ذکر ملتا ہے۔ سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں اور بائیں دو آدمی دیکھے۔ اُن پر سفید لباس تھا۔ بڑی سخت لڑائی کر رہے تھے۔ مَیں نے ان دونوں کو نہ اس سے پہلے دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد دیکھا۔ یعنی جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام اور اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔

پھر مجاہد نے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں: **فرشتوں نے صرف بدر کے دن لڑائی کی تھی۔** بیہقی کہتے ہیں کہ ان کی مراد یہ ہے کہ جب مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیے گئے حکم پر صبر نہیں کیا تو اس وقت فرشتوں نے لڑائی نہیں کی۔ یہ اشارہ درّے والوں کی طرف ہے کہ جب انہوں نے اطاعت کا نمونہ دکھایا اور صبر کیا تو فرشتے حفاظت کر رہے تھے۔ جب انہوں نے بے صبری دکھائی تو فرشتوں نے اپنا سایہ اٹھا لیا۔ واللہ اعلم۔

اس بارے میں محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان بَلٰی۔ اِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَ تَتَّقُوۡا کے بارے میں روایت کیا ہے کہ انہوں نے صبر نہیں کیا اور بھاگ گئے تو ان کی مدد نہیں کی گئی اور ان سے یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ ان کے شیوخ نے کہا کہ مصعب بن عمیرؓ شہید ہو گئے تو مصعب بن عمیرؓ کی شکل میں ایک فرشتے نے جھنڈا پکڑ لیا اور اس دن فرشتے حاضر ہوئے تھے لیکن انہوں نے قتال نہیں کیا۔

حارث بن صِمہؓ ان حالات کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے بارے میں پوچھا تو مَیں نے عرض کیا کہ مَیں نے ان کو پہاڑ کی جانب دیکھا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک فرشتے ان کے ساتھ قتال کر رہے ہیں۔ حارثؓ کہتے ہیں پھر مَیں عبدالرحمٰنؓ کی طرف لوٹا تو مَیں نے ان کے سامنے سات کفار کو مرے ہوئے دیکھا تو مَیں نے کہا تیرا دایاں ہاتھ کامیاب ہو گیا۔ ان سب کو آپؓ نے قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اس اور اس کو میں نے قتل کیا ہے اور ان لوگوں کو ایسے شخص نے قتل کیا ہے جس کو مَیں نے نہیں دیکھا۔ تو مَیں نے کہا اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہم سے سچ کہا تھا۔ یعنی فرشتے ان کے ساتھ مل کر قتال کر رہے تھے۔

ابن سعد نے عبداللہ بن فضل بن عباسؓ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں: اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیرؓ کو جھنڈا دیا تو مصعبؓ شہید ہو گئے تو اس جھنڈے کو ایک فرشتے نے مصعب کی صورت میں پکڑ لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: اے مصعب! آگے بڑھو تو فرشتے نے آپؐ کی طرف متوجہ ہو کر کہا مَیں مصعب نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہچان گئے کہ یہ فرشتہ ہے اس کے ذریعہ آپؐ کی مدد کی گئی ہے۔

محمد بن ثابتؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے دن فرمایا: اے مصعب! تُو آگے بڑھ۔ تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! مصعب تو شہید نہیں کر دیے گئے؟ آپؐ نے فرمایا: بالکل لیکن ایک فرشتہ ان کا قائمقام بنا ہے اور ان کا نام اس کو دے دیا گیا ہے۔

علامہ ابن عساکرؒ نے سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اُحد کے دن مَیں نے خود کو دیکھا کہ مَیں تیر چلاتا ہوں اور ان تیروں کو میرے پاس سفید کپڑوں والا خوبصورت شخص واپس لے آتا تھا۔ مَیں اس کو نہیں جانتا تھا حتی کہ اس کے بعد مَیں گمان کرتا تھا کہ وہ فرشتہ تھا۔

عمیر بن اسحاق سے روایت ہے کہ اُحد کے دن لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دُور ہو گئے اور سعدؓ آپؐ کے سامنے تیر اندازی کرتے رہے اور ایک نوجوان ان کو تیر اٹھا کر دیتا۔ جب بھی تیر پھینکتے وہ اس کو اٹھا

کر لے آتا۔ آپؐ نے فرمایا: اے ابو اسحاق! تیر چلا۔ جب جنگ سے فارغ ہوئے تو نوجوان کو کہیں نہیں دیکھا اور نہ اس کو کوئی جانتا تھا۔

علامہ بیہقیؒ نے عروہ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان وَ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ (آل عمران:153) کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے صبر اور تقویٰ پر وعدہ کیا تھا کہ پانچ ہزار لگاتار فرشتوں کے ذریعہ ان کی مدد کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا لیکن جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کی اور صفوں کو چھوڑ دیا اور تیر اندازوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کو کہ اپنی جگہوں سے نہ ہٹنا، کو چھوڑ دیا اور دنیا کا ارادہ کیا تو ان سے فرشتوں کی مدد اٹھالی اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ وَ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ (آل عمران: 153) اور یقیناً اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا جب تم اس کے حکم سے ان کی بیخ کنی کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ان کو فتح دکھائی لیکن جب انہوں نے حکم عدولی کی تو ان کو آزمائش میں مبتلا کیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 206-205 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی اپنے ایک خطبہ میں یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ:

”صحابہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں جو فرشتے دیکھے گئے ان کے سروں پر سیاہ پگڑیاں تھیں اور ان کی ایک یونیفارم تھی۔ صحابہؓ نے جب ان فرشتوں کو مختلف حالتوں میں دیکھا تو اسی طرح سیاہ پگڑیاں انہوں نے پہنی ہوئی تھیں۔ جب روایتیں اکٹھی ہوئیں تو وہ تعجب میں پڑ گئے۔ مگر جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مُسَوِّمِیْنَ کی تفسیر فرمائی تھی ویسا ہی مقدر تھا اور بعینہٖ ایسا ہوا۔ اسی طرح جنگ اُحد میں جو فرشتے دکھائی دیے ان کے سروں پر بطور نشان سرخ پگڑیاں تھیں۔ (الدر المنثور زیر آیت بَلٰۤى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا... آل عمران 126) سرخ رنگ میں کچھ غم کا پیغام بھی تھا کیونکہ جتنا دکھ صحابہؓ کو جنگ اُحد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخموں کی وجہ سے پہنچا ویسا دکھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی میں کبھی صحابہؓ کو نہیں پہنچا۔ ایک غم کے بعد دوسرے غم کی خبر ان کو ملی اور وہ غموں سے نڈھال ہو گئے۔ پس اس غزوہ میں فرشتوں کی علامت کے لئے بھی ایک ایسا رنگ چنا گیا جس میں غم اور خون اور دکھ کا پہلو شامل ہے۔“ (خطبات طاہر جلد 2 صفحہ 76 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 11/ فروری 1983ء)

یعنی سرخ رنگ۔ صحابہؓ کی ثابت قدمی اور جاں نثاری کے واقعات بھی بہت ہیں۔ کس طرح انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں اپنی جانیں قربان کیں۔ حضرت انس بن نضر انصاریؓ کے بارے میں ذکر ملتا ہے۔ حضرت انسؓ نے بیان کیا میرے چچا حضرت انس بن نضرؓ بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے تھے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں پہلی جنگ میں غیر موجود تھا جو آپؐ نے مشرکوں سے لڑی۔ اگر اللہ نے مشرکوں سے جنگ میں مجھے شریک کیا تو پھر اللہ بھی ضرور دیکھ لے گا جو مَیں کروں گا۔ پس جب اُحد کا دن ہوا اور مسلمان میدان جنگ سے ہٹ گئے تو انہوں نے عرض کی اے اللہ! جو انہوں نے کیا ہے میں تیرے حضور اس کی معذرت کرتا ہوں۔ ان کی مراد ان کے

ساتھی تھے۔ یعنی جو مسلمان تتر بتر ہو گئے تھے۔ اور پھر کہا کہ مَیں تیرے حضور براءت کا اظہار کرتا ہوں اس سے جو انہوں نے کیا۔ ان کی مراد مشرکین سے تھی۔ پھر وہ آگے بڑھے تو حضرت سعد بن معاذؓ ان کو سامنے سے ملے۔ انہوں نے کہا اے سعد بن معاذؓ! جنت۔ پھر کہا کہ نضر کے ربّ کی قسم! مَیں تو اُحد کی طرف سے اس کی خوشبو پا رہا ہوں۔ حضرت سعدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر جو کچھ انہوں نے کیا مَیں نہ کر سکا۔ جب یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیان کر رہے تھے تو کہتے ہیں پھر جس طرح وہ بے دھڑک، بے خوف ہو کر لڑے کہتے ہیں میں وہ نہیں کر سکا۔

حضرت انسؓ نے بیان کیا ہم نے ان پر اسّی سے کچھ زائد تلوار کے زخم پائے یا نیزے کے زخم اور تیروں کے زخم اور ہم نے آپؓ کو پایا آپؓ شہید ہو چکے تھے اور مشرکوں نے آپؓ کا مُثلہ کیا تھا۔ ان کو کوئی نہ پہچان سکا سوائے ان کی ہمشیرہ کے۔ ان کی انگلی کے پورے سے انہوں نے ان کو پہچانا۔ حضرت انسؓ نے بیان کیا ہم سمجھتے تھے یا یہ کہا کہ ہم خیال کرتے تھے کہ یہ آیت ان کے بارے میں اور ان جیسے دوسروں کے بارے میں اتری کہ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (الاحزاب:24) ان مومنوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اس وعدے کو جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا سچا کر دکھایا۔

(صحیح البخاری کتاب الجهاد والسیر باب قول اللّٰہ تعالیٰ من المؤمنین رجال صدقوا... حدیث 2805)

ابنِ اسحاق کہتے ہیں۔ انس بن مالکؓ کے چچا انس بن نضرؓ کا گزر طلحہ بن عبید اللہؓ اور عمر بن خطابؓ وغیرہ مہاجرین اور انصار کے چند لوگوں کے پاس ہوا۔ یہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ انسؓ نے ان سے کہا تم لوگ کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو قتل ہو گئے۔ انسؓ نے کہا پھر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے؟ جس طرح ان کا انتقال ہوا تم بھی اسی طرح مر جاؤ۔ پھر انسؓ کفار کی طرف متوجہ ہوئے اور اس قدر لڑے کہ آخر شہید ہو گئے۔ انہی کے نام پر انس بن مالکؓ کا نام رکھا گیا۔ انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں اس روز ہم نے انس بن نضرؓ کو اس حال میں پایا کہ ان کے جسم پر ستّر زخموں کے نشان تھے اور ان کی لاش کو کوئی نہ پہچان سکا سوائے ان کی بہن کے۔ انہوں نے انگلیوں کے پوروں سے ان کو پہچانا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 535 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ یوں لکھتے ہیں کہ:

”اس وقت نہایت خطرناک لڑائی ہو رہی تھی اور مسلمانوں کے واسطے ایک سخت ابتلاء اور امتحان کا وقت تھا اور... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر بہت سے صحابہؓ ہمت ہار چکے تھے اور ہتھیار پھینک کر میدان سے ایک طرف ہو گئے تھے۔ انہی میں حضرت عمرؓ بھی تھے۔ چنانچہ یہ لوگ اسی طرح میدان جنگ کے ایک طرف بیٹھے تھے کہ اوپر سے ایک صحابی انس بن نضر انصاریؓ آ گئے اور اُن کو دیکھ کر کہنے لگے۔ تم لوگ یہاں کیا کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا۔ رسول اللہؐ نے شہادت پائی۔ اب لڑنے سے کیا حاصل ہے؟ انسؓ نے کہا۔ یہی تو لڑنے کا وقت ہے تا جو موت رسول اللہؐ نے پائی وہ ہمیں بھی نصیب ہو اور پھر آپؐ کے بعد زندگی کا بھی کیا لطف ہے؟ پھر ان کے سامنے سعد بن معاذؓ آئے تو انہوں نے کہا۔ سعد! مجھے تو

اس پہاڑی سے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔ یہ کہہ کر انس دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔ جنگ کے بعد دیکھا گیا تو ان کے بدن پر اسّی سے زیادہ زخم تھے اور کوئی پہچان نہ سکتا تھا کہ یہ کس کی لاش ہے۔ آخر ان کی بہن نے ان کی انگلی دیکھ کر شناخت کیا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 495-494)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بھی اس بارے میں بیان فرمایا ہے کہ:

"حضرت انسؓ کے چچا... جب جنگ اُحد ہوئی وہ بھی اس لڑائی میں شامل ہوئے اور انہوں نے خوب دادِ شجاعت دی۔ خوب لڑے اور خوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے حملوں سے بچایا۔ آخر فتح ہوئی اور فتح کے بعد مسلمان دشمن کو قیدی بنانے اور اس کا مال و اسباب جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ نادان دشمن اس کا نام لوٹ مار رکھتا ہے۔" حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ جنگ ختم ہو گئی، مال غنیمت اکٹھا کر رہے تھے تو دشمن اس کا نام لوٹ مار رکھتا ہے۔ "حالانکہ یہ لوٹ مار نہیں ہوتی بلکہ دشمن کو کمزور کرنے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے۔ بہر حال انہوں نے سمجھا کہ اب میرا فرض پورا ہو گیا ہے۔ انہیں بھوک لگی ہوئی تھی اور چند کھجوریں ان کے پاس تھیں، وہ میدان جنگ سے کچھ پیچھے ہٹ کر فتح کی خوشی میں ٹہلنے لگ گئے اور کھجوریں کھانے لگے، کھجوریں کھاتے اور ٹہلتے ٹہلتے وہ ایک طرف آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک پتھر ہے جس پر حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں۔ وہ ان کو دیکھ کر حیران ہو گئے کہ آج تو ہنسنے کا دن ہے، خوش ہونے کا دن ہے، مبارکبادیوں کا دن ہے۔ ایسے موقع پر یہ رو کیوں رہے ہیں؟ چنانچہ وہ حضرت عمرؓ سے مخاطب ہوئے اور انہیں کہا کہ ارے میاں! آج تو خوشی کا دن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور تم اس وقت رو رہے ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا شاید تمہیں پتہ نہیں کہ فتح کے بعد کیا ہوا۔ انہوں نے کہا کیا ہوا؟ حضرت عمرؓ نے کہا۔ دشمن کا لشکر پیچھے سے آیا اور اس نے دوبارہ حملہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی لشکر تتر بتر ہو گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ اس انصاری نے کہا عمرؓ تو پھر بھی یہ رونے کا کونسا مقام ہے۔ ایک کھجور ان کے ہاتھ میں رہ گئی تھی۔ وہ انہوں نے اسی وقت پھینک دی اور اسے کہا۔" یعنی کھجور کو مخاطب کر کے کہا کہ "تیرے اور میرے خدا کے درمیان" اور بہر حال اس وقت حضرت عمرؓ گویا کھجور کو ہی کہا ہو گا کہ تیرے اور میرے خدا کے درمیان "سوائے ایک کھجور کے اَور ہے کیا؟ پھر انہوں نے حضرت عمرؓ کی طرف دیکھا اور کہا عمرؓ! اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو پھر اس دنیا میں ہمارا کیا کام ہے۔ پھر جہاں وہ گئے ہیں وہیں ہم بھی جائیں گے۔ یہ کہہ کر تلوار لی اور اکیلے ہی دشمن کے لشکر پر جو ہزاروں کی تعداد میں تھا، حملہ آور ہو گئے۔ ایک آدمی کی ہزاروں کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہوتی ہے۔ چاروں طرف سے ان پر حملے شروع ہو گئے اور وہ وہیں شہید ہو گئے۔ جنگ کے بعد جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لاش تلاش کرائی تو ان کے جسم کے ستر ٹکڑے ملے بلکہ بعض روایات میں آتا ہے کہ ان کی لاش پہچانی نہیں جاتی تھی۔ آخر انگلی کے ایک نشان کے ذریعہ ان کی ایک بہن نے یا کسی اَور رشتہ دار نے ان کو شناخت کیا۔"

(خطبات محمود جلد 23 صفحہ 442-443، خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 9/ اکتوبر 1942ء)

پھر دوبارہ ایک جگہ اس واقعہ کو آپؓ نے یوں بیان فرمایا کہ:

''اُحد کی جنگ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو انہوں نے'' یعنی حضرت انسؓ کے چچا نے ''حضرت عمرؓ کو ایک ٹیلے پر بیٹھے اور روتے ہوئے دیکھا تو دریافت کیا کہ عمر رونے کی کیا بات ہے جبکہ مسلمانوں کو فتح ہو گئی ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ تمہیں پتہ نہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں؟ حضرت انسؓ کے چچا نے جب یہ بات سنی تو اس وقت وہ کھجوریں کھا رہے تھے اور صرف ایک کھجور ہاتھ میں تھی اسے اٹھا کر پھینک دیا اور کہا کہ میرے اور خدا کے درمیان اس کے سوا اَور کونسی روک ہے اور اپنے عشق کے لحاظ سے حضرت عمرؓ کی طرف حقارت سے دیکھا اور کہا عمر! جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگلے جہان چلے گئے تو تم یہاں بیٹھے کیوں روتے ہو؟ جہاں آپؐ گئے وہیں ہم چلتے ہیں اور اکیلے ہی دشمن کے تین ہزار کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ کفار بھی آپ کو شاید پاگل سمجھتے ہوں گے۔ آپ نے لڑتے لڑتے شہادت پائی اور جب جنگ کے بعد آپ کی لاش تلاش کروائی گئی تو ستّر ٹکڑے ملے۔ جوڑ جوڑ الگ ہو چکا تھا۔'' (خطبات محمود جلد 23 صفحہ 373، خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 4/ ستمبر 1942ء)

ان کی شہادت کے واقعات کو حضرت مصلح موعودؓ نے مختلف جگہوں پر تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ بعض جگہ زیادہ لمبی تفصیل سے ہے بعض جگہ کم۔ ایک جگہ آپؓ فرماتے ہیں کہ:

''ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت انسؓ بن نضر ایک انصاری صحابی جو غلطی کی وجہ سے جنگِ بدر میں شامل ہونے سے رہ گئے تھے جب انہوں نے بدری صحابہؓ سے بدر کی جنگ کے کارنامے سنے تو جوش سے اٹھ کر ٹہلنے لگ گئے اور کہنے لگے یہ کیا بات ہے۔ جب مجھے موقعہ ملا تو میں بتاؤں گا کہ مومن کیسی قربانیاں کرتا ہے۔ چنانچہ اُحد کی لڑائی میں وہ شامل ہوئے اور جب پیچھے کی طرف سے یک دم حملہ کی وجہ سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان جنگ سے ہٹ کر کچھ فاصلہ تک آ گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ گئے اور کفار کے پتھراؤ کی وجہ سے زخمی ہو کر دوسرے زخمیوں کے جسموں پر گر گئے اور اتنے میں کچھ اَور لوگ زخمی ہو کر آپؐ پر گر گئے اور چند منٹ کے بعد لوگوں نے آپ کو غائب دیکھ کر سمجھ لیا کہ آپؐ شہید ہو گئے ہیں تو بعض لوگوں نے دوڑ کر مدینہ میں جو اُحد کے قریب ہی تھا یہ مشہور کر دیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ یہ خبر اُن لوگوں پر بھی جو میدان جنگ سے صرف تھوڑے فاصلہ پر پیچھے تھے بجلی کی طرح گری۔ ان میں حضرت عمرؓ بھی تھے۔ وہ ایک پتھر پر بیٹھے ہوئے رو رہے تھے کہ انسؓ بن نضر جنہوں نے جنگ سے پہلے کھانا نہیں کھایا تھا دو تین کھجوریں کھاتے ہوئے ان کے پاس سے گذرے۔ اور چونکہ وہ اس وقت میدان جنگ سے آئے تھے جبکہ مسلمان فاتح ہو چکے تھے اور کفار شکست کھا چکے تھے اور حضرت عمرؓ اس وقت میدان جنگ سے آئے تھے جبکہ پیچھے کی طرف سے دشمن نے دوبارہ حملہ کیا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو کر گر گئے تھے اور بعض صحابہؓ نے سمجھ لیا تھا کہ آپ شہید ہو گئے ہیں اس لئے آپؓ رو رہے تھے'' یعنی حضرت عمرؓ اس وقت رو رہے تھے۔ ''اور انسؓ خوش تھے کہ ہم کو فتح نصیب ہو چکی ہے۔ پس ان کا رونا انسؓ کو عجیب معلوم ہوا اور وہ حیرت سے حضرت عمرؓ کو دیکھنے لگے اور کہنے لگے۔ عمرؓ! یہ خوشی کا موقعہ ہے

یارونے کا؟ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی ہے ہمیں تو خوشی منانی چاہئے۔ حضرت عمرؓ نے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا اور کہا انسؓ! شاید تمہیں معلوم نہیں کہ بعد میں جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ دشمن نے پہاڑی کے پیچھے سے آکر دوبارہ حملہ کر دیا اور اچانک حملہ کی تاب نہ لا کر اسلامی لشکر بکھر گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ اس وقت انسؓ کے ہاتھ میں آخری کھجور تھی۔ انہوں نے کھجور اٹھا کر زمین پر پھینک دی اور کہا میرے اور میرے محبوب کے درمیان سوائے اس کھجور کے اَور کیا حائل ہے۔

پھر حضرت عمرؓ کو دیکھا اور کہا جو کچھ تم کہتے ہو اگر وہ سچ ہے تو پھر بھی رونے کا موقعہ نہیں۔ ہمیں بھی ادھر جانے کی تیاری کرنی چاہئے جدھر ہمارا محبوب گیا ہے۔ یہ کہہ کر تلوار میان سے نکال لی اور دشمن کے جم غفیر پر جا پڑے۔ اکیلا آدمی سینکڑوں آدمیوں کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ان کا جسم زمین پر بکھر گیا۔ اور جب خدا تعالیٰ نے پھر مسلمانوں کو غلبہ دیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسؓ بن نضر کو تلاش کرو۔ وہ کہاں ہیں؟ تو لوگوں نے آکر خبر دی کہ ان کا تو کہیں پتہ نہیں لگتا آپؐ نے پھر ان کی تلاش کا حکم دیا۔ اتنے میں ان کی بہن مدینہ سے یہ وحشتناک خبر سن کر کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں دوڑتی ہوئی میدان جنگ میں پہنچی اور آخر ایک جگہ پر اُس نے ایک لاش کے ٹکڑے دیکھے۔ جن ٹکڑوں میں سے ایک انگلی کے ذریعہ اس نے پہچان لیا کہ یہ میرے بھائی انسؓ کی نعش ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔" (تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 586-585)

[نوٹ:۔ تفسیر کبیر کے اس حوالہ میں مالک بن انسؓ نام لکھا ہوا ہے جبکہ احادیث اور تاریخ کی کتابوں میں ان کا نام حضرت انس بن نضرؓ مذکور ہے۔ اس لیے یہاں اصل نام ہی درج کیا جا رہا ہے۔] یہ تھا صحابہ رسولؐ کا عشق رسولؐ۔ یہ ذکر ابھی چل رہا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ بھی ہو گا۔

آج کل دعاؤں میں یمن کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کریں وہ آج کل کافی مشکلات میں گرفتار ہیں۔ اسی طرح مسلم اُمہ کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان میں بھی اکائی اور وحدت پیدا کرے اور عقل اور سمجھ دے۔ دنیا کے عمومی حالات کے لیے بھی دعا کریں۔ بڑی تیزی سے جنگ کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

نماز کے بعد مَیں دو جنازے غائب بھی پڑھاؤں گا۔ پہلا جنازہ جس کا ذکر کروں گا وہ مکرم حافظ **ڈاکٹر عبدالحمید گامانگا صاحب نائب** امیر سیر الیون ہیں۔ یہ 13/ جنوری کو مختصر علالت کے بعد پینتالیس سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔

موسیٰ میوہ صاحب امیر جماعت سیر الیون لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر گامانگا صاحب سیر الیون میں سب سے زیادہ چندہ وصیت ادا کرنے والے تھے۔ کہتے ہیں جب خاکسار نے لوگوں کو نئی جلسہ گاہ کے لیے جگہ خریدنے اور اس کے لیے مالی مدد کی اپیل کی تو ڈاکٹر صاحب نے سب سے زیادہ رقم کا وعدہ کیا اور اپنی وفات سے پہلے دس ہزار امریکی ڈالر بطور ڈونیشن ادا کیے۔ ڈاکٹر صاحب نے نصرت جہاں سکیم کے تحت پانچ سال کا وقف کیا تھا۔ نائیجیریا میں ان کی تقرری ہوئی تھی لیکن ابھی کارروائی ہو رہی تھی۔ کاغذات مکمل نہیں ہوئے تھے۔ اس عرصہ میں ان کو ہمارے ایک پاکستانی ڈاکٹر کے جانے کی وجہ سے فری ٹاؤن کے ہسپتال میں ہی خدمت کی توفیق ملی اور بہت محنت سے انہوں نے وہاں کام کیا۔ اور اس عرصہ کے دوران ان کو ہسپتال سے اپنی حصے کی

جتنی بھی رقم ملی وہ انہوں نے ہسپتال کو عطیہ کر دی اور ہسپتال کی تزئین و مرمت کا کام کروایا۔ یہ رقم لوکل کرنسی میں دو لاکھ لیون بنتے ہیں۔ خلافت سے بہت محبت تھی۔ ان کی زندگی کا سب سے بڑا افسوس جس کی وجہ سے وہ افسوس کرتے تھے یہی تھا کہ خلیفہ وقت سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ میرے سے ملاقات کی دو دفعہ بہت کوشش کی لیکن ان کو ویزہ نہیں ملا۔ میڈیکل سروس کے دوران ضرورتمند مریضوں کا مفت علاج کرتے تھے۔ کئی احمدی طلبہ جن کے والدین ان کی کالج کی فیس نہیں ادا کر سکتے تھے ڈاکٹر صاحب ان کی مدد کرتے تھے۔ نہایت ایماندار، محنتی اور دوسروں کی مدد کرنے والے تھے۔ ان کی شادی ہمارے یہاں جوٹومی کالون صاحب ہیں ان کی چھوٹی بہن قادیاتا گمانگا (Kadie Yatta Gamanga) سے ہوئی تھی۔ ان کے دو چھوٹے بچے ہیں۔ بیٹی تقریباً چار سال اور ایک بیٹا دو سال کا ہے۔

وہاں کے مربی سعید الحسن شاہ کہتے ہیں کہ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے جو مَیں ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ جب موسیٰ میوہ صاحب نئے امیر بنے تو ان کی ٹیم کی نمایاں شخصیت ڈاکٹر گامانگا صاحب تھے۔ کینیا میں گائناکالوجسٹ کی سپیشل ڈگری لے کر سیرالیون میں آئے تھے۔ ان کی ایک خوبی یہ تھی کہ انتھک محنت کرتے تھے۔ دن رات محنت کرتے اور بھول جاتے تھے کہ ان کے بیوی بچے بھی ان کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ حافظ قرآن بھی تھے اور بہت خوبصورت آواز میں تلاوت کیا کرتے تھے۔ گذشتہ رمضان میں یہ کہتے ہیں کہ ہیڈ کوارٹر میں نماز تراویح بھی انہوں نے پڑھائی اور لوگوں نے خوب لطف اٹھایا۔ عاجزی بھی ڈاکٹر صاحب کا ایک نمایاں وصف تھا۔ ہمیشہ مسکراتے چہرے سے ملتے اور اپنی بیماری اور تکلیف کو چھپا کر رکھتے تھے۔

سفیر احمد صاحب مربی ہیں، کہتے ہیں ڈاکٹر صاحب بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔ علاقے میں اچھی شہرت کے حامل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں شفا رکھی ہوئی تھی۔ لوگ ان سے علاج کرانے کی غرض سے آتے۔ جسمانی علاج کے ساتھ ساتھ آپ ان کا روحانی علاج بھی کرتے اور انہیں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تعلیمات سے آگاہ کرتے۔ مرحوم صوم و صلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار تھے۔ چندہ جات کی ادائیگی بروقت کرتے۔ جماعتی کاموں کے لیے اپنے دنیاوی کام ترک کر کے سلسلہ کی آواز پر فوری لبیک کہتے۔ جماعتی عہدیداران اور مربیان کا بہت احترام کرتے۔ نماز جمعہ کا خاص اہتمام کیا کرتے تھے اور تمام مصروفیات چھوڑ کر پورٹ لوکو کی مسجد میں جمعہ کی ادائیگی کے لیے آتے۔

عبدالحئی کروما (Koroma) صاحب نائب امیر ثانی کہتے ہیں کہ ڈاکٹر گامانگا صاحب سیرالیون کی لوکل زبان مینڈے (Mende) کی ترجمہ قرآن کمیٹی کے ممبر بھی تھے۔ پنجوقتہ نماز کے پابند، تہجد گزار۔ کہتے ہیں صحیح معنوں میں یہ وقف زندگی تھے۔ سرکاری ڈیوٹی کرنے کے بعد احمدیہ ہسپتال جاتے۔ مغرب کے وقت تک وہاں کام کرتے اور اس کے بعد مشن ہاؤس تشریف لے آتے۔ رات دیر تک کام کرتے اور پھر گھر جاتے۔ اکثر ان کو سچی خوابیں آتیں اور ان کی سچائی بھی ظاہر ہو جاتی۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے خلیفہ وقت کی ہدایت کے مطابق جماعت کے لیے دس سالہ تعلیمی پلان بنایا تاکہ مستقبل میں جماعت کے لیے بہت سارے کام کرنے والے میسر آسکیں۔ یہ کہتے ہیں خاکسار کو بطور نائب امیر ان سے گہرا تعلق تھا۔ جماعت سے محبت اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی، سخاوت، عاجزی، مالی قربانی بہت سی اچھی عادات ان میں تھیں۔

المامی سیسے صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے 1989ء میں جامعۃ المبشرین سیرالیون میں داخلہ لیا۔ 91ء میں پڑھائی مکمل کی۔ پڑھائی میں بہت اچھے نمبر لیے۔ ہمیشہ اعلیٰ نمبروں سے پاس ہوتے تھے۔ جہاں پہلی تقرری ہوئی تو وہیں انہوں نے قرآن کریم حفظ کرنا شروع کر دیا۔ خود اپنے طور پر قرآن کریم حفظ کیا۔ پھر سول وار (civilwar) ہو گئی۔ سیرالیون میں متعین تمام پاکستانی مبلغین کو وہاں سے جانا پڑا۔ ڈاکٹر صاحب پھر فری ٹاؤن آ گئے۔ مشنری کام کرتے رہے۔ اس عرصہ میں قائمقام امیر بھی رہے۔ یہاں مرکز کی طرف سے سیرالیون کی جماعت کے لیے کچھ سامان بھیجا گیا۔ باغیوں کو پتہ چلا تو انہوں نے مشن ہاؤس پہ حملہ کیا۔ بہرحال یہ لوگ چھت کے اوپر اندر سیلنگ میں چھپ گئے۔ لیکن ایک یہ جو بیان کرنے والے ہیں یہ ان باغیوں کے قابو آ گئے۔ انہوں نے ان کے سر پہ بندوق رکھ کے کہا ہم تمہیں مار دیں گے، سٹور کی چابیاں دو۔ تو جب یہ حالت دیکھی کہ واقعی خطرناک صورت ہے تو ڈاکٹر گامانگا صاحب کے پاس چابیاں تھیں وہ فوراً نیچے آئے اور چابیاں دے دیں۔ بہرحال انہوں نے اس میں سے تھوڑا سا سامان لیا اور چلے گئے۔

خالد محمود صاحب ہیں لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب خلافت سے بہت ہی محبت اور اخلاص کا تعلق رکھنے والے تھے۔ مخلص انسان تھے۔ سب کی بہت عزت کرتے تھے۔ جماعت کا درد رکھنے والے۔ ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ بہت عزت سے پیش آتے۔ جماعت کی ترقی کے لیے کوئی بھی مشورہ دیتا تو فوراً مان جاتے۔ کہتے کہ جماعت میں ایسے مخلص ہونے چاہئیں جو ہر پل جماعت کی ترقی کی کوشش میں لگے رہیں۔ اور پھر کہتے ہیں کہ بہت کم ایسے انسان دیکھے ہیں جو غلط کو غلط اور صحیح کو صحیح کہنے والے ہوں۔ ڈاکٹر صاحب ایک نڈر اور بہادر انسان تھے۔ بات کرنے کا انداز بڑا خوبصورت تھا۔ نرم لہجے میں ہر کسی سے بات کرتے۔ سب کام چھوڑ کر نماز کی ادائیگی کرتے۔ کوئی سخت بات بھی کرتا تو بہت نرم لہجے میں جواب دیتے اور ساتھ یہ بھی کہتے کہ احمدی کو ایسے سخت انداز میں بات نہیں کرنی چاہیے۔

لجنہ اماء اللہ یوکے سیرالیون میں اپنا ایک میٹرنٹی ہسپتال بنا رہی ہے۔ اللہ کے فضل سے بہت بڑا پراجیکٹ ہے۔ سابق صدر لجنہ ڈاکٹر فریحہ دیکھنے کے لیے گئی تھیں۔ وہ کہتی ہیں کہ مَیں نے دیکھا کہ انتہائی نافع الناس وجود تھے۔ جب لجنہ کا میٹرنٹی ہسپتال دیکھنے گئی تو ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ لجنہ کے ہسپتال کے سلسلہ میں بہت قیمتی مشوروں سے نوازا۔ اس کے بعد اپنے گورنمنٹ ہسپتال کا ٹور کروایا۔ ان کے خدمت انسانیت کے جذبہ نے مجھے بہت متاثر کیا۔ باوجود نامساعد حالات کے بے شمار مریض ان کے پاس آتے تھے لیکن شکل پر سوائے مسکراہٹ اور ہمدردی کے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ عجیب لگن تھی کہ میں نے اپنے غریب ملک کے غریب شہریوں کی مدد کرنی ہے۔ اور بہرحال ان کا یہ خیال تھا کہ میٹرنٹی ہسپتال جب بن جائے گا تو وہاں ان کو لگایا جائے گا مگر اللہ تعالیٰ کے اپنے کام ہوتے ہیں۔

ان کی اہلیہ قادیاتا (Kadieyatha) کہتی ہیں کہ میرے خاوند ایک نیک انسان تھے جو مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ ہمیشہ جماعت کو اپنے ذاتی معاملات پر ترجیح دیتے تھے۔ علاج کے لیے سینیگال گئے تھے۔ تو سینیگال جانے سے قبل انہوں نے مجھے کہا کہ ہمارا ایمان اور توکّل اللہ تعالیٰ پر ہے اور یہی سب کچھ ہمارا

ہے۔ اس لیے جو کچھ بھی ہو تم نے پریشان نہیں ہونا۔ کہتی ہیں کہ اپنے مریضوں کا اور خاص طور پر احمدیوں کا مفت علاج کرتے، بہت خیال رکھتے۔ اَور کہتی ہیں کہ میرے خاوند کی وفات کے بعد مجھے بہت ساری خوبیاں پتہ لگیں۔ لوگوں نے بتایا۔ کہتی ہیں میں گواہی دیتی ہوں کہ پنجوقتہ نماز باقاعدگی سے ادا کرنے والے، تہجد گزار اور بلاناغہ اپنی وصیت کی جو بھی آمد ہوتی تھی حساب کر کے چندہ ادا کرنے والے تھے۔ ہر سال رمضان کے مہینے میں قرآن کریم کا کم از کم ایک دَور مکمل کرتے اور مجھے بھی اس کی تلقین کیا کرتے تھے۔ بہت اچھے خاوند اور باپ تھے اور ہمیں خوش رکھنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے رحمت اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ ان کے بیوی بچوں کا بھی حافظ و ناصر ہو۔

دوسرا ذکر ہے طاہرہ نذیر بیگم صاحبہ جو طاہرہ رشید الدین کہلاتی ہیں۔ چودھری رشید الدین صاحب مربی سلسلہ کی اہلیہ ہیں۔ گذشتہ دنوں ان کی بھی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا حضرت چودھری غلام حسین صاحبؓ کے ذریعہ ہوا تھا۔ اسی طرح ان کے نانا حضرت چودھری غلام حیدر صاحب دھاریوالؓ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ جیسا کہ میں نے کہا چودھری رشید الدین صاحب کی اہلیہ تھیں۔ ان کا نکاح دسمبر 58ء میں مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں پڑھا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے دعا کروائی تھی۔

یہ اپنی ایک خواب کا بھی ذکر کرتی ہیں۔ کہتی ہیں 1980ء میں مجلس مشاورت میں مجھے جانے کے لیے ٹکٹ مل گیا۔ نمائندہ بن گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ بھی مشاورت میں شامل تھے۔ مجلس میں صحابہؓ پر یہ بحث ہو رہی تھی کہ عمر کے لحاظ سے کون صحابی میں شامل ہو اور کون نہیں۔ کہتی ہیں گھر آ کر مَیں نے بڑی حسرت سے کہا کہ اللہ میاں! کبھی مَیں بھی اس وقت ہوتی تو مَیں بھی صحابیات میں شامل ہوتی۔ کہتی ہیں اس دوران میں مَیں نے خواب دیکھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ حضور پُرنورؑ میرے گھر میں دائیں کروٹ پر لیٹے ہوئے ہیں۔ مَیں سرہانے کی طرف جا کر کھڑی ہو جاتی ہوں۔ حضور علیہ السلام نے بڑی محبت سے میری طرف دیکھا اور پوچھا کہ کس طرح آئی ہو؟ مَیں نے عرض کیا کہ حضور مَیں آپؑ کو دبانا چاہتی ہوں۔ حضورؑ نے اپنا دایاں ہاتھ مجھے دیا اور مَیں کافی دیر تک دباتی رہی۔ اس کے بعد حضورؑ مغرب کی نماز کے لیے صحن میں تشریف لے گئے۔ مَیں بھی باہر صحن میں جاتی ہوں تو دیکھتی ہوں کہ بہت ہجوم ہے اور لوگ کھڑکیوں اور روشندانوں پر حضورؑ کی زیارت کے لیے چڑھے ہوئے ہیں۔ ان سے پوچھتی ہوں کہ آپ کو کیسے پتہ لگا حضورؑ میرے گھر ہیں؟ انہوں نے کہا بس۔ تمہارے گھر آئیں اور ہمیں پتہ نہ لگے یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہتی ہیں چک سینتیس 37 والی بے جی ہیں وہ روٹی پکا رہی تھیں تو ان کو مَیں نے آواز دے کے کہا کہ روٹی پکانی چھوڑیں، حضورؑ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمارے گھر آئے ہیں۔ انہیں آ کے دیکھیں اور اس کے بعد مَیں کہتی ہوں کہ شوریٰ میں تو کہتے تھے کہ حضورؑ کو دیکھنے سے صحابہؓ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ میرے گھر تو حضور دو دن اور ایک رات ٹھہرے ہیں۔ مَیں تو صحابہؓ میں شامل ہو گئی ہوں۔ تو کہتی

ہیں اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر کس طرح ادا کروں۔

ان کے بیٹے ڈاکٹر علیم الدین ہیں۔ آئر لینڈ میں نیشنل صدر بھی رہے ہیں۔ آج کل یہاں ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری والدہ کو بے شمار خوبیوں سے نواز اتھا۔ ان میں نمایاں طور پر تعلق باللہ۔ اللہ تعالیٰ سے ذاتی محبت اور عشق کا تعلق تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ قبولیت دعا کی صفات کافی نمایاں تھیں۔ گویا صاحب رؤیا و کشوف تھیں۔ خلافت احمدیہ کے ساتھ ذاتی عشق و محبت تھا جو ساری زندگی نمایاں رہا اور اس کو اپنی اولاد میں بھی انہوں نے جاری رکھنے کی کوشش کی۔ پھر کہتے ہیں کہ بچپن میں ہمارے گھر میں جن جن بزرگ ہستیوں کا ذکر ہوتا تھا، والدہ جو ذکر کرتی تھیں ان کی دنیاوی لحاظ سے نمایاں حیثیت نہیں ہوتی تھی بلکہ خلفاء ہوتے تھے یا بزرگ خواتین کے نام بچپن سے ہمارے کانوں میں گونجتے رہے۔ اور ان سب بزرگوں کو والدہ صاحبہ دعا کے لیے مسلسل کہتی رہتی تھیں۔ یہ نہیں کہ خود دعا گو ہیں تو دوسروں کو نہیں کہنا۔ خود بھی لوگوں کو جا کے کہتی تھیں۔

اسی طرح کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ والدہ صاحبہ کی شخصیت میں جو بات سب سے نمایاں طور پر نظر آتی ہے وہ جماعت کے لیے غیرت تھی۔ ایک دفعہ ہمارے گھر میں عزیزوں میں سے دُور کے ایک عزیز نے جماعت کے بارے میں کوئی نامناسب الفاظ استعمال کیے۔ عام طور پہ لوگ باتیں سن کے چپ ہو جاتے ہیں لیکن والدہ صاحبہ نے فوراً سخت جواب دیا۔ پہلے اُن کو روکا۔ پھر اس کی تصحیح کی۔ اور خاندان میں یہ بڑا مشہور تھا کہ کسی بھی عزیز سے لڑائی بھی مول لے لیں گی لیکن جماعت کی غیرت پر آنچ نہیں آنے دیں گی۔

ان کے خاوند چودھری رشید الدین صاحب وقف تھے، مربی تھے۔ دو مرتبہ تبلیغ کی غرض سے افریقہ گئے۔ یہ پاکستان میں رہیں اور اپنے بچوں کی پوری تربیت کی طرف کوشش کرتی رہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمیں یاد ہے کہ ہم جو لڑکے تھے، ہم بھائیوں کے ذاتی دوستوں کا بھی ان کو پتہ ہوتا تھا کہ کون لوگ ہیں؟ اور کیسے لڑکے ہیں؟ ہمیشہ یہ کہتی تھیں کہ محلے کے نیک اور اچھے پڑھنے لکھنے والے لڑکے سے دوستی ہونی چاہیے، ہر ایرے غیرے سے نہیں۔ پھر کہتے ہیں ایک بات جس کا میں نے مشاہدہ کیا اکثر آپ کی دوستی ان خواتین سے ہوتی تھی جن کا اللہ تعالیٰ سے محبت کا تعلق ہوتا تھا اور خود فرمایا کرتی تھیں کہ دنیاداروں کی مجلس میں مجھے مزہ نہیں آتا بلکہ ایسے لوگوں کی معیّت میں مزہ آتا ہے جو سادہ ہوں اور دین سے دلچسپی رکھتے ہوں۔

ان کی بیٹی زبدہ صاحبہ بلکہ تینوں بیٹیاں عابدہ، طیّبہ اور زبدہ کہتی ہیں کہ ہم نے جب سے ہوش سنبھالا امی کو نہایت عبادت گزار، دعا گو، ملنسار اور خوش اخلاق پایا۔ عبادت بہت خشوع سے کرتیں۔ نوافل اور تہجد شوق سے ادا کرتیں۔ جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو اپنے کمرے میں بند کر کے کتنی دیر تک سجدہ ریز رہتیں اور وقف زندگی میں بعض دفعہ تنگدستی وغیرہ کے بھی حالات آئے لیکن بڑے صبر اور حوصلے اور جانفشانی سے اللہ تعالیٰ پہ توکّل کرتے ہوئے ان کو برداشت کیا اور اللہ سے مانگتی رہیں۔ حج پر جانے کی بھی ان کو سعادت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خواہش بھی ان کی پوری کی۔ گیارہ اعتکاف انہوں نے کیے۔ ان کی یہ لڑکیاں کہتی ہیں کہ جو لوگ آنے والے تھے، خاص طور پر عورتوں نے ان کی شفقت، خوش اخلاقی اور ملنساری کا ذکر

کیا۔ دینی کتب خاص طور پر پڑھتی تھیں اور خاص طور پر سیرت کی کتابیں بہت شوق سے پڑھا کرتی تھیں۔ جمعہ کے دن عبادت کا خاص اہتمام کرتیں۔ کئی گھنٹے پہلے مسجد میں چلی جاتیں، نوافل ادا کرتیں۔

ان کے ایک بیٹے سلیم الدین صاحب جو ہیں مربی ہیں اور آج کل ربوہ میں ناظر امور عامہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ والدہ واقف زندگی کی اہلیہ تھیں اور نکاح جیسا کہ میں نے بتایا جلال الدین صاحب شمسؓ نے پڑھایا اور حضرت مصلح موعودؓ نے دعا کرائی۔ اس کا بھی واقعہ والد صاحب نے ان کو بتایا کہ ان کے والد کا یعنی طاہرہ صاحبہ کے خاوند کا نکاح کہیں اَور ہو رہا تھا اور سب تیاریاں مکمل تھیں۔ مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری نے مسجد نصرت ربوہ میں یہ نکاح پڑھانا تھا۔ سب لوگ آئے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا ابوالعطاء جالندھری صاحب نے سب کا نکاح تو پڑھا دیا لیکن ان کا نہیں پڑھایا اور کہا کہ تم واقف زندگی ہو تمہارا (نکاح) حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھائیں گے یا ان کی موجودگی میں ہو گا۔ تو بہرحال کچھ یوں ہوا کہ کچھ عرصہ بعد جہاں رشتہ ہوا تھا اور نکاح ہونا تھا وہاں سے، لڑکی والوں کی طرف سے انکار ہو گیا اور پھر ان کا نکاح طاہرہ صاحبہ سے ہوا اور یہ شادی بڑی بابرکت ہوئی۔

چندوں میں بڑی باقاعدہ تھیں۔ کینیڈا کی سیکرٹری مال کہتی ہیں کہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ رجسٹر کھول کے چندے کا حساب کر رہی ہوں۔ اسی دوران یہ طاہرہ رشید الدین صاحبہ پاس آ کر بیٹھ جاتی ہیں۔ مَیں کہتی ہوں اگر آپ اس وقت چندہ تحریک جدید میں پانچ ہزار ڈالر ادا کر دیں تو آپ کا نام پانچ ہزاری رجسٹر میں شامل ہو جائے گا اور یہ خواب میں مجھے آمادگی کا اظہار کرتی ہیں۔ اس وقت یہ پاکستان گئی ہوئی تھیں۔ پاکستان سے واپس آئیں تو انہوں نے ان کو خواب سنائی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے امید تھی اور اب اللہ تعالیٰ نے ان کو کشائش بھی دے دی تھی کہ یہ اس طرح ہی کریں گی۔ جب خواب سنائی تو انہوں نے فوری طور پر پانچ ہزار ڈالر ادا کر دیے۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 16/ فروری 2024ء جلد 31 شمارہ 41 صفحہ 02 تا 07)

5

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 02؍ فروری 2024ء بمطابق 02؍ تبلیغ 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جنگِ اُحد کے واقعات میں صحابہؓ کی قربانیوں اور ان کے عشقِ رسولؐ کی مثالیں مَیں نے دی تھیں۔ ان میں حضرت علیؓ کی بہادری کے واقعات کا بھی ذکر ملتا ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کے بارے میں روایت میں آتا ہے کہ غزوۂ اُحد کے موقع پر جب ابنِ قَمِئہ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو شہید کیا تو اس نے یہ گمان کیا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ قریش کی طرف لَوٹا اور کہنے لگا کہ مَیں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا ہے۔ جب حضرت مصعبؓ شہید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا حضرت علیؓ کے سپرد کیا۔ چنانچہ حضرت علیؓ اور باقی مسلمانوں نے لڑائی کی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 529 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت علیؓ نے یکے بعد دیگرے کفار کے علمبرداروں کو تہ تیغ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی ایک جماعت دیکھ کر حضرت علیؓ کو ان پر حملہ کرنے کا ارشاد فرمایا۔ حضرت علیؓ نے عمرو بن عبد اللہ جمحی کو قتل کر دیا اور انہیں منتشر کر دیا۔ پھر آپؓ نے کفار کے دوسرے دستے پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ نے شیبہ بن مالک کو ہلاک کیا تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یقیناً یہ ہمدردی کے لائق ہے یعنی حضرت علیؓ کے بارے میں یہ کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں علی مجھ سے ہے اور مَیں علی سے ہوں۔ تو جبرئیلؑ نے کہا کہ مَیں آپ دونوں میں سے ہوں۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 65 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس بات کو شیعہ حضرات مبالغہ آرائی کر کے بہت زیادہ بڑھا چڑھا بھی لیتے ہیں۔ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ اُحد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے لوگ ہٹ گئے تو مَیں نے شہداء کی لاشوں میں دیکھنا شروع کیا تو ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا۔ تب مَیں نے کہا خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بھاگنے والے تھے اور نہ ہی مَیں نے آپؐ کو شہداء میں پایا ہے لیکن اللہ ہم سے ناراض ہوا اور اس نے اپنے نبی کو اٹھا لیا ہے۔ پس اب میرے لیے بھلائی یہی ہے کہ مَیں لڑوں یہاں تک کہ قتل کر دیا جاؤں۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ پھر مَیں نے اپنی تلوار کی میان توڑ ڈالی اور کفار پر حملہ کیا۔ وہ اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان میں ہیں۔

(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 94 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے کہ غزوۂ اُحد میں حضرت علیؓ کو سولہ زخم لگے تھے۔

(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 93 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مضمون کو بیان فرماتے ہوئے کہ مصائب کے نیچے برکتوں کے خزانے مخفی ہوتے ہیں، یہ بیان فرمایا کہ:

"حضرت علیؓ نے اُحد سے واپس آکر حضرت فاطمہؓ کو اپنی تلوار دی اور کہا اس کو دھو دو۔ آج اس تلوار نے بڑا کام کیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کی یہ بات سن رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: علیؓ! تمہاری ہی تلوار نے کام نہیں کیا۔ اَور بھی بہت سے تمہارے بھائی ہیں جن کی تلواروں نے جوہر دکھائے ہیں۔ آپؐ نے چھ سات صحابہؓ کے نام لیتے ہوئے فرمایا۔ ان کی تلواریں تمہاری تلوار سے کم تو نہ تھیں۔"

(مصائب کے نیچے برکتوں کے خزانے مخفی ہوتے ہیں، انوار العلوم جلد 19 صفحہ 59)

حضرت ابوطلحہ انصاریؓ کے بارے میں اس حوالے سے ذکر ملتا ہے کہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب اُحد کی جنگ ہوئی تو لوگ شکست کھا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو گئے اور حضرت ابوطلحہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپؐ کو اپنی ڈھال سے آڑ میں لیے کھڑے رہے اور حضرت ابوطلحہؓ ایسے تیر انداز تھے کہ زور سے کمان کھینچا کرتے تھے۔ انہوں نے اس دن دو یا تین کمانیں توڑیں۔

یعنی اتنی زور سے کھینچتے تھے کہ کمان ٹوٹ جاتی تھی اور اس وقت صحابہؓ میں سے جو کوئی آدمی تیروں کا ترکش اپنے ساتھ لیے گزرتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فرماتے کہ ابوطلحہ کے لیے تیر پھینک دو۔ یعنی یہ اچھے تیر انداز ہیں۔ اپنے تیر بھی انہیں دے دو۔ یہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے تھے۔ حضرت انسؓ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھا کر لوگوں کو دیکھتے تو حضرت ابوطلحہؓ کہتے:

بِأَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، لَا یُصِیْبُکَ سَہْمٌ، نَحْرِیْ دُوْنَ نَحْرِکَ۔ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، سر اٹھا کر نہ دیکھیں مبادا ان لوگوں کے تیروں میں سے کوئی تیر آپؐ کو لگے۔ میرا سینہ آپؐ کے سینے کے سامنے ہے۔ بخاری میں سے یہ حوالہ اخذ کیا گیا ہے۔

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب المغازی باب اذ ھمت طائفتان منکم... حدیث 4064)

(ماخوذ از الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 385-384 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہؓ ایک ہی ڈھال سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے تھے اور حضرت ابوطلحہؓ اچھے تیر انداز تھے۔ جب وہ تیر چلاتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جھانکتے اور ان کے تیر پڑنے کی جگہ کو دیکھتے۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد باب المجن ومن یترس بترس صاحبہ حدیث 2902)

غزوۂ اُحد میں حضرت ابوطلحہؓ کے اس شعر کے پڑھنے کا بھی ذکر آتا ہے کہ:

وَجْہِیْ لِوَجْہِکَ الْوِقَاءُ وَنَفْسِیْ لِنَفْسِکَ الْفِدَاءُ

میرا چہرہ آپؐ کے چہرے کو بچانے کے لیے ہے اور میری جان آپؐ کی جان پر قربان ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 665 مسند حدیث 13781 عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت ابوطلحہ انصاریؓ کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یہ لکھا ہے کہ:

"ابوطلحہ انصاریؓ نے تیر چلاتے چلاتے تین کمانیں توڑیں اور دشمن کے تیروں کے مقابل پر سینہ سپر ہو

کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کو اپنی ڈھال سے چھپایا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 495)

پھر حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کا ذکر ہے۔ وہ (حضرت ابو طلحہؓ) انصاری تھے۔ یہ قریش میں سے تھے۔ جنگ اُحد کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچاتے ہوئے یہ تیر اپنے ہاتھوں پہ لیتے تھے۔ حضرت طلحہؓ اُحد کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ثابت قدم رہے اور آپؐ سے موت پر بیعت کی۔ مالک بن زُھیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیر مارا تو حضرت طلحہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو اپنے ہاتھ سے بچایا۔ تیر اُن کی چھوٹی انگلی پر لگا جس سے وہ بے کار ہو گئی۔ جس وقت انہیں پہلا تیر لگا تو تکلیف سے سی کی آواز نکلی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ بسم اللہ کہتے تو اس طرح جنت میں داخل ہوتے کہ لوگ انہیں دیکھ رہے ہوتے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 163-162 طلحہ بن عبید اللہ قریشی دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

اسی واقعہ کی تفصیل سیرت الحلبیہ میں ایک روایت میں اس طرح بھی ہے: قیس بن ابو حازم کہتے ہیں کہ مَیں نے اُحد کے دن حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے ہاتھ کا حال دیکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیروں سے بچاتے ہوئے شل ہو گیا تھا۔ ایک قول ہے کہ اس میں نیزہ لگا تھا اور اس سے اتنا خون بہا کہ کمزوری سے بے ہوش ہو گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر پانی کے چھینٹے ڈالے یہاں تک کہ ان کو ہوش آیا۔ ہوش آنے پر انہوں نے فوراً پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے ان سے کہا کہ وہ خیریت سے ہیں اور انہوں نے ہی مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ حضرت طلحہؓ نے کہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَہٗ جَلَلٌ۔ کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں۔ ہر مصیبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھوٹی ہے۔ (سیرۃ حلبیہ جلد 2 صفحہ 324 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

عائشہ اور ام اسحاق جو حضرت طلحہ کی بیٹیاں تھیں۔ ان دونوں نے بیان کیا کہ اُحد کے دن ہمارے والد کو چوبیس زخم لگے جن میں سے ایک چوکور زخم سر میں تھا اور پاؤں کی رگ کٹ گئی تھی۔ انگلی شل ہو گئی تھی اور باقی زخم جسم پر تھے۔ ان پر غشی کا غلبہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے تھے۔ آپؐ کا چہرہ بھی زخمی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی غشی کا غلبہ تھا۔ حضرت طلحہؓ آپؐ کو اٹھا کر اپنی پیٹھ پر اس طرح الٹے قدموں پیچھے ہٹے کہ جب کبھی مشرکین میں سے کوئی ملتا تو وہ اس سے لڑتے یہاں تک کہ آپؐ کو گھاٹی میں لے گئے اور سہارے سے بٹھا دیا۔

(الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 163 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

غزوۂ اُحد اور جانباز اور وفادار صحابیوںؓ کا ذکر حضرت مصلح موعودؓ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے دن جب خالد بن ولید نے مسلمانوں پر اچانک حملہ کیا اور مسلمانوں میں انتشار پھیل گیا تو "چند صحابہؓ دوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے جن کی تعداد زیادہ سے زیادہ تیس تھی۔ کفار نے شدت کے ساتھ اس مقام پر حملہ کیا جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے۔ یکے بعد دیگرے صحابہؓ آپؐ کی

حفاظت کرتے ہوئے مارے جانے لگے۔ علاوہ شمشیر زنوں کے تیر انداز اونچے ٹیلوں پر کھڑے ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بے تحاشہ تیر مارتے تھے۔" یہ دیکھتے ہوئے کہ دشمن اس وقت بے تحاشہ تیر مارتے تھے "اس وقت طلحہؓ نے جو قریش میں سے تھے اور مکہ کے مہاجرین میں شامل تھے، یہ دیکھتے ہوئے کہ دشمن سب کے سب تیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کی طرف پھینک رہا ہے اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کے آگے کھڑا کر دیا۔ تیر کے بعد تیر جو نشانہ پر گرتا تھا وہ طلحہؓ کے ہاتھ پر گرتا تھا مگر جانباز اور وفادار صحابی اپنے ہاتھ کو کوئی حرکت نہیں دیتا تھا۔ اِس طرح تیر پڑتے گئے اور طلحہؓ کا ہاتھ زخموں کی شدت کی وجہ سے بالکل بے کار ہو گیا اور صرف ایک ہی ہاتھ ان کا باقی رہ گیا۔

سالہا سال بعد اِسلام کی چوتھی خلافت کے زمانہ میں جب مسلمانوں میں خانہ جنگی واقع ہوئی تو کسی دشمن نے طعنہ کے طور پر طلحہؓ کو کہا۔ ٹُنڈا۔" یعنی ہاتھ تمہارا کام نہیں کر رہا۔ "اِس پر ایک دوسرے صحابیؓ نے کہا۔ ہاں ٹُنڈا ہی ہے مگر کیسا مبارک ٹنڈا ہے۔ تمہیں معلوم ہے طلحہؓ کا یہ ہاتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کی حفاظت میں ٹُنڈا ہوا تھا۔ اُحد کی جنگ کے بعد کسی شخص نے طلحہؓ سے پوچھا کہ جب تیر آپؐ کے ہاتھ پر گرتے تھے تو کیا آپ کو درد نہیں ہوتی تھی اور کیا آپ کے منہ سے اُف نہیں نکلتی تھی؟ طلحہؓ نے جواب دیا۔ درد بھی ہوتی تھی اور اُف بھی نکلنا چاہتی تھی لیکن میں اُف کرتا نہیں تھا تا ایسا نہ ہو کہ اُف کرتے وقت میرا ہاتھ ہل جائے اور تیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر آگرے۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 250)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ان جاں نثاروں میں سے ایک تھے جنہوں نے بڑی بہادری اور وفا کا مظاہرہ کیا۔ عائشہ بنت سعد نے اپنے والد سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب لوگوں نے یعنی دشمنوں نے پلٹ کر حملہ کیا تو مَیں ایک طرف ہو گیا۔ مَیں نے کہا ان کو خود سے ہٹا دوں گا یا تو مَیں خود نجات پا جاؤں گا اور یا مَیں شہید ہو جاؤں گا تو اچانک مَیں نے ایک سرخ چہرے والے شخص کو دیکھا۔ قریب تھا کہ مشرکین ان پر غالب آ جائیں تو اس نے اپنا ہاتھ کنکریوں سے بھر کر ان کو مارا تو اچانک میرے اور اس شخص کے درمیان مِقداد آ گئے تو مَیں نے ان سے پوچھنے کا ارادہ کیا۔ اس نے مجھے کہا اے سعد! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، تجھے بلا رہے تھے۔ تو مَیں کھڑا ہوا اور مجھے ایسا لگا گویا کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ مَیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپؐ نے مجھے اپنے سامنے بٹھا لیا۔ مَیں تیر چلانے لگا اور مَیں کہتا کہ اے اللہ! تیرا تیر ہے تُو اس کو اپنے دشمن کو مار دے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے: اے اللہ! تُو سعد کی دعا قبول کر لے۔ اے اللہ! سعد کے نشانے کو درست کر دے۔ اے سعد! تجھ پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں۔ سعد کہتے ہیں یعنی کہ یہ واقعہ بیان کر رہے ہیں کہ اس طرح مَیں کر رہا تھا لیکن اس وقت نظارہ ایسا تھا کہ مجھے لگتا تھا کوئی فرشتہ ہمارے بیچ میں آ گیا ہے اور وہ بھی ساتھ لڑ رہا ہے لیکن اس وقت مجھے کسی نے بتایا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ لگتا ہے مختلف کشفی حالتیں لوگوں میں تھیں یا پھر حقیقت تھی۔ لیکن آخر میں یہ بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔

چنانچہ سعدؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے جو تیر بھی چلایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ یہ فرماتے اے اللہ! اس کے نشانے کو درست کر دے اور اس کی دعا کو قبول کر لے۔ حتیٰ کہ جب مَیں اپنے ترکش کے

تیر چلا کر فارغ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش کے تیر پھیلا دیے اور مجھے ایک بغیر پیکان اور بغیر پر کے تیر دیا اور وہ دوسرے تیروں سے زیادہ تیز تھا۔ علامہ زہریؒ نے لکھا ہے کہ اس دن سعدؓ نے ایک ہزار تیر چلائے تھے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 201-200 دار الکتب العلمیۃ)

غزوۂ اُحد کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثابت قدم صحابہؓ تھوڑے رہ گئے **اس وقت حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے** بارے میں سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں لکھا ہے کہ سعد بن وقاص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تیر پکڑاتے جاتے تھے اور حضرت سعدؓ یہ تیر دشمن پر بے تحاشا چلاتے جاتے تھے۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ سے فرمایا: تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں برابر تیر چلاتے جاؤ۔ سعد اپنی آخری عمر تک ان الفاظ کو نہایت فخر کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 495)

ایک روایت میں بیان ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اُحد کے دن اپنے ترکش سے تیر نکال کر میرے لیے بکھیر دیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیر چلاؤ تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب اذ ھمت طائفتان منکم... حدیث 4055)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی کے لیے اپنے ماں باپ فدا کرنے کی دعا دیتے نہیں سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ سے غزوۂ اُحد کے موقع پر فرمایا تھا کہ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں تیر چلاتے جاؤ۔ اے بھرپور طاقتور جوان تیر چلاتے جاؤ۔ (جامع ترمذی کتاب المناقب باب ارم فداک ابی وامی حدیث 3753)

لیکن بخاری میں ایک اَور روایت بھی ہے کہ حضرت سعدؓ کے علاوہ تاریخ میں حضرت زُبیر بن عوامؓ کا نام بھی ملتا ہے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ یعنی تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ (صحیح بخاری کتاب فضائل النبیؐ باب مناقب الزبیر بن العوامؓ حدیث 3720)

اسی طرح حضرت ابودُجانہؓ کی قربانی کا بھی ذکر ملتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ غزوۂ اُحد میں حضرت ابودُجَانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں آپ کی ڈھال بنے ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ جو تیر بھی آتا وہ حضرت ابودجانہؓ کی کمر پر لگتا۔ وہ جھکے ہوئے کھڑے تھے اور تمام تیر اپنی کمر پر لے رہے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی کمر میں بے شمار تیر پیوست ہو گئے۔ (سیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 314 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2008ء)

حضرت ابودُجانہؓ کی ثابت قدمی کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں لکھا ہے کہ ”ابودُجانہؓ نے بڑی دیر تک آپؐ کے جسم کو اپنے جسم سے چھپائے رکھا اور جو تیر یا پتھر آتا تھا اسے اپنے جسم پر لیتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کا بدن تیروں سے چھلنی ہو گیا مگر انہوں نے اُف تک نہیں کی تا ایسا نہ ہو کہ ان کے بدن میں حرکت پیدا ہونے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا کوئی حصہ ننگا ہو جاوے اور آپؐ کو کوئی تیر آ لگے۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 495)

پھر حضرت سَہل بن حنیفؓ ہیں۔ یہ بھی عظیم المرتبت صحابہؓ میں سے تھے جنہوں نے اُحد کے روز ثابت قدمی دکھائی۔ اس روز انہوں نے موت پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی۔ آپؓ اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ڈھال بن کر ڈٹے رہے۔ جب دشمن کے شدید حملے کی وجہ سے مسلمان بکھر گئے تو اس دن انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تیر چلائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سہل کو تیر پکڑاؤ کیونکہ تیر چلانا اس کے لیے آسان امر ہے۔

(الاستیعاب جلد 2 صفحہ 663-662 دار الجیل بیروت 1992ء)

پھر ایک خاتون صحابیہ حضرت اُمّ عُمَارہؓ کا بھی ذکر ملتا ہے جنہوں نے جنگ اُحد میں بہادری کے جوہر دکھائے اور یہ بہادری کے جوہر دکھانے والی بڑی باوفا جاں نثار صحابیہؓ تھیں۔ ان کا پورا نام ام عُمارہ، عمارہ مازنیہ تھا۔ حضرت ام عمارہؓ کا نام نُسَیْبہ تھا۔ نُسَیْبَہ ان کا اصل نام تھا۔ یہ حضرت زید بن عاصمؓ کی بیوی تھیں۔ حضرت اُمّ عمارہؓ خود بیان کرتی ہیں کہ غزوۂ اُحد کے موقع پر میں یہ دیکھنے کے لیے روانہ ہوئی کہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ میرے پاس پانی سے بھرا ہوا ایک مشکیزہ بھی تھا جو مَیں نے زخمیوں کو پلانے کے لیے ساتھ لے لیا تھا یہاں تک کہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئی۔ اُس وقت آپؐ صحابہؓ کے درمیان میں تھے اور اس وقت مسلمانوں کا پلہ بھاری تھا یعنی جنگ کا شروع کا حصہ تھا۔ پھر اچانک صحابہؓ افراتفری میں اِدھر اُدھر ہو گئے۔ وہی جو درّہ چھوڑنے والوں کا واقعہ ہوا اور مشرکوں نے پیچھے سے حملہ کیا۔ کہتی ہیں کہ ادھر مشرکوں نے چاروں طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یلغار کر دی۔ یہ صورتحال دیکھ کر مَیں کھڑی ہو کر جنگ کرنے لگی۔ مَیں تلوار کے ذریعہ دشمنوں کو آپؐ کے قریب آنے سے روک رہی تھی۔ ساتھ ہی مَیں کمان سے تیر بھی چلا رہی تھی یہاں تک کہ مَیں خود بھی زخمی ہو گئی۔ ان کے کندھے پر بہت گہرا زخم لگا۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ تمہیں کس نے زخمی کیا تو انہوں نے کہا ابن قمئہ نے۔ حضرت اُمّ عمارہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب اچانک مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے تتر بتر ہو گئے تو وہ یہ کہتا ہوا آگے بڑھا کہ مجھے محمدؐ کی نشاندہی کر دو کیونکہ اگر آج وہ بچ گئے تو سمجھو کہ مَیں نہیں بچا۔ یعنی یا تو آج وہ رہیں گے اور یا میں رہوں گا۔ وہ جب قریب آیا تو کہتی ہیں کہ مَیں نے اور مصعب بن عمیرؓ نے اس کا راستہ روکا۔ اس وقت اس نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ حملہ کر کے یہ زخم لگایا۔ یہ جو کندھے کا زخم پوچھ رہے ہو ناں یہ اس نے مجھے لگایا تھا۔ مَیں نے اس پر کئی وار کیے مگر وہ خدا کا دشمن دو زرہیں پہنے ہوئے تھا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ غزوۂ اُحد کے موقع پر نُسَیْبَہ، ان کے شوہر حضرت زید بن عاصمؓ اور اُن کے دونوں بیٹے خُبیب اور عبد اللہ سب کے سب جنگ کے لیے گئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ تم گھر والوں پر رحمتیں نازل فرمائے۔ ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گھرانے میں برکت عطا فرمائے۔

بہرحال یہ جو دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تو حضرت اُمّ عمارہ یعنی نُسَیْبَہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ ہم جنت میں آپؐ کے ساتھ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ! ان کو جنت میں میرا رفیق اور ساتھی بنا۔ اسی وقت حضرت اُمّ عمارہؓ نے کہا کہ اب مجھے اس کی پروا نہیں ہے کہ دنیا میں مجھ پر کیا گزرتی ہے۔ یہ دعا مجھے مل گئی

میرے لیے بہت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا کہ اُحد کے دن میں دائیں یا بائیں جدھر بھی دیکھتا تھا ان کو دیکھتا تھا کہ میری حفاظت کے لیے دشمن سے لڑ رہی ہیں۔ غزوۂ اُحد میں حضرت اُمّ عمارہؓ کو بارہ زخم آئے جن میں نیزوں کے زخم بھی تھے اور تلواروں کے بھی تھے۔

(سیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 314-313 دار الکتب العلمیۃ 2008ء)

حضرت اُمّ عمارہؓ کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس طرح لکھا ہے کہ:

"ایک مسلمان خاتون جس کا نام اُمّ عمارہ تھا تلوار ہاتھ میں لے کر مارتی کاٹتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی۔ اس وقت عبد اللہ بن قمئہ آپؐ پر وار کرنے کے لئے آگے بڑھ رہا تھا۔ مسلمان خاتون نے جھٹ آگے بڑھ کر وہ وار اپنے اوپر لے لیا اور پھر تلوار تول کر اس پر اپنا وار کیا، مگر وہ ایک دوہری زرہ پہنے ہوئے مرد تھا اور یہ ایک کمزور عورت۔ اس لئے وار کاری نہ پڑا۔ اور ابنِ قمئہ دَرّاتا ہوا اور مسلمانوں کی صفوں کو چیرتا ہوا آگے آیا اور صحابہؓ کے روکتے روکتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچ گیا اور پہنچتے ہی اس زور اور بے دردی کے ساتھ آپؐ کے چہرہ مبارک پر وار کیا کہ صحابہؓ کے دل دہل گئے۔

جاں نثار طلحہؓ نے لپک کر "وہ وار" اپنے ننگے ہاتھ پر لیا مگر ابنِ قمئہ کی تلوار ان کے ہاتھ کو قلم کرتی ہوئی آپؐ کے پہلو پر پڑی۔ زخم تو خدا کے فضل سے نہ آیا کیونکہ آپؐ نے اوپر تلے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں اور وار کا زور بھی طلحہ کی جاں نثاری سے کم ہو چکا تھا مگر اس صدمہ سے آپؐ چکر کھا کر نیچے گرے اور ابن قمئہ نے پھر خوشی کا نعرہ لگایا کہ مَیں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مار لیا ہے۔ ابن قمئہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وار کر کے خوشی کا نعرہ لگاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا اور اپنے زعم میں یہ سمجھا کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مار لیا ہے مگر جونہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گرے حضرت علیؓ اور طلحہؓ نے فوراً آپؐ کو اوپر اٹھا لیا اور یہ معلوم کر کے مسلمانوں کے پژمردہ چہرے خوشی سے تمتما اٹھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ سلامت ہیں۔

اب آہستہ آہستہ لڑائی کا زور بھی کم ہونا شروع ہو گیا کیونکہ ایک تو کفار اس اطمینان کی وجہ سے کچھ ڈھیلے پڑ گئے تھے کہ محمد رسول اللہ شہید ہو چکے ہیں اور اس لئے انہوں نے لڑائی کی طرف سے توجہ ہٹا کر کچھ تو اپنے مقتولین کی دیکھ بھال اور کچھ مسلمان شہیدوں کی لاشوں کی بے حرمتی کرنے کی طرف پھیر لی تھی اور دوسری طرف مسلمان بھی اکثر منتشر ہو چکے تھے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 497-496)

جنگ میں ابوسفیان کے ساتھ مکالمے کا ذکر ملتا ہے اور قریش کس طرح واپس ہوئے۔ غزوۂ اُحد کے دن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ پہاڑ پر چڑھ گئے تو کفار بھی آپؐ کے پیچھے آئے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ابوسفیان نے تین بار پکار کر کہا: کیا ان لوگوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو اسے جواب دینے سے روک دیا۔ پھر اس نے تین بار پکار کر پوچھا: کیا لوگوں میں ابو قحافہ کا بیٹا یعنی ابو بکر ہے؟ پھر تین بار پوچھا: کیا ان لوگوں میں ابنِ خطاب یعنی عمر ہے؟ پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور کہنے لگا یہ جو تھے وہ تو مارے گئے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ اپنے آپ کو قابو میں نہ کر سکے اور بولے اے اللہ کے دشمن! بخدا! تم نے جھوٹ کہا ہے۔ جن کا تم نے نام لیا ہے وہ سب

زندہ ہیں۔ جو بات ناگوار ہے اس میں سے ابھی تیرے لیے بہت کچھ باقی ہے۔ یہ بھی بخاری کی روایت ہے۔
(صحیح البخاری کتاب الجہاد والسیر باب مایکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب)

ابوسفیان بولا یہ معرکہ بدر کے معرکہ کا بدلہ ہے۔ لڑائی تو ڈول کی طرح ہے۔ کبھی اس کی فتح اور کبھی اس کی فتح۔ تم لوگوں میں سے کچھ ایسے مُردے پاؤ گے جن کے ناک کان کاٹے گئے ہیں یعنی مُثلہ کیا گیا ہے۔ اس نے کہا کہ مَیں نے اس کا حکم نہیں دیا لیکن مَیں نے اسے بُرا بھی نہیں سمجھا۔ پھر اس کے بعد وہ یہ رجزیہ فقرہ پڑھنے لگا کہ اُعْلُ هُبَل۔ اُعْلُ هُبَل۔ ہبل کی جے، ہبل کی جے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اب اسے جواب نہیں دو گے؟ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! ہم کیا کہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کہو اَللّٰهُ اَعْلٰی وَ اَجَلُّ اللہ ہی سب سے بلند اور بڑی شان والا ہے۔ پھر ابوسفیان نے کہا عُزّٰی نامی بت ہمارا ہے اور تمہارا کوئی عُزّٰی نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ کیا تم اسے جواب نہیں دو گے؟ حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! ہم کیا کہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہو کہ اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَكُمْ۔ کہ اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔
(صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر باب مایکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب... حدیث 3039)

اس کے بعد ابوسفیان نے پکار کر مسلمانوں سے کہا کہ آئندہ سال میدانِ بدر میں ہم تم سے پھر ملیں گے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ میں سے ایک شخص سے فرمایا۔ کہہ دو کہ ہاں ہمارا تمہارا ملنے کا وعدہ رہا۔ (سیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 333 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2008ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیینؐ میں لکھا ہے کہ ”اِدھر مسلمان اپنی مرہم پٹی میں مصروف تھے تو اُدھر دوسری طرف یعنی نیچے میدان جنگ میں مکہ کے قریش مسلمان شہیدوں کی نعشوں کی نہایت بے دردانہ طور پر بے حرمتی کر رہے تھے۔ مُثلہ کی وحشیانہ رسم پوری وحشت کے ساتھ ادا کی گئی اور مسلمان شہیدوں کی نعشوں کے ساتھ مکہ کے خونخوار درندوں نے جو کچھ بھی ان کے دل میں آیا وہ کیا۔ قریش کی عورتوں نے مسلمانوں کے ناک کان کاٹ کر ان کے ہار پروئے اور پہنے۔ ابوسفیان کی بیوی ہند حضرت حمزہؓ کا جگر نکال کر چبا گئی۔ غرض بقول سر ولیم میور مسلمانوں کی نعشوں کے ساتھ قریش نے نہایت وحشیانہ سلوک کیا اور مکہ کے رؤساء دیر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش میدان میں تلاش کرتے رہے اور اس نظارے کے شوق میں ان کی آنکھیں ترس گئیں مگر جو چیز کہ نہ پانی تھی نہ پائی۔“ یہ تو ہو نہیں سکتا تھا۔ آپؐ تو وہاں تھے ہی نہیں۔ ”اس تلاش سے مایوس ہو کر ابوسفیان اپنے چند ساتھیوں کو ساتھ لے کر اس دَرّہ کی طرف بڑھا جہاں مسلمان جمع تھے اور اس کے قریب کھڑے ہو کر پکار کر بولا۔ مسلمانو! کیا تم میں محمدؐ ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی جواب نہ دے۔ چنانچہ سب صحابہؓ خاموش رہے۔ پھر اس نے ابوبکرؓ و عمرؓ کا پوچھا مگر اس پر بھی آپؐ کے ارشاد کے ماتحت کسی نے جواب نہ دیا۔ جس پر اس نے بلند آواز سے فخر کے لہجہ میں کہا کہ یہ سب لوگ مارے گئے ہیں کیونکہ اگر وہ زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔ اس وقت حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا اور وہ بے اختیار ہو کر بولے۔ اے عدو اللہ! تُو جھوٹ کہتا ہے ہم سب زندہ ہیں اور خدا ہمارے ہاتھوں سے تمہیں ذلیل کرے گا۔ ابوسفیان نے حضرت عمرؓ کی آواز پہچان کر کہا عمر! سچ سچ بتاؤ کیا محمدؐ زندہ ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا۔ ہاں ہاں! خدا کے فضل سے وہ زندہ ہیں اور تمہاری یہ باتیں سن رہے ہیں۔ ابوسفیان نے کسی قدر

دھیمی آواز میں کہا۔ تو پھر ابن قمئہ نے جھوٹ کہا ہے کیونکہ مَیں تمہیں اس سے زیادہ سچا سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد ابوسفیان نے نہایت بلند آواز سے پکار کر کہا۔ اُعْلُ ھُبَلْ یعنی اے ہبل تیری بلندی ہو۔ صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا خیال کر کے خاموش رہے" کیونکہ آپؐ نے پہلے روکا تھا ناں۔ "مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنے نام پر تو خاموش رہنے کا حکم دیتے تھے اب خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں بت کا نام آنے پر بے تاب ہو گئے اور فرمایا تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا جواب دیں؟ آپؐ نے فرمایا کہو اَللّٰہُ اَعْلٰی وَ اَجَلّ ۔ یعنی بلندی اور بزرگی صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ ابوسفیان نے کہا۔ لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ۔ ہمارے ساتھ عزیٰ ہے اور تمہارے ساتھ عزیٰ نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہو اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ۔ عزیٰ کیا چیز ہے۔ ہمارے ساتھ اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمہارے ساتھ کوئی مددگار نہیں۔ اس کے بعد ابوسفیان نے کہا۔ لڑائی ایک ڈول کی طرح ہوتی ہے جو کبھی چڑھتا اور کبھی گرتا ہے۔ پس یہ دن بدر کے دن کا بدلہ سمجھو اور تم میدان جنگ میں ایسی لاشیں پاؤ گے جن کے ساتھ مثلہ کیا گیا ہے۔ مَیں نے اس کا حکم نہیں دیا مگر جب مجھے اس کا علم ہوا تو مجھے اپنے آدمیوں کا یہ فعل کچھ بُرا بھی نہیں لگا۔ اور ہمارے اور تمہارے درمیان آئندہ سال انہی ایام میں بدر کے مقام میں پھر جنگ کا وعدہ رہا۔ ایک صحابیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے ماتحت جواب دیا کہ بہت اچھا۔ یہ وعدہ رہا۔ یہ کہہ کر ابوسفیان اپنے ساتھیوں کو لے کر نیچے اتر گیا اور پھر جلد ہی لشکر قریش نے مکہ کی راہ لی۔"

آپؓ لکھتے ہیں کہ "یہ ایک عجیب بات ہے کہ باوجود اس کے کہ قریش کو اس موقعہ پر مسلمانوں کے خلاف غلبہ حاصل ہوا تھا اور ظاہری اسباب کے لحاظ سے وہ اگر چاہتے تو اپنی اس فتح سے فائدہ اٹھا سکتے تھے اور مدینہ پر حملہ آور ہونے کا راستہ تو بہرحال ان کے لئے کھلا تھا مگر خدائی تصرف کچھ ایسا ہوا کہ قریش کے دل باوجود اس فتح کے اندر ہی اندر مرعوب تھے اور انہوں نے اسی غلبہ کو غنیمت جانتے ہوئے جو اُحد کے میدان میں ان کو حاصل ہوا تھا مکہ کو جلدی جلدی لوٹ جانا ہی مناسب سمجھا مگر بایں ہمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید احتیاط کے خیال سے فوراً ستر صحابہؓ کی ایک جماعت جس میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت زبیرؓ بھی شامل تھے تیار کر کے لشکر قریش کے پیچھے روانہ کر دی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ عام مؤرخین یوں بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے حضرت علیؓ یا بعض روایات کی رُو سے سعد بن وقاصؓ کو قریش کے پیچھے بھجوایا اور ان سے فرمایا کہ اس بات کا پتہ لاؤ کہ لشکرِ قریش مدینہ پر حملہ کرنے کی نیت تو نہیں رکھتا اور آپؐ نے ان سے فرمایا اگر قریش اونٹوں پر سوار ہوں اور گھوڑوں کو خالی چلا رہے ہوں تو سمجھنا کہ وہ مکہ کی طرف واپس جا رہے ہیں، مدینہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ نہیں رکھتے اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہوں تو سمجھنا ان کی نیت بخیر نہیں اور آپؐ نے ان کو تاکید فرمائی کہ اگر قریش کا لشکر مدینہ کا رخ کرے تو فوراً آپؐ کو اطلاع دی جاوے اور آپؐ نے بڑے جوش کی حالت میں فرمایا کہ:

اگر قریش نے اس وقت مدینہ پر حملہ کیا تو خدا کی قسم! ہم ان کا مقابلہ کر کے انہیں اس حملہ کا مزا چکھا دیں گے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے آدمی آپؐ کے ارشاد کے ماتحت گئے اور بہت جلد یہ خبر لے کر واپس آ گئے کہ قریش کا لشکر مکہ کی طرف جا رہا ہے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 498 تا 500)

حضرت مصلح موعودؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہو کر بے ہوش ہونے اور اس کے بعد کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"تھوڑی دیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوش آگیا اور صحابہؓ نے چاروں طرف میدان میں آدمی دوڑا دیئے کہ مسلمان پھر اکٹھے ہو جائیں۔ بھاگا ہوا لشکر پھر جمع ہونا شروع ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں لے کر پہاڑ کے دامن میں چلے گئے۔ جب دامنِ کوہ میں بچا کھچا لشکر کھڑا تھا تو ابوسفیان نے بڑے زور سے آواز دی اور کہا ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی بات کا جواب نہ دیا تا ایسا نہ ہو دشمن حقیقتِ حال سے واقف ہو کر حملہ کر دے اور زخمی مسلمان پھر دوبارہ دشمن کے حملہ کا شکار ہو جائیں۔ جب اِسلامی لشکر سے اِس بات کا کوئی جواب نہ ملا تو ابوسفیان کو یقین ہو گیا کہ اس کا خیال درست ہے اور اس نے بڑے زور سے آواز دے کر کہا ہم نے ابو بکرؓ کو بھی مار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کو بھی حکم فرمایا کہ کوئی جواب نہ دیں۔ پھر ابوسفیان نے آواز دی ہم نے عمرؓ کو بھی مار دیا۔ تب عمرؓ جو بہت جوشیلے آدمی تھے انہوں نے اس کے جواب میں یہ کہنا چاہا کہ ہم لوگ خدا کے فضل سے زندہ ہیں اور تمہارے مقابلہ کے لئے تیار ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ مسلمانوں کو تکلیف میں مت ڈالو اور خاموش رہو۔ اب کفار کو یقین ہو گیا کہ اِسلام کے بانی کو بھی اور ان کے دائیں بائیں بازو کو بھی ہم نے مار دیا ہے۔ اِس پر ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے خوشی سے نعرہ لگایا اُعْلُ هُبَل۔ اُعْلُ هُبَل ہمارے معزز بت ہبل کی شان بلند ہو کہ اس نے آج اِسلام کا خاتمہ کر دیا ہے۔" حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "وہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنی موت کے اعلان پر، ابو بکرؓ کی موت کے اعلان پر اور عمرؓ کی موت کے اعلان پر خاموشی کی نصیحت فرما رہے تھے تا ایسا نہ ہو کہ زخمی مسلمانوں پر پھر کفار کا لشکر لوٹ کر حملہ کر دے اور مٹھی بھر مسلمان اس کے ہاتھوں شہید ہو جائیں۔

اب جبکہ خدائے واحد کی عزت کا سوال پیدا ہوا اور شرک کا نعرہ میدان میں مارا گیا تو آپؐ کی روح بے تاب ہو گئی اور آپؐ نے نہایت جوش سے صحابہؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا تم لوگ جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! ہم کیا کہیں؟ فرمایا کہو اَللّٰهُ اَعْلٰى وَ اَجَلُّ۔ اَللّٰهُ اَعْلٰى وَ اَجَلُّ۔ تم جھوٹ بولتے ہو کہ ہبل کی شان بلند ہوئی۔" یہ جھوٹ ہے تمہارا۔ "اللّٰه وَ حْدَهٗ لَا شَرِيْكَ ہی معزز ہے اور اس کی شان بالا ہے۔

اور اس طرح آپؐ نے اپنے زندہ ہونے کی خبر دشمنوں تک پہنچا دی۔ اِس دلیرانہ اور بہادرانہ جواب کا اثر کفار کے لشکر پر اتنا گہرا پڑا کہ باوجود اِس کے کہ ان کی امیدیں اس جواب سے خاک میں مل گئیں اور باوجود اس کے کہ ان کے سامنے مٹھی بھر زخمی مسلمان کھڑے ہوئے تھے جن پر حملہ کر کے ان کو مار دینا مادی قوانین کے لحاظ سے بالکل ممکن تھا وہ دوبارہ حملہ کرنے کی جرات نہ کر سکے اور جس قدر فتح ان کو نصیب ہوئی تھی اسی کی خوشیاں مناتے ہوئے مکہ کو واپس چلے گئے۔" (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 253-252)

حضرت مصلح موعودؓ نے مختلف زاویوں سے اس واقعہ کو مختلف جگہ بیان فرمایا ہے جو ان شاء اللہ آئندہ بھی بیان کروں گا۔

اس وقت جیسا کہ میں عموماً دعا کے لیے کہتا ہوں، **فلسطینیوں کے عمومی حالات کے لیے دعائیں جاری**

رکھیں۔ سنا ہے کہ شاید غزہ میں تو جنگ بندی کی کوشش ہو رہی ہے۔ شاید اسرائیلی حکومت بھی کچھ حد تک مان جائے لیکن لبنان کی سرحد کے ساتھ جنگ بھڑکنے کے امکان زیادہ بڑھ رہے ہیں اور اس کا اثر جو ہے پھر ویسٹ بنک کے فلسطینیوں پر بھی ہو گا۔ مغربی حکومتوں میں انصاف کا کوئی نام و نشان ہی نہیں۔ اب تو ان کے اپنے لکھنے والے مزید کھل کر لکھنے لگ گئے ہیں کہ ظلم کی انتہا ہو رہی ہے۔ امریکہ کے لیڈر صرف اپنی معیشت بہتر کرنے کے لیے ان جنگوں کو ہوا دے رہے ہیں اور اسی وجہ سے ان کی آمد بڑھ رہی ہے کیونکہ ان کے اسلحہ کے کارخانے زیادہ پیداوار دے رہے ہیں۔ اب تو ان کے اپنے تجزیہ نگار بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ امریکہ اپنی اکانومی کو بہتر کرنے کے لیے اس جنگ کو طول دینے کی کوشش کر رہا ہے اور دنیا میں فساد پھیلا رہا ہے۔ یہ نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ کی پکڑ سے یہ لوگ بچ نہیں سکتے۔ احمدی بہر حال اپنی دعاؤں اور رابطوں سے تباہی سے بچنے کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔

گذشتہ دنوں یہ خبر بھی تھی کہ یو این کی مدد کرنے والی جو ایجنسی ہے امریکہ اور یو کے وغیرہ نے انہیں مالی مدد دینا بند کر دیا ہے۔ انکار کر دیا ہے کہ ان کے گیارہ یا بارہ لوگ حماس کے ساتھ ملے ہوئے تھے اس کی وجہ سے یہ ظلم کہ فلسطینیوں کی مدد نہ کرو۔ یہ اس لیے ہے کہ ان کو مجبور کیا جائے اور کچھ بھی نہیں۔ لیکن حیرت اس بات پہ ہے کہ اگر مغربی ملکوں نے مدد بند کی ہے تو یہ کوئی خبر نہیں آ رہی کہ تیل کی دولت رکھنے والے مسلمان ممالک نے یہ اعلان کیوں نہیں کیا کہ ہم یہ مدد کریں گے کیونکہ یو این ایجنسی نے تو اعلان کیا ہے کہ اگر مدد نہ ملی تو فروری کے بعد ہم کوئی aid نہیں پہنچا سکتے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ ان مسلمان ملکوں کو بھی اپنا کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور دنیا کا فساد بھی ختم ہو۔ اَب ایران کے ساتھ بھی جنگ کا خطرہ بڑھ رہا ہے۔

اسی طرح یمن کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کریں۔ ایک ہمارے مخلص احمدی کی وہاں قید یا نظر بندی کے دوران علاج صحیح نہ ہونے کی صورت میں وفات بھی ہوئی ہے۔ تفصیلات تو مشکل سے ہی ملتی ہیں۔ بہر حال ان لوگوں کے لیے دعا کریں جو مشکلات میں گرفتار ہیں۔ مزید تفصیلات ملنے پر ان شاء اللہ مرحوم کا پھر جنازہ بھی پڑھاؤں گا۔

پاکستان کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کریں۔ اپنے سیاسی مفادات کے لیے ہمیشہ احمدیوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے اور اسی طرح بعض شدت پسند تنظیموں سے بھی جماعت کو خطرہ ہے۔ جماعت کو، افرادِ جماعت کو تو ہر جگہ دوہرا خطرہ ہوتا ہے۔ ایک شہری ہونے کی حیثیت سے اور ایک احمدی ہونے کی حیثیت سے۔ ربوہ اور باقی شہروں کے احمدیوں کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ شریروں کے شر اُن پر الٹائے اور اللہ تعالیٰ ہر ملک میں احمدیوں کی حفاظت فرمائے۔ اور یہ دنیا اس حقیقت کو پہچان لے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیے بغیر ان کے لیے کوئی راستہ باقی نہیں ہے۔ ان کی بقا اسی میں ہے کہ اللہ کو پہچانیں اور اللہ کے بھیجے ہوئے کو مانیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کی توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 23/ فروری 2024ء جلد 31 شمارہ 47 صفحہ 02 تا 06)

6

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 09؍ فروری 2024ء بمطابق 09؍ تبلیغ 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جنگِ اُحد کے حوالے سے ابوسفیان کے نعروں کا ذکر ہو رہا تھا جس میں وہ اپنے بتوں کی بڑائی بیان کر رہا تھا اور اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدا تعالیٰ کے لیے غیرت کا اظہار تھا۔ جیسا کہ میں نے کہا تھا کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیرت کا اظہار فرمایا اور ان حالات میں بھی اللہ کا نام بلند کرنے کا نعرہ لگوایا۔ اس ضمن میں مزید حوالے مَیں پیش کروں گا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ’’احادیث میں آتا ہے کہ غزوۂ اُحد میں جب ابوسفیان نے بڑے زور سے کہا کہ لَنَا عُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ۔ یعنی ہماری تائید میں ہمارا عزیٰ بت ہے مگر تمہاری تائید میں کوئی بت نہیں تو اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ تم کہو لَنَا مَوْلٰی وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ۔ ہمارا والی اور ہمارا مددگار ہمارا حیّ و قیوم خدا ہے مگر تمہارا کوئی والی اور مددگار نہیں۔‘‘ فرماتے ہیں کہ ’’یہ اَنتَ مَولٰنَا کی سچائی کا کیسا عملی ثبوت تھا کہ تلواروں کے سایہ میں بھی انہوں نے یہی کہا کہ اللہ ہمیں بچا سکتا ہے۔‘‘ (تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 660)

پھر آپؓ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ’’جب مسلمانوں کے کانوں میں یہ آواز پڑی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو وہ جلدی جلدی واپس لوٹے اور انہوں نے آپؐ کے اوپر سے لاشوں کو ہٹایا۔ معلوم ہوا کہ آپؐ ابھی زندہ ہیں اور سانس لے رہے ہیں۔ اس وقت سب سے پہلے آپؐ کے خَود کا کیل نکالا گیا۔ یہ کیل نکلتا نہیں تھا آخر ایک صحابیؓ نے اپنے دانتوں سے نکالا جس کی وجہ سے ان کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ پھر آپؐ کے منہ پر پانی چھڑکا گیا تو آپؐ ہوش میں آ گئے۔ اکثر صحابہؓ تو تتر بتر ہو چکے تھے صرف چند صحابہؓ کا گروہ آپؐ کے پاس تھا۔ آپ نے ان سے فرمایا ہمیں اب پہاڑ کے دامن میں چلے جانا چاہئے۔ چنانچہ آپؐ ان کو لے کر ایک پہاڑی کے دامن میں چلے گئے اور پھر باقی لشکر بھی آہستہ آہستہ اکٹھا ہونا شروع ہوا۔ کفار کا لشکر جب واپس جا رہا تھا تو ابوسفیان نے بلند آواز سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا اور کہا ہم نے اسے مار دیا ہے۔ صحابہؓ نے جواب دینا چاہا مگر آپؐ نے ان کو روک دیا۔ فرمایا: یہ موقعہ نہیں۔ ہمارے آدمی تتر بتر ہو چکے ہیں کچھ مارے گئے ہیں اور کچھ زخمی ہیں۔ ہم تھوڑے سے آدمی یہاں ہیں اور پھر تھکے ماندے ہیں۔ کفار کا لشکر تین ہزار کا ہے اور وہ بالکل سلامت ہے۔ ایسی حالت میں جواب دینا مناسب نہیں۔ وہ اگر کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھے مار دیا ہے تو کہنے دو۔ چنانچہ آپؐ کی ہدایت کے مطابق صحابہؓ خاموش رہے۔ جب ابوسفیان کو کوئی جواب نہ ملا تو اس نے کہا ہم نے ابوبکرؓ کو بھی مار دیا ہے۔ آپؐ نے صحابہؓ کو پھر جواب دینے سے روک دیا اور فرمایا خاموش رہو۔ وہ کہتا ہے تو کہنے دو چنانچہ صحابہؓ اس پر بھی خاموش رہے۔ ابوسفیان کو جب پھر کوئی جواب

نہ ملا تو اس نے کہا ہم نے عمرؓ کو بھی مار دیا ہے۔ حضرت عمرؓ بڑے تیز طبیعت کے تھے۔ آپؓ بولنے لگے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو منع کر دیا۔ بعد میں آپ نے بتایا" حضرت عمرؓ نے بعد میں یہ کہا "کہ میں کہنے لگا تھا کہ تم کہتے ہو ہم نے عمرؓ کو مار دیا ہے حالانکہ عمرؓ اب بھی تمہارا سر توڑنے کے لئے موجود ہے۔ بہر حال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی جواب دینے سے منع کر دیا۔ جب ابوسفیان نے دیکھا کہ کوئی جواب نہیں آیا تو اس نے نعرہ مارا۔ اُعْلُ هُبَلْ۔ اُعْلُ هُبَلْ۔ یعنی ہبل دیوتا جسے ابوسفیان بڑا سمجھتا تھا اس کی شان بلند ہو۔ ہبل کی شان بلند ہو۔ (یعنی آخر ہمارے ہبل نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھیوں کو مار ہی دیا۔) صحابہؓ کو چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بولنے اور جواب دینے سے منع فرمایا تھا اس لئے وہ اب بھی خاموش رہے مگر خدا کا وہ رسولؐ جس نے اپنی موت کی خبر سن کر کہا تھا خاموش رہو جواب مت دو۔ حضرت ابو بکرؓ کی موت کی خبر سن کر کہا تھا خاموش رہو جواب مت دو۔ حضرت عمرؓ کی موت کی خبر سن کر کہا تھا خاموش رہو جواب مت دو اور جو بار بار کہتا تھا کہ اس وقت ہمارا لشکر پراگندہ ہے اور خطرہ ہے کہ دشمن پھر حملہ نہ کر دے اس لئے خاموشی کے ساتھ اس کی باتیں سنتے چلے جاؤ۔

اس مقدس انسانؐ کے کانوں میں جب یہ آواز پڑی اُعْلُ هُبَلْ۔ اُعْلُ هُبَلْ۔ ہبل کی شان بلند ہو، ہبل کی شان بلند ہو تو اس کے جذبۂ توحید نے جوش مارا کیونکہ اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال نہیں تھا اب ابو بکرؓ اور عمرؓ کا سوال نہیں تھا۔ اب اللہ تعالیٰ کی عزت کا سوال تھا۔ آپؐ نے بڑے جوش سے فرمایا تم کیوں جواب نہیں دیتے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم کیا جواب دیں؟ آپؐ نے فرمایا کہو اَللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ۔ اَللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ۔ ہبل کیا چیز ہے خدا تعالیٰ کی شان بلند ہے خدا تعالیٰ کی شان بلند ہے۔ یہ کتنا شاندار مظاہرہ آپؐ کے جذبۂ توحید کا ہے۔ آپؐ نے تین دفعہ صحابہؓ کو جواب دینے سے روکا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کو خطرہ کی اہمیت کا پورا احساس تھا۔ آپؐ جانتے تھے کہ اسلامی لشکر تتر بتر ہو گیا ہے اور بہت کم لوگ آپؐ کے ساتھ ہیں۔ اکثر صحابہؓ زخمی ہو گئے ہیں اور باقی تھکے ہوئے ہیں۔ اگر دشمن کو یہ معلوم ہو گیا کہ اسلامی لشکر کا ایک حصہ جمع ہے تو وہ کہیں پھر حملہ کرنے کی جرأت نہ کرے مگر ان حالات کے باوجود جب خدا تعالیٰ کی عزت کا سوال آیا تو آپؐ نے خاموش رہنا برداشت نہ کیا اور سمجھا کہ دشمن کو خواہ پتہ لگے یا نہ لگے۔ خواہ وہ حملہ کرے اور ہمیں ہلاک کر دے اب ہم خاموش نہیں رہیں گے۔ چنانچہ آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا تم خاموش کیوں ہو؟ جواب کیوں نہیں دیتے کہ اَللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ۔ اَللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ۔"

(تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 341-342)

یہ سارا بیان آپؓ نے سورت کوثر کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے۔ اس کی تفصیل اگر پڑھنی ہے تو تفسیر کبیر میں سے پڑھیں۔ اَور بھی بہت ساری باتیں علم میں اضافے کے لیے وہاں سے مل جائیں گی۔ پھر ایک جگہ آپؓ فرماتے ہیں کہ:

"مکہ کے جن اکابر نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مارنا چاہا کیا آج دنیا میں ان لوگوں کا کوئی نام لیوا ہے؟ اُحد کے مقام پر ابوسفیان نے آواز دی تھی اور کہا تھا کیا تم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے؟ اور جب اس کا جواب نہ ملا تو اس نے کہا ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مار ڈالا ہے۔ پھر اس نے آواز دی۔ کیا تم میں ابو بکرؓ ہے؟ اور جب اس کا بھی جواب نہ ملا تو اس نے کہا ہم نے ابو بکرؓ کو بھی مار ڈالا ہے۔ پھر اس نے پوچھا کیا تم

میں عمرؓ ہے؟ جب اس کا بھی جواب نہ ملا تو اس نے کہا ہم نے عمرؓ کو بھی مار ڈالا ہے۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ اُحد) لیکن آج جاؤ اور دنیا کے کناروں پر اس آواز دینے والے کے ہمنوا کفار کے سردار ابوجہل کو بلاؤ اور آواز دو کہ کیا تم میں ابوجہل ہے؟ تو تم دیکھو گے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر تو کروڑوں آوازیں بلند ہونا شروع ہو جائیں گی اور ساری دنیا بول اٹھے گی کہ ہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود ہیں کیونکہ آپ کی نمائندگی کا شرف ہمیں حاصل ہے۔ لیکن ابوجہل کو بلانے پر تمہیں کسی گوشہ سے بھی آواز اٹھتی سنائی نہیں دے گی۔ ابوجہل کی اولاد آج بھی دنیا میں موجود ہے مگر کسی کو جرأت نہیں کہ وہ یہ کہہ سکے کہ میں ابوجہل کی اولاد میں سے ہوں۔ شاید عتبہ اور شیبہ کی اولاد بھی آج دنیا میں موجود ہو مگر کیا کوئی کہتا ہے کہ میں عتبہ اور شیبہ کی اولاد ہوں۔" (تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 291-290)

پس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بلند کیا اور بلند رکھا۔ پھر اس بارے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ "انبیاء پر جو مصائب آتے ہیں ان میں بھی اللہ تعالیٰ کے ہزار ہا اسرار ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سے مصائب آتے تھے۔ جنگ اُحد میں ایک روایت ہے کہ آپؐ کو ستر تلواروں کے زخم لگے تھے اور مسلمانوں کی ظاہری حالت خراب دیکھ کر کفار کو بڑی خوشی ہوئی۔ چنانچہ ایک کافر نے یہ یقین کر کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کبار سب شہید ہو گئے ہوں گے بآواز بلند پکار کر کہا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں ہے؟ آنحضرتؐ نے کہا کہ خاموش رہو۔ اس کا جواب نہ دو۔ خاموشی سے اسے خوشی ہوئی کہ فوت ہو گئے ہوں گے اس واسطے جواب نہیں آیا۔

پھر اسی طرح اس نے حضرت ابوبکرؓ کے متعلق آواز دیا۔ تب بھی ادھر سے خاموشی اختیار کی۔ پھر اس نے حضرت عمرؓ کے متعلق آواز دیا۔ حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا۔ انہوں نے کہا کمبخت کیا بکتا ہے۔ سب زندہ ہیں۔ ایسی تلخیوں کا دیکھنا بھی ضروری ہوتا ہے مگر ان کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب اس کے بعد کفار ہم پر چڑھائی نہ کریں گے۔" یہ غالباً غزوۂ خندق کے بعد آپ نے فرمایا تھا۔ اُحد کے بعد پھر غزوۂ خندق ہوئی۔ یہ ملفوظات کا کیونکہ حوالہ ہے، ہو سکتا ہے لکھنے والے سے رہ گیا ہو تو یہ غزوہ خندق کے بعد آپؐ نے فرمایا تھا کہ اب اس کے بعد کفار ہم پر چڑھائی نہ کریں گے "بلکہ ہم کفار پر چڑھائی کریں گے۔ مکہ سے نکلنے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسی تلخی کا وقت تھا۔" (ملفوظات جلد 9 صفحہ 267-266)

لیکن اب اللہ تعالیٰ نے حالات بدل دیے۔ **حضرت حنظلہؓ کی شہادت کا واقعہ بیان ہوتا ہے۔** اسی جنگ میں ایک اَور صحابی کی جاں نثاری، بہادری اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنی جان تک قربان کر دینے کا واقعہ ملتا ہے۔ یہ وہ صحابی تھے کہ ان کی بیوی بتاتی ہیں کہ میرے شوہر کو جب پتہ چلا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے لیے روانہ ہو گئے ہیں تو میرے شوہر پر غسلِ جنابت فرض تھا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کی خبر سن کر اتنی جلدی اور بے تابی سے گھر سے نکلے ہیں کہ غسل کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا اور تلوار لے کر میدانِ جنگ کی طرف چل پڑے۔ جنگ کے دوران وہ ایک دفعہ کفار کے سپہ سالار ابوسفیان کے سامنے پہنچ گئے۔ ابوسفیان گھوڑے پر تھا۔ حضرت حنظلہؓ نے اس کے گھوڑے پر

وار کر کے اسے زخمی کر دیا جس کے نتیجہ میں گھوڑے نے ابوسفیان کو نیچے گرا دیا۔ ابوسفیان نیچے گرتے ہی چلانے لگا۔ ادھر حضرت حنظلہؓ نے فوراً تلوار بلند کر کے ابوسفیان کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا مگر اسی وقت شَداد بن اوس کی ان پر نظر پڑی۔ ایک قول کے مطابق صحیح نام شدّاد بن اَسود ہے۔ غرض شدّاد نے حضرت حنظلہؓ کو ابوسفیان پر تلوار بلند کرتے دیکھا تو اس نے جلدی سے حضرت حنظلہؓ پر تلوار کا وار کر کے انہیں شہید کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہؓ کے قتل پر فرمایا کہ تمہارے ساتھی یعنی حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ مَیں فرشتوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ آسمان اور زمین کے درمیان چاندی کے برتنوں میں صاف شفاف پانی لیے حنظلہ کو غسل دے رہے ہیں۔

حضرت حنظلہؓ کی بیوی کا نام جمیلہ تھا اور یہ سردارِ منافقین عبداللہ بن اُبَی بن سلول کی بیٹی اور حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول کی بہن تھیں۔ حضرت جمیلہؓ نے کہا وہ یعنی حضرت حنظلہؓ جنابت کی حالت میں ہی میدان جنگ میں آ گئے تھے یعنی ان کو غسل کرنے کی ضرورت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جمیلہؓ کی آواز سن کر فرمایا 'اسی لیے فرشتے ان کو غسل دے رہے تھے۔' حضرت حنظلہؓ کی حضرت جمیلہؓ کے ساتھ شادی کی یہ پہلی رات تھی جس کی صبح کو جنگ اُحد ہوئی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جمیلہؓ نے بیان کیا کہ جب حنظلہ نے دشمن کے مقابلے کے لیے کوچ کا اعلان سنا تو فوراً بغیر غسل کیے نکل کھڑے ہوئے۔ اسی رات میں حضرت جمیلہؓ نے خواب دیکھا کہ اچانک آسمان میں ایک دروازہ کھلا اور ان کے شوہر حضرت حنظلہؓ اس دروازے میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد فوراً ہی وہ دروازہ بند ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت جمیلہؓ نے اپنی قوم کی چار عورتوں کو اس بات کا گواہ بنایا تھا کہ حنظلہ میرے ساتھ ہمبستری کر چکے ہیں۔ ان کو ایسا اس لیے کرنا پڑا کہ ان کے حمل کے سلسلہ میں لوگوں کو شبہات نہ پیدا ہوں۔ شکوک و شبہات بھی لوگ پیدا کرتے ہیں۔ باتیں بھی بناتے ہیں۔ آج کل بھی ایسے لوگ ہیں جو الزام تراشیاں کرتے ہیں۔ بہرحال حضرت جمیلہؓ نے خود اس شک کو دُور کرنے کے لیے گواہ بنا لیے۔ حضرت جمیلہؓ خود کہتی ہیں کہ ایسا اس لیے کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ آسمان میں ایک دروازہ کھلا جس میں وہ داخل ہو گئے اور دروازہ بند ہو گیا۔ چنانچہ مَیں سمجھ گئی کہ حنظلہ کا وقت آ چکا ہے اور میں ان کے ذریعہ اس رات حاملہ ہو گئی تھی۔ اس حمل سے عبداللہ بن حنظلہ پیدا ہوئے۔ قریش نے حضرت حنظلہؓ کو قتل کرنے کے بعد ان کی لاش کا مُثلہ نہیں کیا تھا یعنی کان ناک آنکھ نہیں کاٹے تھے کیونکہ ان کا باپ ابوعامر راہب قریش کے ساتھ تھا۔ (ماخوذ از السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 328-327 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت سعد بن ربیعؓ کی شہادت کا واقعہ بھی ہے۔ حضرت سعد بن ربیعؓ غزوہ بدر اور اُحد میں شامل ہوئے اور غزوہ اُحد میں شہید ہوئے۔ غزوہ اُحد کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے پاس سعد بن ربیع کی خبر کون لائے گا؟ ایک شخص نے عرض کیا کہ مَیں۔ چنانچہ وہ مقتولین میں جا کر تلاش کرنے لگا۔ حضرت سعدؓ نے اس شخص کو دیکھ کر کہا تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے تا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تمہاری خبر لے کر جاؤں۔ تو حضرت سعدؓ نے کہا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا اسلام عرض کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دینا کہ مجھے نیزے

کے بارہ زخم آئے ہیں اور میرے سے لڑنے والے دوزخ میں پہنچ گئے ہیں یعنی جس نے بھی میرے ساتھ لڑائی کی اس کو میں نے مار دیا۔ اور میری قوم کو یہ کہنا کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی عذر نہیں ہو گا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو جائیں اور تم لوگوں میں سے کوئی ایک بھی زندہ رہا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جو شخص ان کے پاس گیا تھا وہ حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ حضرت سعدؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے کہا۔ اپنی قوم سے کہنا کہ تم سے سعد بن ربیع کہتا ہے کہ اللہ سے ڈرو۔ ایک اَور روایت بھی ہے کہ اور جو عہد تم لوگوں نے عقبہ کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا اس کو یاد کرو۔ اللہ کی قسم! اللہ کے حضور تمہارے لیے کوئی عذر نہ ہو گا اگر کفار تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچ گئے اور تم میں سے کوئی ایک آنکھ حرکت کر رہی ہو یعنی کوئی شخص بھی زندہ باقی رہے۔ یعنی تمہیں اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کے رسولؐ اور اس کے دین کے لیے قربان کر دینی ہیں۔ یہ جذبہ تھا صحابہؓ کا کہ مرتے وقت بھی فکر تھی کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت ہم نے کرنی ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ابھی وہیں تھا یعنی حضرت سعدؓ کے پاس ہی تھا کہ حضرت سعد بن ربیعؓ کی وفات ہو گئی۔ اس وقت وہ زخموں سے چُور تھے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس حاضر ہوا اور آپؐ کو سب بتا دیا کہ یہ گفتگو ہوئی تھی۔ یہ اُن کی حالت تھی اور اس طرح وہ شہید ہو گئے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ وہ زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کا خیر خواہ رہا۔ حضرت سعد بن ربیعؓ اور حضرت خارجہ بن زیدؓ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 396 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(الاستیعاب جلد 2 صفحہ 591-590 دار الجیل بیروت)(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 433 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت سعدؓ کی شہادت کو بیان کرتے ہوئے اس واقعہ کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس طرح لکھا ہے کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی میدان میں اتر آئے ہوئے تھے اور شہداء کی نعشوں کی دیکھ بھال شروع تھی۔ جو نظارہ اس وقت“ یعنی جب جنگ ختم ہو گئی ”مسلمانوں کے سامنے تھا وہ خون کے آنسو رلانے والا تھا۔“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زخمی بھی تھے لیکن آپؐ پھر بھی میدان میں آ گئے۔ شہداء کی نعشوں کی دیکھ بھال شروع ہوئی۔ پھر فرماتے ہیں کہ ”ستر مسلمان خاک وخون میں لتھڑے ہوئے میدان میں پڑے تھے اور عرب کی وحشیانہ رسم مُثلہ کا مہیب نظارہ پیش کر رہے تھے۔“ ان کے اعضاء کاٹے گئے تھے ان کی شکلوں کو بگاڑا گیا تھا۔ ”ان مقتولین میں صرف چھ مہاجر تھے اور باقی سب انصار سے تعلق رکھتے تھے۔ قریش کے مقتولوں کی تعداد تئیس تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا اور رضاعی بھائی حمزہ بن عبد المطلبؓ کی نعش کے پاس پہنچے تو بے خود ہو کر رہ گئے کیونکہ ظالم ہند زوجہ ابوسفیان نے ان کی نعش کو بُری طرح بگاڑا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر تک تو آپؐ خاموشی سے کھڑے رہے اور آپؐ کے چہرہ سے غم وغصہ کے آثار نمایاں تھے۔ ایک لمحہ کے لئے آپؐ کی طبیعت اس طرف بھی مائل ہوئی کہ مکہ کے ان وحشی درندوں کے ساتھ جب تک انہی کا سا سلوک نہ کیا جائے گا وہ غالباً ہوش میں نہیں آئیں گے۔“ ان کو سبق نہیں ملے گا۔ ”مگر آپؐ اس خیال سے رک گئے اور صبر کیا بلکہ اس کے بعد آپؐ نے مُثلہ کی رسم کو“ شکلوں کو بگاڑنے والی جو رسم تھی، اعضاء کاٹنے والی رسم اس کو ”اسلام میں ہمیشہ کے لئے ممنوع قرار دے دیا اور فرمایا کہ دشمن

خواہ کچھ کرے تم اس قسم کے وحشیانہ طریق سے بہر حال باز رہو اور نیکی اور احسان کا طریق اختیار کرو.....“
پھر آپؓ لکھتے ہیں کہ ”قریش نے دوسرے صحابہؓ کی نعشوں کے ساتھ بھی کم و بیش یہی وحشیانہ سلوک کیا تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جحشؓ کی نعش کو بھی بری طرح بگاڑا گیا تھا۔ جوں جوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک نعش سے ہٹ کر دوسری نعش کی طرف جاتے تھے آپؐ کے چہرہ پر غم والم کے آثار زیادہ ہوتے جاتے تھے۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 500)

حضرت مصلح موعودؓ نے ان شہداء اور ان کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے سعد بن ربیع انصاریؓ رئیس انصار کے بارے میں ان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا ذکر کرتے ہوئے یوں بیان فرمایا ہے کہ:

”جنگ اُحد کا ایک واقعہ ہے۔ جنگ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی ابن کعبؓ کو فرمایا کہ جاؤ اور زخمیوں کو دیکھو۔ وہ دیکھتے ہوئے حضرت سعد بن ربیعؓ کے پاس پہنچے جو سخت زخمی تھے اور آخری سانس لے رہے تھے۔ انہوں نے ان سے کہا کہ اپنے متعلقین اور اعزاء کو اگر کوئی پیغام دینا ہو تو مجھے دے دیں۔ حضرت سعدؓ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ میں منتظر ہی تھا کہ کوئی مسلمان ادھر آئے تو پیغام دوں۔ تم میرے ہاتھ میں ہاتھ دے کر وعدہ کرو کہ میرا پیغام ضرور پہنچا دو گے۔“ اب اس حالت میں بھی اتنی ہوش تھی کہ کہا میرے ہاتھ میں ہاتھ دو۔ پکا وعدہ ہونے کا یہ ایک طریق ہے، ایک اظہار ہے کہ میرا پیغام ضرور پہنچا دو گے۔ ”اور اس کے بعد انہوں نے جو پیغام دیا وہ یہ تھا کہ میرے بھائی مسلمانوں کو میرا اسلام پہنچا دینا اور میری قوم اور میرے رشتہ داروں سے کہنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس خدا تعالیٰ کی ایک بہترین امانت ہیں۔ اور ہم اپنی جانوں سے اس امانت کی حفاظت کرتے رہے ہیں۔ اب ہم جاتے ہیں اور اس امانت کی حفاظت تمہارے سپرد کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم اس کی حفاظت میں کمزوری دکھاؤ۔“ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

”دیکھو! ایسے وقت جب انسان سمجھتا ہو کہ میں مر رہا ہوں۔ کیا کیا خیالات اس کے دل میں آتے ہیں۔ وہ سوچتا ہے میری بیوی کا کیا حال ہو گا۔ میرے بچوں کو کون پوچھے گا مگر اس صحابیؓ نے کوئی ایسا پیغام نہ دیا۔ صرف یہی کہا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے اس دنیا سے جاتے ہیں تم بھی اسی راستہ سے ہمارے پیچھے آ جاؤ۔ ان لوگوں کے اندر یہی ایمان کی طاقت تھی جس سے انہوں نے دنیا کو تہ و بالا کر دیا اور قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کے تختے الٹ دیئے۔ قیصر روم حیران تھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ کسریٰ نے اپنے سپہ سالار کو لکھا کہ اگر تم ان عربوں کو بھی شکست نہیں دے سکتے تو پھر واپس آ جاؤ اور گھر میں چوڑیاں پہن کر بیٹھو۔“ یعنی عورتوں کی طرح پھر گھر میں بیٹھو۔ لڑائی کرنے کیوں جاتے ہو؟ اس نے یعنی بادشاہ نے اپنے جرنیل کو یہ کہا کہ ”یہ گوہیں کھانے والے لوگ ہیں ان کو بھی تم نہیں روک سکتے۔“ حقیر گھٹیا غذا کھانے والے لوگ ہیں۔ ”اس نے جواب دیا کہ یہ تو آدمی معلوم ہی نہیں ہوتے۔“ کمانڈر نے کہا کہ یہ تو آدمی نہیں معلوم ہوتے ”یہ تو کوئی بلا ہیں۔ یہ تلواروں اور نیزوں کے اوپر سے کودتے ہوئے آتے ہیں۔“

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 338)

اس واقعہ کو ایک اَور رنگ میں حضرت مصلح موعودؓ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ”اُحد کی جنگ جب ختم ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو زخمیوں کی دیکھ بھال کے لئے روانہ کیا۔ انہوں نے ایک

انصاری صحابی کو دیکھا کہ وہ سخت نازک حالت میں ہیں۔ وہ اس کے قریب گئے اور اس سے کہا کہ بھائی کوئی تمہارا پیغام ہو تو مجھے بتا دو۔ میں تمہارے عزیزوں اور رشتہ داروں تک پہنچا دوں گا۔ اس نے کہا کہ میں اسی تلاش میں تھا کہ مجھے کوئی مدینے والا ملے اور میں اس کے ذریعہ اپنے رشتہ داروں کو ایک پیغام بھجواؤں۔ اچھا ہوا کہ تم مجھے مل گئے۔ لاؤ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو اور وعدہ کرو کہ میرا پیغام میرے خاندان تک پہنچا دو گے۔ انہوں نے ہاتھ میں ہاتھ رکھ کر اقرار کیا کہ میں تمہارا پیغام ضرور پہنچا دوں گا۔ اس پر ان زخمی صحابی نے کہا میرے عزیزوں اور رشتہ داروں اور بھائی بندوں کو جا کر کہہ دینا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری قوم کا بہترین خزانہ ہیں اور یہ ایک قومی امانت ہیں جو ہمارے پاس ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارے دل میں بھی اس قیمتی متاع کی صحیح قدر و قیمت کا احساس ہو گا تاہم میں بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ یہ پیغام تمہیں پہنچا دوں کہ جب تک ہم زندہ رہے ہم نے اس امانت میں خیانت نہیں ہونے دی اور اس کی حفاظت میں اپنا پورا زور صرف کر دیا۔ اب ہم مرنے لگے ہیں اور اپنے پیچھے اس امانت کو چھوڑے جا رہے ہیں۔ میں اپنے تمام بیٹوں، بھائیوں اور ان کی اولاد سے یہ امید کرتا ہوں کہ وہ اپنی جان سے بھی زیادہ اس مقدس امانت کی حفاظت کریں گے اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی واقع نہیں ہونے دیں گے۔" (تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 185)

ایک اَور جگہ آپؓ نے اس کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ "ایک انصاری رئیس زخمی پڑے تھے اور ان کی حالت ایسی تھی کہ چند منٹ میں ہی فوت ہونے والے تھے۔ ایک صحابیؓ دیکھتے دیکھتے ان کے پاس پہنچے اور بیٹھ گئے۔ حال دریافت کیا اور کہا کوئی پیغام اپنے بیوی بچوں اور رشتہ داروں کو دینا ہو تو دے دو۔ انہوں نے کہا کہ ہاں میں اسی انتظار میں تھا کہ کوئی مسلمان ملے تو اس کے ہاتھ پیغام بھیجوں۔" آپؓ فرماتے ہیں کہ "ہر شخص جانتا ہے کہ موت کا وقت گھر میں بھی کیسا سخت ہوتا ہے۔" انسان مر رہا ہو چاہے گھر میں بھی ہو بڑا سخت وقت ہوتا ہے۔ "مرنے والے کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ چند منٹ بھی اَور مل جائیں تو بیوی بچوں اور بہن بھائیوں سے کوئی اَور بات کر لوں۔ ان کے لئے کوئی وصیت کر جاؤں لیکن وہ صحابیؓ بیوی بچوں کے پاس نہیں تھے۔ گھر میں نہیں پڑے تھے۔ کسی ہسپتال میں نرم بستر پر نہیں لیٹے تھے بلکہ پتھریلی زمین پر پڑے تھے مگر ایسی حالت میں بھی انہوں نے یہ پیغام نہیں دیا کہ میری بیوی کو سلام دینا اور اسے کہنا کہ بچوں کی اچھی طرح پرورش کرے یا یہ کہ میری جائیداد اس رنگ میں تقسیم ہو یا فلاں فلاں جگہ میرا مال ہے وہ لے لیا جائے" رئیس تھے ناں "بلکہ کہا تو یہ کہا کہ میرے بچوں اور بھائیوں کو میری طرف سے یہ پیغام دینا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس خدا تعالیٰ کی قیمتی امانت ہیں۔ میں نے جب تک جان میں جان تھی اسے قربان کر کے بھی اس امانت کی حفاظت کی اور اب اپنے عزیز بھائیوں اور بچوں کو میری آخری وقت کی یہ وصیت ہے کہ وہ بھی اپنی جانوں کے ساتھ اس امانت کی حفاظت کریں اور یہ کہہ کر دم توڑ دیا۔"

(خطبات محمود جلد 23 صفحہ 45-46، خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 30/ جنوری 1942ء)

ایسے ایسے عشقِ رسولؐ کے اظہار ہیں کہ انسان حیران ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر بھی عشق رسول کی اس روح کو پیدا فرمائے اور جب یہ سوچ پیدا ہو گی تو ہم اللہ تعالیٰ سے تعلق میں بھی بڑھیں گے اور اپنی کمزوریوں کو دُور کرنے کی بھی حقیقت میں کوشش کریں گے تا کہ ہم صحیح اسلامی رنگ اپنی عبادتوں میں، اپنے اخلاق میں، اپنی عادات میں پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اب کچھ مرحومین کا ذکر ہے۔ ان کے جنازے مَیں پڑھاؤں گا۔

پہلا ذکر مکرم ڈاکٹر منصور شبوتی صاحب آف یمن کا ہے۔ منصور شبوتی صاحب یمن میں اسیر راہ مولیٰ تھے۔ احمدیت کی وجہ سے ان کو وہاں پکڑا گیا اور اسیری کے دوران ہی 26/ جنوری کو تریسٹھ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اس لحاظ سے کیونکہ یہ اسیری میں تھے اور احمدیت کی وجہ سے ان کو اسیر کیا گیا اور وہاں صحیح علاج بھی میسر نہیں آیا، کچھ غلط سلوک بھی ان سے ہوا ہو گا۔ بہرحال جو بھی تفصیلات ہیں وہ کم ہیں یا زیادہ، ان کی وہاں اسیری میں وفات ہوئی ہے اس لیے یہ شہید ہی کہلائیں گے اور اس لحاظ سے یہ یمن کے پہلے احمدی شہید ہیں۔ مرحوم نے پسماندگان میں بوڑھی والدہ اور اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے ایمن اور بلال چھوڑے ہیں۔ مرحوم کے بھائی ناصر شبوتی ہیں جو یہاں لندن میں رہتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ان کی میت یکم فروری کو ان کے بیٹے کے حوالے کی گئی لیکن سب احمدی چونکہ قید میں ہیں۔ وہاں انہوں نے تقریباً تمام احمدیوں کو، مردوں کو پکڑا ہوا ہے اس لیے غیر احمدی احباب نے ان کا جنازہ پڑھا اور تدفین ہوئی۔ پھر ناصر شبوتی صاحب یہ کہتے ہیں کہ ان کے دادا عبداللہ محمد عثمان شبوتی یمن کے پہلے یمنی احمدی تھے اور ڈاکٹر منصور شبوتی کے والد محمود عبداللہ شبوتی یمن کے پہلے شاہد مربی تھے۔ مرحوم کی والدہ شاہ رخ نسرین صاحبہ ہیں جو سید بشیر احمد شاہ صاحب ربوہ اور فرخ خانم صاحبہ ربوہ کی بیٹی ہیں۔ فرخ خانم صاحبہ یہ جنود خاندان کی ہیں۔ ان کو اپنی والدہ حلیمہ بانو صاحبہ اور بھائی سید حاجی جنود اللہ صاحب کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل کی توفیق ملی کہ جب امام مہدیؑ آئے تو اس کی بیعت کرو اگرچہ برف کے اوپر سے رینگ کر جانا پڑے۔ چنانچہ یہ لوگ کاشغر سے برف کے پہاڑوں پر چل کر قادیان آئے اور بیعت کی۔ منصور شبوتی صاحب کی جو والدہ تھیں وہ اس خاندان کی فرد تھیں۔ ان کی نانی ان میں شامل تھیں جو برف پہ چل کے آئے۔ واقعہ شہادت کے بارے میں ان کے بیٹے بلال شبوتی نے لکھا ہے کہ سیکیورٹی فورسز ہمارے گھر میں زبردستی گھسیں۔ والد صاحب کو دھکا دیا۔ ان کے سینے پر بندوق رکھ دی۔ پھر مجھے اور والد صاحب کو لے جانے لگے تو والد صاحب نے کہا کہ مجھے بے شک قتل کر دو مگر میرے بیٹے کو نہ لے جاؤ۔ جب غیر احمدیوں میں جنازہ پڑھا گیا تو ان کا ایک احمدی بیٹا جس کی صرف سولہ سال کی عمر ہے، وہ شامل ہوا تھا۔ اَور کوئی احمدی مرد نہیں تھا۔ بہرحال کہتے ہیں کہ انہوں نے والد صاحب سے پیسے چھین لیے اور انہوں نے کہا کہ تمہیں باہر سے کوئی پیسے بھیجتا ہے۔ والد صاحب نے کہا مجھے کوئی باہر سے پیسے نہیں بھیجتا۔ میری اپنی محنت کی کمائی ہے۔ یہ غلط فہمی تو ہر جگہ علماء نے، نام نہاد علماء نے غیر احمدیوں میں پیدا کی ہوئی ہے کہ نعوذ باللہ ہم مغربی طاقتوں سے پیسے لے کے کھاتے ہیں اور ان کے اسلام کے خلاف ہمارا ایجنڈا ہے حالانکہ ہر احمدی تو خود مالی قربانی کر کے اسلام کے پیغام کو دنیا میں پہنچا رہا ہے اور انسانیت کی خدمت کر رہا ہے۔ بہرحال اس کی باقی تفصیل تو لمبی ہے۔

اس کے بعد مَیں ان کی اہلیہ کا بیان جو انہوں نے پیغام مجھے بھیجا، بیان کر دیتا ہوں۔ یہ کہتی ہیں کہ انہوں نے یعنی قید کرنے والوں نے مجھے وہ جگہ دکھائی جہاں میرے میاں کو قید میں رکھا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ میرے میاں اپنے کمرے میں اکثر نماز اور نوافل میں روتے تھے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ ڈاکٹر صاحب کو اس وجہ سے قید کیا گیا تھا کہ بعض احمدیوں نے اطلاع دی تھی کہ ڈاکٹر صاحب کو برطانیہ سے پیسے آتے ہیں جنہیں وہ یمن میں Militia فورسز تیار کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ یونہی جھوٹے الزام۔ مگر تحقیق سے یہ بات

غلط نکلی۔ ہم انہیں رہا کرنے ہی والے تھے کہ پریشانی کی وجہ سے ان کی صحت خراب ہو گئی۔ بہر حال یہ ان کا بیان ہے جو انہوں نے ان کی اہلیہ کو کہا۔ ہو سکتا ہے کہ ہائی کمان کا رویّہ اَور ہو اور نچلے جو ہیں وہ اَور بھی زیادہ اپنی من مانیاں کرنے والے ہوتے ہیں اور ان کی سختی کی وجہ سے ان کی صحت پہ اثر پڑا ہو۔

بہر حال ان کے بھائی ناصر شبوتی ان کی سیرت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے بھائی ڈاکٹر منصور شبوتی بہت مہربان اور خیر خواہ بھائی تھے۔ پڑھائی میں بہت ہوشیار، پورے ملک کے پہلے دس طلبہ میں سے تھے جنہیں گورنمنٹ کی طرف سے انعام بھی دیا گیا تھا۔ نماز پنجوقتہ اور تہجد کے پابند، فجر کے بعد باقاعدگی سے تلاوت قرآن کرتے، چندوں میں بڑے باقاعدہ تھے۔ رشتہ داروں سے پہلے دوسروں کا علاج کرتے اور مدد کرتے۔ مریضوں کے ساتھ ہمیشہ ہنس کر بات کرتے۔ غریب مریضوں سے کوئی پیسہ نہ لیتے۔ دوائی بھی دیتے اور اگر کسی کو ہسپتال داخل کرنے کی ضرورت ہوتی تو اس میں مدد کرتے۔ غرباء کے آپریشن کی صورت میں اپنی تنخواہ سے آپریشن کی فیس چھوڑ دیتے تھے۔ پھر کہتے ہیں کہ ہمارے ہمسایوں میں سے جب بھی کوئی بیمار ہوتا تو وہ بھائی کے پاس علاج کے لیے آتا۔ اور جب وہ دوسرے شہر صنعا میں چلے گئے تو ہمسائے بہت افسردہ ہوئے۔ والدین کے ساتھ بہت حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ انہیں حج بھی کروایا۔

ڈاکٹر صاحب کی والدہ شاہ رخ نسرین صاحبہ کہتی ہیں کہ جب میں حاملہ تھی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ربوہ کی ایک نیک خاتون جس کا نام زینب تھا میری والدہ کو گود میں اٹھا کر کہتی ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آ رہے ہیں۔ میں حضور علیہ السلام کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھتی ہوں لیکن کوئی نظر نہیں آتا۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔ ڈاکٹر صاحب کو بچپن سے ہی تبلیغ کا شوق تھا۔ سکول میں دینیات کے استاد کو احمدیت کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ استاد بھی بغیر کسی مخالفت کے ان کی بات سنتے تھے۔

ان کے ایک بیٹے ایمن شبوتی جرمنی میں ہیں وہ کہتے ہیں والد مرحوم نے کبھی بھی مجھے نہ ڈانٹا نہ مارا۔ صرف ایک دفعہ کی ایک مار یاد ہے۔ میں تیرہ سال کا تھا اور اس وقت میں نے باجماعت نماز پڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔ پھر اس پہ ذرا سی مجھے مار پڑی تھی۔ باقی کبھی نہیں۔ کہتے ہیں کہ والد صاحب ہمیشہ مجھے مشکلات میں دعا کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ خود بھی عمل کرتے تھے۔ میں نے انہیں سجدوں میں روتے دیکھا ہے۔ سکول میں جب تھا، جب بچے تھے تو کہتے ہیں کہ ہمیں فجر کی نماز پہ جگاتے۔ باجماعت نماز ادا کرتے۔ اس کے بعد تلاوت کرتے۔ پی ایچ ڈی انہوں نے سرجری میں کی۔ اس کے لیے اردن گئے تھے وہاں پانچ سال رہے۔ کہتے ہیں میں بھی ان کے پاس وہاں گیا تو مسجد جہاں جمعہ ہوتا تھا یا جو سینٹر تھا وہ ایک گھنٹہ دُور تھا۔ ہر جمعہ ڈرائیو کر کے وہاں جایا کرتے تھے۔ مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ جماعتی کتب بکثرت پڑھتے تھے۔ کہتے ہیں جب اردن سے واپس آئے تو بیگ کافی وزنی تھا تو میں سمجھا کہ کافی تحائف لائے ہیں۔ بچوں کو ہوتا ہے ناں شوق کہ والدین لائیں لیکن بیگ میں تحائف تو نہیں تھے۔ تفسیر کبیر کا عربی ترجمہ اور کچھ اَور جماعتی کتب تھیں۔

رشتہ داروں سے خواہ وہ غیر احمدی ہوں ملنے جاتے۔ کہتے ہیں مجھے اور میری والدہ کو بھی ساتھ لے جاتے۔ جب میں ان سے پوچھتا کہ غیر احمدی رشتہ داروں سے ملنا کیوں ضروری ہے؟ تو کہتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کا حکم دیا ہے۔ اگر رحمی رشتے داروں سے تعلق نہ رکھیں گے تو اس سے پھر اللہ تعالیٰ ناراض ہو گا۔ مروہ شبوتی صاحبہ کہتی ہیں بہت محترم، صاحبِ اخلاق، نیک، ہمیشہ مسکرانے والے، پیار

کرنے والے، تعاون کرنے والے، شریف، سخی، رحیم و کریم اور بہت ذہین تھے۔ ہمیشہ پڑھائی میں نمایاں رہے اور سارے یمن میں مشہور ڈاکٹر تھے۔ خدمت خلق اور احمدیت کی خدمت میں بہت نمایاں تھے۔ احمدیوں اور غیر احمدیوں سب میں محبوب تھے اور سب کو، غیر احمدیوں کو بھی ان کی وفات پہ بڑا صدمہ ہے۔

غیر از جماعت لوگوں کے تاثرات بھی ہیں۔ یمن کی ڈاکٹرز یونین نے یہ بیان دیا کہ ہمّ و غم اور افسوس کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ جنرل سرجری کنسلٹنٹ ڈاکٹر منصور شبوتی وفات پاگئے۔ فلاں دن کو وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ پھر آگے یہی میڈیکل کونسل والے کہتے ہیں کہ ان کی پراسرار وفات سے طبی حلقوں میں سخت پریشانی اور بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ اب تک ملنے والی معلومات کے مطابق گرفتاری سے قبل ڈاکٹر منصور کی صحت بہت اچھی تھی۔ نہ ان کی گرفتاری کا سبب بتایا گیا اور نہ ہی دو ہفتوں تک یہ معلوم ہو سکا کہ انہیں کہاں لے جایا گیا ہے۔ وفات سے صرف ایک دو دن پہلے انہیں نہایت خراب حالت کے ساتھ منظر عام پر لایا گیا۔

ان کے بعض غیر احمدی دوستوں نے بھی سوشل میڈیا پہ لکھا ہے۔ ایک غیر از جماعت ڈاکٹر خالد ادیب کہتے ہیں میں پہلی دفعہ صنعا ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں کام کرنے گیا تو وہاں بہت سے ڈاکٹرز کو ایک نوجوان ڈاکٹر کے ارد گرد کھڑے دیکھا۔ میرے پوچھنے پر ایک ساتھی نے بتایا کہ یہ ڈاکٹر منصور شبوتی ہیں جو جنرل سرجری کنسلٹنٹ ہے اور سب ڈاکٹروں سے زیادہ انتھک اور مستعد تعاون کرنے والے ہیں۔ سب ڈاکٹر اور طلبہ ان کے ساتھ ڈیوٹی دینا پسند کرتے ہیں کیونکہ ان کی بڑی کوشش ہوتی ہے کہ سب کو زیادہ سے زیادہ معلومات دیں اور سمجھائیں۔ نہ انہیں مال کا لالچ ہے، نہ عہدے کا، نہ شہرت کا۔ مرحوم نہایت ٹھنڈے مزاج والے، نہایت مستعد، اپنی صحت کا خیال رکھنے والے، ہمیشہ مسکرانے والے اور نہایت اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ انانیت اور دنیا کی محبت سے کوسوں دُور تھے۔

ایک دوست نے لکھا کہ آپ کی وفات یمن کے لیے بہت بڑا نقصان ہے۔ یمن نے ایک ایسا نیک شخص کھویا ہے جو نہایت صاف دل تھا اور جس نے اپنی زندگی مریضوں کی خدمت میں گزار دی۔

پھر ایک دوست نے لکھا کہ ڈاکٹر منصور کے ہاتھ میں بہت شفا تھی۔ بہت اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ جنوبی یمن میں تمام اخبارات نے ان کی وفات کی خبر مختلف عناوین کے تحت شائع کی ہے مثلاً ایک خبر یہ ہے کہ مشہور ترین ڈاکٹر کا قتل۔ سب سے مشہور ڈاکٹر کی وفات۔ سب سے معروف ڈاکٹر کا اغوا وغیرہ۔

بہرحال کسی نے یہ بھی مجھے لکھا کہ ان کے ذریعہ سے یمن میں اب احمدیت کا نام کافی پھیلا ہے اور اللہ تعالیٰ کرے تبلیغ کا ذریعہ بھی شاید بن جائے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ ان کے لواحقین کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور حالات بہتر ہوں۔ باقی اس وقت جو بھی وہاں تھوڑی سی چھوٹی سی جماعت ہے اس کے وہاں جو اسیر ان ہیں اللہ تعالیٰ ان اسیر ان کی رہائی کے بھی جلد سامان پیدا فرمائے۔

دوسرا ذکر مکرم صلاح الدین محمد صالح عبدالقادر عودہ صاحب کا ہے جو شریف عودہ صاحب امیر جماعت کبابیر کے والد تھے۔ 31/ جنوری کو دل کی تکلیف ہوئی اور ہسپتال میں آپریشن کے دوران ہی قریباً پچاسی سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ اور تین بیٹے محمد

شریف عودہ صاحب، منیر عودہ صاحب اور امیر عودہ صاحب اور ایک بیٹی منال عودہ ہیں۔ پوتے پوتیاں ہیں۔ ان کے دو پوتے عزیزم مسرور منیر عودہ اور بشیر الدین محمود عودہ ایک جامعہ یوکے میں اور ایک جامعہ کینیڈا میں پڑھ رہے ہیں۔

شریف عودہ صاحب لکھتے ہیں کہ مرحوم کے دادا الحاج صالح عبدالقادر عودہ صاحب فلسطین کے اوّلین احمدیوں میں سے تھے جنہوں نے 1928ء میں بیعت کی۔ ان کے بعد مرحوم کے پڑدادا عبدالقادر عودہ نے بھی بیعت کر لی اور کچھ عرصہ کے بعد مرحوم کے والد محمد عودہ نے بھی بیعت کر لی۔ یوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مرحوم کے والد، دادا اور پڑدادا بھی سبھی احمدی تھے۔ ان کی پیدائش 1939ء میں ہوئی اور یہ پیدائشی احمدی تھے۔ جب مرحوم کی عمر چودہ سال تھی اس وقت ایک دن سخت سردی میں کسی کام سے باہر نکلے اور سردی کے کپڑے صحیح نہیں پہنے ہوئے تھے تو جسم فریز ہو گیا۔ بے ہوش ہو کے گر گئے۔ کافی دیر کی تلاش کے بعد ان کا پتہ لگا تو لے کے آئے اور ہسپتال میں لے کے گئے۔ بڑی مایوس کن حالت تھی تو ڈاکٹر نے کہا کہ اوّل تو ان کا زندہ بچنا بھی معجزہ ہو گا اور اگر یہ بچ بھی گیا تو اب کبھی بھی ان کے اولاد نہیں ہو سکے گی۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں چودھری محمد شریف صاحب مربی تھے انہوں نے لکھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے شفا بھی ہو گئی۔ شادی بھی ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے اولاد بھی دی۔ تین بیٹے اور ایک بیٹی۔ مرحوم اپنے والد کی طرح ساری زندگی مبلغین کی خدمت میں پیش پیش تھے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی دل و جان سے خدمت کرتے تھے اور اس کی گواہی تعزیت کے لیے آنے والے ہر شخص نے دی ہے۔

شریف عودہ صاحب تو کہتے ہیں کہ مہمانوں کو ان کی ضیافت کی عادت پڑ گئی تھی۔ مہمان یہی چاہتے تھے کہ ہم ان کے پاس جائیں اور ضیافت کروائیں۔ ایک پادری نے ملنے کے لیے آنا تھا۔ اس نے کہا کہ ان کے والد صاحب اب یہاں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ابھی وہ باہر گئے ہوئے ہیں تو کہتے ہیں: اچھا میں ابھی نہیں آؤں گا جب وہ آئیں گے تب آؤں گا تا کہ ان کی ضیافت سے لطف اندوز ہو سکوں۔ مرحوم مساکین اور ضرورت مندوں کا بھی خیال رکھنے والے تھے۔ ان پر خرچ کرنے والے تھے۔ ایسے نومبائعین جن کے خاندانوں نے ان سے قطع تعلق کر لیا تھا وہ کبابیر آ کر آباد ہو گئے اور ان سب کو مرحوم نے ایک شفیق باپ کی طرح رکھا۔ ان کی وفات پہ ایک عورت نے کہا کہ میرا خاوند اپنا اکثر وقت مرحوم کے ساتھ گزارتا تھا اور اب وہ کہتا ہے کہ سمجھ نہیں آتی کس کے پاس جاؤں۔ پھر یہ شریف صاحب کہتے ہیں کہ والد صاحب اپنے عملی نمونے سے ہماری تربیت کیا کرتے تھے۔ بجائے سمجھانے کے اپنے عمل سے دکھایا کرتے تھے کہ اس طرح کام کرو۔ والد صاحب کو مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ جماعتی لٹریچر میں سے کوئی نہ کوئی کتاب ان کے زیر مطالعہ رہتی تھی۔ اس لیے ان کی معلومات بھی بہت وسیع تھیں۔

پھر شریف صاحب کہتے ہیں کہ یہ نہیں کہ بڑھاپے میں ان کو ہماری مدد کی ضرورت پڑی ہو۔ ان کو ہماری کسی مدد کی ضرورت نہیں پڑی بلکہ وہ ہماری مدد کیا کرتے تھے اور اس بات پر وہ خوش تھے کہ ان کے بچے جماعت کی خدمت کر رہے ہیں۔

ان کی نواسی ڈاکٹر یاسمین کہتی ہیں۔ میں کچھ سالوں سے اپنے نانا نانی کے ساتھ ان کے گھر میں رہتی تھی۔ میں نے دیکھا کہ میرے نانا مرحوم نمازوں اور تہجد کے پابند اور اکثر وقت مسجد اور مرکز جماعت میں گزارتے تھے۔ مہمانوں کے لیے کھانا پکانا ان کی خدمت کرنا اور مرکز جماعت میں مرمت وغیرہ کے دیگر کام سرانجام دینا ان کا معمول تھا۔ جماعتی کتب کا مطالعہ ان کا محبوب مشغلہ تھا حتی کہ وفات والے دن بھی ان کے بستر پر ایک کتاب کھلی ہوئی موجود تھی۔ کہتی ہیں کہ گھر میں کچھ مرمت کا کام کروانا تھا تو میرے مرحوم نانا نے نانی جان سے کہا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہم نے تو اب جلد فوت ہو جانا ہے اس لیے بہتر ہے کہ گھر کی مرمت پر اٹھنے والی رقم ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیں۔ ڈاکٹروں نے دل کے آپریشن کے وقت دیکھا کہ نہ صرف ان کا دل بہت کمزور ہے بلکہ ان کی شریانیں بھی تقریباً بند ہیں اور حیران تھے کہ یہ اس وقت تک کیسے چلتے پھرتے رہے۔ بہرحال یہ ان کی دعا تھی کہ چلتے پھرتے ہی ان کی موت آ جائے اور ایسا ہی ہوا۔ آخری دن تک چلتے پھرتے رہے کسی کے محتاج نہیں ہوئے۔

شریف عودہ صاحب کہتے ہیں کہ والد صاحب دوسروں پر دل کھول کر خرچ کرنے والے تھے۔ ایک روز ایک بڑی عمر کے رشتہ دار نے مدد کا کہا تو والد صاحب نے اس وقت جو کچھ جیب میں تھا سب کچھ نکال کر ان کو دے دیا۔ مولانا فضل الٰہی بشیر صاحب مرحوم جب کبابیر میں مربی تھے، مبلغ تھے تو ایک بار انہوں نے مرحوم سے کبابیر کی مسجد کے لیے چندہ مانگا۔ مرحوم کے پاس اس وقت کہیں سے بہت بڑی رقم آئی تھی۔ انہوں نے وہ ساری رقم مسجد کے لیے دے دی۔ ایک خادم نے لکھا کہ ان کا ہرنیا کا آپریشن ہوا تو انہوں نے حال پوچھا تو انہوں نے کہا درد یں بہت ہیں۔ میں نے کہا آپ یہاں کام کر رہے ہیں، حال ہی میں آپ نے کام کیا ہے؟ کہتے ہیں ہاں تھوڑا سا کام کیا ہے۔ کچھ چیزیں اٹھا کے ادھر ادھر رکھی ہیں اور ایک دروازہ ٹوٹا ہوا تھا وہ مرمت کیا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ کا آپریشن ہوا ہے اتنے بھاری کام نہ کیا کریں۔ انہوں نے کہا: اس کے بغیر میں رہ نہیں سکتا کہ جماعت کی خدمت بھی میرا کام ہے۔

سیف الدین ابو عصب فلسطین کے ہیں، لکھتے ہیں۔ ہم نے مکرم صلاح الدین عودہ صاحب میں سوائے خیر اور بھلائی کے کچھ نہیں دیکھا۔ اپنے کبابیر میں قیام کے دوران انہیں جماعت کا بہت ہی مخلص فرد پایا۔ بہت محبت کرنے والے اور ہر کسی کی مدد کرنے والے تھے۔ امیر جماعت کے والد ہونے کے باوجود مہمان نوازی کی خدمات انجام دیتے تھے۔ کہتے ہیں مجھے بہت بعد میں پتہ لگا کہ جس طرح وہ خدمت کرتے تھے مجھے کبھی خیال نہیں آیا کہ وہ امیر جماعت کے والد ہوں گے۔ انتہائی انکسار تھا۔ پھر کسی نے مجھے بتایا کہ یہ تو ان کے والد ہیں۔

ڈاکٹر ایمن المالکی کہتے ہیں: نماز فجر پڑھتے اور سیدھے لنگر خانے چلے جاتے اور سارا دن بغیر تھکاوٹ کے رات گئے تک کام کرتے تھے۔ ہفتہ کے سات دن ان کی یہی روٹین تھی۔ خلافت کے عاشق اور نظام جماعت کا بہت احترام کرتے تھے یہاں تک کہ بیٹا امیر تھا تو امیر کو بھی دیکھ کر کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ جماعتی خدمت اور تبلیغ اور جماعتی فرائض کی بجا آوری میں زندگی کے آخر تک بڑے جوش اور جذبے سے مصروف رہے۔ ایسے جوش کی مثالیں بہت کم لوگوں میں نظر آتی ہیں۔ چار خلفاء کا زمانہ انہوں نے دیکھا اور خلافت کے بارے میں بڑی دلچسپ گفتگو کیا کرتے تھے۔

محمد علاونہ صاحب کہتے ہیں بیس سال پہلے بیعت کی اور اس کے بعد جب کبابیر گیا تو بڑے پیار اور اخلاص سے مجھے ملے اور جماعت کی خدمت کرتے ہوئے میں نے ان کو دیکھا۔ بڑی عمر کے باوجود ایسے اخلاص سے کام کرتے تھے جو نوجوانوں میں بھی نظر نہیں آتا۔ بہت مہربان اور ہمدرد تھے۔

نَمر عَجوہ صاحبہ کہتی ہیں میرا تعلق الخلیل شہر سے ہے۔ میں اپنے دو بچوں کے ساتھ جب یہاں آئی تو میرے پاس کوئی گھر نہیں تھا۔ مرحوم نے مجھے کہا کہ اپنی بچیوں کو ہمارے پاس چھوڑ دو اور تم دارالضیافت میں رہ لیا کرو۔ چنانچہ ڈیڑھ ماہ تک وہ میری بچیوں کا خیال رکھتے رہے اور انہیں کھانے پینے کی اور دیگر سہولتیں مہیا کرتے رہے۔ کہتی ہیں وہ میرے لیے ایک شفیق باپ کی طرح تھے ان کی وفات سے مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میرے بدن سے روح نکل گئی۔

شمس الدین صاحب کبابیر کے مربی ہیں۔ کہتے ہیں: مسجد اور مشن ہاؤس کی کوئی بھی پرانی چیز پھینکنا پسند نہیں کرتے تھے بلکہ ان چیزوں کو مرمت کر کے از سر نو استعمال کے قابل بناتے تھے۔ اور یہی بچت کا طریقہ ہے جو باقی جگہوں پہ بھی استعمال ہونا چاہیے۔ بعض دفعہ دیکھا گیا ہے کہ مسجد میں جو لوگ مدد مانگنے آتے تھے ان کے ساتھ بھی مرحوم معزز مہمانوں والا سلوک کرتے تھے اور ان کو بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے۔

رنا عودہ جہانگیر صاحبہ ان کی پوتی ہیں، کہتی ہیں میں نے ہمیشہ اپنے دادا کو تہجد کے لیے صبح جلدی اٹھتے اور پنج وقت نماز کا باقاعدگی سے التزام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ کہتی ہیں کہ میرے دادا غرباء کا بہت خیال رکھتے تھے۔ لوگ کہتے تھے کہ اپنے پیسے اپنی ذات پر بھی خرچ کیا کریں لیکن ان کا جواب ہمیشہ یہ ہوتا تھا کہ میں یہ پیسے ضرورت مندوں کو دینا پسند کرتا ہوں۔ خدا پر ان کو کامل یقین تھا۔ خلافت کے ساتھ بے انتہا محبت تھی۔

اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو، نسل کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور **اگلا ذکر ریحانہ فرحت صاحبہ** اہلیہ کرامت اللہ خادم صاحب مربی سلسلہ ربوہ کا ہے۔ ان کی بھی گذشتہ دنوں 29/ جنوری کو وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے پڑدادا حضرت منشی جلال الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آف بلانی ضلع گجرات کے ذریعہ ہوا تھا جن کا نام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ضمیمہ انجام آتھم میں تین سو تیرہ صحابہؓ کی فہرست میں پہلے نمبر پر درج کیا ہے۔

پسماندگان میں میاں کے علاوہ ایک بیٹا اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ کے بیٹے احسان اللہ صاحب مربی سلسلہ آجکل سپین میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ میدان عمل میں ہونے کی وجہ سے والدہ کے جنازے اور تدفین میں شامل نہیں ہو سکے۔ بعض اَور بھی وجوہات تھیں۔ آپ کے شوہر کرامت اللہ خادم بھی واقفِ زندگی مربی سلسلہ ہیں۔ ان کے داماد آصف محمود بٹ صاحب بھی مربی سلسلہ ہیں۔ تنزانیہ میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

ان کے بیٹے احسان اللہ صاحب مربی لکھتے ہیں کہ ہمارے لیے ہر وقت دعاؤں کا سائبان بنائے رکھتی تھیں۔ پُرسوز تہجد پڑھتیں۔ کام کرتے، چلتے پھرتے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کے دعائیہ اشعار گنگناتی رہتیں۔ اس طرح ان کے ارد گرد رہنے والے بچوں کو بھی وہ شعر یاد ہو جاتے تھے۔ چندہ جات اور

جماعتی خدمت میں باقاعدہ تھیں۔ جب تک صحت رہی جماعتی پروگراموں میں باقاعدگی سے حصہ لیتی رہیں۔ انتہائی شکر گزار، کفایت شعار، صابر اور شاکر تھیں۔ احمدیت پر فخر کرنے والی خاتون تھیں۔

ان کی بیٹی نعمانہ نصرت کہتی ہیں شکر گزاری کا وصف بہت زیادہ تھا۔ اگر کوئی تعریف کے رنگ میں ذکر کرتا کہ ایک ہی بیٹا تھا جو وقف کر دیا تو عاجزی اور شکر گزاری سے کہتیں کہ میں اللہ کا کیسے شکر کروں کہ اللہ تعالیٰ کو ایک دیا تھا اور اس کی رحمت نے مجھے کئی واپس کیے یعنی اپنے پوتوں نواسوں کا ذکر کیا۔ کہتیں کہ سب احمدی ہی واقف زندگی ہیں۔

ربوہ میں پیدا ہوئیں اور ربوہ کی ترقی پر بہت خوشی ہوتیں۔ باہمت اور سلیقہ شعار لجنہ کے طور پر جانی جاتی تھیں۔ کفایت شعاری کے ساتھ باسلیقہ زندگی گزاری اور اس طرح شکر گزاری کرتیں کہ گویا سب سے زیادہ سہولتیں اور سکون انہیں ہی حاصل ہے۔ کبھی یہ شکوہ نہیں کیا کہ مربی کے الاؤنس میں کمی ہے۔ کہتی تھیں جو کچھ مجھے مل رہا ہے اتنی نعمتیں تو کہیں بھی نہیں ملتیں۔ بیٹے کو جماعتی کیسز کی وجہ سے 2017ء میں ہجرت کرنا پڑی۔ جیسا کہ میں نے کہا ناں اَور وجوہات بھی تھیں اور پھر پاکستان جانا ممکن نہ ہو سکا اور والدہ اپنی کمزوریٔ صحت کی وجہ سے ان سے ملاقات کے لیے نہیں جا سکی تھیں لیکن ہمیشہ صبر اور لگن کے ساتھ وقف کی ذمہ داریاں نبھانے کی بیٹے کو تلقین کرتی رہیں۔

ان کی بہو کہتی ہیں کہ بڑے درد اور الحاح سے نماز تہجد ادا کرتیں۔ سچی خوابیں ان کو آیا کرتی تھیں۔ بہت واضح اور سچی خوابیں آیا کرتی تھیں جو صفائی سے پوری ہوتی تھیں۔ ہم حیرت کا شکار ہو جاتے تھے۔ پھر بیٹے کا یہی لکھا ہے کہ cases کی وجہ سے ہجرت کرنی پڑی اور خود بیماری کے باعث جا نہیں سکتی تھیں لیکن کبھی اداسی کا اظہار نہیں کیا۔ ہمیشہ ثابت قدمی سے وقف نبھانے کی تلقین کی۔ یہ کہا کرتی تھیں کہ آج کل تو بہت آسانی ہے، ہر وقت رابطہ رہتا ہے اور کبھی اپنی مامتا کو وقف کے کاموں میں رکاوٹ نہیں بننے دیا۔ کسی نے ان کو کہا کہ اب لمبا عرصہ ہو گیا ہے تو وہاں جا کے ملنے کے لیے خلیفہ وقت کو لکھیں تو آپ کا انتظام ہو جائے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے بیٹا وقف کیا ہوا ہے اور میں اس قسم کے مطالبات نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے درجات بلند فرمائے۔ لواحقین کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 01/ مارچ 2024ء جلد 31 شمارہ 53 صفحہ 02 تا 08)

7

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 16/ فروری 2024ء بمطابق 16/ تبلیغ 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جنگ اُحد کے واقعات کے حوالے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے پہلو اور صحابہؓ کا آپؐ کے ساتھ عشق و وفا کا تعلق، اس کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس حوالے سے حضرت خارجہ بن زیدؓ کی شہادت کا بھی ذکر ملتا ہے۔ حضرت خارجہؓ نے غزوۂ اُحد میں بڑی بہادری اور جوانمردی سے لڑتے ہوئے شہادت کا رتبہ پایا۔ تیروں کی زد میں آگئے اور آپؓ کو تیرہ سے زائد زخم لگے۔ آپؓ زخموں سے نڈھال پڑے تھے کہ پاس سے صفوان بن امیہ گزرا۔ اس نے انہیں پہچان کر حملہ کر کے شہید کر دیا۔ پھر ان کا مُثلہ بھی کیا اور کہا کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے بدر میں ابو علی کو قتل کیا تھا یعنی میرے باپ اُمیہ بن خلف کو قتل کیا تھا۔ اب مجھے موقع ملا ہے کہ ان اصحابِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے بہترین لوگوں کو قتل کروں اور اپنا دل ٹھنڈا کروں۔ اس نے حضرت ابن قوقلؓ، حضرت خَارِجہ بن زیدؓ اور حضرت اَوس بن اَرْقمؓ کو شہید کیا۔ حضرت خارجہؓ اور حضرت سعد بن ربیعؓ جو کہ آپ کے چچازاد بھائی تھے ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

(الاستیعاب جلد 2 صفحہ 4-3 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

روایت ہے کہ اُحد کے دن حضرت عباس بن عُبادہؓ اونچی آواز سے کہہ رہے تھے کہ اے مسلمانوں کے گروہ! اللہ اور اپنے نبی سے جڑے رہو۔ جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے یہ اپنے نبی کی نافرمانی سے پہنچی ہے۔ وہ تمہیں مدد کا وعدہ دیتا تھا لیکن تم نے صبر نہیں کیا۔ پھر حضرت عباس بن عبادہؓ نے اپنا خَود اور اپنی زرہ اتاری اور حضرت خارجہ بن زیدؓ سے پوچھا کہ کیا آپ کو اس کی ضرورت ہے؟ خارجہ نے کہا نہیں۔ جس چیز کی تمہیں آرزو ہے وہی میں بھی چاہتا ہوں یعنی شہادت۔ پھر وہ سب دشمن سے بھڑ گئے۔ عباس بن عبادہؓ کہتے تھے کہ ہمارے دیکھتے ہوئے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچی تو ہمارا اپنے رب کے حضور کیا عذر ہو گا۔ اور حضرت خارجہؓ یہ کہتے تھے کہ اپنے رب کے حضور ہمارے پاس نہ تو کوئی عذر ہو گا اور نہ ہی کوئی دلیل۔ حضرت عباس بن عبادہؓ کو سفیان بن عبد شمس سَلمی نے شہید کیا اور خارجہ بن زیدؓ کو تیروں کی وجہ سے جسم پر دس سے زائد زخم لگے۔ (کتاب المغازی جلد 1 صفحہ 228-227 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر ایک حوالہ میں ہے کہ غزوۂ اُحد کے دن حضرت مالک بن دُخْشُمؓ حضرت خارجہ بن زیدؓ کے پاس سے گزرے۔ حضرت خارجہؓ زخموں سے چُور بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کو تیرہ کے قریب مہلک زخم آئے تھے۔ حضرت مالکؓ نے ان سے کہا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیے گئے ہیں۔ یہ کافروں کے دوبارہ حملے کے بعد کا ذکر ہے۔ حضرت خارجہؓ نے کہا کہ اگر آپؐ کو شہید کر دیا

گیا ہے تو یقیناً اللہ زندہ ہے اور وہ نہیں مرے گا۔ یہ تھا ان لوگوں کا ایمان۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام پہنچا دیا تم بھی اپنے دین کے لیے قتال کرو۔

(کتاب المغازی جلد 1 صفحہ 243 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

لیکن اب دشمن لڑ رہا ہے تمہارے سے تو تم لڑو۔ ہمارا کام بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر جانیں قربان کرنا ہے۔ پھر حضرت شماس بن عثمانؓ کی شہادت کا ذکر ہے۔ حضرت شماس بن عثمانؓ غزوۂ بدر اور اُحد میں شامل ہوئے۔ آپؓ غزوہ اُحد میں بہت جانفشانی سے لڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شماس بن عثمان کو ڈھال کی مانند پایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں یا بائیں جس طرف بھی نظر اٹھاتے شماس کو وہیں پاتے جو جنگِ اُحد میں اپنی تلوار سے مدافعت کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی طاری ہو گئی جب آپؐ پر حملہ ہوا اور پتھر آ کے لگا۔ حضرت شماسؓ نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈھال بنا لیا تھا یہاں تک کہ آپؐ شدید زخمی ہو گئے اور آپ یعنی حضرت شماسؓ کو اسی حالت میں مدینہ اٹھا کر لایا گیا۔ آپؓ میں ابھی کچھ جان باقی تھی۔ ان کو حضرت عائشہؓ کے ہاں لے جایا گیا۔ حضرت ام سلمہؓ نے کہا کہ کیا میرے چچازاد بھائی کو میرے سوا کسی اَور کے ہاں لے جایا جائے گا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں حضرت ام سلمہؓ کے پاس اٹھا کر لے جاؤ۔ پس آپ کو وہیں لے جایا گیا اور آپ نے انہی کے گھر وفات پائی۔ آپ اُحد سے زخمی ہو کے آئے تھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت شماسؓ کو مقام اُحد میں لے جا کر انہی کپڑوں میں دفن کیا گیا۔ دو دن بعد مدینہ میں وفات ہو گئی لیکن دفن ان کو اُحد میں جا کے کیا گیا۔ جب جنگ کے بعد آپؐ کو زخمی حالت میں اٹھا کر مدینہ لایا گیا تو وہاں ایک دن اور ایک رات تک زندہ رہے تھے اور اس دوران کہا جاتا ہے کہ انہوں نے کچھ کھایا پیا نہیں۔ انتہائی کمزوری کی حالت تھی بلکہ بیہوشی کی حالت تھی۔ حضرت شماسؓ کی وفات چونتیس سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ نوجوان تھے۔

حضرت شماس بن عثمانؓ کے بارے میں تاریخ نے ایسا واقعہ محفوظ کیا ہے جو اُن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی ایک مثال بن گیا ہے اور اسلام کی خاطر قربانی کے اعلیٰ ترین معیار قائم کرنے کی بھی مثال ہے۔ جنگِ اُحد میں جہاں حضرت طلحہؓ کی عشق و محبت کی داستان کا ذکر ملتا ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنا ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے سامنے رکھا کہ کوئی تیر آپؐ کو نہ لگے وہاں حضرت شماسؓ نے بھی بڑا عظیم کردار ادا کیا۔ حضرت شماسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو گئے اور ہر حملہ اپنے اوپر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شماسؓ کے بارے میں فرمایا کہ شماس کو اگر میں کسی چیز سے تشبیہ دوں تو ڈھال سے تشبیہ دوں گا کہ وہ اُحد کے میدان میں میرے لیے ایک ڈھال ہی تو بن گیا تھا۔ وہ میرے آگے پیچھے دائیں اور بائیں حفاظت کرتے ہوئے آخر دم تک لڑتا رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس طرف نظر ڈالتے آپؐ فرماتے ہیں شماس انتہائی بہادری سے وہاں مجھے لڑتے ہوئے نظر آتا۔ جب دشمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے میں کامیاب ہو گیا اور آپؐ کو غشی کی کیفیت طاری ہوئی۔ آپؐ گر گئے تب بھی شماس ہی ڈھال بن کر آگے کھڑے رہے یہاں تک کہ خود شدید زخمی ہو گئے۔ اسی حالت میں انہیں مدینہ لایا گیا۔ حضرت ام سلمہؓ نے کہا یہ میرے چچا کے بیٹے ہیں۔ میں ان کی قریبی ہوں۔ رشتہ دار

ہوں اس لیے میرے گھر میں ان کی تیمار داری اور علاج وغیرہ ہونا چاہیے لیکن زخموں کی شدت کی وجہ سے ڈیڑھ دو دن بعد ہی ان کی وفات ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شماس کو بھی اس کے کپڑوں میں ہی دفن کیا جائے جس طرح باقی شہداء کو کیا گیا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 186 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر حضرت نعمان بن مالکؓ کی شہادت کا ذکر ہے۔ حضرت نعمان بن مالکؓ غزوۂ بدر و اُحد میں شریک ہوئے اور غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔ انہیں صفوان بن امیہؓ نے شہید کیا تھا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت نعمان بن مالکؓ کو اَبَان بن سعید نے شہید کیا تھا۔ حضرت نعمان بن مالکؓ، حضرت مُجذر بن زیادؓ اور حضرت عبادہ بن حَسحاسؓ کو غزوۂ اُحد کے موقع پر ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 414 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 157 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیرت ابن ہشام صفحہ 468، 560 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(عمدۃ القاری جلد 14 صفحہ 183 مطبوعہ دار احیاء التراث بیروت)

حضرت نعمان بن مالکؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ اُحد کے لیے نکلتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عبداللہ بن ابی بن سلول سے مشورہ کے وقت عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! بخدا میں جنت میں ضرور داخل ہوں گا۔ بڑی تحدی سے فرما رہے ہیں۔ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مَیں جنت میں ضرور داخل ہوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیسے؟ تو حضرت نعمانؓ نے عرض کیا اس وجہ سے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور میں لڑائی سے ہرگز نہیں بھاگوں گا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔ چنانچہ وہ اسی روز شہید ہو گئے۔ (اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 322 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

خالد بن ابومالک جَعدی روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے اپنے والد کی کتاب میں یہ روایت پائی کہ حضرت نعمان بن قَوقل انصاریؓ نے دعا کی تھی کہ مجھے تیری قسم اے میرے ربّ! ابھی سورج غروب نہیں ہو گا کہ میں اپنے لنگڑے پن کے ساتھ جنت کی سرسبزی میں چل رہا ہوں گا۔ چنانچہ وہ اسی روز شہید ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کر لی کیونکہ میں نے اسے دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کشفی نظارہ دیکھا اور یہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ جنت میں چل رہا تھا اور اس میں کسی قسم کا لنگڑا پن یا لڑکھڑاہٹ نہیں تھی۔

(معرفۃ الصحابہ جلد 4 صفحہ 317 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر **حضرت ثابت بن دَحداحؓ کا ذکر** ہے۔ ثابت بن دحداحؓ نے بھی غزوہ اُحد میں نمایاں شرکت کی۔

(سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 552 دار الاشاعت کراچی)

ان کا نمایاں کردار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر کے بعد مسلمانوں میں سے بعض نے کہا اب جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو تم اپنی قوم کے پاس لوٹ چلو وہ تمہیں امان دیں گے۔ اس پر کچھ دوسرے لوگوں نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو کیا تم اپنے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور اس کے پیغام کے لیے نہیں لڑو گے یہاں تک کہ تم اپنے رب کے حضور شہید ہو کر حاضر ہو جاؤ؟ حضرت ثابت بن دحداحؓ نے انصار سے کہا۔ اے انصار کے گروہ! اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اسے موت نہیں آ سکتی۔ اپنے دین کے لیے قتال کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح و کامرانی عطا کرنے والا ہے۔ یہ سن کر انصاری مسلمانوں کا ایک گروہ اٹھا اور انہوں نے حضرت ثابتؓ کے ساتھ مل کر مشرکین کے اس گروہ پر حملہ کر دیا جس میں خالد بن ولید، عکرمہ بن ابوجہل، عمرو بن عاص اور ضرار بن خطاب تھے۔ مسلمانوں کی اس چھوٹی سی جماعت کو حملہ کرتے دیکھ کر خالد بن ولید نے ان پر سخت جوابی حملہ کیا اور ثابت بن دحداحؓ اور ان کے انصاری ساتھیوں کو شہید کر دیا۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 309 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک اَور روایت میں بیان ہوا ہے کہ عبداللہ بن عمر خَطمی کہتے ہیں: ثابت بن دحداحؓ اُحد کے دن سامنے آئے اور مسلمان اس وقت منتشر اور پریشان حال تھے۔ یہ اونچی آواز میں پکارنے لگے کہ اے گروہ انصار! میرے پاس آؤ۔ میں ثابت بن دحداح ہوں۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم واقعی قتل ہو گئے ہیں تو اللہ زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔ لہٰذا تم اپنے دین کی طرف سے لڑو اللہ تمہیں غالب کرے گا اور تمہاری مدد کرے گا۔ چنانچہ ایک جماعت انصار کی ان کے پاس جمع ہو گئی۔ یہ انصاری تھے اور مسلمانوں کو اپنے ساتھ لے کر کفار پر حملہ کرنے لگے۔ ان کے مقابلے پر کافروں کا ایک سخت لشکر آیا جس میں ان کے سردار خالد بن ولید، عمرو بن عاص، عکرمہ بن ابوجہل اور ضرار بن خطاب تھے۔ یہ سب لوگ مل کر ان پر حملہ کرنے لگے۔ ثابتؓ پر خالد بن ولید نے نیزے سے حملہ کیا اور نیزہ ان کے پار کر دیا۔ ثابت شہید ہو کر گر پڑے اور ان کے ساتھ اَور جو انصار تھے وہ بھی شہید ہو گئے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس دن سب مسلمانوں کے آخر میں یہی لوگ شہید ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ خالد نے بڑھ کر نیزہ مارا جس سے حضرت ثابتؓ زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے۔ لوگ اٹھا کر لائے اور علاج شروع کیا۔ اس وقت تو خون بند ہو گیا اور وہ اچھے ہو گئے لیکن غزوۂ حدیبیہ کے بعد یکایک زخم پھر پھٹ گیا اور اس کے صدمہ سے انہوں نے وفات پائی۔ بہرحال یہ بھی ایک روایت ہے۔ حضرت جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ثابت بن دحداحؓ کے جنازے کے ساتھ پیدل تشریف لے گئے تھے اور گھوڑے پر بیٹھ کر واپس آئے تھے۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 440 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 552 دارالاشاعت کراچی)

(ترمذی ابواب الجنائز باب ما جاء فی الرخصۃ فی ذٰلک حدیث: 1014)

اس روایت سے بھی لگتا ہے کہ یہ جو روایت ہے کہ غزوۂ حدیبیہ کے بعد زخم پھٹنے سے (فوت) ہوئے تھے۔ یہ کمزور روایت ہے۔ اسی موقع پہ ہی شہید ہوئے تھے۔ ایک خاندان کے چار افراد کی شہادت کے بارے میں ذکر ملتا ہے۔ ثابت بن وَقشؓ اور رِفاعہ بن وَقشؓ دونوں بھائی اُحد کے دن شہید ہوئے تھے اور ان کے ہمراہ ثابت بن وقشؓ کے دو بیٹے سَلمہ بن ثابتؓ اور عَمرو بن ثابتؓ بھی شہید ہوئے تھے۔ عمرو بن ثابتؓ کا نام اُصَیرم بھی بیان ہوا ہے اور ان سب کا تعلق انصار کے قبیلے بنو عبد الأشہل سے تھا۔

(ماخوذ از اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 459-458 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

رِفاعہ بن وقشؓ بوڑھے آدمی تھے۔ رِفاعہ اور ثابت دونوں بھائیوں نے جنگ اُحد میں اکٹھے قتال کیا۔ رِفاعہ کو خالد بن ولید نے شہید کیا۔ (ماخوذ از اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 288 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ثابت بن وقشؓ کی شہادت کا واقعہ یوں بیان ہوا ہے۔ ابنِ اسحاق نے لکھا ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کی جنگ کے لیے تشریف لے گئے تو ثابت بن وقشؓ اور حُسیل بن جابرؓ جن کا نام یَمان تھا اور یہ حُذیفہ بن یمان کے باپ تھے وہ دونوں عمر رسیدہ تھے اور اس قلعہ میں تھے جس میں مسلمانوں کی عورتیں اور بچے حفاظت کے لیے پناہ گزین تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ ہماری زیادہ عمر تو باقی نہیں رہی۔ اگر ہم آج نہ مرے تو کل ضرور مر جائیں گے۔ کیا ہم بھی اپنی تلواریں نہ اٹھائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جا ملیں۔ شاید اللہ تعالیٰ ہمیں شہادت نصیب فرما دے۔ پھر یہ دونوں تلوار پکڑ کر کفار پر جا پڑے اور لوگوں میں مل جل گئے یعنی جنگ میں شامل ہو گئے۔

(السیرۃ النبویہ لابن ھشام صفحہ 538-537 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

عَمرو بن ثابت یا اُصَیرِم بھی ان کا نام تھا۔ عمرو بن ثابت بن وقش انصاری جیسا کہ میں نے کہا اُصَیرِم کے نام سے مشہور تھے۔ ان کی والدہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ کی بہن تھیں۔ یہ غزوۂ اُحد کے دن نماز فجر کے بعد مسلمان ہوئے۔ انہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ اس کے بعد وہ اسلام لائے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔ مسلمانوں سے مل کر جہاد کرتے رہے حتی کہ شہید ہو گئے۔

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 6 صفحہ 358 دار السّلام ریسرچ سنٹر)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ یعنی ابوہریرہؓ نے صحابہؓ سے کہا کہ مجھے ایسے شخص کے متعلق بتاؤ جس نے کبھی نماز نہیں پڑھی اور وہ جنتی ہے؟ تو لوگوں کو اس کا علم نہیں تھا۔ آپ سے پوچھنے لگے کہ وہ کون ہے؟ تو آپ نے کہا کہ وہ اُصَیرِم بن عبد الاشہل ہے یعنی عمرو بن ثابت اَقیش۔ ایک روایت میں ہے کہ اُصَیرِم اپنی قوم کے سامنے اسلام کا انکار کرتے تھے۔ جب غزوہ اُحد ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو چکے تھے۔ اُصَیرِم کے سامنے اسلام کی حقیقت واضح ہو گئی تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر اپنی تلوار لے کر اپنی قوم کے پاس آئے اور لوگوں میں جا گھسے اور جنگ کرنے لگے۔ یہاں تک کہ زخموں نے انہیں نڈھال کر دیا۔ اسی اثنا میں بنو عبد الأشہل کے لوگ اپنے شہداء کی لاشیں تلاش کر رہے تھے کہ اچانک ان پر نظر پڑی۔ حیران ہو کر کہنے لگے یہ تو اُصَیرِم ہے لیکن یہاں اسے کون لایا ہے؟ ہم تو اسے چھوڑ کر آئے تھے کہ وہ اسلام سے انکاری ہے۔ پھر انہوں نے ان سے پوچھا اے اُصَیرِم! تم یہاں کیسے پہنچے؟ کیا اپنی قوم کی غیرت کی وجہ سے یا اسلام میں رغبت کی وجہ سے؟ انہوں نے کہا کہ اسلام میں رغبت کی وجہ سے یعنی کہ اسلام کو میں نے سچا مانا ہے اس لیے میں آیا ہوں۔ میں اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر مسلمان ہوا ہوں اور اپنی تلوار لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیّت میں لڑتا رہا یہاں تک کہ میری یہ حالت ہو گئی جو تم لوگ دیکھ رہے ہو۔ پھر انہوں نے لوگوں کے ہاتھوں میں دم توڑ دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جنتی ہے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 4 صفحہ 501 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

میں پہلے جو رک گیا تھا اس لیے کہ آپ نے فرمایا کہ وہ جنتی ہے وہاں رضی اللہ عنہ لکھا ہوا تھا حالانکہ

صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا چاہیے تھا تو غلط فہمی شاید ہو رہی تھی کہ کسی صحابی نے نہ کہا ہو۔ بہر حال اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جنتی ہے۔ اور پہلی جو روایت ہے وہ بھی درست اس لحاظ سے لگتی ہے کہ بغیر نمازیں پڑھے جو جنت میں چلا گیا وہ یہ ہے۔ آخری وقت میں آئے اور شہادت کا رتبہ پایا۔ اس خاندان کے چوتھے شہید حضرت سَلمہ بن ثابتؓ تھے۔ حضرت سَلمہ بن ثابتؓ کا پورا نام سلمہ بن ثابت بن وَقش ہے۔ حضرت سلمہؓ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ غزوۂ اُحد میں ابوسفیان نے حضرت سلمہ بن ثابتؓ کو شہید کیا تھا۔ حضرت سلمہؓ کے والد حضرت ثابت بن وقشؓ اور چچا حضرت رِفاعہ بن وقشؓ اور ان کے بھائی حضرت عمرو بن ثابتؓ بھی غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے تھے۔ اس خاندان کے بہت سارے افراد غزوۂ اُحد میں شریک ہوئے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 337 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ جلد 2 صفحہ 291 مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

مُخَیریق ایک یہودی تھا اور بنو نضیر میں سے تھا۔ محمد بن عمر اسلمی نے ذکر کیا کہ یہ اسلام لے آیا تھا اور بعض نے کہا کہ یہ بنو قینقاع میں سے تھا۔ بعض کے نزدیک یہ بنو ثعلبہ بن فِطْیُون میں سے تھا۔ یہ یہود کے بڑے علماء میں سے تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور اپنے علم سے پہچان لیا تھا لیکن اس پر اپنے دین کی محبت غالب رہی۔ ایمان نہیں لایا۔ ہفتہ کے دن اس نے کہا کہ اے یہود کی جماعت! اللہ کی قسم تم جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کرنا تم پر حق واجب ہے یعنی کہ جمعہ کو لشکر اُحد روانہ ہوا تھا تو اس نے ہفتہ کو اگلے دن کہا۔ لوگوں نے کہا کہ آج تو سبت کا دن ہے۔ آج تو کوئی جنگ والی بات نہیں ہے۔ اس نے کہا تمہارے لیے کوئی سبت نہیں۔ پھر اپنی قوم کے لوگوں کو کہا کہ اگر میں آج قتل ہو گیا تو میرا مال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہو گا وہ جو چاہیں اس میں تصرّف کریں۔ پھر اپنے ہتھیار تھام کر چل پڑا۔ جب لڑائی ہوئی تو یہ لڑتے ہوئے شہید ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مُخَیریق یہود میں سب سے بہتر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مُخَیریق یہود میں سے سبقت لے گیا اور سلمان اہل فارس میں سے سبقت لے گیا اور بلال اہل حبشہ میں سے سبقت لے گیا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 212 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک سیرت نگار نے مُخَیریق کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک رائے یہ ہے کہ اس نے اسلام کی خاطر کفار سے لڑتے لڑتے اپنی جان قربان کر دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے اس کے حق میں توصیفی کلمات جاری ہوئے۔ اس کی بنا پر متعدد سیرت نگاروں اور تاریخ دانوں نے مُخَیریق کو مسلمان گردانا ہے جن میں ابنِ ہشام، سُہیلی، ابن حجر، ابن کثیر، بلاذری، قاضی عِیاض اور امام نَوَوی اور دیگر شامل ہیں۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 6 صفحہ 604)

پھر حضرت عبداللہ بن جحشؓ کا ذکر ہے۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت نے ان کو تمام دنیا سے بے نیاز کر دیا تھا۔ انہیں اگر کوئی تمنا تھی تو صرف یہ کہ جان عزیز کسی طرح راہ خدا میں نثار ہو جائے۔ چنانچہ ان کی یہ آرزو پوری ہوئی اور مُجَدَّعٌ فِی اللّٰہ یعنی خدا کی راہ میں کان کٹا، ان کے نام کا امتیازی نشان ہو گیا۔

ان کی شہادت سے قبل کی ایک مقبول دعا یہ بھی تھی۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے بارے میں ہے کہ

آپ کی دعا کس طرح قبول ہوئی تھی؟ آپ کی شہادت سے قبل ان کی دعا کی قبولیت کا ایک واقعہ مشہور ہے۔ اسحاق بن سعد بن ابی وقاص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے میرے والد یعنی سعد سے غزوۂ اُحد کے دن کہا کہ آؤ! اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ چنانچہ دونوں ایک جانب ہو گئے۔ پہلے حضرت سعدؓ نے دعا کی کہ اے اللہ! جس وقت میں کل دشمنوں سے ملوں تو میرا مقابلہ ایسے شخص سے ہو جو حملہ کرنے میں سخت ہو، بڑا سخت بہادر دشمن ہو اور اس کا رعب غالب ہو۔ پس میں اس سے لڑوں اور اس کو تیری راہ میں قتل کر دوں اور اس کے ہتھیاروں کو لے لوں۔ اس پر عبداللہ بن جحشؓ نے آمین کہی۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے یہ دعا کی۔ پہلے، پہلے کی دعا تھی۔ اب عبداللہ بن جحش کی یہ دعا تھی کہ اے اللہ! کل میرے سامنے ایسا شخص آئے جو حملہ کرنے میں سخت ہو اور اس کا رعب غالب ہو اور اس سے میں تیری خاطر قتال کروں اور وہ مجھ سے قتال کرے۔ وہ غالب آکر مجھے قتل کر دے اور مجھ کو پکڑ کر میری ناک کان کاٹ ڈالے۔

پس جس وقت میں تیرے حضور حاضر ہوں تو تُو مجھ سے پوچھے کہ اے عبداللہ! کس کی راہ میں تیری ناک اور تیرے دونوں کان کاٹے گئے ہیں؟ میں عرض کروں کہ اے اللہ! تیری راہ میں اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں۔ جواب میں تُو یہ کہے کہ تُو نے سچ کہا۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے یہ خواہش رکھی کہ اللہ تعالیٰ بھی کہے کہ تُو نے سچ کہا۔ حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی اس لیے کہ اخیر دن میں مَیں نے ان کی ناک اور دونوں کانوں کو دیکھا کہ ایک دھاگے میں معلق تھے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 194 تا 196 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

یعنی کٹے ہوئے تھے اور انہیں پرویا ہوا تھا۔ صحابہؓ کا اللہ تعالیٰ سے پیار کا عجیب انداز ہوتا تھا۔ حضرت مطلب بن عبداللہ بن حنطبؒ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس روز اُحد کی جانب روانہ ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں مدینہ کے قریب ایک جگہ شیخین کے پاس رات قیام کیا جہاں حضرت ام سلمہؓ ایک بھنی ہوئی دستی لائیں جس میں سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا اسی طرح نبیذ لائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیذ بھی پی۔ یہ بھی ایک قسم کا کھانا ہے جو ہریرے کی طرح پتلا ہوتا ہے۔ پھر ایک شخص نے وہ نبیذ والا پیالہ لے لیا اور اس میں سے کچھ پیا۔ پھر وہ پیالہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے لے لیا اور اس کو ختم کر دیا۔ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ سے کہا کہ کچھ مجھے بھی دے دو۔ تمہیں معلوم ہے کہ کل صبح تم کہاں جاؤ گے؟ یعنی جنگ ہونی ہے کیا پتہ کس نے شہید ہونا ہے کس نے زندہ رہنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے کہا کہ ہاں مجھے معلوم ہے مجھے اپنی شہادت کا یقین ہے۔ پھر کہنے لگے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملنا کہ میں سیر اب ہوں یعنی اچھی طرح کھایا پیا ہو اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اسے پیاسا ہونے کی حالت میں ملوں۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 67 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اللہ تعالیٰ سے ملنا تو ہے تو میں اچھی طرح سیر اب ہو کے ملوں۔ اللہ تعالیٰ سے یہ میری خواہش ہے اس لیے میں یہ پی رہا ہوں۔ صحابہؓ کا اللہ تعالیٰ سے پیار کا یہ عجیب انداز ہے اور اس کے لیے ان کی تیاری کے بھی عجیب رنگ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا تھا۔ حضرت حمزہؓ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے ماموں تھے اور شہادت کے وقت آپؓ کی عمر چالیس سال سے کچھ

زائد تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کے ترکہ کے ولی بنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بیٹے کو خیبر میں مال خرید کر دیا۔ (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 196 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر حضرت ابوسعد خیثمہ بن ابو خیثمہؓ کی شہادت اور اس کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کا ذکر یوں ملتا ہے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی اس کا ذکر ملتا ہے کہ محمد بن عمر نے بیان کیا ہے کہ خیثمہ نے اُحد کے دن عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بدر کی جنگ میں شرکت نہیں کر سکا تھا۔ اللہ کی قسم! میں اس پر حریص تھا یہاں تک کہ میں نے بدر میں جانے کے لیے قرعہ ڈالا تو میرے بیٹے سعد بن خیثمہ کا قرعہ نکلا اور اس نے بدر میں شہادت حاصل کی اور گذشتہ رات میں نے خواب میں اس کو بہت اچھی صورت میں دیکھا۔ وہ جنت کے باغوں اور نہروں میں سیر کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ آپ ہمارے پاس آ جائیں۔ ہم جنت میں ساتھ ہوں گے۔ میں نے اپنے رب کے وعدے کو حق پایا ہے اور اللہ کی قسم! میں اس کی جنت میں رفاقت کا مشتاق ہوں یعنی میں چاہتا ہوں کہ وہاں جا کے اسے ملوں۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے شہادت اور جنت میں اس کی رفاقت عطا کرے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی تو وہ اُحد میں شہید ہو گئے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 219 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(مستدرک جلد 3 صفحہ 399 حدیث 4929 کتاب معرفۃ الصحابہ)

ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی شہادت کا ذکر ہے۔ یہ اس طرح مذکور ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے غزوۂ اُحد کے لیے نکلنے کا ارادہ کیا تو اپنے بیٹے حضرت جابرؓ کو بلایا اور ان سے کہا کہ اے میرے بیٹے! میں دیکھتا ہوں کہ میں اوّلین شہداء میں سے ہوں گا اور اللہ کی قسم! میں اپنے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بعد تمہارے علاوہ کسی کو نہیں چھوڑ کے جا رہا جو مجھے زیادہ عزیز ہوں یعنی یہ دو ہستیاں ہیں جو مجھے دنیا میں پیاری ہیں سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اس کے بعد تم میرے بیٹے۔ میرے ذمہ کچھ قرض ہے میرا وہ قرض میری طرف سے ادا کر دینا اور میں تمہیں تمہاری بہنوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ اپنی بہنوں سے حسن سلوک کرنا۔ ان کے حق نہ مارنا۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ اگلی صبح میرے والد صاحب سب سے پہلے شہید ہوئے اور دشمنوں نے ان کی ناک اور کان کاٹ ڈالے۔ (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 344 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے شہداء کو دفن کرنے کے لیے تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو ان کے زخموں سمیت ہی کفن دے دو کیونکہ میں ان پر گواہ ہوں اور کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ کی راہ میں زخمی کیا جائے مگر وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کا خون بہ رہا ہو گا اور اس کا رنگ زعفران کا ہو گا اور اس کی خوشبو کستوری کی ہو گی یعنی کہ یہ پسندیدہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے۔ انہیں نہلانے اور کفنانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ انہی کا لباس ان کا کفن ہے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میرے والد کو ایک چادر کا کفن دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ ان میں سے کون زیادہ قرآن جاننے والا ہے؟ جب یہ شہداء دفن کیے جا رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ کون زیادہ قرآن جاننے والا ہے؟ جب کسی ایک کی طرف

اشارہ کیا جاتا کہ یہ زیادہ قرآن جاننے والا ہے تو آپؐ فرماتے کہ اس کو قبر میں اس کے ساتھیوں سے پہلے اتارو یعنی یہ کیونکہ قرآن جانتا ہے اس لیے اس کو آپؐ پہلے دفناتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ اُحد کے روز سب سے پہلے شہید ہوئے۔ ان کی تدفین کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ بن عَمرو اور عمرو بن جَموح کو ایک ہی قبر میں دفن کرو کیونکہ ان کے درمیان اخلاص اور محبت تھی۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں کو جو دنیا میں باہم محبت کرنے والے تھے ایک ہی قبر میں دفن کرو۔ وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عَمروؓ سرخ رنگ کے تھے اور آپؓ کے سر کے اگلے حصہ پر بال نہ تھے اور قد زیادہ لمبا نہ تھا جبکہ حضرت عمرو بن جَموحؓ لمبے قد والے تھے۔ ان کا قد زیادہ لمبا نہیں تھا اور عمرو بن جَموح جو تھے وہ لمبے قد والے تھے۔ اس لیے دونوں پہچان لیے گئے اور دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 424 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے دن میرے والد کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حالت میں لایا گیا کہ آپ کا مُثلہ کیا گیا تھا یعنی جسم کے اعضاء کاٹے گئے تھے خاص طور پر کان اور ناک۔ آپ کی نعش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھی گئی۔ کہتے ہیں کہ میں ان کے چہرے پر سے کپڑا اٹھانے لگا تو لوگوں نے مجھے منع کر دیا۔ پھر لوگوں نے ایک عورت کے چیخنے کی آواز سنی تو کسی نے کہا کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی بیٹی ہیں۔ ان کا نام حضرت فاطمہ بنت عمروؓ تھا یا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی بہن تھیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مت رو کیونکہ فرشتے مسلسل اس پر اپنے پروں سے سایہ کیے ہوئے ہیں۔ (الاستیعاب جزء 3 صفحہ 955-954 دار الجیل بیروت)

وہ تو جنت میں گیا ہے خوش قسمت ہے اس پر رونے کی ضرورت نہیں۔

ایک اَور روایت میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کو جب اُحد کے روز لایا گیا تو میری پھوپھی بھی ان پر رونے لگیں تو میں بھی رونے لگا۔ لوگ مجھے منع کرنے لگے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے منع نہیں فرمایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ اس پر رویا نہ رو، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اللہ کی قسم! فرشتے اس پر مسلسل اپنے پروں سے سایہ کیے ہوئے تھے یہاں تک کہ تم نے اسے دفن کر دیا۔ (الاستیعاب جزء 3 صفحہ 956 دار الجیل بیروت)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورہ بقرہ کی ایک آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

”جو مسلمان شہید ہو گئے ہیں تم انہیں مردہ مت کہو۔ وہ خدا تعالیٰ کے زندہ سپاہی ہیں اور خدا تعالیٰ ان کا ضرور بدلہ لے گا۔“ آپؓ فرماتے ہیں ”چنانچہ اگر ایک صحابیؓ مارا گیا تو اس کے مقابلہ پر مشرکوں کے پانچ پانچ آدمی مارے گئے اور ہر جنگ میں کفار مسلمانوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہلاک ہوئے سوائے جنگ اُحد کے کہ اس میں بہت سے مسلمان مارے گئے تھے مگر ان کا بدلہ بھی اللہ تعالیٰ نے دوسری جنگوں میں لے لیا۔“

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 288 ایڈیشن 2004ء)

جنگ اُحد کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمزوری کی وجہ سے بیٹھ کے نماز ادا کی اور یہ نماز جو ادا کی وہ ظہر کی نماز پڑھائی تھی۔ آپؐ کے پیچھے صحابہؓ نے بھی بیٹھ کر ہی نماز پڑھی۔ آپؐ کیونکہ بیٹھ کر نماز پڑھا

رہے تھے تو صحابہؓ نے بھی بیٹھ کے نماز پڑھی۔ پیچھے کھڑے نہیں ہوئے۔ لکھنے والے لکھتے ہیں کہ غالباً یہ نماز دشمن کے واپس چلے جانے کے بعد پڑھی گئی۔ جہاں تک صحابہؓ کے بھی بیٹھ کر نماز پڑھنے کا تعلق ہے تو انہوں نے ایسا اس لیے کیا تا کہ امام اور مقتدی کی نمازوں میں یکسانیت رہے۔ اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا یعنی ضروری نہیں۔ مقتدی کھڑے ہو کے نماز بھی پڑھ سکتے ہیں۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے لکھنے والے کا اندازہ ہے کہ یا یہ صورت ہو گی جن لوگوں نے بیٹھ کر نماز پڑھی وہ بھی زخمی ہی ہوں گے اور چونکہ اکثریت زخمی صحابہؓ کی تھی جنہوں نے بیٹھ کر نماز پڑھی اس لیے یہ لفظ استعمال کیے گئے کہ مسلمانوں نے بیٹھ کر نماز پڑھی یعنی ان میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے بھی تھے مگر صرف وہ لوگ تھے جو زخمی نہیں تھے اور ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم تھی۔ اکثریت زخمیوں کی تھی۔ لہٰذا اکثریت کا لحاظ کرتے ہوئے سب مقتدیوں کے بارے میں ہی کہہ دیا گیا ہے کہ مقتدیوں نے بیٹھ کر نماز پڑھی ہے۔ سیرت الحلبیہ کا یہ حوالہ ہے۔

(سیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 324 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیرۃ الحلبیہ (مترجم) جلد 2 صفحہ 185 دارالاشاعت کراچی)

شہدائے اُحد کی تعداد کے بارے میں یہ ذکر ہے جہاں تک غزوۂ اُحد میں مسلمان شہداء کی تعداد کا تعلق ہے تو اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ اُس دن کل مقتولین کی تعداد ستّر تھی جن میں سے چار مہاجرین میں سے تھے جن کے نام یہ ہیں حضرت حمزہؓ، حضرت مُصعبؓ، حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور حضرت شَمّاس بن عثمانؓ۔ ایک قول یہ ہے کہ شہدائے اُحد کی کل تعداد اسّی تھی جن میں سے چوہتر انصار میں سے تھے اور چھ مہاجرین میں سے۔ علامہ ابنِ حَجر عَسقلانیؒ کہتے ہیں کہ اگر چھ مہاجر شہید تھے تو شاید پانچویں حاطِب بن اَبی بَلتعہؓ کے غلام سَعْد اور چھٹے ثَقیف بن عَمرو تھے جو بنو عبد شمس کے حلیف تھے۔ ایک کتاب ہے عُیون الاَثر اس میں شہداء کی کل تعداد چھیانوے بتائی گئی ہے۔ مشرکین میں سے مرنے والوں کی کل تعداد تیئس تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ مشرکین کی یہ تعداد بائیس تھی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس جنگ میں تنہا حضرت حمزہؓ نے اکتیس مشرکوں کو قتل کیا تھا۔ (سیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 347-346 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(عیون الاثر جلد 2 صفحہ 47 مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

یہ روایت صحیح نہیں لگتی کیونکہ ان کے مرنے والوں کی کل تعداد ہی تیئس تھی۔ ایک سیرت نگار شہدائے اُحد کی تعداد کے بارے میں لکھتا ہے کہ غزوۂ اُحد میں کفار کے ہاتھوں شرفِ شہادت سے ہمکنار ہونے والے صحابہ کرامؓ کی تعداد کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ تاریخ دانوں، سیرت نگاروں اور محدثین کرام کے ہاں شہدائے اُحد کی تعداد کے بارے میں انچاس سے لے کر ایک سو آٹھ تک کے اقوال ہیں لیکن اکثر یہی ہے کہ اُحد کے دن ستر صحابہ شہید ہوئے تھے۔ (دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 40-39)

غزوۂ اُحد کے شہداء کی نماز جنازہ اور تدفین کا ذکر بھی ملتا ہے۔ غزوہ اُحد کے شہداء کی نماز جنازہ کے بارہ میں مختلف آراء ہیں۔ صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ یہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ اُحد کے شہداء میں سے دو دو آدمیوں کو ایک ہی کپڑے میں اکٹھا رکھتے اور پھر پوچھتے کہ ان میں سے کون قرآن زیادہ جانتا تھا۔ پھر جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو لحد میں پہلے رکھتے تھے۔ اگر ایک ہی کپڑے میں تھے تب بھی دائیں بائیں رکھ دیتے ہوں گے۔

پہلے اس کو دفنایا جاتا پھر دوسرے کو ساتھ ہی۔ پھر آپؐ فرماتے تھے کہ میں قیامت کے دن ان لوگوں کا گواہ ہوں اور ان کے خونوں میں ہی دفن کرنے کا حکم دیتے تھے۔ نہ ان کو نہلایا گیا اور نہ ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب الصلاۃ علی الشہید حدیث 1343)

صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت بھی ہے۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ اُحد کے شہداء کا جنازہ پڑھا۔ بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے اُحد کا جنازہ غزوہ اُحد کے آٹھ سال بعد پڑھا تھا۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب الصلاۃ علی الشہید حدیث 1344)

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوہ اُحد حدیث 4042)

یہاں مختلف روایتیں ہیں۔ مختلف وقتوں میں جو باتیں سامنے آئیں راویوں نے پیش کیں وہ پیش کی گئی ہیں لیکن یہی لگتا ہے کہ اس وقت جنازہ نہیں پڑھا گیا بعد میں کسی وقت پڑھا گیا۔

سنن ابن ماجہ میں بیان ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے شہداء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس دس شہداء کا جنازہ پڑھتے اور حضرت حمزہؓ کی میّت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی موجود رہی جبکہ باقی شہداء کو لے جایا جاتا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ما جاء فی الصلاۃ علی الشہداء... حدیث 1513)

ہو سکتا ہے اس میں بھی ان کو غلط فہمی لگی ہو۔ سنن ابو داؤد میں بیان ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ اُحد کے شہداء کو غسل نہیں دیا گیا اور ان کو ان کے خون یعنی زخموں سمیت دفنایا گیا اور ان میں سے کسی کی بھی نماز جنازہ نہیں ادا کی گئی۔

(سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب فی الشہید یغسل؟ حدیث 3135)

سنن ابی داؤد ہی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے حضرت حمزہؓ کے اَور کسی شہید کا جنازہ نہیں پڑھا۔

(سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب فی الشہید یغسل؟ حدیث نمبر 3137)

سنن ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ اُحد کے شہداء کا جنازہ نہیں پڑھا۔

(سنن ترمذی کتاب الجنائز باب ما جاء فی قتلی اُحد وذکر حمزۃ حدیث 1016)

اکثریت یہی ہے کہ نہیں پڑھا گیا۔ سیرت ابن ہشام اور سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے شہداء کا جنازہ اس طرح ادا کیا کہ سب سے پہلے حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ آپؐ نے نماز جنازہ میں سات تکبیرات کہیں۔

سیرت حلبیہ کے مطابق چار تکبیریں کہیں۔ اس کے بعد باقی شہداء کو ایک ایک کر کے لایا جاتا اور حضرت حمزہؓ کی میت کے ساتھ رکھا جاتا اور آپؐ ان دونوں کی نماز جنازہ ادا فرماتے اور اس طرح تمام شہداء کی نماز جنازہ ایک بار اور حضرت حمزہ کی نماز جنازہ بہتّر بار اور بعض کے نزدیک بانوے بار ادا کی گئی۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 543 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 337 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بہر حال یہ روایتیں تو لکھی گئی ہیں لیکن بعض کمزور روایتیں بھی ہیں۔

سیرت کی ایک کتاب دلائل النبوۃ میں لکھا ہے کہ حضرت حمزہؓ کی میت کے پاس نو شہداء کو اکٹھا لایا جاتا اور ان کی نماز جنازہ ادا کی جاتی پھر ان نو کو لے جایا جاتا اور مزید نو شہداء کو لایا جاتا اور اس طرح ان تمام شہداء کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور آپؐ نے ہر دفعہ نماز جنازہ میں سات تکبیرات کہیں۔

(دلائل النبوۃ جزء3 صفحہ 287 مطبوعہ دار الریان قاھرہ 1988ء)

سیرت حلبیہ اور دلائل النبوۃ میں غزوۂ اُحد کے شہداء کی نماز جنازہ کی احادیث کے بارے میں بحث کی گئی ہے اور ان دونوں کتب میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اُحد کے شہداء کو ان کے خونوں کے ساتھ ہی دفن کرنے کا حکم دیا، نہ ان کو نہلایا گیا اور نہ ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اس کو زیادہ مضبوط قرار دیا ہے۔ (السیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 338 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(دلائل النبوۃ جزء3 صفحہ 288-287، مطبوعہ دار الریان قاھرہ 1988ء)

تو آخری نتیجہ یہی نکلا کہ جنازہ نہیں پڑھا گیا تھا۔

حضرت امام شافعیؒ بیان کرتے ہیں کہ متواتر روایات سے یہ بات پختہ طور پر معلوم ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ اُحد کے شہداء کا جنازہ نہیں پڑھا اور جن روایات میں ذکر آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شہداء کا جنازہ پڑھا اور حضرت حمزہؓ پر ستر تکبیرات کہی تھیں یہ بات درست نہیں ہے اور جہاں تک حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت کا تعلق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ سال کے بعد ان شہداء کا جنازہ پڑھا تھا تو اس روایت میں اس بات کا ذکر ہوا ہے کہ یہ آٹھ سال بعد کا واقعہ ہے۔ یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ آٹھ سال بعد کا واقعہ ہے۔ یہ اس وقت نہیں تھا۔

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں بَابُ الصَّلٰوۃِ عَلَی الشَّہِیْدِ یعنی شہیدوں کی نماز جنازہ کے عنوان سے باب باندھا ہے اور اس کے نیچے صرف دو حدیثیں لائے ہیں۔ پہلی حدیث میں جو کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے اس میں واضح طور پر ذکر ہے کہ غزوۂ اُحد کے شہداء کو نہ غسل دیا گیا اور نہ ہی ان پر نماز جنازہ پڑھی گئی جبکہ دوسری حدیث میں حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ أَنَّ النَّبِیَّ خَرَجَ یَوْمًا فَصَلّٰی عَلٰی أَھْلِ أُحُدٍ صَلَاتَہٗ عَلَی الْمَیِّتِ۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور اُحد کے شہداء پر نماز جنازہ کی طرز پر نماز پڑھی اور یہی حدیث بخاری میں ہی دوسری جگہ غزوۂ اُحد کے باب میں بھی آئی ہے۔ وہاں یہی صحابی روایت کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ:

صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلٰی قَتْلٰی أُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِیَ سِنِیْنَ کَالْمُوَدِّعِ لِلْأَحْیَاءِ وَالْأَمْوَاتِ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے شہداء پر آٹھ سال بعد اس طرح نماز پڑھی جیسے زندوں یا وفات پانے والوں کو الوداع کہا جاتا ہے۔

اسی طرح علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ کی اس سے یہ مراد ہے کہ کسی کی وفات پر لمبی مدت گزر جانے کے بعد اس کی قبر پر جنازہ نہیں پڑھا جاتا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ آپؐ کے وصال کا وقت قریب ہے تو آپؐ نے ان شہداء کی قبروں پر جاکر انہیں

الوداع کہتے ہوئے ان کے لیے دعا فرمائی اور ان کے لیے مغفرت طلب کی۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد 3 صفحہ 249-248 کتاب الجنائز مطبوعہ دار الریان قاھرہ 1986ء)(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ اُحد حدیث 4042)

جماعت کا بھی یہی موقف ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کو لکھا ہے۔ گو اس وقت نماز جنازہ ادا نہیں کی گئی تھی۔ یہ تو واضح ہے۔ روایتیں اسی حق میں ہیں کہ نماز جنازہ اُحد کے شہداء کی ادا نہیں کی گئی تھی۔ آپؓ نے بھی یہی لکھا ہے کہ نماز جنازہ ادا نہیں کی گئی تھی لیکن بعد میں زمانہ وفات کے قریب، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر شہدائے اُحد پر جنازے کی نماز ادا کی اور بڑے درد دل سے ان کے لیے دعا فرمائی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 502)

اس کے کچھ اَور ذکر بھی باقی ہیں۔ یہ بھی ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔

دنیا کے جو حالات ہیں اس کے بارے میں بھی کچھ کہہ دوں۔ جنگ کی آگ تو اب پھیلتی جا رہی ہے۔ انسانیت کے تباہی سے بچنے کے لیے اب بہت دعاؤں کی ضرورت ہے اور احمدی ہی اگر حقیقت میں صحیح طرح دعا کریں تو اس کے لیے کچھ کر سکتے ہیں۔

اسرائیلی حکومت ہے تو وہ اپنی ڈھٹائی پہ تلی ہوئی ہے۔ ہر بات پہ وہ اپنا کوئی نہ کوئی بہانہ، عذر تلاش کر کے بیان کر دیتے ہیں کہ یہ وجہ ہوئی اس لیے ہم نے یہ کیا۔ اور کسی بات کو، کسی بھی عقل کی بات کو ماننے کو تیار نہیں۔ دنیا کی جو باقی طاقتور حکومتیں ہیں ان کی مرضی ہے یا ان کو بھی اسرائیل کا خوف ہے اور وہ جو بھی اسرائیلی وزیر اعظم یا ان کی حکومت بیان دیتی ہے یہ پہلے اپنا بیان اس بات پہ دیتے ہیں کہ جنگ بندی ہونی چاہیے ظلم بند ہونا چاہیے اس کے بعد جب وہ بیان دے دیں تو اس پر صاد کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر بھی رحم فرمائے اور ان کو بھی خدا تعالیٰ کی طرف جھکائے۔ یہی ایک رستہ ہے جس کی پناہ میں آ کے یہ لوگ اپنی دنیا و عاقبت سنوار سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے اور ہمیں بھی دعاؤں کی توفیق عطا فرمائے اور ہم پر بھی رحم فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 08/مارچ 2024ء جلد 31 شمارہ 59 صفحہ 02 تا 07)

8

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 23/ فروری 2024ء بمطابق 23/ تبلیغ 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج مَیں پیشگوئی مصلح موعود کے بعض پہلوؤں کا ذکر کروں گا۔ جیسا کہ ہر احمدی جانتا ہے اور ہر سال اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر جلسے بھی منعقد کیے جاتے ہیں۔ یہ 20/ فروری 1886ء کی پیشگوئی ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک مختلف صفات کے حامل بیٹے کی پیدائش کی خبر دی گئی تھی لیکن اس بارے میں بیان کرنے سے پہلے مَیں بچوں اور بعض نوجوانوں کو بھی اس سوال کا جواب دینا چاہتا ہوں، پہلے بھی کئی دفعہ دے چکا ہوں جو یہ کہتے ہیں کہ جب ہم سالگرہ نہیں مناتے تو حضرت مصلح موعودؓ کی سالگرہ کیوں منائی جاتی ہے؟ اس بارے میں واضح ہو جیسا کہ مَیں نے کہا مَیں کئی مرتبہ بیان کر چکا ہوں کہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی پیدائش کی سالگرہ نہیں منائی جاتی بلکہ پیشگوئی کے پورا ہونے پر جلسے کیے جاتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش تو 12/ جنوری 1889ء کی ہے۔ دوسرے جن گھروں میں یہ ذکر نہیں ہوتا وہاں خود والدین کو پڑھ کر بچوں کو بتانا بھی چاہیے، سمجھانا بھی چاہیے کہ پیشگوئی مصلح موعود کیا ہے۔ یہ ایک عظیم پیشگوئی ہے جو پہلے نوشتوں کے مطابق جن کی پہلے انبیاء نے بھی خبر دی اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ اعلان کرنے کا فرمایا تھا۔

یہ ایک لمبی پیشگوئی ہے اس کا شروع کا حصہ مَیں بیان کر دیتا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

”بالہام اللہ تعالیٰ و اعلامہ عزوجل خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے (جلّ شانہ وعزاسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں“ یعنی خدا کہتا ہے میں قادر ہوں۔ اور جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو

تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریّت اور نسل ہو گا۔" اور پھر آگے اس پیشگوئی میں اس لڑکے کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں جن میں سے بعض کا، ایک دو کا مَیں ذکر کر دیتا ہوں۔ فرمایا "...وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا... علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔" پھر فرمایا وہ "...اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا۔"

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 647)

یہ اس لمبی پیشگوئی کی چند باتیں ہیں۔ اور پھر ہم نے دیکھا کہ اس مدت کے اندر جو اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر آپؑ نے دی تھی وہ لڑکا پیدا ہوا اور پیشگوئی کے تمام حصوں کا مصداق بنا جن کی تعداد پچاس، باون بنتی ہے۔ بہرحال جیسا کہ مَیں نے کہا مَیں نے تو یہ دو تین باتیں ہی اس پیشگوئی کی لی ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کی باون سالہ خلافت کے دَور کا ہر دن اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی شان کا اظہار کر رہا ہے۔ اب کوئی نہ ماننے والا ہمارا مخالف یہ کہہ سکتا ہے کہ احمدی تو اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی دلیل دیں گے ہی، وہ تو کہتے ہی رہیں گے کہ پیشگوئی پوری ہو گئی لیکن کوئی ٹھوس دلیل پیش کرو۔ تو یہ ایسے معترضین کی ڈھٹائی ہے ورنہ حضرت مصلح موعودؓ کے **دَور میں جماعت احمدیہ کی ترقی کا ہر دن جیسا کہ مَیں نے کہا اس کی روشن دلیل ہے۔** بہرحال جن باتوں کا پیشگوئی کے حوالے سے مَیں نے ذکر کیا ہے اس بارے میں ایسے انصاف پسند لوگوں کی گواہیاں پیش کرتا ہوں جن کا جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور برصغیر میں وہ جانی پہچانی شخصیتیں ہیں۔

چنانچہ مولانا غلام رسول صاحب مہر ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ آپ یعنی مولانا غلام رسول صاحب 1885ء میں جالندھر میں پیدا ہوئے۔ ایک محقق، مصنف، ادیب، صحافی اور مؤرخ تھے۔ روزنامہ زمیندار سے منسلک رہے۔ بعد میں مولانا عبدالمجید سالک کے ساتھ مل کر اخبار انقلاب لاہور سے جاری کیا۔ 20 اور 25/ دسمبر 1966ء کو شیخ عبدالماجد صاحب آف لاہور مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دوران گفتگو حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق مولانا غلام رسول مہر صاحب نے بتایا کہ آپ لوگوں کی کسی کتاب میں اس عظیم الشان انسان کے کارناموں کی مکمل آگاہی نہیں ملتی۔ ہم نے انہیں قریب سے دیکھا ہے۔ کئی ملاقاتیں کی ہیں۔ پرائیویٹ تبادلہ خیالات کیا ہے۔ مسلم قوم کے لیے تو ان کا وجود سراپا قربانی تھا۔ پھر کہنے لگے کہ ایک دفعہ مجھے راتوں رات قادیان جا کر حضرت صاحب سے مشورہ کرنا پڑا۔ وہ سفر اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ انسانیت کے لیے اس شخص کے دل میں بڑا درد تھا۔ یعنی حضرت مصلح موعودؓ کے دل میں بڑا درد تھا۔ اور جہاں کہیں مسلم قوم کی بہتری اور بہبودی کا معاملہ درپیش ہوتا آپ کی قابل عمل تجاویز ہمارا حوصلہ بڑھانے کا موجب بنتیں۔ ایسے مواقع پر آپ کا روّاں روّاں قومی درد سے تڑپ اٹھتا تھا۔ فرقہ بازی کا تعصّب میں نے اس وجود میں نام کو نہیں دیکھا۔ مرزا صاحب بلا کے ذہین تھے۔ پیشگوئی کے الفاظ ہیں ذہین و فہیم ہو گا۔ غیر از جماعت بھی اس کی گواہی دے رہا ہے۔

پھر سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہنے لگے کہ مَیں نے پاک و ہند میں سیاسی نہ مذہبی لیڈر ایسا دیکھا ہے جس کا دماغ پریکٹیکل پالیٹکس میں ایسا کام کرتا ہے جیسا مرزا صاحب کا دماغ کام کرتا تھا۔ بے لوث مشورہ، واضح تجویز اور پھر صحیح خطوط پر لائحہ عمل یہ ان کی خصوصیت تھی۔ مجھے ان کی وفات پر بڑا صدمہ ہوا۔ کہنے لگے مَیں نے اسماعیل صاحب پانی پتی کو تعزیت کا خط بھیجا ہے۔ اس خط میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ وہ حضرت صاحب

سے متعلقہ تعزیتی فقرات کو شائع بھی کرا سکتے ہیں۔

پھر کہتے ہیں افسوس! مسلمانوں نے مرزا صاحب کی قدر نہیں کی۔ سخت مخالفت کی آندھیوں کے باوجود مَیں نے مرزا صاحب کو کبھی افسردہ اور سرد مہر نہیں دیکھا۔ مرزا صاحب کے دل کی شمع ہمیشہ روشن رہی۔ ہم یاس و افسردگی کی تصویر بنے ان سے ملاقات کے لیے جاتے اور جب باہر آتے تو یوں معلوم ہوتا کہ ناامیدی کے بادل چھٹ گئے ہیں اور مقصد میں کامیابی سامنے نظر آ رہی ہے۔ وزنی دلیل دیتے اور قابل عمل بات کرتے اور پھر اسی پر بس نہیں ہر نوع کی قربانی اور تعاون کی پیشکش بھی ساتھ ہوتی جس سے ہم میں جرأت اور حوصلہ کے جذبات پیدا ہوتے۔ (ماخوذ از ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعود نمبر جون جولائی 2008ء صفحہ 326-325)

پھر جناب لالہ کَنور سَین صاحب سابق چیف جج کشمیر آپؓ کے بارے میں ان کا ایک اظہار خیال ہے۔ لالہ کَنور سین صاحب لالہ بھیم سین صاحب کے فرزند تھے۔ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تقریر ''عربی زبان کا مقام اَلْسِنَہ عَالَم میں'' اور صاحب صدر کے شکریہ کے بعد خاص طور پر شکر گزاری کے جذبات سے لبریز انگریزی میں ایک مؤثر تقریر فرمائی جس کا مفہوم یہ تھا، (حضرت مصلح موعودؓ کا ایک لیکچر تھا اس کو سننے کے بعد کہا) کہ آج قابل لیکچرر نے زبانِ عربی کی فضیلت پر جو دلچسپ اور معرکۃ الآراء تقریر کی ہے، اسے سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اور اس لحاظ سے بھی مجھے خوشی ہے کہ ذاتی طور پر میرے آپ سے تعلقات ہیں۔ چنانچہ ان کے والد ماجد سے میرے والد صاحب نے عربی سیکھی تھی۔ لالہ صاحب کے والد نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عربی سیکھی تھی۔ کہتے ہیں جب مَیں لیکچر سننے کے لیے آیا تو اس وقت مَیں نے خیال کیا کہ مضمون اس رنگ میں بیان کیا جائے گا جس طرح پرانی طرز کے لوگ بیان کرتے ہیں۔ کہنے لگے مشہور ہے کہ کسی عرب سے ایک دفعہ زبانِ عربی کی فضیلت کی وجہ دریافت کی گئی تو اس نے کہا اس کی فضیلت کی تین وجہ ہیں۔ پہلی یہ کہ مَیں عرب کا رہنے والا ہوں۔ یہ عربی کی فضیلت ہے۔ دوسری یہ کہ قرآنِ مجید کی زبان ہے۔ چلو یہ ماننے والی بات ہے۔ تیسرے اس لیے کہ جنت میں بھی عربی بولی جائے گی۔ کہتے ہیں کہ مَیں سمجھتا تھا کہ شاید اس قسم کی باتیں زبانِ عربی کی فضیلت میں پیش کی جائیں گی مگر جو لیکچر دیا گیا وہ نہایت ہی عالمانہ اور فلسفیانہ شان اپنے اندر رکھتا ہے۔ مَیں جناب مرزا صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ مَیں نے ان کے لیکچر کے ایک ایک حرف کو پوری توجہ اور کامل غور کے ساتھ سنا ہے اور مَیں نے اس سے بہت ہی حظ اٹھایا اور فائدہ حاصل کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس لیکچر کا اثر مدتوں میرے دل پر قائم رہے گا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد6 صفحہ 181)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے پرائمری پاس بھی نہیں تھے۔ اس علم سے اللہ تعالیٰ نے انہیں پُر کیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا اور غیر بھی یہ تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکے۔

ایک امریکی پادری کے تاثرات سنیں۔ شیخ اسماعیل صاحب پانی پتی نے بیان کیا۔ مولوی عمر الدین صاحب شملوی نے ایک دفعہ ایک واقعہ سنایا۔ کہتے ہیں کہ حضور کے خلیفہ ہونے کے چند ماہ بعد یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ 1914ء میں خلافت پر متمکن ہوئے تو چند ماہ بعد امریکہ کا ایک بڑا پادری قادیان آیا۔ جو بڑا عالم فاضل بھی تھا اور اپنے علم و فضل پر نازاں بھی تھا۔ قادیان پہنچ کر اس نے ہم لوگوں کے سامنے چند مذہبی سوالات پیش کیے جو نہایت وقیع اور بڑے اہم تھے اور ساتھ ہی کہا کہ مَیں امریکہ سے چل کے یہاں تک آیا ہوں اور

مَیں نے مسلمانوں کی ہر مجلس میں بیٹھ کر ان سوالات کو دہرایا ہے مگر آج تک مجھے مسلمانوں کا بڑے سے بڑا عالم اور فاضل ان سوالوں کا تسلی بخش جواب نہیں دے سکا۔ مَیں یہاں ان سوالوں کو آپ کے خلیفہ صاحب کے سامنے پیش کرنے کے لیے خاص طور پر آیا ہوں۔ دیکھئے خلیفہ صاحب ان سوالوں کا کیا جواب دیتے ہیں۔ یہ بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ سوالات اتنے پیچیدہ اور عجیب قسم کے تھے کہ انہیں سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت صاحب ابھی بالکل نوجوان ہیں اور الٰہیات کی کوئی باقاعدہ تعلیم بھی انہوں نے نہیں پائی۔ عمر بھی چھوٹی ہے اور واقفیت بھی بہت تھوڑی ہے، وہ ان سوالوں کے جواب ہرگز نہیں دے سکیں گے اور اس طرح سلسلہ احمدیہ کی بڑی بدنامی اور سبکی ساری دنیا میں ہو گی کیونکہ جب حضرت صاحب ان سوالوں کے جواب نہ دے سکے تو یہ امریکن پادری واپس جا کر ساری دنیا میں اس امر کا پراپیگنڈہ کرے گا کہ احمدیوں کا خلیفہ کچھ بھی نہیں جانتا اور عیسائیت کے مقابلے میں ہرگز نہیں ٹھہر سکتا۔ وہ صرف نام کا خلیفہ ہے ورنہ علمیت خاک بھی نہیں رکھتا۔

کہتے ہیں اس صورت حال سے میں بہت پریشان ہوا۔ مَیں نے اس بات کی کوشش کی کہ وہ امریکن پادری حضرت صاحب سے نہ ملے اور ویسے ہی واپس چلا جائے مگر مجھے اس کوشش میں کامیابی نہیں ہوئی۔ وہ امریکن اس بات پر مصر رہا کہ مَیں ضرور خلیفہ صاحب سے مل کر جاؤں گا۔ ناچار مَیں گیا اور مَیں نے حضرت صاحب سے کہا کہ ایک امریکن پادری آیا ہے۔ آپؑ سے کچھ سوالات پوچھنا چاہتا ہے۔ اب کیا کریں؟ اس پر حضرت صاحب نے بغیر توقف کے اور بلا تامل فرمایا کہ بلا لو اسے۔ ناچار مَیں اسے لے کر آ گیا۔ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دونوں کے درمیان ترجمان کہتے ہیں مَیں ہی تھا۔ وہ انگلش میں بول رہا تھا۔ آپؑ اردو میں جواب دے رہے تھے۔ یہ ترجمانی کر رہے تھے۔ کہتے ہیں امریکن پادری نے کچھ رسمی گفتگو کے بعد اپنے سوالات حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کیے جن کا ترجمہ مَیں نے آپؑ کو سنا دیا۔ حضرت صاحب نے نہایت سکون کے ساتھ ان سب سوالوں کو سنا اور پھر فوراً ان کے ایسے تسلی بخش جوابات دیے کہ مَیں سن کر حیران ہو گیا۔ مجھے ہرگز بھی یقین نہ تھا کہ ان سوالوں کے حضرت صاحب ایسے پُر معارف اور بے نظیر جواب دے سکیں گے۔ جب مَیں نے یہ جوابات انگریزی میں امریکن پادری کو سنائے تو وہ بھی حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ مَیں نے آج تک ایسی معقول گفتگو اور ایسی مدلل تقریر کسی مسلمان کے منہ سے نہیں سنی۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا خلیفہ بہت بڑا سکالر ہے اور مذاہب عالم پر اس کی نظر بڑی گہری ہے۔ یہ کہہ کر اس نے بڑے ادب سے حضرت صاحب کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور واپس چلا گیا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 164-163)

یہ شان ہے پیشگوئی کے پورے ہونے کی۔ ایک پادری بھی جو اپنے آپ کو علوم کا ماہر سمجھتا تھا اسلام کی برتری کا قائل ہو کر گیا۔

حضرت مصلح موعودؓ کی ایک کتاب ہے ”نہرو رپورٹ اور مسلمانوں کے مصالح“۔ اس کے متعلق ایک رائے دینے والے نے لکھا ہے کہ ”حضور کی اس بروقت راہنمائی سے مسلمانوں کے اونچے طبقے بہت ممنون ہوئے اور مسلمانوں کے سیاسی حلقوں میں اسے نہایت پسند کیا گیا اور بڑے بڑے مسلم لیڈروں نے تعریفی الفاظ میں اسے سراہا اور شکریہ ادا کیا کہ حضرت امام جماعت احمدیہ نے مسلمانوں کی نہایت ضرورت کے وقت دستگیری کی ہے۔ چنانچہ کئی اصحاب نے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ سے کہا کہ اصلی اور عملی کام تو آپ کی

جماعت ہی کر رہی ہے اور جو تنظیم آپ کی جماعت میں ہے وہ اَور کہیں نہیں دیکھی جاتی کلکتہ کے مخلص احمدی مسٹر دولت احمد خاں صاحب بی اے ایل ایل بی جائنٹ ایڈیٹر اخبار ''سلطان'' نے تبصرہ کو بنگالی میں ترجمہ کرکے اور ایک چھوٹی سی خوبصورت کتاب کی شکل میں ترتیب دے کر شائع کیا اور اہل بنگال میں اس کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ ایک معزز تعلیم یافتہ غیر احمدی نہرو رپورٹ پر تبصرہ کا مطالعہ کرنے کے بعد اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے سیکرٹری ترقی اسلام کے نام ایک خط میں لکھا۔ میری طبیعت بہت چاہتی ہے کہ حضرت خلیفہ صاحب کو دیکھوں اور ان کی زیارت کروں کیونکہ میرے دل میں ان کی بہت وقعت ہے ... آپ برائے مہربانی حضرت صاحب کی خدمت میں اس احقر کا سلام عرض کر دیجئے اور یہ بھی کہہ دیجئے کہ ایک خادم کی طرف سے مبارکباد منظور فرمائیں کہ آپ نہایت خوش اسلوبی سے ایسے خطرناک حالات میں جن سے اسلام اس وقت گزر رہا ہے اس کو بچا رہے ہیں اور نہ صرف مذہبی خبر گیری کر رہے ہیں بلکہ سیاسی معاملات میں بھی مسلمانوں کی رہنمائی فرما رہے ہیں۔ میں نے جناب والا کے خیالات کو نہرو رپورٹ کے متعلق پڑھا جس نے آپ کی وقعت کو میری آنکھوں میں اَور بھی بڑھا دیا اور مَیں جہاں آپ کو ایک زبردست مذہبی عالم سمجھتا ہوں اس کے ساتھ ہی ایک ماہر سیاستدان بھی سمجھنے لگا ہوں۔'' (تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 72-71)

اخبار سیاست لاہور سے شائع ہوتا تھا۔ 2/ دسمبر 1930ء میں اس نے لکھا کہ ''مذہبی اختلافات کی بات چھوڑ کر دیکھیں تو جناب بشیر الدین محمود احمد صاحب نے میدان تصنیف و تالیف میں جو کام کیا ہے وہ بلحاظ ضخامت و افادہ ہر تعریف کا مستحق ہے اور سیاست میں اپنی جماعتوں کو عام مسلمانوں کے پہلو بہ پہلو چلانے میں آپ نے جس اصول عمل کی ابتدا کرکے اس کو اپنی قیادت میں کامیاب بنایا ہے وہ بھی ہر منصف مزاج مسلمان اور حق شناس انسان سے خراج تحسین وصول کرکے رہتا ہے۔ آپؓ کی سیاسی فراست کا ایک زمانہ قائل ہے اور نہرو رپورٹ کے خلاف مسلمانوں کو مجتمع کرنے میں سائمن کمیشن کے روبرو مسلمانوں کا نکتہ نگاہ پیش کرنے میں مسائل حاضرہ پر اسلامی نکتہ نگاہ سے مدلل بحث کرنے اور مسلمانوں کے حقوق کے استدلال سے مملو کتابیں شائع کرنے کی صورت میں'' یعنی دلیلوں سے بھری ہوئی کتابیں شائع کرنے کی صورت میں ''آپ نے بہت ہی قابل تعریف کام کیا ہے۔ زیر بحث کتاب سائمن رپورٹ پر آپ کی تنقید ہے جو انگریزی زبان میں لکھی گئی ہے جس کے مطالعہ سے آپ کی وسعتِ معلومات کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کا طرز بیان سلیس اور قائل کر دینے والا ہوتا ہے۔ آپ کی زبان بہت شستہ ہے۔'' (تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 219)

عراق کے حالات پر آل انڈیا ریڈیو سٹیشن لاہور سے تقریر عراق کے حالات پر حضرت مصلح موعودؓ نے ایک تقریر فرمائی جو آل انڈیا ریڈیو سٹیشن لاہور سے 25/ مئی 1941ء کو نشر ہوئی۔ اس کے متعلق رائے ہے۔ اس تقریر کا محرک دوسری جنگ عظیم کے دوران جرمنی اور اٹلی کا عراق پر حملہ آور ہونا تھا۔ دہلی کے مشہور سکھ اخبار ریاست 2/ جون 1941ء نے اس پر حسب ذیل تبصرہ کیا۔ کہتا ہے کہ ''غلام اقوام اور غلام ممالک کے کیریکٹر کا سب سے کمزور پہلو یہ ہوتا ہے کہ ان کے افراد اخلاقی سچائی اور جرأت سے محروم ہو جاتے ہیں اور چاپلوسی، جھوٹ، خوشامد اور بزدلی کی سپرٹ ان میں نمایاں ہو جاتی ہے۔'' پھر مثال دے رہا ہے کہ ''عراق کا رشید علی برطانوی حکومت یا برطانوی رعایا کے نکتہ نگاہ سے غلطی پر ہو یا اس کا برطانیہ سے جنگ کرنا غیر مناسب ہو مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ شخص اپنے ملک کی سیاسی آزادی کے لئے لڑ رہا ہے اور اس

کو کسی قیمت پر بھی اپنے ملک کا غدار یا ٹریٹر قرار نہیں دیا جا سکتا مگر ہمارے غلام ملک کے والیانِ ریاست اور لیڈروں کا کیریکٹر دیکھئے جو والئ ریاست عراق کے متعلق تقریر کرتا ہے۔ رشید علی کو غدار کہہ کر پکار رہا ہے۔ اور جو لیڈر جنگ کے متعلق بیان دیتا ہے سب سے پہلے وہ رشید علی کو ٹریٹر قرار دیتا ہے اور پھر اپنے بیان کی بسم اللہ کرتا ہے اور ان والیان ریاست اور لیڈروں کا کیریکٹر" یعنی یہ مسلمان یا ہندوستان سمیت بعض دوسرے بھی جو لیڈر ہیں، ان لیڈروں کا کیریکٹر "غلامی کے باعث اس قدر پست ہے کہ یہ غلط خوشامد اور چاپلوسی کو ہی ملک یا حکومت کی خدمت سمجھ رہے ہیں۔ ہمارے والیانِ ریاست اور لیڈروں کی اس احمقانہ خوشامد کی موجودگی میں قادیان کی احمدی جماعت کے پیشوا کی اخلاقی جرأت آپ کا بلند کیریکٹر اور آپ کی صاف بیانی دلچسپی اور مسرت کے ساتھ محسوس کی جائے گی جس کا اظہار آپ نے پچھلے ہفتہ اپنی ریڈیو کی ایک تقریر میں کیا۔"

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 239 تا 244)

یہ قوم کو اسیری سے نجات دلانے کی آپؑ کی ایک کوشش ہے۔

مولانا محمد علی جوہر صاحب ہیں۔ 1878ء میں یہ پیدا ہوئے۔ 1931ء میں ان کی وفات ہوئی۔ رام پور میں پیدا ہوئے تھے۔ کلکتہ سے انہوں نے ہفتہ وار اخبار کامریڈ جاری کیا۔ دہلی میں ہمدرد کے نام سے اردو میں بھی اخبار کا اجرا کیا۔ 1923ء میں آل انڈیا کانگریس کے صدر بنائے گئے۔ گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے لندن گئے۔ وہیں 4/ جنوری 1931ء کو ان کا انتقال ہو گیا۔

(ماخوذ از مولانا محمد علی جوہر (حیات و خدمات) از ڈاکٹر ندیم شفیق ملک صفحہ 15، 30 تا 33، 41 تا 45، 48)

پاکستان کے قیام، استحکام اور اس کی تعمیر و ترقی کے ہر مرحلے پر حضرت مصلح موعودؓ کی خدمات نمایاں تھیں۔ آج یہ کہتے ہیں ناں کہ احمدیوں نے کیا کیا؟ یہ تو خود غیر تسلیم کر رہے ہیں کہ نمایاں خدمات تھیں۔ مولانا محمد علی جوہر صاحب نے اس سلسلہ میں اپنے تاثرات اپنے اخبار ہمدرد 26/ ستمبر 1927ء میں درج فرمائے۔ لکھتے ہیں کہ "ناشکر گزاری ہو گی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کر دی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاسیات میں دلچسپی لے رہے ہیں۔" یعنی مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی جماعت۔ "تو دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم، تبلیغ و تجارت میں بھی انتہائی جد و جہد سے منہمک ہیں۔" یہ احمدیوں کا کردار ہے "اور وقت دُور نہیں جبکہ اسلام کے اس منظم فرقہ کا طرز عمل" (سنیں کہتے ہیں) وہ وقت دُور نہیں جب اسلام کے اس منظم فرقے کا طرز عمل "سواد اعظم اسلام کے لئے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدماتِ اسلام کے بلند بانگ و در باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہو گا۔" (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 622)

بڑے بڑے منبروں میں بیٹھ کے دعوے کرتے ہیں۔ ہم مذہبی لیڈر بن کے ظاہر میں بڑے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں لیکن کہتا ہے در باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں۔ لیکن اندرونی طور پر یہ صرف ان کے دعوے ہیں۔ بڑے گھٹیا قسم کے دعوے ہیں۔ ان کے لیے یہ لوگ مشعل راہ ثابت ہوں گے۔ یہ دن کسی وقت آئے گا دیکھ لینا۔ یہ ہے انصاف پسند علماء کی رائے۔ آجکل کے علماء جو احمدیوں کو پاکستان اور اسلام کا دشمن کہتے ہیں انہیں اس آئینے میں اپنا چہرہ دیکھنا چاہیے کہ اسلام کا درد احمدی رکھتے ہیں یا یہ نام نہاد علماء۔

سید حبیب صاحب ایک شخصیت ہیں۔ 1891ء میں پیدا ہوئے۔ اردو کے مشہور اور ممتاز اخبار نویس تھے۔ رسالہ پھول اور تہذیب نسواں کے مدیر مقرر ہوئے۔ اخبار نقاش اور پھر "سیاست" اور روزنامہ "غازی" جاری کیا۔ نہایت بے باک اور نڈر اخبار نویس تھے۔ 1951ء میں ان کی وفات ہوئی۔

("ماخوذ از یارانِ کہن از عبدالمجید سالک صفحہ 189 تا 200 زیر "سید حبیب)

آل انڈیا کشمیر کمیٹی جس کا قیام 25/ جولائی 1931ء کو عمل میں آیا تھا۔ جب حضرت مصلح موعودؓ نے اس کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔ شروع میں جب کمیٹی بنی تھی تو حضرت مصلح موعودؓ کو سب مسلمانوں کی طرف سے متفقہ طور پہ صدر بنایا گیا تھا۔ بہرحال حضرت مصلح موعودؓ نے ایک وقت میں آ کے اس کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا تو سید حبیب صاحب نے اپنے اخبار سیاست لاہور کی اشاعت 18/ مئی 1933ء میں لکھا: "میری دانست میں اپنی اعلیٰ قابلیت کے باوجود ڈاکٹر اقبال" یعنی ڈاکٹر علامہ اقبال صاحب "اور ملک برکت علی صاحب دونوں اس کام کو چلا نہیں سکیں گے اور یوں دنیا پر واضح ہو جائے گا کہ جس زمانہ میں کشمیر کی حالت نازک تھی اس زمانہ میں جن لوگوں نے اختلافِ عقائد کے باوجود مرزا صاحب کو صدر منتخب کیا تھا انہوں نے کام کی کامیابی کو زیرِ نگاہ رکھ کر بہترین انتخاب کیا تھا۔ اُس وقت اگر اختلافاتِ عقائد کی وجہ سے مرزا صاحب کو منتخب نہ کیا جاتا تو یہ تحریک بالکل ناکام رہتی اور امتِ مرحومہ کو سخت نقصان پہنچتا۔ میری رائے میں مرزا صاحب کی علیحدگی کمیٹی کی موت کے مترادف ہے۔ مختصراً یہ کہ ہمارے انتخاب کی موزونیت اب دنیا پر واضح ہو جائے گی۔" (ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعود نمبر جون جولائی 2008ء صفحہ 324-323)

اب پتا لگ جائے گا کہ مرزا صاحب نے کیا کام کیا تھا اور ڈاکٹر علامہ صاحب کیا کام کرتے ہیں اور ان کی کمیٹی جو ان کے بغیر ہے کیا کام کرتی ہے۔ اور پھر دنیا نے دیکھ لیا کہ کیا ہوا۔ سب کچھ سامنے ہے۔ یہ کام آپؓ نے کیوں کیا؟ اس لیے کہ اسیروں کی رستگاری کا درد آپؓ میں تھا اور آپؓ نے اس کا موجب بننا تھا۔ آپؓ نے صدارت تو چھوڑ دی تھی اور بعد میں بھی کمیٹی کا کافی کام کیا لیکن اس درد کی وجہ سے پیچھے رہ کر ہر ممکن مدد جو آپ کر سکتے تھے کی اور اس کی تاریخ گواہ ہے۔

پھر مولانا عبدالماجد دریا آبادی صاحب ہیں۔ 1892ء میں یہ پیدا ہوئے۔ ہندوستان کے ایک اردو ادیب، قلم کار، محقق اور مفسر قرآن بھی تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے وصال پر مولانا عبدالماجد صاحب نے اپنے اخبار صدق جدید لکھنؤ کی 18/ نومبر 1965ء کی اشاعت میں لکھا کہ دوسرے عقیدے ان کے جیسے بھی ہوں، قرآن و علومِ قرآنی کی عالمگیر اشاعت اور اس کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں ان کا صلہ اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرمائے۔ یہ خود مفسر قرآن ہیں اور یہ بات مصلح موعودؓ کے بارے میں بیان فرما رہے ہیں۔ اور ان خدمات کے طفیل میں ان کے ساتھ عام معاملہ درگذر کا فرمائے۔ خیر آگے لکھتے ہیں کہ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح و تبیین اور ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے۔

(ماخوذ از ماہنامہ انصار اللہ حضرت مصلح موعود نمبر مئی، جون، جولائی 2009ء صفحہ 879)

ایک مفسر قرآن جو مسلمانوں کے ہیں خود یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح اور تبیین اور ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے۔ اختلافِ عقیدہ کے

باوجود جس میں وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہوں گے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمتِ قرآن و اسلام کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکے۔ جب اللہ تعالیٰ نے علوم ظاہری و باطنی سے پُر کرنے کا وعدہ دیا تھا تو پھر کون آپؓ جیسے علوم و معارف اپنے وقت میں بتا سکتا تھا بلکہ بعد میں آنے والے بھی آپؓ کے علوم سے ہی خوشہ چینی کریں گے تبھی صحیح رستے پر چلتے جائیں گے۔

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال صاحب۔ ان کے حوالے سے جماعت کے خلاف بہت باتیں ہوتی ہیں لیکن ان کی یہ باتیں بھی ریکارڈ میں موجود ہیں۔ 24/مارچ 1927ء کو لاہور میں ایک جلسہ ہوا جس کی صدارت علامہ اقبال نے کی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے وہاں تقریر فرمائی۔ اس کے بعد علامہ صاحب نے کہا: ”ایسی پر از معلومات تقریر بہت عرصے کے بعد لاہور میں سننے میں آئی ہے۔ خاص کر جو قرآن شریف کی آیات سے مرزا صاحب نے استنباط کیا ہے وہ تو نہایت ہی عمدہ ہے۔ میں اپنی تقریر کو زیادہ دیر تک جاری نہیں رکھ سکتا تا مجھے اس تقریر سے جو لذت حاصل ہو رہی ہے“ یعنی حضرت مصلح موعودؓ کی تقریر سے جو لذت حاصل ہو رہی ہے ”وہ زائل نہ ہو جائے۔“ (الفضل 15/ فروری 1999ء صفحہ 6)

سید عبدالقادر صاحب ایم اے تاریخ کے پروفیسر تھے۔ پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور تھے۔ 1919ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے ”اسلام میں اختلافات کا آغاز“ پہ لاہور میں ایک لیکچر دیا تھا۔ بڑا معرکۃ الآراء لیکچر تھا۔ یہ صدارت کر رہے تھے۔ صدارتی خطاب میں سید عبدالقادر صاحب نے بیان کیا کہ فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کا نام نامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ یہ تقریر نہایت عالمانہ ہے۔ مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کوئی شدھ بدھ ہے اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مؤرخ ہیں جو حضرت عثمانؓ کے عہد کے اختلافات کی تہ تک پہنچ سکے اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کے فتنہ کے اسباب سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے فتنہ کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایوان خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔ میرا خیال ہے ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے نہیں گزرا ہو گا۔

(ماخوذ از الفضل 15/ فروری 2002ء صفحہ 13)

وزیر ہند ایڈون سموئیل مونٹیگو (EdwinSamuelMontagu) ہندوستان کے تمام معاملات کے ذمہ دار برطانوی پارلیمان میں سیکرٹری آف سٹیٹ برائے انڈیا ہوتے تھے۔ جب یہ انڈو پاکستان یا سب کانٹینینٹ (Subcontinent) برٹش گورنمنٹ کے ماتحت تھا، برطانیہ کی گورنمنٹ کے ماتحت تھا تو یہ اس وقت ہندوستان کے جو معاملات تھے اس میں برطانوی پارلیمنٹ میں سیکرٹری آف سٹیٹ برائے انڈیا تھے۔ 1917ء اور 1918ء میں یہ اس عہدے پر فائز تھے۔ انہی ایام میں ہندوستان کی صورتحال کا جائزہ لینے ہندوستان کے دورے پر گئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس موقع پر ہندوستان کے معاملات کو سلجھانے پر واضح اور مفصل راہنمائی ان صاحب یعنی وزیر ہند کے نام ایک ایڈریس کی شکل میں ارسال فرمائی۔ یہ وزیر ہند بھی تھے۔ یہ ایڈریس انہیں لاہور میں پیش کیا گیا جسے حضرت سر ظفر اللہ خان صاحبؓ نے پڑھ کر سنایا۔ حضور نے خود بھی وزیر صاحب سے ملاقات کی اور راہنمائی سے نوازا۔ مونٹیگو (Montagu) صاحب نے اس ایڈریس اور اس کا

احوال اپنی ڈائری میں نوٹ کیا جو ان کی وفات کے بعد An Indian Diary کے نام سے شائع ہوئی۔ انہوں نے 15/ نومبر 1917ء کی تاریخ میں درج کیا: چوتھا وفد احمدیوں کا تھا جو مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ ہے۔ یہ مسلمان ہیں اور انسانیت کے اتحاد میں یقین رکھتے ہیں اور تمام انبیاء پر ایمان لاتے ہیں۔ انہوں نے ایک طویل دستاویز پڑھ کر سنائی جو ان کے حضور نے تحریر کی ہے۔ یہ دستاویز ان تمام دستاویزات سے کہیں بہتر تھی جو ہمارے سامنے پیش کی گئیں۔ اس دستاویز کی تجاویز ایگزیکٹو کونسل کے ممبران کے چناؤ سے متعلق اور قانون سازی کے متعلق سب وفود سے بہتر اور بہت غور و فکر کے بعد نہایت ذہانت سے تیار کی گئی ہیں۔

ان کے اختتامی نوٹ کے اصل الفاظ یوں ہیں کہ:

He has a good mind and had carefully thought out his constitutional scheme.

(ماخوذ از الفضل انٹرنیشنل 18 تا 27/ فروری 2020ء صفحہ 54 خصوصی اشاعت بر موقع یوم مصلح موعودؓ)

ان کا دماغ پائے کا ہے اور بڑی احتیاط اور گہرائی سے انہوں نے ایک آئینی سکیم دی ہے۔ یہ ایک پڑھا لکھا منجھا ہوا سیاستدان ہے جو ایک دنیاوی تعلیم نہ حاصل کرنے والے کے بارے میں کہہ رہا ہے۔ یہ کیوں نہ ہو کہ یہ پیشگوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ظاہری علوم سے بھی پُر کیا ہے۔

چودھری محمد اکبر خان بھٹی صاحب ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ہیں۔ کہتے ہیں: ”ایک واقعہ کا ذکر کرنا بھی شاید بے محل نہ ہوگا۔ ہفتہ وار ”پارس“ کے ایڈیٹر لالہ کرم چند ایک دفعہ اخبار نویسوں کے وفد کے ساتھ قادیان کے سالانہ اجلاس میں شامل ہوئے۔ وہاں سے واپس آئے تو یکے بعد دیگرے کئی مضامین میں مرزا بشیر الدین محمود صاحب کی قیادت، فراست اور شخصیت کا ذکر ایسے پیرائے میں کیا کہ مخالفوں میں کھلبلی مچ گئی۔ مجھے خود کہنے لگے۔ ہم تو ظفر اللہ کو بڑا آدمی سمجھتے تھے۔ (سر ظفر اللہ ان دنوں میں وائسرائے کے ایگزیکٹو کونسل کے ممبر تھے) مگر مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے سامنے اس کی حیثیت ”یعنی ظفر اللہ خان صاحب کی حیثیت ”طفلِ مکتب کی ہے۔ وہ ہر معاملے میں ان سے بہتر رائے رکھتا ہے“ یعنی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ ہر معاملے میں ظفر اللہ خان صاحبؓ سے بہتر رائے رکھتے ہیں ”اور بہترین دلائل پیش کرتا ہے۔ اس میں بے پناہ تنظیمی قابلیت ہے۔ ایسا آدمی بآسانی کسی ریاست کو بامِ عروج تک لے جاسکتا ہے ... تقسیم ملک کے بعد مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے لاء کالج لاہور..... میں ملکی ترقی کے امکانات پر چند تقریریں کی تھیں۔ ان تقریروں میں انہوں نے ایک فاضل یونیورسٹی لیکچرار کی طرح نقشہ جات، بلیک بورڈ اور گراف کی امداد سے بعض نکات کی وضاحت کی تھی۔ مجھے ایک نکتہ یاد ہے۔“ یہ لکھنے والے کہتے ہیں ”مجھے ایک نکتہ یاد ہے اور وہ یہ کہ“ انہوں نے کہا کہ ”افسوس ہے کہ تقسیم ملک سے پہلے ان جزائر کی طرف توجہ نہ دی گئی جو ساحل ہند کے ساتھ ساتھ واقع ہیں۔ لکادیپ اور سرندیپ، بالا دیپ وغیرہ۔ ان ساحلی جزیروں کی آبادی اکثر و بیشتر مسلمانوں پر منحصر ہے اور ان کی اہمیت دفاعی نکتہ نگاہ سے بہت زیادہ ہے۔ ارشادات سن کر سامعین میں عام تاثر یہ پایا جاتا تھا کہ کاش تقسیم کی کارروائی کے وقت خلیفہ صاحب کا اشتراکِ عمل حاصل کرلیا جاتا۔ بے جا تعصّب اور خود فریبی نے قومی سطح پر مرزا بشیر الدین محمود احمد کی خداداد صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع ہاتھ سے کھو دیا... ایک جج نے نجی صحبت میں اعتراف کیا کہ انہیں اپنی ساری فضیلت کے باوجود ان مافوق الفطرت مسائل کے متعلق رتّی بھر واقفیت نہیں تھی۔ مرزا محمود احمد کی توضیحات کو سن کر ان کے چودہ طبق

روشن ہو گئے اور پہلی بار اسلامی نظریات کا صحیح صحیح علم ہوا۔" (الفضل انٹرنیشنل 16 تا 22/ فروری 2018ء صفحہ 3)

پس مصلح موعودؓ ہی ہیں جنہوں نے پہلے بھی اور بعد میں بھی پاکستان کے وجود کے قیام کے لئے اعلیٰ ترین رائے پیش کیں اور پڑھے لکھے لوگوں کے بھی دماغ روشن کر دیے۔ ہوش و حواس ان کو بھول گئے۔ ان کو یہ بھول ہی گیا اور وہ اپنے آپ کو بالکل ہی طفل مکتب سمجھنے لگے کہ ہمیں تو ان باتوں کا پتا ہی نہیں تھا۔

اخبار العمران دمشق جب حضرت مصلح موعودؓ نے وہاں دورہ کیا تو 10/ اگست 1924ء میں بعنوان 'مہدی دمشق میں' لکھتا ہے کہ "ابھی آپ کے دارالخلافہ میں تشریف لانے کی خبر شائع ہوئی تھی کہ بہت سے علماء اور فضلاء" جو وہاں شام کے تھے "آپ کے ساتھ گفتگو کرنے اور آپ کی دعوت کے متعلق آپ سے مناظرہ و مباحثہ کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں پہنچ گئے" اور پھر کیا ہوا، کہتا ہے لکھنے والا "اور انہوں نے آپ کو نہایت عمیق ریسرچ رکھنے والا عالم اور سب مذاہب اور ان کی تاریخ و فلسفہ کا گہرا مطالعہ رکھنے والا اور شریعت الٰہیہ کے حکمت و فلسفہ کی واقفیت رکھنے والی شخصیت پایا۔" (روزنامہ الفضل 17/ فروری 1972ء صفحہ 10)

یہ ایک عرب اخبار کی گواہی ہے۔ اسرائیل کے قیام کی منصوبہ بندی اور پھر قیام پر جب منصوبہ بندی ہو رہی تھی اور پھر اس کے قیام کے بعد بھی آپؓ نے مذہبی اور تاریخی تناظر میں مسلمانوں کو حقائق بتا کر ہوشیار کرنے کی کوشش کی۔ بعد میں بھی کرتے رہے۔ اس ضمن میں آپؓ نے ایک مضمون "اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ" لکھا۔ اور اس کا عربی ترجمہ کر کے اسے عرب تک بھی پھیلایا گیا اور عربوں کو اور مسلم دنیا کو کہا کہ اب بھی ہوشیار ہو جاؤ۔ اس مضمون کو کئی عرب اخبارات نے بھی بیان کیا اور سراہا بھی۔ آپؓ نے اپنے تحفظات کا اظہار کیا تھا، خدشات کا بیان کیا تھا اور جن نتائج کے پیدا ہونے کا اظہار کیا تھا آج وہی نتائج ہم دیکھ رہے ہیں۔ اور آج جنگ میں نظر آ رہے ہیں جو آپؓ نے بیان کیے تھے۔ کاش کہ مسلمان اس وقت بھی توجہ کرتے اور آج بھی توجہ کریں۔ اس بارے میں الشوریٰ بغداد کا ایک اخبار ہے اس نے 18/ جون 1948ء کے پرچے میں تفصیل لکھی۔ اسی طرح اخبار "الف باء" دمشق شائع ہوتا ہے اس نے بھی اس مضمون کو خوب سراہا۔ یہ ایک ایسا مضمون ہے جو احمدیوں کو بھی پڑھ لینا چاہیے، ان کی بہت ساری معلومات میں اضافہ ہو گا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 12 صفحہ 391، 393)

سردار شوکت حیات خان صاحب یہ جدوجہدِ آزادئ ہندوستان کے سرکردہ رکن تھے۔ اپنی کتاب گم گشتہ قوم The Nation that lost its soul میں لکھا ہے: ایک دن مجھے قائداعظم کی طرف سے پیغام ملا۔ (قائداعظم کا پیغام یہ تھا) کہ شوکت مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم بٹالے جا رہے ہو جو قادیان سے پانچ میل کے فاصلے پر ہے۔ تم وہاں جاؤ اور حضرت صاحب کو میری درخواست پہنچاؤ کہ وہ پاکستان کے حصول کے لیے اپنی نیک دعاؤں اور حمایت سے نوازیں۔ کہتے ہیں جلسہ کے اختتام کے بعد مَیں نصف شب کے قریب بارہ بجے رات قادیان پہنچا۔ حضرت صاحب آرام فرما رہے تھے۔ مَیں نے ان تک پیغام پہنچایا کہ مَیں قائداعظم کا پیغام لے کر حاضر ہوا ہوں۔ وہ اسی وقت نیچے تشریف لے آئے اور استفسار کیا کہ قائداعظم کے کیا احکامات ہیں؟ مَیں نے کہا کہ وہ آپ کی دعا اور معاونت کے طلبگار ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے جواباً کہا کہ وہ شروع ہی سے ان کے مشن کے لیے دعا گو ہیں اور جہاں تک ان کے پیروکار کا تعلق ہے یعنی احمدیوں کا۔ کوئی احمدی

مسلم لیگ کے خلاف انتخاب میں کھڑا نہیں ہو گا اور اگر کوئی اس سے غداری کرے گا تو وہ ان کی جماعت کی حمایت سے محروم ہو گا۔ اگر وہ کھڑا بھی ہوا تو جماعت اس کی فیور (favour) نہیں کرے گی چاہے وہ احمدی ہو۔ مسلم لیگ کے کینڈیڈیٹ کو بہر حال ہم سپورٹ کریں گے۔ اس ملاقات کے نتیجہ میں ممتاز دولتانہ صاحب نے سیالکوٹ کے حلقہ میں ایک احمدی نواب محمد دین صاحب کو بھاری اکثریت سے شکست دی۔ شوکت حیات صاحب یہ لکھتے ہیں کہ قادیانی لوگوں نے اپنے امیر کے حکم کی بجاآوری میں محمد دین کی بجائے ممتاز کو ووٹ دیا اور یہ ممتاز دولتانہ صاحب وہی ہیں جنہوں نے 1953ء میں اپنی حکومت میں پھر احمدیوں کے خلاف ہی کارروائی کی۔ احمدی جتنا مرضی ان لوگوں کی حمایت کرتے رہیں لیکن یہ لوگ ڈنگ مارنے سے باز کبھی نہیں آتے۔ شوکت حیات صاحب مزید لکھتے ہیں۔ جب میں پٹھان کوٹ پہنچا تو قائداعظم نے مولانا مودودی صاحب سے بھی ملنے کے لیے حکم فرمایا۔ وہ چودھری نیاز کے گاؤں سے متصل باغ میں رہائش پذیر تھے۔ جب میں نے انہیں، مولانا مودودی صاحب کو قائداعظم کا پیغام پہنچایا کہ وہ پاکستان کے لیے دعا کریں اور ہماری حمایت کریں تو انہوں نے جواباً کہا کہ وہ کیسے "ناپاکستان" یعنی ناپاک جگہ کے لیے دعا کر سکتے ہیں۔ مزید برآں کہتے ہیں پاکستان کیسے وجود میں آ سکتا ہے کہ جس وقت تک تمام ہندوستان کا ہر فرد مسلمان نہیں ہو جاتا۔ جماعت اسلامی کے قائد کی یہ بصیرت تھی کہ اس وقت تک پاکستان وجود میں نہیں آ سکتا۔

(ماخوذ از گم گشتۂ قوم از سردار شوکت حیات۔ جنگ پبلشرز، صفحہ 195، اشاعت اوّل دسمبر 1995ء)

اس کا مطلب ہے ان کے نظریہ کے مطابق تو آج تک نہیں آنا چاہیے تھا۔ جماعت اسلامی کے قائد کی یہ بصیرت، یہ سردار شوکت حیات لکھتے ہیں کہ جماعت اسلامی کے قائد کی یہ بصیرت اور نظریہ تھا۔ اور دوسری طرف دیکھو مرزا بشیر الدین محمود احمد کا کیا نظریہ تھا۔ آج احمدی ان تاریخ سے نابلد سیاستدانوں اور نام نہاد علماء کی نظر میں ملک دشمن ہیں جو ملک کے لیے ہر قربانی کے لیے اس کے وجود کے وقت بھی تیار تھے اور آج بھی تیار ہیں اور یہ ملک بنانے کے خلاف جو لوگ ہیں وہ ملک کے ٹھیکیدار بنے بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جلد ان ظالموں سے ملک کو نجات دلائے۔

پھر مسلمانوں کا درد رکھتے ہوئے آپؓ کا ایک اَور کارنامہ ہے۔ 1923ء میں آپؓ نے تاریخ شدھی کے خلاف جہاد کا آغاز فرمایا۔ یعنی ہندو بنانے کی تحریک وہ تحریک جو شردھانند نامی ایک ہندو لیڈر نے ہندوستان میں ان مسلمانوں کو دوبارہ ہندو بنانے کے لیے چلائی تھی جن کے آباء و اجداد کبھی ہندو تھے۔ آپ نے یکے بعد دیگرے آنریری مبلغین کے وفود ملکانہ کے علاقے کی جانب روانہ کیے۔

اس حوالے سے اخبار مشرق گورکھ پور نے 29/مارچ 1923ء کی اشاعت میں لکھا کہ "جماعت احمدیہ کے امام و پیشوا کی لگاتار تقریروں اور تحریروں کا اثر ان کے تابعین پر بہت گہرا پڑا ہے اور اس جہاد میں اس وقت سب کے آگے یہی فرقہ نظر آتا ہے اور باوجود اس بات کے احمدی فرقہ کے نزدیک اس گروہ نو مسلم کی تائید کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اس فرقہ سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا مگر اسلام کا نام لگا ہوا تھا اس لئے اس کی شرم سے" یعنی کہ اسلام کے نام کی شرم سے "امام جماعت احمدیہ کو جوش پیدا ہو گیا اور آپ کی بعض تقریریں

دیکھ کر دل پر بہت ہیبت طاری ہوتی ہے کہ ابھی خدا کے نام پر جان دینے والے موجود ہیں اور اگر ہمارے علماء کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ احمدیہ جماعت اپنے عقائد کی تعلیم دے گی تو وہ متفقہ جماعت میں ...ایسا خلوص پیدا کر کے آگے بڑھیں۔" پھر دوسرے مسلمان اگر انہیں خطرہ ہے کہ جماعت احمدیہ اپنے عقائد نہ جاری کر دیں تو پھر وہ مسلمان سارے اکٹھے ہو جائیں، متفقہ جماعت بنائیں اور ایک خلوص پیدا کر کے آگے بڑھیں "کہ ستو کھائیں۔" کس طرح کریں جس طرح احمدی کرتے ہیں۔ ستو کھائیں "اور چنے چبائیں اور اسلام کو بچائیں۔" جو لوگ وہاں گئے تھے وہ تو اس طرح گزارہ کرتے تھے۔ کوئی کھانا پکا ہوا نہیں ملتا تھا۔ چنے کھاتے تھے اور ستو پیتے تھے۔ "جماعت احمدیہ کے ارکان میں ہم یہ خلوص بیشتر دیکھتے ہیں۔" کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے ارکان میں یہ خلوص ہم بیشتر دیکھتے ہیں۔ "دیانت، ایفاءِ عہد، اپنے امام کی اطاعت۔ پس یہ جماعت فرد ہے۔ جناب مرزا صاحب اور ان کی جماعت کی عالی حوصلگی اور ایثار کی تعریف کے ساتھ مسلمانوں کو ایسے ایثار کی غیرت دلاتے ہیں۔" یہ ایک بن گئے ہیں اور یہ مسلمانوں کو ایسے ایثار کی غیرت دلاتے ہیں کہ تم بھی اکٹھے ہو اور ایسا ایثار پیدا کرو۔ "دیانت اور امانت جو مسلمانوں کی امتیازی صفتیں تھیں آج وہ ان میں نمایاں ہیں۔ جماعت احمدیہ کی فیاضی اور ایثار کے ساتھ ان کی دیانت اور آمد و خرچ کے ابواب کی درستگی اور باقاعدگی سب سے زیادہ قابل ستائش ہے اور یہی وجہ ہے کہ باوجود آمدن کی کمی کے یہ لوگ بڑے بڑے کام کر رہے ہیں۔"

(مسیح موعودؑ اور جماعت احمدیہ انصاف پسند اصحاب کی نظر میں مرتبہ مولوی عبدالمنان شاہد صفحہ 261-262)

یہ غیر تسلیم کر رہے ہیں۔ یہ درد تھا آپؓ کے دل میں جس کے لیے آپؓ نے جماعت میں خاص تحریک کر کے پوری جماعت کو ہی کسی نہ کسی رنگ میں اس کام پر لگا دیا اور متحرک کر دیا جس کے غیر از جماعت بھی معترف ہیں۔

م ش صاحب ایک مشہور صحافی اور سیاستدان تھے۔ قلمی نام ان کا "م۔ش" تھا۔ اصل نام میاں محمد شفیع تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ کی وفات پہ انہوں نے "لاہور کی ڈائری" میں لکھا کہ "مرزا بشیر الدین محمود احمد نے 1914ء میں خلافت کی گدی پر متمکن ہونے کے بعد جس طرح اپنی جماعت کی تنظیم کی اور جس طرح صدر انجمن احمدیہ کو ایک فعال اور جاندار ادارہ بنایا اس سے ان کی بے پناہ تنظیمی قوت کا پتہ چلتا ہے۔ اگرچہ ان کے پاس کسی یونیورسٹی کی ڈگری نہیں تھی لیکن انہوں نے پرائیویٹ طور پر مطالعہ کر کے اپنے آپ کو واقعی علامہ کہلانے کا مستحق بنا لیا تھا۔ انہوں نے ایک دفعہ ایک انٹرویو میں مجھے بتایا تھا کہ میں نے انگریزی کی مہارت "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کے باقاعدہ مطالعہ سے حاصل کی۔ ان کے ارشاد کے مطابق جب تک یہ اخبار خواجہ نذیر احمد کے دور ملکیت میں بند نہیں ہو گیا انہوں نے اس کا باقاعدہ مطالعہ جاری رکھا۔ مرزا صاحب ایک نہایت سلجھے ہوئے مقرر اور منجھے ہوئے نثر نگار تھے اور ہر ایک اس موقع کو بلا دریغ استعمال کرتے تھے جس سے جماعت کی ترقی کی راہیں کھلتی ہوں۔ جماعتی نکتہ نگاہ سے ان کا یہ ایک بڑا کارنامہ تھا کہ تقسیم برصغیر کے بعد جب قادیان ان سے چھن گیا تو انہوں نے ربوہ میں دوسرا مرکز قائم کر لیا۔"

(روزنامہ الفضل 11/دسمبر 1965ء صفحہ 5)

پھر The Light جو غیر مبائعین کا ترجمان اخبار ہے اس نے حضرت مصلح موعودؓ کی وفات پہ لکھا۔ اس

کا عنوان یہ تھا۔ A great Nation Builder انہوں نے 16/ نومبر 1965ء کے شمارے میں لکھا ہے کہ ”امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کی وفات انتہائی طور پر پُر از واقعات ایک ایسی زندگی کے اختتام پر منتج ہوئی ہے جو دُور رَس نتائج کے حامل، بے شمار عظیم الشان کارناموں اور مہمات سے لبریز تھی۔ آپ علوم و فنون پر حاوی ایک نابغہ روزگار وجود اور بے پناہ قوتِ عمل سے مالا مال شخصیت تھے۔ گذشتہ نصف صدی کے دوران دینی علم و فضل سے لے کر تبلیغ و اشاعت اسلام کے نظام تک اور مزید برآں سیاسی قیادت تک فکر و عمل کا بمشکل ہی کوئی ایسا شعبہ ہو گا جس پر مرحوم نے اپنے منفرد انہ اثر کا گہرا نقش نہ چھوڑا ہو۔ دنیا بھر میں پھیلا ہوا اسلامی مشنوں کا ایک جال اطراف و جوانب میں تعمیر ہونے والی مساجد اور عرصہ دراز سے قائم شدہ عیسائی مشنوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والی تبلیغ اسلام کا افریقہ میں وسیع و عمیق نفوذ، یہ وہ کارہائے نمایاں ہیں جو مرحوم کی تخلیقی منصوبہ بندی، تنظیمی صلاحیت اور انتھک جدوجہد کے حق میں ایک مستقل اور پائیدار یادگار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حالیہ زمانہ میں بمشکل ہی انسانوں کا کوئی اور ایسا لیڈر ہوا ہو گا جو اپنے متبعین کی اتنی پُر جوش محبت اور جاں نثاری کا مستحق ثابت ہوا ہو۔ پھر آپ کے متبعین کی طرف سے پُر جوش محبت اور جاں نثاری کا اظہار صرف آپ کی حیات تک ہی محدود نہ تھا بلکہ اس کے بعد بھی اس کا اظہار اسی شدت سے ہوا جبکہ ملک کے تمام حصوں سے ساٹھ ہزار لوگ اپنے جدا ہونے والے امام کو آخری نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے دیوانہ وار دوڑے چلے آئے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں مرزا صاحب کا نام ایک ایسے عظیم معمارِ قوم کے طور پر زندہ رہے گا جس نے شدید مشکلات کے عَلَی الرَّغْم ایک متحد و مربوط جماعت قائم کر دکھائی اور اسے ایک ایسی قوت بنا ڈالا کہ جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔“ (تاریخ احمدیت جلد 23 صفحہ 182)

باوجود اختلاف کے غیر مبائعین کا اخبار بھی اس طرز کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکا کہ آپؓ ایک عظیم لیڈر تھے۔ بہرحال یہ بھی ان لوگوں کا کھلے دل کا اظہار ہے۔ آپؓ کے بارے میں اس طرح کے بے شمار غیروں کے تبصرے ہیں۔ اس کے علاوہ آپؓ نے مختلف موضوعات پر جماعت کو، عمومی طور پر مسلمانوں کو بھی نصائح فرمائی ہیں، راہنمائی فرمائی ہے۔ وہ کئی مضمون ہیں۔ کئی کتابیں ہیں۔ کئی ضخیم جلدوں پر یہ مشتمل ہیں۔ کچھ شائع ہو گئی ہیں کچھ شائع ہونے والی ہیں۔ تقریروں کی جلدیں ہی پینتیس چھتیس ہو گئی ہیں۔ خطبات چھبیس ستائیس یا اٹھائیس ہو گئے ہیں۔ تو بہرحال آپؓ نے بہت نصائح فرمائی ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ کسی سکول، کسی مدرسہ، کسی کالج، یونیورسٹی میں نہ پڑھنے کے باوجود جو علمِ قرآن اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو عطا فرمایا تھا اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس بارے میں بھی غیروں نے بے شمار تبصرے کیے ہوئے ہیں جو گذشتہ سالوں میں مَیں بیان کر چکا ہوں اور اب جو پرانے ریکارڈ میں سے غیر مطبوعہ نوٹس یا خطبات اور تقریروں میں سے جو تفسیریں قرآن کریم کی مل رہی ہیں وہ ابھی چھپی نہیں ہوئیں۔ تفسیر کبیر میں وہ نہیں آئیں۔ جو تفسیر کبیر کے دس Volume ہیں ان سے تقریباً دوگنے سے زیادہ ہیں۔ ان کی بھی انشاء اللہ تعالیٰ جلد اشاعت ہو جائے گی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو عطا فرمایا۔ اس پیشگوئی کو پورا فرمایا اور یہ جو پیشگوئی حضرت مصلح موعودؓ ہے یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی عظیم پیشگوئیوں میں سے ایک ہے اور ہمارے ایمان کو بڑھانے کا ذریعہ ہے۔ بہت سی کتب کی اشاعت انگریزی زبان میں بھی ہو چکی ہے۔ جن کو اردو نہیں آتی انہیں اس علمی خزانہ سے استفادہ

کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ پہلے بھی مَیں کہتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس علمی خزانے سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آج کل پاکستان میں دوبارہ جماعت کے خلاف مخالفت کی ایک لہر شروع ہوئی ہوئی ہے۔ سیاستدان اور مولوی جو انتخابات میں ہارے ہیں یا اپنی مرضی کے نتائج انہیں حاصل نہیں ہو سکے ان کی ایک بڑی تعداد فساد پھیلانے کے لیے پھر احمدیوں پر حملے کر رہی ہے۔ ان کا ہمیشہ سے یہی طریق رہا ہے کہ جب خود ناکام ہو جائیں تو سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے پھر احمدیوں کے خلاف محاذ کھڑا کر دو۔ یہی یہ لوگ آج کل کوشش کر رہے ہیں۔ اپنے خود غرضانہ مقاصد کے لیے یہ جو بھی کر سکتے ہیں کرتے ہیں اور کر رہے ہیں اور کریں گے۔ اس لیے احمدیوں کو جہاں ہوشیار ہونا چاہیے وہاں دعاؤں اور صدقات پہ بھی بہت زیادہ زور دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ احمدیوں کو محفوظ رکھے۔

یمن کے احمدیوں کے لیے بھی بہت دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے بھی آسانیاں پیدا فرمائے۔ ان کے بہت سارے اسیری میں زندگی گزار رہے ہیں ان کی جلد اسیری سے رہائی فرمائے۔

فلسطینیوں کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان پر بھی رحم فرمائے اور بڑی طاقتوں کے ظلموں سے ان کو نجات دلائے۔

گھانا میں جلسہ ہو رہا ہے۔ کل سے شروع ہے۔ کل ہفتہ کو ان کا آخری دن ہے۔ ان کے ہر طرح کامیاب ہونے کے لیے دعا کریں۔ **ان کا جماعت کے قیام پر سو سالہ جلسہ ہے۔** کل انشاء اللہ یہاں سے جلسے پہ میری تقریر بھی ہو گی۔ لائیو وہاں جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 15/ مارچ 2024ء جلد 31 شمارہ 65 صفحہ 02 تا 08)

9

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 01/مارچ2024ء بمطابق 01/امان1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ **جنگ اُحد کے حالات** کے ضمن میں بیان فرماتے ہیں کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زخمیوں اور شہداء کو جمع کیا۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کی گئی اور شہداء کے دفنانے کا انتظام کیا گیا۔ اس وقت آپؐ کو معلوم ہوا کہ ظالم کفارِ مکہ نے بعض مسلمان شہداء کے ناک کان بھی کاٹ دیئے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ جن کے ناک کان کاٹے گئے ہیں ان میں خود آپؐ کے چچا حمزہؓ بھی تھے۔ آپؐ کو یہ نظارہ دیکھ کر افسوس ہوا اور آپؐ نے فرمایا کفّار نے خود اپنے عمل سے اپنے لئے اس بدلہ کو جائز بنا دیا ہے جس کو ہم ناجائز سمجھتے تھے۔ مگر خدا تعالیٰ کی طرف سے اس وقت آپؐ کو وحی ہوئی کہ کفّار جو کچھ کرتے ہیں ان کو کرنے دو۔ تم رحم اور انصاف کا دامن ہمیشہ تھامے رکھو۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد20 صفحہ 255-254)

یہ ہے اسلام کی تعلیم۔ حضرت حمزہؓ کی تدفین اور تکفین کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت حمزہؓ کو ایک ہی کپڑے میں کفن دیا گیا، کچھ پہلے مَیں مختصر بیان کر چکا ہوں بلکہ تفصیلی بیان کر چکا ہوں۔ بعض باتیں نہیں آئی تھیں۔ جب ان کا سر ڈھانکا جاتا تو دونوں پاؤں سے کپڑا ہٹ جاتا اور جب چادر پاؤں کی طرف کھینچ دی جاتی تو ان کے چہرے سے کپڑا ہٹ جاتا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپؓ کا چہرہ ڈھانک دیا جائے اور پاؤں پر حَرمل یا اذخر گھاس رکھ دی جائے۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو جو کہ آپؓ کے بھانجے تھے ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ الطبقات الکبریٰ کا یہ حوالہ ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 7-6 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

(مسند احمد جلد7 صفحہ 72 حدیث 21387 مطبوعہ عالم الکتب بیروت1998ء)

اور ان شہداء کی نماز جنازہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کے بارے میں بحث مَیں گذشتہ خطبہ میں بیان کر چکا ہوں۔

نَوحہ اور بَین جو مُردوں پہ، فوت شدگان پہ کیا جاتا ہے اس کی کس پُر حکمت انداز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی۔ ایک روایت میں آتا ہے اور یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اُحد سے واپس لَوٹے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ انصار کی عورتیں اپنے خاوندوں پر روتی اور بین کرتی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا بات ہے حمزہؓ کو کوئی رونے والا نہیں؟ انصار کی عورتوں کو پتہ چلا تو پھر وہ حضرت حمزہؓ کی شہادت پر بَین کے لیے اکٹھی ہو گئیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ لگ گئی۔ میرے

خیال میں مسجد میں ہی کچھ فاصلے پہ تھے۔ اور جب بیدار ہوئے تو وہ خواتین اسی طرح رو رہی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج یہ لوگ حمزہ کا نام لے کر روتی ہی رہیں گی؟ بند نہیں کریں گی۔ انہیں کہہ دو کہ واپس چلی جائیں۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت فرمائی کہ اپنے گھروں کو واپس لَوٹ جائیں اور آج کے بعد کسی مرنے والے کا ماتم اور بَین نہ کریں۔

(مسند احمد جلد 2 صفحہ 419-418 حدیث 5563 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

تو اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم **نے مُردوں پر نوحہ کرنا ناجائز قرار دیا** اور کسی بھی قسم کا نوحہ اور بین ختم کر دیا۔ یوں بڑی حکمت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی عورتوں کے جذبات کا خیال رکھا۔ انہیں اپنے خاوندوں اور بھائیوں کی جدائی پر ماتم سے روکنے کی بجائے حضرت حمزہؓ کا ذکر کیا۔ ان پر رونے والا کوئی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حمزہؓ کی شہادت پر پھر لاش کی بے حرمتی دیکھ کر شدید غم تھا لیکن جب دیکھا کہ انصار عورتیں اب یہ نوحہ بند ہی نہیں کر رہیں۔ یہ ایک رسم ہی تھی تو پھر اس پر اس رسم کو ختم کرنے کے لیے اپنا نمونہ پیش کر دیا اور انہیں صبر کی تلقین کی۔ ایسی تلقین جو پُراثر تھی۔ جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حمزہؓ کی جدائی کے غم کا تعلق ہے وہ آخر تک آپؐ کو رہا۔ ہمیشہ اس کا ذکر کرتے تھے۔ حضرت کعب بن مالکؓ نے حضرت حمزہؓ کی شہادت پر اپنے مرثیہ میں کہا تھا کہ میری آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور حمزہ کی موت پر انہیں رونے کا بجا طور پر حق بھی ہے۔ مگر خدا کے شیر کی موت پر رونے دھونے اور چیخ و پکار سے کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ خدا کا شیر حمزہ کہ جس صبح وہ شہید ہوا دنیا کہہ اٹھی کہ شہید تو یہ جوانمرد ہوا ہے۔ (اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 69 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

حضرت مُصعبؓ کی تدفین کے بارے میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت مصعبؓ کی نعش کے پاس پہنچے۔ ان کی نعش چہرے کے بل پڑی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس کھڑے ہو کر یہ آیت تلاوت فرمائی کہ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ۔ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔ (الاحزاب:24) کہ مومنوں میں سے ایسے مرد ہیں جنہوں نے جس بات پر اللہ سے عہد کیا اسے سچا کر دکھایا۔ پس ان میں سے وہ بھی ہے جس نے اپنی منت کو پورا کر دیا اور ان میں سے وہ بھی ہے جو ابھی انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے ہرگز اپنے طرز عمل میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَشْهَدُ أَنَّكُمُ الشُّهَدَاءُ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ کہ خدا کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم لوگ قیامت کے دن بھی اللہ کے ہاں شہداء ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ان کی زیارت کر لو اور ان پر سلام بھیجو۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے روز قیامت تک جو بھی ان پر سلام کرے گا یہ اس کے سلام کا جواب دیں گے۔ حضرت مصعبؓ کے بھائی حضرت ابو رُوم بن عُمیرؓ حضرت سُوَیبط بن سعدؓ اور حضرت عامر بن رَبیعہؓ نے حضرت مصعبؓ کو قبر میں اتارا۔

(الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 90-89 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سیرت خاتم النبیینؐ میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ”اُحد کے شہداء میں ایک

صاحب مصعب بن عمیرؓ تھے۔ یہ وہ سب سے پہلے مہاجر تھے جو مدینہ میں اسلام کے مبلغ بن کر آئے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں مصعبؓ مکہ کے نوجوانوں میں سب سے زیادہ خوش پوش اور بانکے سمجھے جاتے تھے" بڑے اچھے لباس پہننے والے اور بڑے رکھ رکھاؤ والے تھے۔ "اور بڑے نازونعمت میں رہتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد ان کی حالت بالکل بدل گئی۔ چنانچہ روایت آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ان کے بدن پر ایک کپڑا دیکھا جس پر کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔ آپؐ کو ان کا وہ پہلا زمانہ یاد آگیا تو آپؐ چشم پُر آب ہو گئے۔" آنکھوں میں آنسو آگئے۔ "اُحد میں جب مصعب شہید ہوئے تو ان کے پاس اتنا کپڑا بھی نہیں تھا کہ جس سے ان کے بدن کو چھپایا جا سکتا ہو۔ پاؤں ڈھانکتے تھے تو سر ننگا ہو جاتا تھا اور سر ڈھانکتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سر کو کپڑے سے ڈھانک کر پاؤں کو گھاس سے چھپا دیا گیا۔" (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 501)

ایک خاص دعا:

اُحد کے دن جنگ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا بھی کی۔ اس کے بارے میں ذکر آتا ہے کہ حضرت رِفاعہ بن رافع زُرقیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کے دفن سے فارغ ہونے کے بعد اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور مسلمان آپؐ کے ارد گرد تھے۔ اکثر زخمی تھے اور بنو سلمہ اور بنو عبد الاشہل کے زخمی زیادہ تھے اور آپؐ کے ساتھ چودہ خواتین تھیں۔ جب اُحد کے نیچے پہنچے تو آپؐ نے فرمایا تم سب صف بناؤ تا کہ مَیں اپنے رب تعالیٰ کی ثنا کروں تو آپؐ کے پیچھے مَردوں نے صف بنائی۔ اور ان کے پیچھے عورتوں نے تو آپؐ نے یہ کلمات کہے۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کُلُّہٗ، اَللّٰھُمَّ لَا قَابِضَ لِمَا بَسَطْتَ، وَلَا بَاسِطَ لِمَا قَبَضْتَ، وَلَا هَادِيَ لِمَنْ أَضْلَلْتَ، وَلَا مُضِلَّ لِمَنْ هَدَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُقَرِّبَ لِمَا بَاعَدْتَ وَلَا مُبْعِدَ لِمَا قَرَّبْتَ، اَللّٰھُمَّ ابْسُطْ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ وَرِزْقِكَ اَللّٰھُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ النَّعِيْمَ الْمُقِيْمَ الَّذِي لَا يَحُوْلُ وَلَا يَزُوْلُ، اَللّٰھُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ النَّعِيْمَ يَوْمَ الْعَيْلَةِ۔ اَللّٰھُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ الْأَمْنَ يَوْمَ الْخَوْفِ وَالْغِنٰى يَوْمَ الفَاقَةِ اَللّٰھُمَّ إِنِّي عَائِذٌ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا أَعْطَيْتَنَا وَمِنْ شَرِّ مَا مَنَعْتَنَا اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْإِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِي قُلُوبِنَا، وَكَرِّهْ إِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ، اَللّٰھُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَأَحْيِنَا مُسْلِمِيْنَ، وَأَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِيْنَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا مَفْتُوْنِيْنَ، اَللّٰھُمَّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ، وَاجْعَلْ عَلَيْهِمْ رِجْزَكَ وَعَذَابَكَ، اَللّٰھُمَّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ، إِلٰهَ الْحَقِّ۔ (آمین)

اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ اے اللہ! جس چیز کو تُو کشادہ کر دے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو تُو قبض کر لے اس کو کوئی کشادہ نہیں کر سکتا اور جس کو تُو گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جس کو تُو ہدایت دے دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جو چیز تُو روک لے اس کا کوئی عطا کرنے والا نہیں اور جو تُو عطا کرے اس سے کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو تُو دُور کر دے اس کو کوئی قریب کرنے والا نہیں ہے اور جس کو تُو قریب کر دے اس کو کوئی دُور کرنے والا نہیں ہے۔ اے اللہ! ہم پر

اپنی برکات اور رحمت اور اپنے فضل اور رزق میں سے کشادگی کر۔ اے اللہ! ہم تجھ سے تیری ایسی قائم ہونے والی نعمتوں کا سوال کرتے ہیں جو نہ پھریں اور نہ زائل ہوں۔ اے اللہ! ہم فقر کے دن تجھ سے نعمتوں کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہم تجھ سے خوف کے دن امن کا سوال کرتے ہیں اور فاقے کے دن غنیٰ کا۔ اے اللہ! مَیں تجھ سے ان چیزوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو تُو نے ہمیں عطا کیں اور اس کے شر سے جس سے تُو نے ہمیں منع کیا۔ اے اللہ! ایمان کو ہماری طرف محبوب کر دے اور اس کو ہمارے دلوں میں مزیّن کر دے اور ہماری طرف کفر، فسق اور نافرمانی کو ناپسند کر دے اور ہمیں سیدھی راہ پر چلنے والوں میں سے بنا دے۔ اے اللہ! ہمیں مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دے اور ہمیں مسلمان ہونے کی حالت میں زندہ کر اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ اس طرح لاحق کر دے کہ نہ ہم رسوا ہوں اور نہ فتنے میں پڑیں۔ اے اللہ! ان کافروں کو ہلاک کر دے جو تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور تیرے راستے سے روکتے ہیں اور ان پر اپنی سزا اور عذاب نازل کر۔ اے اللہ! اے معبودِ حق!! اہل کتاب کافروں کو ہلاک کر۔ آمین۔

(سبل الہدیٰ والرشاد۔ جلد 4 صفحہ نمبر 227 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

یہ دعا تھی جو آپؐ نے وہاں اس وقت سب لوگوں کو اکٹھا کر کے پڑھی۔ غزوۂ اُحد میں صحابیات کے کردار کا مَیں نے پہلے بھی ذکر کیا تھا، مزید ذکر کرتا ہوں۔ غزوۂ اُحد میں جہاں مَردوں نے جاں نثاری کی تاریخ رقم کی وہاں خواتین نے بھی اسلامی لشکر کے شانہ بشانہ خدمت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ حضرت ام سَلَمہؓ کے بارے میں روایت میں ذکر ملتا ہے کہ انہوں نے غزوۂ اُحد میں شرکت کی تھی۔

چنانچہ حضرت مطلب بن عبد اللہ بن حنطبؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس روز اُحد کی جانب روانہ ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں مدینہ کے قریب ایک جگہ ''شیخین'' کے پاس رات قیام کیا جہاں حضرت ام سلمہؓ ایک بھنی ہوئی دستی لائیں جس میں سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا۔ اسی طرح نبیذ لائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیذ پی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 67 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

صحابیات کی میدان جنگ میں خدمات:

راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ حریرہ کی طرح کی کوئی چیز تھی۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ اُحد کے دن مَیں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور اپنی والدہ امّ سُلیم کو دیکھا۔ وہ مشک میں پانی بھر بھر کر لاتی تھیں اور پیاسوں کو پلاتی تھیں۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ نے بیان کیا جب اُحد کا دن ہوا تو لوگ شکست کھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ گئے یعنی پرے چلے گئے۔ پھر راوی کہتے ہیں کہ اَور مَیں نے حضرت عائشہ بنت ابو بکر کو دیکھا اور حضرت امّ سُلیمؓ کو اور انہوں نے اپنے کپڑے مضبوطی سے باندھے ہوئے تھے مَیں ان دونوں کی پنڈلیوں کی پازیبیں دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں تیزی سے مشکیں لے جا رہی تھیں اور اس کے علاوہ کسی دوسرے نے کہا، دوسری روایت یہ ہے کہ وہ دونوں اپنی کمروں پر مشکیں اٹھا کر لا رہی تھیں۔ پھر وہ دونوں لوگوں کے منہ میں ان کو انڈیلتی تھیں یعنی پانی پلا رہی تھیں۔ پھر وہ دونوں واپس ہوتیں اور انہیں بھر کے لاتیں۔ پھر وہ دونوں آتیں اور وہ ان کو لوگوں کے منہ میں انڈیلتیں۔

(صحیح بخاری کتاب الجہاد باب غزو النساء وقتالھن مع الرجال حدیث 2880)

حضرت ابو سعید خُدریؓ کی والدہ امّ سلیطؓ بھی دُور سے پانی کے مشکیزے بھر بھر کے لاتیں اور دوسری طرف زخمیوں اور پیاسوں کو پانی پلاتیں۔ حضرت امّ عطیہؓ نے بھی یہی خدمات سرانجام دیں مگر کچھ دیگر مسلم خواتین باقاعدہ نیزہ اور تلوار ہاتھ میں لے کر دشمنوں سے دُوبدو جنگ بھی کرتی رہی ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت امّ عمارہؓ ہیں جیسا کہ مَیں گذشتہ خطبہ میں بیان کر چکا ہوں کہ جب انہوں نے ابن قمئہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوتے دیکھا تو بلا خوف و خطر عرب کے اس شہ سوار کے سامنے مقابلہ کے لیے ڈٹ گئیں اور اس پر متعدد حملے کر کے اسے پسپائی پر مجبور کر دیا۔

(غزوات و سرایا از محمد اظہر فرید صفحہ 198 فرید یہ پبلشرز ساہیوال 2018ء)

ابن ابی شیبہ اور امام احمد بن حنبل نے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ اُحد کے دن عورتیں مسلمانوں کے پیچھے مشرکین کے زخمی لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارتی تھیں۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 203 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

بعض صحابیات اُحد کے میدان میں جنگ کے بعد آئیں۔

چنانچہ بیان ہوا ہے کہ جب مشرکین چلے گئے تو عورتیں صحابہ کرامؓ کے پاس آئیں ان میں آپؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ وہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملیں تو ان کو چمٹ گئیں اور آپؐ کے زخم دھونے لگیں اور علیؓ ڈھال کے ذریعہ پانی بہاتے تھے لیکن خون زیادہ بہ رہا تھا۔ حضرت فاطمہؓ نے چٹائی کا کچھ حصہ جلا کر راکھ بنالی اور اس سے زخم کی ٹکور کی، یہاں تک کہ وہ زخم کے ساتھ مل گئی اور خون رک گیا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 210-209 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

حضرت عائشہؓ غزوۂ اُحد کے بارے میں خبر لینے کے لیے مدینہ کی عورتوں کے ساتھ گھر سے باہر نکلیں۔ اس وقت تک پردے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ جب حضرت عائشہؓ حَرَّہ کے مقام پر پہنچیں تو آپؓ کی ملاقات ہند بنت عَمروؓ سے ہوئی جو حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی ہمشیرہ تھیں۔ حضرت ہندؓ اپنی اونٹنی کو ہانک رہی تھیں۔ اس اونٹنی پر آپؓ کے شوہر حضرت عمرو بن جَمُوحؓ، بیٹے حضرت خَلَّاد بن عمروؓ اور بھائی حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی نعشیں تھیں۔ تینوں کی نعشیں اونٹ پہ تھیں۔ جب حضرت عائشہؓ نے میدانِ جنگ کی خبر لینے کی کوشش کی تو حضرت عائشہؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہیں کچھ خبر ہے کہ تم لوگوں کو کس حال میں پیچھے چھوڑ آئی ہو؟ اس پر حضرت ہندؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخیریت ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مصیبت آسان ہے۔ اب اپنے تین قریبی رشتہ داروں کی، خاوند بیٹا اور بھائی کی لاشیں اٹھائی ہوئی ہیں لیکن پوچھنے پر یہ کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ٹھیک ہیں تو سب ٹھیک ہے۔ ان کو تو مَیں دفنا ہی دوں گی اب۔ جب آپؐ خیریت سے ہیں تو پھر کوئی ایسی بات ہی نہیں۔

(کتاب المغازی جلد 1 صفحہ 233-232 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت ام عُمارہؓ سے روایت ہے کہ غزوۂ اُحد کے دن مَیں یہ دیکھنے کے لیے روانہ ہوئی کہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ میرے پاس پانی کا بھرا ہوا مشکیزہ تھا جو مَیں نے زخمیوں کو پلانے کے لیے ساتھ لیا تھا یہاں تک کہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئی۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے درمیان میں تھے اور مسلمانوں کا پلڑا بھاری تھا۔ پھر اچانک مسلمانوں کو شکست ہو گئی۔ مَیں جلدی سے آنحضور صلی اللہ علیہ

وسلم کے قریب پہنچی اور کھڑی ہو کر جنگ کرنے لگی۔ مَیں تلوار کے ذریعہ دشمنوں کو آپؐ کے قریب آنے سے روک رہی تھی۔ ساتھ ہی مَیں کمان سے تیر بھی چلا رہی تھی یہاں تک کہ اسی میں خود بھی زخمی ہو گئی۔

(سیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 313 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک سیرت نگار نے بیان کیا ہے کہ جس عورت نے جنگِ اُحد میں جنگ کی اور شکست کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے بہادری کی حد تک پہنچی ہوئی تیر اندازی کی وہ حضرت امّ عمارہؓ تھیں، امّ عُمارہ نُسیبہ مَازنیہ تھیں۔ (غزوہ احد از محمد احمد باشمیل صفحہ 171 نفیس اکیڈمی کراچی)

نُسیبہ مَازنیہ یعنی حضرت ام عُمارہؓ کے سوا کسی عورت کے متعلق ثابت نہیں کہ اس نے اُحد کے روز جنگ میں شرکت کی ہے۔ ہاں مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کی کچھ عورتیں مشرکین کے ہٹ جانے کے بعد مدینہ سے میدانِ کارزار کی طرف گئیں اور انہوں نے زخمیوں کی امداد کرنے اور پانی پلانے وغیرہ میں حصہ لیا۔ ان عورتوں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت عائشہؓ اور آپ کی بیٹی فاطمۃ الزہراءؓ شامل تھیں۔ بخاری نے ایک راوی کو روایت کیا ہے کہ مَیں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلیمؓ کو دیکھا۔ یہ دونوں تیزی سے پانی کے مشکیزوں کو اپنی پشت پر اچھالتیں اور لوگوں کے مونہوں میں پانی ڈالتیں۔ پھر واپس آ کر انہیں بھرتیں، پھر آتیں اور لوگوں کے مونہوں میں پانی ڈالتیں۔

(غزوہ احد از محمد احمد باشمیل صفحہ 175 نفیس اکیڈمی کراچی)

ایک مصنف لکھتا ہے کہ گھمسان کے رَن کے وقت مسلمانوں کی کچھ عورتیں امدادی کارروائی کے لیے تیار ہوئیں۔ ان عورتوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ حضرت امّ ایمنؓ بھی شامل تھیں۔ مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب مسلمانوں کی شکست خوردہ پارٹی نے مدینہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو حضرت امّ ایمنؓ انہیں ملیں اور آپؓ ان کے چہرے پر مٹھیوں سے مٹی ڈالنے لگیں اور بعض کو زجر و توبیخ کے طور پر کہنے لگیں۔ بڑی ڈانٹ ڈپٹ ان سے کی کہ تم لڑ نہیں سکتے تو یہ تکلا لو یعنی تکلا وہ جس سے عورتیں سوت کاتتی ہیں۔ دھاگے بناتی ہیں اور اپنی تلوار لاؤ یعنی تلواریں ہمیں دے دو اور تم ہمارے عورتوں والے کام کرو۔ اس کے بعد تیزی سے میدانِ جنگ پہنچ گئیں۔ حضرت ام ایمنؓ زخمیوں کی امداد کے لیے تیار ہوتی تھیں جبکہ لڑائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیزی سے ہو رہی ہوتی تھی حتی کہ انہیں امدادی کارروائی کے دوران مشرکین کے تیر بھی لگتے تھے۔ ابن اثیر کی کتاب الکامل فی التاریخ میں ہے کہ حضرت ام ایمنؓ فوج میں زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں کہ حِبّان بن عَرِقَہ نے آپ کو تیر مارا تو آپؓ گر پڑیں اور برہنہ ہو گئیں تو یہ دشمنِ خدا اس پہ بہت ہنسا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بڑی گراں گزری۔ آپؐ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو ایک تیر دیا جس کا پھل نہ تھا اور فرمایا: اسے مارو! حضرت سعدؓ نے اسے مارا تو وہ تیر حِبّان کے سینے میں جا لگا اور وہ چِت ہو کر گر پڑا حتی کہ برہنہ ہو گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مسکرائے۔ آپؐ نے فرمایا: سعد نے امّ ایمن کا قصاص لے لیا ہے۔

ایک سیرت نگار نے لکھا ہے کہ خاتمہ جنگ پر کچھ مومن عورتیں میدان جہاد میں پہنچیں۔ چنانچہ ایک سیرت نگار نے لکھا ہے کہ یہ جلیل القدر خواتین اس وقت میدانِ جنگ میں گئیں جب مسلمانوں نے مشرکوں

کا تعاقب شروع کر دیا تھا اور انہیں فتح کے آثار نظر آنا شروع ہو گئے تھے۔

(غزوہ احد از محمد احمد باشمیل صفحہ 177-176 نفیس اکیڈمی کراچی)(الرحیق المختوم مترجم صفحہ 377 المکتبۃ السلفیہ لاہور)

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 6 صفحہ 393 مکتبہ دار السلام ریاض)

مختصر یہ کہ **مسلم خواتین میدان اُحد** کی طرف اس وقت گئی ہوں گی۔ یہ امکانات ہی ہیں۔ وہ مسلمانوں کی فوج میں تو باقاعدہ شامل نہیں تھیں۔ نمبر ایک کہ جب مسلمانوں کی ابتدائی فتح کی خبر مدینہ پہنچی تو یہ خبر سن کر وہ اُحد کی طرف آئی ہوں گی لیکن تب تک جنگ کا نقشہ بدل چکا تھا۔ لہٰذا مسلمان عورتوں نے بھی میدان جنگ میں حصہ لیا۔ دوسرے یہ بھی قرینِ قیاس ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر پہنچی ہو گی تو یہ جاں نثار خواتین بھی بے قرار ہو کر اُحد کی طرف چلی آئی ہوں گی اور پھر وہ جنگ کے اس آخری مرحلے میں شامل ہوئی ہوں گی جس میں ایک طرف دفاعی حملہ جاری تھا اور دوسری طرف زخمیوں کی مرہم پٹی کا کام شروع تھا۔ بہر حال اللہ بہتر جانتا ہے۔ غزوۂ اُحد کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ اُحد کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اپنے والدین کو اکٹھا کیا۔ انہوں نے کہا کہ مشرکوں میں سے ایک آدمی تھا جس نے مسلمانوں میں آگ لگا رکھی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یعنی حضرت سعدؓ سے فرمایا تم تیر چلاؤ تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ یعنی ماں باپ، والدین کو اکٹھا کیا۔ مراد یہ ہے کہ آپ نے کہا تم پہ میرے ماں باپ قربان۔ حضرت سعدؓ کہتے ہیں: مَیں نے وہ تیر جس کا پھل نہیں تھا اس کے پہلو میں مارا جس کی وجہ سے وہ مر گیا اور اس کا ستر کھل گیا اور مَیں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فی فضل سعد بن ابی وقاصؓ حدیث 6237)

ایک دوسری روایت میں یہ واقعہ یوں بیان ہوا ہے کہ اس مشرک نے، اس کا نام بعض تاریخ کی کتابوں میں حِبّان بتایا جاتا ہے، ایک تیر چلایا جو حضرت ام ایمنؓ کے دامن میں جا لگا جبکہ وہ زخمیوں کو پانی پلانے میں مصروف تھیں۔ اس پر حِبّان ہنسنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کو ایک تیر پیش کیا۔ وہ تیر حِبّان کے حلق میں جا لگا اور وہ پیچھے گر پڑا جس سے اس کا ننگ ظاہر ہو گیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے۔

(الاصابہ جلد 3 صفحہ 64 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1995ء)

دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خوشی اور مسکراہٹ اللہ کے اس احسان پر تھی کہ اس نے ایک خطرناک دشمن کو ایک ایسے تیر سے راستے سے ہٹایا جس کا پھل بھی نہیں تھا۔

(ماخوذ از صحیح مسلم جلد 13 صفحہ 41 حاشیہ، نور فاؤنڈیشن)

سیدھا سیدھا ایک سوٹی تھی جس نے اس کو مار دیا۔ ایک مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت اور فراست کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب خالد بن ولید کی قیادت میں قریشی شہسوار عبد اللہ بن جُبَیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرتے ہوئے جو درّے پہ کھڑے تھے یہ لوگ اسلامی لشکر کی پشت پر نمودار ہو گئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صرف نو صحابہؓ کی نفری موجود تھی۔ دیگر مجاہدین تو دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے میدان میں بہت دُور پہنچ گئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جونہی خالد بن ولید اور قریشی شہسواروں کو دیکھا تو فوری طور پر ایک دلیرانہ فیصلہ کیا۔ ورنہ بہت آسان تھا کہ آپؐ پر ابھی شہسواروں کی نگاہ نہیں پڑی تھی اور آپؐ پہلے خود کو

محفوظ پناہ گاہ کی طرف لے جاتے لیکن ایسے میں اسلامی لشکر کا بے شمار نقصان ہونا لازمی تھا۔ اپنے آپ کو محفوظ کر سکتے تھے لیکن اپنی حفاظت میں اسلامی لشکر کا نقصان ہو سکتا تھا، اس لیے آپؐ نے فیصلہ یہ کیا۔ آپؐ نے فرار کا راستہ اپنانے کی بجائے بلند آواز میں نعرہ لگایا تا کہ اسلامی لشکر سن کر پشت کو دیکھے تو ایسے میں جبکہ اسلامی لشکر میدان میں بہت آگے تھا ان سے پہلے قریشی شہسواروں تک آپؐ کی آواز کا پہنچنا بھی لازم تھا۔ آزمائش کی اس گھڑی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبقریت اور بے مثال شجاعت یعنی عجیب و غریب قسم کی اور بے مثال شجاعت نمایاں ہوئی کیونکہ آپؐ نے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر صحابہ کرامؓ کی جان بچانے کا فیصلہ فرمایا تھا اور نہایت بلند آواز سے صحابہؓ کو پکارا۔ اللہ کے بندو! ادھر۔ آپؐ کی آواز پورے میدان میں گونج گئی تھی۔ صحابہ کرامؓ کو بھی حالات کی نزاکت کا احساس ہو گیا تھا چونکہ وہ کافی فاصلے پر موجود تھے لہٰذا ان سے پہلے قریشی شہسواروں کے ایک دستے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دیا اور باقی شہسواروں نے تیزی کے ساتھ مسلمانوں کو گھیرنا شروع کر دیا۔

(غزوات و سرایا صفحہ 184-183 مطبوعہ فرید یہ پرنٹنگ پریس ساہیوال)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زخمی حالت میں بھی حواس قائم رکھنا اور صحابہؓ کی راہنمائی کرنا، ان کی حوصلہ افزائی فرمانے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ عُتبہ بن ابی وقاص نے جو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بھائی تھا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک پتھر کھینچ کر مارا جو آپؐ کے منہ پر لگا اور آپؐ کا نچلا رباعی دانت یعنی سامنے والے دو دانتوں اور نوکیلے دانت کے درمیان والا دانت ٹوٹ گیا۔ ساتھ ہی اس سے نچلا ہونٹ پھٹ گیا۔ شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانیؒ بیان کرتے ہیں کہ دانت کا ایک ٹکڑا ٹوٹا تھا جڑ سے نہیں اکھڑا تھا۔

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 464 حدیث 4070 قدیمی کتب خانہ کراچی)

بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن ابی وقاص کے خلاف یہ دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ لَا یَحُوْلُ عَلَیْہِ الْحَوْلُ حَتّٰی یَمُوْتَ کَافِرًا۔ اے اللہ! ایک سال گزرنے سے پہلے ہی اس کو کافر کی حیثیت سے موت دے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی یہ دعا قبول فرمائی اور اس کو اسی دن حاطب بن ابی بلتعہؓ نے قتل کر دیا۔ حضرت حاطبؓ کہتے ہیں کہ جب مَیں نے عتبہ بن ابی وقاص کی یہ شرمناک جسارت دیکھی تو مَیں نے فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ عتبہ کدھر گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سمت اشارہ کیا جس طرف وہ گیا تھا۔ مَیں فوراً ہی اس کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ ایک جگہ مَیں اس کو پانے میں کامیاب ہو گیا۔ مَیں نے فوراً ہی اس پر تلوار کا وار کیا جس سے اس کی گردن کٹ کر دُور جا گری۔ مَیں نے بڑھ کر اس کی تلوار اور گھوڑے پر قبضہ کیا اور اسے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپؐ نے یہ خبر سن کر دو مرتبہ فرمایا۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْکَ۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْکَ۔ یعنی اللہ تم سے راضی ہو گیا۔ اللہ تم سے راضی ہو گیا۔

(سیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 317 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

غزوۂ اُحد کے موقع پر حضرت امّ عمارہ یعنی نُسَیْبَہ رضی اللہ عنہا، ان کے شوہر حضرت زید بن عاصمؓ اور ان کے دونوں بیٹے خُبیبؓ اور عبداللہؓ سب کے سب جنگ کے لیے گئے تھے۔ پہلے بھی مَیں نے ذکر کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو فرمایا تھا کہ اللہ تم گھر والوں پر رحمتیں نازل فرمائے۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تمہارے گھرانے میں برکت عطا فرمائے۔ اس پر حضرت امّ عمارہؓ نے آپؐ سے عرض کیا:

ہمارے لیے اللہ سے دعا فرمائیں کہ ہم جنت میں آپؐ کے ساتھ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کرتے ہوئے فرمایا۔ اے اللہ! ان کو جنت میں میرا رفیق اور ساتھی بنا۔ اسی وقت حضرت ام عمارہؓ نے کہا مجھے اس کی پروا نہیں ہے کہ دنیا میں مجھ پر کیا گزرتی ہے۔ (سیرۃ الحلبیہ جلد2 صفحہ314 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

یہ تھی ان مخلص صحابیاتؓ کی جرأت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت اور وفا کی مثال۔ اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور اس کے دین کی خاطر قربانی کرنے کے مقابلے پر دنیا حقیر چیز تھی۔ بعض دفعہ دنیاوی عورتوں کو بڑا ہوتا ہے لیکن یہ دین پہ قربان ہونے والی عورتیں تھیں۔ اس سے باقی انشاء اللہ مَیں آئندہ بیان کروں گا۔

نماز کے بعد کچھ مرحومین کی نماز جنازہ بھی ہے۔ ان کا ذکر بھی کر دیتا ہوں۔

پہلا ذکر ہے مکرم عسان خالد النقیب صاحب۔ یہ سیریا کے ہیں۔ گذشتہ دنوں اٹھہتر (78) سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانے میں خود بیعت کی تھی۔ پھر ان کی تبلیغ سے ان کے بیٹے نے بھی بیعت کر لی۔ بیٹی اور بیوی نے ابھی بیعت نہیں کی۔

مرحوم کے بیٹے حسام النقیب صاحب لکھتے ہیں۔ میرے والد میرے دوست اور ساتھی تھے۔ انہوں نے ہی مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا راستہ دکھایا۔ نوّے کی دہائی میں والد صاحب کا جماعت سے تعارف حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے پروگرام لقاء مع العرب کے ذریعہ ہوا۔ اس سے قبل والد صاحب کا دین کے بارے میں صرف یہی نظریہ تھا کہ دین محض حسنِ سلوک کا نام ہے لیکن جب انہوں نے پروگرام ”لقاء مع العرب“ دیکھا تو کہا کہ اگر کہیں کوئی نیک عالم دین ہے تو وہ یہ شخص یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں اور اگر صحیح دین اسلام کہیں ہے تو وہ یہی ہے جو یہ لوگ بتا رہے ہیں۔ اس وقت والد صاحب کی عمر تقریباً پچاس سال تھی۔ اس وقت انہوں نے نماز پڑھنا سیکھی کیونکہ اس وقت سے پہلے انہوں نے کبھی نماز نہیں پڑھی تھی اور پھر ایسے اس پر کاربند ہوئے کہ مجھے نہیں یاد کہ کبھی انہوں نے نمازِ تہجد بھی چھوڑی ہو۔ کہتے ہیں کہ والد صاحب نے 2003ء میں بیعت کی پھر ایک ماہ بعد انہوں نے مجھے بھی قائل کر لیا۔

پھر لکھتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی زندگی کے آخری دنوں کی یہ بات ہے کہ جب والد صاحب نے عبدالحئ بھٹی صاحب مربی سلسلہ کے ذریعہ نظامِ وصیت کے بارے میں سنا تو فوراً نظام وصیت میں شامل ہو گئے۔ اس وقت انہیں کہا گیا کہ پہلے رسالہ الوصیت پڑھ لیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ مَیں وہ تو لازمی پڑھوں گا اور اسے سمجھنے کی کوشش بھی کروں گا لیکن اس سے میری اس نظام سے محبت اور اس سے منسلک ہونے کے جوش میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی بلکہ اس کا مطالعہ مجھے اس پر یقین میں مزید بڑھائے گا۔ مجھے یقین تو پہلے ہی ہے اس کے حق ہونے پر۔ جب سے والد صاحب کا جماعت سے تعارف ہوا، جماعت کے لٹریچر میں سے جو کچھ بھی انہیں ملتا اس کا مطالعہ کرنے کی کوشش کرتے اور پھر اسے سمجھ کر کمپیوٹر پر اپنے طریق سے اس کے بارے میں لکھ لیتے، اپنے نوٹس بناتے۔ کہتے ہیں مجھے اکثر کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اتنی عمر دے دے کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کے تمام لٹریچر کو پڑھ سکوں تا جو کچھ مَیں نے گذشتہ

زندگی میں کھویا ہے اس کا تدارک کر سکوں۔

مرحوم کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر کبیر سے عشق تھا اور اسے انہوں نے متعدد بار پڑھا۔ یہ بیٹا کہتا ہے کہ جب کبھی مجھے کسی مضمون کے بارے میں کوئی ضرورت پیش آتی تو والد صاحب اس مضمون کو مکمل تفصیل کے ساتھ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خلفائے کرام کی کتب سے نکال کر دے دیتے۔ یہاں سے جو میرا لائیو خطبہ جاتا ہے مرحوم خطبہ جمعہ کے ترجمہ کی نظرِ ثانی کا کام بھی کیا کرتے تھے۔ اسی طرح عربک ڈیسک کی طرف سے دیے گئے نظر ثانی کے کاموں میں بسا اوقات گھنٹوں بیٹھے رہتے۔ کہتے ہیں کبھی مَیں کہتا کہ آرام کریں تو جواب دیتے کہ مجھے تو جماعت کے کام میں ہی آرام ملتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کی کتب کے ترجمہ کی نظر ثانی کے دوران اکثر ان کی آنکھیں بھر آتی تھیں۔ جب بیعت کی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی کا واقعہ سنایا کہ وہ بیعت کر کے اپنے گاؤں آئے تو ہر گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا اور سب کو مسیح موعود علیہ السلام کے آنے کی خبر دی۔ اس کے بعد والد صاحب کا بھی یہی طریق تھا کہ جو شخص بھی ان سے ملتا چاہے پانچ منٹ کے لیے ہی کیوں نہ ملا ہو وہ اس کو مسیح موعود علیہ السلام کے آنے کے بارے میں ضرور بتا دیتے تھے۔ کہتے تھے کہ میرا کام مسیح موعودؑ کی آمد کی خوشخبری سنانا ہے۔ اگر کسی کو سمجھ آ گئی تو ٹھیک ہے۔ نہ آئی تو کم از کم مَیں نے بیج تو پھینک دیا ہے اس کا اُگانا خدا تعالیٰ کا کام ہے، خدائے ہادی کا کام ہے۔

سیریا کے وسیم محمد صاحب ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جمعہ کے بعد مرحوم دل موہ لینے والے اسلوب سے درس دیا کرتے تھے۔ 2019ء سے 2022ء تک انہوں نے سیکرٹری اشاعت کے طور پر خدمت کی۔ مرحوم کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کا بے حد شوق تھا بلکہ وہ خود ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں آنے والے مشکل الفاظ کے معانی اور شرح لکھتے رہتے تھے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیرِ کبیر کے ترجمہ کا مطالعہ کر کے اس میں سے قصص الانبیاء کو الگ نکال کر قدرے اختصار کے ساتھ ایک کتابی شکل میں پیش کیا جو جماعت کی عربی ویب سائٹ پر موجود ہے اور افراد جماعت احمدیہ اور خصوصاً بچے اس سے بہت استفادہ کرتے ہیں۔

عبادہ بربوش صاحب رسالہ التقویٰ کے ایڈیٹر ہیں، کہتے ہیں کہ مرحوم بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ خلافت کے ساتھ غیر معمولی محبت اور وفا کا تعلق تھا۔ بڑھاپا اور اپنی ملازمت ہونے کے باوجود مرحوم رضاکارانہ طور پر رسالہ التقویٰ میں خدمت بجا لاتے اور جب بھی کوئی ذمہ داری دی جاتی تو اسے اپنے لیے سعادت سمجھتے تھے۔ سات سال مرحوم نے رسالہ التقویٰ کے پرانے شمارے ٹائپ کرنے اور ان کو کمپیوٹرائز کرنے میں ہماری بہت مدد کی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ ان کے بچوں کے حق میں ان کی دعائیں قبول فرمائے۔

دوسرا ذکر ہے **عزیزہ نوشابہ مبارک اہلیہ** عزیزم جلیس احمد مربی سلسلہ جو یہیں شعبہ آرکائیو میں اور الحکم میں ہیں، ان کی اہلیہ تھیں۔ گذشتہ دنوں پاکستان سے واپس آتے ہوئے ربوہ اور لاہور کے درمیان ایک

حادثے کا شکار ہو گئیں اور ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے پسماندگان میں میاں اور والدین کے علاوہ چار بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ مرحومہ کی وصیت کی کارروائی ہو رہی تھی کہ اچانک وفات ہو گئی ہے۔ بہرحال وہ کارروائی تو ہو رہی ہے، ان شاء اللہ وصیت تو ان کی ہو جائے گی۔ اس لحاظ سے موصیہ ہیں۔

ان کے میاں عزیزم جلیس احمد لکھتے ہیں کہ خاکسار اللہ کا شکر گزار ہے کہ اللہ نے خاکسار کو ایک ایسی بیوی سے نوازا جو بہت سی خوبیوں کی مالک تھی۔ اس نے واقف زندگی سے شادی کرنے کا فیصلہ کیا۔ ہمیشہ مذہب کو ترجیح دی۔ ایک بار بھی مجھ سے کبھی کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ ہمیشہ دوسروں کے لیے خوشی کا باعث بنتی تھی۔ جماعت میں مختلف عہدوں پر کام کیا۔ اسسٹنٹ سیکرٹری مال اور اسسٹنٹ سیکرٹری وصیت کے طور پر معاونت کی۔ بہت محنتی اور لگن سے کام کرتی تھی۔ کہتے ہیں کہ میرے کام میں بھی میری مدد کی۔ کبھی میرے جماعتی کام میں اعتراض نہیں کیا۔ اس نے کبھی مطالبہ نہیں کیا۔ درحقیقت وہ وقف کی روح کو صحیح معنوں میں سمجھتی تھی۔ ہر رمضان میں کم از کم تین بار اور کبھی کبھی چار بار قرآن پاک کا دَور ترجمہ کے ساتھ مکمل کرتی تھی۔ خلافت کے لیے گہری عزت اور محبت رکھتی تھی۔

ان کی والدہ زیب النساء صاحبہ کہتی ہیں۔ مرحومہ میری سب سے چھوٹی بیٹی تھی۔ سب سے بہت پیار کرنے والی اور ملنسار بچی تھی۔ ہم سب کو بہت پیار دیا۔ میرے سب بچوں میں زیادہ سمجھدار تھی۔ صوم و صلوٰۃ کی پابند تھی۔ جماعتی کاموں میں سب سے آگے آگے رہتی تھی۔ حافظ آباد کے گاؤں پیر کوٹ ثانی میں مَیں صدر لجنہ تھی تو کام میں بہت مدد کرتی تھی۔ ربوہ آکر بھی جماعتی کاموں میں مدد کی۔

کامران شاہد بھائی ہیں، کہتے ہیں مرحومہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت میاں نظام الدین صاحب بافندہ کی پڑپوتی تھی۔ بڑوں اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے پیش آنے والی اور سب سے پیار کرنے والی تھی۔ اور خلافت کے ساتھ انتہائی اخلاص و وفا کا تعلق تھا۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند کرے۔ سب کو، ان کے والدین کو بھی اور خاوند کو بھی اور عزیزوں کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

اگلا ذکر مکرمہ رضیہ سلطانہ صاحبہ اہلیہ عبدالحمید خان صاحب مرحوم ربوہ کا ہے جو عبدالقیوم پاشا صاحب امیر و مشنری انچارج آئیوری کوسٹ کی والدہ تھیں۔ ان کی گذشتہ دنوں بانوے (92) سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔

قیوم پاشا صاحب لکھتے ہیں کہ آپ مکرم چودھری حمید اللہ صاحب مرحوم سابق وکیل اعلیٰ تحریک جدید کی بڑی ہمشیرہ تھیں۔ والدین نے 1929ء میں احمدیت قبول کی تھی۔ شروع سے ہی روحانی خزائن کے مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ چنانچہ آپ نے زندگی میں متعدد بار روحانی خزائن کا مطالعہ مکمل کرنے کے ساتھ ساتھ تفسیر کبیر اور دیگر جماعتی لٹریچر کا بھی مطالعہ کیا۔ اپنے محلے دارالعلوم وسطی میں صدر لجنہ اور سیکرٹری مال کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ کہتے ہیں کہ خاکسار کے بعض رشتہ داروں نے والدہ کو کہا کہ آپ کا ایک ہی بیٹا ہے، خاوند آپ کے فوت ہو گئے ہیں، اس کو جامعہ میں مربی بنانے کے بجائے جس کو صرف گزارہ الاؤنس ملتا ہے، کسی اَور فیلڈ میں بھیجیں۔ اس پر والدہ نے جواب دیا کہ یہ جامعہ میں داخل ہو گا۔ اور جہاں تک رزق کا تعلق ہے تو خدا تعالیٰ رازق ہے۔ مجھے اس پر بھروسہ ہے۔

کہتے ہیں کہ جونہی والدہ کو پنشن ملتی یا کسی اَور ذریعہ سے آمدن ہوتی تو فوراً سیکرٹری مال کے گھر میں اپنا چندہ وصیت ادا کر کے آتیں اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ سیکرٹری مال کو چندہ کے لیے ہمارے گھر آنا پڑا ہو۔ ان کے پسماندگان میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں۔ عبدالقیوم پاشا ان کے بیٹے جیسا کہ مَیں نے بتایا آئیوری کوسٹ کے مشنری انچارج ہیں اور میدانِ عمل میں ہونے کی وجہ سے والدہ کے جنازے میں شامل نہیں ہو سکے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ ان کی والدہ کے درجات بلند فرمائے۔

اگلا ذکر مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر محمد سلیم صاحب لاہور کا ہے۔ یہ محمد نعیم اظہر صاحب مبلغ انچارج سیرالیون کی والدہ تھیں۔ گذشتہ دنوں اٹھہتر سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں شامل ہیں۔ ان کے بیٹے نعیم اظہر صاحب میدانِ عمل میں ہونے کی وجہ سے والدہ کی نماز جنازہ میں شامل نہیں ہو سکے۔ تدفین میں شامل نہیں ہو سکے۔ نعیم اظہر صاحب لکھتے ہیں کہ والدہ پیدائشی احمدی نہیں تھیں لیکن رشتہ داروں میں احمدیت تھی اور ان کو سچائی کی تلاش کی تڑپ تھی۔ اللہ کے حضور بہت دعائیں کرتی تھیں جس کے بعد انہیں اطمینان قلب نصیب ہوا اور بالآخر 1964ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ساری عمر یہ رشتہ بڑی وفا سے نبھایا اور احمدیت کے لیے ہر قربانی کے لیے ہمیشہ تیار رہتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت دعا گو، پنجوقتہ نمازوں کے علاوہ تہجد گزار، باہمت اور بلند حوصلہ بہادر خاتون تھیں۔ خاموشی سے تکلیف کو برداشت کر لیتی تھیں مگر زبان پر شکوہ نہیں لاتی تھیں۔ خلیفہ وقت کی ہر مالی قربانی کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ جماعتی چندہ باقاعدگی سے اوّل وقت میں ادا کر دیتی تھیں اور بعد میں اضافی چندے بھی دیا کرتی تھیں۔ ہر ضرورت مند کی حسب استطاعت مدد کرتیں اور کبھی بھی کسی کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کی دعائیں بھی ان کے بچوں کے حق میں قبول فرمائے۔

اگلا ذکر مکرم رشید احمد چودھری صاحب کا ہے۔ یہ ناروے کے تھے۔ چودھری غلام حسین صاحب اوورسیئر کے یہ بیٹے تھے۔ ان کی گذشتہ دنوں بیاسی سال کی عمر میں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اپنی بیماری کا بڑی ہمت اور بہادری اور صبر سے مقابلہ کیا۔ کچھ عرصہ سے کافی بیمار تھے۔ ان کے والد چودھری غلام حسین صاحب اوورسیئر نے 1926ء میں خود قادیان جا کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کا شرف حاصل کیا تھا اور بعد ازاں زندگی وقف کر دی۔ ان کو دارالقضاء قادیان اور ربوہ میں قاضی کے طور پر خدمت بجالانے کی توفیق ملی۔ اسی طرح مرکزی عمارات کی تعمیر و نگہداشت کے سلسلہ میں بھی خدمت کی توفیق پائی۔ چودھری رشید صاحب کو بھی اپنے والد صاحب کے ساتھ ربوہ میں ابتدائی دنوں میں کام کرنے کا بہت موقع ملا۔ خلافتِ ثانیہ اور خلافتِ ثالثہ کے ادوار میں بھی قصرِ خلافت اور دیگر جماعتی عمارتوں میں الیکٹریشن کے طور پر انہوں نے بہت کام کیا۔ 1970ء میں ناروے چلے گئے۔ وہاں جماعتی خدمات میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ ان کی بے لوث خدمات شامل ہیں۔ ناروے کے پہلے مرکز میں بھی آپ کی بے لوث خدمات شامل ہیں۔ جماعت کی کثیر رقم انہوں نے وہاں کام کر کے بچائی۔ لمبے عرصہ تک

جماعت ناروے کے سیکرٹری امور عامہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

ان کے بیٹے مظفر چودھری اور منور چودھری لکھتے ہیں کہ خلافت سے گہری اور بے پناہ محبت تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ناروے کے دورہ جات کی تمام تر ذمہ داری آپ کے سپرد ہوا کرتی تھی۔ حضور رحمہ اللہ آپ کو اپنا ناروے کا گائیڈ کہا کرتے تھے اور خطبہ جمعہ میں بھی آپ کی خدمت کا ذکر فرما چکے ہیں۔ مجھ سے بھی خلافت کے بعد انتہائی وفا کا تعلق تھا۔ پہلے بھی ان کی واقفیت تھی لیکن وہ تعلق بعد میں بہت بڑھ گیا۔ ان کے والد صاحب بھی میرے والد کے بڑے قریبی تھے اور تعلق والے تھے۔ بچپن سے چودھری غلام حسین صاحب کو ہم نے دیکھا ہے کہ ہمیشہ مسکراتے رہنے والے تھے اور بڑی اچھی طبیعت تھی اور چودھری رشید صاحب کی بھی عادتیں اپنے والد سے کافی ملتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔ بلا امتیاز مذہب و ملت مخلوقِ خدا کی ہمدردی کے لیے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔

پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور چار بیٹیاں شامل ہیں اور یہ مکرم انعام الحق کوثر صاحب امیر جماعت آسٹریلیا اور مشنری انچارج آسٹریلیا کے بہنوئی تھے۔ اللہ تعالیٰ سب کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ نماز کے بعد جیسا کہ مَیں نے کہا ان کی نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔

(روزنامہ الفضل انٹرنیشنل 22/مارچ 2024ء جلد 31 شمارہ 71 صفحہ 02 تا 06)

10

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 08/ مارچ 2024ء بمطابق 08/ امان 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اُحد کی جنگ میں **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی قبولیت** جو آپؐ نے اپنے صحابی حضرت سعدؓ کی دعا کی قبولیت کے لیے کی تھی۔ اس کے واقعہ کا یوں ذکر ملتا ہے۔ عائشہ بنت سعدؓ نے اپنے والد حضرت سعدؓ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں جب لوگوں نے پلٹ کر حملہ کیا تو مَیں ایک طرف ہو گیا۔ مَیں نے کہا ان کو خود سے ہٹا دوں گا۔ یا تو میں خود نجات پا جاؤں گا اور یا میں شہید ہو جاؤں گا تو اچانک مَیں نے ایک سرخ چہرے والے شخص کو دیکھا۔ کہتے ہیں قریب تھا کہ مشرکین ان پر غالب ہو جائیں تو اس شخص نے اپنا ہاتھ کنکریوں سے بھر کر ان کو مارا تو اچانک میرے اور اس شخص کے درمیان مقداد آ گئے۔ مَیں نے مقداد سے پوچھنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے مجھے کہا کہ اے سعد! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور پھر کہا کہ تجھے بلا رہے تھے۔ میں کھڑا ہوا اور مجھے ایسا لگا گویا کہ مجھے کوئی تکلیف ہی نہیں پہنچی۔ پہلے زخمی حالت میں تھے یا تکلیف تھی۔ کہتے ہیں اس کے بعد میں اس آواز کو سن کر ایک دم کھڑا ہوا اور مجھے لگا جیسے مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سامنے بٹھا لیا۔ اور میں تیر مارنے لگا تو مَیں کہتا اے اللہ! تیرا تیر ہے، تُو اس کو اپنے دشمن کو مار دے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے اے اللہ! تو سعد کی دعا قبول کر لے۔ اے اللہ! سعد کے نشانے کو درست کر دے۔ اے سعد! تجھ پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں۔ پس میں نے جو تیر بھی چلایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ یہ فرماتے تھے۔ اے اللہ! اس کے نشانے کو درست کر دے اور اس کی دعا کو قبول کر لے۔ حتیٰ کہ جب میں اپنے ترکش کے تیر چلا کر فارغ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش کے تیر پھیلا دیے اور مجھے ایک بغیر پیکان اور بغیر پَر کے تیر دیا اور نہ اس کا کوئی سرا تھا نہ پیچھے سے صحیح طرح اس کی بناوٹ تھی۔ کہتے ہیں وہ تیر دیا اور وہ تیر دوسرے تیروں سے زیادہ تیز نکلا۔ علامہ زہریؒ نے لکھا ہے کہ اس دن سعد نے ایک ہزار تیر چلائے تھے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد4 صفحہ 201-200 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس بارے میں یوں لکھا ہے کہ سعد بن وقاص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تیر پکڑاتے جاتے تھے اور حضرت سعدؓ یہ تیر دشمن پر بے تحاشا چلاتے جاتے تھے۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ سے فرمایا: تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں! برابر تیر چلاتے جاؤ۔ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی آخری عمر تک ان الفاظ کو نہایت فخر کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 495)

ایک روایت میں بیان ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اُحد کے دن اپنے ترکش سے تیر نکال کر میرے لیے بکھیر دیے اور آپؐ نے فرمایا: تیر چلاؤ۔ تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب اذ ھمت طائفتان منکم ... حدیث:4055)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت عمرؓ نے خالد بن ولید کی کمان میں پہاڑ پر حملے کو کس طرح ناکام بنایا۔ اس بارے میں یوں ذکر ملتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی جماعت کے ساتھ اس چٹان پر قیام فرما تھے۔ اچانک قریش کی ایک جماعت پہاڑ کے اوپر پہنچ گئی۔ اس جماعت میں خالد بن ولید بھی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کو اوپر دیکھ کر دعا کی کہ اَللّٰھُمَّ إِنَّہٗ لَا یَنْبَغِي لَھُمْ أَنْ یَعْلُوْنَا ، اَللّٰھُمَّ لَا قُوَّۃَ لَنَا إِلَّا بِکَ۔ اے اللہ! ان کے لیے جائز نہیں کہ وہ ہم پر غالب آئیں۔ اے اللہ! ہماری طاقت و قوت نہیں ہے مگر صرف تیرے ہی ذریعہ۔ اسی وقت حضرت عمر فاروقؓ نے مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ ان لوگوں کا مقابلہ کیا اور انہیں پیچھے دھکیل کر پہاڑی سے نیچے اترنے پر مجبور کر دیا۔ اس واقعہ کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا وَلَا تَھِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (آل عمران:140)۔ اور کمزوری نہ دکھاؤ اور غم نہ کرو جبکہ یقیناً تم ہی غالب آنے والے ہو اگر تم مومن ہو۔

(سیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 323 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ”جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درّہ میں پہنچ گئے تو قریش کے ایک دستے نے خالد بن ولید کی کمان میں پہاڑ پر چڑھ کر حملہ کرنا چاہا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت عمرؓ نے چند مہاجرین کو ساتھ لے کر اس کا مقابلہ کیا اور اسے پسپا کر دیا۔“ (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 497)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے **زخمی ہونے کے باوجود صحابہؓ کی فکر کرنے کے بارے** میں ایک روایت میں ہے حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ جب یومِ اُحد کا تذکرہ کرتے تو فرماتے۔ وہ دن سارے کا سارا طلحہ کا تھا۔ پھر اس کی تفصیل بتاتے کہ مَیں ان لوگوں میں سے تھا جو اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس لوٹے تھے تو مَیں نے دیکھا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؐ کی حفاظت کرتے ہوئے لڑ رہا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ یعنی حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچا رہا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کاش! طلحہ ہو۔ مجھ سے جو موقع رہ گیا سو رہ گیا اور میں نے دل میں کہا کہ میری قوم میں سے کوئی شخص ہو تو یہ مجھے زیادہ پسندیدہ ہے۔ بہر حال کہتے ہیں کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک شخص تھا جس کو مَیں نہیں پہچان سکا حالانکہ میں اس شخص کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب تھا اور وہ اتنا تیز چل رہا تھا کہ میں اتنا تیز نہ چل سکتا تھا۔ تو دیکھا کہ وہ شخص ابو عبیدہ بن جَرَّاحؓ تھے۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔ آپؐ کا نچلا رَبَاعی دانت یعنی سامنے والے دو دانتوں اور نوکیلے دانت کے درمیان والا دانت ٹوٹ چکا تھا اور چہرہ زخمی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسارِ مبارک میں خَود کی کڑیاں دھنس چکی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں اپنے ساتھی کی مدد کرو۔ اس سے آپؐ کی مراد طلحہ تھی اور ان کا خون

بہت بہ رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے یہ کہ مجھے دیکھو، فرمایا کہ طلحہ کو جا کے دیکھو۔

(سبل الہدیٰ جلد 4 صفحہ 199 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ان کا کیا حال ہے اِن کی خاطر کرو دیکھو ان کے زخموں کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا **زِیاد بن سَکَن سے محبت و شفقت کا سلوک** اور اُن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اس بارے میں ابنِ اسحاقؒ نے لکھا ہے۔ جب کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ رَجُلٌ يَّشْرِيْ لَنَا نَفْسَهٗ۔ کون شخص ہے جو ہمارے لیے خود کو بیچ دے؟ تو زِیَاد بن سَکَن پانچ انصاری صحابہ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ عُمَارہ بن یزید بن سکن تھے۔ تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دادِ شجاعت دیتے دیتے ایک ایک کر کے شہید ہوتے رہے حتی کہ ان میں سے آخری زیاد یا عمارہ تھے۔ یہ لڑتے رہے یہاں تک کہ ان کو کئی زخم لگے پھر مسلمانوں کی ایک جماعت لوٹ آئی اور مشرکین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دھکیل دیا تو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ زِیَاد بن سَکَن کو میرے قریب کرو تو صحابہ کرامؓ نے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کر دیا۔ آپؐ نے اپنا قدم مبارک ان کا تکیہ بنا دیا اور ان کی موت اس حال میں ہوئی کہ ان کا رخسار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر تھا اور ان کے جسم پر چودہ زخم آئے تھے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 203 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

یہ واقعات پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔ بعض میں کوئی نئی باتیں ہوتی ہیں، چند ایک نئے فقرے ہوتے ہیں۔ کچھ اَور انداز ہوتا ہے **اس لیے دوبارہ بیان کر دیتا ہوں**۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُحد سے مدینہ واپسی کے متعلق روایات میں مذکور ہے کہ غزوہ اُحد کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے اُحد کی تکفین و تدفین کے بعد مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

(ماخوذ از دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 55 ناشر بزم اقبال لاہور)

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 227 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اور یہ ذکر بھی **ملتا ہے کہ مغرب کی نماز مدینہ میں ادا کی** گئی۔ چنانچہ ایک مصنف نے لکھا ہے کہ میدان اُحد سے مدینہ واپسی ہوئی تو نماز مغرب کا وقت ہونے پر حضرت بلالؓ نے اذان دی۔ نماز کی ادائیگی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عُبادہؓ اور سعد بن معاذؓ کے سہارے مسجد تشریف لائے۔ نماز ادا کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر گھر تشریف لے گئے۔ نماز عشاء کا وقت ہونے پر حضرت بلالؓ نے پھر اذان کہی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے۔ آرام فرما رہے تھے، نیند لے رہے تھے تو اس اذان کے بعد جو نماز کا وقت تھا وہ اس پہ تشریف نہیں لا سکے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں بیٹھے رہے۔ یہ نہیں کہ واپس آ کے نماز پڑھا دی بلکہ ان کے انتظار میں بیٹھے رہے۔ رات کا کافی حصہ گزر جانے پر حضرت بلالؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لیے آواز دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت اب پہلے سے قدرے بہتر تھی۔ عشاء کی نماز پڑھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے۔ نماز کی جگہ سے گھر تک اصحابِ رسول صفیں بنائے کھڑے تھے۔ ان کے درمیان

میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے ہی گھر کو چلے گئے۔ اب کی بار کسی سہارے کی ضرورت نہیں پڑی۔ پہلے مغرب کی نماز پہ آئے تھے تو سہارے سے آئے تھے پھر آرام فرمایا۔ عشاء کی نماز لیٹ پڑھی اور پھر نہ آتے نہ جاتے سہارے کی ضرورت نہیں پڑی۔ اس دوران میں کچھ عورتوں کو حضرت حمزہؓ کے لیے آہ و بکا کرتے پایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس عمل سے روک دیا جیسا کہ پچھلے خطبہ میں اس کا ذکر بھی ہو چکا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لے جانے پر سوائے پہرے داروں کے تمام مرد و خواتین اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ (ماخوذ از دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 63 ناشر بزم اقبال لاہور)

پھر وہ جو ڈیوٹی پر موجود تھے وہ وہاں رہے۔ اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ یوں لکھتے ہیں کہ:

”سارے انتظامات سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شام کے قریب مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔“ (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 502)

یعنی کہ سارے کام ہوئے۔ یہ نہیں کہ زخمی تھے تو فوری طور پر آ گئے بلکہ تمام کام سرانجام دیے۔ **مدینہ کی عورتوں کا صبر اور رضا کا نمونہ۔** اس بارے میں پہلے بھی مَیں عورتوں کی مثالیں دے چکا ہوں۔ بعض اَور مثالیں ہیں۔ حضرت حَمْنَہ بنت جحشؓ کے جذبات کیا تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ اُحد کے بعد مدینہ لوٹے تو آپؐ کو حضرت مصعب بن عمیرؓ کی بیوی حضرت حمنہ بنت جحشؓ ملیں۔ لوگوں نے انہیں ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی شہادت کی خبر دی۔ اس پر انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ پھر لوگوں نے انہیں ان کے ماموں حضرت حمزہؓ کی شہادت کی خبر دی۔ اس پر انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ پھر ان لوگوں نے ان کے خاوند حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شہادت کی اطلاع دی اس پر وہ رونے لگیں اور بے چین ہو گئیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کے لیے اس کے خاوند کا ایک خاص مقام و مرتبہ ہوتا ہے۔

(سیرت ابن ھشام صفحہ 396 مطبوعہ دار ابن حزم بیروت)

ایک دوسری روایت میں حضرت حَمنہ بنت جحشؓ کے بارے میں ذکر ملتا ہے کہ جب ان سے کہا گیا کہ تمہارا بھائی شہید کر دیا گیا ہے تو انہوں نے کہا اللہ اس پر رحم کرے اور کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ لوگوں نے کہا تمہارے خاوند بھی شہید کر دیے گئے ہیں۔ کہنے لگیں کہ ہائے افسوس۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کو خاوند سے ایسا تعلق ہے جو کسی اَور سے نہیں۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ما جاء فی البکاء علی المیت حدیث 1590)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی ایک خطاب میں حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شہادت کے اس واقعہ کا اپنے انداز میں ذکر کیا ہے۔ جس میں حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شہادت کا واقعہ اور ان کی شہادت پر ان کی بیوی کے جو جذبات تھے ان کا ذکر کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ صحابہؓ یا صحابیاتؓ جن کے اقرباء کی تعداد ایک سے زیادہ ہوتی ان کو ٹھہر ٹھہر کر اس انداز میں خبر دیتے کہ صدمہ یکلخت دل کو مغلوب نہ کر لے یعنی ان شہداء کی تعداد جن کے قریبی رشتے دار تھے اگر ایک سے زیادہ ہوتی تو یہ نہیں کہ ساروں کے بارے میں ایک دم بتا دیا بلکہ آہستہ آہستہ بتاتے تھے۔ پہلے ایک کے بارہ میں بتایا۔ پھر دوسرے کا۔ پھر تیسرے کا۔ اس لیے کہ

زیادہ صدمہ نہ پہنچے۔ چنانچہ جس وقت حضورؐ کی خدمت میں حضرت عبداللہؓ کی بہن حمنہ بنت جحشؓ حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حمنہ! تو صبر کر اور خدا سے ثواب کی امید رکھ۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کس کے ثواب کی؟ آپؐ نے فرمایا اپنے ماموں حمزہ کی۔ تب حضرت حمنہؓ نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ غَفَرَ لَہٗ وَ رَحِمَہٗ ھَنِیْئًا لَہُ الشَّھَادَۃَ۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حمنہ! صبر کر اور خدا سے ثواب کی امید رکھ۔ اس نے عرض کی کہ یہ کس کے ثواب کی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی عبداللہ کی۔ اس پر حمنہ نے پھر یہی کہا کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ غَفَرَ لَہٗ وَ رَحِمَہٗ ھَنِیْئًا لَہُ الشَّھَادَۃَ۔ پھر آپؐ نے فرمایا اے حمنہ! صبر کر اور خدا سے ثواب کی امید رکھ۔ انہوں نے عرض کیا حضور یہ کس کے لیے؟ فرمایا مصعب بن عمیر کے لیے۔ اس پر حمنہ نے کہا ہائے افسوس۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واقعی **شوہر کا بیوی پر بڑا حق ہے جو کسی اَور کا نہیں**۔ حضرت حمنہؓ سے پوچھا گیا کہ تُو نے صرف خاوند کے لیے ایسا کلمہ کیوں کہا؟ اس پر انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! مجھے اس کے بچوں کی یتیمی یاد آ گئی تھی جس سے میں پریشان ہو گئی اور پریشانی کی حالت میں یہ کلمہ میرے منہ سے نکل گیا۔

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب کی اولاد کے حق میں دعا کی کہ اے اللہ! ان کے سرپرست اور بزرگ ان پر شفقت اور مہربانی کریں اور ان کے ساتھ سلوک سے پیش آویں۔

(ماخوذ از خطابات طاہر قبل از خلافت صفحہ 363)

حضرت ہندؓ جن کا ذکر مَیں گذشتہ کسی خطبہ میں کر چکا ہوں ان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے بارے میں یوں ذکر ملتا ہے کہ ان کے خاوند، بھائی اور بیٹے کی شہادت کا جب انہیں پتہ چلا کہ تینوں شہید ہو گئے تھے جیسا کہ ذکر پہلے بھی ہوا تھا تو یہ تینوں کو پہلے مدینہ لانے کے لیے لے کر آ رہی تھیں لیکن پھر واپس لے گئیں۔ اور اس کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے کہ خدا تعالیٰ کی مرضی تھی کہ اُحد کے شہداء اُحد میں ہی دفن ہوں۔ یہاں تک تو پہلے بھی مَیں بتا چکا ہوں۔ حضرت عائشہؓ جو اُحد کی خبر لینے کے لیے نکلی تھیں انہوں نے حضرت ہندؓ سے جو اُحد سے آ رہی تھیں خیر معلوم کی تو اس پر حضرت ہندؓ نے جو جواب دیا اس کا جیسا کہ میں نے کہا گذشتہ خطبہ میں ذکر کر چکا ہوں مزید اس کی تفصیل یوں ہے کہ حضرت ہندؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخیریت ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مصیبت آسان ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں تو پھر کوئی ایسی بات نہیں۔ اس کے بعد حضرت ہند نے یہ آیت پڑھی وَرَدَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِغَیْظِھِمْ لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا۔ وَ کَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ۔ وَ کَانَ اللّٰہُ قَوِیًّا عَزِیْزًا (الاحزاب:26)۔ یعنی اور اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ان کے غیظ سمیت اس طرح لوٹا دیا کہ وہ کوئی بھلائی حاصل نہ کر سکے اور اللہ مومنوں کے حق میں قتال میں کافی ہو گیا اور اللہ بہت قوی اور کامل غلبہ والا ہے۔

حضرت عائشہؓ نے **دریافت کیا کہ اونٹنی پر کون کون ہیں**؟ تب حضرت ہندؓ نے بتایا کہ میرا بھائی ہے، میرا بیٹا خلاد ہے اور میرے شوہر عَمرو بن جَمُوح ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا کہ تم انہیں کہاں لے جاتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ انہیں مدینہ میں دفن کرنے کے لیے لے جا رہی ہوں۔ پھر وہ اپنے اونٹ کو ہانکنے لگیں

تو اونٹ وہیں زمین پر بیٹھ گیا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اس پر وزن زیادہ ہے؟ جس پر حضرت ہندؓ کہنے لگیں کہ یہ تو دو اونٹوں جتنا وزن اٹھالیتا ہے لیکن اس وقت یہ اس کے بالکل الٹ کر رہا ہے۔ پھر انہوں نے اونٹ کو ڈانٹا تو وہ کھڑا ہو گیا۔ جب انہوں نے اس کا رخ مدینہ کی طرف کیا تو وہ پھر بیٹھ گیا پھر جب انہوں نے اس کا رخ اُحد کی طرف پھیرا تو اونٹ جلدی جلدی چلنے لگا۔ پھر حضرت ہندؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اونٹ مامور کیا گیا ہے یعنی اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی کام پر لگایا گیا تھا کہ یہ مدینہ کی طرف نہ جائے بلکہ اُحد کی طرف ہی رہے۔ فرمایا کہ کیا تمہارے شوہر نے جنگ پر جانے سے پہلے کچھ کہا تھا؟ کہنے لگیں جب عمرو اُحد کی جانب روانہ ہونے لگے تھے تو انہوں نے قبلہ رخ ہو کر یہ کہا تھا کہ اے اللہ! مجھے میرے اہل کی طرف شرمندہ کر کے نہ لوٹانا اور مجھے شہادت نصیب کرنا۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی وجہ سے اونٹ نہیں چل رہا تھا۔ فرمایا کہ اے انصار کے گروہ! تم میں سے بعض ایسے نیکوکار لوگ ہیں کہ اگر وہ خدا کی قسم کھا کر کوئی بات کریں تو خدا تعالیٰ ان کی وہ بات ضرور پوری کرتا ہے اور عمرو بن جموح بھی ان میں سے ایک ہیں۔ پھر آپؐ نے عمرو بن جموح کی بیوی کو فرمایا۔ اے ہند! جس وقت سے تیرا بھائی شہید ہوا ہے اس وقت سے فرشتے اس پر سایہ کیے ہوئے ہیں اور انتظار میں ہیں کہ اسے کہاں دفن کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان شہداء کی تدفین تک وہیں رُکے رہے۔ پھر فرمایا اے ہند! عمرو بن جموح، تیرا بیٹا خلاد اور تیرا بھائی عبداللہ جنت میں باہم دوست ہیں۔ اس پر ہند نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان کی رفاقت میں پہنچا دے۔ (کتاب المغازی جلد 1 صفحہ 233-232 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو دینار کی ایک عورت کے پاس سے گزرے جس کا خاوند، بھائی اور باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ اُحد میں شریک ہوئے تھے اور وہ سب شہید ہو گئے تھے۔ جب ان کی تعزیت اس عورت سے کی گئی تو اس نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ اے ام فلاں! آپؐ ٹھیک ہیں اور الحمدللہ ایسے ہی ہیں جیسے کہ تو پسند کرتی ہے۔ تو اس عورت نے جواب دیا کہ مجھے دکھاؤ۔ میں آپؐ کو دیکھنا چاہتی ہوں تو پھر اس عورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے دکھایا گیا۔ جب اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہنے لگی کہ ہر مصیبت آپؐ کے بعد معمولی ہے۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 545 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک اَور روایت میں اس عورت کے بیٹے کے شہید ہونے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگِ اُحد کے موقع پر جب اہلِ مدینہ بہت گھبراہٹ کا شکار ہو گئے کیونکہ یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا گیا ہے حتیٰ کہ مدینہ کے گلی کوچوں میں چیخ و پکار مچ گئی تھی تو ایک انصاری خاتون پریشان ہو کر گھر سے نکلی۔ اس نے آگے اپنے بھائی، بیٹے اور شوہر کی لاش دیکھی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ پہلے اس نے کس کو دیکھا تھا مگر جب وہ آخری کے پاس سے گزری تو اس

نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ تیرا بھائی، تیرا شوہر اور تیرا بیٹا ہے۔ اس نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے کہا وہ آگے ہیں۔ وہ عورت چلتی ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن تھام لیا اور پھر کہا کہ یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ جب آپؐ سلامت ہیں تو مجھے کسی نقصان کی کوئی پروا نہیں۔

(معجم الاوسط جلد 5 صفحہ 330-329 حدیث 7499 دار الفکر بیروت)

ایک قول کے مطابق اس عورت کا نام سُمیراء بنت قیس تھا جو نعمان بن عَبدِ عَمرو کی والدہ تھیں۔

(کتاب المغازی جلد 1 صفحہ 251 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک موقع پر اس واقعہ کا ذکر اس طرح کیا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں اس بہادری کی مثالیں بہت کثرت سے ملتی ہیں۔ دنیوی لوگوں میں تو کروڑوں لوگوں اور سینکڑوں ملکوں میں سے ایک آدھ مثال ایسی مل سکے گی مگر صحابہؓ میں، چند ہزار صحابہؓ میں سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں۔ ٹھیک ہے دوسروں میں مل جاتی ہیں لیکن کروڑوں میں ایک آدھ مثال لیکن یہاں ہزاروں میں سینکڑوں مثالیں۔ کیسی اعلیٰ درجہ کی یہ مثال ہے جو ایک عورت سے تعلق رکھتی ہے۔

پھر حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ میں کئی دفعہ اسے بیان کر چکا ہوں اور جو اس قابل ہے کہ ہر مجلس میں سنائی جائے اور اس کی یاد کو تازہ رکھا جائے۔ بعض واقعات ایسے شاندار ہوتے ہیں کہ بار بار سنائے جانے کے باوجود پرانے نہیں ہوتے۔ ایسا ہی واقعہ اس عورت کا ہے جس نے جنگ اُحد کے موقع پر مدینہ میں یہ خبر سنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں وہ مدینہ کی دوسری عورتوں کے ساتھ گھبرا کر باہر نکلی اور جب پہلا سوار اُحد سے واپس آتے ہوئے اسے نظر آیا تو اس نے اس سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ تمہارا خاوند مارا گیا ہے۔ اس نے کہا میں نے تم سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کیا ہے اور تم میرے خاوند کی خبر سنا رہے ہو۔ اس نے پھر کہا کہ تمہارا باپ بھی مارا گیا ہے مگر اس عورت نے کہا میں تمہیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھتی ہوں اور تم باپ کا حال بتا رہے ہو۔ اس سوار نے کہا کہ تمہارے دونوں بھائی بھی مارے گئے مگر اس عورت نے پھر یہی کہا کہ تم میرے سوال کا جواب جلد دو۔ میں رشتہ داروں کے متعلق نہیں پوچھتی۔ میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھتی ہوں۔ اس صحابیؓ کا دل چونکہ مطمئن تھا اور جانتا تھا کہ آپؐ بخیریت ہیں۔ اس لیے اس کے نزدیک اس عورت کے لیے سب سے اہم سوال یہی تھا کہ اس کے متعلقین کی موت سے اسے آگاہ کیا جائے مگر اس عورت کے نزدیک سب سے پیاری چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی۔ اس لیے اس نے جھڑک کر کہا کہ تم میرے سوال کا جواب دو۔ اس پر اس نے کہا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو خیریت سے ہیں۔ یہ سن کر اس عورت نے کہا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو پھر مجھے کوئی غم نہیں، خواہ کوئی مارا جائے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اور ظاہر ہے کہ اس مثال کے سامنے اس بڑھیا کی مثال کی کوئی حقیقت نہیں جس کے متعلق خود نامہ نگار کو اعتراف ہے۔ یعنی اس بڑھیا کا ذکر جو آپؓ مثال دے رہے ہیں۔

وہ دوسری جنگ عظیم میں جرمنی کی ایک بوڑھی عورت ہے جس کا بیٹا ایک جنگ میں مارا گیا تھا اور اس نے ایک مصنوعی قہقہہ لگا کر اس خبر پر رد عمل کا اظہار کیا تھا۔ یہ خبر ان دنوں اخباروں میں آئی تھی کہ یہ دیکھو اس عورت نے کتنے بڑے صبر کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس کا بیٹا مارا گیا لیکن اس نے کوئی غم نہیں کیا اور بڑا قہقہہ لگا کر اس پر صبر کا اظہار کیا، ردّعمل ظاہر کیا۔ اس کا ذکر آپؓ فرما رہے تھے۔ تو فرماتے ہیں یہ اظہار بوجھ سے دبا ہوا معلوم ہوتا ہے گو اس عورت نے قہقہہ تو لگایا لیکن یہ اظہار جو ہے یہ بوجھ سے دبا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ دل میں رو رہی تھی یعنی وہ جرمن عورت دل میں تو رو رہی تھی لیکن ظاہری طور پر اس نے جرأت کا اظہار کیا کہ کوئی بات نہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ مگر صحابیہ کا واقعہ یہ نہیں ہے، یہ نہیں ہے کہ اس نے ضبط کیا ہوا تھا اور دل میں رو رہی تھی اور ظاہر نہیں کر رہی تھی بلکہ وہ صحابیہؓ تو دل میں بھی خوش تھی کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں لیکن اس عورت کے دل پر صدمہ ضرور تھا گو وہ اسے ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ یعنی وہ جرمن عورت کے دل میں تو بہرحال صدمہ تھا مگر اس صحابیہؓ کے دل پر تو کوئی صدمہ بھی نہیں تھا اور یہ ایسی شاندار مثال ہے کہ دنیا کی تاریخ اس کی کوئی نظیر پیش نہیں کر سکتی اور بتاؤ کہ اگر ایسے لوگوں کے متعلق یہ نہ فرمایا جاتا کہ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ (احزاب:24) تو دنیا میں اَور کونسی قوم تھی جس کے متعلق یہ الفاظ کہے جاتے۔

حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ میں جب اس عورت کا واقعہ پڑھتا ہوں تو میرا دل اس کے متعلق ادب اور احترام سے بھر جاتا ہے **اور میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس مقدس عورت کے دامن کو چھوؤں** اور پھر اپنے ہاتھ آنکھوں سے لگاؤں کہ اس نے میرے محبوبؐ کے لیے اپنی محبت کی ایک بے مثل یادگار چھوڑی ہے۔

(ماخوذ از خطباتِ محمود جلد20 صفحہ 543-542)

پھر اسی عشق و محبت کا ذکر بیان کرتے ہوئے ایک اَور جگہ آپؓ نے اس طرح بیان فرمایا: ”دیکھو! اس عورت کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر عشق تھا۔ لوگ اسے یکے بعد دیگرے باپ، بھائی اور خاوند کی وفات کی خبر دیتے چلے گئے لیکن وہ جواب میں ہر دفعہ یہی کہتی چلی گئی کہ مجھے بتاؤ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ غرض یہ بھی ایک عورت ہی تھی جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر عشق کا مظاہرہ کیا۔“ (قرونِ اولیٰ کی مسلمان خواتین کا نمونہ، انوار العلوم جلد 25 صفحہ 440)

پھر ایک دوسری جگہ آپؓ اس بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ ذرا اس حالت کا نقشہ اپنے ذہنوں میں اب کھینچو۔ تم میں سے ہر ایک نے مرنے والے کو دیکھا ہو گا۔ کوئی نہ کوئی قریبی مرتا ہے کسی نے اپنی ماں کو، کسی نے باپ کو، کسی نے بھائی کو، بہن کو مرتے دیکھا ہو گا۔ ذرا وہ نظارہ تو یاد کرو کہ کس طرح اپنے عزیزوں کے ہاتھوں میں اور گھروں میں اچھے سے اچھے کھانے پکوا کر اور کھا کر، علاج کروا کر اور خدمت کرا کر مرنے والوں کی حالت کیا ہوتی ہے اور کس طرح گھر میں قیامت برپا ہوتی ہے اور مرنے والوں کو سوائے اپنی موت کے کسی دوسری چیز کا خیال تک بھی نہیں ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کے دلوں میں ایسا عشق پیدا کر دیا تھا کہ انہیں آپؐ کے مقابلہ میں کسی اَور چیز کی پرواہی نہ تھی۔ مگر یہ عشق صرف اس وجہ سے تھا کہ آپؐ خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ آپ ﷺ کے محمد ہونے کی وجہ سے یہ عشق نہیں تھا بلکہ آپؐ کے

رسول اللہ ہونے کی وجہ سے یہ عشق تھا۔ پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ دراصل خدا تعالیٰ کے عاشق تھے اور چونکہ خدا تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرتا تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ آپؐ سے پیار کرتے تھے اور صرف مرد ہی نہیں بلکہ عورتوں کو بھی دیکھ لو ان کے دلوں میں بھی آپؐ کی ذات کے ساتھ کیا محبت اور کیا عشق تھا۔

پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ یہ محبت تھی جو خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی تھی مگر باوجود اس کے وہ خدا تعالیٰ کو ہر چیز پر مقدم رکھتے تھے اور یہی توحید تھی جس نے ان کو دنیا میں ہر جگہ غالب کر دیا تھا۔ خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں وہ نہ ماں باپ کی پروا کرتے تھے اور نہ بہن بھائیوں کی اور نہ بیویوں کی اور خاوندوں کی۔ ان کے سامنے ایک ہی چیز تھی اور وہ یہ کہ ان کا خدا ان سے راضی ہو جائے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ (المائدہ:120) فرما دیا۔

انہوں نے اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر مقدم کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مقدم کیا۔ مگر حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ بعد میں مسلمانوں کی یہ حالت نہ رہی اور اب اگر ان کو اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے تو محض دماغی ہے۔ دماغی طور پر ہم کہتے ہیں بڑا تعلق ہے۔ دماغ میں ضرور ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں۔ توحید کے قائل ہیں۔ دل میں یہ نہیں ہے۔ دل کہیں اَور طرف لگا ہوا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اگر ان کے سامنے کیا جائے تو ان کے دلوں میں محبت کی تاریں ہلنے لگتی ہیں۔ (ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 23 صفحہ 47-46)

یہ سب کچھ ہے لیکن توحید کی جو اصل صورت ہونی چاہیے وہ نہیں ہے۔ ایک سیرت نگار لکھتا ہے۔ بلا شبہ مدینہ کی مصیبت بڑی دردمند مصیبت تھی لیکن مکہ اور مدینہ کے درمیان اپنی مصیبت کے وصول کرنے میں دُور دراز کا فرق تھا۔ بڑی مصیبت تھی۔ مدینہ میں حالات بڑے خراب تھے لیکن اگر مکہ اور مدینہ کا مقابلہ کیا جائے۔ وہاں بھی مصیبت تھی۔ مکہ والوں کو بھی خطرہ رہتا تھا لیکن بڑا دُور دراز کا فرق تھا اور فرق کیا تھا؟ مشرکین مکہ نے اپنی بدر کی مصیبت کو کچھ کمزوری، اضطراب اور گھبراہٹ سے وصول کیا۔ مکہ والوں کو بدر میں جو شکست ملی اس کو کمزوری، اضطراب اور گھبراہٹ سے وصول کیا اور مدینہ نے اپنی اُحد کی مصیبت کو بے نظیر صبر و ایمان اور صبر، ثبات و شجاعت سے وصول کیا۔ اب اُحد میں مسلمانوں کو بھی کافی نقصان پہنچا لیکن ان کا یہ بے نظیر صبر تھا اور ایمان تھا اور ثبات و شجاعت تھی جس سے انہوں نے اس کو وصول کیا۔

مدینہ کی فوج کو اُحد میں جو نقصان پہنچا اس کی وجہ سے مدینہ کے باشندوں میں سے کسی پر گھبراہٹ، اضطراب اور کمزوری کا کوئی نشان نہ تھا اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ایک مسلمان عورت نے معرکہ اُحد میں اپنے بیٹے، خاوند، بھائی اور باپ کو کھو دیا اور وہ حیران نہ ہوئی اور نہ ہی اس مصیبت نے اسے اعتدال کی حدود سے باہر کیا اور وہ بنو دینار کی عورت تھی جو میدانِ کارزار کی طرف گئی اور اس نے اپنے بیٹے، خاوند، بھائی اور باپ کو خون میں لتھڑے ہوئے مقتول دیکھا تو اس نے توازن کھونا تو کجا پروا ہی نہیں کی اور وہ صرف اس انسان کے متعلق پوچھتی رہی جو ان چاروں سے بڑھ کر اسے محبوب تھا اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ جب اس نے آپؐ کو سلامت دیکھا تو اس نے کہا ہر مصیبت خواہ وہ کتنی ہی بڑی ہو آپؐ کی سلامتی کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ (غزوۂ اُحد از محمد احمد باشمیل صفحہ 238-237 نفیس اکیڈمی کراچی)

باقی ان شاء اللہ آئندہ۔

فلسطین کے لوگوں کے لیے دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کے لیے آسانیاں پیدا فرمائے۔ دشمن تو اپنی تمام تر گھٹیا سوچوں اور حرکتوں کے ذریعہ انہیں تباہ کرنے پر تُلا ہوا ہے۔ بڑی طاقتیں جنگ کو روکنے کی بجائے اسے ہوا دینے کی کوشش کر رہی ہیں۔ امریکہ کے صدر نے پہلے گذشتہ پیر کے دن جنگ بندی کے لیے کہا تھا۔ اب کہتے ہیں رمضان سے پہلے جنگ بندی ہو گی اور وہ بھی عارضی صرف چھ ہفتے کے لیے۔ یہ تو صرف اسرائیل کو موقع دینے کا ایک حربہ ہے کہ اس دوران ان کو آرام بھی مل جائے گا اور وہ تازہ دم ہو کر پھر ظلم شروع کر دیں گے۔

پس اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ان کے ہاتھوں کو روک سکتا ہے۔ اس لیے بہت دعا کریں۔ اسی طرح جس چیریٹی تنظیم کے ذریعہ سے ان کو خوراک یا دوائیاں وغیرہ یا کسی طرح کی مدد مل سکتی ہے وہ احمدیوں کو کرنی چاہیے۔ اپنے حلقہ میں ان کے حق میں ظلم کے ختم کرنے کے بارے میں کوشش بھی کرنی چاہیے۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا سیاستدانوں کو خطوط لکھیں اور یہ لکھتے رہیں، ہمیں تھکنا نہیں چاہیے۔ سیاستدانوں کو سمجھائیں کہ جو بھی تم لوگ کر رہے ہو بڑا غلط کر رہے ہو۔ فلسطینیوں کو بھی اللہ تعالیٰ دعاؤں اور اپنی روحانی حالتوں کو بہتر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یوکرائن اور روس کی جنگ میں بھی جس میں یورپ اور امریکہ کے براہ راست شامل ہونے کی خبریں آ رہی ہیں اس سے بھی عالمی جنگ کے خطرات مزید بڑھ رہے ہیں۔ اس کے لیے بھی جہاں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ دنیا کو تباہی سے بچائے۔ وہاں احتیاطی تدابیر کے طور پر جیسا کہ پہلے بھی میں نے کہا تھا اور پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بھی ایک نسخہ ایٹمی اثرات سے بچنے کا دے چکے ہیں جماعت میں کافی معروف ہے۔ ہومیو پیتھک کا جو ہمارا شعبہ ہے وہ بتا بھی دے گا۔ اس کا بھی کم از کم ایک کورس تین تین خوراکوں کا دوبارہ کر لینا چاہیے۔ اسی طرح احمدیوں کو دو تین مہینے کا راشن بھی گھروں میں رکھنا چاہیے اور خاص طور پہ جہاں براہ راست جنگ کا خطرہ ہے۔ جنگ نہ بھی ہو تب بھی اس کا فائدہ ہی ہے۔ پرانا راشن بھی جو لوگوں نے جمع کیا تھا مختلف آفات آتی رہیں اس میں وہ استعمال ہوتا رہا اور انہوں نے یہی کہا کہ ہمیں فائدہ ہی ہوا۔

یمن کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی رہائی کے جلد سامان پیدا فرمائے اور وہ جو یمنی فوجوں کو یا جو ایک گروپ ہے اس کو یہ شک ہے کہ جماعت احمدیہ ملک کے خلاف سازشیں کرنے والی ہے ان کے شکوک دُور ہوں اور ان کی رہائی جلدی ہو۔

اللہ تعالیٰ دنیا کو یہ بھی عقل دے کہ وہ ترقی کے نام پر دنیا کی غلاظتوں میں پڑنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی پہچان کریں۔ مسلمان ملکوں کو بھی اللہ تعالیٰ انصاف پر قائم کر کے ایک ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے پیغام کو ہر شخص تک پہنچانے والے ہوں۔

ایک افسوسناک اطلاع بھی ہے۔ **مکرم طاہر اقبال چیمہ صاحب ابن خضر حیات چیمہ** صاحب صدر جماعت احمدیہ چک 84 فتح ضلع بہاولپور کو گذشتہ دنوں شہید کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

طاہر اقبال چیمہ صاحب کی شہادت کا واقعہ یوں ہے کہ دو نامعلوم افراد نے 4/مارچ کو فائرنگ کر کے شہید

کر دیا۔ بوقت شہادت مرحوم کی عمر ساٹھ سال تھی۔ مزید تفصیلات اس طرح ہیں کہ طاہر اقبال چیمہ صاحب صدر جماعت چک 84 فتح ضلع بہاولپور نماز فجر کی ادائیگی کے بعد حسبِ معمول سیر کے لیے روانہ ہوئے۔ دونامعلوم موٹر سائیکل سواروں نے تعاقب کر کے فائرنگ کر دی۔ آپ کے سر میں دو گولیاں لگیں جس کے نتیجہ میں آپ موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ وقوعہ کے بعد حملہ آور موقع سے فرار ہو گئے۔ پولیس نے نامعلوم افراد کے خلاف مقدمہ درج کر لیا ہے لیکن وہاں اس کے بارے میں تحقیق تو ہوتی کچھ نہیں۔ بہرحال مقدمہ درج ہوا ہے۔ شہید مرحوم کی کسی کے ساتھ کوئی دشمنی یا ذاتی رنجش نہیں تھی۔ اپنے گاؤں اور ارد گرد کے دیہات میں بھی یہ نیک نامی کے حامل اور بڑے شریف النفس مشہور تھے۔ سوائے مذہبی عنصر کے ان کی شہادت کی اَور کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

شہید مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے پڑدادا مکرم محین خان صاحب کے بھائی حضرت حکم دین صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے ہوا جنہوں نے 1905ء میں چک 46/ شمالی سرگودھا سے قادیان جا کر بیعت کی تھی اور قادیان میں ہی قیام پذیر ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے بھائیوں اور خاندان کے دیگر افراد کو بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت اختیار کرنے کی تحریک کی جس کی وجہ سے شہید مرحوم کے پڑدادا محین خان صاحب نے سب بھائیوں سمیت بذریعہ خط بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت اختیار کی۔ بعد میں یہ خاندان چک 84 بہاولپور منتقل ہو گیا۔ شہید مرحوم 64ء میں چک 84 بہاولپور میں پیدا ہوئے۔ وہیں میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ زمیندارے کے پیشے سے منسلک ہو گئے۔ بفضل خدا نظام وصیت میں شامل تھے۔ بوقتِ شہادت بحیثیت صدر جماعت خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ اس سے پہلے بحیثیت سیکرٹری مال اور زعیم انصار اللہ بھی خدمت کی توفیق ان کو ملتی رہی۔ چندہ جات کی ادائیگی میں باقاعدہ، صوم و صلوٰۃ کے علاوہ نمازِ تہجد کی ادائیگی کا بہت خیال رکھتے۔ سفر کے دوران بھی نماز کی ادائیگی کا خصوصی انتظام کرتے۔ خلافت سے عشق تھا۔

میرے خطبات باقاعدگی سے سنتے اور جائزہ لیتے کہ کیا گھر کے سب افراد نے خطبہ سن لیا ہے۔ بوقتِ شہادت تمام لازمی چندہ جات اور حصہ جائیداد کا حساب مکمل تھا۔ جماعتی مہمانان کا خصوصی خیال رکھتے اور کوشش کرتے کہ ان کی مہمان نوازی اپنے گھر میں کی جائے۔ جماعتی طور پر نہ ہو بلکہ ذاتی طور پہ ہو۔ وہاں کے قبرستان کا بھی مرحوم نے انتظام کیا۔ پاکستان میں قبروں کا بھی اور قبرستان کا بھی بڑا مسئلہ رہتا ہے۔ آئے دن کوئی نہ کوئی شریر انسان یا گروپ ہماری قبروں کے کتبے توڑ جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے قبرستان کا بھی انتظام کیا۔ قبروں کا جائزہ بھی لیتے رہتے تھے۔ ان کو maintain بھی رکھتے تھے۔ یہ بھی آج کل وہاں کافی کام ہے۔

گاؤں کے اکثر لوگ اپنی امانتیں ان کے پاس رکھواتے تھے جن میں غیر از جماعت بھی شامل تھے۔ اگر اعتبار تھا تو صرف احمدی پر کہ یہی ہماری امانتوں کو صحیح طرح رکھ سکتا ہے اور ساتھ دشمنی بھی۔ ان لوگوں کا یہ بھی عجیب طریق ہے۔ لیکن بہرحال جو امانتیں رکھواتے تھے وہ شریف النفس لوگ ہی ہیں لیکن دوسروں کو پھر بھی سمجھ نہیں آتی۔

ان کی اہلیہ کشور ناہید صاحبہ کہتی ہیں کہ میرے خاوند مرحوم کا رویہ میرے ساتھ نہایت مشفقانہ رہا۔ گھر

میں نماز کی ادائیگی اور خلیفہ وقت کے خطبات کے سننے کا جائزہ لیتے۔ میرے عزیزوں سے ہمیشہ اپنائیت کا اور دوستانہ تعلق کا سلوک رکھتے۔

شہید مرحوم کی بیٹی مدیحہ طاہر کہتی ہیں کہ جماعتی خدمت میں پیش پیش رہتے۔ اطاعت کا وصف نمایاں تھا۔ خلافت سے بے حد احترام اور عقیدت کا تعلق تھا۔ نڈر اور بہادر احمدی تھے۔ بچوں سے ہمیشہ دوستانہ تعلق رکھا۔

امیر صاحب ضلع بہاولپور، مربی ضلع بہاولپور اور دیگر عہدیداران نے بھی شہید مرحوم کی بڑی تعریف کی ہے۔ بڑی ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے۔ خدمت خلق کے جذبے سے سرشار تھے۔ مہمان نوازی نمایاں وصف تھا۔ مرکزی نمائندگان اور واقفینِ زندگی سے اپنائیت کا تعلق رکھتے تھے۔

شہید مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ کے علاوہ دو بیٹے اور ایک بیٹی یادگار چھوڑے ہیں۔ ان کے ایک بیٹے لقمان احمد اپنی فیملی کے ساتھ جرمنی میں ہیں۔ بیٹی مدیحہ طاہر یہاں یوکے میں رہتی ہیں۔ ایک بیٹے سلمان طاہر ان کے ساتھ ہی وہاں زمیندارہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ رحمت اور مغفرت کا سلوک فرمائے اور سب پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی نیکیاں جاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نماز کے بعد انشاء اللہ ان کی نماز جنازہ بھی پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 29/مارچ 2024ء جلد 31 شمارہ 77 صفحہ 02 تا 06)

11

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 15 / مارچ 2024ء بمطابق 15 / امان 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ۔ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ۔ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ۔ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (البقرۃ:185-184)

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کے لیے بہت اچھا ہے اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے رمضان کا مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بہت عظیم اور برکتوں والا مہینہ ہے۔

(سنن النسائی کتاب الصوم باب ذکر الاختلاف علی معمر فیہ حدیث 2108)

اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے فضلوں سے نوازنے کے لیے بہت مہربان ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو عام دنوں میں بھی اپنے بندوں کو اس طرح نوازتا ہے جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس مہینے میں جب خاص طور پر شیطان کو جکڑ کر اس کے پنجے سے نکلنے کے سامان کرتا ہے تو اس کے لیے تو ہمارے پاس الفاظ ہی نہیں ہیں کہ کس طرح مثال دی جائے۔ جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہم بڑھیں تو اس کے احسان کے دروازے پہلے سے زیادہ کھلے ہوئے پاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ مہینہ اپنے احسانوں سے نوازنے کا مقرر کیا ہے۔ جو بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گذشتہ دنوں سستیاں ہم دکھا چکے ہیں، نوافل کی ادائیگی میں سستیاں دکھا چکے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت کرنے پڑھنے سمجھنے میں سستیاں دکھا چکے ہیں، قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے میں سستیاں دکھا چکے ہیں ان کے لیے اس مہینے میں سامان کر دیا کہ اس مہینے میں فرائض بھی اور نوافل بھی خاص طور پر ادا کرنے کا ماحول ہے۔ اس لیے فائدہ اٹھاؤ۔

درس کا مساجد میں بھی انتظام ہوتا ہے اور ایم ٹی اے پر بھی انتظام ہے اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے قرب کو تلاش کرنا چاہیے۔ اور پھر اس ماحول کے اثر کو اپنی زندگیوں کا مستقل حصہ ہمیں بنانا چاہیے تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور احسانوں کے مستقل وارث بنتے چلے جائیں۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس

ماحول سے بہترین فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے میری طرف بڑھو اور اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی اللہ تعالیٰ کی طرف آنے کی جتنی خوشی ہوتی ہے اس کا اندازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو خوشی ماں کو اس کے گمشدہ بچے کے ملنے کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کو اس سے زیادہ خوشی اپنے گمشدہ بندے کے ملنے سے ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الأدب باب رحمة الولد ... حدیث 5999۔ نیز صحیح بخاری کتاب الدعوات بَابُ التَّوْبَةِ 6308)

یعنی جو لوگ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے والے نہیں ہیں یا اس کا حق ادا کرتے ہوئے ادا نہیں کر رہے، اس میں سستیاں دکھانے والے ہیں وہ جب حقیقت میں یہ حق ادا کرنے والے بن جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جب وہ اپنے بندے سے خوش ہوتا ہے تو اس کو اس قدر نوازتا ہے کہ جس کی انتہا نہیں۔ پس ہم خوش قسمت ہوں گے اگر ہم رمضان کے اس ماحول سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حقیقی رنگ میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والے بن جائیں۔

یہ آیات جو مَیں نے تلاوت کی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے جہاں تقویٰ پر چلتے ہوئے ہمیں اپنے حکموں پر چلنے کی طرف توجہ دلائی ہے وہاں روزے سے متعلقہ بعض احکام کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ پس ہم خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی پُر حکمت کتاب ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ عطا فرمائی ہے تا کہ ہم اس کی قربتوں کے حاصل کرنے والے بن جائیں، ان رستوں پر چلنے والے بن جائیں جو اس کی قربت کے راستے ہیں۔ یہ پہلی آیت ہے۔ اس کے پہلے ارشاد میں ہی ہمیں عاجزانہ راہوں پر چلنے کی طرف توجہ دلا دی اور ہمیں عاجزی کی تلقین یہ کہہ کر فرما دی کہ تم روزے رکھ کر کوئی ایسا کام کرنے لگے ہو جو صرف تمہارا ہی امتیاز ہے، یہ نہیں ہے بلکہ تم سے پہلے لوگوں پر بھی روزے فرض کیے گئے تھے۔ ٹھیک ہے ان کے روزوں کے طریق میں شاید کچھ فرق ہو گا لیکن روزے ان پر بھی فرض کیے گئے تھے اور مقصد یہ تھا کہ وہ تقویٰ پر چلیں اور یہی روزوں کا مقصد تمہارے لیے بھی ہے کہ تم تقویٰ پر چلو یعنی تم غلط باتوں سے بچو اور نیک باتوں کو اختیار کرو اور گناہوں اور غلط باتوں سے اس طرح اپنے آپ کو بچاؤ جس طرح ایک جنگجو ڈھال کے پیچھے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتا ہے اور ڈھال کو سامنے رکھنے والا جنگجو صرف اپنے آپ کو ہی نہیں بچاتا بلکہ وہ دشمن پر وار بھی کرتا ہے۔ پس تم بھی اگر تقویٰ پر چل رہے ہو تو نہ صرف اپنے آپ کو بچاؤ گے بلکہ شیطان پر اور شیطانی خیالات پر حملہ کر کے اس کو بھی مار دو گے اور یہی طریق ہے جس سے تقویٰ پر چلتے ہوئے روزے کا حق ادا ہوتا ہے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں بھوکا رکھنے کا اللہ تعالیٰ کو کوئی شوق نہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الصوم باب من لم یدع قول الزور ... حدیث 1903)

اصل مقصد تو تقویٰ پیدا کرنا ہے اگر یہ نہیں تو روزے کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ آج کل تو مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد میں بھوکا رہنے والی بات بھی نہیں رہی۔ اکثر خاص طور پر جو امیر لوگ ہیں سحری بھی بڑے اہتمام سے کھاتے ہیں اور افطاری بھی بڑے اہتمام سے کرتے ہیں۔ ہاں بیچارہ غریب ہے جسے سحری اور افطاری بھی بڑی مشکل سے میسر آتی ہے لیکن ان کا بھی روزے میں بھوک کے ساتھ پانی پینے سے رکنا اللہ تعالیٰ کی نظر میں تب مقبول ہو گا جب تقویٰ کے راستوں کی بھی تلاش کریں گے۔ اپنی عبادتوں کو سنوارنے کی کوشش

کریں گے۔ یہاں یہ بھی بیان کر دوں کہ امیروں کو چاہیے کہ اپنے علاقے کے غریبوں کی رمضان میں خاص طور پر خبر گیری کریں۔ افطاریوں میں صرف امراء کو ہی جمع کر کے افطاریوں سے لطف اندوز نہ ہوں بلکہ غریبوں کی افطاریوں کا بھی انتظام کریں اور یہ جو دعوتوں کے رنگ میں بڑی بڑی افطاریاں ہوتی ہیں، ان کے حق میں تو ویسے بھی مَیں نہیں۔ یہ اب دکھاوے اور بدعت کا رنگ اختیار کر گئی ہیں۔

رمضان میں تو قرآن کریم کے پڑھنے، پڑھانے، سننے، سنانے کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہیے۔ ذکر الٰہی کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہیے۔ عبادات کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہیے لیکن بجائے اس کے ہوتا یہ ہے کہ جو لوگ مختلف قسم کے کام کر رہے ہیں وہ اپنے کاموں سے آ کر افطاریوں کی دعوتیں کھانے میں مصروف ہو جاتے ہیں اور جنہوں نے افطاریوں کی دعوت کی ہوتی ہے وہ بھی اس طرف توجہ دینے کی بجائے کہ قرآن و حدیث پڑھیں، ذکر الٰہی کریں، عبادت کی طرف توجہ دیں اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ کس طرح اچھے سے اچھا انتظام ہو، افطاری کا سامان ہو، کیسی اچھے سے اچھی افطاری تیار ہو تا کہ ان کی واہ واہ ہو کہ افطاری میں بہت کمال کر دیا۔ تو یہ چیزیں رمضان کا مقصد نہیں ہیں۔ یہ تو تقویٰ سے دُور لے جانے والی باتیں ہیں۔

پس ڈھال سے فائدہ اٹھانے کے لیے ڈھال کا صحیح استعمال کرنا بھی ضروری ہے ورنہ شیطان تو دائیں بائیں، آگے پیچھے سے حملہ کرے گا، کس طرح بچائیں گے؟ اور پھر یہ شیطان انسان کو کاری زخم لگا کر زخمی بھی کر سکتا ہے۔ پس ہمیں چاہیے کہ رمضان میں روزے کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں۔ تقویٰ جو اصل مقصود ہے اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر جائز باتوں سے بھی رکیں تو پھر یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نظر ہم پر ہو گی اور اللہ تعالیٰ ہمارے شیطان کو بھی جکڑ دے گا اور نیکیاں کرنے کا وسیع میدان بلا روک ٹوک ہم پار کرتے چلے جائیں گے۔ عبادتوں اور ذکر الٰہی کا حصار ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے شیطانی حملوں اور روکوں سے بچاتا چلا جائے گا۔

شیطان کو کوئی معمولی چیز نہیں سمجھنا چاہیے اس نے بڑے چیلنج سے یہ بات کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی اکثریت میرے بہکاوے میں آ کر میرے پیچھے چلے گی۔ پس ہم نے رمضان میں اس کے اس چیلنج کا مقابلہ کرنا ہے اور پھر یہ کوشش کرنی ہے کہ ہم عبادتوں اور قرآنی احکام پر عمل کرنے کے ہتھیار سے شیطان کا ہمیشہ مقابلہ کرتے چلے جائیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام روزے کی حقیقت کے بارے میں بیان فرماتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں: روزے کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالَم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا ایک اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے آج کل تو روزہ کھانے پینے کا نام ہے۔ بہر حال آپؑ فرماتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا اس سے یعنی روزے سے منشا یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزے دار کو یہ مد نظر رکھنا چاہیے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تا کہ تبتل اور انقطاع حاصل ہو۔ یعنی

اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ پیدا ہو اور دنیا سے بے رغبتی ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے۔ اور جو لوگ محض خدا تعالیٰ کے لیے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جائے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 9 صفحہ 123-122)

پس رمضان میں قرآن کریم کے پڑھنے اور سمجھنے کے ساتھ ساتھ عبادت اور ذکر الٰہی بھی بہت ضروری ہے۔ دل اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا رہے۔ تسبیح کریں۔ اس کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بتائی ہوئی یہ دعا جو الہامی دعا بھی ہے یعنی ”سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ“ ایک بہت اہم دعا ہے۔ (بحوالہ تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 208)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دعاؤں کی قبولیت کے لیے ضروری ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اسی طرح تہلیل ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اظہار ہے۔ یہ بھی بہت ضروری ہے۔ پس یہ ذریعے ہیں جو تقویٰ میں ترقی کا باعث بنتے ہیں اور قبولیت دعا کے لیے بھی اہم ہیں۔ پس اس طرف ہمیں خاص طور پر توجہ دینی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں تقویٰ پر چلنے کی بے شمار جگہ تلقین فرماتا ہے۔ ہر نیکی کے حصول کے لیے تقویٰ شرط رکھی ہے۔ پس اس کی طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس طرف بے شمار جگہ بلکہ قریباً ہر مجلس میں ہی توجہ دلائی ہے۔ آپؑ کا ایک مصرعہ ہے۔ ”ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے“ تو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو الہاماً اگلا مصرعہ فرمایا کہ ”اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے“ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 48)

پس تقویٰ ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ تقویٰ ہی ہے جو ہر نیکی کی طرف لے کر جاتا ہے۔ تقویٰ ہی ہے جو دنیاوی آلائشوں سے پاک کرتا ہے۔ تقویٰ ہی ہے جس سے انسان کی جسمانی اور روحانی ہر قسم کی ضرورت پوری ہوتی ہے۔ پس تقویٰ کا حصول ایک مومن کا اوّلین فرض ہونا چاہیے۔

جیسا کہ مَیں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی تقویٰ کے مضمون کو مختلف پیرایوں میں کئی جگہ بیان فرمایا ہے۔ آپ علیہ السلام کے بعض ارشادات بھی اس سلسلہ میں پیش کرتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں: ”قرآن شریف نے شروع میں ہی فرمایا۔ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (البقرۃ:3) پس قرآن شریف کے سمجھنے اور اس کے موافق ہدایت پانے کے لئے تقویٰ ضروری اصل ہے۔ ایسا ہی دوسری جگہ فرمایا۔ لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْنَ (الواقعہ:80) دوسرے علوم میں یہ شرط نہیں۔ ریاضی، ہندسہ و ہیئت وغیرہ“ دوسرے مضامین ہیں ان ”میں اس امر کی شرط نہیں کہ سیکھنے والا ضرور متقی اور پرہیز گار ہو بلکہ خواہ کیسا ہی فاسق و فاجر ہو وہ بھی سیکھ سکتا ہے۔“ بلکہ آج کل تو یہ لوگ اس مضمون میں بہت زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔ فرمایا ”مگر علمِ دین میں خشک منطق اور فلسفی ترقی نہیں کر سکتا اور اس پر وہ حقائق اور معارف نہیں کھل سکتے۔ جس کا دل خراب ہے اور تقویٰ سے حصہ نہیں رکھتا اور پھر کہتا ہے کہ علومِ دین اور حقائق اس کی زبان پر جاری ہوتے ہیں وہ جھوٹ بولتا ہے۔ ہرگز ہرگز اسے دین کے حقائق اور معارف سے حصہ نہیں ملتا بلکہ دین کے لطائف اور نکات کے لیے متقی ہونا شرط ہے جیسا کہ یہ فارسی شعر ہے۔

عَروسِ حضرتِ قرآں نَقَاب آنگہ بَرْدَارَد
کہ دَارُالملك معنے را کُنَد خَالِی زِ ھرَ غَوغا"

کہ فرقان کی دلہن تب نقاب اٹھاتی ہے جب باطن کی بستی کو ہر قسم کے شور و غوغا سے خالی کر لیا جائے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ "جب تک یہ بات پیدا نہ ہو اور دارالملک معنی خالی نہ ہو۔" یعنی دل کی بستی جو ہے وہ دنیاوی گندگیوں سے پاک کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ ان سے خالی نہیں ہے تو پھر کوئی فائدہ نہیں۔ فرمایا "وہ غوغا کیا ہے؟" یہ شور شرابہ کیا چیز ہے۔ "یہی فسق و فجور۔" غوغا جو گندگیاں ہیں، کیا ہے؟ یہی فسق و فجور ہے، "دنیا پسندی ہے۔ ہاں یہ جدا امر ہے کہ چور کی طرح کچھ کہلائے تو کہہ دے۔" یعنی جو نیکی کی باتیں اگر کبھی کوئی شخص کہہ بھی دیتا ہے تو وہ دوسروں کی چوری کی ہوئی باتیں ہوتی ہیں، اپنی نہیں ہوتیں "لیکن جو روح القدس سے بولتے ہیں وہ بجز تقویٰ کے نہیں بولتے۔ یہ خوب یاد رکھو کہ تقویٰ تمام دینی علوم کی کنجی ہے۔ انسان تقویٰ کے سوا ان کو نہیں سیکھ سکتا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: الٓمّٓ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرۃ:3-2) یہ کتاب تقویٰ کرنے والوں کو ہدایت کرتی ہے اور وہ کون ہیں؟ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (البقرۃ:4) جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ یعنی ابھی وہ خدا نظر نہیں آتا" لیکن اللہ تعالیٰ پر ان کا ایمان ہے کہ خدا ہے اور تجربہ بھی نہیں ہے لیکن پھر بھی ایمان لاتے ہیں کہ خدا ہے۔ "اور پھر نماز کو کھڑی کرتے ہیں یعنی نماز میں ابھی پورا سرور اور ذوق پیدا نہیں ہوتا۔" کھڑی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ابھی پورا سرور اور ذوق پیدا نہیں ہوتا۔ "تاہم بے لطفی اور بے ذوقی اور وساوس میں ہی نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ خرچ کرتے ہیں اور جو کچھ تجھ پر یا تجھ سے پہلے نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لاتے ہیں۔" فرمایا کہ "یہ متقی کے ابتدائی مدارج اور صفات ہیں۔" یہ باتیں تو ایک متقی کے ابتدائی مدارج ہیں، درجے ہیں اور صفات ہیں۔ یہ ایمانی باتیں ہونی چاہئیں۔ ایمان بالغیب اور نماز کا قیام یہ سب ابتدائی باتیں ہیں۔ فرماتے ہیں کہ "...یہاں اعتراض ہوتا ہے کہ جب وہ خدا پر ایمان لاتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ خرچ کرتے ہیں اور ایسا ہی خدا کی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں۔ پھر اس کے سوا نئی ہدایت کیا ہوئی؟" یہ تو پہلے ہی کر رہے ہیں تو پھر اب اس سے آگے کیا بڑھنا ہے۔ "یہ تو گویا تحصیلِ حاصل ہوئی۔" یعنی جو پہلے ہے اسی کو دوبارہ حاصل کرنا ہے۔ فرمایا "...اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ عبارتیں اور یہ الفاظ اسی حد تک جو بیان کی گئی ہیں انسان کے کمال سلوک اور معرفتِ تامہ پر دلالت نہیں کرتے۔" یہ جو عبادتیں ہیں بیشک یہ ٹھیک ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ کرو لیکن یہ اس کا کمال نہیں ہے۔ اس کا آخری مقصد نہیں ہے۔ یہ تو ابتدائی چیزیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر، غیب پر ایمان لانا، نمازیں پڑھنا، نمازیں گر جائیں پھر توجہ دینا، تھوڑا بہت خرچ کر لینا، یہ تو نیکیوں کی طرف لے جانے کے لیے ابتدائی چیزیں ہیں۔ فرمایا "اگر ہدایت کا انتہائی نقطہ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (البقرۃ:4) ہی تک ہو تو پھر معرفت کیا ہوئی؟" اگر ہدایت یہی ہے کہ غیب پر ایمان لے آؤ تو پھر معرفت کیا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی پہچان کس طرح ہو گی۔ "اس لیے جو شخص قرآن مجید کی ہدایت پر کاربند ہو گا وہ معرفت کے اعلیٰ مقام تک پہنچے گا۔"

معرفت حاصل کرنی ہے تو قرآن مجید کی ہدایت کو پڑھو۔ ان پر عمل کرو۔ پھر معرفت کے مقام حاصل

ہوں گے۔ انسان غیب کے علم سے باہر آئے گا "اور وہ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ(البقرۃ:4) سے نکل کر مشاہدہ کی حالت تک ترقی کرے گا گویا خدا تعالیٰ کے وجود پر عین الیقین کا مقام ملے گا۔" عمل ہو گا تو تبھی عین الیقین کا مقام ملے گا۔

پس یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ(البقرۃ:4) سے نکلنے کے لیے قرآن کریم کے حکموں پر عمل ضروری ہے۔ لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ غیب پر ایمان کیوں لائیں آج کل تو کیوں کا سوال نوجوانوں میں، بچوں میں بہت اٹھتا ہے۔ جس چیز کا ہمیں پتہ ہی نہیں اس پر ایمان کیوں لائیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: غیب پر ایمان تو ابتدائی شکل ہے۔ یہ کتاب جو دی گئی ہے اس پر عمل کرو۔ ایمان لانے کے بعد اس پر عمل ضروری ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی صحیح پہچان دلائے گا۔ تو غیب سے باہر نکل کر مشاہدے کی حالت پیدا ہو گی۔ صرف غیب سے نہیں ہو گا بلکہ خود آدمی مشاہدہ کرے گا کہ کون خدا ہے۔ یہ تو دنیا کا اصول بھی ہے جو سائنٹسٹ(scientist) ہیں، ریسرچر(researcher) ہیں وہ جانتے ہیں کہ تجربات میں بھی پہلے ایک hypothesis بنتا ہے، اس پر بنیاد کر کے ریسرچ ہوتی ہے اور پتہ نہیں کہ وہ سچ ثابت ہو یا نہ ہو لیکن اس پہ تصور میں ایک بنیاد بنائی جاتی ہے اور اس پر ریسرچ کی جاتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ایمان بالغیب کی بنیاد بنا کر پھر قرآنی احکامات پر عمل کرو، محنت کرو، غور کرو، پھر دیکھو تم مشاہدہ بھی کر لو گے۔

سائنسدان تو صرف اپنی ریسرچ کے لیے، ایک تسلی کے لیے وہ ریسرچ کرتے ہیں اور ان کی تسلی ہوتی ہے تو پھر لوگوں کو بتاتے ہیں لیکن یہاں جو ایک تصور باندھا اور اس کے بعد ریسرچ کی اس سے ہر انسان فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ یہ ہے اسلام کی خوبی۔ یہ ہے ایمان بالغیب کی اصل حقیقت۔

فرماتے ہیں کہ "اسی طرح پر نماز کے متعلق ابتدائی حالت تو یہی ہو گی جو یہاں بیان کی کہ وہ نماز کو کھڑی کرتے ہیں" قیام کا مطلب کھڑی کرنا۔ "یعنی نماز گویا گری پڑتی ہے۔ گرنے سے مراد یہ ہے کہ اس میں ذوق اور لذّت نہیں۔ بے ذوقی اور وساوس کا سلسلہ ہے۔ اس لئے اس میں وہ کشش اور جذب نہیں کہ انسان جیسے بھوک پیاس سے بیقرار ہو کر کھانے اور پانی کے لئے دوڑتا ہے اسی طرح پر نماز کے لئے دیوانہ وار دوڑے لیکن جب وہ ہدایت پاتا ہے تو پھر یہ صورت نہیں رہے گی۔ اس میں ایک ذوق پیدا ہو جائے گا۔" نماز میں بھی ایک لذت آئے گی۔ "وساوس کا سلسلہ ختم ہو کر اطمینان اور سکینت کا رنگ شروع ہو گا۔" آپؑ فرماتے ہیں کہ "کہتے ہیں کسی شخص کی کوئی چیز گم ہو گئی تو اس نے کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ۔ نماز میں یاد آ جائیگی۔ یہ نماز کاملوں کی نہیں ہوا کرتی کیونکہ اس میں تو شیطان انہیں وسوسہ ڈالتا ہے۔" یعنی چیز گم ہو گئی اس نے کہا اچھا ویسے تو یاد نہیں آ رہی چلو نماز پڑھتے ہیں۔ نماز میں میرے خیالات اِدھر اُدھر جاتے رہیں گے اور آخر شاید اس میں یہ بات یاد آ جائے کہ مَیں نے کہاں وہ چیز رکھی تھی تو یہ نماز کاملوں کی نماز نہیں ہے، یہ شیطانی وسوسے ہیں "لیکن جب کامل کا درجہ ملے گا تو ہر وقت نماز ہی میں رہے گا۔" یعنی اللہ تعالیٰ ہر وقت یاد رہے گا۔ "اور ہزاروں روپیہ کی تجارت اور مفاد بھی اس میں کوئی ہرج اور روک نہیں ڈال سکتا۔" دنیا کے کام بھی ہوں گے اور خدا تعالیٰ کا خوف بھی رہے گا، خدا تعالیٰ یاد بھی رہے گا۔ فرمایا "اسی طرح پر باقی جو کیفیتیں ہیں وہ نرے قال کے رنگ میں نہ ہوں گی۔ ان میں حالی کیفیت پیدا ہو جائے گی اور غیب سے شہود پر پہنچ جاوے گا۔ یہ

مراتب نرے سنانے ہی کو نہیں ہیں۔" یہ مرتبے جو مَیں نے بیان کیے ہیں یہ صرف سنانے کے لیے نہیں ہیں "کہ بطور قصّہ تم کو سنا دیا اور تم بھی تھوڑی دیر کے لئے سن کر خوش ہو گئے۔ نہیں یہ ایک خزانہ ہے اس کو مت چھوڑو۔ اس کو نکال لو۔ یہ تمہارے اپنے ہی گھر میں ہے اور تھوڑی سی محنت اور سعی سے اس کو پا سکتے ہو۔"
(ملفوظات جلد 9 صفحہ 151 تا 154)

پس آج یہ ہمارا کام ہے کہ اس ماحول سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس خزانے کو نکالنے کے لیے محنت کریں اور کوشش کریں تا کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے بنیں۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں **یاد رکھو کہ دعائیں منظور نہ ہوں گی جب تک تم متقی نہ** ہو اور تقویٰ اختیار نہ کرو۔ تقویٰ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم کے متعلق دوسرا عمل سے متعلق۔ علم کے متعلق تو بیان کر دیا ہے کہ علومِ دین نہیں آتے اور حقائق معارف نہیں کھلتے جب تک متقی نہ ہو اور عمل کے متعلق یہ ہے کہ نماز، روزہ اور دوسری عبادات اس وقت تک ناقص رہتی ہیں جب تک متقی نہ ہو۔ اس بات کو بھی خوب یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے دو حکم ہیں۔ اوّل یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ نہ اس کی ذات میں، نہ صفات میں، نہ عبادات میں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ نوعِ انسان سے ہمدردی کرو۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 9 صفحہ 164)

اللہ کا حق ادا کرو۔ بندوں کا حق ادا کرو۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں "خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق:4-3) پس تقویٰ ایک ایسی چیز ہے کہ جسے یہ حاصل ہو اسے گویا تمام جہان کی نعمتیں حاصل ہو گئیں۔" تقویٰ اختیار کرو گے تو ایسے ایسے سامان اللہ تعالیٰ پیدا فرمائے گا اور ایسی جگہوں سے رزق دے گا جہاں تمہارا گمان بھی نہیں ہو گا۔ فرمایا کہ "یاد رکھو متقی کبھی کسی کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ وہ اس مقام پر ہوتا ہے کہ جو چاہتا ہے خدا تعالیٰ اس کے لئے اس کے مانگنے سے پہلے مہیا کر دیتا ہے۔" پس یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ متقی کو دنیاوی رزق بھی دیتا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں "مَیں نے ایک دفعہ کشف میں اللہ تعالیٰ کو تمثل کے طور پر دیکھا۔ میرے گلے میں ہاتھ ڈال کر فرمایا۔ جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو پس یہ وہ نسخہ ہے۔" فرمایا "پس یہ وہ نسخہ ہے جو تمام انبیاء و اولیاء و صلحاء کا آزمایا ہوا ہے۔" تم بھی آزماؤ۔

فرماتے ہیں "...ہماری جماعت کو چاہئے کہ تقویٰ کی راہوں پر قدم ماریں اور اپنے دشمن کی ہلاکت سے بیجا خوش نہ ہوں۔ تورات میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کے دشمنوں کے بارے میں "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کہ مَیں نے ان کو اس لئے ہلاک کیا کہ وہ بد ہیں" اس لیے ان کو ہلاک کیا "نہ اس لئے کہ تم نیک ہو۔" تمہاری نیکی کی وجہ سے دشمن ہلاک نہیں ہوئے بلکہ وہ اپنی بدی کی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں۔ "پس نیک بننے کی کوشش کرو۔" فرمایا "میرا ایک شعر ہے:

ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

"...تقویٰ ایک تریاق ہے جو اسے استعمال کرتا ہے تمام زہروں سے نجات پاتا ہے۔ مگر تقویٰ کامل ہونا چاہئے۔ تقویٰ کی کسی شاخ پر عمل پیرا ہونا ایسا ہے جیسے کسی کو بھوک لگی ہو اور وہ ایک دانہ کھالے۔ ظاہر ہے

کہ اس کا کھانا اور نہ کھانا برابر ہے۔ ایسا ہی پانی کی پیاس ایک قطرہ سے نہیں بجھ سکتی۔ یہی حال تقویٰ کا ہے۔ کسی ایک شاخ پر عمل موجبِ ناز نہیں ہو سکتا۔ پس تقویٰ وہی ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا (النحل:129) خدا تعالیٰ کی معیت بتا دیتی ہے کہ یہ متقی ہے۔" (ملفوظات جلد 9 صفحہ 260 تا 262)

یعنی اگر حقیقی تقویٰ ہے تو خدا تعالیٰ خود اپنے فضل سے بتا دیتا ہے اور اس کے فضل کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ پس یہ تقویٰ ہے جو ہمیں حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں "گو اعادہ کلام کا ہوتا ہے" بار بار وہی باتیں آ رہی ہیں "مگر چونکہ غفلت لگی ہوئی ہے۔ ایک طرف وعظ و نصیحت سنی جاتی ہے اور دل میں تقویٰ حاصل کرنے کے لئے جوش پیدا ہوتا ہے مگر پھر غفلت ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہماری جماعت کو یہ بات بہت ہی یاد رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی حالت میں نہ بھلایا جاوے۔ ہر وقت اسی سے مدد مانگتے رہنا چاہئے۔ اس کے بغیر انسان کچھ چیز نہیں۔ خوب یاد رکھو کہ وہ ایک دم میں فنا کر سکتا ہے۔ طرح طرح کے دکھ اور مصیبتیں موجود ہیں۔ بے خوف اور نڈر ہونے کا مقام نہیں۔ اس دنیا میں بھی جہنم ہو سکتا ہے اور بڑے بڑے مصائب آسکتے ہیں۔ خوب یاد رکھنا چاہئے۔" اب آج کل تو ایٹمی جنگوں کی باتیں ہو رہی ہیں تو وہ بھی تو ایک جہنم ہی ہے۔ اس کے علاوہ بھی جو بم ہیں وہ آگ کے گولے ہی ہیں۔ فرمایا "خوب یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی کسی کی مصیبت میں کام نہیں آسکتا اور کوئی شریک ہمدردی نہیں کر سکتا جب تک خدا خود دستگیری نہ کرے اور اپنے فضل سے آپ اس مصیبت کو دُور نہ کرے۔ اسی واسطے ہر ایک کو چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ پوشیدہ علاقہ رکھے۔" یعنی پوشیدہ تعلق رکھے۔ "جو شخص جرأت کے ساتھ گناہ، فسق و فجور اور معصیت میں مبتلا ہوتا ہے وہ خطرناک حالت میں ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا عذاب اس کی تاک میں ہوتا ہے۔ اگر بار بار اللہ کریم کا رحم چاہتے ہو تو تقویٰ اختیار کرو اور وہ سب باتیں جو خدا تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہیں چھوڑ دو۔ جب تک خوفِ الٰہی کی حالت نہ ہو۔" یہ بڑی اہم، ضروری چیز ہے۔ فرمایا کہ "جب تک خوف الٰہی کی حالت نہ ہو تب تک حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتا۔ کوشش کرو کہ متقی بن جاؤ۔ جب وہ لوگ ہلاک ہونے لگتے ہیں جو تقویٰ اختیار نہیں کرتے تب وہ لوگ بچا لئے جاتے ہیں جو متقی ہوتے ہیں۔ ایسے وقت ان کی نافرمانی انہیں ہلاک کر دیتی ہے اور ان کا تقویٰ انہیں بچا لیتا ہے۔ انسان اپنی چالاکیوں، شرارتوں اور غداریوں کے ساتھ اگر بچنا چاہے تو ہرگز نہیں بچ سکتا۔ کوئی انسان بھی نہ اپنی جان کی حفاظت کر سکتا ہے نہ مال اور اولاد کی حفاظت کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اَور کامیابی حاصل کر سکتا ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ پوشیدہ طور پر ضرور تعلق رکھنا چاہیے۔" عبادتوں اور ذکر الٰہی اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کر کے یہ پوشیدہ تعلق قائم ہوتا ہے۔ فرمایا کہ "خدا تعالیٰ کے ساتھ پوشیدہ طور پر ضرور تعلق رکھنا چاہیے اور پھر اس تعلق کو محفوظ رکھنا چاہئے۔" یعنی پھر یہ مستقل رہے۔ "عقلمند انسان وہی ہے جو اس تعلق کو محفوظ رکھتا ہے اور جو اس تعلق کو محفوظ نہیں رکھتا وہ بے وقوف ہے جو اپنی چترائی پر نازاں ہے وہ ہلاک کیا جائے گا اور کبھی بامراد اور کامیاب نہیں ہو گا۔ دیکھو! یہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں نظر آ رہا ہے اتنا بڑا کارخانہ، کیا یہ خدا تعالیٰ کے پوشیدہ ہاتھ کے سوائے چل سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یاد رکھو جو امن کی حالت میں ڈرتا ہے وہ خوف کی حالت میں بچایا جاتا ہے اور جو خوف کی حالت میں ڈرتا ہے۔ تو وہ کوئی خوبی کی بات نہیں۔ ایسے موقعہ پر تو کافر مشرک بے دین بھی ڈرا

کرتے ہیں۔ فرعون نے بھی ایسے موقعہ پر ڈر کر کہا تھا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (یونس:91) ”یعنی مَیں ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور مَیں فرمانبرداری کرنے والوں میں سے ہوں۔ فرمایا ”اس سے صرف اتنا فائدہ اسے ہوا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرا بدن تو ہم بچالیں گے مگر تیری جان کو اب نہیں بچائیں گے۔

آخر خدا تعالیٰ نے اس کے بدن کو ایک کنارے پر لگا دیا۔ ایک چھوٹے سے قد کا وہ آدمی تھا۔ غرض جب گناہ اور معصیت کی طرف انسان ترقی کرتا ہے تو پھر لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ۔ (الاعراف:35) والا معاملہ ہوتا ہے۔“ یعنی نہ اس سے ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔ پس ”جب اجل کی بلا آجاتی ہے تو پھر آگے پیچھے نہیں ہوا کرتی۔ انسان کو چاہئے کہ پہلے ہی سے خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھے۔“ (ملفوظات جلد 9 صفحہ 369 تا 370)

پس خوش قسمت ہیں ہم میں سے وہ جو اس رمضان سے حقیقی فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے تقویٰ کے معیار کو اس مقام پر لانے کی کوشش کریں جو خدا تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے۔ پھر اگلی آیت روزے سے متعلق ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے بعض بنیادی احکامات دیے ہیں۔ فرمایا کہ ان گنتی کے چند دنوں میں بھی اللہ تعالیٰ تم پر روزے فرض کرنے کے باوجود تمہیں سہولت مہیا کرتا ہے لہٰذا جو مریض اور مسافر ہیں وہ اپنے اوپر بلا وجہ کا بوجھ نہ ڈالیں اور بعد میں صحت یاب ہونے کے بعد یا سفر ختم ہونے کے بعد روزے مکمل کر لیں۔ پس فرمایا فرض پورا ضرور کرنا ہے لیکن غیر ضروری بوجھ بھی نہیں ڈالنا۔ فطری اور ہنگامی مجبوریوں کا خیال بھی اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انسان کے تقویٰ کی قدر کرتے ہوئے کہ اس نے خدا تعالیٰ کی خاطر جائز چیزوں سے اپنے آپ کو روکا انسان کی مجبوریوں میں اسے سہولت بھی مہیا فرما دی۔ پس جو لوگ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے بہت بوجھ ہم پر ڈال دیا ہے بعض احکام ایسے ہیں جن کا انجام دینا بہت مشکل ہے۔ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ایسا نہیں جو مشکل ہو۔ سہولتیں ہر ایک کے ساتھ ہیں۔ یا مذہب ہم پر بوجھ ڈالتا ہے یا لامذہب جو ہیں یا مذہب کے مخالفین جو ہیں مذہب کے ماننے والوں میں فتنہ پیدا کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ کیا مذہب کی پابندیوں میں جکڑے ہوئے ہو یہ تو تمہارے انسانی حقوق چھین رہا ہے۔ اس آیت میں بھی ان لوگوں کا جواب ہے کہ روزے فرض ہیں۔ روزہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا بناتا ہے لیکن اس کے باوجود فطری تقاضوں اور ضرورتوں کا خدا تعالیٰ خیال رکھتا ہے اور تمہیں سہولت مہیا کرتا ہے۔

سال کے دوران کسی وقت بھی اپنے روزے مکمل کر لو اور صاحبِ حیثیت اپنے چھوٹے ہوئے روزوں کا کچھ فدیہ بھی دے دیں۔ ہر ایک پہ فرض نہیں، جو صاحب حیثیت ہیں وہ دے دیں۔ اس سے دوہرا ثواب ہے۔ یہ زائد نیکی ہے جو تم کرو گے۔ تو اللہ تعالیٰ تو اس طرح نوازنے کے سامان کرتا ہے اور پھر دودھ پلانے والی مائیں ہیں یا مستقل بیمار ہیں ان کو حسب توفیق فدیہ کا ارشاد فرما دیا اور کیونکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے، نیتوں کو جانتا ہے اس لیے فرمایا کہ تمہارا فدیہ روزوں کے متبادل ہے۔ اگر تم نیک نیتی سے یہ دے رہے ہو۔ فدیہ سے غریبوں کی مدد ہوتی ہے۔ گویا یہاں پھر حقوق العباد کو بھی عبادت کے ثواب کا درجہ دے دیا۔ اب فدیہ سے فائدہ کون اٹھا رہا ہے؟ غریب لوگ۔ لیکن ثواب اس کا عبادت کے برابر ہو گیا۔ یہ ہے اسلام کا خدا جو سوائے رحم کے اَور کچھ نہیں۔ پھر بھی انسان اس کا رحم حاصل کرنے والا نہ بنے تو اس کی بدقسمتی ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مضمون کو مزید کھولتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ میرے دل میں خیال آیا کہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے تا کہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شئے خدا تعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ تو قادرِ مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کر سکتا ہے۔ تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔

پس میرے نزدیک خوب ہے کہ (انسان) دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے۔ میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ۔ اور اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا۔ "

(ملفوظات جلد4 صفحہ 259-258)

پس روزوں کے رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور فدیہ بھی اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول کرے اور روزوں کی بھی توفیق بخشے لیکن بہر حال جہاں اللہ تعالیٰ نے رخصت دی ہے اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ یہی تقویٰ ہے۔ اصل تقویٰ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کی جائے چنانچہ اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں: "اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف کی رخصتوں پر عمل کرنا بھی تقویٰ ہے۔ خدا تعالیٰ نے مسافر اور بیمار کو دوسرے وقت رکھنے کی اجازت اور رخصت دی ہے اس لئے اس حکم پر بھی تو عمل رکھنا چاہیے۔ مَیں نے پڑھا ہے کہ اکثر اکابر اس طرف گئے ہیں کہ اگر کوئی حالت سفر یا بیماری میں روزہ رکھتا ہے تو یہ معصیت ہے۔" گناہ ہے "کیونکہ غرض تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے نہ اپنی مرضی اور اللہ تعالیٰ کی رضا فرمانبرداری میں ہے۔ جو حکم وہ دے اس کی اطاعت کی جاوے اور اپنی طرف سے اس پر حاشیہ نہ چڑھایا جاوے۔" اپنی خود ساختہ تشریحیں نہ کی جائیں۔ جیسے آج کل کے علماء اپنے علم کے زعم میں کرتے رہتے ہیں۔ اور اب سوشل میڈیا پر تو جو پلیٹ فارم ان کو مل گیا ہے اس میں تو فقہ کے حوالے سے عجیب و غریب مضحکہ خیز باتیں اور فتوے ان لوگوں نے جاری کرنے شروع کر دیے ہیں۔ بہر حال آپ علیہ السلام فرماتے ہیں "اس نے تو یہی حکم دیا ہے فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ (البقرۃ:185)" پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو وہ اتنے روزے دوسرے دنوں میں پورے کرے۔ "اس میں کوئی قید اَور نہیں لگائی کہ ایسا سفر ہو یا ایسی بیماری ہو۔" (ملفوظات جلد9 صفحہ 73-72)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہ رمضان میں روزہ رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ مرض سے صحت پانے اور سفر کے ختم ہونے کے بعد روزے رکھے۔ خدا تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ نجات" اس کے "فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی نجات حاصل کر سکتا ہے ... مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا۔" (ملفوظات جلد9 صفحہ 431)

ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان کے مہینے میں **سفر کی حالت میں روزہ اور نماز** کے بارے میں سوال کیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان میں سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھو۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ تُو زیادہ طاقتور ہے یا اللہ؟ فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے میری امّت کے مریضوں اور مسافروں کے لیے رمضان میں سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھنے کو بطور صدقہ ایک رعایت قرار دیا ہے۔ کیا تم میں سے کسی کو یہ پسند ہے کہ وہ تم سے کسی کو کوئی چیز تحفہ دے پھر وہ اس چیز کو تحفہ دینے والے کو واپس لوٹا دے۔

(کنز العمال جزء 8 صفحہ 611 حدیث 24384 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت 1985ء)

پس تقویٰ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرو۔ جس نیکی کو بھی وہ کہے اس وقت کرو اور جس وقت کہے وہ اس وقت کرو اور جسے کہے چھوڑ دو تو چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان اللہ تعالیٰ کی رضا پر چلتے ہوئے تقویٰ سے گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں اپنے تقویٰ کے معیار اونچے کرنے کی توفیق دے۔ نہ ہی روزوں سے بچنے کے بہانے ہم تلاش کرنے والے ہوں اور نہ بلاوجہ سختی اپنے اوپر وارد کرنے والے ہوں اور ہمیشہ اسلام کی خوبصورت تعلیم پر عمل کرنے والے ہوں اور اس رمضان میں ہم اللہ تعالیٰ کی بے شمار برکات حاصل کرنے والے ہوں۔ ہر دن ہمارے لیے برکتوں اور رحمتوں کے سامان لے کر آئے۔ رمضان سے ہم حقیقی فیضیاب ہونے والے ہوں۔ یہ رمضان ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب تر کرنے والا ہو۔ مقبول دعاؤں کی ہمیں توفیق ملے۔ تمام دنیا کے احمدی جماعتی ترقیات اور تمام مشکلات دُور ہونے کے لیے بھی دعا کریں۔ حکومتوں اور ہر شریر کے شر سے اللہ تعالیٰ ہمیں بچائے رکھے۔

اسیران کی رہائی کے لیے بھی دعا کریں۔ بعض ان میں سے بڑی مشکل میں گرفتار ہیں اور یہ دعا کریں کہ ہم اللہ تعالیٰ کا دامن ایسا پکڑیں کہ کبھی ہماری کسی لغزش کی وجہ سے یہ دامن نہ چھوٹے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش ہمیشہ ہم پر برستی رہے۔

مسلمان دنیا کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقل اور سمجھ دے اور وہ آنے والے مسیح موعودؑ اور مہدی معہودؑ کو ماننے والے ہوں۔

جنگوں کے بداثرات سے بچنے کے لیے بھی دعا کریں۔ مسلمان ممالک میں اقتدار کی خاطر جو جنگیں لڑی جارہی ہیں اور اس کے نتیجہ میں جو معصوم عوام ظلم کی چکی میں پِس رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر بھی رحم کرتے ہوئے ان ظالموں سے نجات دے۔

دنیا کے عمومی حالات کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ جنگ اور اس کے خطرناک نتائج سے بچائے۔ جنگ کی صورت میں ظاہر ہے کہ احمدی بھی اس سے متاثر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس سے محفوظ رکھے۔ اس سے بچنے کے لیے بھی ہر احمدی کو اپنے تقویٰ کا معیار اونچا کرنا ہوگا یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی بھی ہر ایک کو توفیق دے۔

یہاں یوکے میں بھی لگتا ہے مسلمانوں کے گرد دائرہ تنگ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ایک قانون شدت پسندی کو ختم کرنے کے لیے لایا گیا ہے لیکن عمومی تجزیہ کاروں کا خیال یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کو ٹارگٹ کرنے کے لیے ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس کے پیچھے کیا ہے، کیا ارادے ان لوگوں کے ہیں لیکن دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور یہاں کے باقی مسلمانوں کو بھی اس کے شر سے محفوظ رکھے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 05/ اپریل 2024ء جلد 31 شمارہ 87 صفحہ 02 تا 07)

12

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 22/ مارچ 2024ء بمطابق 22/ امان 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ۔ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ وَ مَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ (البقرۃ:186)

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لیے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اِس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہو گا۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اس نے تمہیں عطا کی اور تا کہ تم شکر کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے **رمضان کے مہینے کی اہمیت** اس حوالے سے بیان فرمائی ہے کہ اس مہینے میں قرآن اتارا گیا جو انسانوں کے لیے ایک عظیم ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں تمام امور کا احاطہ کر کے، تمام ہدایات دے کر، انسان کے اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنے کے تمام راستے دکھا کر، شیطان کے تمام راستوں سے ہوشیار کر کے، موجودہ اور آئندہ آنے والے امور کی طرف راہنمائی کر کے، ان کے خطرات سے آگاہ کر کے، ان سے بچنے کے راستے دکھا کر، دہریت کا مقابلہ کرنے کے راستے دکھا کر، شرک سے ہوشیار کرنے اور اس سے بچنے کے طریقے سکھا کر غرضیکہ تمام امور جو موجودہ ہیں یا پرانے زمانے میں تھے یا آئندہ ہوں گے ان سب کو قرآن مجید میں بیان کر کے خدا تعالیٰ سے تعلق میں بڑھنے اور ہدایت پر قائم رہنے کے تمام راستے اس آخری کامل اور مکمل شریعت میں بیان کر دیے ہیں۔ پس خوش قسمت ہیں وہ جو اس عظیم کتاب کو اپنا لائحہ عمل بنا کر اس پر عمل کریں اور اپنی دنیا و عاقبت سنوار لیں۔ سچائی کو پکڑ لیں اور سچائی پر قائم ہو جائیں تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے اپنے بندے سے پیار کے سلوک کے نظارے بھی دیکھیں گے۔

پس یہ ہے رمضان کے مہینے کی اہمیت کہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ نے کامل شریعت ہم پر اتاری ہے اور اس کتاب میں ہمیں روزوں کی فرضیت اور عبادتوں کے طریقے بھی سکھائے ہیں۔ اگر ہم صرف یہ سمجھیں کہ رمضان کے مہینے کی اہمیت صرف اتنی ہے کہ اس میں روزے فرض کر دیے اور قرآن کریم نازل کر دیا تو

کافی نہیں ہے جب تک کہ ہم اس کامل ہدایت کے بارے میں ادراک حاصل نہ کریں اور پھر اسے اپنی زندگی کا لائحہ عمل نہ بنائیں۔ ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ اس بات کا ادراک ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق اور مسیح موعود اور مہدی معہود نے عطا فرمایا۔ پس اس کے لیے ہمیں آپؑ کی کتب اور تفاسیر بھی پڑھنے کی ضرورت ہے تا کہ اس عظیم کلام اور ہدایت کو سمجھ کر ہم اس پر عمل کر سکیں۔ کَل یومِ مسیح موعود بھی ہے جس میں ہم بڑی باقاعدگی سے جلسے وغیرہ بھی کرتے ہیں، اسے مناتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق مسیح موعودؑ کی آمد کے بارے میں بیان کرتے ہیں اور تقاریر کرتے ہیں لیکن صرف اس حد تک ایمان کی ترقی کافی نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں قرآن کریم کے حوالے سے جو خزانہ عطا فرمایا ہے اسے پڑھنا اور اس پر عمل کرنا، اسے اپنی زندگیوں کا حصہ بنانا بھی انتہائی اہم ہے جس کے بغیر ہمارا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں اس بات کا ادراک عطا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ رحمانیت کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم جیسی عظیم کتاب اتار کر ہم پر احسان کیا۔ اب اس سے فیض پانا اور اسے اپنی زندگیوں کا حصہ بنانا ہمارا کام ہے۔ پس اس کی طرف ہمیں خاص توجہ کرنی چاہیے۔

رمضان میں روزے رکھنے یا فرض نمازیں باقاعدگی سے ادا کرنے یا کچھ نوافل پڑھ لینے سے رمضان کا حق ادا نہیں ہوتا بلکہ قرآن کریم کو پڑھنا اور اس کے احکامات تلاش کر کے اس پر عمل کرنا بھی انتہائی ضروری ہے۔ اس کے احکامات تلاش کرنے کی بھی بہت ضرورت ہے اور یہ بہت اہم بات ہے اور یہی بات ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت کے جلوے سے صفت رحیمیت کے جلوے کا بھی فیض اٹھانے والا بنائے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم کا ادراک حاصل کرنے اور اس سے فیض پاتے ہوئے اس کی برکات حاصل کرنے کے راستے دکھانے کے لیے بے شمار ارشادات اور تحریرات ہمارے لیے چھوڑی ہیں جن کو پڑھ کر اور عمل کر کے ہم حقیقی رنگ میں قرآن کریم سے فیض اٹھانے والے بن سکتے ہیں۔ ان میں سے آپؑ کے چند ایک اقتباسات مَیں اس وقت پیش بھی کروں گا لیکن اس سے پہلے قرآن کریم کی تلاوت کی اہمیت کے بارے میں بتا دوں کہ یہ بھی انتہائی ضروری چیز ہے جسے رمضان میں خاص طور پر ہر ایک کو ضرور کرنا چاہیے اور کم از کم ایک سیپارہ روزانہ تلاوت کرنی چاہیے تا کہ رمضان رمضان میں قرآن کریم کا ایک دَور مکمل ہو جائے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان میں نازل شدہ قرآن کریم کا ایک دَور مکمل کروایا کرتے تھے اور آخری سال میں مکمل قرآن کریم کا دو مرتبہ دَور مکمل کیا۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب کان جبرائیل یعرض القرآن علی النبیؐ حدیث 4998)

پس ہر ایک کو **قرآن کریم کی تلاوت کی اہمیت کو اپنے سامنے** رکھنا چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آیت کے حوالے سے کہ ”شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرۃ:186)“ فرماتے ہیں کہ ”یہی ایک فقرہ ہے جس سے ماہِ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے“ یعنی ایسا بابرکت مہینہ ہے جس میں یہ ایسی عظیم کتاب نازل ہوئی۔ فرماتے ہیں کہ ”صوفیا نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویرِ قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔“ دل کو روشن کرنے کے لیے، اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے کے لیے ایک بڑا عمدہ مہینہ ہے۔ ”کثرت سے اس میں

مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم (روزہ) تجلی قلب کرتا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفسِ امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جاوے۔" دل کے اندر جو بیہودہ خیالات آتے رہتے ہیں، گناہ کے خیالات آتے رہتے ہیں ان سے دُوری پیدا ہو "اور تجلی قلب سے یہ مراد ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لیوے۔" خدا تعالیٰ کا قرب اس سے حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا "پس اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرۃ:186) میں یہی اشارہ ہے اس میں شک و شبہ کوئی نہیں ہے۔" (ملفوظات جلد 3 صفحہ 424)

یعنی قرآن کریم پر عمل کرنے کی برکت سے عبادتوں کے ساتھ یہ مقام ملتا ہے۔ پھر قرآن کریم کے پڑھنے اور سمجھنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں:

"**مَیں نے قرآن کے لفظ میں غور کی۔** تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیش گوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہی قرآن یعنی پڑھنے کے لائق کتاب ہے اور ایک زمانہ میں تو اَور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے قابل کتاب ہو گی جبکہ اَور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائیں گی۔" فرمایا "اس وقت اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہو گی اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی۔ (اور فرمایا) فرقان کے بھی یہی معنی ہیں۔ یعنی یہی ایک کتاب حق و باطل میں فرق کرنے والی ٹھہرے گی اور کوئی حدیث کی یا اَور کوئی کتاب اس حیثیت اور پایہ کی نہ ہو گی....." فرمایا "اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو... بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی دن رات جھکا رہے... ہماری جماعت کو چاہئے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبّر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں اور حدیثوں کے شغل کو ترک کر دیں... بڑے تاسف کا مقام ہے کہ قرآن کریم کا وہ اعتنا اور تدارس نہیں کیا جاتا جو احادیث کا کیا جاتا ہے... اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے۔ اس نور کے آگے کوئی ظلمت ٹھہر نہ سکے گی۔ مَیں کہتا ہوں درحقیقت یہی ایک ہتھیار ہے جو اَب بھی کارگر ہے اور ہمیشہ کے لئے کارگر ہو گا اور پہلے بھی قرنِ اوّل میں یہی ایک حربہ تھا جو خود حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہؓ کے ہاتھ میں تھا۔ مبارکی اور صد ہزار مبارکی ہے اس قوم کو جو اس کے اختیار کرنے اور اسی یگانہ کتاب کو اپنا مایہ ایمان قرار دینے میں ذرا بھی تردّد اور تذبذب میں نہیں پڑی۔ بڑے جوش اور خوشی سے آگے بڑھ کر اس فرقان اور نور کو لبیک کہا۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اوّل صفحہ 648-647)

اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ قرآن کا نزول ضرورت حقّہ کے وقت ہوا آپؑ فرماتے ہیں:

"وہ زمانہ کہ جس میں آنحضرتؐ مبعوث ہوئے حقیقت میں ایسا زمانہ تھا کہ جس کی حالت موجودہ" جس کی حالت یعنی اس زمانے کی حالت، جو اس وقت حالت تھی "ایک بزرگ اور عظیم القدر مصلح ربانی اور ہادیٔ آسمانی کی اشد محتاج تھی اور جو جو تعلیم دی گئی وہ بھی واقعہ میں سچی اور ایسی تھی کہ جس کی نہایت ضرورت تھی۔ اور ان تمام امور کی جامع تھی کہ جس سے تمام ضرورتیں زمانہ کی پوری ہوتی تھیں۔ اور پھر اس تعلیم نے اثر بھی ایسا کر دکھایا کہ لاکھوں دلوں کو حق اور راستی کی طرف کھینچ لائی اور لاکھوں سینوں پر لا الٰہ الّا اللّٰہ کا نقش جما دیا اور جو نبوت کی علّت غائی ہوتی ہے۔" جو بنیاد ہوتی ہے نبوت کی "یعنی تعلیم اصول نجات کے اس کو ایسا کمال

تک پہنچایا جو کسی دوسرے نبی کے ہاتھ سے وہ کمال کسی زمانہ میں بہم نہیں پہنچا۔"

(براہین احمدیہ حصہ دوم، روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 113-112)

پس یہ آخری شرعی کتاب ایسے وقت میں آئی جب حالات اس کے آنے کا تقاضا کرتے تھے اور پھر لاکھوں دلوں کو پاک کیا اور آج تک کرتی چلی جا رہی ہے۔ پس جس نے فیض اٹھانا ہے اس سے فیض اٹھانے کی کوشش کرے۔ قرآن کریم علم و عمل میں بھی کمال تک پہنچاتا ہے یہ صرف باتیں نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں کے، جو نیک مسلمان ہیں آج تک کے عمل اس بات کے گواہ ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "یاد رہے کہ اکیلی عقل کو ماننے والے جیسے علم اور معرفت اور یقین میں ناقص ہیں ویسا ہی عمل اور وفاداری اور صدقِ قدم میں بھی ناقص اور قاصر ہیں اور ان کی جماعت نے کوئی ایسا نمونہ قائم نہیں کیا جس سے یہ ثبوت مل سکے کہ وہ بھی ان کروڑہا مقدس لوگوں کی طرح خدا کے وفادار اور مقبول بندے ہیں کہ جن کی برکتیں ایسی دنیا میں ظاہر ہوئیں کہ ان کے وعظ اور نصیحت اور دعا اور توجہ اور تاثیر صحبت سے صدہا لوگ پاک روش اور باخدا ہو کر ایسے اپنے مولیٰ کی طرف جھک گئے کہ دنیا و مافیہا کی کچھ پرواہ نہ رکھ کر اور اس جہان کی لذتوں اور راحتوں اور خوشیوں اور شہرتوں اور فخروں اور مالوں اور ملکوں سے بالکل قطع نظر کر کے اس سچائی کے راستہ پر قدم مارا جس پر قدم مارنے سے ان میں سے سینکڑوں کی جانیں تلف ہوئیں۔" دین کی خاطر قربانی کا جذبہ ان میں پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر اللہ سے وفا کرنے کا جذبہ پیدا ہو کے قربانی کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ فرمایا "جانیں تلف ہوئیں۔ ہزارہا سر کاٹے گئے۔ لاکھوں مقدسوں کے خون سے زمین تر ہو گئی۔ پر باوجود ان سب آفتوں کے انہوں نے ایسا صدق دکھایا کہ عاشقِ دلدادہ کی طرح پابزنجیر ہو کر ہنستے رہے اور دکھ اٹھا کر خوش ہوتے رہے اور بلاؤں میں پڑ کر شکر کرتے رہے اور اسی ایک کی محبت میں وطنوں سے بے وطن ہو گئے اور عزت سے ذلّت اختیار کی اور آرام سے مصیبت کو سر پر لے لیا اور تونگری سے مفلسی قبول کر لی اور ہر یک پیوند و رابطہ اور خویشی سے غریبی اور تنہائی اور بے کسی پر قناعت کی اور اپنے خون کے بہانے سے اور اپنے سروں کے کٹانے سے اور اپنی جانوں کے دینے سے خدا کی ہستی پر مہریں لگا دیں اور کلام الٰہی کی سچی متابعت کی برکت سے وہ انوار خاصہ ان میں پیدا ہو گئے کہ جو ان کے غیر میں کبھی نہیں پائے گئے اور ایسے لوگ نہ صرف پہلے زمانوں میں موجود تھے بلکہ یہ برگزیدہ جماعت ہمیشہ اہلِ اسلام میں پیدا ہوتی رہتی ہے اور ہمیشہ اپنے نورانی وجود سے اپنے مخالفین کو ملزم و لاجواب کرتی آئی ہے۔

لہٰذا منکرین پر ہماری یہ حجت بھی تمام ہے کہ قرآن شریف جیسے مراتبِ علمیہ میں اعلیٰ درجہ کمال تک پہنچاتا ہے ویسا ہی مراتبِ عملیہ کے کمالات بھی اسی کے ذریعہ سے ملتے ہیں اور آثار و انوار قبولیت حضرت احدیت انہیں لوگوں میں ظاہر ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ظاہر ہوتے ہیں جنہوں نے اس پاک کلام کی متابعت اختیار کی ہے۔" اگر حقیقی رنگ میں اس کی پیروی کرو گے تو یہ معیار حاصل ہوں گے۔ "دوسروں میں ہرگز ظاہر نہیں ہوتے۔ پس طالب حق کے لئے یہی دلیل جس کو وہ بچشم خود معائنہ کر سکتا ہے کافی ہے یعنی یہ کہ آسمانی برکتیں اور ربانی نشان صرف قرآن شریف کے کامل تابعین میں پائے جاتے ہیں۔" نشانات اگر دیکھنے ہیں تو وہ صرف قرآن کریم کے کامل اتباع کرنے والوں میں پائے جاتے ہیں۔ "اور دوسرے تمام فرقے کہ جو

حقیقی اور پاک الہام سے روگردان ہیں کیا برہمو اور کیا آریا اور کیا عیسائی وہ اس نورِ صداقت سے بے نصیب اور بے بہرہ ہیں چنانچہ ہر یک منکر کی تسلی کرنے کے لئے ہم ہی ذمہ اٹھاتے ہیں بشرطیکہ وہ سچے دل سے اسلام قبول کرنے پر مستعد ہو کر پوری پوری ارادت اور استقامت اور صبر اور صداقت سے طلبِ حق کے لئے اس طرف تکلیف کُش ہو۔" (براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 350 تا 352 حاشیہ)

پس جو کوئی بھی سچے دل سے اس ہدایت کی طرف بڑھے گا اس کی علمی اور عملی طاقتیں بڑھیں گی۔ یہ قرآن کریم کا دعویٰ ہے اور یہ دعویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ اس کو سمجھو اور میرے سے سیکھو کہ کس طرح مَیں تمہیں سکھاتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں:

"کس قدر ظلم ہے کہ اسلام کے اصولوں کو چھوڑ کر، قرآن کو چھوڑ کر جس نے ایک وحشی دنیا کو انسان اور انسان سے باخدا انسان بنایا ایک دنیا پرست قوم کی پیروی کی جائے۔" فرماتے ہیں "جو لوگ اسلام کی بہتری اور زندگی مغربی دنیا کو قبلہ بنا کر چاہتے ہیں۔" سمجھتے ہیں کہ مغربی دنیا نے بڑی ترقی کر لی ہے۔ اس کو اپنا راہنما بنانا چاہتے ہیں "مغربی دنیا کو قبلہ بنا کر چاہتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کامیاب وہی لوگ ہوں گے جو قرآن کریم کے ماتحت چلتے ہیں۔" اور یہ دنیا کی کامیابی بھی ہے اور دین کی کامیابی بھی ہے اور آخرت کی کامیابی بھی ہے۔ دنیادار تو صرف دنیاوی کامیابیوں پہ انحصار کرتے ہیں۔ اگر ہر قسم کی کامیابی لینی چاہیے، تو قرآن کریم میں ملے گی۔ فرمایا "قرآن کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے۔ اور ایسی کامیابی ایک خیالی امر ہے جس کی تلاش میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں۔ صحابہؓ کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو۔ دیکھو! انہوں نے جب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور دین کو دنیا پر مقدم کیا تو وہ سب وعدے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے کئے تھے پورے ہو گئے۔ ابتدا میں مخالف ہنسی کرتے تھے کہ باہر آزادی سے نکل نہیں سکتے اور بادشاہی کے دعوے کرتے ہیں۔" حال تو یہ ہے کہ چھپ کے عبادتیں کر رہے ہیں اور آپ کہتے ہیں ہم بادشاہ بنیں گے۔ "لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گم ہو کر وہ پایا جو صدیوں سے ان کے حصے میں نہ آیا تھا۔ وہ قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے اور انہی کی اطاعت اور پیروی میں دن رات کوشاں تھے۔ ان لوگوں کی پیروی کسی رسم و رواج تک میں بھی نہ کرتے تھے جن کو کفار کہتے تھے۔" کفار کے کسی رسم و رواج کی پیروی بھی نہیں کرتے تھے، سب کچھ چھوڑ دیا۔ "جب تک اسلام اس حالت میں رہا وہ زمانہ اقبال اور عروج کا رہا۔ اس میں سرّ یہ تھا۔

خداداری چہ غم داری"

فرمایا کہ "**مسلمانوں کی فتوحات اور کامیابیوں کی کلید** بھی ایمان تھا۔" آج ایمان کے وہ معیار نہیں ہیں صرف باتیں ہیں لیکن اگر یہ سب کچھ حاصل کرنا ہے تو ایمان کو بڑھانا پڑنا ہے۔ فرمایا کہ "صلاح الدین کے مقابلہ پر کس قدر ہجوم ہوا تھا۔" بادشاہ صلاح الدین کی مثال دے رہے ہیں کہ اس کے مقابلے پر کئی فوجیں اکٹھی ہوئیں "لیکن آخر اس پر کوئی قابو نہ پا سکا۔ اس کی نیّت اسلام کی خدمت تھی۔ غرض ایک مدت تک ایسا ہی رہا۔ جب بادشاہوں نے فسق و فجور اختیار کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا غضب ٹوٹ پڑا اور رفتہ رفتہ ایسا زوال

آیا جس کو اب تم دیکھ رہے ہو۔ اب اس مرض" یعنی اسلام کی کمزور حالت "کی جو تشخیص کی جاتی ہے ہم اس کے مخالف ہیں۔ ہمارے نزدیک اس تشخیص پر جو علاج کیا جاوے گا وہ زیادہ خطرناک اور مضر ثابت ہو گا۔" تشخیص یہ کرتے ہیں کہ جی مغربی دنیا کی تقلید کرو۔ ترقی کرنی ہے تو یہ نئے مغربی علوم حاصل کرو۔ ہاں حاصل کرو لیکن قرآن کو اپنا راہنما بناؤ۔ فرمایا "جب تک مسلمانوں کا رجوع قرآن شریف کی طرف نہ ہو گا ان میں وہ ایمان پیدا نہ ہو گا، یہ تندرست نہ ہوں گے۔ عزت اور عروج اسی راہ سے آئے گا جس راہ سے پہلے آیا۔"
(ملفوظات جلد2 صفحہ 158-157)

پس ایمان اور عمل میں ترقی بھی دنیا داروں کی پیروی سے نہیں ہو گی بلکہ قرآن کریم کی پیروی سے ہو گی۔ پھر مسلمانوں کے قرآن شریف سے بے توجہگی اور اسے پڑھنے میں سستی کا بڑے درد سے ذکر فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپؐ نے آکر دنیا کے سامنے وہ خدا پیش کیا جو انسانی کانشس اور فطرت چاہتی ہے اور اس کا پورا پورا بیان خدا تعالیٰ کی سچی کتاب قرآن مجید میں ہے۔" فرمایا "مَیں اس وقت دوسرے لوگوں کو جو مسلمان نہیں ہیں الگ رکھ کر صرف ان لوگوں کے متعلق کچھ کہوں گا جو مسلمان ہیں اور انہی سے خطاب کروں گا۔ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (الفرقان:31)" کہ اے میرے ربّ! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو متروک کر چھوڑا ہے۔ فرمایا "یاد رکھو قرآنِ شریف حقیقی برکات کا سرچشمہ اور نجات کا سچا ذریعہ ہے۔ یہ ان لوگوں کی اپنی غلطی ہے جو قرآنِ شریف پر عمل نہیں کرتے۔ عمل نہ کرنے والوں میں سے ایک گروہ تو وہ ہے جس کو اس پر اعتقاد ہی نہیں اور وہ اس کو خدا تعالیٰ کا کلام ہی نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ تو بہت دُور پڑے ہوئے ہیں لیکن وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور نجات کا شفابخش نسخہ ہے۔ اگر وہ اس پر عمل نہ کریں تو کس قدر تعجب اور افسوس کی بات ہے۔ ان میں سے بہت سے تو ایسے ہیں جنہوں نے ساری عمر میں کبھی اسے پڑھا ہی نہیں۔ پس ایسے آدمی جو خدا تعالیٰ کی کلام سے ایسے غافل اور لاپرواہیں ان کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کو معلوم ہے کہ فلاں چشمہ نہایت مصفّٰی اور شیریں اور خنک ہے اور اس کا پانی بہت سی امراض کے واسطے اکسیر اور شفاء ہے۔ یہ علم اس کو یقینی ہے لیکن باوجود اس علم کے، اور باوجود پیاسا ہونے اور بہت سی امراض میں مبتلا ہونے کے وہ اس کے پاس نہیں جاتا۔" ایک ایسے پانی کا چشمہ ہے جو پیاس بھی بجھاتا ہے اور علاج بھی ہے اس کے پاس تو جاتا نہیں۔ بڑا بدقسمت ہے وہ۔ فرمایا "تو یہ اس کی کیسی بدقسمتی ہے اور جہالت ہے۔ اسے تو چاہئے تھا کہ وہ اس چشمہ پر منہ رکھ دیتا اور سیراب ہو کر اس کے لطف اور شفابخش پانی سے حظ اٹھاتا مگر وہ باوجود علم کے اس سے ویسا ہی دُور ہے جیسا کہ ایک بے خبر۔" فرمایا کہ "اور اس وقت تک اس سے دُور رہتا ہے جو موت آ کر خاتمہ کر دیتی ہے۔"

بعضوں کو موت آجاتی ہے لیکن قرآن کریم کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ "اس شخص کی حالت بہت ہی عبرت بخش اور نصیحت خیز ہے۔ مسلمانوں کی حالت اس وقت ایسی ہی ہو رہی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ساری ترقیوں اور کامیابیوں کی کلید یہی قرآنِ شریف ہے۔ جس پر ہم کو عمل کرنا چاہیے مگر نہیں اس کی پروا بھی نہیں کی جاتی۔ ایک شخص جو نہایت ہمدردی اور خیر خواہی کے ساتھ اور پھر نری ہمدردی ہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ

کے حکم اور ایما سے اس طرف بلاوے تو اسے کذّاب اور دجال کہا جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اَور کیا قابل رحم حالت اس قوم کی ہو گی۔" یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو خدا نے قرآن کریم کی تعلیم پھیلانے کے لیے اس زمانے میں بھیجا ہے انہیں کذّاب کہا جاتا ہے، جھوٹا کہا جاتا ہے، مفتری کہا جاتا ہے، گالیاں دی جاتی ہیں۔ مخالفت میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ اب ایسی حالت سے اَور قابل رحم حالت ان لوگوں کی اَور کیا ہو گی۔

فرمایا کہ "مسلمانوں کو چاہئے تھا اور اب بھی ان کے لئے یہی ضروری ہے کہ وہ اس چشمہ کو عظیم الشان نعمت سمجھیں اور اس کی قدر کریں۔ اس کی قدر یہی ہے کہ اس پر عمل کریں اور پھر دیکھیں کہ خدا تعالیٰ کس طرح ان کی مصیبتوں اور مشکلات کو دُور کر دیتا ہے۔ کاش! مسلمان سمجھیں اور سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے یہ ایک نیک راہ پیدا کر دی ہے اور وہ اس پر چل کر فائدہ اٹھائیں۔" فرمایا "یقیناً یاد رکھو کہ جو شخص سچے دل سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور اس کی پاک کتاب پر عمل کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو لا انتہا برکات سے حصہ دیتا ہے۔ ایسی برکات اسے دی جاتی ہیں جو اس دنیا کی نعمتوں سے بہت ہی بڑھ کر ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک عفوِ گناہ بھی ہے۔" یعنی گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ "کہ جب وہ رجوع کرتا اور توبہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔ دوسرے لوگ اس نعمت سے بالکل بے بہرہ ہیں اس لئے کہ وہ اس پر اعتقاد ہی نہیں رکھتے کہ توبہ سے گناہ بھی بخشے جایا کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو ہم کو جُونوں میں جانا پڑے گا۔" جو بعض ہندوؤں کا عقیدہ ہے "اور معافی نہیں مل سکتی۔ عیسائیوں کے اصول کے موافق مسیح کے خون پر ایک بار ایمان لا کر اگر گناہ ہو جاوے تو پھر صلیبِ مسیح کوئی فائدہ نہیں دے سکتی کیونکہ مسیح دو مرتبہ صلیب پر نہیں چڑھے گا تو کیا یہ بات صاف نہیں ہے کہ ان دونو کے لئے بخشے جانے اور نجات کی راہ بند ہے کیونکہ صدورِ گناہ تو رک نہیں سکتا۔" یہ تو ہوتا رہتا ہے انسان بعض لغزشیں کرتا رہتا ہے۔ "اگر خدا تعالیٰ کی کسی نعمت کا شکر نہ کرے تو یہ بھی گناہ ہے اور غفلت کرے تو یہ بھی گناہ ہے اور ان گناہوں پر بھی جُونوں میں جانا پڑے گا یا مسیح کو دوبارہ صلیب نہیں دیا جائے گا۔ اس لئے کلّی طور پر مایوس ہونا پڑے گا۔" باقی مذاہب میں تو اگر گناہ سرزد ہوتے جاتے ہیں تو پھر مایوسی ہے، کوئی بخشنے کا ذریعہ نہیں ہے "مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ تعلیم نہیں دی۔ ان کے لئے ہر وقت توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ جب انسان اس کی طرف رجوع کرے اور اپنے پچھلے گناہوں کا اقرار کر کے اس سے خواستگارِ معافی ہو اور آئندہ کے لئے نیکیوں کا عزم کرے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتا ہے۔

اس لئے **مَیں کہتا ہوں کہ میری باتوں کو متوجہ ہو کر سنو۔** ایسا نہ ہو کہ یہ باتیں صرف تمہارے کان تک ہی رہ جائیں اور تم ان سے کوئی فائدہ نہ اٹھاؤ اور یہ تمہارے دل تک نہ پہنچیں۔" پس یہ باتیں سنو اور اپنے دل تک پہنچاؤ، ساری صرف کانوں تک نہ رکھو۔ فرمایا "نہیں۔ بلکہ پوری توجہ سے سنو اور ان کو دل میں جگہ دو اور اپنے عمل سے دکھاؤ کہ تم نے ان کو سرسری طور پر نہیں سنا اور ان کا اثر اسی آن تک نہیں بلکہ گہرا اثر ہے۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 181 تا 183)

یہاں بیٹھ کے خطبہ سننے تک ہی اثر نہیں ہے بلکہ بعد میں بھی اس پر عمل ہو اور عمل یہی ہے کہ ہم قرآن کریم کو پڑھیں۔ رمضان میں اس کی عادت ڈالیں۔ پھر مستقل زندگی کا حصہ بنائیں اور پھر اس کی تعلیم پر عمل

کرنے والے ہوں۔ احمدیوں پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ ہم قرآن کریم میں تحریف کرنے والے ہیں۔ پاکستان میں آج کل اسی قانون کے پیچھے احمدیوں پر مولویوں کی طرف سے مقدمے قائم کیے جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے الفاظ میں بیان کر دیتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ”قرآنِ شریف قانونِ آسمانی اور نجات کا ذریعہ ہے۔ اگر ہم اس میں تبدیلی کریں تو یہ بہت ہی سخت گناہ ہے۔ تعجب ہو گا کہ ہم یہودیوں اور عیسائیوں پر بھی اعتراض کرتے ہیں اور پھر قرآنِ شریف کے لیے وہی روا رکھتے ہیں۔ مجھے اَور بھی افسوس اور تعجب آتا ہے کہ وہ عیسائی جن کی کتابیں فی الواقعہ محرّف مبدّل ہیں وہ تو کوشش کریں کہ تحریف ثابت نہ ہو اور ہم خود تحریف کرنے کی فکر میں!!!“ یعنی جن کی پرانی شریعتوں کی کتابیں تحریف شدہ ہیں وہ تو کہتے ہیں نہیں تحریف ہوئیں لیکن ہمارے بعض عمل ایسے ہیں اور بعض باتیں ایسی ہیں کہ خود ہم تحریف کر رہے ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ ”دیکھو! افترا کرنے والا خبیث اور موذی ہوتا ہے۔“ آپؑ نے اپنا نکتہ نظر بیان فرمایا کہ تم کہتے ہو کہ قرآن کریم میں تحریف ہو گئی۔ افتراء کرنے والا خبیث اور موذی ہوتا ہے ”اور خدا تعالیٰ کے کلام میں تحریف کرنا یہ بھی افتراء ہے اس سے بچو۔“ (ملفوظات جلد7 صفحہ 169-168)

پس ہماری تعلیم تو یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہر قسم کی تحریف سے بچنا ہے کیونکہ تحریف کرنے والا خبیث اور موذی ہے۔ آپؑ نے یہ فرمایا۔ پس ہم پر یہ الزام لگانے والوں کو عقل کرنی چاہیے کہ کیا تحریف کر کے ہم اپنے آپ کو خبیثوں اور موذیوں میں شمار کرنے والے ہو جائیں گے یا بننا چاہیں گے؟ قرآن کریم کے کامل کتاب ہونے پر آپؑ نے کیا ارشاد فرمایا۔ فرمایا:

”مَیں قرآن اور احکام قرآنی کی خدمت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک مذہب کی خدمت کے واسطے کمربستہ ہوں اور جان تک مَیں نے اپنی اس راہ میں لگادی ہے۔ اور میرا یقین کامل ہے کہ قرآن کے سوا جو کامل اکمل اور مکمل کتاب ہے اور اس کی پوری اطاعت اور بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے نجات ممکن ہی نہیں اور قرآن میں کمی بیشی کرنے والے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جوا اپنی گردن سے اتارنے والے کو کافر اور مرتد یقین کرتا ہوں۔“ (ملفوظات جلد10 صفحہ 309)

پس یہ ان سارے سوالوں کا جواب ہے جو ہم پر الزام لگائے جاتے ہیں۔ پھر فرمایا قرآن کریم کی تعلیم سے نجات کی راہ اور نور ملتا ہے۔ اس بات کو واضح فرمایا کہ اس کے علاوہ اَور کوئی کتاب ہے ہی نہیں جو یہ نور دے سکے اور ہدایت دے سکے۔ آپؑ فرماتے ہیں: ”سچا رہنما قرآن شریف ہے اور اس کی پیروی اسی جہان میں نجات کے انوار دکھلاتی ہے اور سعادت عظمیٰ تک پہنچاتی ہے وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِيْلًا۔ (بنی اسرائیل:73)“ جو اس دنیا میں اندھا ہو وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور راہ کے اعتبار سے سب سے زیادہ بھٹکا ہوا ہے۔ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِيْلًا (بنی اسرائیل:73)۔ فرمایا کہ ”جو شخص معارف حقہ کے حصول کے لئے پوری پوری کوشش کرے اور صرف قیل و قال میں نہ پھنس رہے اس پر بخوبی واضح ہو جائے گا کہ باطنی نعمتوں کے حاصل کرنے کے لئے صرف ایک ہی راہ ہے یعنی یہ کہ متابعت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اختیار کی جائے۔ اور تعلیم قرآنی کو اپنا مرشد اور رہبر بنایا جاوے۔“ آپؑ نے یہاں الفاظ عربی کے استعمال کیے ہیں۔ فرمایا: پوری کوشش کرے اور

صرف قیل و قال میں نہ پھنسا رہے یعنی حدیثوں کے حوالے نہ دیتا رہے۔ اس پر بخوبی واضح ہو جائے گا کہ باقی باطنی نعمتوں کے حاصل کرنے کے لیے صرف ایک ہی راہ ہے یعنی یہ کہ متابعت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اختیار کی جائے اور تعلیم قرآنی کو اپنا مرشد اور راہبر بنایا جاوے۔ ”یہی وجہ ہے کہ اگرچہ ہندوؤں اور عیسائیوں میں کئی لوگ ریاضت اور جوگ میں وہ محنت کرتے ہیں کہ جس سے ان کا جسم خشک ہو جاتا ہے اور برسوں جنگلوں میں کاٹتے ہیں اور ریاضاتِ شدیدہ بجالاتے ہیں۔“ بڑی سخت ریاضتیں کرتے ہیں۔ ”لذّات سے بکلّی کنارہ کش ہو جاتے ہیں مگر پھر بھی وہ انوارِ خاصہ ان کو نصیب نہیں ہوتے کہ جو مسلمانوں کو باوجود قلتِ ریاضت و ترکِ رہبانیت کے نصیب ہوتے ہیں۔“ وہ خصوصیات ان کو نہیں مل سکتیں لیکن اگر قرآن کریم پر عمل کریں تو تب یہ ہوتے ہیں۔ فرمایا ”پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ صراط مستقیم وہی ہے جس کی تعلیم قرآن شریف کرتا ہے۔ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ اگر کوئی توبہ نصوح اختیار کر کے دس روز بھی قرآنی منشا کے بموجب مشغولی اختیار کرے تو اپنے قلب پر نور نازل ہوتا دیکھے گا۔ یہ خصوصیت دینِ اسلام کی بلاامتحان نہیں۔“ یہ نہیں کہ صرف بات کر دی، اس کا کوئی امتحان نہیں بلکہ ”صدہا پاک باطنوں نے اس راہ سے فیض پایا ہے۔“ (مکتوبات احمد جلد اوّل صفحہ 549)

اس کی سینکڑوں مثالیں ایسی ہیں کہ جنہوں نے اس پر عمل کیا اور فیض پایا۔ زبانی دعویٰ نہیں ہے بلکہ جنہوں نے عمل کیا انہوں نے فیض پایا ہے اور سینکڑوں ہزاروں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ پس ہمیں بھی چاہیے کہ اس طرف پہلے سے بڑھ کر توجہ کریں اور اپنی نسلوں میں بھی اس کی اہمیت پیدا کریں۔ اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ انسانوں کو خدا تعالیٰ پر حقیقی ایمان نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کی حالت ابھی کمزور ہے جو بظاہر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آپؑ نے انسان کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا اور یہ ثبوت قرآنی تعلیم کی روشنی میں دیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ”اے دوستو! گناہ سے بے خوف ہونے کی یہی وجہ ہے کہ غافل انسان کو نہ خدا پر یقینی ایمان ہے نہ اس کی سزا پر۔ ورنہ انسان اپنی ذات میں بزدل ہے۔“ انسان اپنی ذات میں بڑا بزدل ہے۔ ”اگر ایک گھر میں کسی چھت کے نیچے“ مثال دی ہے آپؑ نے کہ دیکھو ”اگر ایک گھر میں کسی چھت کے نیچے چند آدمی بیٹھے ہوں اور یکدفعہ سخت زلزلہ آوے تو وہ سب کے سب باہر کی طرف دوڑتے ہیں۔ اس کا یہی سبب ہوتا ہے کہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ اگر چند منٹ اَور چھت کے نیچے بیٹھے رہے تو موت کا شکار ہو جائیں گے“ چھت نیچے آپڑے گی۔ ”مگر چونکہ گناہ کرنے والوں کو خدا پر یقین نہیں، نہ اس کی سزا پر یقین ہے اس لئے وہ لوگ دلیری سے گناہ کرتے ہیں۔“ فرمایا کہ ”جو لوگ جھوٹے اور بناوٹی ذریعے نجات کے لئے ڈھونڈھتے ہیں وہ اَور بھی گناہ پر دلیر ہو جاتے ہیں کیونکہ جھوٹا ذریعہ کوئی یقین نہیں بخشتا مگر جس شخص کو یہ علم یقینی حاصل ہو جاتا ہے کہ درحقیقت خدا ہے اور درحقیقت گناہ گار بے سزا نہیں رہے گا بشرطیکہ یقینی علم ہو نہ محض رسمی۔ وہ بلاشبہ اپنے تئیں گناہ کی راہوں سے بچائے گا۔ سچی فلاسفی نجات کی یہی ہے جو قرآن شریف نے ہم پر ظاہر کی اگر چاہو تو قبول کرو۔“ (چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 423-422)

پس اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کریں۔ اس پر ایمان میں کامل ہونے کی کوشش کریں تو نجات ہے ورنہ بہت مشکل ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"**مبارک وہ جو خدا کے لئے اپنے نفس سے جنگ** کرتے ہیں اور بدبخت وہ جو اپنے نفس کے لئے خدا سے جنگ کر رہے ہیں اور اس سے موافقت نہیں کرتے جو شخص اپنے نفس کے لئے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے وہ آسمان میں ہرگز داخل نہیں ہو گا" یعنی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کر سکے گا۔ "سو تم کوشش کرو جو ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا بھی تم پر گواہی نہ دے تا تم اسی کے لئے پکڑے نہ جاؤ کیونکہ ایک ذرّہ بدی کا بھی قابلِ پاداش ہے۔ وقت تھوڑا ہے اور کار عمر ناپیدا۔ تیز قدم اٹھاؤ جو شام نزدیک ہے جو کچھ پیش کرنا ہے وہ بار بار دیکھ لو ایسا نہ ہو کہ کچھ رہ جائے اور زیان کاری کا موجب ہو یا سب گندی اور کھوٹی متاع ہو جو شاہی دربار میں پیش کرنے کے لائق نہ ہو۔" (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26-25)

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی معنوں میں قرآن کریم کی تعلیم کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرنے والے اور جو ہدایت اس نے دی ہے اس سے فائدہ اٹھانے والے ہوں۔ ہمیں ایمان اور یقین اور اللہ تعالیٰ کی خشیت میں اللہ تعالیٰ بڑھائے۔ ہم صرف رمضان میں نہیں بلکہ ہمیشہ قرآنی تعلیم کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں۔ جب یہ ہو گا تبھی ہم کہہ سکیں گے کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا حق ادا کرنے کی کوشش کی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے بھیجے گئے تھے۔ قرآن کریم کی حکومت کا جوا ہماری گردنوں میں ڈالنے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس رمضان میں اور پھر بعد میں بھی ہمیشہ ہمیں قرآنی تعلیم سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

دعاؤں میں فلسطینیوں کو بھی یاد رکھیں جنگ کے علاوہ بھوک اور بیماری سے اب بچوں اور معصوموں کی جانیں ضائع ہو رہی ہیں۔ اب تو یو این (UN) کے ادارے بھی یہ کہنے لگ گئے ہیں کہ یہ انسان کا پیدا کردہ قحط اور بھوک ہے، آفت ہے جو اسرائیلی حکومت کی سختی اور ڈھٹائی کی وجہ سے پیدا ہو رہی ہے۔ اگر رستے کھل جائیں اور امداد جلد پہنچ جائے تو ابھی بھی بہتری آسکتی ہے۔

اسی طرح سوڈان کی عوام کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیڈروں اور صاحبِ اقتدار لوگوں کو عقل دے۔ وہاں بھی بھوک اور بیماری سے لوگ مر رہے ہیں اور اپنے ہی لوگ اپنے ہم وطنوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ یہ سب اس لیے کہ ہوا و ہوس ہے اور قرآنی تعلیم کو بھول گئے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس زمانے میں بھیجا گیا ہے اسے ماننے سے انکار کر رہے ہیں۔

اسی طرح بہت سے دوسرے مسلمان ممالک کی حالت ہے وہاں بھی کافی تکلیف دہ صورتحال ہے۔ حکومتیں اپنے عوام پر ظلم کر رہی ہیں۔ آپس میں لوگ لڑ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔

پاکستان کے ہمارے احمدی اسیران ہیں ان کے لیے دعا کریں، یمن کے اسیران ہیں ان کے لیے بھی دعا کرتے رہیں۔ پاکستان میں عمومی حالات کے لیے بھی دعا کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ احمدیوں کو محفوظ رکھے۔

نماز کے بعد میں کچھ جنازے غائب بھی پڑھاؤں گا ان کا ذکر کر دیتا ہوں۔

پہلا ذکر ہے ڈاکٹر ظہیر الدین منصور احمد صاحب امریکہ کا جو گذشتہ دنوں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ یہ صاحبزادی امۃ الرشید بیگم اور میاں عبدالرحیم احمد صاحب کے بیٹے تھے۔ ننھیال کی طرف سے

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑنواسے اور حضرت مصلح موعودؓ کے نواسے تھے۔ ددھیال کی طرف سے حضرت پروفیسر علی احمد صاحب رضی اللہ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے تھے۔ انہوں نے میڈیکل کی ڈگری حاصل کی اور اس کے بعد فوج میں بھی کام کرتے رہے۔ پھر ربوہ میں میڈیکل کلینک اپنا کلینک کھولا اور ارد گرد کے غریبوں کی کافی مدد کرتے رہے۔ لوگوں نے ان کے کلینک سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ میں بھی ان کو مہتمم اور قائد کے طور پر خدمات کی توفیق ملتی رہی۔ جب سے امریکہ میں گئے ہیں وہاں ان کو نیشنل سیکرٹری تعلیم القرآن کی خدمت ملی۔ خلافت سے بھی ان کا بے مثال تعلق تھا۔ اطاعت اور عشق کا تعلق تھا۔ مَیں نے بھی دیکھا ہے کہ خلافت کے بعد میرے ساتھ انہوں نے بہت زیادہ تعلق کا اظہار کیا۔ ہمیشہ دعا کے لیے لکھتے رہتے تھے۔ ہر کام سے پہلے دعا کے لیے کہتے تھے۔ شعبہ تعلیم القرآن کے لیے بھی انہوں نے بڑی محنت اور لگن سے کام کیا ہے۔ ان کی اہلیہ رضوانہ صاحبہ کہتی ہیں کہ قرآن کریم سے بے پناہ محبت تھی اور تلاوت کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ کار میں بھی اور سفر کے دوران یا خود تلاوت کرتے یا کوئی ساتھ ہوتا تو بچوں سے کہتے تلاوت کرو اور مجھے سناؤ۔ پھر درستگی بھی کرتے رہتے تھے۔ ان کی بیٹی سلمانہ کہتی ہیں کہ شادی کے بعد بھی آپ مجھے باقاعدگی سے فون کر کے قرآن مجید کا ترجمہ سکھاتے اور چھٹیوں میں اپنے نواسوں کو بھی خود قرآن کریم پڑھاتے تھے اور پھر ایک خوبی یہ تھی کہ کسی بھی چھوٹی بڑی غلطی پر فوری معافی مانگتے تھے۔ نومبائعین کو بھی اپنی خوشیوں میں شامل کرنے کا خاص اہتمام کرتے۔ بچوں کو اس کی تلقین کرتے۔

ان کے داماد مرزا نبیل احمد کہتے ہیں کہ ہر ایک کو بڑے پیار اور محبت سے ملتے۔ باجماعت نماز کے پابند، قرآن مجید کی تلاوت خود بھی کرتے اور ہمیں بھی اس کی تلقین کرتے۔ کووڈ کے دنوں میں اپنے گھر میں سب کو اکٹھا کر کے نماز پڑھاتے رہے اور ہمیشہ یہ کہتے تھے کوئی مسئلہ ہو خلیفۂ وقت کو خط لکھو۔ ان کی بیٹی مفلحہ نے لکھا ہے کہ ہمیشہ ہمیں کہا کہ سوچ مثبت رکھنی چاہیے۔ اللہ پر یقین رکھو۔ حسنِ ظن لوگوں پر کیا کرو اور عاجزی کا مظاہرہ کرو۔ غلطیوں کو تسلیم کر لو۔ اسی طرح ان کی بھانجی نے بھی ان کی انہی خصوصیات کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ہر شخص جو افسوس کے لیے آ رہا ہے ان کے بارے میں یہی کہتا ہے کہ بڑی نرم زبان تھی اور بڑی مہربان فطرت تھی۔

فرہاد رانا صاحب مربی ہیں۔ یہ کہتے ہیں پندرہ سال کی عمر سے ان سے تعلق پیدا ہوا اور انہوں نے مجھے جماعت کے ساتھ جوڑا بلکہ انہی کی وجہ سے مَیں نے وقف بھی کیا۔ چودھری وسیم احمد صاحب لکھتے ہیں کہ 1974ء میں ایک دفعہ خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ہمیں کسی پراجیکٹ پہ کام دیا تو یہ بڑی محنت سے اور عاجزی سے یہ کام کرتے تھے اور بعض دفعہ ساری ساری رات کام میں لگے رہتے تھے۔ مریضوں کی بڑی خدمت کرنے والے، ان کا خیال رکھنے والے، علاج کے علاوہ اپنی جیب سے ان کو دوائیاں خریدنے کے لیے پیسے بھی دے دیا کرتے تھے۔ یہ میرے خالہ زاد بھی تھے۔ غریب پروری اور مہمان نوازی میں خاص طور پہ مَیں نے ان کے گھر جا کے بھی دیکھا ہے۔ جلسے کے دنوں میں بھی ان کی والدہ اور ان کے والد دونوں کا مہمان نوازی بہت خاص وصف تھا۔ میاں بیوی نیک ہوں تبھی آگے بچوں پہ بھی نیکی کا اثر ہوتا ہے۔ جلسے کے دنوں میں اپنا

گھر خالی کر دیتے تھے اور خود باہر ٹینٹ لگا کے رہا کرتے تھے اور سارا گھر مہمانوں سے بھرا ہوتا تھا تو یہی نیک فطرت ان میں بھی آئی ہے۔

دوسرا ذکر ہے مکرم حسن عابدین آغا صاحب یہ سیرین (Syrian) تھے۔ آج کل کینیڈا میں تھے۔ گذشتہ دنوں ان کی اسّی سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ان کے بیٹے عبد القادر عابدین لکھتے ہیں کہ میرے والد سنی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ پھر اس کے بعد شیعہ مذہب اختیار کر لیا پھر بڑے بھائی (ان کے جو بڑے بھائی تھے) بشیر عابدین کو ایم ٹی اے کے ذریعہ سے جماعت سے تعارف ہوا۔ مختلف امور کے بارے میں جماعت کی تفسیرات اور تشریحات سے متاثر ہوئے اور احمدیت کی صداقت کے قائل ہو گئے۔ پھر انہوں نے گھر میں بات شروع کی۔ کہتے ہیں میرے اور میرے والد صاحب اور میرے بھائی کے درمیان دو مہینے بحث مباحثہ چلتا رہا یہاں تک کہ ہم بھی مطمئن ہو گئے اور ایک روز بیعت فارم فل (fill) کر دیا۔ کہتے ہیں میرے والد کا بہنوں پر بھی اثر تھا ان کی وجہ سے بہنوں نے بھی احمدیت قبول کر لی اور تمام خاندان احمدی ہو گیا۔ پھر ان کا گھر مرکز جماعت بن گیا جہاں احمدیت کی تبلیغ بھی ہوتی تھی، نمازیں بھی پڑھی جاتی تھیں، جمعہ بھی پڑھا جاتا تھا۔ شام میں حلب کی جماعت میں بطور صدر خدمت کی توفیق بھی ملی۔ نمازِ تہجد باقاعدگی سے ادا کرنے والے، جماعتی کتب کا بڑی باقاعدگی سے مطالعہ کرنے والے تھے۔ اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے خلافت سے بڑا پیار کا تعلق تھا۔ مبلغین کی قدر اور احترام کرتے تھے۔ نہایت سادہ زندگی گزاری۔ مہمان نوازی بہت کرتے تھے۔

ان کی اہلیہ زبیدہ صاحبہ کہتی ہیں اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ بڑے اچھے شوہر تھے۔ گھر میں میرے کاموں میں مدد کرتے تھے۔ میرے بہن بھائیوں اور رحمی رشتوں سے بھی بڑا پیار کا تعلق رکھتے تھے۔ بچوں کو سچ بولنے، ایماندار ہونے کی ہمیشہ تلقین کی۔ لوگوں سے پیار کرنے کی تلقین کی۔ مہمان نوازی کرنے کی تلقین کی۔ بڑے تہجد گزار بھی تھے اور چندوں میں ہمیشہ بڑی باقاعدگی تھی۔

ایک پوتے ان کے جامعہ احمدیہ میں پڑھتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں میرے دادا بڑے عاجز، صابر اور قناعت پسند انسان تھے۔ تہجد کی باقاعدگی بھی مَیں نے ان میں دیکھی ہے۔ قرآن کریم کی باقاعدہ تلاوت کرنے والے اور تمام لوگوں سے محبت کرتے تھے۔ عفو و درگزر کی خصوصیت بھی ان میں تھی۔

مصلح شنبور صاحب مربی کہتے ہیں۔ قناعت کی صفت ان میں نمایاں تھی۔ مالی مشکلات میں ہوتے تو بھی کسی سے مدد نہیں مانگتے تھے بلکہ اگر تھوڑے بہت پیسے ہوتے تو وہ بھی چندے میں دے دیتے تھے۔ کسی کے محتاج ہونا نہیں چاہتے تھے۔ کہیں دکان پہ چیز لینے کے لیے جانا ہوتا تو ہم نے کئی دفعہ کہا کہ ہم آپ کو گاڑی میں لے جاتے ہیں لیکن وہ سردیوں میں بھی پیدل چل کے جایا کرتے تھے بلکہ کہتے ہیں کہ آخری ایام میں بھی جبکہ پیدل چلنا ان کے لیے مشکل تھا ان کو سردی میں مَیں نے پیدل دکان سے آتے ہوئے دیکھا ہے۔ کسی پر انحصار کرنا نہیں چاہتے تھے اور بڑے شکر گزار انسان تھے۔

حافظ عبد الحئ بھٹی صاحب کہتے ہیں کہ حسن عابدین صاحب کے وجود میں خاکسار کو ہمیشہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام کہ یَدْعُوْنَ لَکَ صُلَحَاءُ الْعَرَبِ وَاَبْدَالُ الشَّامِ پورا ہوتا نظر آتا

ہے (تذکرہ حصہ چہارم صفحہ 100)۔ جب گلے ملتے تو کہتے کہ مجھے آپ سے محبت ہے کیونکہ آپ مہدی علیہ السلام کی قوم میں سے ہیں اور جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر آتا تو بے ساختہ بار بار علیہ الصلوٰۃ والسلام دہراتے۔ ان کی آنکھیں نم ہو جاتیں اور یہ فرماتے کہ اس زمانے میں جہاں ہر طرف دھواں پھیلا ہوا ہے حقیقی اسلام سے اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں روشناس کرایا۔ خلافت سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔

اگلا ذکر ہے عثمان حسین محمد خیر صاحب۔ ان کی گذشتہ دنوں ساٹھ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ یہ سعودی عرب میں مقیم تھے۔ ویسے یہ سوڈانی تھے۔ 2007ء میں وہاں ایم ٹی اے کے ذریعہ سے انہوں نے جماعت سے تعارف حاصل کیا اور پھر بیعت کرلی۔ پھر واپس سوڈان آ گئے۔ گھر میں ڈش لگوائی اور اپنے اہل خانہ کو اور بہن بھائیوں کو تبلیغ شروع کی۔ ان کے خاندان کے باقی لوگ تین بھائی، ایک بہن اور بیوی بچے بھی احمدی ہوگئے۔ اور پھر کیونکہ پہلے ان کو بیعت کی قبولیت کے خط کا جواب نہیں ملا تھا تو پھر انہوں نے اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ دوبارہ بیعت کا خط لکھا اور جب بیعت کا خط مل گیا تو پھر ان کو تسلی ہوئی۔ سوڈان میں جماعت کا سینٹر ان کے گھر میں تھا اور وہیں جمعہ ادا کرتے تھے اور ایم ٹی اے دیکھتے۔ درس و تدریس ہوتی۔ تفسیر کبیر پڑھنے کا سلسلہ جاری رہتا۔ جماعت کے لیے خرچ کرنے میں بڑے سخی تھے۔ احمدیوں کے آنے پر بہت خوش ہوتے۔ کبھی انہوں نے جماعت سے کسی خرچ کے لیے مطالبہ نہیں کیا اپنی جیب سے خرچ کیا کرتے تھے۔ اسی طرح کبھی جماعت میں کوئی عہدہ بھی نہیں لیا۔ جب کہا جاتا کہ یہ کام آپ لے لیں یا عہدہ لے لیں تو کہتے کہ نوجوانوں کو دیں تا کہ وہ زیادہ کام سیکھیں۔ مرحوم کے بیوی بچے بھی انہی کی طرح خدمت کرنے والے ہیں۔ ایک بیٹی ڈاکٹر ہے اور بیٹا بھی شعبہ مال میں ڈیوٹی دے رہا ہے۔ اب تک ان کا گھر مرکز کے طور پر استعمال ہو رہا تھا لیکن خانہ جنگی کے بعد اب لوگ مختلف علاقوں میں چلے گئے ہیں۔ رابطے کٹ گئے ہیں۔ پہلے بھی مَیں نے کہا تھا دعا کریں ان کے حالات بھی ٹھیک ہوں اور دوبارہ یہ جماعت اکٹھی ہو کے رہ سکے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور بیٹیاں شامل ہیں۔

اگلا ذکر محمد زہراوی صاحب الجزائر کا ہے۔ ان کی گذشتہ دنوں اڑتالیس سال کی عمر میں وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ صدر جماعت لکھتے ہیں کہ مرحوم کینسر کے مریض تھے۔ جماعت سے بہت محبت رکھتے تھے۔ بڑے مہمان نواز اور خلافت کے مطیع تھے۔ فوج میں ملازم تھے اور دوستوں کے آپ کے گھر جانے پہ بہت خوش ہوتے تھے اور غربت کے باوجود ان کی مہمان نوازی بہت کرتے تھے۔ عدالتی کارروائی کا بھی ان کو سامنا کرنا پڑا۔ جج نے ان سے پوچھا کہ آپ جیسا الجزائری ایک انڈین شخص کی اتباع کیسے کر سکتا ہے؟ تو آپ نے کہا کہ الجزائر جیسا ملک انڈین شخص سے کیسے ڈر سکتا ہے؟ یعنی اگر حضرت امام مہدی علیہ السلام کو حقیر جانتے ہو تو اس قدر ڈرنے کی ضرورت کیا ہے۔ یہی آج کل ملاؤں کا حال ہے۔ ان کو اگر خوف نہیں ہے تو پھر کھل کے ہمیں ہماری بات کرنے کیوں نہیں دیتے۔ تبلیغ میں روکیں کیوں ڈالتے ہیں۔ صرف خوف ہے کہ ہماری باتیں کیونکہ سچ ہیں لوگ اس کو قبول کریں گے اس لیے جھوٹ اور غلط سلط باتیں جماعت کی طرف منسوب کرو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب کرو۔ خلافت سے تعلق کے بارے میں یہ لکھتے

ہیں کہ الجزائر میں جب مَیں نے ان کو کہا کہ چیریٹی کے طور پر رجسٹرڈ کروالیں تو بعض لوگوں کا خیال تھا کہ نہیں۔ نہیں کرنی چاہیے تو انہوں نے کہا کہ جب خلیفۂ وقت کا حکم آ گیا تو پھر بحثیں بند کرو اور کام کرو اور پھر صدر جماعت کو کہا کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ قدم بڑھائیں۔

پھر اگلا **ذکر ہے سعید احمد وڑائچ صاحب ابن عبدالحئی وڑائچ صاحب** ربوہ کا۔ گذشتہ دنوں ان کی وفات ہوئی ہے۔ ان کے پڑدادا کے ذریعہ ان کے گھر احمدیت آئی تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ نظارت امور عامہ کی رپورٹ کے مطابق ان پر مقدمات بھی ہوئے۔ توہین رسالت کا بے بنیاد الزام تھا اور گرفتاری عمل میں آئی اور پھر بہرحال مقدمہ چلا اور باعزت بریت بھی ہو گئی۔ تین سال دو ماہ ان کو اسیری میں رہنے کی توفیق ملی لیکن دشمنی اتنی زیادہ تھی کہ بریت کے باوجود پھر اپنے گھر نہیں جا سکتے تھے۔ پھر ربوہ میں ہی رہے۔

اگلا ذکر ہے شہباز گوندل صاحب کا جو احمد خان گوندل صاحب کے بیٹے تھے۔ یہ بھی ربوہ کے تھے آج کل ہالینڈ میں تھے۔ ان کی گذشتہ دنوں میں ہالینڈ میں ہی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے خاندان میں بھی احمدیت کا نفوذ ان کے دادا خوشی محمد صاحب آف نوابشاہ کے ذریعہ سے ہوا جنہوں نے خلافت ثانیہ میں بیعت کی تھی۔ 1992ء میں ان کو اسیر راہ مولیٰ ہونے کا بھی اعزاز ملا اور کوٹری سے ان کو گرفتار کیا گیا۔ توہین رسالت اور تبلیغ کے بے بنیاد الزام لگائے گئے اور دس سال تک ان کا مقدمہ چلتا رہا۔ دو تین ماہ اسیری میں رہے۔ بعد میں ضمانت تو ہو گئی لیکن مقدمہ بہرحال دس سال تک چلتا رہا۔ پنجگانہ نمازوں کے پابند تہجد گزار بھی تھے۔ جماعتی کاموں میں پیش پیش رہتے جو کام بھی سپرد کیا جاتا بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے۔

اللہ تعالیٰ ان سب مرحومین سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے۔ نماز کے بعد ان سب کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 12/اپریل 2024ء جلد 31 شمارہ 88 صفحہ 02 تا 08)

13

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 29/ مارچ2024ء بمطابق 29/ امان 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ۔ (البقرۃ:187)

اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً مَیں قریب ہوں۔ مَیں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہیے کہ وہ بھی میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت روزوں کے احکام کے ساتھ رکھی ہے بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ بیچ میں رکھی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ دعاؤں کا رمضان اور روزوں کے ساتھ بھی خاص تعلق ہے۔ ہر مسلمان اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ رمضان اور دعاؤں کا ایک خاص تعلق ہے۔ تبھی تو رمضان میں خاص طور پر نمازوں، نوافل، تہجد، تراویح وغیرہ کی طرف خاص توجہ پیدا ہوتی ہے۔ ہر حقیقی مسلمان کو یہ احساس ہے کہ ان دنوں میں خدا تعالیٰ کے خاص پیار کی نظر اپنے بندوں پر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تو عام دنوں میں بھی اپنے بندوں پر پیار کی نظر ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں بندے کے گمان کے مطابق اس سے سلوک کرتا ہوں۔ جس وقت بندہ مجھے یاد کرتا ہے مَیں اس وقت اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے تو مَیں اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ میرا ذکر محفل میں کرے تو مَیں اس کا ذکر محفل میں کروں گا۔ اگر وہ میری طرف ایک بالشت بھر آئے تو مَیں اس کی طرف ایک ہاتھ جاؤں گا۔ اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ آئے گا تو مَیں اس کی طرف دو ہاتھ جاؤں گا۔ اگر وہ میری طرف چل کر آئے تو مَیں اس کی طرف دوڑ کر آؤں گا۔

(صحیح البخاری کتاب التوحید باب مایذکر فی الذات والنعوت... حدیث 7405)

پس اللہ تعالیٰ تو عام حالات میں بھی بندے سے یہ سلوک فرماتا ہے اور جب رمضان کا مہینہ ہو جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنے کا مہینہ ہے، پورا ماحول ہی انسان کو اس حالت میں کرنے والا ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے تو پھر اللہ تعالیٰ کس قدر مہربان ہو گا! اس کا ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ سب باتیں دل کی گہرائی سے ہوں۔ ایمان پر مضبوط ہوتے ہوئے ہوں نہ کہ سطحی طور پر۔ پھر اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر مہربانی کی مثال دیتے ہوئے ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بڑا

حیا والا ہے۔ بڑا کریم اور سخی ہے۔ جب بندہ اس کے حضور دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ان کو خالی اور ناکام واپس کرنے سے شرماتا ہے۔ صدق دل سے مانگی ہوئی دعا کو ردّ نہیں کرتا۔ قبول کر لیتا ہے۔

(سنن ابو داؤد باب تفریع ابواب الوتر باب الدعاء حدیث 1488)

پس یہ حالت اس وقت میسّر ہوتی ہے جب ہاتھ بلند ہوں۔ جب صدق دل سے انسان مانگے اور صدق دل سے مانگنے کے لیے ضروری ہے کہ گذشتہ گناہوں سے مکمل بچنے اور حقیقی توبہ کا عہد کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف آئے۔ پس ہم بعض دفعہ جلد بازی میں کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے دعا کی اور قبول نہیں ہوئی لیکن اپنی حالت کو نہیں دیکھتے کہ کتنا صدقِ دل ہے، کتنی سچائی سے اللہ تعالیٰ کی محبت میں ہم بڑھ رہے ہیں۔ کتنی سچائی سے ہم پچھلے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے آئندہ گناہوں سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق پر چلنے کا عہد کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ وہ تو ہمارے دل کا حال جانتا ہے۔ ہماری پاتال تک سے واقف ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کے لیے اس کے کھلے دَر میں داخل ہونے کے لیے اس کے لوازمات بھی پورے کرنے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور شفقت بندوں پر اس قدر ہے کہ ہر سال خاص طور پر رمضان میں ہمیں لا کر یہ موقع فراہم کرتا ہے کہ اگر عام دنوں میں بھول چُوک ہو گئی ہے تو اب اس مہینے کی برکات سے فائدہ اٹھا کر میری طرف آؤ اور میرے بندوں میں شامل ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ خاص طور پر ان دنوں میں اپنے بندوں پر پیار کی نظر ڈالنا چاہتا ہے۔ بھولے بھٹکوں کو راہِ راست پر لانا چاہتا ہے۔ خاص ماحول کی وجہ سے بندوں کے عبادت کے معیار بلند کرنا چاہتا ہے۔

اس آیت میں جب اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ ”میرے بندے“ تو ان بندوں سے مراد ہے جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا عبد بننا چاہتے ہیں۔ حقیقی توبہ کرنا چاہتے ہیں اور کرتے ہیں۔ پس یہ حقیقی بندے بننے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیے اور رمضان میں اس کا قرب پانے اور حقیقی بندے بننے کا خاص ماحول میسر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ہم بڑھنے کی کوشش کریں گے تبھی ہم اس کے حقیقی بندے بن سکتے ہیں اور جب یہ حالت ہو گی تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے ایسے بندوں اور میرے سے عشق کرنے والوں کو کہہ دو کہ میں ان کی دعاؤں کو سنتا بھی ہوں اور جواب بھی دیتا ہوں۔ پس ہماری دعائیں صرف اپنی ذاتی اغراض کے لیے نہیں ہونی چاہئیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور اس کی محبت حاصل کرنے کے لیے ہونی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کے لیے ہم اس کی طرف ایک بالشت، ایک ہاتھ اور تیز چل کر جانے والے ہوں گے تو پھر اللہ تعالیٰ ہماری طرف اس سے بڑھ کر توجہ فرمائے گا اور دَوڑ کر ہماری مدد کو آئے گا، دعاؤں کو سنے گا لیکن اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ یہ زبانی محبت کے دعوے نہیں ہیں جو تمہیں یہ مقام عطا کر دیں گے۔ نہیں، بلکہ تمہیں میری باتوں کو ماننا پڑے گا۔ میرے احکام پر عمل کرنا پڑے گا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے پڑیں گے پھر اس کے ساتھ ایمان میں مضبوطی بھی پیدا کرنی ہو گی۔ ایسا ایمان جو کبھی متزلزل نہ ہو۔ جب یہ ہو گا تو پھر ہی میرے بندوں میں، حقیقی بندوں میں شمار ہو سکتے ہو۔

اب وہ لوگ خود اپنا جائزہ لے لیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے بڑی دعا کی، بہت سجدے کیے، بہت نفل پڑھے لیکن ہمارے مقصد حاصل نہیں ہوئے۔ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کر لیا؟ کیا انہوں نے اپنی

ایمانی حالت کو اس معیار پر پہنچا دیا کہ کوئی طوفان انہیں ہلا نہ سکے؟ اکثر ایسے لوگوں کا یہ حال ہے کہ بجائے اس کے کہ اپنے محبوب کی خواہشات کو پورا کریں، اپنی ضروریات کی فہرست پیش کر کے پھر کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے یہ پورا نہ کیا تو دعاؤں کا کیا فائدہ۔ پھر خدا تعالیٰ کے وجود پر، دعاؤں کی حکمت پر، دعاؤں کی قبولیت پر سوال کرنے لگ جاتے ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے بندوں کی نشانی نہیں ہوتی۔ یہ تو اُن لوگوں کی نشانی نہیں ہے جن کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ خالی واپس لوٹانے سے شرماتا ہے۔ پس ہمیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوال کرنے سے پہلے اپنی حالت کا جائزہ لینا چاہیے کہ کس حد تک ہم اللہ تعالیٰ کی باتوں کو مان کر اس پر عمل کر رہے ہیں۔ کس حد تک ہم اپنے ایمان میں مضبوط ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بارے میں اپنے لٹریچر میں مختلف کتابوں میں ارشادات فرمائے ہیں۔ **دعا کی حکمت، اس کی قبولیت کی حکمت اور فلاسفی** بڑی تفصیل سے بیان کی ہے اور وہ معیار بتائے ہیں جب دعا کو حقیقی دعا کہا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے میں آپ علیہ السلام کے کچھ حوالے بھی پیش کروں گا کہ اللہ تعالیٰ کے حقیقی بندے کون ہیں؟ آپؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں کہ خدا کے وجود پر دلیل کیا ہے؟ اس کا یہ جواب ہے کہ مَیں بہت نزدیک ہوں یعنی کچھ بڑے دلائل کی حاجت نہیں۔ میرا وجود نہایت اقرب طریق سے سمجھ آ سکتا ہے اور نہایت آسانی سے میری ہستی پر دلیل پیدا ہوتی ہے اور وہ دلیل یہ ہے کہ جب کوئی دعا کرنے والا مجھے پکارے تو مَیں اس کی سنتا ہوں اور اپنے الہام سے اس کی کامیابی کی بشارت دیتا ہوں جس سے نہ صرف میری ہستی پر یقین آتا ہے بلکہ میرا قادر ہونا بھی بپایہ یقین پہنچتا ہے لیکن چاہئے کہ لوگ ایسی حالت تقویٰ اور خدا ترسی کی پیدا کریں کہ میں ان کی آواز سنوں۔“ یہ بڑی اہم شرط ہے۔ سنتا ہوں لیکن پہلے تقویٰ کی حالت پیدا کرو، خدا ترسی کی پیدا کرو پھر مَیں آواز سنوں گا اور فرمایا کہ ”نیز چاہئے کہ وہ مجھ پر ایمان لاویں اور قبل اس کے جو ان کو معرفت تامہ ملے اس بات کا اقرار کریں کہ خدا موجود ہے اور تمام طاقتیں اور قدرتیں رکھتا ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ مکمل معرفت مل جائے۔ دعاؤں کی قبولیت سے اس کے نشانات بھی مل جائیں لیکن اس سے پہلے اس بات پہ یقین اور ایمان ہونا چاہیے کہ خدا موجود ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان مضبوط کرو۔ ایمان بالغیب ہو اور پھر یہ ہے کہ ”وہ تمام طاقتیں اور قدرتیں رکھتا ہے کیونکہ جو شخص ایمان لاتا ہے اسی کو عرفان دیا جاتا ہے۔“

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 261-260)

ایمان پہلے ہو گا تو پھر عرفان بھی ملے گا۔ پس ایمان کا اعلیٰ معیار ہو گا تو پھر ہی قبولیت دعا کے نظارے بھی ہوں گے۔ یہ نہیں کہ کسی ابتلا سے انسان ڈانواں ڈول ہو جائے۔ یہ دلیل اللہ تعالیٰ نے اپنے ہونے کی بتائی ہے کہ دعا سنتا ہوں۔ پس اگر دعا سنی نہیں گئی تو اس تعلق میں کمی ہے جو دو دوستوں میں ہوتا ہے اور اس کمی کو پورا کرنے کا طریق بھی بتا دیا کہ تقویٰ کی حالت پیدا کرو۔ اس بات پر کامل یقین ہو اور اس کا اقرار کرو کہ خدا موجود ہے۔ اس کے وجود پر ایمان بالغیب ہو اور تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کامل یقین ہو کہ وہ تمام طاقتیں اور قوتیں رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ اَور کوئی نہیں جو تمام طاقتیں رکھتا ہو۔ پس یہ معیار دعا کی قبولیت کے کم از کم معیار ہیں۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ”اگر میرے بندے میرے وجود سے سوال کریں کہ کیونکر اس کی ہستی ثابت ہے اور کیونکر سمجھا جائے کہ خدا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مَیں بہت ہی نزدیک ہوں۔ مَیں اپنے پکارنے والے کو جواب دیتا ہوں اور جب وہ مجھے پکارتا ہے تو مَیں اس کی آواز سنتا ہوں اور اس سے ہمکلام ہوتا ہوں۔ پس چاہئے کہ اپنے تئیں ایسے بناویں کہ مَیں ان سے ہمکلام ہو سکوں۔“ یعنی اپنی حالتوں کو پہلے ٹھیک کرے جو اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہو۔ ”اور مجھ پر کامل ایمان لاویں تا ان کو میری راہ ملے۔“

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 159)

ہدایت کی راہ تبھی ملے گی۔ پس یہ یقینِ کامل پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اس طریق پر عمل کرنے اور ان شرائط پہ چلنے کی ضرورت ہے جو پہلے بیان ہوئی ہیں۔ مَیں نے ابھی بیان کی ہیں یعنی نمبر ایک: حالتِ تقویٰ ہو اور خدا ترسی پیدا ہو۔ نمبر دو: اس بات پر کامل ایمان ہو کہ خدا ہے۔ تجربہ ہے یا نہیں ایمان بالغیب ہے۔ کامل ایمان ہے کہ خدا ہے اور نمبر تین: اس بات پر کامل یقین کہ وہ کامل طاقتیں اور قدرتیں رکھتا ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی کام نہیں ہوا تو کہہ دیا اس کی طاقت نہیں ہے اور شکوہ شروع ہو گیا۔ اس بات پر یقین ہو کہ وہ کامل طاقتیں اور قدرتیں رکھتا ہے۔ پس دعاؤں کے قبول نہ ہونے سے مایوسی کی باتیں کرنے والے اور خدا تعالیٰ کی ذات پر شک کرنے والے پہلے اپنے جائزے لیں کہ کیا یہ تین حالتیں ان میں ہیں اور جو بھی حالات ہوں وہ اس پر قائم رہیں گے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایمان کی یہ حالت ہو اور پھر اللہ تعالیٰ کی ذات پر شک بھی ہو۔

پھر ایک جگہ آپؑ نے فرمایا: ”وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ (البقرۃ:187) کے یہی معنے ہیں کہ اگر سوال ہو کہ خدا کا علم کیونکر ہوا تو جواب یہ ہے کہ اسلام کا خدا بہت قریب ہے۔ اگر کوئی اسے سچے دل سے بلاتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے۔ دوسرے فرقوں کے خدا قریب نہیں ہیں“ یعنی دوسرے مذاہب کے ”بلکہ اس قدر دُور ہیں کہ ان کا پتہ ہی ندارد۔ اعلیٰ سے اعلیٰ غرض عابد اور پرستار کی یہی ہے کہ اس کا قرب حاصل ہو اور یہی ذریعہ ہے“ ایک صحیح عابد کی اعلیٰ غرض یہی ہونی چاہیے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ اس کی محبت دل میں پیدا ہو ”جس سے اس کی ہستی پر یقین حاصل ہوتا ہے۔ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرۃ:187) کے بھی یہی معنے ہیں کہ وہ جواب دیتا ہے گونگا نہیں ہے۔ دوسرے تمام دلائل اس کے آگے ہیچ ہیں۔ کلام ایک ایسی شے ہے جو کہ دیدار کے قائم مقام ہے۔“ (ملفوظات جلد 7 صفحہ 107)

پس سچے دل سے بلانا ضروری ہے اور سچے دل سے بلانا کیا ہے کہ اس کی بات مانی جائے اور اس پر ایمان مضبوط ہو۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

”جب میرا بندہ میری بابت سوال کرے پس مَیں بہت ہی قریب ہوں۔ مَیں پکارنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ پکارتا ہے۔“ فرمایا کہ ”بعض لوگ اس کی ذات پر شک کرتے ہیں۔ پس میری ہستی کا نشان یہ ہے کہ تم مجھے پکارو اور مجھ سے مانگو۔ مَیں تمہیں پکاروں گا اور جواب دوں گا اور تمہیں یاد کروں گا۔“ جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے مَیں تمہیں یاد کرتا ہوں اور تم مجھے یاد کرتے ہو۔ دل میں یا محفل میں۔ فرمایا کہ ”اگر یہ کہو کہ ہم پکارتے ہیں پر وہ جواب نہیں دیتا۔“ یہ سوال اٹھتا ہے پہلے بھی ذکر ہو چکا کہ ہم پکارتے ہیں جواب نہیں دیتا ”تو دیکھو“ فرمایا کہ ”تو دیکھو کہ تم ایک جگہ کھڑے ہو کر ایک ایسے شخص کو جو تم

سے بہت دُور ہے پکارتے ہو اور تمہارے اپنے کانوں میں کچھ نقص ہے۔" پس پہلی بات یہ ہے کہ دُور کھڑے ہونے سے تو فائدہ کوئی نہیں۔ قریب آؤ اور محبت سے قربت ملے گی۔ وہ محبت اللہ تعالیٰ کی دل میں پیدا کرو۔ اپنے کانوں میں کچھ نقص ہے۔ کمزوریٔ ایمان بھی کانوں میں نقص ڈالنا ہی ہے۔ اس کمزوریٔ ایمان کو دُور کر کے ایمان کو مضبوط کرو پھر قربت ملے گی۔ "وہ شخص تو تمہاری آواز سن کر تم کو جواب دے گا" آپؑ نے مثال دی کہ دُور سے آوازیں دے رہے ہو، تمہاری ہلکی سی آواز بھی اس کو پہنچ گئی یا واضح بھی پہنچ گئی تو وہ تمہیں جواب دے گا "مگر جب وہ دُور سے جواب دے گا" اور وہ دُور سے جواب دے گا "تو تم بباعث بہرا پن کے سن نہیں سکو گے۔" اللہ تعالیٰ جواب دے بھی دے تو کیونکہ تمہارے ایمان میں مضبوطی نہیں ہے، تمہاری محبت میں کمی ہے، اس کی باتوں پر عمل نہیں کر رہے تو یہ تمہارے کانوں کا بہرا پن ہے جس کی وجہ سے تم اس کی آواز کو سن نہیں سکتے۔ اب اللہ تعالیٰ جواب دے بھی دے تو تم یہی کہو گے اس نے جواب نہیں دیا حالانکہ اس نے جواب دیا تھا کہ تم نے اگر اونچی آواز سننی ہے تو اپنی حالت کو بہتر کرو۔ لیکن تم بہرا پن کی وجہ سے وہ آواز بھی نہیں سن رہے۔ فرمایا کہ "پس جوں جوں تمہارے درمیانی پردے اور حجاب اور دُوری دُور ہوتی جائے گی تو تم ضرور آواز کو سنو گے۔" تقویٰ میں بڑھتے جائیں گے تو آواز کو سننے کی طرف توجہ پیدا ہوتی جائے گی۔ فرمایا کہ "جب سے دنیا کی پیدائش ہوئی ہے اس بات کا ثبوت چلا آتا ہے کہ وہ اپنے خاص بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو رفتہ رفتہ بالکل یہ بات نابود ہو جاتی کہ اس کی کوئی ہستی ہے بھی۔ پس خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت کا سب سے زبردست ذریعہ یہی ہے کہ ہم اس کی آواز کو سن لیں یا دیدار یا گفتار۔" بعض دفعہ اللہ تعالیٰ دکھا دیتا ہے اور بعض دفعہ صرف آواز سناتا ہے۔ "پس آج کل کا گفتار قائم مقام ہے دیدار کا" آج کل کے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارے مل جائیں وہی اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے قائم مقام ہیں "ہاں جب تک خدا کے اور اس کے سائل کے درمیان کوئی حجاب ہے اس وقت تک ہم سن نہیں سکتے۔" گفتار بھی اگر ہے تو سن نہیں سکتے کیونکہ حجاب ہے، پردے ہیں "جب درمیانی پردہ اٹھ جاوے گا تو اس کی آواز سنائی دے گی۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 227)

پس قریب آؤ۔ خالص محبت پیدا کرو تو یہ قربت ملے گی۔ حجاب دُور ہو گا۔ جواب تو دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے مَیں دیتا ہوں تم سن نہیں سکتے اور پہلا جواب یہ ہے کہ محبت میں بڑھو۔ محبت میں بڑھو گے تو بہرا پن بھی دُور ہو جائے گا۔ پھر آپ علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"**دعا خدا تعالیٰ کی ہستی کا زبردست ثبوت ہے** چنانچہ خدا تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ۔ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرۃ:187) یعنی جب میرے بندے تجھ سے سوال کریں کہ خدا کہاں ہے اور اس کا کیا ثبوت ہے تو کہہ دو کہ وہ بہت ہی قریب ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب کوئی دعا کرنے والا مجھے پکارتا ہے تو مَیں اسے جواب دیتا ہوں یہ جواب کبھی رؤیا صالحہ کے ذریعہ ملتا ہے۔" سچی خوابیں آجاتی ہیں۔ ان کے ذریعے جواب مل جاتا ہے "اور کبھی کشف اور الہام کے واسطے سے اور علاوہ بریں دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں کا اظہار ہوتا ہے۔" اس کے علاوہ بھی خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں کا اظہار دعاؤں کے ذریعہ سے ہو جاتا ہے۔ خود بخود پتہ لگ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری آواز سن

لی، ہماری دعا سن لی اور اس کے نتیجے میں یہ باتیں پیدا ہو رہی ہیں۔ فرمایا ”اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسا قادر ہے کہ مشکلات کو حل کر دیتا ہے۔ غرض دعا بڑی دولت اور طاقت ہے اور قرآن شریف میں جابجا اس کی ترغیب دی ہے اور ایسے لوگوں کے حالات بھی بتائے ہیں جنہوں نے دعا کے ذریعہ اپنی مشکلات سے نجات پائی۔ انبیاء علیہم السلام کی زندگی کی جڑ اور ان کی کامیابیوں کا اصل اور سچا ذریعہ یہی دعا ہے۔ پس میں نصیحت کرتا ہوں“ فرماتے ہیں کہ ”مَیں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی ایمانی اور عملی طاقت کو بڑھانے کے واسطے دعاؤں میں لگے رہو۔ دعاؤں کے ذریعہ سے ایسی تبدیلی ہو گی جو خدا تعالیٰ کے فضل سے خاتمہ بالخیر ہو جاوے گا۔“

(ملفوظات جلد7 صفحہ 269-268)

یہ پرانی باتیں نہیں ہیں۔ آج کے زمانے میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ بہت سے لوگ ہیں جو اپنی دعاؤں کی قبولیت کے واقعات لکھتے ہیں۔ مختلف وقتوں میں مَیں واقعات بتاتا بھی رہتا ہوں۔ خدا کے وجود پر ریویو آف ریلیجنز نے پروگرام کیا تھا اس میں بھی کئی لوگوں نے دعا کی قبولیت کے واقعات بیان کیے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اس قدر نوازتا ہے کہ بعض دفعہ ایمان کی مضبوطی کے لیے ہی دعاؤں کو قبول کر کے، ان کو قبولیت کا درجہ دے کے پکارنے والے کی آواز سن کر پھر اپنی قدرت کا جلوہ دکھا دیتا ہے۔ جو کمزور ایمان پہ ہیں ان کو بھی بعض دفعہ ایمان میں مضبوطی پیدا کرنے کے لیے دکھا دیتا ہے۔ ایسے بھی سینکڑوں لوگ ہیں جو مجھے خط لکھتے رہتے ہیں۔ میرے پاس مجھے آ کے بتاتے بھی ہیں۔ دعا کی معرفت کی حقیقت بیان فرماتے ہوئے آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں:

”معرفت فضل کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے اور پھر فضل کے ذریعہ سے ہی باقی رہتی ہے۔ فضل معرفت کو نہایت مصفّٰی اور روشن کر دیتا ہے اور حجابوں کو درمیان سے اٹھا دیتا ہے اور نفسِ امارہ کے لئے گرد و غبار کو دُور کر دیتا ہے اور روح کو قوّت اور زندگی بخشتا ہے اور نفسِ امارہ کو امارگی کے زندان سے نکالتا ہے۔“ یعنی نفس امارہ کو جو گناہوں کی طرف ابھارنے والا نفس ہے اس کو اس قید سے نکالتا ہے، اپنے نفس کی قید سے نکالتا ہے ”اور بد خواہشوں کی پلیدی سے پاک کرتا ہے اور نفسانی جذبات کے تند سیلاب سے باہر لاتا ہے۔“ جس طرح پانی کا سیلاب آتا ہے اس طرح نفسانی جذبات کا ایک سیلاب ہے، گناہوں کا سیلاب ہے اس سے انسان کو باہر نکالتا ہے۔ ”تب انسان میں ایک تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور وہ بھی گندی زندگی سے طبعاً بیزار ہو جاتا ہے کہ بعد اس کے پہلی حرکت جو فضل کے ذریعہ سے روح میں پیدا ہوتی ہے وہ دعا ہے۔ یہ خیال مت کرو کہ ہم بھی ہر روز دعا کرتے ہیں اور تمام نماز دعا ہی ہے جو ہم پڑھتے ہیں کیونکہ وہ دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اَور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے۔“ یہ ظاہری نمازیں ہم نے پڑھ لیں، آئے اور جلدی جلدی پانچ منٹ میں نماز پڑھ لی۔ فارغ ہو گئے۔ یہ نمازیں نہیں۔ یہ دعائیں نہیں۔ اس کے لیے معرفت چاہیے اور وہ جو معرفت پیدا ہو تو پھر اس دعا کا مزہ ہی اَور ہوتا ہے۔ اس نماز کا مزہ ہی اَور ہوتا ہے۔ فرمایا پیدا ہوتی ہے اور وہ اَور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے۔ ”وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے۔ وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔ وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔ وہ ایک تند سیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے۔“ ایک سیلاب ہے لیکن وہ سیلاب بھی کشتی بن جاتا ہے اور منزل مقصود تک پہنچا دیتا

ہے۔ ”ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے۔“
(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 222)

پس خوش قسمت ہیں ہم میں سے وہ جو اس معرفت کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر آپؑ نے فرمایا: ”دعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے۔ دعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے۔ دعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے“ اکثر لوگ پوچھتے ہیں کہ کس طرح پتہ چلے کہ دعا قبول ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ راضی ہوا ہے؟ ان کو یہ جواب ہے کہ پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق میں انسان اس وقت بڑھے گا جب پاک تبدیلی پیدا ہو گی۔ جب پاک تبدیلی پیدا ہو گی تو دعاؤں کی قبولیت کے نشان بھی ملیں گے۔ فرمایا کہ ”انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس تبدیلی سے خدا بھی اپنے صفات میں تبدیلی کرتا ہے اور اس کے صفات غیر متبدل ہیں مگر تبدیلی یافتہ کے لئے اس کی ایک الگ تجلی ہے جس کو دنیا نہیں جانتی۔“ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفات تبدیل ہو جاتی ہیں۔ وہ نہیں بدلی جا سکتیں لیکن ایسے تبدیلی پیدا کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا کر دیتا ہے کہ اس کو لگتا ہے کہ جس طرح صفات میں کوئی تبدیلی ہو گئی حالانکہ صفات وہی ہیں لیکن اس کا اظہار اب شروع ہو گیا۔ فرمایا کہ ”گویا وہ اَور خدا ہے حالانکہ اَور کوئی خدا نہیں مگر نئی تجلی نئے رنگ میں اس کو ظاہر کرتی ہے تب اس خاص تجلی کی شان میں اس تبدیل یافتہ کے لئے وہ کام کرتا ہے جو دوسروں کے لئے نہیں کرتا۔ یہی وہ خوارق ہے۔“
(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 223)

پھر آپ علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں: ”اللہ جل شانہ نے جو دروازہ اپنی مخلوق کی بھلائی کے لئے کھولا ہے وہ ایک ہی ہے یعنی دعا۔ جب کوئی شخص بکاء و زاری سے اس دروازہ میں داخل ہوتا ہے تو وہ مولائے کریم اس کو پاکیزگی و طہارت کی چادر پہنا دیتا ہے اور اپنی عظمت کا غلبہ اس پر اس قدر کر دیتا ہے کہ بے جا کاموں اور ناکارہ حرکتوں سے وہ کوسوں بھاگ جاتا ہے۔“ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 438)

بہت زیادہ دُور، میلوں دُور ہو جاتا ہے۔ پس حقیقی دعا کی یہ خصوصیت ہے کہ فضول کاموں اور لغویات سے وہ دُور ہو جاتا ہے۔ پاکیزگی اس کی فطرت میں آ جاتی ہے۔ وہ صرف دنیاوی مقاصد کے لیے دعا نہیں کرتا بلکہ اپنے دین اور تقویٰ میں بڑھنے کے لیے بھی دعا کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی محبت مانگنے کے لیے دعا کرتا ہے اور یہی ایک حقیقی مومن کی نشانی ہے۔ یہی ایمان میں کامل ہونے کی نشانی ہے ایمان میں بڑھنے کی نشانی ہے۔ پھر دعا کی گہرائی کو مزید کھولتے ہوئے آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں:

”حصولِ فضل کا اقرب طریق دعا ہے اور دعا کامل کے لوازمات یہ ہیں کہ اس میں رِقّت ہو، اضطراب اور گدازش ہو۔ جو دعا عاجزی، اضطراب اور شکستہ دلی سے بھری ہوئی ہو وہ خدا تعالیٰ کے فضل کو کھینچ لاتی ہے۔“ انتہائی عاجزی سے رقّت پیدا ہو۔ رو رو کے انسان دعا کرے۔ ”اور قبول ہو کر اصل مقصد تک پہنچاتی ہے مگر مشکل یہ ہے کہ یہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی“ اس کے لیے بھی، اس حالت کو پیدا کرنے کے لیے بھی اللہ کا فضل مانگنا پڑے گا ”اور پھر اس کا علاج یہی ہے کہ دعا کرتا رہے خواہ کیسی ہی بے دلی اور بے ذوقی ہو لیکن یہ سیر نہ ہو۔ تکلف اور تصنّع سے کرتا ہی رہے۔ اصلی اور حقیقی دعا کے واسطے بھی دعا ہی

کی ضرورت ہے۔" مسلسل اللہ تعالیٰ سے لگا رہے، اللہ تعالیٰ کا پیچھا نہ چھوڑے کہ جب تک وہ حالت پیدا نہیں ہو گی مَیں نے نہیں اٹھنا تب یہ حالت پیدا ہو جائے گی اور پھر اس کے فضل نازل ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

"**بہت سے لوگ دعا کرتے ہیں** اور ان کا دل سیر ہو جاتا ہے" کچھ دیر دعا کرنے کے بعد دل بھر جاتا ہے۔ "وہ کہہ اٹھتے ہیں کہ کچھ نہیں بنتا مگر ہماری نصیحت یہ ہے کہ اس خاک بیزی ہی میں برکت ہے۔" بظاہر یہ لگتا ہے کہ خاک چھان رہے ہو لیکن خاک چھاننے میں ہی برکت ہے۔ آخر اس میں برکت پڑ جاتی ہے "کیونکہ آخر گوہرِ مقصود اسی سے نکل آتا ہے اور ایک دن آ جاتا ہے کہ جب اس کا وہ دل زبان کے ساتھ متفق ہو جاتا ہے۔" وہ مقصد جو حاصل ہونا ہوتا ہے وہ آخر اس کو مل جاتا ہے یا جو حاصل کرنے کی خواہش ہوتی ہے وہ مقصد اس کو مل جاتا ہے۔ فرمایا: "جب اس کا وہ دل زبان کے ساتھ متفق ہو جاتا ہے اور پھر خود ہی وہ عاجزی اور رقّت جو دعا کے لوازمات ہیں پیدا ہو جاتے ہیں" یعنی جو زبان سے کہہ رہا ہے وہ دل کی حالت ہو جاتی ہے۔ جب وہ ایک ہو جاتے ہیں تو پھر دعا کے لوازمات بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ "جو رات کو اٹھتا ہے خواہ کتنی ہی عدم حضوری اور بے صبری ہو لیکن اگر وہ اس حالت میں بھی دعا کرتا ہے کہ الٰہی! دل تیرے ہی قبضہ اور تصرف میں ہے تُو اس کو صاف کر دے اور عین قبض کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے بسط چاہے۔" بڑا دل گھٹا ہوا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کی حالت میں ایک کشائش پیدا ہو، اللہ تعالیٰ کی طرف رجحان پیدا ہو، رغبت پیدا ہو، اس کی محبت بڑھے "تو اس قبض میں سے بسط نکل آئے گی۔" یہ دل کی جو بظاہر تنگی ہوتی ہے اس میں سے بھی انسان کا دل کھل جاتا ہے "اور رقّت پیدا ہو جائے گی۔" دل کھلنا کیا ہے پھر دعاؤں میں رقّت پیدا ہو جائے گی۔ انسان کو رونا آئے گا "یہی وہ وقت ہوتا ہے جو قبولیت کی گھڑی کہلاتا ہے۔" جب ایسی حالت پیدا ہو جائے تو سمجھو کہ یہ قبولیت کی گھڑی ہو گئی "وہ دیکھے گا کہ اس وقت روح آستانہ الوہیت پر پانی کی طرح بہتی ہے اور گویا ایک قطرہ ہے جو اوپر سے نیچے کی طرف گرتا ہے۔" (ملفوظات جلد 6 صفحہ 94-93)

جب یہ حالت ہوتی ہے تو انسان کو خود بخود محسوس ہوتا ہے کہ اب قبولیتِ دعا کا وقت ہے اور پھر اس بات پر بھی یقین ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اب جو میرے لیے کرے گا وہی میرے لیے بہتر ہو گا۔ یہ نہیں ہے کہ جو مَیں نے کہا ہے وہی ہو بلکہ پھر رقّت کے بعد یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے، تسلی ہوتی ہے کہ اب خدا تعالیٰ اس دعا کے بعد اس کے نتیجے میں جو بھی میرے لیے کرے گا وہی میرے لیے بہتر ہے۔ یہ ایمان بڑھ جاتا ہے، کوئی شکوہ دل میں نہیں رہتا۔ پس یہ وہ حالت ہے جو ہمیں اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس کے لیے ہمیں اپنے جائزے بھی لینے چاہئیں۔ پھر اس کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے ایک جگہ آپؑ نے فرمایا: "دعا تو ایک ایسی چیز ہے جو ہر مشکل کو آسان کر دیتی ہے۔ دعا کے ساتھ مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جاتا ہے" فرمایا "لوگوں کو دعا کی قدر و قیمت معلوم نہیں وہ بہت جلد ملول ہو جاتے ہیں اور ہمت ہار کر چھوڑ بیٹھتے ہیں حالانکہ دعا ایک استقلال اور مداومت کو چاہتی ہے۔ جب انسان پوری ہمت سے لگا رہتا ہے تو پھر ایک بد خلقی کیا ہزاروں بد خلقیوں کو اللہ تعالیٰ دُور کر دیتا ہے اور اسے کامل مومن بنا دیتا ہے لیکن اس کے واسطے اخلاص اور مجاہدہ شرط ہے جو دعا ہی سے پیدا ہوتا ہے۔" (ملفوظات جلد 6 صفحہ 404)

کہ اخلاص ہو، ایک مجاہدہ ہو، لگاتار کوشش ہو۔ پس یہ شرط ہے جو پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے

لیے ہمیں اپنے دل کو ٹٹولنے کی ضرورت ہے کہ کیا یہ اخلاص اور مجاہدہ کی حالت ہم میں پیدا ہو گئی ہے یا ہم پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ مجاہدہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ مسلسل کوشش کرتے چلے جانا اور تھکنا نہیں۔ دنیاوی کاموں میں ہم کوشش کرتے نہیں تھکتے تو خدا کا قرب پانے میں کیوں تھکیں۔ پھر اس کی فلاسفی کو بیان فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں: ”انسان کو چاہئے کہ اس زندگی کو اس قدر قبیح خیال کر کے اس سے نکلنے کے لئے کوشش کرے اور دعا سے کام لے کیونکہ جب وہ حق تدبیر کا ادا کرتا ہے اور پھر سچی دعاؤں سے کام لیتا ہے تو آخر اللہ تعالیٰ اس کو نجات دے دیتا ہے اور وہ گناہ کی زندگی سے نکل آتا ہے کیونکہ دعا بھی کوئی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ وہ بھی ایک موت ہی ہے جب اس موت کو انسان قبول کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مجرمانہ زندگی سے جو موت کا موجب ہے بچا لیتا ہے اور اس کو ایک پاک زندگی عطا کرتا ہے۔“ مجرمانہ زندگی بھی ایک موت ہی ہے۔ اگلے جہان میں جا کے جو سزائیں ملنی ہیں یا اس دنیا میں بعض دفعہ مل جاتی ہیں پس اس سے اللہ تعالیٰ بچا لیتا ہے۔ فرمایا کہ ”بہت سے لوگ دعا کو ایک معمولی چیز سمجھتے ہیں۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ دعا یہی نہیں کہ معمولی طور پر نماز پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر بیٹھ گئے اور جو کچھ آیا منہ سے کہہ دیا اس دعا سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ یہ دعا نری ایک مَنْتَر کی طرح ہوتی ہے۔“ جس طرح بعض مذہب والے منتر پڑھ لیتے ہیں۔ یہ تو منتر ہی ہے ”نہ اس میں دل شریک ہوتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں پر کوئی ایمان ہوتا ہے۔“ دل سے تو آواز نکل نہیں رہی ہوتی نہ یہ اظہار ہو رہا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب قدرتوں اور طاقتوں کا مالک ہے۔

”**یاد رکھو! دعا ایک موت ہے** اور جیسے موت کے وقت اضطراب اور بے قراری ہوتی ہے اسی طرح پر دعا کے لئے بھی ویسا ہی اضطراب اور جوش ہونا ضروری ہے۔ اس لئے دعا کے واسطے پورا پورا اضطراب اور گدازش جب تک نہ ہو تو بات نہیں بنتی۔ پس چاہئے کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر نہایت تضرع اور زاری و ابتہال کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور اپنی مشکلات کو پیش کرے اور اس دعا کو اس حد تک پہنچاوے کہ ایک موت کی سی صورت واقع ہو جاوے۔ اس وقت دعا قبولیت کے درجہ تک پہنچتی ہے۔“ فرمایا ”یہ بھی یاد رکھو کہ سب سے اوّل اور ضروری دعا یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو گناہوں سے پاک صاف کرنے کی دعا کرے۔“ بڑی اہم بات ہے۔ پہلی دعا یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو گناہوں سے پاک صاف کرنے کی دعا کرے۔ ساری دعاؤں کا اصل اور جزو یہی ہے۔ فرمایا ”ساری دعاؤں کا اصل اور جزو یہی دعا ہے“ جڑ دعاؤں کی یہی ہے ”کیونکہ جب یہ دعا قبول ہو جاوے اور انسان ہر قسم کی گندگیوں اور آلودگیوں سے پاک صاف ہو کر خدا تعالیٰ کی نظر میں مطہر ہو جاوے۔“ یہ بھی بڑی اہم بات ہے۔ یہ نہیں کہ ہم نے سمجھ لیا ہم پاک ہو گئے تو خدا تعالیٰ کی نظر میں مطہر ہو جائے گا۔ اس وقت تک دعا کرتا چلا جائے جب تک تسلی نہ ہو جائے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے پاک کر دیا ہے اور اس کی نظر میں پاک ہو جاؤں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ پھر دوبارہ برائی کا خیال نہ آئے ”تو پھر دوسری دعائیں جو اس کی حاجاتِ ضروریہ کے متعلق ہوتی ہیں وہ اس کو مانگنی بھی نہیں پڑتیں وہ خود بخود قبول ہوتی چلی جاتی ہیں۔“ جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی دوستی کا حق ادا کرتا ہے اور پھر اس کی حاجات کو پورا کرتا رہتا ہے۔ فرمایا کہ ”بڑی مشقت اور محنت طلب یہی دعا ہے کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جاوے“ گناہوں سے پاک ہونے کی یہ دعا کوئی

معمولی نہیں ہے۔ یہ بہت بڑی دعا ہے۔ ”اور خدا تعالیٰ کی نظر میں متقی اور راستباز ٹھہرایا جاوے۔“ اللہ تعالیٰ کی نظر میں متقی اور راستباز ہوں۔ اپنے آپ کو نہ سمجھ لیں یا صرف لوگ نہ ہمیں سمجھیں۔ ”یعنی اوّل اوّل جو حجاب انسان کے دل پر ہوتے ہیں ان کا دُور ہونا ضروری ہے۔ جب وہ دُور ہو گئے تو دوسرے حجابوں کے دُور کرنے کے واسطے اس قدر محنت اور مشقت کرنی نہیں پڑے گی کیونکہ خدا تعالیٰ کا فضل اس کے شامل حال ہو کر ہزاروں خرابیاں خود بخود دُور ہونے لگتی ہیں اور جب اندر پاکیزگی اور طہارت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا ہو جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ خود بخود اس کا متکفل اور متولی ہوتا ہے اور اس سے پہلے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی کسی حاجت کو مانگے اللہ تعالیٰ خود اس کو پورا کر دیتا ہے۔“ چاہے وہ دنیاوی حاجات ہوں۔ وہ بھی پوری ہو جاتی ہیں۔ ”یہ ایک باریک سر ہے“ بڑا باریک راز ہے ”جو اس وقت کھلتا ہے جب انسان اس مقام پر پہنچتا ہے۔ اس سے پہلے اس کی سمجھ میں آنا بھی مشکل ہوتا ہے لیکن یہ ایک عظیم الشان مجاہدہ کا کام ہے کیونکہ دعا بھی ایک مجاہدہ کو چاہتی ہے جو شخص دعا سے لاپرواہی کرتا ہے اور اس سے دُور رہتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی پروا نہیں کرتا اور اس سے دُور ہو جاتا ہے۔ جلدی اور شتاب کاری یہاں کام نہیں دیتی۔“ جلد بازی کام نہیں آئے گی۔ ”خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جو چاہے عطا کرے اور جب چاہے عنایت فرمائے۔“ جو چاہے دے اور جب چاہے دے یہ ہمیشہ ذہن میں رہنا چاہیے۔ ”سائل کا کام نہیں ہے کہ وہ فی الفور عطا نہ کیے جانے پر شکایت کرے اور بدظنی کرے بلکہ استقلال اور صبر سے مانگتا چلا جاوے۔“ (ملفوظات جلد 6 صفحہ 407-406)

پس مستقل مزاجی شرط ہے اور سب سے اہم دعا اپنے آپ کو پاک کرنے کی ہے۔ ایسی پاکیزگی جو خدا تعالیٰ کی نظر میں پاکیزگی ہے۔ دعا کی قبولیت کے لیے کیا حالت ہونی چاہیے اس بات کو بیان فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ ”دعا کے اندر قبولیت کا اثر اس وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ انتہائی درجہ کے اضطرار تک پہنچ جاتی ہے۔ جب انتہائی درجہ اضطرار کا پیدا ہو جاتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی قبولیت کے آثار اور سامان بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ پہلے سامان آسمان پر کئے جاتے ہیں اس کے بعد وہ زمین پر اثر دکھاتے ہیں۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں“ اللہ تعالیٰ دعا کو قبول کرتا ہے تو وہاں سے اس کا حکم جاری ہو جاتا ہے اور پھر اس کے اثرات زمین پہ آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے ”بلکہ ایک عظیم الشان حقیقت ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جس کو خدائی کا جلوہ دیکھنا ہو اسے چاہئے کہ دعا کرے۔“ (ملفوظات جلد 6 صفحہ 409-408)

بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر لیا ہے وہ ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ یہ ہو گا تو پھر دعا کی کیا ضرورت ہے؟ یہ بھی سوال اٹھتے ہیں۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہ دعا کیوں ضروری ہے؟ آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

”اگر دعا اپنے اختیار میں ہوتی تو انسان جو چاہتا کر لیتا۔ اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ فلاں دوست یا رشتہ دار کے حق میں ضرور فلاں بات ہو ہی جاوے گی“ دعا کے لیے بعض لوگ کہتے ہیں ضروری نہیں ہے کہ ضرور قبول ہو جائے۔ ہمارے اختیار میں تو نہیں ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ کس طرح اس نے قبول کرنی ہے۔ ”بعض وقت باوجود سخت ضرورت محسوس کرنے کے دعا نہیں ہوتی۔“ دعا کے لیے کہا بھی جاتا ہے اور سخت ضرورت بھی محسوس ہو رہی ہوتی ہے لیکن وہ دل کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی ”اور دل سخت ہو جاتا ہے

چونکہ اس کے سر سے لوگ واقف نہیں ہوتے" اس راز سے لوگ واقف نہیں "اس لئے گمراہ ہو جاتے ہیں۔" کہتے ہیں حالت نہیں پیدا ہوئی تو دعا کرنے کا فائدہ کیا۔ فرمایا کہ "اس پر ایک شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر جَفّ القلم والی بات (یعنی مسئلہ تقدیر جس رنگ میں سمجھا گیا ہے) ٹھیک ہے۔" یعنی پھر تو یہی ہوا ناں کہ جو تقدیر ہے ہمارے لیے جو مقدر ہے وہی ہونا ہے تو دعا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ کوشش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا "لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کے علم میں سب ضرور ہے" اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ تو ضرور ہے کہ یہ ہو گا "لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ فلاں کام ضرور ہی کر دیوے۔" علم میں ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طاقتوں سے باہر چلا گیا کہ وہ بات ضرور اسی طرح ہو گی "اگر ان لوگوں کا یہی اعتقاد ہے کہ جو کچھ ہونا تھا وہ سب ہو چکا اور ہماری محنت اور کوشش بے سود ہے تو" پھر دنیاوی مثال آپؑ نے دی ہے کہ سر میں درد ہو "درد سر کے وقت علاج کی طرف کیوں رجوع کرتے ہیں۔" کچھ وقت کے بعد دردِ سر آپ ہی ہٹ جائے گی یا ہونی ہے تو ہونی ہے پھر دوائی کھانے کی ضرورت کیا ہے۔ "پیاس کے لئے ٹھنڈا پانی کیوں پیتے ہیں؟" ایسے لوگ بھی ہیں جو پانی نہیں پیتے تو ایک وقت آتا ہے پیاس خود بخود مر جاتی ہے لیکن فوری طور پر پانی پیا جاتا ہے لیکن اس سے ضروری نہیں کہ ہر ایک کی پیاس مرے۔ پیاس سے لوگ مر بھی جاتے ہیں۔ اس لئے پیاس کے لئے ٹھنڈا پانی کیوں پیتے ہو؟ اس لئے کہ پیاس بجھے۔ "بات یہ ہے کہ انسان کے تردّد پر بھی کچھ نہ کچھ نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔" جب انسان کوشش کرتا ہے، محنت کرتا ہے، دعا کرتا ہے تو پھر اس کا نتیجہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اس لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ ہے، یہ ہو گا لیکن اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر کو دعاؤں کے ذریعے سے بدل نہیں دیتا۔ ایک بیمار ہے، اس کی موت کو ڈاکٹر نے کہہ دیا کہ اب مرنے والا ہے لیکن دعاؤں کی وجہ سے اس کو نو سال، چار سال، دس سال کی زندگی مل جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے وہ تقدیر بدل دی۔ یہ تو ٹھیک ہے ہر انسان کی فنا ہے لیکن اس کو لمبی زندگی اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتا ہے اور صحت مند زندگی عطا فرما دیتا ہے۔ فرمایا کہ "دعا عمدہ شئے ہے۔ اگر توفیق ہو تو ذریعہ مغفرت کا ہو جاتی ہے" اگر اَور کچھ بھی نہیں ہوتا تو یہ دعا مغفرت کا ذریعہ ہی بن جاتی ہے۔ اگر وہ مقصد پورا نہ بھی ہو جس کے لیے دعا کی جاتی ہے تب بھی اللہ تعالیٰ اس دعا کو سنبھال لیتا ہے۔ اور وہ اس دنیا میں یا اگلے جہان میں اس کے لیے مغفرت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اس کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اس کے لیے بخشش کا ذریعہ بن جاتی ہے "اور اسی کے ذریعہ سے رفتہ رفتہ خدا تعالیٰ مہربان ہو جاتا ہے" اور پھر خدا تعالیٰ کی مہربانیاں بھی شروع ہو جاتی ہیں۔ اگر اس زندگی میں مغفرت کا انعام ملنا شروع ہو جائے تو پھر خدا تعالیٰ کی مہربانی کے جلوے بھی انسان دیکھنا شروع کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ "دعا کے نہ کرنے سے اوّل زنگ دل پر چڑھتا ہے" نہ کرنے سے دل پہ زنگ چڑھ جاتا ہے "پھر قساوت پیدا ہوتی ہے" دل میں سختی پیدا ہو جاتی ہے کہ کیا ضرورت ہے دعا کی اور انسان دُور ہٹتا جاتا ہے۔ "پھر خدا سے اجنبیت" پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُوری پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو غیر سمجھنے لگ جاتا ہے "پھر عداوت" پیدا ہوتی ہے "پھر نتیجہ سلبِ ایمان ہوتا ہے۔" (ملفوظات جلد6 صفحہ 423-422)

اور آخر میں پھر اللہ تعالیٰ پہ ایمان ہی اٹھ جاتا ہے۔ تو یہ مختلف حالتیں ہیں جو دعا نہ کرنے کی وجہ سے پھر

بتدریج ہوتی ہیں۔ آدمی کو پہلے زنگ لگتا ہے۔ پھر سختی پیدا ہوتی ہے۔ پھر دہریت پیدا ہوتی ہے۔ پھر انسان عداوت اور دشمنی میں بڑھنے لگ جاتا ہے۔ ایسے خیالات آنے لگ جاتے ہیں۔ پھر ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔

پھر انسان دہریہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے دعا کی طرف ضرور آؤ۔ اور نہیں تو پھر جو ایمان ضائع ہو جائے تو پھر انسان کی دنیا و عاقبت دونوں برباد ہو گئیں۔ پھر یہ بات بیان فرماتے ہوئے کہ کس قسم کی دعا اسلام کا فخر ہے آپؑ فرماتے ہیں:

"دعا اسلام کا خاص فخر ہے اور مسلمانوں کو اس پر بڑا ناز ہے مگر یہ یاد رکھو کہ یہ دعا زبانی بَک بَک کا نام نہیں ہے بلکہ یہ وہ چیز ہے کہ دل خدا تعالیٰ کے خوف سے بھر جاتا ہے اور دعا کرنے والے کی روح پانی کی طرح بہہ کر آستانۂ الوہیت پر گرتی ہے اور اپنی کمزوریوں اور لغزشوں کے لئے قوی اور مقتدر خدا سے طاقت اور قوت اور مغفرت چاہتی ہے اور یہ وہ حالت ہے کہ دوسرے الفاظ میں اس کو موت کہہ سکتے ہیں۔ جب یہ حالت میسر آجاوے تو یقیناً سمجھو کہ بابِ اجابت اس کے لئے کھولا جاتا ہے۔" اب دعا کی قبولیت کا دروازہ کھل گیا "اور خاص قوت اور فضل اور استقامت بدیوں سے بچنے اور نیکیوں پر استقلال کے لئے عطا ہوتی ہے۔ یہ ذریعہ سب سے بڑھ کر زبردست ہے۔ مگر بڑی مشکل یہ ہے کہ لوگ دعا کی حقیقت اور حالت سے محض ناواقف ہیں اور اسی وجہ سے اس زمانہ میں بہت سے لوگ اس سے منکر ہو گئے ہیں کیونکہ وہ ان تاثیرات کو نہیں پاتے اور منکر ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہونا ہی ہے" وہی تقدیر والی بات۔ "پھر دعا کی کیا حاجت ہے مگر مَیں خوب جانتا ہوں کہ یہ تو نرا بہانہ ہے۔ انہیں چونکہ دعا کا تجربہ نہیں، اس کی تاثیرات پر اطلاع نہیں اس لئے اس طرح کہہ دیتے ہیں ورنہ اگر وہ ایسے ہی متوکل ہیں تو پھر بیمار ہو کر علاج کیوں کرتے ہیں؟..... جبکہ دوسرے اشیاء میں تاثیرات موجود ہیں تو کیا وجہ ہے کہ باطنی دنیا میں تاثیرات نہ ہوں" یعنی کہ جو روحانی اور اندرونی ہے اس میں تاثیرات نہ ہوں "جن میں سے دعا ایک زبردست چیز ہے۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 264-263)

پس دعا میں تاثیرات ہیں لیکن اُن کی دعاؤں میں جو اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے والے ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کرنے کا حق ادا کرنے والے ہیں اور مستقل مزاجی سے کرتے چلے جانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کو کرنے کا حکم دیا ہے انہیں کرنے والے ہیں اور جن سے روکا ہے ان سے رکنے والے ہیں اور پھر ان کے ایمان میں ذرا بھی لغزش نہ آئے بلکہ ایمان میں بڑھتے چلے جانے والے ہوں۔ پھر یہ حالت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

پھر دعا کو مستقل مزاجی سے کرتے چلے جانے کے بارے میں آپؑ فرماتے ہیں کہ:

"دعا کرتے وقت بے دلی اور گھبراہٹ سے کام نہیں لینا چاہئے اور جلدی ہی تھک کر نہیں بیٹھنا چاہئے بلکہ اس وقت تک ہٹنا نہیں چاہئے جب تک دعا اپنا پورا اثر نہ دکھائے۔ جو لوگ تھک جاتے اور گھبرا جاتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں کیونکہ یہ محروم رہ جانے کی نشانی ہے۔ میرے نزدیک دعا بہت عمدہ چیز ہے اور میں اپنے تجربہ سے کہتا ہوں، خیالی بات نہیں جو مشکل کسی تدبیر سے حل نہ ہوتی ہو اللہ تعالیٰ دعا کے ذریعہ اسے آسان کر دیتا ہے۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ دعا بڑی زبردست اثر والی چیز ہے۔ بیماری سے شفا اس کے ذریعہ ملتی ہے۔ دنیا

کی تنگیاں مشکلات اس سے دُور ہوتی ہیں۔'' دنیا کی تنگیاں اور مشکلات بھی اس سے دُور ہوتی ہیں ''دشمنوں کے منصوبے سے یہ بچا لیتی ہے اور وہ کیا چیز ہے جو دعا سے حاصل نہیں ہوتی؟ سب سے بڑھ کر یہ کہ انسان کو پاک یہ کرتی ہے۔'' سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انسان کو پاک کرتی ہے اور یہی انسان کا ایک مومن کا ایک عابد کا اصل مقصود ہونا چاہیے ''اور خدا تعالیٰ پر زندہ ایمان یہ بخشتی ہے۔ گناہ سے نجات دیتی ہے اور نیکیوں پر استقامت اس کے ذریعہ سے آتی ہے۔ بڑا ہی خوش قسمت وہ شخص ہے جس کو دعا پر ایمان ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عجیب در عجیب قدرتوں کو دیکھتا ہے اور خدا تعالیٰ کو دیکھ کر ایمان لاتا ہے کہ وہ قادر کریم خدا ہے۔''

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 266-265)

دعا کی قبولیت کے نہ ہونے پر شکوہ کرنے والوں کے جواب میں آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں: ''بہت سے لوگ ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ پر الزام لگاتے ہیں اور اپنے آپ کو بَری خیال کر کے کہتے ہیں کہ ہم نے تو نماز بھی پڑھی اور دعا بھی کی ہے مگر قبول نہیں ہوتی۔ یہ ان لوگوں کا اپنا قصور ہوتا ہے۔ نماز اور دعا جب تک انسان غفلت اور کسل سے خالی نہ ہو تو وہ قبولیت کے قابل نہیں ہوا کرتی۔ اگر انسان ایک ایسا کھانا کھائے جو کہ بظاہر تو میٹھا ہے مگر اس کے اندر زہر ملی ہوئی ہے تو مٹھاس سے وہ زہر معلوم تو نہ ہو گا مگر پیشتر اس کے کہ مٹھاس اپنا اثر کرے زہر پہلے ہی اثر کر کے کام تمام کر دے گا'' انسان کو مار دے گا۔ ''یہی وجہ ہے کہ غفلت سے بھری ہوئی دعائیں قبول نہیں ہوتیں کیونکہ غفلت اپنا اثر پہلے کر جاتی ہے۔ یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا بالکل مطیع ہو اور پھر اس کی دعا قبول نہ ہو۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ اس کے مقررہ شرائط کو کامل طور پر ادا کرے۔'' (ملفوظات جلد 5 صفحہ 319-318)

پس اللہ تعالیٰ کی شرائط میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بات مکمل طور پر مانی جائے، لبیک کہا جائے اور اس پر ایمان مضبوط ہو۔ کچھ ہو جائے مگر انسان اللہ تعالیٰ کا دَر نہ چھوڑے۔ اللہ تعالیٰ نے اسباب پیدا کیے، ان کا استعمال کرنا بھی دعا کے ساتھ ضروری ہے۔ اس بارے میں آپؑ نے فرمایا:

''یہ سچی بات ہے کہ جو شخص اعمال سے کام نہیں لیتا وہ دعا نہیں کرتا بلکہ خدا تعالیٰ کی آزمائش کرتا ہے اس لئے دعا کرنے سے پہلے اپنی تمام طاقتوں کو خرچ کرنا ضروری ہے اور یہی معنی اس دعا'' اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (الفاتحہ:06)'' کے ہیں۔ پہلے لازم ہے کہ انسان اپنے اعتقاد، اعمال میں نظر کرے کیونکہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ اصلاح اسباب کے پیرایہ میں ہوتی ہے۔'' اصلاح ہونے کے لیے بہر حال کوئی اسباب مہیا ہوتے ہیں۔ ''وہ کوئی نہ کوئی ایسا سبب پیدا کر دیتا ہے کہ جو اصلاح کا موجب ہو جاتا ہے وہ لوگ اس مقام پر ذرا خاص غور کریں جو کہتے ہیں کہ جب دعا ہوئی تو اسباب کی کیا ضرورت ہے۔ وہ نادان سوچیں کہ دعا بجائے خود ایک مخفی سبب ہے۔'' دعا بھی تو ایک سبب ہی ہے کہ ''جو دوسرے اسباب کو پیدا کر دیتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 124)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ''اسلام سے سچی مراد یہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع اپنی رضا کر لے مگر سچ یہ ہے کہ یہ مقام انسان کی اپنی قوت سے نہیں مل سکتا۔ ہاں اس میں کلام نہیں کہ انسان کا فرض ہے کہ وہ مجاہدات کرے لیکن اس مقام کے حصول کا اصل اور سچا ذریعہ دعا ہے۔ انسان کمزور ہے جب تک دعا

سے قوت اور تائید نہیں پاتا اس دشوار گزار منزل کو طے نہیں کر سکتا۔ خود اللہ تعالیٰ نے انسان کی کمزوری اور اس کے ضعف حال کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا (النساء:29) یعنی انسان ضعیف اور کمزور بنایا گیا ہے۔ پھر باوجود اس کی کمزوری کے اپنی ہی طاقت سے ایسے عالی درجہ اور ارفع مقام کے حاصل کرنے کا دعویٰ کرنا سراسر خام خیالی ہے۔ اس کے لئے دعا کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ دعا ایک زبردست طاقت ہے جس سے بڑے بڑے مشکل مقام حل ہو جاتے ہیں اور دشوار گزار منزلوں کو انسان بڑی آسانی سے طے کر لیتا ہے کیونکہ دعا اس فیض اور قوت کے جذب کرنے والی نالی ہے جو اللہ تعالیٰ سے آتا ہے۔ جو شخص کثرت سے دعاؤں میں لگا رہتا ہے وہ آخر اس فیض کو کھینچ لیتا ہے اور خدا تعالیٰ سے تائید یافتہ ہو کر اپنے مقاصد کو پالیتا ہے۔ ہاں نری دعا خدا تعالیٰ کا منشا نہیں ہے بلکہ اوّل تمام مساعی اور مجاہدات کو کام میں لائے اور اس کے ساتھ دعا سے کام لے، اسباب سے کام لے۔ اسباب سے کام نہ لینا اور نری دعا سے کام لینا یہ آداب الدعا سے ناواقفی ہے اور خدا تعالیٰ کو آزمانا ہے اور نرے اسباب پر گر رہنا اور دعا کو لاشئ محض سمجھنا یہ دہریت ہے۔ یقیناً سمجھو کہ دعا بڑی دولت ہے۔ جو شخص دعا کو نہیں چھوڑتا اس کے دین اور دنیا پر آفت نہ آئے گی۔ وہ ایک ایسے قلعے میں محفوظ ہے جس کے ارد گرد مسلح سپاہی ہر وقت حفاظت کرتے ہیں لیکن جو دعاؤں سے لاپرواہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو خود بے ہتھیار ہے اور اس پر کمزور بھی ہے اور پھر ایسے جنگل میں ہے جو درندوں اور موذی جانوروں سے بھرا ہوا ہے۔ وہ سمجھ سکتا ہے کہ اس کی خیر ہرگز نہیں ہے۔ ایک لمحہ میں وہ موذی جانوروں کا شکار ہو جائے گا اور اس کی ہڈی بوٹی نظر نہ آئے گی۔ اس لئے یاد رکھو کہ انسان کی بڑی سعادت اور اس کی حفاظت کا اصل ذریعہ یہی دعا ہے۔ یہی دعا اس کے لئے پناہ ہے اگر وہ ہر وقت اس میں لگا رہے۔"

(ملفوظات جلد7 صفحہ 193-192)

پھر فرمایا: "خدا تعالیٰ ایک تعلق چاہتا ہے اور اس کے حضور میں دعا کرنے کے لئے تعلق کی ضرورت ہے۔ بغیر تعلق کے دعا نہیں ہو سکتی۔ پہلے بزرگوں کی بھی اس قسم کی باتیں چلی آئی ہیں کہ جن سے دعا کرنے والوں کو دعا کرانے سے پہلے تعلق ثابت کرنے کی تاکید کی۔ خوانخواہ بازار میں چلتے ہوئے کسی بے تعلق کو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تُو میرا دوست ہے اور نہ ہی اس کے لئے درد دل پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی جوشِ دعا پیدا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق اس طرح نہیں ہو سکتا کہ انسان غفلت کاریوں میں بھی مبتلا رہے اور صرف منہ سے دم بھرتا رہے کہ مَیں نے خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر لیا ہے....." فرمایا "اللہ تعالیٰ سے تعلق کے لئے ایک محویت کی ضرورت ہے۔ ہم بار بار اپنی جماعت کو اس بات پر قائم ہونے کے لئے کہتے ہیں" فرمایا کہ "ہم بار بار اپنی جماعت کو اس بات پر قائم ہونے کے لیے کہتے ہیں کیونکہ جب تک دنیا کی طرف سے انقطاع اور اس کی محبت دلوں سے ٹھنڈی ہو کر اللہ تعالیٰ کے لئے فطرتوں میں طبعی جوش اور محویت پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک ثبات میسر نہیں آ سکتا۔" (ملفوظات جلد7 صفحہ 43-42)

پس ہمیں ان دنوں میں جب کہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر یہ برکت کا مہینہ ہمارے لیے مہیا فرمایا ہے اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے دعاؤں کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ یہی ہماری دنیا و عاقبت سنوارنے کا ذریعہ ہے۔ رمضان کا اب آخری عشرہ شروع ہو رہا ہے اس میں خاص طور پر ہمیں اللہ تعالیٰ کے حکموں کو

اپنا لائحہ عمل بناتے ہوئے، ایمان میں مضبوط ہوتے ہوئے راتوں کو اٹھ کر اس کے حضور جھکتے ہوئے اس کے قرب کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تا کہ ہم اس ہدایت کو پانے والے ہوں جس پر اللہ تعالیٰ ہمیں چلانا چاہتا ہے۔

رمضان کی دعاؤں میں خاص طور پر جماعت کی ترقی کے لیے دعائیں کریں۔

اسیر ان کے لیے دعائیں کریں اللہ تعالیٰ ان کی رہائی کے سامان جلد پیدا فرمائے۔ یمن کے اسیر ان کے لیے دعائیں کریں خاص طور پر ایک خاتون وہاں ہیں۔ ان کو قید میں ظالمانہ طور پر ایک تنگ سی کوٹھڑی میں رکھا ہوا ہے جو باقی اسیر ان سے علیحدہ ہیں لیکن وہ بڑے صبر اور ایمان کی پختگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہاں رہ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی رہائی کے بھی سامان جلد پیدا فرمائے۔ جو بدظنیاں جماعت کے بارے میں ان لوگوں کے دل میں ہیں یعنی مخالفین کے، اللہ تعالیٰ انہیں دُور فرمائے۔

فلسطینیوں کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں بظاہر تو یہ کہتے ہیں جی بڑی تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں لیکن حالات تو بدتر ہی ہو رہے ہیں۔ یو این کا ریزولیوشن جو پاس ہوا ہے اس کے باوجود یہ ظلم اسی طرح جاری ہے اور یہاں مغربی بڑی طاقتوں کے دوہرے معیار کا بھی پتہ چلتا ہے۔ یہی ظلم جب ان کے پسندیدہ لوگوں پر ہو، ملکوں پر ہو تو فوری دوسرے ملک پر پابندیاں عائد ہو جاتی ہیں لیکن اسرائیل پر پابندیاں نہیں لگائی جائیں گی بلکہ امریکہ نے گذشتہ دنوں کئی بلین ڈالر کی غیر مشروط امداد ان کے لیے منظور کی ہے لیکن فلسطینیوں کے لیے چند ملین کی امداد منظور کی ہے پھر شرط یہ لگا دی کہ وہ اسرائیل کے خلاف عدالتِ انصاف میں نہیں جائیں گے یا کسی فورم پہ نہیں جائیں گے جہاں ان کو اس کے خلاف کچھ کہنے کا موقع ملے۔ تو ان جیسے لوگوں سے کیا توقع کی جا سکتی ہے۔

پس دعا ہی ہے اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ان مظلوموں کو ان ظالموں سے نجات دے اور ہمیں بھی ان مظلوموں کے لیے دعا کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 19/اپریل 2024ء جلد 31 شمارہ 94 صفحہ 02 تا 08)

14

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 05/ اپریل 2024ء بمطابق 05/ شہادت 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ یَکْشِفُ السُّوْٓءَ وَ یَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ۔ ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ۔ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ۔ (النمل:63)

یا پھر وہ کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارے اور تکلیف دُور کر دیتا ہے اور تمہیں زمین کا وارث بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اَور معبود ہے۔ بہت کم ہے جو تم نصیحت پکڑتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ مَیں مضطر اور بے قرار کی دعائیں قبول کرتا ہوں۔ گذشتہ جمعہ بھی مَیں نے دعا کا مضمون ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالوں کی روشنی میں بیان کیا تھا کہ دعائیں کس طرح ہونی چاہئیں، ان کی حکمت، ان کی فلاسفی کیا ہے۔ یہی دعا کا مضمون آج بھی جاری ہے۔

جیسا کہ مَیں نے کہا اللہ تعالیٰ **فرماتا ہے کہ مَیں مضطر کی دعائیں سنتا ہوں** تو مضطر سے مراد صرف بے قرار ہی نہیں ہے بلکہ ایسا شخص ہے جس کے تمام راستے کٹ گئے ہوں۔ پس جب ہم دعا کے لیے اللہ تعالیٰ کے آگے جھکیں تو ایسی حالت بنا کر جھکیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کریں کہ سوائے تیرے ہمارا کوئی نہیں اور ہم تجھی پر انحصار کرتے ہیں بھروسا کرتے ہیں اور تیرے پاس ہی آئے ہیں۔ جماعتی لحاظ سے تو خاص طور پر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اَور کوئی نہیں ہے جو ہمیں ان حالات سے نکالے جو پاکستان میں ہیں یا بعض دوسرے ملکوں میں ہیں بلکہ ذاتی طور پر بھی اگر انسان سمجھے تو اللہ تعالیٰ ہی ہے جو سب کام کرتا ہے۔ وہی ہے جو ہماری ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ وہی ہے جس کے آگے جھکا جا سکتا ہے۔ وہی ہے جو اسباب مہیا کرتا ہے۔ جو نہیں بھی اس کے سامنے جھکتے ان پر بھی اس کی رحمانیت کا جلوہ ہے کہ جو فیض اٹھا رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مضطر کے حوالے سے جو خاص نکتہ بیان فرمایا ہے اور اس کا مَیں نے گذشتہ خطبہ میں بھی ذکر کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شناخت کی یہ خاص نشانی بیان فرمائی ہے کہ مَیں مضطر کی دعا سنتا ہوں۔

پس اپنی دعاؤں میں حالتِ اضطرار پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ پس ہمیں دعاؤں کی طرف خاص توجہ دینی چاہیے۔ یہ دعائیں ہی ہیں جو ہمیں ان حالات سے نکالیں گی جن میں ہم آج کل ہیں بلکہ امّت مسلمہ کے ابتلا سے نکالنے کے لیے بھی دعائیں ہی کام آئیں گی اگر اس کو سمجھ کر یہ لوگ دعا کریں اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کی مخالفت کو ترک کریں۔

بہر حال جہاں تک احمدیوں کا سوال ہے ہر احمدی کو یہ بات اپنے ذہن میں اچھی طرح بٹھا لینی چاہیے کہ اگر یہ **اپنی دعاؤں کی قبولیت چاہتے ہیں تو اضطرار کی حالت پیدا کریں۔** حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون کو ایک جگہ بیان فرمایا ہے۔ فرمایا کہ "یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے۔ جب تک کثرت سے اور بار بار اضطراب سے دعا نہیں کی جاتی وہ پروا نہیں کرتا....." فرمایا "قبولیت کے واسطے اضطراب شرط ہے۔"
(ملفوظات جلد 10 صفحہ 137)

اور اضطراب کی حالت وہ ہے جو سو فیصد یہ یقین ہو کہ اب دنیا کے تمام راستے بند ہو گئے ہیں اور اب ایک ہی راستہ ہے جو خدا تعالیٰ کا راستہ ہے، جو حضرتِ توّاب کا راستہ ہے جو ہمیں مشکلات سے نکال سکتا ہے۔ پس اپنی دعاؤں میں یہ درد کی حالت ہمیں پیدا کرنی چاہیے ورنہ یہ دعا اور ذکرِ الٰہی اگر صرف زبانی جمع خرچ ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس بارے میں ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ کو زیادہ یاد کرو اور ذکر کی مثال ایسی سمجھو کہ جیسے کسی آدمی کا اس کے دشمن نہایت تیزی کے ساتھ پیچھا کر رہے ہوں یہاں تک کہ اس آدمی نے بھاگ کر ایک مضبوط قلعے میں پناہ لی اور دشمنوں کے ہاتھ لگنے سے بچ گیا۔ اسی طرح انسان شیطان سے نجات پا سکتا ہے ورنہ کوئی ذریعہ نہیں۔
(شعب الایمان جزء دوم صفحہ 73 حدیث 534 مطبوعہ مکتبۃ الرشد ناشرون بیروت 2003ء)

پس دعاؤں کی طرف بہت زیادہ ضرورت ہے۔ قرآنی دعائیں ہیں، مسنون دعائیں ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سکھائی ہوئی دعائیں ہیں اور اپنی زبان میں دعائیں ہیں۔ اگر ہم نے ان حالات سے باہر نکلنا ہے جو ہمارے لیے پیدا کیے گئے ہیں یا پیدا کیے جا رہے ہیں تو ان کی طرف ہمیں بہت توجہ کرنی چاہیے۔ پاکستان میں یا بعض دوسرے ملکوں میں آزادی سے ہم نماز نہیں ادا کر سکتے۔ آزادی سے ہم اپنے عشقِ رسولؐ ظاہر نہیں کر سکتے۔ آزادی سے ہم خدا تعالیٰ کی آخری شرعی کتاب قرآن کریم نہیں پڑھ سکتے۔ آزادی سے ہم کسی بھی قسم کے اسلامی شعائر کا اظہار نہیں کر سکتے۔ شیطان کے چیلے ہر وقت اس تاک میں ہیں کہ کہاں اور کب موقع ملے اور ہم احمدیوں کے خلاف کارروائیاں کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر اپنے زعم میں ثواب کمانے والے بنیں۔ گذشتہ دنوں ایک احمدی کو شہید کیا اور قاتل پکڑے گئے جب ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا ہم نے فلاں مدرسے کے مولوی صاحب سے پوچھا تھا کہ جنت میں جانے کا قریب ترین راستہ کیا ہے تو انہوں نے کہا قریب ترین طریقہ یہی ہے کہ تم کسی کافر کو مار دو اور احمدی کیونکہ کافر ہیں اس لیے ان کو مارنا جائز ہے، قتل کرنا جائز ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آنے کے سامان پیدا کر رہے ہیں۔

بہر حال ہمیں اپنی حالتوں کو مضطر کی حالت بنانے کی ضرورت ہے اور مضطر کی ایک پہچان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بتائی ہے بلکہ کلام الٰہی کی روشنی میں یہ بتائی ہے کہ "لفظ مُضْطَر سے وہ ضرر یافتہ مراد ہیں جو محض ابتلا کے طور پر ضرر یافتہ ہوں نہ سزا کے طور پر"۔ (دافع البلاء، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 231)

اور آج احمدی ہی ہیں جو ان ابتلاؤں سے گزر رہے ہیں، جن پر یہ پابندیاں ہیں کہ عشقِ خدا اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اظہار نہیں کر سکتے۔ کوئی ذاتی خواہشات تو نہیں، کوئی ذاتی جرم تو نہیں جن کی سزائیں مل رہی ہیں۔ یہ تو ابتلاؤں میں سے ہمیں گزارا جا رہا ہے۔ پس ان دنوں میں اور ہمیشہ اپنی زبانوں کو

دعاؤں اور ذکرِ الٰہی سے تر رکھنا چاہیے۔ اپنے سجدوں میں، اپنی دعاؤں میں اضطرار کی حالت پیدا کرنی چاہیے۔ اس وقت مَیں بعض قرآنی اور مسنون دعاؤں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کو بھی دہراؤں گا ان دعاؤں پر صرف یہاں آمین کہہ دینا کافی نہیں ہے بلکہ ان پر ہمیں مستقل توجہ دینی چاہیے اور غور کر کے اضطرار کے ساتھ پڑھنا بھی چاہیے۔ اس کے علاوہ اپنی زبان میں بھی دعائیں کرتے رہنا چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اپنی زبان میں بھی دعائیں کرو تا کہ اضطرار کی حالت زیادہ پیدا ہو۔ دل اسے محسوس کرے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 6 صفحہ 146)

ذکر الٰہی کرنے والوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ذکر الٰہی کرنے والے اور ذکر الٰہی نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الدعوات باب فضل ذکر اللہ عز وجل حدیث 6407)

پس ہمیں ان زندوں میں شمار ہونے کی کوشش کرنی چاہیے جو ذکر الٰہی سے اپنی زبانیں تر رکھنے والے ہوں۔ پھر ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دعا ایسی مصیبت سے نجات کے لیے بھی فائدہ دیتی ہے جو نازل ہو چکی ہو اور ایسی مصیبت سے بھی بچاتی ہے جو ابھی نازل نہ ہوئی ہو۔ فرمایا: پس اے اللہ کے بندو! دعا کو اپنے اوپر لازم کر لو۔

(سنن الترمذی ابواب الدعوات باب من فتح لہ منکم باب الدعاء حدیث 3548)

پس دعا کی اہمیت کو ہمیں ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے۔ بعض دعاؤں کا ذکر مَیں کرتا ہوں جیسا کہ مَیں نے کہا سب سے پہلے تو سورہ فاتحہ ہے۔ صرف نماز میں ہی نہیں ویسے بھی اسے دہراتے رہنا چاہیے۔ جوبلی کی دعاؤں میں ہم نے یہ مقرر کی تھی سورۂ فاتحہ بھی لوگ ساتھ دہراتے تھے۔ دوسرے عادت پڑ جانی چاہیے کہ انسان مستقل دہراتا رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر فرمایا کہ سورۂ فاتحہ کی ایک خصوصیت یہ ہے ”اس کو توجہ اور اخلاص سے پڑھنا دل کو صاف کرتا ہے اور ظلمانی پردوں کو اٹھاتا ہے۔“ جو اندھیرے دل پہ چھائے ہوئے ہیں ان کو دُور کرتا ہے ”اور سینے کو منشرح کرتا ہے۔“ انشراح بخشتا ہے۔ تسلی دلاتا ہے ”اور طالبِ حق کو حضرتِ احدیت کی طرف کھینچ کر ایسے انوار اور آثار کا مورد کرتا ہے کہ جو مقربان حضرت احدیت میں ہونی چاہئے“ اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے کی طرف لے جاتا ہے۔ اگر انسان غور سے پڑھے تو جو قرب اللہ تعالیٰ کے مقربین کا ہوتا ہے ویسا قرب مل سکتا ہے، یہ نہیں کہ ہمیں نہیں مل سکتا ”اور جن کو انسان کسی دوسرے حیلہ یا تدبیر سے ہرگز حاصل نہیں کر سکتا۔“

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 402)

پس سورۂ فاتحہ کو بڑے غور سے اور سمجھ کر پڑھنے اور ورد کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے بلکہ اگر غور کیا جائے تو اس میں بیان دعائیں ہی انسان میں اضطرار کی حالت پیدا کر دیتی ہیں۔ پھر قرآن کریم کی ایک دعا ہے: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (البقرۃ:202)

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی حسنہ عطا کر اور آخرت میں بھی حسنہ عطا کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

اس کے بارے میں ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ”مومن کے

تعلقات دنیا کے ساتھ جس قدر وسیع ہوں وہ اس کے مراتب عالیہ کا موجب ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس کا نصب العین دین ہوتا ہے" مومن کا نصب العین دین ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی نظر میں دنیا کے تعلقات بھی اس کو مرتبے عطا کرتے ہیں کیونکہ دین مقدم ہوتا ہے "اور دنیا، اس کا مال و جاہ دین کا خادم ہوتا ہے۔ پس اصل بات یہ ہے کہ دنیا مقصود بالذات نہ ہو۔ بلکہ حصول دنیا میں اصل غرض دین ہو۔" فرمایا "دنیا مقصود بالذات نہ ہو بلکہ حصولِ دنیا میں اصل غرض دین ہو۔ اور ایسے طور پر دنیا کو حاصل کیا جاوے کہ وہ دین کی خادم ہو....." فرمایا "اللہ تعالیٰ نے جو یہ دعا تعلیم فرمائی ہے کہ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً (البقرۃ:202) اس میں بھی دنیا کو مقدم کیا ہے۔" پہلے دنیا رکھی ہے "لیکن کس دنیا کو؟... جو آخرت میں حسنات کا موجب ہو جاوے۔" وہ دنیا مقدم ہے جو آخرت میں حسنات کا موجب ہو جائے۔ "اس دعا کی تعلیم سے صاف سمجھ میں آجاتا ہے کہ مومن کو دنیا کے حصول میں حسنات الآخرۃ کا خیال رکھنا چاہئے اور ساتھ ہی حسنۃ الدنیا کے لفظ میں ان تمام بہترین ذرائع حصول دنیا کا ذکر آگیا ہے جو ایک مومن مسلمان کو حصول دنیا کے لئے اختیار کرنی چاہئے۔" دنیا کے لیے حسنات مانگیں گے تو پھر آدمی دنیا کمانے کے لیے غلط کام نہیں کر سکتا۔ دین مقدم ہو گا، اللہ تعالیٰ کی رضا مقدم ہو گی تو پھر اس کے مطابق انسان کام کرے گا۔ فرمایا "دنیا کو ہر ایسے طریق سے حاصل کرو جس کے اختیار کرنے سے بھلائی اور خوبی ہی ہو نہ وہ طریق جو کسی دوسرے بنی نوع انسان کی تکلیف رسائی کا موجب ہو۔ نہ ہم جنسوں میں کسی عار و شرم کا باعث۔ ایسی دنیا بے شک حسنۃ الآخرت کا موجب ہو گی۔" (ملفوظات جلد 2 صفحہ 92-91)

پس اس دنیا کو حاصل کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہونا چاہیے اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر یہ ہو گا تو تب ہی ہم دعا سے حقیقی فیض پانے والے ہوں گے۔ ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہماری جماعت کو یہ دعا آج کل بہت مانگنی چاہئے کہ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (البقرۃ:202)
(ماخوذ از ملفوظات جلد اوّل صفحہ 9)

اس لیے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے بنیں۔ اس لیے بھی کہ ہم دشمنوں کی بھڑکائی ہوئی آگ سے محفوظ رہیں اور آج کل تو دنیا کے جو حالات ہیں، جنگوں میں بھی ایسے ہتھیار استعمال ہوتے ہیں جو آگ پھینکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس آگ سے بھی بچائے اور دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی حسنات عطا فرمائے۔ پس اپنے لیے بھی اور دنیا کے لیے بھی احمدیوں کو بہت دعاؤں کی ضرورت ہے۔ پھر اس دعا کو بھی آج کل بہت شدت سے اور بہت اضطرار سے کرنا چاہیے۔ قرآنی دعا ہے:

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ۔ (البقرۃ:251)

اے ہمارے رب! ہم پر صبر نازل کر اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور کافر قوم کے خلاف ہماری مدد کر۔ کسی قسم کا خوف اور حالات ہمارے قدموں کو ڈگمگانہ دیں۔

اس دعا کا بھی بار بار اور اضطرار کے ساتھ ورد کرنا چاہیے کہ:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا۔ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ

قَبْلِنَا۔ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ۔ وَ اعْفُ عَنَّا۔ وَ اغْفِرْ لَنَا۔ وَ ارْحَمْنَا۔ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ (البقرۃ:287)

اے ہمارے رب! ہمارا مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے کوئی خطا ہو جائے اور اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا کہ ہم سے پہلے لوگوں پر ان کے گناہوں کے نتیجے میں تُو نے ڈالا اور اے ہمارے رب! ہم پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈال جو ہماری طاقت سے بڑھ کر ہو اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر تُو ہی ہمارا والی ہے۔ پس ہمیں کافر قوم کے مقابلے پر نصرت عطا کر۔

ایمان کی مضبوطی کے لیے یہ دعا بھی بہت پڑھنی چاہیے:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ (آل عمران:9)

اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تُو ہمیں ہدایت دے چکا ہے اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر یقیناً تُو ہی ہے جو بہت عطا کرنے والا ہے۔

اب اس کے بعد مَیں **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی بعض دعاؤں کا ذکر کرتا ہوں۔** ایک مرتبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے ایسی دعا سکھائیں جس کے ذریعے میں اپنی نماز میں دعا مانگوں۔ آپؐ نے فرمایا تم کہو:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا، وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِي، إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ۔

(صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الدعاء فی الصلاۃ حدیث 6326)

اے اللہ! مَیں نے اپنی جان پر بہت زیادہ ظلم کیا اور کوئی گناہ نہیں بخش سکتا سوائے تیرے۔ پس تُو اپنی جناب سے میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما۔ یقیناً تُو ہی بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو اس کی تاکید فرمائی۔ پھر مصعب بن سعدؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بدوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی بات سکھایئے جو مَیں کہا کروں آپؐ نے فرمایا یہ کہا کرو کہ:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيْمِ۔

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے لیے بہت حمد ہے۔ پاک ہے اللہ جو تمام جہانوں کا ربّ ہے نہ کوئی طاقت ہے نہ کوئی قوت ہے مگر اللہ کو جو غالب بزرگی والا اور خوب حکمت والا ہے۔

اس بدوی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! یہ تو میرے ربّ کے لیے ہیں۔ اس کی تعریف مَیں کر رہا ہوں۔ میرے لیے کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ یہ کہا کرو کہ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ۔ کہ اے اللہ! مجھے بخش دے۔ مجھ پر رحم فرما۔ مجھے ہدایت دے اور مجھے رزق عطا فرما۔

(صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء... باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء حدیث 6848)

ایک دوسری روایت میں بیان ہے کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے یہ دعا سکھایا کرتے تھے۔ ابو مالک اشجعیؓ اپنے والد سے اس کی روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص اسلام لاتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے نماز سکھاتے۔ پھر آپؐ اسے ارشاد فرماتے کہ ان کلمات کے ذریعے دعا کرے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ، وَارْحَمْنِیْ، وَاھْدِنِیْ، وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ۔

(صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء... باب فضل التھلیل والتسبیح والدعاء حدیث 6850)

اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت دے اور مجھے عافیت سے رکھ اور مجھے رزق عطا کر۔ اب دو سجدوں کے درمیان جو دعا ہے اس میں بھی ہم یہ دعا پڑھتے ہیں لیکن لوگ تو صرف سجدے سے اٹھتے ہیں اور پھر بیٹھ جاتے ہیں۔ لگتا ہے کہ دعا کرتے ہی نہیں۔ ان کے نزدیک تو اس کی اہمیت ہی کوئی نہیں لگتی حالانکہ اس پر بڑا غور کر کے سمجھ کے پڑھنی چاہیے۔ جہاں رزق سے مراد مادی رزق ہے وہاں روحانیت سے بھی اس کی مراد ہے۔ اس میں بھی بڑھنے سے اس کی مراد ہے۔

پس ہمیں چاہیے کہ ہم اس سوچ کے ساتھ دعا کیا کریں کہ جہاں ہم اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کریں وہاں اپنی اصلاح اور ہدایت اور روحانیت میں بڑھنے کے لیے بھی دعا کریں۔ صرف دنیا کے حصول کے لیے ہماری دعائیں نہ ہوں بلکہ اپنی ظاہری اور باطنی حالتوں کی بہتری کے لیے جب ہم دعا کریں گے اور خاص توجہ سے کریں گے تو پھر ہر قسم کے فضلوں کی بارش ہم ہوتی دیکھیں گے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سکھائی ہوئی ایک دعا کا یوں ذکر ملتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو جاگتے تو فرماتے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، سُبْحَانَكَ، اللّٰهُمَّ أَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِيْ، وَأَسْأَلُكَ رَحْمَتَكَ، اللّٰهُمَّ زِدْنِيْ عِلْمًا، وَلَا تُزِغْ قَلْبِيْ بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنِيْ، وَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً، إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ۔

(سنن ابی داؤد ابواب النوم باب مایقول الرجل اذا تعار من اللیل حدیث 5061)

اے اللہ! تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اے اللہ! مَیں تجھ سے اپنے گناہ کی مغفرت طلب کرتا ہوں اور تجھ سے تیری رحمت کا طلبگار ہوں۔ اے اللہ! مجھے علم میں بڑھا دے اور میرے دل کو ٹیڑھا نہ کرنا بعد اس کے جب تُو نے مجھے ہدایت دے دی اور اپنی جناب سے مجھے رحمت عطا فرما یقیناً تُو ہی بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی معاملے میں پریشانی ہوتی تو آپؐ فرماتے۔ یَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ۔

(سنن الترمذی ابواب الدعوات حدیث 3524)

اے زندہ اور دوسروں کو زندہ رکھنے والے! اے قائم اور دوسروں کو قائم رکھنے والے! اپنی رحمت کے ساتھ میری مدد فرما۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً روزہ دار کی اس کے افطار کے وقت کی دعا ایسی ہے جو ردّ نہیں کی جاتی۔ ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ جب افطار کرتے تو کہتے۔ اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ أَنْ تَغْفِرَ لِيْ۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الصیام باب فی الصائم لاترد دعوتہ حدیث 1753)

اے اللہ! مَیں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری رحمت کے واسطے سے جو ہر چیز پر وسیع ہے کہ تُو مجھے بخش دے۔

پھر حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ:

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاهْدِنِيْ لِلطَّرِيْقِ الْاَقْوَمِ۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 610 ام سلمة زوج النبی ﷺ حدیث 27126 عالم الکتب بیروت 1998ء)

اے میرے رب! بخش دے اور رحم فرما اور مجھے اس طریق کی ہدایت دے جو سب سے سیدھا اور درست اور مضبوط ہے۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کر رہے ہیں تو ہمیں کس شدّت سے کرنی چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ایک دعا کا ذکر بھی یوں ملتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دعا کیا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا، وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب الدعاء قبل السلام حدیث 832)

اے اللہ! مَیں تیری پناہ میں آتا ہوں قبر کے عذاب سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں مسیح دجال کے فتنے سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں زندگی کے فتنے سے اور موت کے فتنے سے۔ اے اللہ! مَیں تیری پناہ میں آتا ہوں گناہ سے اور مالی بوجھ سے۔ کسی کہنے والے نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؐ اس قدر کثرت سے کیوں مالی بوجھ سے پناہ طلب کرتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا:

جب آدمی پر مالی بوجھ پڑتا ہے تو جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔ اب یہ دعا جو کر رہے ہیں۔ آپؐ تو بہرحال ان چیزوں سے پاک تھے۔ یقیناً اپنی امّت کے لیے کر رہے تھے کہ وہ ان چیزوں سے بچیں۔ وہ جھوٹ سے بچیں۔ وعدہ خلافی سے بچیں۔ اب اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ ہم یہ دعائیں کرتے ہیں تو کیا ہم ان چیزوں کی پابندی بھی کر رہے ہوتے ہیں۔ پس یہ دعا بھی کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے بچائے اور دنیا کے حسنات سے ہمیں نوازتا رہے۔

پھر **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا ہے** جس کا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یوں ذکر فرمایا ہے۔ یہ لمبی دعا ہے اس لیے مَیں ترجمہ پڑھ دیتا ہوں کہ:

اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْمَغْرَمِ وَالْمَأْثَمِ۔ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَ فِتْنَةِ النَّارِ، وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنَى، وَ شَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ، وَ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، اللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا، كما يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، وَبَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔

اے اللہ! مَیں تیری پناہ میں آتا ہوں سستی اور بڑھاپے سے اور چٹی اور گناہ سے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں آگ کے عذاب سے اور آگ کے فتنے سے اور قبر کے فتنے سے اور قبر کے عذاب سے اور

امیری کے فتنے کے شر سے اور محتاجی کے فتنے کے شر سے اور مسیح دجال کے فتنے کے شر سے۔ اے اللہ! میری خطاؤں کو برف کے پانی اور ٹھنڈک سے دھو ڈال اور میرے قلب کو خطاؤں سے یوں صاف کر دے جیسے سفید کپڑا گندگی سے دھویا جاتا ہے اور میرے اور میری خطاؤں کے درمیان دوری پیدا کر دے جیسا کہ تُو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری پیدا کر دی۔

(صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الاستعاذۃ من ارذل العمر... حدیث 6375)

تو اس میں بہت ساری دعائیں آ گئی ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے جیسا کہ مَیں نے پہلے کہا۔ پہلی حدیث اس سے ملتی جلتی ہے تو ہمیں کس قدر اس کی طرف توجہ دینی چاہیے! پس یہ دعائیں ہی ہیں جو ہماری ذاتی زندگی میں بھی تبدیلی لائیں گی اور جماعتی زندگی میں بھی فائدہ دیں گی لیکن ہمیں اس کے ساتھ اس درد کو بھی محسوس کرنا ہو گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دعاؤں کے وقت محسوس کرتے ہوں گے اور صرف اپنے لیے نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی امّت کے لیے کرتے تھے۔ پس یہ دعائیں کرتے ہوئے اس بات کو بھی ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کیا درد ہو گا۔

آپؐ نے مسیح دجال کے فتنے سے بھی خاص طور پر پناہ مانگی جو اس زمانے میں اپنے عروج پر ہے۔ پس مسیح موعود کے غلاموں کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی متبعین میں سے ہیں خاص طور پر دعاؤں کی طرف توجہ دینی چاہیے اور ان فتنوں سے بچنے کے لیے اور خاص طور پر فتنہ دجال سے بچنے کے لیے اور دنیا کو بچانے کے لیے اس دعا کی بہت ضرورت ہے۔

بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کی نماز میں جو ایک دعا کا ذکر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد پڑھنے کے لیے اٹھتے تو فرماتے۔ یہ دعا لمبی ہے اس کا میں ترجمہ پڑھ دیتا ہوں کہ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ لَكَ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ، وَوَعْدُكَ حَقٌّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ، وَقَوْلُكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ (صلّى الله عليه وسلّم) حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اللّٰهُمَّ إِلَيْكَ أَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَوْ لَا إِلٰهَ غَيْرُكَ۔

اے اللہ! سب تعریفوں کا تُو حقدار ہے تُو آسمانوں اور زمین کو قائم رکھنے والا ہے اور ان کو بھی جو ان میں ہیں اور ہر قسم کی تعریف کا تُو ہی مستحق ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت تیری ہے اور ان کی بھی جو اُن میں ہیں۔ ہر قسم کی تعریف کا تُو ہی مستحق ہے تُو آسمانوں کا اور زمین کا نور ہے اور ان کا جو اُن میں ہیں اور ہر قسم کی تعریف کا تُو ہی مستحق ہے تُو برحق ہے تیرا وعدہ برحق ہے تیری ملاقات برحق ہے تیرا ارشاد برحق ہے اور جنت برحق ہے اور آگ برحق ہے اور انبیاءؑ برحق ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہیں اور موعود گھڑی برحق ہے۔ اے اللہ! مَیں تیرے حضور جھکا ہوں اور تیری خاطر میں نے جھگڑا کیا اور تیرے حضور فیصلہ چاہا۔ پس تُو مجھے بخش دے جو مَیں نے پہلے آگے بھیجا اور جو بعد کے لیے رکھ دیا اور جسے مَیں نے پوشیدہ کیا

اور جس کا مَیں نے اظہار کیا۔ تُو مقدم ہے اور تُو موخر ہے صرف تُو ہی عبادت کے لائق ہے یا فرمایا تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ (صحیح البخاری کتاب التہجد باب التہجد باللیل حدیث 1120)

پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں نے آج رات آپؐ کی دعا سنی ہے اس میں سے جو مجھ تک پہنچا آپؐ کہہ رہے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ، وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَا رَزَقْتَنِیْ۔

اے اللہ! مجھے میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے میرا گھر وسیع کر دے اور میرے لیے اس میں برکت رکھ دے جو تُو نے مجھے بطور رزق عطا فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دیکھتے ہو کہ ان کلمات نے کوئی چیز چھوڑی ہے۔ (سنن الترمذی ابواب الدعوات حدیث 3500)

تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ہیں ان کا ترجمہ کم از کم یاد کر کے یا اس کا مفہوم سمجھ کر ہمیں بھی اس طرح دعائیں کرنی چاہئیں۔ پھر بخاری میں ایک دعا اس طرح ملتی ہے کہ:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا، وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا، وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا، وَعَنْ یَمِیْنِیْ نُوْرًا، وَعَنْ یَسَارِیْ نُوْرًا، وَفَوْقِیْ نُوْرًا، وَتَحْتِیْ نُوْرًا، وَأَمَامِیْ نُوْرًا، وَخَلْفِیْ نُوْرًا، وَاجْعَلْ لِیْ نُوْرًا۔

(صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الدعاء اذا انتبہ من اللیل حدیث 6316)

یہ بھی یہ روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤں میں یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! میرے دل میں نور رکھ دے۔ میری بصارت و بصیرت میں نور رکھ دے۔ میری سماعت میں نور رکھ دے۔ میرے دائیں بھی نور رکھ دے۔ میرے بائیں بھی نور رکھ دے۔ میرے اوپر بھی نور ہو اور میرے نیچے بھی نور ہو اور میرے آگے بھی نور رکھ دے اور میرے پیچھے بھی نور رکھ دے اور میرے لیے نور ہی نور کر دے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا کا یوں ذکر ہے۔ زِیاد بن عِلَاقہ اپنے چچا قُطْبَہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ:

اللّٰھُمَّ إِنِّی أَعُوْذُ بِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ وَالْأَعْمَالِ وَالْأَھْوَاءِ

اے میرے اللہ! مَیں بُرے اخلاق اور بُرے اعمال سے اور بُری خواہشات سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(سنن الترمذی ابواب الدعوات باب دعاء ام سلمۃ حدیث 3591)

بڑی مختصر سی یہ دعا ہے اور یہ ہر کوئی آرام سے کر بھی سکتا ہے۔ بُرے اخلاق بُرے اعمال اور بُری خواہشات سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اگر یہ انسان کرے اور درد سے کرے تو بہت ساری برائیاں بھی دُور ہو جائیں گی اور نیکیاں پیدا ہو جائیں گی۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کثرت سے دعائیں کیں کہ ہم کو ان میں سے کچھ بھی یاد نہ رہا۔ بیٹھے ہوں گے۔ دعائیں سکھا رہے ہوں گے۔ بہت ساری دعائیں کیں۔ چنانچہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ اتنی زیادہ دعائیں تھیں کہ ہمیں یاد نہیں رہا۔

کہتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! آپ نے بہت سی دعائیں کی

ہیں مگر ہم کو تو ان دعاؤں میں سے کچھ بھی یاد نہیں رہا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا مَیں تم لوگوں کو ایک ایسی دعا نہ بتا دوں جو ان سب دعاؤں کی جامع دعا ہے۔ سنیں غور سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا۔ فرمایا کہ تم لوگ یہ دعا کیا کرو کہ:

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ، وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

اے اللہ! ہم تجھ سے اس خیر کے طالب ہیں جس خیر کے طالب تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ہم ہر اس شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں جس سے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے پناہ طلب کی تھی اور اصل مددگار تو تُو ہی ہے اور تجھ ہی سے ہم دعائیں مانگتے ہیں اور اللہ کی مدد کے بغیر نہ تو ہم نیکی کرنے کی طاقت پاتے ہیں اور نہ ہی شیطان کے حملوں سے بچنے کی قوت۔

(سنن الترمذی ابواب الدعوات حدیث 3521)

پس اگر ہم یہ دعا کریں گے تو جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا ہو گی وہاں تمام جامع دعائیں ہمارے دل میں سے نکلنا شروع ہو جائیں گی۔ پھر بخشش اور مغفرت کی ایک دعا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے کہ:

رَبِّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ وَ جَهْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ كُلِّهٖ وَمَااَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّی اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطَايَایَ وَعَمْدِیْ وَجَهْلِیْ وَ جِدِّیْ وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَ مَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَ اَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔

اے میرے رب! میری خطائیں، میری جہالتیں، میرے تمام معاملات میں میری زیادتیاں جو تُو مجھ سے زیادہ جانتا ہے مجھے بخش دے۔ اے میرے اللہ! اب یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا کر رہے ہیں جن میں یہ برائیوں کا، ان باتوں کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ نیکیاں ہی نیکیاں تھیں لیکن کس لیے؟ امّت کے لیے، امّت کو سکھانے کے لیے یہ فرما رہے ہیں کہ اے میرے اللہ! مجھے میری خطائیں، میری عمداً کی گئی غلطیاں، جہالت اور سنجیدگی سے ہونے والی میری غلطیاں مجھے معاف فرما دے اور یہ سب میری طرف سے ہوئی ہیں۔ اے اللہ! مجھے میرے وہ گناہ بخش دے جو مَیں پہلے کر چکا ہوں اور جو مجھ سے بعد میں سرزد ہوئے ہیں اور جو مَیں چھپ کر کر چکا ہوں اور جو مَیں اعلانیہ کر چکا ہوں۔ مقدم و مؤخر تُو ہی ہے اور تُو ہر ایک چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الدعوات باب قول النبی ﷺ اللّٰهم اغفرلی مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخرت حدیث 6398)

یہ بخاری کی حدیث ہے اور یہ روایتیں اس لیے ہیں کہ ہم یہ دعا کریں۔ پس یہ ہمارے لیے دعائیں سکھائی گئی ہیں۔ پھر مصیبت اور حالتِ کرب کی ایک دعا کا ذکر یوں ملتا ہے کہ:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ

السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ۔

(صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الدعا عند الکرب حدیث 6346)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف کی حالت میں یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ عظمت والا اور بُردبار ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ عرش عظیم کا ربّ ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آسمان و زمین کا اور عرشِ کریم کا ربّ ہے۔ پھر ابتلا کے وقت کی ایک دعا اس طرح ہے۔ اس کا حضرت ابوہریرہؓ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتَعَوَّذُ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ۔

(صحیح البخاری کتاب الدعوات باب التعوذ من جهد البلاء حدیث 6347)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناقابل برداشت آزمائشوں، بدبختی، بُری قضا اور دشمن کے خوش ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب فرمایا کرتے تھے۔ دنیا کے فتنے سے بچنے کے لیے ایک دعا ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ أَنْ نُرَدَّ اِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔

(صحیح البخاری کتاب الدعوات باب التعوذ من فتنة الدنیا حدیث 6390)

مصعب بن سعد بن ابی وقاصؓ اپنے والد سے یہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ کلمات ایسے سکھایا کرتے تھے جس طرح لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔ اس طرح لکھاتے تھے تاکید کرتے تھے جس طرح لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔ یہ دعا کیا تھی جو سکھاتے تھے کہ اے اللہ! مَیں تیری پناہ چاہتا ہوں بخل سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں بزدلی سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ مَیں ارذل العمر کی طرف لوٹایا جاؤں اور تیری پناہ چاہتا ہوں دنیاوی آزمائشوں میں گھرنے سے اور قبر کے عذاب میں گرفتار ہونے سے۔ بڑی جامع دعا ہے۔ حصولِ رشد کی دعا۔ اس کا ترجمہ یہ ہے عمران بن حُصَین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد حُصَین کو فرمایا اگر تُو اسلام قبول کر لیتا تو میں تمہیں دو کلمات سکھاتا جو تیرے لیے نفع کا موجب ہوتے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حُصین نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! مجھے وہ دو کلمات سکھایئے جن کا آپؐ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم یہ کہا کرو کہ:

اَللّٰهُمَّ أَلْهِمْنِیْ رُشْدِیْ وَ أَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ۔

کہ اے اللہ! مجھے میری ہدایت کے ذرائع الہام کر اور میرے نفس کے شر سے مجھے محفوظ رکھ۔

(سنن الترمذی ابواب الدعوات باب قصة تعلیم الدعا... حدیث 3483)

یہ دعا بھی فی زمانہ بہت پڑھنے کی ضرورت ہے۔ دشمنوں کے بد ارادوں کے خلاف دعا۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔

(سنن ابی داؤد کتاب الوتر باب مایقول اذا خاف قومًا حدیث 1537)

حضرت ابوبُردہ بن عبداللہؓ نے یہ روایت کی ہے۔ کہتے ہیں میرے والد نے مجھے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم کی طرف سے خوف محسوس کرتے تو ان الفاظ میں یہ دعا کیا کرتے تھے:

اے اللہ! ہم تجھے ان کے سینوں کے مقابل پر رکھتے ہیں اور ان کے شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔

یہ دعا بھی آج کل احمدیوں کو بہت زیادہ پڑھنی چاہیے۔ دشمنوں کے شر سے اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔ اب ان دعاؤں کے بارے میں مَیں بیان کروں گا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ہمیں ملتی ہیں۔ جن میں بعض ارشادات ہیں اور بعض دعائیں ہیں۔ اپنے ایک خط میں مولوی نذیر حسین صاحب سخا دہلوی نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں لکھا کہ حصولِ حضور کا کیا طریقہ ہے؟ کس طرح ہم اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ پیدا کریں۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو جواب دیا وہ یہ تھا کہ ”اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ طریق یہی ہے کہ نماز میں اپنے لئے دعا کرتے رہیں اور سرسری اور بے خیال نماز پر خوش نہ ہوں بلکہ جہاں تک ممکن ہو توجہ سے نماز ادا کریں اور اگر توجہ پیدا نہ ہو تو پنج وقت ہر یک نماز میں خدا تعالیٰ کے حضور میں بعد ہر رکعت کے کھڑے ہو کر یہ دعا کریں۔“ یعنی جب قیام کرتے ہیں اس وقت یہ دعا کریں ”کہ اے خدائے تعالیٰ قادر ذوالجلال! مَیں گنہگار ہوں اور اس قدر گناہ کے زہر نے میرے دل اور رگ وریشہ میں اثر کیا ہے کہ مجھے رقت اور حضور نماز حاصل نہیں ہو سکتا تُو اپنے فضل و کرم سے میرے گناہ بخش اور میری تقصیرات معاف کر اور میرے دل کو نرم کر دے اور میرے دل میں اپنی عظمت اور اپنا خوف اور اپنی محبت بٹھا دے تا کہ اس کے ذریعہ سے میری سخت دلی دُور ہو کر حضور نماز میں میسر آوے۔“

(مکتوباتِ احمد جلد پنجم صفحہ 471)

نماز میں توجہ پیدا کرنے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ پھر ایک جگہ آپؑ نے یہ دعا کی ہے کہ:

”اے میرے محسن اور میرے خدا! مَیں ایک تیرا ناکارہ بندہ پُر معصیت اور پُر غفلت ہوں تُو نے مجھ سے ظلم پر ظلم دیکھا اور انعام پر انعام کیا اور گناہ پر گناہ دیکھا اور احسان پر احسان کیا۔ تُو نے ہمیشہ میری پردہ پوشی کی اور اپنی بے شمار نعمتوں سے مجھے متمتع کیا۔ سو اب بھی مجھ نالائق اور پُر گناہ پر رحم کر اور میری بے باکی اور ناسپاسی کو معاف فرما اور مجھ کو میرے اس غم سے نجات بخش کہ بجز تیرے اَور کوئی چارہ گر نہیں۔ آمین“

(مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ 10)

یہ ایسی دعا ہے جسے مَیں سمجھتا ہوں روزانہ ضرور پڑھنا چاہیے۔ اپنا جائزہ لینا چاہیے۔ یہ دعا آپؑ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ایک خط میں لکھی تھی۔ ان کا مقام دیکھ کر ہمیں غور کرنا چاہیے کہ کس توجہ سے ہمیں یہ دعا کرنی چاہیے۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ کو اگر یہ دعا لکھی تھی تو ہمیں اَور بڑھ بڑھ کے یہ دعا توجہ سے کرنی چاہیے۔ دل سے نکلی ہوئی دعا ہو گی تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو بھی کھینچنے والی ہو گی۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک دعا ہے جو جہاں آپؑ کی عاجزی اور خشیت اللہ کا اظہار کرتی ہے وہاں ہمیں اس طرف توجہ دلاتی ہے کہ ہم بھی اپنی حالت کا جائزہ لے کر یہ دعا کریں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ:

”اے رب العالمین! تیرے احسانوں کا مَیں شکر نہیں کر سکتا تُو نہایت ہی رحیم و کریم ہے اور تیرے بے غایت مجھ پر احسان ہیں۔ میرے گناہ بخش تا مَیں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میرے دل میں اپنی خالص محبت ڈال

تا مجھے زندگی حاصل ہو اور میری پردہ پوشی فرما اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تُو راضی ہو جائے۔ مَیں تیری وجہ کریم کے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو۔ رحم فرما اور دنیا اور آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کہ ہر ایک فضل و کرم تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ آمین" (ملفوظات جلد 1 صفحہ 235)

پھر آپؑ کی ایک دعا ہے جو آپؑ نے پیغامِ صلح کے شروع میں تحریر فرمائی ہے جس کی طرف ہمیں بہت توجہ دینی چاہیے۔ فرمایا کہ:

"اے میرے قادر خدا! اے میرے پیارے رہنما!! تُو ہمیں وہ راہ دکھا جس سے تجھے پاتے ہیں اہلِ صدق و صفا اور ہمیں ان راہوں سے بچا جن کا مدعا صرف شہوات ہیں یا کینہ یا بغض یا دنیا کی حرص و ہوا۔"

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 439)

دین ہمیں مقدم ہو۔ پھر ایک جگہ نصیحت کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا:

"سب سے عمدہ دعا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی اور گناہوں سے نجات حاصل ہو کیونکہ گناہوں ہی سے دل سخت ہو جاتا ہے اور انسان دنیا کا کیڑا بن جاتا ہے۔ ہماری دعا یہ ہونی چاہئے کہ خدا تعالیٰ ہم سے گناہوں کو جو دل کو سخت کر دیتے ہیں دُور کر دے اور اپنی رضامندی کی راہ دکھلائے۔" (ملفوظات جلد 7 صفحہ 39)

پھر آپؑ کی ایک دعا ہے کہ "ہم تیرے گنہگار بندے ہیں اور نفس غالب ہیں تُو ہم کو معاف فرما اور آخرت کی آفتوں سے ہم کو بچا۔" (اخبار البدر جلد نمبر 2 صفحہ 30)

دنیا کی اصلاح کے درد میں آپؑ کی ایک دعا کا یوں ذکر ملتا ہے کہ:

"اے خداوند قادر مطلق! اگرچہ قدیم سے تیری یہی عادت اور یہی سنت ہے کہ تو بچوں اور اُمیوں کو سمجھ عطا کرتا ہے اور اس دنیا کے حکیموں اور فلاسفروں کی آنکھوں اور دلوں پر سخت پردے تاریکی کے ڈال دیتا ہے مگر مَیں تیری جناب میں عجز اور تضرع سے عرض کرتا ہوں کہ ان لوگوں میں سے بھی ایک جماعت ہماری طرف کھینچ لا" یعنی جو بڑے پڑھے لکھے لوگ ہیں ان لوگوں میں سے ایک جماعت ہماری طرف کھینچ لا "جیسے تُو نے بعض کو کھینچا بھی ہے اور ان کو بھی آنکھیں بخش اور کان عطا کر اور دل عنایت فرما تا وہ دیکھیں اور سنیں اور سمجھیں اور تیری اس نعمت کا جو تُو نے اپنے وقت پر نازل کی ہے" یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نازل ہونا، آنا۔ "قدر پہچان کر اس کے حاصل کرنے کے لئے متوجہ ہو جائیں۔ اگر تُو چاہے تو تُو ایسا کر سکتا ہے کیونکہ کوئی بات تیرے آگے اَن ہونی نہیں۔ آمین" (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 120)

آج بھی اس دعا کی ہمیں آپؑ کی پیروی میں ضرورت ہے۔ دنیا کی اور خاص طور پر مسلم امہ کی اصلاح ہو گی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف توجہ پیدا ہو گی تو تب ہی ان کی کھوئی ہوئی عظمت انہیں ملے گی اور دنیا میں جو آج ان کی ہر جگہ سبکی ہو رہی ہے اس سے بھی نجات ملے گی۔ خدا تعالیٰ ہمارے لیڈروں کو اور علماء کو بھی عقل دے۔ ان میں سے بھی بعض ایسے نیک فطرت ہوں گے اللہ تعالیٰ انہیں اس طرف کھینچ کے لائے۔ پس ہمیں بڑے درد سے اس دعا کو بھی کرنا چاہیے۔

پھر **آپؑ کی ایک دعا کا ذکر یوں ملتا ہے۔** حضرت نواب محمد علی خان صاحب کو ایک خط میں آپؑ نے یہ دعا لکھی تھی کہ "دعا بہت کرتے رہو اور عاجزی کو اپنی خصلت بناؤ۔ جو صرف رسم اور عادت کے طور پر زبان سے

دعا کی جاتی ہے یہ کچھ بھی چیز نہیں.....“جو صرف رسم اور عادت کے طور پر زبان سے دعا کی جاتی ہے وہ کچھ بھی چیز نہیں ہوتی۔ ”جب دعا کرو تو بجز صلوٰۃ فریضہ کے یہ دستور رکھو کہ اپنی خلوت میں جاؤ اور اپنی ہی زبان میں نہایت عاجزی کے ساتھ“ یعنی صرف فرض نمازیں نہیں بلکہ نفل نمازوں میں بھی۔ نہایت عاجزی کے ساتھ ”جیسے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ بندہ ہوتا ہے خدائے تعالیٰ کے حضور میں دعا کرو کہ:

اے رب العالمین! تیرے احسان کا مَیں شکر نہیں کر سکتا۔ تُو نہایت ہی رحیم و کریم ہے اور تیرے بے نہایت مجھ پر احسان ہیں۔ میرے گناہ بخش تا مَیں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میرے دل میں اپنی خالص محبت ڈال تا مجھے زندگی حاصل ہو اور میری پردہ پوشی فرما اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تُو راضی ہو جاوے۔ مَیں تیرے وجہ کریم کے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو۔ رحم فرما اور دنیا اور آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کہ ہر ایک فضل و کرم تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ آمین“

(مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ 159-158)

اور ان دعاؤں کی قبولیت کے لیے یہ بھی بہت ضروری ہے کہ **ہم زیادہ سے زیادہ درود شریف** پڑھیں۔ درود کے بغیر ہماری دعائیں ہوا میں معلق ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تک پہنچتی نہیں۔ پس اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اس کا بہت زیادہ ہمیں ورد کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق بھی دے کہ ہم اپنے دل سے یہ دعائیں کرنے والے ہوں۔ اپنی زبان میں بھی دعائیں کریں اور وہ حقیقی بے قرار اور مضطر بن کر دعائیں کریں جن کے دل کی گہرائیوں سے یہ دعائیں نکل رہی ہوں۔ رمضان کی برکات کو ہمیشہ قائم رکھنے کے لیے بھی دعا کریں۔ اس جمعہ کی برکات اور آئندہ آنے والے تمام جمعوں کی برکات ہم حاصل کرنے والے ہوں۔

اسیر ان کی رہائی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے کے جرم میں اسیر ہیں ان کے لیے بہت دعا کریں۔ چاہے وہ پاکستان میں ہیں، یمن میں ہیں یا اَور جگہوں پہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی رہائی کے سامان پیدا فرمائے اور شریروں کے شر ان پر الٹائے۔ ہمیں اور ہماری نسلوں کے جنگوں کی آگ سے محفوظ رہنے اور اس کے بعد کے اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے بہت دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔ اور اب لگتا ہے کہ یہ جنگ سامنے کھڑی کیا اب تو شروع ہو چکی ہے بلکہ عالمی جنگ شروع ہو چکی ہے لیکن دنیا کے حکمرانوں کو اس کی کوئی فکر نہیں۔ ان کے خیال میں وہ محفوظ رہیں گے اور عوام مریں گے لیکن یہ بھی ان کی خام خیالی ہے۔ اپنی اَنا کو مقدم کر رہے ہیں۔ عوام کی تو ان کو کوئی پروا بھی نہیں ہے۔ یہی دجالی چالیں ہیں۔ عوام کو اپنے دام میں پھنسا لیا ہے کہ ہم تمہارے لیے یہ کرتے ہیں وہ کرتے ہیں اور اب تو عوام میں کہیں کہیں بہر حال آوازیں اٹھنی شروع ہو گئی ہیں لیکن ان کی چالوں نے لوگوں کو خدا تعالیٰ سے دُور کر دیا ہے۔ خود تو یہ دُور ہیں ہی اور ساتھ ہی ہر قسم کی بے حیائی اور بے باکی عروج پر ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ یہی نکلنا ہے کہ خدا تعالیٰ کی پکڑ میں آئیں۔ ایسے میں احمدیوں کو اپنے آپ کو خدا کے قریب کرنے اور

دعاؤں میں اضطرار پیدا کرنے کی بہت ضرورت ہے تا کہ ان کے شر سے بچ سکیں۔ ان کے نیک فطرت لوگوں کے بھی شر سے بچنے کے لیے، جو ان کے نیک فطرت لوگ ہیں ان کے لیے بھی دعا کریں کہ وہ بھی شر سے بچ جائیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ جنگ عظیم تو شروع ہو چکی ہے فلسطین کی سرحدوں سے اب یہ جنگ باہر نکل گئی ہے۔ انہوں نے سیریا میں ایران کے سفارت خانے میں جو حملہ کیا ہے یہ کسی بھی قانون کے تحت ایک بہت بڑا جرم ہے۔ اسرائیل نے کیا ہے اس لیے دنیا خاموش ہے۔ اب اس سے مزید جنگ پھیلے گی۔ ان کے امدادی کارکنوں کے مرنے پر اب شور مچا ہے اور کچھ لوگ بولنے لگ گئے ہیں لیکن معصوم فلسطینیوں کے مرنے پر یہ خاموش تھے۔ جب اپنے لوگ مرے ہیں تو اب اس درد کو یہ محسوس کر رہے ہیں۔ بہر حال یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ انسانیت کو بچالے اور ہمیں دعاؤں میں بھی اپنا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 26/ اپریل 2024ء جلد 31 شمارہ 100 صفحہ 02 تا 08)

15

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 12/ اپریل 2024ء بمطابق 12/ شہادت 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

رمضان سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کا ذکر ہو رہا تھا اور اس حوالے سے **جنگِ اُحد کے واقعات مَیں بیان کر رہا تھا۔** جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بارے میں بھی بیان تھا۔ آج بھی اس حوالے سے بیان کروں گا۔ روایت میں آتا ہے حضرت سعد بن معاذؓ کی والدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار تھے اور حضرت سعد بن معاذؓ گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔ حضرت سعدؓ نے ان کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری والدہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو خوش آمدید کہو۔ آپؐ نے ان کی وجہ سے اپنا گھوڑا روک لیا یہاں تک کہ وہ قریب آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے لگیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بیٹے حضرت عمرو بن معاذؓ کی شہادت پر تعزیت فرمائی تو انہوں نے کہا جب مَیں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح سلامت دیکھ لیا تو بس اب میری مصیبت اور غم ختم ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ سعد سے فرمایا اے اُمّ سعد! تمہیں خوشخبری ہو اور سب شہیدوں کے گھر والوں کو بھی خوشخبری دے دو کہ ان سب کے مقتولین جنت میں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں اور سب نے اپنے اپنے گھر والوں کے لیے حق تعالیٰ سے شفاعت اور سفارش کی ہے۔ یعنی یہ جو شہداء تھے انہوں نے اپنے گھر والوں کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کی ہے۔ حضرت اُمّ سعدؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم سب راضی برضا اور خوش ہیں اور اس خوشخبری کے بعد بھلا ان پر کون رو سکتا ہے۔ کیا مقام ہے ان کے ایمان اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہونے کا۔ پھر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سب شہیدوں کے پسماندگان کے لیے دعا کریں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب شہدائے اُحد کے گھر والوں کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ أَذْھِبْ حُزْنَ قُلُوْبِھِمْ وَاجْبُرْ مُصِیْبَتَھُمْ، وَأَحْسِنِ الْخَلَفَ عَلٰی مَنْ خُلِّفُوْا۔ اے اللہ! ان کے دلوں سے غم والم کو مٹا دے۔ ان کی مصیبتوں کو دُور فرما دے اور شہیدوں کے جو جانشین ہیں انہیں ان کا بہترین جانشین بنا دے۔

(سیرت الحلبیہ جلد 2 صفحہ 345 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل مدینہ کی فدائیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ”جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے میدان سے واپس تشریف لائے تو مدینہ کی عورتیں اور بچے شہر سے باہر استقبال کے لئے نکل آئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی باگ ایک پرانے اور بہادر انصاری

صحابی سعد بن معاذؓ نے پکڑی ہوئی تھی اور وہ فخر سے آگے آگے چلے آرہے تھے۔ شہر کے پاس انہیں اپنی بڑھیا ماں جس کی نظر کمزور ہو چکی تھی آتی ہوئی ملی۔ اُحد میں اس کا ایک بیٹا بھی مارا گیا تھا۔ اس بڑھیا کی آنکھوں میں موتیا بند اتر رہا تھا اور اس کی نظر کمزور ہو چکی تھی۔ وہ عورتوں کے آگے کھڑی ہو گئی اور اِدھر ادھر دیکھنے لگی اور معلوم کرنے لگی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ سعد بن معاذؓ نے سمجھا کہ میری ماں کو اپنے بیٹے کے شہید ہونے کی خبر ملے گی تو اسے صدمہ ہو گا۔ اس لئے انہوں نے چاہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے حوصلہ دلائیں اور تسلی دیں۔ اس لئے جونہی ان کی نظر اپنی والدہ پر پڑی انہوں نے کہا، یارسول اللہؐ! میری ماں! یارسول اللہؐ! میری ماں!'' یعنی دو دفعہ بتایا کہ میری ماں آرہی ہے۔ ''آپؐ نے فرمایا۔'' وہاں رک کے، ''بی بی! بڑا افسوس ہے کہ تیرا ایک لڑکا اس جنگ میں شہید ہو گیا ہے۔ بڑھیا کی نظر کمزور تھی اس لئے وہ آپؐ کے چہرہ کو نہ دیکھ سکی۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھتی رہی۔ آخر کار اس کی نظر آپؐ کے چہرہ پر ٹِک گئی۔ وہ آپؐ کے قریب آئی اور کہنے لگی یارسول اللہؐ! جب مَیں نے آپ کو سلامت دیکھ لیا ہے تو آپ سمجھیں کہ مَیں نے مصیبت کو بھون کر کھالیا۔

اب دیکھو! وہ عورت جس کے بڑھاپے میں عصائے پیری ٹوٹ گیا تھا۔ کس بہادری سے کہتی ہے کہ میرے بیٹے کے غم نے مجھے کیا کھانا ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو میں اس غم کو بھون کر کھا جاؤں گی۔ میرے بیٹے کی موت مجھے مارنے کا موجب نہیں ہو گی بلکہ یہ خیال کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور آپؐ کی حفاظت کے سلسلہ میں میرے بیٹے نے اپنی جان دی ہے میری قوت کو بڑھانے کا موجب ہو گا۔'' (قرونِ اولیٰ کی مسلمان خواتین، انوار العلوم جلد 25 صفحہ 441)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی طرح کا ایک اَور واقعہ بیان کرتے ہوئے احمدی عورتوں سے پوچھا کہ کیا تمہارے اندر دین کا وہی جذبہ موجزن ہے؟ پھر یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد احمدی خواتین کو مخاطب کر کے فریضۂ تبلیغ پر توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ یہی وہ عورتیں تھیں جو اسلام کی اشاعت اور تبلیغ میں مردوں کے دوش بہ دوش چلتی تھیں اور یہی وہ عورتیں تھیں جن کی قربانیوں پر اسلامی دنیا فخر کرتی ہے۔ تمہارا بھی دعویٰ ہے یعنی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے والی عورتیں ہیں یہ تمہارا بھی دعویٰ ہے کہ تم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائی ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز ہیں گویا دوسرے لفظوں میں تم صحابیات کی بروز ہو لیکن تم صحیح طور پر بتاؤ کہ کیا تمہارے اندر دین کا وہی جذبہ موجزن ہے جو صحابیات میں تھا؟ کیا تمہارے اندر وہی نور موجود ہے جو صحابیات میں تھا۔ کیا تمہاری اولادیں ویسی ہی نیک ہیں جیسی صحابیات کی تھیں؟ اگر تم غور کرو گی تو تم اپنے آپ کو صحابیات سے بہت پیچھے پاؤ گی۔ پھر آپؓ نے فرمایا کہ ان کی قربانیاں جو انہوں نے اپنی جان پر کھیل کر کیں اللہ تعالیٰ کو ایسی پیاری لگیں کہ اللہ تعالیٰ نے بہت جلد ان کو کامیابی عطا کی اور دوسری قومیں جس کام کو صدیوں میں نہ کر سکیں ان کو صحابہ اور صحابیات نے چند سالوں کے اندر کر کے دکھایا۔

(ماخوذ از فریضۂ تبلیغ اور احمدی خواتین، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 401-400)

پس اگر ترقیات دیکھنی ہیں تو ہمیں بھی وہ ایمان پیدا کرنا ہو گا، جذبہ پیدا کرنا ہو گا اور اخلاص و وفا پیدا کرنی ہو گی۔ بعض واقعات کا گو پہلے مختصر ذکر ہو چکا ہے جیسے یہ جو واقعہ میں نے بیان کیا اس کا بھی مختلف حوالوں سے ذکر ہوا ہے لیکن یہ ایسے واقعات ہیں جو بار بار اور مختلف انداز میں سن کر ایک عجیب ایمان کی کیفیت اور جوش پیدا کرتے ہیں۔ خاص طور پر جب حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں تو صرف واقعہ کے طور پہ نہیں بلکہ ایک وسیع تناظر میں یہ واقعات ہمارے سامنے آتے ہیں۔

ایسے ہی قرون اولیٰ کی خواتین کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے ایک موقع پر آپؓ نے فرمایا کہ ”اُحد کا میدان مدینہ سے آٹھ نو میل کے فاصلہ پر تھا۔ جب مدینہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر پہنچی تو عورتیں بے تحاشہ روتی اور بلبلاتی ہوئی شہر سے باہر نکل آئیں اور میدانِ جنگ کی طرف دوڑ پڑیں۔ اکثر عورتوں کو رستہ میں آپؐ کی سلامتی کی خبر مل گئی اور وہ وہیں ٹھہر گئیں مگر ایک عورت دیوانہ وار اُحد تک جا پہنچی۔ اس عورت کا خاوند، بھائی اور باپ اُحد میں مارے گئے تھے اور بعض روایتوں میں ہے کہ ایک بیٹا بھی مارا گیا تھا۔ جب وہ مسلمان لشکر کے قریب پہنچی تو اس نے ایک صحابی سے دریافت کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ چونکہ خبر دینے والا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مطمئن تھا اس لئے اس نے اس عورت سے کہا۔ بی بی! افسوس ہے کہ تمہارا باپ اس جنگ میں مارا گیا ہے۔ اس پر اس عورت نے کہا تم عجیب ہو۔ میں تو پوچھتی ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اور تم یہ خبر دیتے ہو کہ تیرا باپ مارا گیا ہے۔ اس پر اس صحابی نے کہا بی بی! مجھے افسوس ہے کہ تیرا خاوند بھی اس جنگ میں مارا گیا ہے۔ اس پر عورت نے پھر کہا میں نے تم سے اپنے خاوند کے متعلق دریافت نہیں کیا۔ میں تو یہ پوچھتی ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اس پر اس صحابی نے اسے پھر کہا۔ بی بی! مجھے افسوس ہے کہ تیرا بھائی بھی اس جنگ میں مارا گیا ہے۔ اس عورت نے بڑے جوش سے کہا میں نے تم سے اپنے بھائی کے متعلق دریافت نہیں کیا۔ میں تو تم سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھ رہی ہوں۔ تم یہ بتاؤ کہ آپؐ کا کیا حال ہے؟ جب لوگوں نے دیکھا کہ اسے اپنے باپ، بھائی اور خاوند کی موت کی کوئی پروا نہیں۔ وہ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت دریافت کرنا چاہتی ہے تو وہ اس کے سچے جذبات کو سمجھ گئے اور انہوں نے کہا بی بی! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو خیریت سے ہیں۔ اس پر اس نے کہا مجھے بتاؤ وہ کہاں ہیں؟ اور پھر دوڑتی ہوئی اس طرف گئی جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے اور وہاں پہنچ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوزانو ہو کر آپؐ کا دامن پکڑ کر کہنے لگی۔

یا رسول اللہؐ! میری ماں اور باپ آپؐ پر قربان ہوں جب آپؐ سلامت ہیں تو کوئی مرے مجھے کیا پروا ہے۔ مجھے تو صرف آپؐ کی زندگی کی ضرورت تھی۔ اگر آپؐ زندہ ہیں تو مجھے کسی اَور کی وفات کا فکر نہیں۔“ آپؓ فرماتے ہیں کہ ”اب دیکھو! اس عورت کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر عشق تھا۔ لوگ اسے یکے بعد دیگرے باپ، بھائی اور خاوند کی وفات کی خبر دیتے چلے گئے لیکن وہ جواب میں ہر دفعہ یہی کہتی چلی گئی کہ مجھے بتاؤ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ غرض یہ بھی ایک عورت ہی تھی جس نے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر عشق کا مظاہرہ کیا۔"

(قرونِ اولیٰ کی مسلمان خواتین، انوار العلوم جلد 25 صفحہ 440-439)

پھر قرون اولیٰ کی مسلمان عورتوں کے بارے میں جنگِ اُحد میں ہی جنگ کے بعد کے حالات کا نقشہ کھینچتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور صحابہ اور صحابیات کے آپؐ سے عشق و محبت کو بیان کرتے ہوئے دیباچہ تفسیر القرآن میں آپؓ نے یوں لکھا ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ "جب اسلامی لشکر واپس مدینہ کی طرف لَوٹا تو اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت اور اسلامی لشکر کی پراگندگی کی خبر مدینہ پہنچ چکی تھی۔ مدینہ کی عورتیں اور بچے دیوانہ وار اُحد کی طرف دوڑے جا رہے تھے۔ اکثر کو تو راستہ میں خبر مل گئی اور وہ رک گئے، مگر بنو دینار قبیلہ کی ایک عورت دیوانہ وار آگے بڑھتے ہوئے اُحد تک جا پہنچی۔ جب وہ دیوانہ وار اُحد کے میدان کی طرف جا رہی تھی اُس عورت کا خاوند اور بھائی اور باپ اُحد میں مارے گئے تھے اور بعض روایتوں میں ہے کہ ایک بیٹا بھی مارا گیا تھا۔" پہلی روایت بھی ہے "جب اُسے اُس کے باپ کے مارے جانے کی خبر دی گئی تو اس نے کہا مجھے بتاؤ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ چونکہ خبر دینے والے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مطمئن تھے وہ باری باری اسے اس کے بھائی اور خاوند اور بیٹے کی موت کی خبر دیتے چلے گئے مگر وہ یہی کہتی چلی جاتی تھی "مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" ارے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا؟ بظاہر یہ فقرہ غلط معلوم ہوتا ہے۔" آپؓ فرماتے ہیں یہ فقرہ غلط معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا "اور اسی وجہ سے مؤرخوں نے لکھا ہے کہ اُس کا مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا۔" یعنی وہ دوسری طرف لے گئے "لیکن حقیقت یہ ہے" آپؓ فرماتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے "کہ یہ فقرہ غلط نہیں بلکہ عورتوں کے محاورہ کے مطابق بالکل درست ہے۔ عورت کے جذبات بہت تیز ہوتے ہیں اور وہ بسا اوقات مُردوں کو زندہ سمجھ کر کلام کرتی ہے۔ جیسے بعض عورتوں کے خاوند یا بیٹے مر جاتے ہیں تو ان کی موت پر ان سے مخاطب ہو کر وہ اس قسم کی باتیں کرتی رہتی ہیں کہ مجھے کس پر چھوڑ چلے ہو؟ یا بیٹا! اس بڑھاپے میں مجھ سے کیوں منہ موڑ لیا؟ یہ شدتِ غم میں فطرتِ انسانی کا ایک نہایت لطیف مظاہرہ ہوتا ہے۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر اس عورت کا حال ہوا۔ وہ آپؐ کو فوت شدہ ماننے کے لیے تیار نہ تھی اور دوسری طرف اس خبر کی تردید بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے شدت غم میں یہ کہتی جاتی تھی ارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا کیا۔ یعنی ایسا وفادار انسان ہم کو یہ صدمہ پہنچانے پر کیونکر راضی ہو گیا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ اسے اپنے باپ، بھائی اور خاوند کی کوئی پرواہ نہیں تو وہ اس کے سچے جذبات کو سمجھ گئے اور انہوں نے کہا۔ فلانے کی اماں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو جس طرح تُو چاہتی ہے خدا کے فضل سے خیریت سے ہیں۔ اس پر اُس نے کہا مجھے دکھاؤ وہ کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ آگے چلی جاؤ وہ آگے کھڑے ہیں۔ وہ عورت دوڑ کر آپؐ تک پہنچی۔ آپؐ کے دامن کو پکڑ کر بولی۔ یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، جب آپؐ سلامت ہیں تو کوئی مرے مجھے کوئی پرواہ نہیں۔" آپؓ فرماتے ہیں دیکھو "مَردوں نے جنگ میں وہ نمونہ ایمان کا دکھایا اور عورتوں نے یہ نمونہ

اخلاص کا دکھایا، جس کی مثال میں نے ابھی بیان کی ہے۔ عیسائی دنیا مریم مگدلینی اور اس کی ساتھی عورتوں کی اس بہادری پر خوش ہیں کہ وہ مسیحؑ کی قبر پر صبح کے وقت دشمنوں سے چھپ کر پہنچی تھیں۔ میں ان سے کہتا ہوں آؤ اور ذرا میرے محبوب کے مخلصوں اور فدائیوں کو دیکھو کہ کن حالتوں میں انہوں نے اس کا ساتھ دیا اور کن حالتوں میں انہوں نے توحید کے جھنڈے کو بلند کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہداء کو دفن کر کے مدینہ واپس گئے تو پھر عورتیں اور بچے شہر سے باہر استقبال کے لئے نکل آئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی باگ سعد بن معاذؓ مدینہ کے رئیس نے پکڑی ہوئی تھی" پہلے بھی بیان ہوا ہے یہ واقعہ "اور فخر سے آگے آگے دوڑے جاتے تھے۔ شاید دنیا کو یہ کہہ رہے تھے کہ دیکھا ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیریت سے اپنے گھر واپس لے آئے۔" یہ اپنا انداز ہے ایک بیان کا۔ "شہر کے پاس انہیں اپنی بڑھیا ماں جس کی نظر کمزور ہو چکی تھی آتی ہوئی ملی۔ اُحد میں اس کا ایک بیٹا عمرو بن معاذؓ بھی مارا گیا....." تھا جس کی تفصیل مَیں نے پہلے بھی بیان کی ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مائی! مجھے تمہارے بیٹے کی شہادت پر تم سے ہمدردی ہے" جب اس کو دیکھا۔ "اس پر نیک عورت نے کہا۔ حضور! جب میں نے آپؐ کو سلامت دیکھ لیا تو سمجھو کہ میں نے مصیبت کو بھون کر کھا لیا۔ 'مصیبت کو بھون کر کھا لیا' کیا عجیب محاورہ ہے۔ محبت کے کتنے گہرے جذبات پر دلالت کرتا ہے۔ غم انسان کو کھا جاتا ہے وہ عورت جس کے بڑھاپے میں اس کا عصائے پیری ٹوٹ گیا کس بہادری سے کہتی ہے کہ میرے بیٹے کے غم نے مجھے کیا کھانا ہے جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو میں اس غم کو کھا جاؤں گی۔ میرے بیٹے کی موت مجھے مارنے کا موجب نہیں ہو گی بلکہ یہ خیال کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس نے جان دی میری قوت کے بڑھانے کا موجب ہو گا۔" یہ جذبہ ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ انصار کے حق میں دعا دیتے ہوئے اور اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اے انصار! میری جان تم پر فدا ہو، تم کتنا ثواب لے گئے۔" (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 255 تا 257)

مدینے کے منافقین اور یہود کا طرز عمل اور حضرت عمرؓ کے جوش پر جو ان کے رویّہ کے خلاف تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا اسوہ تھا۔ لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ اُحد کے بعد مدینہ پہنچے تو منافقین اور یہود خوشیاں منانے لگے اور مسلمانوں کو برا بھلا کہنے لگے اور کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہت کے طلبگار ہیں، نعوذ باللہ اور آج تک کسی نبی نے اتنا نقصان نہیں اٹھایا جتنا انہوں نے اٹھایا ہے۔ خود بھی زخمی ہوئے اور ان کے صحابہ بھی زخمی ہوئے اور کہتے تھے کہ اگر تمہارے وہ لوگ جو قتل ہوئے ہمارے ساتھ رہتے تو کبھی قتل نہ ہوتے۔ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان منافقین کے قتل کی اجازت چاہی جو اس طرح یہ باتیں کر رہے تھے یعنی منافقین۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ اس شہادت کا اظہار نہیں کرتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ لا الٰہ الا اللہ نہیں پڑھتے؟ اور میں اللہ کا رسول ہوں اور محمد رسول اللہ نہیں کہتے؟ کلمہ تو پڑھتے ہیں فرمایا کہ کلمہ تو پڑھتے ہیں ناں یہ لوگ؟ اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کیوں نہیں۔ یقیناً پڑھتے ہیں۔ یہ تو کہتے ہیں لیکن منافقانہ باتیں بھی ساتھ کر رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا لیکن یہ تلوار کے خوف سے اس طرح کہتے ہیں۔ ساتھ یہ بھی حضرت عمرؓ نے کہا کہ تلوار کے خوف

سے یہ اس طرح کرتے ہیں۔ کلمہ پڑھ رہے ہیں یا محمد رسول اللہ کہہ رہے ہیں۔ پس ان کا معاملہ اب ظاہر ہو گیا ہے اور اب جب ان کے دل کی بات نکل گئی ہے اور اللہ نے ان کے کینوں کو ظاہر کر دیا ہے تو پھر ان سے انتقام لینا چاہیے، ان کو سزا دینی چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس کے قتل سے منع کیا گیا ہے جو اس شہادت کا اظہار کرے۔ (السیرۃ الحلبیۃ جزء2 صفحہ 348 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے مجھے اس کے قتل سے منع کیا گیا ہے۔ جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا مجھے ایسے شخص کے قتل سے منع کیا گیا ہے۔ یہ ان نام نہاد علماء کا منہ بند کرنے کے لیے بھی کافی ہے جو احمدیوں کے بارے میں باوجود اس کے کہ احمدی دل سے یہ کلمہ پڑھتے ہیں اور منافقت کی ہلکی سی بھی بُو ہمارے اندر نہیں ہے۔ یہ لوگ، یہ علماء کہتے ہیں کہ یہ کافر ہیں اور ان کا قتل جائز ہے اور بعض شہادتیں اسی طرح ہوئی ہیں۔ یہی علماء، یہ نام نہاد علماء ہیں جنہوں نے اسلام کو بدنام کیا ہوا ہے۔ اُحد کے شہداء کے جنازے پڑھنے کے بارے میں مختلف روایات ہیں انہیں میں بیان بھی کر چکا ہوں لیکن یہاں صحیح بخاری کے حوالے سے ذکر کرنا چاہتا ہوں جس سے غزوہ اُحد میں شامل ہونے والے صحابہ کرامؓ کے مقام و مرتبہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے لیے دعا کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ سال بعد اُحد کے شہیدوں پر نماز جنازہ پڑھی۔ زندوں اور مردوں کو الوداع کرنے والے کی طرح۔ اس کے بعد آپؐ منبر پر چڑھے اور فرمایا: میں تمہارے آگے پیش رو ہوں گا اور میں تم پر گواہ ہوں گا اور تم سے ملنے کی جگہ حوض ہے اور میں اسے اپنے اس کھڑے ہونے کی جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔ اور تمہارے متعلق مجھے یہ ڈر نہیں کہ تم شرک کرو گے لیکن مجھے تمہارے متعلق دنیا کا ڈر ہے کہ تم اس کے لیے ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے لگو۔ (صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ احد حدیث 4042)

اور بعد کے واقعات نے یہ ثابت بھی کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ڈر بھی صحیح تھا۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تمہارے بھائی اُحد میں شہید ہوئے اللہ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پیٹ میں رکھا۔ وہ جنت کی نہروں پر اترتے اس کے پھل کھاتے اور عرش کے سائے میں لٹکی ہوئی سونے کی قندیلوں میں بسیرا کرتے۔ جب انہوں نے اپنی پسند اور مرضی کا کھا لیا اور پی لیا اور اپنی مرضی کا آرام کیا تو انہوں نے کہا ہمارے بھائیوں کو کون پہنچائے گا کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور ہمیں رزق دیا جاتا ہے تا کہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ کے وقت کیل کانٹے نہ لیں، پیچھے نہ ہٹیں۔ تو اللہ سبحانہٗ نے کہا میں تمہاری طرف سے ان کو پہنچا دیتا ہوں۔ فرمایا پھر اللہ نے یہ آیت نازل کی وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا۔ (آل عمران:170) وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں ان کو مردہ نہ سمجھو۔

(سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی فضل الشہادۃ حدیث 2520)

بعض دفعہ مفسرین، لکھنے والے یا بعض حدیث بیان کرنے والے بھی یہ تو ہر بات پہ کہہ دیتے ہیں کہ ضروری نہیں ہے کہ **آیت کی وجہ نزول یہی ہو۔** اس سے پہلے بھی ہر شہید کے بارے میں، بدر کے شہداء کا بہت بڑا مقام تھا ان کے بارے میں بھی بلکہ سورۂ بقرہ میں بھی یہ آیت ہے۔ پھر ایک روایت ملتی ہے حضرت

جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ جب مجھے شہدائے اُحد یاد آتے ہیں تو خدا کی قسم! مجھے یہ خواہش ہوتی ہے کہ کاش میں بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پہاڑ کے درے میں ہی رہ گیا ہوتا۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں ان کے ساتھ شہید ہو جاتا۔

(المستدرک علی الصحیحین جلد 5 صفحہ 1627 کتاب المغازی والسرایا حدیث 4318 مکتبہ نزار مصطفیٰ 2000ء)

عبد اللہ بن ابی فَرْوَہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے شہداء کی قبروں کی زیارت کی تو فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ إِنَّ عَبْدَكَ وَنَبِيَّكَ يَشْهَدُ أَنَّ هٰؤُلَاءِ شُهَدَاءُ، وَأَنَّهُ مَنْ زَارَهُمْ۔ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ رَدُّوْا عَلَيْهِ۔ اے اللہ! بے شک میں تیرا بندہ اور نبی گواہی دیتا ہوں کہ یہ لوگ شہید ہیں اور جو ان کی زیارت کرے اور قیامت کے دن تک ان پر سلام بھیجے تو وہ اس کا جواب دیں گے۔

(المستدرک علی الصحیحین جلد 5 صفحہ 1628-1627 کتاب المغازی والسرایا حدیث 4320 مکتبہ نزار مصطفیٰ 2000ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ اُحد کے شہدا کے لیے فرمایا۔ هٰؤُلَاءِ أَشْهَدُ عَلَيْهِمْ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا میں گواہ ہوں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! کیا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں۔ ہم مسلمان ہوئے جیسے وہ مسلمان ہوئے اور ہم نے جہاد کیا جیسے انہوں نے جہاد کیا۔ آپؐ نے فرمایا ہاں مگر مجھے معلوم نہیں کہ میرے بعد تم کیا کرو گے تو حضرت ابو بکرؓ رونے لگے اور عرض کیا کہ ہم آپؐ کے بعد زندہ رہیں گے؟

(الموطّا امام مالک صفحہ 282 کتاب الجہاد باب الشہداء فی سبیل اللہ حدیث 1004 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس غم سے ہی حضرت ابو بکرؓ رونے لگ گئے کہ شاید ہماری زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ لمبی ہے۔ عَبَّاد بن ابی صَالِح سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہدائے اُحد کی قبروں کی زیارت کو تشریف لے جاتے تو آپؐ فرماتے۔ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔ سلامتی ہو تم پر بسبب اس کے جو تم نے صبر کیا پس کیا ہی اچھا ہے گھر کا انجام۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت ابو بکرؓ اور ان کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بھی ان کی زیارت کرنے جاتے تھے۔

(تاریخ المدینۃ المنورۃ جلد 1 صفحہ 86-85 حدیث 381 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بیان کیا کہ ”زمانہ وفات کے قریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر شہداء اُحد پر جنازہ کی نماز ادا کی اور بڑے دردِ دل سے ان کے لئے دعا فرمائی۔ آپؐ اُحد کے شہداء کو خاص محبت اور احترام سے دیکھتے تھے۔ ایک دفعہ آپؐ اُحد کے شہداء کی قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کے ایمان کا میں شاہد ہوں۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں؟ کیا ہم نے انہی کی طرح اسلام قبول نہیں کیا؟ کیا ہم نے انہی کی طرح خدا کے رستے میں جہاد نہیں کیا؟ آپؐ نے فرمایا۔ ’ہاں! لیکن مجھے کیا معلوم ہے کہ میرے بعد تم کیا کیا کام کرو گے۔‘ اس پر حضرت ابو بکرؓ

رو پڑے اور بہت روئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! کیا ہم آپؐ کے بعد زندہ رہ سکیں گے؟'' یہ تصور ہی ہمیں مارنے والا ہے۔

پھر آپؓ لکھتے ہیں کہ ''صحابہ بھی اُحد کے شہداء کی بڑی عزت کرتے تھے اور اُحد کی یاد کو ایک مقدس چیز کے طور پر اپنے دلوں میں تازہ رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سامنے افطاری کا کھانا آیا جو غالباً کسی قدر پُر تکلف تھا۔ اس پر انہیں اُحد کا زمانہ یاد آگیا جب مسلمانوں کے پاس اپنے شہداء کو کفنانے کے لئے کپڑا تک نہیں تھا اور وہ ان کے بدنوں کو چھپانے کے لئے گھاس کاٹ کاٹ کر ان پر لپیٹتے تھے اور اس یاد نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو ایسا بے چین کر دیا کہ وہ بے تاب ہو کر رونے لگ گئے اور کھانا چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے حالانکہ وہ روزے سے تھے۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 502)

شہدائے اُحد کے لواحقین سے دلجوئی کے واقعات اور شہداء کے بچوں سے محبت کے اظہار کا بھی ذکر ملتا ہے۔ حضرت بِشرؓ کے والد حضرت عَقرَبہؓ کا ذکر جنگِ اُحد کے شہداء میں بیان ہوا ہے۔ بعض نے حضرت بِشرؓ کا نام بشیر بھی بیان کیا ہے۔ جب عَقرَبہؓ شہید ہو گئے تو ان کے بیٹے بِشر ان کے پاس بیٹھے رو رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے تو آپؐ نے فرمایا۔ اُسکُتْ ،اَمَا تَرْضٰی اَنْ اَکُوْنَ اَنَا أَبُوْكَ وَعَائِشَةُ اُمُّكَ۔ چپ ہو جاؤ، کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ میں تمہارا باپ بن جاتا ہوں اور عائشہ تمہاری ماں بن جاتی ہے۔ بِشر نے کہا کیوں نہیں میں بالکل راضی ہوں۔ ان کا پرانا نام بَحِیْر تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بشیر رکھ دیا۔ اور ان کی زبان میں لکنت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے منہ پر دم کیا تو لکنت جاتی رہی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر اپنا دستِ مبارک بھی پھیرا۔ جب وہ عمر رسیدہ ہو گئے تو سارا سر سفید ہو گیا مگر جس جگہ آپؐ نے اپنا دست مبارک پھیرا تھا اس جگہ کے بال بدستور کالے ہی رہے۔ انہوں نے لمبی عمر پائی۔ فلسطین میں 85 ہجری میں فوت ہوئے۔ (سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 6 صفحہ 357 دارالسلام ریسرچ سنٹر)

(ماخوذ از الاصابہ جلد 4 صفحہ 437 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (ماخوذ از اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 388 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے دلجوئی کا واقعہ ملتا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے تو آپؐ نے فرمایا۔ اے جابر! کیا بات ہے میں تمہیں غمگین دیکھ رہا ہوں۔ مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے والد غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے اور وہ قرض اور اولاد چھوڑ گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کیا میں تمہیں اس چیز کی خوشخبری نہ دوں جس سے اللہ نے تمہارے والد سے ملاقات کی ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ضرور دیں۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ نے کسی سے کلام نہیں کیا مگر پردے کے پیچھے سے۔ جس سے بھی اللہ تعالیٰ نے کلام کیا پردے کے پیچھے سے کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد کو زندہ کیا اور پھر ان سے آمنے سامنے ہو کر کلام کیا اور فرمایا: اے میرے بندے! مجھ سے مانگ کہ میں تجھے دوں۔ انہوں نے

عرض کی کہ اے میرے ربّ! مجھے دوبارہ زندہ کر دے تا کہ میں تیری راہ میں دوبارہ قتل کیا جاؤں۔

ایک روایت میں ہے کہ اس موقع پر حضرت عبداللہؓ نے عرض کی کہ اے میرے ربّ! میں نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا میری تمنا ہے کہ تُو مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج تا کہ میں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر تیری راہ میں لڑوں اور تیری راہ میں دوبارہ مارا جاؤں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ جو ایک بار مر جائیں وہ دنیا میں دوبارہ نہیں لوٹائے جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اے میرے ربّ! میرے پیچھے رہنے والوں تک یہ بات پہنچا دے۔ اس موقع پر پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۔ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔ (آل عمران:170) یعنی جو اللہ کی راہ میں مارے گئے تم انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ تو زندہ ہیں انہیں ان کے ربّ کے ہاں رزق عطا کیا جا رہا ہے۔

(سنن الترمذی ابواب تفسیر القرآن باب ومن سورۃ آل عمران حدیث 3010)

(دلائل النبوۃ از بیہقی جزء 3 صفحہ 298 دار الریان للتراث القاھرۃ 1988ء)

(الاستیعاب جزء 3 صفحہ 956-955 دار الجیل بیروت)

بہرحال جیسا کہ پہلے بھی میں نے کہا۔ یہ صحیح ہے کہ نہیں کہ یہ آیت کی وجہ نزول ہے یا نہیں لیکن یہ بات بہرحال صحیح ہے کہ شہداء زندہ ہیں جو مرنے کے فوراً بعد ہی جنت کے اعلیٰ درجے اور مقام پا لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مکالمہ والے واقعہ کی تفصیل حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنی ایک تقریر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے حوالے سے بیان کی تھی کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے تعلق کا اظہار ہوتا ہے۔ اور صحابہؓ کی آپؐ سے محبت اور اللہ تعالیٰ کی ان پر پیار کی نظر کس طرح پڑتی تھی، یہ بیان کرتے ہوئے آپ کہتے ہیں کہ ”اس واقعہ میں طرح طرح کا حسن کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور جس کروٹ سے اسے دیکھیں یہ ایک نئی رعنائی دکھاتا ہے۔ منجملہ اَور امور کے اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ کس طرح مسلسل آنحضورؐ کا رابطہ اپنے رب سے قائم تھا۔ بندوں پر بھی نظرِ شفقت فرما رہے تھے اور رب سے بھی دل ملا رکھا تھا۔ ایک پہلو اپنے صحابہؓ پر جھکا ہوا تھا تو دوسرا پہلو رفیقِ اعلیٰ سے پیہم وابستہ اور پیوستہ تھا۔ وہ وجود جو امن کی حالت میں ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى (النجم:9) کے افقِ اعلیٰ پر فائز رہا، جنگ کی حالت میں بھی ایک لمحہ اس سے الگ نہ ہوا۔ ایک نگاہ میدانِ حرب کی نگران تھی تو دوسری جمالِ یار کے نظارہ میں مصروف تھی۔ ایک کان رحمت سے صحابہؓ کی طرف جھکا ہوا تھا تو دوسرا ملاء اعلیٰ سے اپنے رب کا شیریں کلام سننے میں مصروف۔ دستِ باکار تھا تو دلِ بایار۔ آپؐ صحابہؓ کی دلداری فرماتے تھے تو خدا آپؐ کی دلداری فرما رہا تھا۔ عبداللہ بن عمروؓ کی قلبی کیفیت کی خبر دے کر دراصل اللہ تعالیٰ آپؐ کو یہ پیغام دے رہا تھا کہ اے سب سے بڑھ کر مجھ سے محبت کرنے والے! دیکھ! تیرا بھی کیسا عشق ہم نے اپنے عارف بندوں کے دل میں بھر دیا ہے کہ عالم گزراں سے گزر جانے کے بعد بھی تیرا خیال انہیں ستاتا ہے۔“ وہیں انہوں نے مطالبہ کیا تھا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا کے دوبارہ لڑوں دشمن کے خلاف ”اور تجھے میدانِ جنگ میں تنہا چھوڑ کے چلے جانے پر کس درجہ کبیدۂ خاطر ہیں۔ تیرے مقابل پر انہیں جنت کی بھی حرص نہیں رہی۔ ان کی جنت تو بس یہی ہے کہ

تیز تلواروں سے بار بار کاٹے جائیں، مگر تیرے ساتھ رہیں، پھر تیرے ساتھ رہیں، پھر تیرے ساتھ رہیں۔‘‘
(خطابات طاہر (تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت) تقریر جلسہ سالانہ 1979ء، صفحہ 350-349)

باقی ان شاء اللہ آئندہ پیش کروں گا۔

فلسطین اور دنیا کے حالات کے لیے بھی دعائیں جاری رکھیں۔ بد سے بدتر حالات ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ خدشہ ہے کہ ایران پر بھی حملہ ہو اور پھر جنگ وسیع ہو کر مزید پھیلے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

یمن میں کچھ اسیران کی رہائی ہوئی ہے۔ کل ہی یہ خبر آئی ہے بلکہ اکثریت کی رہائی ہو گئی ہے۔

باقی جو چند رہ گئے ہیں ان کی رہائی کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ حکام کے دل ان کی طرف سے صاف کرے۔ خاص طور پہ جو ایک خاتون صدر لجنہ ہیں وہ اسیری میں ہیں اللہ تعالیٰ ان کی جلد رہائی کے سامان فرمائے۔

نماز کے بعد میں دو جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔

اس میں جو پہلا جنازہ ہے ان کا تھوڑا ذکر کر دوں۔ یہ **مکرم مصطفیٰ احمد خان صاحب ہیں** جو حضرت نواب عبداللہ خان صاحبؓ اور حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کے بیٹے تھے گذشتہ دنوں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سب سے چھوٹے نواسے تھے۔ سب سے چھوٹی بیٹی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ اس طرح آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سب سے چھوٹے نواسے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ 1966ء میں سوئی ناردرن گیس کمپنی میں بطور سینئر جنرل مینیجر ملازمت شروع کی اور اس کے بعد پھر ریٹائرمنٹ کے بعد بھی دوبارہ اس کمپنی کے ڈائریکٹر بن گئے۔ 74ء میں حالات خراب ہوئے تو کمپنی نے آپ کو بالکل ایک طرف کر دیا اور جو اچھا صحیح کام تھا وہ نہیں دیتے تھے۔ اس پر انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ سے مشورہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حالات درست ہو جائیں گے، فکر نہ کرو اور تم نے ادھر ہی رہنا ہے اور پھر بعد میں اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور پھر حالات ان کے حق میں ہوئے۔

غریبوں کا بڑا خیال رکھنے والے تھے۔ رشتے نبھانے والے تھے۔ دو شادیاں تھیں۔ پہلی شادی ان کی ہوئی۔ ان کی وہ اہلیہ وفات پا گئی تھیں تو پھر انہوں نے دوسری شادی ان کی چھوٹی بہن سے کی۔ ان کے جو پہلے بچے تھے ان بچوں کو بھی انہوں نے اپنے بچوں کی طرح رکھا اور اپنی بہنوں کی تحریک پر یہ دوسری شادی انہوں نے کی اور پھر خوب نبھایا دوسری شادی کو بھی۔ ان کی دوسری اہلیہ لکھتی ہیں۔ دوسری اہلیہ بھی پہلی بیوی کی چھوٹی بہن تھیں اور پہلے شادی شدہ تھیں ان کی دو بیٹیاں بھی تھیں جیسا کہ میں نے کہا۔ پھر طلاق ہو گئی۔ پھر کافی دیر انہوں نے بچیوں کو خود پالا لیکن بہر حال پھر ان سے شادی ہوئی۔ یہ لکھتی ہیں کہ غیر مسلموں سے بھی بہت حسنِ سلوک تھا۔ ایک ہندو بچہ تھا سندھ میں۔ اس کی تعلیم کا خرچ اٹھایا اور اسے پڑھایا لکھایا اور یہاں تک پڑھایا کہ وہ اسسٹنٹ کمشنر بن گیا اور ہمیشہ یہی کہتا تھا کہ مجھے مصطفیٰ خان صاحب کی وجہ سے یہ مقام ملا ہے۔ بہر حال وہ تو اللہ کا فضل تھا۔ بہت غریب پرور تھے۔ اپنے والدین کے نام سے ناصر آباد فارم میں ایک ٹرسٹ بھی بنایا تھا جو فارم ان کے والد کی طرف سے وراثت میں ملا تھا۔ زمینوں کے ساتھ ہی کلینک بھی بنایا ہوا تھا اور باقاعدگی سے فری میڈیکل کیمپ بھی وہاں منعقد ہوتے تھے۔ ڈاکٹر عبدالمنان شہید صاحب بھی اس

میڈیکل کیمپ میں جایا کرتے تھے۔ کلینک کے لیے باہر سے کبھی کسی سے مطالبہ نہیں کیا۔ اپنے ذرائع سے ہی اس کا خرچ پورا کرتے تھے۔ مہمان نوازی بھی ان میں بہت تھی۔ ان کے والد صاحب حضرت نواب عبداللہ خان صاحب بھی بہت مہمان نواز تھے، ان کی طرف سے آئی ہے۔ بچوں سے بھی بہت پیار کا رشتہ تھا۔ ہر رشتہ بہت اچھی طرح نبھایا۔ ان کی دوسری اہلیہ نے لکھا ہے۔ ان کے یعنی دوسری اہلیہ کے بچوں، بیٹیوں کا بھی اپنی بیٹیوں کی طرح خیال رکھا۔ بچوں کو سمجھانے میں اگر سختی کرنی پڑے تو کرتے تھے لیکن پھر بات سمجھاتے بھی تھے۔

ڈاکٹر خالد تسلیم صاحب جو ان کے بھانجے ہیں کہتے ہیں انتہائی نافع الناس انسان تھے۔ سوئی گیس کے محکمے میں اچھے عہدے پر فائز تھے اور کسی کو کوئی کام پڑتا تو اس کو انکار نہیں کیا کرتے تھے۔ خاص طور پر غریبوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ کہتے ہیں مرزا حنیف احمد صاحب نے ایک دفعہ کہا کہ ان کے پاس کسی غریب آدمی کو کسی کام کے لیے بھیجو تو وہ اس کا کام ضرور کر دیتے ہیں۔ ربوہ میں بھی بہت سارے غریب گھروں میں سوئی گیس لگوانے میں انہوں نے کافی مدد کی ہے۔

35 سال پہلے انہیں کینسر کا مرض لاحق ہو گیا تھا۔ بڑا آپریشن بھی کرنا پڑا۔ اس کی وجہ سے ان کی روزمرہ کی زندگی میں کافی مشکلات بھی درپیش تھیں لیکن اس کے باوجود ان کے چہرے سے بشاشت نہیں گئی اور مہمان نوازی اور لوگوں کے کام آنے میں کوئی فرق نہیں آیا۔ حلقۂ احباب بھی ان کا بہت وسیع تھا۔ جماعت کے مخالفین بھی ان کی بہت عزت اور احترام کرتے تھے اور ان سے ملتے تھے کیونکہ احسان کرنے والے تھے۔ ہر ایک پہ احسان کرتے تھے۔ کوشش میں رہتے تھے کسی کا احسان نہ لیں بلکہ دوسرے کو زیرِ احسان کریں اور اگر کبھی کوئی تھوڑا سا احسان کر بھی دیتا تھا تو اس کے پھر بڑے ممنونِ احسان رہتے تھے۔

مَیں نے بھی ان میں یہ سب خوبیاں دیکھی ہیں۔ غریب پرور بھی تھے۔ بہترین بیٹے تھے جنہوں نے سب سے بڑھ کر اپنی ماں کی خدمت کی۔ بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹا ہونے کے باوجود سب سے بڑا بن کے دکھایا۔ وراثت کی زمین کا مشترکہ انتظام ان کی والدہ حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ نے ان کے سپرد کیا تو اسے بھی انہوں نے بہت اعلیٰ طریقے سے نبھایا۔ اس میں انتظامی کام کیے اور اس فارم کو بہت اونچا کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ اسی وجہ سے ان کے بہن بھائی بھی آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ اس کے علاوہ وہاں کے غریب مزدوروں کا بھی بہت خیال رکھا کرتے تھے۔ بہرحال بہت اچھے خاوند، بہت اچھے بیٹے، بہت اچھے باپ اور بھائی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

دوسرا جنازہ غائب جو پڑھوں گا **وہ ڈاکٹر میر داؤد احمد صاحب مرحوم** کا ہے۔ یہ امریکہ میں تھے۔ گذشتہ دنوں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ڈاکٹر میر مشتاق احمد صاحب اور بلقیس بیگم صاحبہ کے بیٹے تھے۔ ان کی شادی مکرمہ امۃ البصیر صاحبہ سے ہوئی جو حضرت میاں عبدالرحیم احمد صاحب اور صاحبزادی امۃ الرشید بیگم صاحبہ کی بیٹی تھیں۔ حضرت صاحبزادی امۃ الرشید بیگم حضرت مصلح موعودؓ کی بیٹی تھیں اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی اور یہ پڑنواسی بنیں۔ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ کی نواسی تھیں۔

ڈاکٹر داؤد صاحب نے یونیورسٹی آف انجنیئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور سے گریجوایشن کی۔ پھر امریکہ

چلے گئے۔ وہاں سے انہوں نے پی ایچ ڈی کی۔ اس کے بعد ورلڈ بینک میں ملازمت کی۔ 35 سال تک بحیثیت سینئر ڈیویلپمنٹ پروفیشنل اور بطور انتہائی اعلیٰ صلاحیت کے پریکٹیشنر کے خدمات سر انجام دیتے رہے۔ آپ نے مختلف ممالک میں بالخصوص ایشیا میں بڑے پیمانے پر بین الاقوامی ترقیات اور ترقیاتی منصوبوں پہ کام کیا۔ امریکہ کی جماعت کے بھی شروع کے ممبروں میں سے تھے۔ 1970ء کی دہائی میں لنگر خانے کی ٹیم میں بھی اپنی ڈیوٹی دیا کرتے تھے باوجود اس کے کہ ایک اعلیٰ افسر تھے۔ اس کے علاوہ کئی سال تک نیشنل سیکرٹری جائیداد امریکہ کے طور پر بھی کام بجالائے۔ ہمیشہ نہایت جوش اور دینی جذبے سے کام کیا کرتے تھے۔ مسجد بیت الرحمان کی تعمیر اور خاص طور پر توسیع کے کام میں انہوں نے بہت کام کیا۔ باوجود اس کے کہ بڑے اچھے عہدے پر فائز تھے بڑی عاجزی سے جماعتی خدمات انجام دیا کرتے تھے۔ چین میں بھی رہے ہیں۔ اس وقت کے مربی نے مجھے لکھا جب وہاں تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ نامساعد حالات کے باوجود چین میں بھی اسلام کا پیغام پہنچانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ نہایت عاجزانہ طبیعت کے مالک تھے۔ ہر چھوٹے بڑے سے تواضع اور خوش دلی سے ملتے تھے۔ حتی الوسع ہر ممکن مالی امداد کرنے کے لیے بھی تیار رہتے تھے۔ مہمان نوازی ان کا خاص وصف تھا۔ اپنوں اور غیروں پر شفقت بلا امتیاز تھی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 03/ مئی 2024ء جلد 31 شمارہ 106 صفحہ 02 تا 06)

16

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 19/ اپریل 2024ء بمطابق 19/ شہادت 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جنگِ اُحد کے واقعات کے ضمن میں کچھ اَور واقعات پیش ہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے خوبصورت پہلوؤں کا مزید پتہ چلتا ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ جب فوت ہوئے تو ان پر قرض تھا۔ مَیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی کہ آپؐ ان کے قرض خواہوں کو سمجھائیں کہ وہ ان کے قرض میں سے کچھ کمی کر دیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس خواہش کا اظہار کیا مگر قرض دینے والوں نے کمی نہیں کی۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ جاؤ اور اپنی کھجوروں کی ہر ایک قسم کو الگ الگ رکھو۔ مختلف قسم کی کھجوریں ہیں ان کے الگ الگ ڈھیر لگاتے جاؤ۔ کہتے ہیں عجوہ کھجور کی قسم کو علیحدہ رکھنا اور عِذق بن زید کھجور کی قسم کو علیحدہ۔ پھر مجھے پیغام بھیجنا۔ چنانچہ مَیں نے ایسا ہی کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلا بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپؐ کھجوروں کے ڈھیر پر یا ان کے درمیان بیٹھ گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا ان لوگوں کو ماپ کر دو۔ چنانچہ مَیں نے ان کو ماپ کر دیا یہاں تک کہ جو اُن کا حق تھا مَیں نے ان کو پورا دے دیا پھر بھی میری کھجوریں بچ گئیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان میں کچھ کمی نہیں ہوئی۔

(صحیح بخاری کتاب البیوع باب الکیل علی البائع والمعطی حدیث 2127)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم **نے اُحد کے شہیدوں کے لیے دعا کی** کہ اے خدا! اُحد کے شہیدوں کے پسماندگان کے لیے اچھے خبر گیر پیدا فرما۔ اس کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاذؓ کی بوڑھی اور نظر کی کمزور والدہ کا ذکر کیا جو پہلے بھی بیان ہو چکا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں مدینہ سے باہر نکل آئی تھی۔ جس کی تفصیل جیسا کہ مَیں نے کہا گذشتہ خطبہ میں بیان ہو چکی ہے۔ یہ تفصیل بیان فرمانے کے بعد آپؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری رکوا کر جب بڑھیا کو دیکھا تو بڑھیا سے ان کے بیٹے کی شہادت کا افسوس کیا۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ ان واقعات پر غور کرو اور دیکھو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا زیادہ احساس تھا کہ جس کسی کو تکلیف پہنچتی ہے اس کے ساتھ ہمدردی کی جائے۔ اس کے بعد آپؐ نے اس بڑھیا سے فرمایا تم بھی خوش ہو اور دوسری تمام بہنوں کو بھی جن کے رشتہ دار لڑائی میں شہید ہو گئے ہیں یہ خوشخبری سنا دو کہ ہمارے جتنے آدمی آج شہید ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سب کو جنت میں اکٹھا رکھا ہے اور سب نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے خدا! ہمارے پسماندگان کی خبر گیری رکھیو۔ یہ بتانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی دعا کی کہ اے خدا! اُحد کے شہیدوں کے پسماندگان

کے لیے اچھے خبر گیر پیدا فرما۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح آپؐ نے مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی اُحد کے شہیدوں کے پسماندگان کی دلجوئی فرمائی اور ان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا اور باوجود اس کے کہ آپؐ زخمی ہو چکے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز ترین رشتہ دار شہید ہو گئے تھے اور آپ کے عزیز ترین صحابہ فوت ہو گئے تھے آپؐ برابر قدم بہ قدم مدینہ کے لوگوں کی دلجوئی فرما رہے تھے۔ آپؐ کو اپنی تکلیف کا ذرہ بھی احساس نہ تھا۔ آپؐ کے سوا ایسا کوئی شخص نہیں ہو سکتا جو اتنی تکلیفوں، اتنے دکھوں اور اتنی مصیبت کے وقت دوسروں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرے۔ ایسے وقت میں تو لوگ کسی کے ساتھ بات کرنے کے بھی روادار نہیں ہوتے چہ جائیکہ وہ کسی کے ساتھ ہمدردی کی باتیں کریں۔

(ماخوذ از مصائب کے نیچے برکتوں کے خزانے مخفی ہوتے ہیں، انوار العلوم جلد 19 صفحہ 58-57)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اَور دعا کا ذکر ملتا ہے جو آپؐ نے ایک شہید کی بیوہ کو دی۔ وہ دعا تھی کہ مَیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ تمہارے خاوند سے بہتر خبر گیری کرنے والا کوئی شخص پیدا کر دے۔ اس کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے لکھا ہے کہ:

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اُحد کی جنگ ایک نہایت صبر آزما جنگ تھی اس سے پہلے کبھی آپؐ پر قاتلانہ حملہ نہ ہوا تھا اور نہ صرف یہ کہ جنگِ اُحد میں آپؐ پر حملہ ہی ہوا اور نہ صرف یہ کہ آپؐ کے بعض دانت بھی ٹوٹ گئے اور نہ صرف یہ کہ آپؐ زخمی ہو گئے بلکہ دشمن آپؐ کی بے ہوشی کی حالت میں آپؐ کے اوپر سے اور آپؐ کے ساتھیوں کے اوپر سے ان کے جسموں کو روندتا ہوا گزرا اور یہ آپؐ کی زندگی میں اپنی قسم کی پہلی مثال تھی مگر اس جنگ میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح بلند حوصلگی اور اپنے اعلیٰ اخلاق کا نمونہ پیش کیا اور لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور دل جوئی کی۔ اس جنگ کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ اخلاق کے کتنے بلند ترین مقام پر کھڑے تھے اور اس جنگ میں صحابہؓ کی عدیم المثال قربانیوں کا بھی پتہ چلتا ہے۔“ آپؓ فرماتے ہیں کہ ”مَیں اس وقت کی بات کر رہا ہوں جب آپؐ جنگ ختم ہونے پر مدینہ واپس تشریف لا رہے تھے۔ مدینہ کی عورتیں جو آپؐ کی شہادت کی خبر سن کر سخت بے قرار تھیں اب وہ آپؐ کی آمد کی خبر سن کر آپؐ کے استقبال کے لئے مدینہ سے باہر کچھ فاصلہ پر پہنچ گئی تھیں ان میں آپؐ کی ایک سالی زینب بنت جحش بھی تھیں ان کے تین نہایت قریبی رشتہ دار جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔“

یہاں وضاحت یہ کر دوں کہ انوار العلوم میں یہ جو واقعہ لکھا ہے یا لکھنے والے نے لکھا یا آپؓ نے اس طرح ہی بیان کیا لیکن نام میں کچھ سہو ہے۔ حضرت زینب بنت جحش تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی یعنی ہمشیرہ نسبتی کا نام حضرت حَمنہ بنت جحش تھا جو حضرت مصعب بن عمیرؓ کی اہلیہ تھیں۔ بہر حال جہاں جہاں یہ نام کی غلطی ہے اس کو مَیں آگے درست کرتا جاؤں گا، ان کا اصل نام تھا حَمنہ۔

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں دیکھا تو فرمایا اپنے مردے کا افسوس کرو۔ (یہ عربی زبان کا ایک محاورہ ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ مَیں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ تمہارا عزیز مارا گیا ہے۔)“ تو ”حمنہ

بنت جحشؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس مردے کا افسوس کروں؟ آپؐ نے فرمایا تمہارا ماموں حمزہؓ شہید ہو گیا ہے۔ یہ سن کر حضرت حَمنہؓ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور پھر کہا اللہ تعالیٰ ان کے مدارج بلند کرے وہ کیسی اچھی موت مرے ہیں۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا اچھا اپنے ایک اَور مرنے والے کا افسوس کر لو۔ حَمنہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس کا؟ آپؐ نے فرمایا تمہارا بھائی عبد اللہ بن جحشؓ بھی شہید ہو گیا ہے۔ حمنہؓ نے پھر اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور کہا الحمد للہ وہ تو بڑی ہی اچھی موت مرے ہیں۔ آپؐ نے پھر فرمایا حمنہؓ! اپنے ایک اَور مردے کا افسوس کرو۔ اس نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس کا؟ آپؐ نے فرمایا تیرا خاوند بھی شہید ہو گیا ہے۔ یہ سن کر حَمنہؓ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور اس نے کہا ہائے افسوس!! یہ دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو! عورت کو اپنے خاوند کے ساتھ کتنا گہرا تعلق ہوتا ہے۔ جب مَیں نے حمنہؓ کو اس کے ماموں کے شہید ہونے کی خبر دی تو اس نے پڑھا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ جب مَیں نے اسے اس کے بھائی کے شہید ہونے کی خبر دی تو اس نے پھر بھی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ہی پڑھا لیکن جب مَیں نے اس کے خاوند کے شہید ہونے کی خبر دی تو اس نے ایک آہ بھر کر کہا ہائے افسوس! اور وہ اپنے آنسوؤں کو روک نہ سکی اور گھبرا گئی۔ پھر آپؐ نے فرمایا: عورت کو ایسے وقت میں اپنے عزیز ترین رشتہ دار اور خونی رشتہ دار بھول جاتے ہیں لیکن اسے محبت کرنے والا خاوند یاد رہتا ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے حَمنہؓ سے پوچھا۔ تم نے اپنے خاوند کی وفات کی خبر سن کر ہائے افسوس کیوں کہا تھا؟ حمنہؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ! مجھے اس کے بیٹے یاد آ گئے تھے کہ ان کی کون رکھوالی کرے گا؟ آپؐ نے فرمایا:

مَیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کی تمہارے خاوند سے بہتر خبر گیری کرنے والا کوئی شخص پیدا کر دے۔ چنانچہ اسی دعا کا یہ نتیجہ تھا کہ حَمنہؓ کی شادی حضرت طلحہؓ کے ساتھ ہوئی اور ان کے ہاں محمد بن طلحہؓ پیدا ہوا مگر تاریخوں میں ذکر آتا ہے کہ حضرت طلحہؓ اپنے بیٹے محمد کے ساتھ اتنی محبت اور شفقت نہیں کرتے تھے جتنی کہ حَمنہؓ کے پہلے بچوں کے ساتھ۔ اور لوگ یہ کہتے تھے کہ کسی کے بچوں کو اتنی محبت سے پالنے والا طلحہؓ سے بڑھ کر اَور کوئی نہیں اور یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا نتیجہ تھا۔"

(مصائب کے نیچے برکتوں کے خزانے مخفی ہوتے ہیں، انوار العلوم جلد 19 صفحہ 55 تا 57)

(اسد الغابہ جلد 7 صفحہ 71 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر آپؓ نے اسی واقعہ کا اس طرح ذکر فرمایا ہے کہ:

"آپؐ نے جب حمنہ بنت جحشؓ کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا اور پھر فرمایا دیکھو! ایک عورت کا اپنے محبت کرنے والے خاوند کے ساتھ کتنا گہرا تعلق ہوتا ہے تو اِس سے آپؐ کا یہ مطلب تھا کہ مَردوں کو چاہئے کہ وہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کیا کریں۔" یہ مَردوں کے لیے عمومی سبق ہے کہ وہ عورتوں سے حسن سلوک کیا کریں "اور معمولی معمولی باتوں پر ان کو مارنے اور کوٹنے نہ لگ جایا کریں۔" یہ بہانہ بنا لیتے ہیں کہ ہمیں مارنے کی اجازت ہے۔ آجکل بھی ان سے یہ ہوتا ہے بلکہ حسن سلوک کرنا چاہیے۔ فرمایا کہ "جب ان کی عورتیں اپنے عزیز و اقارب سے جدا ہو کر ان کے پاس رہتی ہیں تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ان کا اعزاز کیا

جائے نہ کہ بات بات میں ان کے ساتھ جھگڑا فساد کیا جائے۔ آپؐ کے یہ فرمانے سے ایک طرف تو حمنہ بنت جحشؓ کی دلجوئی ہو گئی اور دوسری طرف آپؐ نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی بھی تلقین فرما دی۔"

(مصائب کے نیچے برکتوں کے خزانے مخفی ہوتے ہیں، انوار العلوم جلد 19 صفحہ 60)

ہر بات میں ایک سبق ہوتا ہے۔ انسان اس کو غور سے سنے اور سوچے تو پھر پتہ لگتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات صرف اس فرد کے لیے نہیں تھی بلکہ عمومی طور پر ہر ایک کے لیے ایک نصیحت ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے اس پہلو کہ آپؐ کو دوسروں کے احساسات اور جذبات کا کس قدر احترام تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا ہے کہ:

"جب آپؐ مدینہ میں داخل ہوئے تو چونکہ زخموں کی وجہ سے آپؐ کو نقاہت زیادہ تھی اس لئے صحابہؓ نے سہارا دے کر آپؐ کو سواری سے اتارا۔ مغرب کی نماز کا وقت تھا۔ آپؐ نے نماز پڑھی اور گھر تشریف لے گئے۔ مدینہ کی ان عورتوں کو جن کے رشتہ دار جنگ میں شہید ہو گئے تھے ان کی خبریں پہنچ چکی تھیں انہوں نے رونا شروع کر دیا۔ آپؐ نے جب عورتوں کے رونے کی آوازیں سنیں تو آپؐ کو مسلمانوں کی تکلیف کا خیال آیا اور آپؐ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا لٰکِنَّ حَمْزَۃَ فَلَا بَوَاکِیَ لَہٗ۔ ہمارے چچا اور رضائی بھائی حمزہ بھی شہید ہوئے ہیں لیکن ان کا ماتم کرنے والا کوئی نہیں۔ یہ سن کر صحابہؓ جن کو آپؐ کے جذبات اور احساسات کو پورا کرنے کی اتنی تڑپ تھی کہ وہ چاہتے تھے کہ آپؐ کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا جذبہ اور چھوٹے سے چھوٹا احساس بھی ایسا نہ رہ جائے جو پورا نہ ہو۔ وہ اپنے گھروں کی طرف دوڑے اور اپنی عورتوں سے جا کر کہا بس اب تم اپنے عزیزوں کو رونا بند کر دو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر جا کر حمزہؓ کا ماتم کرو۔ اتنے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تھکے ہوئے تشریف لائے تھے آپؐ آرام فرمانے لگے۔ حضرت بلالؓ نے عشاء کی اذان دی مگر یہ خیال کر کے کہ آپؐ تھکے ہوئے آئے ہیں آپؐ کو نہ جگایا" سو گئے تھے۔ "جب ثلث رات گذر گئی تو انہوں نے آپؐ کو نماز کے لئے جگایا۔ آپؐ جب بیدار ہوئے تو اس وقت عورتیں ابھی تک آپؐ کے مکان پر حضرت حمزہؓ کا نوحہ کر رہی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ کیا ہو رہا ہے؟ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مدینہ کی عورتیں حضرت حمزہؓ کی وفات پر رو رہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مدینہ کی عورتوں پر رحم کرے انہوں نے میرے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔ پھر فرمایا: مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ انصار کو مجھ سے بہت زیادہ محبت ہے۔ ساتھ ہی فرمایا: اس طرح نوحہ کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ امر ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری قوم کی یہ عادت ہے اور اگر ہم اس طرح نہ روئیں تو ہمارے جذبات سرد نہیں ہو سکتے۔ آپؐ نے فرمایا مَیں رونے سے منع نہیں کرتا ہاں عورتوں سے کہہ دیا جائے کہ وہ منہ پر تھپڑ نہ ماریں۔ اپنے بال نہ نوچیں۔" نوحہ کرتی تھیں تو اپنے آپ کو بھی مارتی پیٹتی تھیں۔ اپنے بال نہ نوچیں منہ پر تھپڑ نہ ماریں" اور کپڑوں کو نہ پھاڑیں اور اگر یوں رِقّت کے ساتھ رونا آئے" قدرتی طور پر اگر رقت کے ساتھ رونا آتا ہے "تو بے شک روئیں۔ ان باتوں سے آپؐ کی اخلاقی حالت کا پتہ چلتا ہے کہ باوجود زخمی اور تکلیف میں ہونے کے آپؐ کو دوسروں کے احساسات اور جذبات کا کتنا احترام تھا۔"

(مصائب کے نیچے برکتوں کے خزانے مخفی ہوتے ہیں، انوار العلوم جلد 19 صفحہ 59-58)

پھر آپؐ نے اس واقعہ کو اس زاویہ سے بیان فرمایا ہے کہ:

’’جب آپؐ نے یہ دیکھا کہ مدینہ کی عورتیں اپنے مرنے والوں کا نوحہ اور ماتم کر رہی ہیں تو آپؐ نے اس خیال سے کہ مہاجرین اور حضرت حمزہؓ کے رشتہ دار یہ خیال نہ کریں کہ ہمارا یہاں کوئی نہیں ہے۔ اس لئے ان کے جذبات کا احساس کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا آج حمزہؓ کو رونے والا کوئی نہیں؟ اور پھر جب مدینہ کی عورتیں حضرت حمزہؓ کا ماتم کرنے لگ گئیں تو آپؐ نے منع فرما دیا کہ اس طرح ماتم کرنا جائز نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر واقعہ میں آپؐ کا یہی خیال ہوتا کہ حضرت حمزہؓ کا ضرور ماتم کیا جائے تو آپؐ بعد میں منع نہ فرماتے۔ آپؐ نے جب حضرت حمزہؓ کی وفات پر کسی کے نہ رونے پر افسوس کا اظہار فرمایا اس وقت بھی آپؐ کا جذبہ صرف دلجوئی کا تھا اور جب آپؐ نے رونے والوں کو منع فرمایا اس وقت بھی آپؐ کا جذبہ دلجوئی کا ہی تھا کیونکہ آپؐ نے ان عورتوں کو رونے سے روکا بھی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ انہوں نے میرے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا ہے اور یہ پھر فرمایا مجھے تو پہلے ہی معلوم تھا کہ انصار کو مجھ سے زیادہ ہمدردی ہے اور یہ کہنے سے آپؐ کا یہ مطلب تھا کہ وہ رونے سے منع کرنے پر برا نہ منائیں۔ آپؐ نے منع بھی کر دیا اور ان کا شکریہ بھی ادا کر دیا۔ ہمیں یہ کتنا شاندار اور عظیم الشان طریق نظر آتا ہے جو اتنے نازک وقت میں آپؐ نے اختیار کیا حالانکہ ایسے وقت میں جبکہ عزیز اور قریبی رشتہ دار مارے جا چکے ہوں خود کوئی شخص زخمی ہو اور مستقبل قریب کے ایّام میں خطرہ محسوس ہو رہا ہو تو کوئی شخص اس قسم کا نمونہ پیش نہیں کر سکتا جو آپؐ نے کیا۔‘‘

(مصائب کے نیچے برکتوں کے خزانے مخفی ہوتے ہیں، انوار العلوم جلد 19 صفحہ 61-60)

تاریخ کی کتب میں ان صحابہؓ کا **ذکر جن کی تلواروں نے اُحد کی جنگ میں حق ادا کیا یوں ملتا** ہے کہ ’’جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے تو اپنی بیٹی فاطمہؓ کو تلوار پکڑاتے ہوئے فرمایا۔ اِغْسِلِی عَنْ هٰذَا دَمَهٗ يَا بُنَيَّةُ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ صَدَقَنِی الْيَوْمَ۔ اے میری پیاری بیٹی! اس تلوار پر لگے خون کو دھو ڈال۔ اللہ کی قسم! آج تو اس تلوار نے حق ادا کر دیا۔ پھر حضرت علیؓ نے بھی حضرت فاطمہؓ کو اپنی تلوار تھماتے ہوئے کہا۔ اس تلوار پر لگے خون کو بھی دھو ڈالو۔ اس موقع پر ان کی زبان پر بھی وہی الفاظ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے تھے کہ اللہ کی قسم! آج تو اس تلوار نے کمال کر دکھایا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے۔ لَئِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ الْيَوْمَ الْقِتَالَ لَقَدْ صَدَقَ مَعَكَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ وَ اَبُو دُجَانَةَ۔ اگر آج تم نے قتال میں کمال کر دکھایا ہے تو تمہارے ساتھ سَہل بن حُنَیف اور ابو دُجانہ نے بھی تو خوب دادِ شجاعت دی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم نے شمشیر زنی میں کمال کر دکھایا ہے تو سَہل بن حُنَیفؓ، ابو دُجانہؓ، عاصم بن ثابتؓ اور حارث بن صِمَّہؓ نے بھی خوب دادِ شجاعت دی ہے۔

(ماخوذ از دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 62 مطبوعہ بزم اقبال لاہور)

حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ’’تاریخوں میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے اُحد سے واپس آ کر حضرت فاطمہؓ کو اپنی تلوار دی اور کہا اِس کو دھو دو آج اِس تلوار نے بڑا کام کیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کی یہ بات سن رہے تھے آپؐ نے فرمایا: علی! تمہاری ہی تلوار نے کام نہیں کیا اَور بھی بہت

سے تمہارے بھائی ہیں جن کی تلواروں نے جوہر دکھائے ہیں۔ آپؐ نے چھ سات صحابہؓ کے نام لیتے ہوئے فرمایا: ان کی تلواریں تمہاری تلوار سے کم تو نہ تھیں۔ غرض آپؐ نے یہ بھی برداشت نہ کیا کہ آپؐ کا داماد کوئی ایسی بات کرے جس سے دوسرے صحابہؓ کے دلوں کو ٹھیس پہنچے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی نظر چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی پہنچتی تھی اور باوجود یکہ جنگِ اُحد کا واقعہ مستقل اثرات کے لحاظ سے اتنا بڑا واقعہ تھا کہ لوگوں کو اس واقعہ کے بعد سخت فکر تھی کہ دشمن اب دلیر ہو جائے گا یا آئندہ کیا ہو گا اور انسان ایسے اوقات میں چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف توجہ ہی نہیں دیتا مگر آپؐ نے ہر ایک کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا اور سب کی دلجوئی کی۔" (مصائب کے نیچے برکتوں کے خزانے مخفی ہوتے ہیں، انوار العلوم جلد 19 صفحہ 60-59)

غزوۂ حمراء الاسد:

جنگِ اُحد کے واقعات یہاں ختم ہوتے ہیں۔ ایک اَور غزوہ جس کا نام غزوہ حمراء الاسد ہے جو شوال تین ہجری میں ہوا اس کا ذکر کرتا ہوں۔ یہ غزوہ اصل میں غزوۂ اُحد ہی کا حصہ اور تتمہ ہے اور غزوہ حمراء الاسد سے حاصل ہونے والے نتائج کی بنا پر غزوۂ اُحد کو حقیقی معنوں میں مسلمانوں ہی کی فتح شمار کیا جاتا ہے۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 119 مطبوعہ بزم اقبال لاہور)

حمراء الاسد مدینہ سے ذُو الْحُلَیْفَہ جاتے ہوئے راستے کے بائیں جانب مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔ (فرہنگ سیرت صفحہ 106 زوار اکیڈمی کراچی)

(معجم البلدان اردو از ڈاکٹر غلام جیلانی برق صفحہ 123 الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور)

غزوہ حمراء الاسد کا سبب کیا بنا؟ اس بارے میں لکھا ہے کہ غزوۂ اُحد کے اختتام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت مدینہ تشریف لائے اور باوجود شدید زخمی ہونے کے مغرب کی نماز بھی صحابہؓ کے سہارے چل کر مسجد میں تشریف لا کر ادا کی اور اسی طرح عشاء کی نماز بھی مسجد میں تشریف لا کر ادا کی۔ نمازِ عشاء کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف تو لے گئے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے یہ ساری رات جاگتے ہوئے ہی گزاری کیونکہ آپؐ کو یہ خدشہ تھا کہ ابوسفیان اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کا پروگرام بنا سکتا ہے۔ اسی وجہ سے مدینہ میں ایک قسم کی ہنگامی حالت ہی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے باہر بھی مسلسل پہرہ رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی معلوم کروایا تھا کہ ابوسفیان کے ارادے کیا ہیں۔ کیا وہ مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ ہر چند کہ ابتدائی رپورٹ یہی ملی کہ ابوسفیان بڑی تیزی سے اپنے لشکر کو لے کر مکہ کی طرف رواں دواں ہے لیکن پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے غافل نہیں رہے۔

آخر کار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندیشے درست ثابت ہوئے اور رات ابھی پوری طرح ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع مل گئی کہ ابوسفیان اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے آنے کو تیار ہے۔ ہوا یہ کہ جب مشرکین میدانِ اُحد سے واپس ہوئے تو راستے میں جو لوگ بھی ملتے اور جب انہیں جنگ کی خبر ملتی تو وہ طعنہ دیتے کہ نہ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا اور نہ مسلمانوں کی عورتوں کو ساتھ لائے، نہ ان کے قیدی لائے اور نہ ہی کوئی اَور مال غنیمت ساتھ لائے ہو تو کس فتح کی بات کر

رہے ہو؟ ان طعنوں کو سنتے سنتے یہ لشکر مدینہ سے کوئی چوہتر کلو میٹر یا بعض کے نزدیک پچپن کلو میٹر دُور رَوْحَا نامی منزل پر پہنچا اور پڑاؤ کیا تو آپس میں ان لوگوں کی بحث ہونے لگی کہ بات تو واقعی درست ہے کہ نہ ہمارے پاس کوئی قیدی ہے، نہ مال غنیمت ہے۔ اس لیے یہ بہت ہی بُرا کام ہے۔ ہمیں واپس لَوٹنا چاہیے اور مدینہ پر حملہ کر دینا چاہیے۔ البتہ اسی لشکر میں موجود ایک اَور سردار صفوان بن امیہ نے مشورہ دیا کہ ایسا ہرگز نہ کرنا۔ اس وقت مدینہ پر حملہ کرنے کا سوچنا بھی نہ ورنہ بہت بُری طرح شکست کھاؤ گے لیکن ابوسفیان اور اس کے دوسرے ساتھیوں کی اکثریت نے یہی فیصلہ کیا کہ ہمیں مدینہ پر حملہ کرنا چاہیے ورنہ مکہ کیا منہ لے کر جائیں گے۔ ادھر ابوسفیان کے لشکر میں یہ مشاورت جاری تھی کہ فجر کی نماز کے لیے حضرت بلالؓ نے اذان دی اور بیٹھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرنے لگے۔ اتنے میں حضرت عبداللہ بن عَمرو بن عَوف مُزَنِیؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے ہوئے آئے۔ جب آپؐ باہر تشریف لائے تو انہوں نے کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ وہ اپنے گھر والوں کی طرف سے آ رہے تھے کہ راستے میں دورانِ سفر یہ ابوسفیان کے قافلے کے پاس سے گزر کر آ رہے تھے تو انہوں نے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم لوگوں نے تو کچھ نہیں کیا۔ تم لوگوں نے انہیں نقصان نہیں پہنچایا یعنی مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچایا اور تکلیف نہیں پہنچائی اور پھر تم نے انہیں چھوڑ دیا اور تباہ نہیں کیا۔ کفار نے کہا کہ ان مسلمانوں میں کئی ایسے بڑے بڑے لوگ باقی ہیں جو تمہارے مقابلے کے لیے اکٹھے ہوں گے۔ پس واپس چلو تا کہ ہم ان لوگوں کو جڑ سے اکھیڑ دیں جو ان میں باقی رہ گئے ہیں۔ صفوان بن امیہ اس بات سے انہیں روکنے لگا اور کہنے لگا کہ اے میری قوم! ایسا نہ کرنا کیونکہ وہ لوگ جنگ لڑ چکے ہیں اور مجھے خوف ہے کہ جو لوگ جنگ میں آنے سے رہ گئے تھے اب وہ تمہارے مقابلے میں ان کے ساتھ جمع ہو جائیں گے۔ تم واپس چلو کیونکہ فتح تو تمہاری ہی ہے کیونکہ مجھے خوف ہے کہ اگر تم واپس گئے تو تم شکست کھا جاؤ گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ ساری بات سنی تو فرمایا کہ صفوان اتنا سمجھدار تو نہیں ہے لیکن اس کی یہ بات بہت سمجھداری کی ہے یعنی ابوسفیان کو مدینہ پر حملہ کرنے سے روکنا۔ لیکن ساتھ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے جلال سے فرمایا: اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر وہ مدینہ پر حملہ آور ہوئے تو ان کے لیے ایسے پتھروں کو نشان لگا دیے گئے ہیں کہ جن کی بارش سے ان کا اس طرح نام و نشان مٹ جائے گا جیسے گزرا ہوا کل ہوتا ہے۔ (دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 63، 120 مطبوعہ بزم اقبال لاہور)
(سبل الہدیٰ والرشاد مترجم جلد 4 صفحہ 268-267 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

بہرحال آگے اس کی تفصیل ہے جو ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

دوسری بات جو عموماً **میں تحریک کرتا رہتا ہوں وہ دعا کے لیے ہے۔ دعائیں جاری رکھیں۔** جیسا کہ خیال تھا اور خدشہ تھا۔ ایران پر براہِ راست بھی اسرائیل نے حملہ کر دیا ہے۔ ہر ایک کو پتہ ہی ہے۔ اس سے مزید حالات خراب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ دنیا کے ان لیڈروں کو بھی عقل دے جو عالمی جنگ کو ہوا دینے کی مزید کوشش کر رہے ہیں اور مسلم امہ کو بھی سمجھ اور عقل دے اور ان کو توفیق دے کہ وہ ایک بن کر پھر اپنے مقابل کا صحیح طرح مقابلہ کر سکیں اور حکمت اپنا سکیں۔

اس وقت میں دو مرحومین کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں جس میں پہلا ذکر ہے مکرم **مولانا غلام احمد صاحب نسیم**۔ یہ مربی سلسلہ تھے۔ جامعہ احمدیہ ربوہ میں پروفیسر رہے۔ آجکل امریکہ میں تھے۔ گذشتہ دنوں یہ ترانوے (93) سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے والد کا نام صلاح محمد صاحب تھا جنہوں نے کسوف و خسوف کا نشان دیکھ کر مہدی کی تلاش شروع کی۔ سورج چاند گرہن کا نشان دیکھا تو اس وقت انہوں نے مہدی کی تلاش شروع کی اور اس میں کئی سال گزر گئے اور پھر 1901ء میں بیعت کی ان کو سعادت ملی۔ دُور دراز علاقہ ہونے کی وجہ سے قادیان زیارت کے لیے نہیں پہنچ سکے۔ میر صلاح محمد صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے اور قبول احمدیت کی وجہ سے انہیں شدید مخالفت کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ اپنے گاؤں میں یہ اکیلا احمدی گھرانہ تھا۔ میر غلام احمد نسیم صاحب نے دورانِ تعلیم 1947ء میں وقف کا خط لکھا تو ان کے وقف کی منظوری بھی آ گئی اور پھر ان کو ساتھ یہ بھی ہدایت ملی کہ پڑھائی جاری رکھیں۔ پارٹیشن کے بعد 1948ء میں مدرسہ احمدیہ احمد نگر میں تعلیم شروع کی۔ 1954ء میں مولوی فاضل پاس کیا اور پھر جامعۃ المبشرین سے شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ 1957ء میں میدان عمل میں آئے۔ 1960ء میں آپ سیرالیون پہنچے یہاں تین سال مبلغ کے ساتھ ساتھ احمدیہ سکول بو (Bo) کے ہیڈ ماسٹر کے طور پر بھی خدمات کرتے رہے۔ پاکستان واپس آنے پر ان کا تقرر جامعہ احمدیہ میں ہوا۔ یہاں لائبریری میں مہتمم کے فرائض بھی انجام دیے۔ کوئی استاد رخصت پر ہوتا تو پیریڈ بھی لیتے تھے۔ اس دوران آپ نے ایم اے عربی کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیا۔ 1966ء میں ان کا تقرر گیانا ہوا۔ یہاں آپ نے سوا چار سال خدمات سرانجام دیں۔ 1970ء میں ان کی مرکز واپسی ہوئی۔ 1970ء سے 1975ء تک جامعہ احمدیہ میں بطور استاد خاص طور پہ غیر ملکی طلبہ کو پڑھانے پر مقرر ہوئے۔ 75ء سے 79ء چار سال آپ نے زیمبیا افریقہ میں بطور مبلغ خدمات سرانجام دیں۔ پھر 1980ء سے 1997ء تک جامعہ احمدیہ میں تاریخ اور تصوّف کے استاد کے طور پر خدمات بجالاتے رہے۔ ان کے واقعات میں لکھا ہے کہ آپ سیرالیون، گیانا اور زیمبیا میں گیارہ سال تک خدمات بجا لاتے رہے اور پورا عرصہ فیملی کے بغیر بیرون ممالک میں رہے۔ ان کی زوجہ کا ذکر اور ان کی قربانیوں کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی ایک تقریر میں کیا تھا۔

ان کی اہلیہ امۃ المنان قمر صاحبہ فضل عمر گرلز سکول ربوہ کی سابق ہیڈ مسٹرس تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار بچوں سے نوازا جو خدمات میں پیش پیش ہیں اور وہ سارے ہی اچھے پڑھے لکھے ہیں۔

ان کی ایک بیٹی ڈاکٹر امۃ الشکور صاحبہ ہیں یہ ڈاکٹر عبدالحفیظ کی اہلیہ ہیں۔ یہ امریکہ میں ہیں۔ یہ بھی نصرت جہاں سکیم کے تحت گیمبیا اور تنزانیہ میں گیارہ سال تک خدمات سرانجام دیتی رہیں۔

علمی کام بھی ان کا ہے۔ یہ تین کتب کے مصنف ہیں۔ قاموس الرؤیا، (خوابوں کی تعبیر۔ حروفِ ابجد کے لحاظ سے) تصوف۔ روحانی سائنس، یہ ان کی دوسری کتاب ہے اور تیسری کتاب ہے یادِ ایام، ان کے خودنوشت حالات ہیں۔

انعام الحق کوثر مشنری انچارج آسٹریلیا لکھتے ہیں کہ عاجزی اور انکساری کے ساتھ شاگردوں کو خوب پڑھانے والے اور ان کا خیال رکھنے والے تھے۔ کہتے ہیں میں برٹش گیانا دورے پہ گیا تو تین چار دیہات میں

ان کے ذریعہ سے جو جماعتیں قائم ہوئی تھیں وہاں سب پرانے لوگوں نے ان کا ذکر بہت عمدہ طریق پر کیا اور ان کی تصویر اپنے پاس رکھی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ برٹش گیانا میں ایک مضبوط جماعت قائم کی۔

لئیق مشتاق صاحب مربی سلسلہ سورینام لکھتے ہیں کہ مولانا میر غلام احمد نسیم صاحب نے گیانا میں قیام کے دوران 67ء سے 69ء تک سورینام کے تین دورے کیے اور یہاں ہفتوں قیام کر کے اس جماعت کو از سرِ نو فعال کیا۔ اس زمانے میں مختلف وجوہات کی بنا پر افراد جماعت کی اکثریت نے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور چند احمدی موجود تھے۔ ان کا بھی مرکز سے رابطہ منقطع ہو گیا تھا۔ ان حالات میں محترم مولانا غلام احمد نسیم صاحب گیانا سے سورینام آئے اور 15/ ستمبر 67ء کو پہلا اجلاس کروایا جس میں چھ افراد نے شرکت کی اور جماعت سے اٹوٹ رشتہ قائم کرنے کا عہد کیا۔ ان دنوں پاکستان سے مولوی شاہ احمد نورانی بھی سورینام آیا ہوا تھا اور جماعت کے خلاف جگہ جگہ نفرت آمیز تقریریں کر رہا تھا۔ مولانا نسیم صاحب نے بھی متعدد جلسے کر کے اس کے الزامات کے جوابات دیے نیز ریڈیو پر صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالے سے تین پروگرام کیے۔ مئی 1968ء میں دوسرے دورے کے دوران زیر تعمیر مسجد کے ساتھ مشن ہاؤس کی بنیاد رکھی اور اس کی تعمیر چند سالوں میں مکمل ہوئی۔ لاہوری جماعت کے امام عبدالرحیم جگو اور سنی جماعت کے امام کو مناظرے کا چیلنج دیا۔ آپ نے صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کئی فولڈر بھی شائع کیے۔

21/ جون 1968ء کو جماعت کے ایک ممبر کے گھر میں منعقدہ مجلس سوال و جواب کے دوران شر پسند مسلمانوں نے افراد جماعت پر حملہ کر دیا اور کہتے ہیں کہ ہیڈ ٹیبل ایک کمرے کے دروازے کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ مولانا صاحب کے دائیں بائیں بیٹھے افراد نے آپ کو دھکیل کر کمرے کے اندر کیا اور باہر سے دروازہ بند کر دیا۔ حملہ آوروں نے افراد جماعت کو شدید زدوکوب کیا اور لکڑی کی کرسیاں اٹھا اٹھا کر انہیں ماریں۔ اس واقعہ میں مَردوں کے علاوہ کئی خواتین بھی شدید زخمی ہوئیں۔ مولانا صاحب کمرے کے اندر سے چلّاتے رہے کہ مجھے باہر نکالو۔ مَیں بھی ان کا مقابلہ کروں گا۔ بڑی جرأت والے تھے۔ شر پسند مولانا صاحب کا ایک بریف کیس بھی ساتھ لے گئے جس میں آپ کا پاسپورٹ اور دیگر سامان تھا۔ کئی دن بعد پولیس نے یہ برآمد کیا۔ بہرحال اس واقعہ کے بعد آپ نے بھرپور طریق پر پولیس اور متعلقہ افسران سے رابطہ کر کے افراد جماعت کے تحفظ کو یقینی بنانے کی کوشش کی۔

کلچرل سینٹر میں اسلام اور عصر حاضر کے مسائل پر لیکچر دیا۔ افراد جماعت کو مرکز سے باقاعدہ رابطہ رکھنے کی تلقین کی۔ یوں آپ کی مساعی سے ایک بکھری ہوئی جماعت دوبارہ اپنے قدموں پر کھڑی ہو گئی اور اللہ کے فضل سے بعد میں جانے والے مبلغین نے بھی اس کو مزید مضبوط کیا اور اب یہ مضبوط جماعت ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد اور نسلوں میں بھی یہ نیکیاں جاری رکھے۔ اگلا **ذکر مکرم ڈاکٹر احسان اللہ ظفر صاحب سابق** امیر جماعت امریکہ کا ہے۔ گذشتہ دنوں ان کی اکاسی (81) سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ ایک لمبا عرصہ بطور مقامی صدر، نائب امیر جماعت امریکہ اور 2002ء سے 2016ء تک انہوں نے بطور امیر جماعت امریکہ خدمت کی توفیق پائی۔ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ نہایت محبت کرنے والے اور شفیق انسان تھے۔ بہت

وسیع حوصلے کے مالک تھے۔ پسماندگان میں دو بیٹیاں ہیں۔ ان کی اہلیہ چند سال پہلے ایک ایکسیڈنٹ میں وفات پا گئی تھیں اور اسی طرح بیٹا بھی وفات پا گیا تھا۔ وہ صدمے بھی انہوں نے بڑے صبر اور حوصلے سے برداشت کیے اور کبھی شکوہ زبان پر نہیں لائے۔

آپ کی بیٹی ڈاکٹر ہانہ مریم کہتی ہیں کہ میرے والد بہت نیک اور دیندار شخص تھے۔ نماز اور قرآن اور چندے کی ادائیگی میں باقاعدہ ہونے کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ سے اپنا تعلق ہمیشہ بڑھانے میں لگے رہتے تھے۔ دن میں کئی مرتبہ اکیلے یا مجالس میں بیٹھے ہوئے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے۔ وہ کبھی یہ نہیں سوچتے تھے کہ دوسرے میرے بارے میں کیا سوچیں گے۔ زندگی کی مشکلات کے باوجود انہوں نے اپنے بچوں کو ہمیشہ یہ بات سکھائی کہ خدا تعالیٰ کا ہر حال میں شکر ادا کرنا چاہیے۔ کہتی ہیں میرے والد صاحب خلافت کے بھی بہت مخلص اور فدائی تھے۔ ان کا دینی، تاریخی اور سیاسی علم بہت وسیع تھا۔ آخری مرتبہ ہسپتال جانے والے دن بھی انہوں نے اخبار کا مطالعہ کیا اور میرا خطبہ سنا اور تاریخ سے متعلقہ انٹرویوز دیکھے اور مجھے بھی کہا کہ یہ دیکھو۔ اپنے علم اور رائے کو دوسروں کے علم اور رائے پر کبھی فوقیت نہیں دیتے تھے بلکہ آرام سے سنتے تھے، غور کرتے تھے، پرکھتے تھے۔ قرآن کریم اور اس کے ترجمہ کا ان کو بہت گہرا علم تھا۔ کہتی ہیں ہمیں قرآن کریم کے الفاظ کے معنی بتانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتاتے تھے کہ ان تعلیمات کا ہماری زندگی پر کیا اثر ہے۔ ذاتی زندگی میں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی پہلو نظر آتا ہے۔ اسی طرح ان میں اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری بھی تھی۔ کہتی ہیں کہ ایک دن کھانے کے دوران وہ دعا کرنے لگ گئے۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ کے پاس بعض اوقات کھانے کی اتنی قلت ہوتی تھی کہ کھجور اور روٹی کو سرکہ میں ڈبو کر کھا لیتے تھے۔ اتنا کچھ ہونے کے باوجود ہم اَور زیادہ کی تمنا کرتے ہیں۔ ہمیں شکر گزار ہونا چاہیے۔ ضرورتمندوں کی مدد کرنے کا ان میں بہت جذبہ تھا۔

1967ء میں انہیں مکہ جانے کا موقع ملا۔ راستے میں ان کی نظر ایک شخص پر پڑی جس نے منہ سے تو کچھ نہیں کہا لیکن اس کی آنکھوں نے مدد اور بھوک کا اظہار کیا۔ کہتی ہیں میرے والد نے اس شخص کو کچھ رقم دی جو ان کے پاس تھی اور اس نے اپنی آنکھوں سے ہی شکریہ ادا کیا اور کھانے کے سٹال کی طرف چلا گیا۔ کہتی ہیں کچھ سال پہلے وہ تین ترکی قالین خرید کر گھر لے آئے۔ یہ دیکھ کر میری والدہ نے انہیں کہا کہ آپ نے بہت مہنگے لے لیے ہیں ان کی تو ہمیں ضرورت بھی نہیں تھی۔ انہوں نے بتایا کہ جس عورت نے مجھے یہ فروخت کیے ہیں اس کی آمدنی کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ مَیں نے اس کا جذبہ دیکھ کر اس کی مدد کرنا چاہی تھی۔ ہمیشہ دوسروں کی خوبیوں کو دیکھتے تھے نہ کہ ان کی خامیوں کو۔ اپنے بچوں کو بھی تلقین کرتے تھے کہ مشکلات کے سامنے کبھی گھبرانا نہیں چاہیے۔ ہمیشہ ہر چیز خدا تعالیٰ سے مانگنی چاہیے اور جو خدا عطا کر دے اس پر راضی ہونا چاہیے۔ کہتی ہیں وہ ہم سب کے لیے یہی نصیحت کرتے تھے اور بار بار کرتے تھے۔

ڈاکٹر نسیم رحمت اللہ صاحب ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ میں 1989ء سے ڈاکٹر احسان اللہ ظفر صاحب کے ساتھ کام کر رہا ہوں۔ بہت ہی نیک اور متقی انسان تھے۔ خلافت کے ساتھ گہرا اور والہانہ عشق رکھتے تھے۔ ڈاکٹر مبشر ممتاز صاحب امریکہ لکھتے ہیں کہ عاملہ ممبران کو نہایت ہی نرم لہجے میں ہدایات دیتے۔

اگر وہ کسی تجویز سے اتفاق نہ رکھتے تو اس کے ردّ میں دلیل پیش کر کے سمجھاتے۔ یہ نہیں کہ زبردستی اپنا حکم ٹھونس دیا۔ جب کوئی سنجیدہ بات کرتے تب بھی لہجے میں سختی نہ لاتے۔ جو بات سمجھاتے وہ دل کی گہرائیوں میں اترتی۔

مرزا احسان لکھتے ہیں کہ خاکسار کو احسان اللہ ظفر صاحب کے ساتھ ایک لمبا عرصہ کام کرنے کی توفیق ملی۔ بطور امیر افراد جماعت کو خلافت اور جماعت کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کرواتے ہوئے دیکھا۔ سادہ مزاج، درد مند، صلح جو، غریبوں کے ہمدرد، تصنع اور بناوٹ سے پاک، بخل اور لالچ سے بالکل مبرا انسان تھے۔ اپنے خزانے جماعت اور غریبوں کے لیے کھول دینے والے تھے۔ قرآن مجید کی تفسیر اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ میں محو رہتے تھے۔ تکبر، بڑائی اور خود پسندی سے کلیۃً عاری تھے اور خلیفۂ وقت کی ذرا سی بھی ناراضگی سے بے چین ہو جاتے تھے۔ یہ تو مَیں نے خود بھی تجربہ کیا ہے۔ ذرا سی بھی کوئی ایسی بات ہوتی جو مَیں ان کے بارے میں ان کو لکھتا تو ہمیشہ انہوں نے بڑی بے چینی کا اظہار کیا اور فوری طور پر معافی مانگی اور حالات کو اس کے مطابق کرنے کی کوشش کی۔ کتابوں کا بے انتہا شوق تھا۔ ان کی ذاتی لائبریری میں ایسی ایسی نادر کتابیں موجود ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ آپ کو قرآن کریم سے محبت اور عشق تھا۔ کوئی مجلس ہو، کوئی محفل ہو ہمہ وقت قرآن مجید کی آیات پر غور کرتے رہتے تھے۔ ان کی محفل بے تکلف اور محبت سے ہر ایک کو اپنی طرف کھینچنے والی ہوتی تھی۔ اپنے لیے بطور امیر کبھی کوئی پروٹوکول روا نہیں رکھا۔ بہت سادہ مزاج آدمی تھے۔

ظہیر باجوہ صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دوست نے مجھے بتایا کہ ڈاکٹر احسان اللہ صاحب خاموشی سے مسجد میں آتے اور جب کوئی نہ ہوتا تو اکیلے مسجد اور باتھ روم کی صفائی کرتے۔ جب ان سے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا اس ذریعہ سے مجھے اپنی روح کی صفائی کرنے کا موقع ملتا ہے۔ بہت عاجزی تھی۔ پھر یہ لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کی خدا سے محبت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا ادراک، حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ان کی محبت اور خلفاء سے ان کی عقیدت مثالی تھی۔ ان کی قرآن کریم سے محبت تو بیان سے باہر ہے۔ کہتے ہیں جب بھی ہم اکٹھے کار میں بیٹھتے تو قرآن کریم کی سی ڈی لگی ہوتی تھی اور گھر میں ہمیشہ ایم ٹی اے لگا رہتا تھا۔ جب بھی بیت الرحمٰن آتے تو ہمیشہ ایم ٹی اے یا تلاوت لگا دیتے۔ ان کے گھر میں ہر طرف قرآن ہی قرآن اور تفاسیر موجود ہیں اور کتب کی ایک کثیر تعداد قریباً ہر کمرے میں اور الماری میں موجود ہے۔ صرف موجود ہی نہیں ہوتی تھی ان کا وہ باقاعدگی سے مطالعہ بھی کیا کرتے تھے۔

جب یہ ربوہ میں پڑھا کرتے تھے تو ڈاکٹر صاحب کی والدہ کی خواہش تھی کہ روزانہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سے ملیں اور حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ سے ملا کریں اور ان کو دعا کی درخواست کریں۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں میں حتی المقدور یہ کوشش کرتا رہتا تھا اور میری کامیابی تعلیمی میدان میں بھی اور دوسری تربیت میں بھی اس میں ان دونوں بزرگوں کا بہت زیادہ ہاتھ ہے۔ ہر کسی سے پیار کرتے تھے مگر جو خاص پیار مَیں نے ان کی آنکھوں میں غریب احمدیوں کے لیے دیکھا وہ بیان سے باہر ہے۔ وہ کسی کا بُرا سوچ ہی نہیں سکتے تھے لیکن جو شخص، جو خوشحال احمدی جماعت کے لیے قربانی میں آگے نہیں آتے تھے ان کے

بارے میں ڈاکٹر صاحب کے دل میں ایک خلش سی رہتی تھی اس کا کبھی کبھی اظہار بھی کر دیا کرتے تھے۔ ان کی شدید خواہش تھی کہ ہر احمدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صحیح مقام سمجھے۔ ان کی یہ خواہش تھی کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام کو سمجھیں، اپنائیں اور پھیلائیں اور اس کے لیے وہ نئے نئے طریقے بھی سوچتے رہتے تھے۔ مجھے بھی بعض دفعہ لکھتے رہتے تھے۔ مساجد بنانے کی طرف بھی ان کی بہت توجہ تھی۔ ان کے زمانے میں کافی مساجد بنی ہیں۔ ان کا دعا پر اعتقاد بہت پختہ تھا۔ ایک دفعہ عاملہ میٹنگ میں کسی نے کوئی ایسی بات کی جس سے دعا کی عظمت میں کمی کا احساس ہوتا تھا۔ کہتے ہیں کہ مَیں نے ان کو عاملہ میں کبھی اتنا غصہ میں نہیں دیکھا جیسا اس موقع پر دیکھا تھا۔ انتہائی سادہ زندگی گزارتے تھے۔ اگر کوئی شوق تھا تو مسجدیں بنانے کا شوق تھا۔ ہر کسی کی ہر بات مانتے تھے مگر مسجد نہ بنانے کی بات کو بہت بُرا سمجھتے تھے۔ جب تک ان کی صحت ٹھیک تھی ہر جمعرات کو مسجد بیت النصر Willingboro کی مکمل صفائی خود کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمیشہ مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق بخشی۔

مرزا مغفور احمد صاحب جو آجکل امیر جماعت امریکہ ہیں وہ لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر احسان اللہ ظفر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک لمبا عرصہ پہلے نائب امیر اور پھر بحیثیت امیر جماعت احمدیہ امریکہ کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی اور جو میرے دورے ہیں، ان کے زمانے میں جب وہ امیر تھے مَیں نے امریکہ میں تین دورے بھی کیے اور انہوں نے بڑی خوش اسلوبی سے میرے ان دَوروں کو بھگتایا اور انتظامات کیے۔ کہتے ہیں کئی سالوں سے بیماری کی وجہ سے ان کا چلنا پھرنا محدود ہو گیا تھا مگر امارت کی ذمہ داریوں کو خوش دلی سے مکمل طور پر ادا کرتے رہے۔ ان کی گفتگو میں اکثر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالے سے بات ہوتی تھی۔ باتیں کرتے تھے تو گفتگو میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالے سے بات کرتے۔ آپ کی کتب کے حوالے دیا کرتے تھے۔ اور حضور علیہ السلام سے ایک خاص تعلق کا اظہار ہوتا تھا۔ خلافت کے ساتھ بڑا گہرا اور اطاعت کا تعلق تھا اور پھر موجودہ امیر صاحب امریکہ لکھتے ہیں۔ مجھے لکھ رہے ہیں کہ آپ کی ساری ہدایات جو آتی تھیں ان کو افراد جماعت تک فوراً پہنچانے کی کوشش کرتے تھے۔ بہرحال مَیں نے بھی دیکھا ہے جیسا کہ مَیں نے کہا خلافت کی اطاعت ان میں بے مثال تھی۔ اپنی رائے خود چھوڑ دیتے تھے اور بڑی خوشدلی سے چھوڑتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ ان کی بچیوں کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے اور ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 10/ مئی 2024ء جلد 31 شمارہ 112 صفحہ 02 تا 06)

17

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 26/ اپریل 2024ء بمطابق 26/ شہادت 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

غزوۂ حمراء الاسد کا سبب اور اس کا پس منظر گذشتہ خطبہ میں بیان ہوا تھا۔ بہر حال جب دشمن کے اُحد کی جنگ کے بعد راستہ سے پلٹ کر مدینہ پر حملہ کرنے کی سازش کا علم ہوا تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بلایا اور ان کو اس مُزَنی صحابی کی بات بتائی جنہوں نے یہ اطلاع دی تھی۔ تو ان دونوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دشمن کی طرف چلیں تا کہ وہ ہمارے بچوں پر حملہ آور نہ ہوں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بلوایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ وہ اعلان کریں کہ رسول اللہ تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ دشمن کے لیے نکلو اور ہمارے ساتھ وہی نکلے جو گذشتہ روز لڑائی میں شامل تھا یعنی اُحد کی لڑائی میں جو لوگ شامل تھے صرف وہی ساتھ جائیں گے۔

اسلامی پرچم اور پھر مدینہ کی قائمقامی کے بارے میں لکھا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جھنڈا منگوایا جو کہ گذشتہ روز سے ہی بندھا ہوا تھا، اس کو ابھی تک کھولا نہیں گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جھنڈا حضرت علیؓ کو دے دیا اور ایک جگہ یہ بھی بیان ہوا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو دیا تھا۔ اس موقع پر حضرت ابن ام مکتومؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا تھا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 309-308 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سیرت نگار لکھتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن کے تعاقب میں نکلنے کا فیصلہ انتہائی دانشمندانہ تھا۔ تفصیل میں بیان ہوا ہے کہ منافقین کے نزدیک جنگِ اُحد میں ستّر افراد کے جانی نقصان کے بعد اگلے ہی روز دشمن کے تعاقب میں بِنا زائد افرادی قوت کے جانا انتہائی خطرناک تھا مگر بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ انتہائی دانشمندانہ تھا جس سے مسلمانوں کو بے شمار فوائد حاصل ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری رات جنگ سے پیدا شدہ صورتحال پر غور کرتے گزاری۔ آپؐ کو اندیشہ تھا کہ اگر اُحد سے واپس مکہ جانے والے مشرکین نے سوچا کہ میدانِ جنگ میں اپنا پلہ بھاری ہوتے ہوئے بھی ہم نے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا تو یقیناً انہیں ندامت محسوس ہو گی اور وہ راستے سے پلٹ کر مدینہ پر دوبارہ حملہ کریں گے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین جنگی حکمتِ عملی اپناتے ہوئے دشمن کے تعاقب کا فیصلہ فرمایا۔ اس فیصلے نے مجاہدین کے حوصلوں کو مزید بلندیوں تک پہنچا دیا اور منافقین کے دل پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوتِ ارادی اور قوتِ یقین کی ہیبت طاری کر دی۔ تیسری طرف جب دشمن کو خبر ملی کہ اسلامی لشکر

ان کے تعاقب میں ہے تو ان کے حوصلوں کے ٹمٹماتے چراغ بجھنے لگے۔

(غزوات و سرایا از علامہ محمد اظہر فرید صفحہ 215 فرید یہ پبلشرز ساہیوال)

یہ ایک سیرت کی کتاب کا نوٹ ہے۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبَیّ نے بھی ساتھ جانے کی اجازت مانگی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اس غزوہ میں شامل ہونے کی درخواست کرنے لگا حالانکہ غزوۂ اُحد میں نہ صرف یہ خود واپس گیا تھا بلکہ اپنے ہمراہ تین سو ساتھی بھی لے کر پلٹ گیا تھا۔ ایسی حرکت پر یقیناً وہ شرمندہ بھی ہو گا اور شاید اس ندامت کا داغ مٹانے کے لیے، یا خدا معلوم کسی اَور سازش کے تحت کیونکہ منافقین کا تو پتہ کچھ نہیں ہوتا، یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے کی اجازت طلب کی تو آپؐ نے اسے ساتھ جانے سے منع فرما دیا۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 121 مطبوعہ بزم اقبال لاہور)

انہوں نے کہا نہیں۔ اُحد کے زخمی صحابہؓ میں سے بعضوں کو جنگ میں کاری زخم لگے تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بجا آوری کا کیا نمونہ دکھایا اس بارے میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعلان تھا کہ سنتے ہی عشق و وفا کے یہ مخلص جاں نثار اپنے زخموں کو سنبھالتے ہوئے، اپنے اسلحوں کو لیے ہوئے ایک بار پھر نکل پڑے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا تو فوری طور پر وہ نکل پڑے۔ حضرت اُسَید بن حُضَیرؓ کو نو زخم لگے ہوئے تھے انہوں نے ابھی دوا لگانے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ ان کے کانوں میں یہ آواز پڑی تو اپنے زخموں پر دوائی لگانے کے لیے بھی نہیں رکے اور چل پڑے۔ بنو سلمہ سے چالیس زخمی نکلے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسی حالت میں بھی حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دیکھ کر ان کے لیے دعائے مغفرت کی اور فرمایا: اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ بَنِی سَلَمَہ۔ اے اللہ! بنو سلمہ پر رحم فرما۔

طُفَیل بن نُعمانؓ کو تیرہ زخم لگے تھے۔ خِرَاش بن صِمَّہؓ کو دس زخم لگے تھے۔ کعب بن مالکؓ کو دس سے زائد زخم اور قُطْبَہ بن عَامِرؓ کو نو زخم لگے تھے لیکن اس کے باوجود مسلمان اپنے ہتھیاروں کی طرف دوڑے اور اپنے زخموں پر مرہم لگانے کے لیے نہیں ٹھہرے۔ خدا تعالیٰ نے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی جذبۂ بے مثل کو اپنے کلام میں مرقوم فرما دیا تا کہ رہتی دنیا تک کے لیے ان پر عقیدتوں کے پھول نچھاور ہوتے رہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَھُمُ الْقَرْحُ۔ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْھُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ۔ (آل عمران: 173)

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 308 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 122 مطبوعہ بزم اقبال لاہور)

وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور رسول کو لبیک کہا بعد اس کے کہ انہیں زخم پہنچ چکے تھے ان میں سے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے احسان کیا اور تقویٰ اختیار کیا بہت بڑا اجر ہے۔ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ اس کے ایک مصداق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد دوم صفحہ 350 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت جابر بن عبداللہؓ کو ساتھ جانے کی اجازت کے بارے میں ذکر ملتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا تھا کہ اس مہم میں صرف وہی ساتھ جائیں گے جو جنگِ اُحد میں شامل ہوئے تھے اور اسی پر سختی سے عمل بھی ہوا۔ لیکن ایک خوش بخت مخلص صحابی ایسے تھے کہ جو جنگِ اُحد میں شامل نہیں ہوئے لیکن اب ان کو ساتھ جانے کی اجازت مرحمت ہوئی تھی اور وہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ تھے۔ ابنِ اسحاقؒ اور ابنِ عمرؓ نے بیان کیا ہے کہ جابر بن عبد اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ کے منادی نے یہ اعلان کیا ہے کہ ہمارے ساتھ وہی نکلے جو گذشتہ روز لڑائی یعنی جنگِ اُحد میں موجود تھا اور مَیں لڑائی میں حاضر ہونے کا خواہش مند تھا لیکن میرے والد نے مجھے میری سات بہنوں کے لیے پیچھے چھوڑ دیا اور ایک قول کے مطابق ان کی بہنوں کی تعداد نو تھی۔ بہر حال کہتے ہیں میرے والد نے کہا کہ اے میرے بیٹے! میرے اور تیرے لیے مناسب نہیں ہے کہ ہم ان عورتوں کو بغیر کسی مرد کے چھوڑ دیں۔ مجھے ان کا ڈر ہے یہ کمزور عورتیں ہیں۔ اور مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں تجھے خود پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ یہ بھی ہے کہ ہم عورتوں کو بھی پیچھے اکیلا نہیں چھوڑ سکتے اور جہاد میں مَیں خود بھی جانا چاہتا ہوں اور میری خواہش یہی ہے کہ مَیں جاؤں اور تم نہ جاؤ تو تُو اپنی بہنوں کے پاس پیچھے رہ جا اور مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد پہ جاتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ اس لیے مَیں اپنے باپ کے اس حکم کی تعمیل میں کل جہاد میں شامل نہیں ہو سکا و گرنہ میرا بھی پورا ارادہ تھا۔

چنانچہ حضرت جابرؓ کی عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی یہ بات سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ساتھ جانے کی اجازت مرحمت فرمائی اور اس پر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فخریہ طور پر بیان کیا کرتے تھے کہ میرے علاوہ آپؐ کے ساتھ کوئی ایسا آدمی نہیں گیا جو گذشتہ روز کے جہاد میں شریک نہ ہوا ہو اور آپؐ سے کئی لوگوں نے ساتھ جانے کی اجازت طلب کی تھی جو گذشتہ روز جہاد میں شریک نہیں ہوئے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں روانہ ہوئے کہ چہرۂ مبارک مجروح تھا۔ پیشانی مبارک زخمی تھی۔ دندان مبارک ٹوٹا ہوا تھا۔ نیچے کا ہونٹ اور بعض روایات کے مطابق دونوں ہونٹ اندر کی جانب سے زخمی تھے۔ داہنا کندھا ابن قمئہ کی تلوار کی ضرب سے زخمی تھا اور دونوں گھٹنے بھی زخمی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے مسجد میں تشریف لے گئے۔ وہاں دو رکعتیں ادا کیں۔ لوگ جمع ہو چکے تھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا گھوڑا سکب مسجد کے دروازے پر منگوایا۔ اس غزوہ میں صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی گھوڑا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زرہ اور خَود پہن رکھا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف آنکھیں ہی نظر آ رہی تھیں۔ اسی دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ طلحہ! تمہارے ہتھیار کہاں ہیں؟ حضرت طلحہؓ نے عرض کیا کہ قریب ہی ہیں۔ یہ کہہ کر وہ جلدی سے گئے اور اپنے ہتھیار اٹھا لائے حالانکہ اس وقت طلحہ کے صرف سینے پر ہی اُحد کی جنگ کے نو زخم تھے۔ ان کے جسم پر کل ملا کر ستّر سے اوپر زخم تھے۔

حضرت طلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں اپنے زخموں کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کے متعلق زیادہ فکر مند تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور پوچھنے لگے کہ تم دشمن

کو کہاں دیکھتے ہو؟ یعنی تمہارا کیا اندازہ ہے کہ ابوسفیان اور اس کا لشکر کس جگہ پر ہو گا۔ مَیں نے عرض کیا کہ نشیبی علاقے میں۔ آپؐ نے فرمایا یہی میرا خیال بھی ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاں تک ان کا یعنی قریش کا تعلق ہے ان کو ہمارے ساتھ آئندہ کبھی اس طرح کا معاملہ کرنے کا موقع نہیں مل سکتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مکہ کو ہمارے ہاتھوں سے فتح کر دے گا۔ ایک روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: اے ابنِ خطاب! آئندہ کبھی قریش ہمارے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کر پائیں گے یہاں تک کہ ہم حجر اسود کو بوسہ دیں گے۔ ثابت بن ثعلبہ خَزرجی حمراء الاسد تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راستے کی راہنمائی کرنے والے تھے۔ ایک روایت کے مطابق ثابت بن ضَحَّاک راہنمائی کرنے والے تھے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 309-308 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 351-350 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

یہ دو روایتیں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر دو اصحاب کو آگے روانہ فرمایا تا کہ خبر لیں۔ یہ تفصیل اس طرح ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ اسلَم کی ایک شاخ بنو سَہْم میں سے سفیان کے دو بیٹوں سَلِیط اور نعمان کو لوگوں کی اطلاع لینے کے لیے آگے بھیجا اور تیسرا شخص قبیلہ اسلم کی ایک شاخ بنو عُوَیر میں سے ان کے ساتھ بھیجا۔ اس کا نام نہیں بیان ہوا۔ ان میں سے دو حمراء الاسد کے مقام پر قریش کو جا ملے۔ قریش باتیں کر رہے تھے۔ قریش نے ان دونوں افراد کو دیکھ لیا تو انہیں قتل کر دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ روانہ ہوئے اور حمراء الاسد میں پہنچ کر لشکر کا پڑاؤ کیا تو ان کی لاشیں وہیں پڑی ہوئی تھیں، ان دونوں اصحاب کو ایک قبر میں دفن کیا۔ وہ دونوں ساتھی تھے۔

اس غزوہ میں دو انصاری بھائیوں کی اطاعت کا نمونہ بھی نظر آتا ہے کہ کس طرح انہوں نے زخمی حالت میں پیدل سفر کیا۔ تفصیل میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سَہْلؓ اور حضرت رافع بن سَہْلؓ دونوں بھائی جو قبیلہ بنو عبدالاشہل میں سے تھے جب وہ دونوں غزوۂ اُحد سے واپس آئے تو وہ شدید زخمی تھے۔ جنگ میں زخمی ہو گئے اور حضرت عبداللہؓ زیادہ زخمی تھے۔ جب ان دونوں بھائیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حمراء الاسد کی طرف جانے اور اس میں شمولیت کی بابت آپؐ کے حکم کے بارے میں سنا تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا، بخدا! اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ میں شرکت نہ کر سکے تو یہ ایک بڑی محرومی ہو گی۔ یہ تھا ان کا ایمان۔ پھر کہنے لگے بخدا! ہمارے پاس کوئی سواری بھی نہیں ہے جس پر ہم سوار ہوں اور نہ ہی ہم جانتے ہیں کہ کس طرح یہ کام کریں۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ آؤ میرے ساتھ ہم پیدل چلتے ہیں۔ حضرت رافعؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھے تو زخموں کی وجہ سے چلنے کی سکت بھی نہیں ہے۔ یہ حالت تھی۔ آپؓ کے بھائی نے کہا کہ آؤ ہم آہستہ آہستہ چلتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلتے ہیں۔ چنانچہ وہ دونوں گرتے پڑتے چلنے لگے۔ حضرت رافعؓ نے کبھی کمزوری محسوس کی تو حضرت عبداللہؓ نے حضرت رافعؓ کو اپنی پیٹھ پر اٹھا لیا، کبھی وہ پیدل چلنے لگے۔ ایسی حالت تھی کہ دونوں ہی زخمی تھے لیکن جو بہتر تھے وہ زیادہ زخمی کو اپنی پیٹھ پر اٹھا لیتے تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلتے رہے۔

کمزوری کی وجہ سے بعض دفعہ ایسی حالت ہوتی تھی کہ وہ حرکت بھی نہیں کر سکتے تھے یہاں تک کہ عشاء کے وقت وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ اس وقت آگ جلا رہے تھے۔ یعنی انہوں نے اس وقت ڈیرہ لگا لیا تھا۔ آپ دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرے پر حضرت عَباد بن بشرؓ متعین تھے۔

جب یہ پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے پوچھا کہ کس چیز نے تمہیں روکے رکھا تھا۔ ان دونوں نے اس کا سبب بتایا کہ کیا وجہ ہو گئی۔ اپنی تفصیل بتا دی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو دعائے خیر دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم دونوں کو لمبی عمر نصیب ہوئی تو تم دیکھو گے کہ تم لوگوں کو گھوڑے اور خچر اور اونٹ بطور سواریوں کے نصیب ہوں گے۔ ابھی تو تم گرتے پڑتے پیدل آئے ہو لیکن لمبی زندگی پاؤ گے تو یہ سب کچھ دیکھو گے۔ یہ سب سواریاں تمہیں میسر آجائیں گی لیکن ساتھ یہ بھی فرمایا لیکن وہ تمہارے لیے تم دونوں کے اس سفر سے بہتر نہیں ہوں گی جو اس وقت تم کر کے آئے ہو، جو تم نے پیدل گرتے پڑتے کیا ہے۔ یعنی تمہارے اس سفر کا ثواب تو اتنا ہے کہ اس زمانے کی جو بہترین نعمتیں ہیں ان سے بھی زیادہ ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت انسؓ اور مُونِسؓ، فَضَالَہ کے بیٹوں کے ساتھ پیش آیا تھا۔ اس لیے ممکن ہے کہ یہ واقعہ دونوں کے ساتھ ہی پیش آیا ہو۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 310، غزوہ حمراء الاسد، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

پھر **ذکر آتا ہے مسلمانوں کا زادِ راہ اور حضرت سعد بن عُبَادہؓ کی سخاوت کا۔** اس کی تفصیل یوں بیان ہوتی ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ حمراء الاسد میں ہمارا عام زاد راہ کھجوریں تھیں، کھجوریں ہی کھایا کرتے تھے۔ حضرت سعد بن عبادہؓ تیس اونٹ کھجوریں لائے جو حمراء الاسد مقام تک ہمارے لیے وافر رہیں۔ راوی نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ اونٹ لے کر آئے تھے جو کسی دن دو یا کسی دن تین کر کے ذبح کیے جاتے تھے۔ بعض دفعہ کھجوروں کے ساتھ اونٹ کا گوشت، اونٹ بھی کھائے جاتے تھے۔ کیا حکمت تھی؟ کیا strategy تھی آپؐ کی جنگ کی اور کس طرح آپؐ دشمن کو مرعوب کرنا چاہتے تھے۔ اس بارے میں تفصیل میں لکھا ہے کہ دشمن کے دل میں رعب ڈالنے اور اسے خوفزدہ کرنے کا ایک طریقہ یہ تھا کہ رات کے وقت کثرت سے آگ کے الاؤ روشن کیے جاتے تا کہ اس سے لشکر کی کثرت ظاہر ہو اور دشمن خائف ہو۔ اس لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاں بھی رات کو پڑاؤ فرماتے تو صحابہؓ کو ارشاد فرماتے کہ پھیل کر الگ الگ آگ جلائیں۔ چنانچہ ہر شخص ایک ایک آگ جلاتا۔ پانچ سو جگہوں پر آگ جلائی گئی یہاں تک کہ وہ دُور سے نظر آتی تھی۔ مسلمانوں کے لشکر اور اس آگ کا ذکر دُور تک پھیل گیا۔ اس کی وجہ سے اللہ نے دشمن کو مرعوب کیا۔ ایک ذکر یہ بھی آتا ہے کہ معبد خزاعی کی اس دوران میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی اور پھر وہ ابوسفیان کے پاس بھی گیا اور پھر قریش کو لشکر اسلام سے اس نے ڈرایا۔ اس کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے کہ مَعبد بن ابو معبد خُزاعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا۔ یہ ابھی تک مشرک تھا۔ بعض سیرت نگاروں نے اس موقع پر اس کے اسلام قبول کرنے کا بھی ذکر کیا ہے لیکن اکثر نے یہ کہا ہے کہ اس وقت اسلام قبول نہیں کیا تھا البتہ بعد میں یہ اسلام لے آئے تھے۔

بَنُو خُزَاعہ کے اہلِ ایمان اور مشرک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اخلاص کا اظہار کرتے تھے۔ اس کے جو دوسرے قبیلے کے لوگ تھے ان میں سے بہت سے ایمان لائے ہوئے تھے۔ اخلاص کا اظہار بھی تھا ان میں۔ ان لوگوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وعدہ تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں چھپائیں گے۔ معبد نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو اور آپ کے صحابہ کرام کو جو تکالیف پہنچی ہیں یہ ہم پر گراں گزرا ہے۔ ہماری تو یہی خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا مرتبہ بلند کرے اور آپ کو ہر تکلیف سے محفوظ رکھے۔ اس اظہارِ ہمدردی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معبد سے فرمایا کہ ابوسفیان کی حوصلہ شکنی کرو۔ تم جا رہے ہو، آگے سفر میں اس کو ملو تو اس کو ذرا ڈراؤ۔ لیکن کس طرح؟ اپنی یہ حکمت عملی انہوں نے خود بنانی تھی۔ پھر معبد وہاں سے مکہ کی طرف روانہ ہو گیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حمراء الاسد میں ہی تشریف فرما تھے۔ وہ رَوحاء کے مقام پر ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں سے ملا۔ رَوحاء مدینہ سے تقریباً چالیس میل کی مسافت پر ایک مقام ہے۔ اس وقت لشکر قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپسی حملہ کرنے پر اتفاق کر لیا تھا اور انہوں نے کہا ہم نے ان کے بہترین اور سردار و قائد لوگوں کو قتل کیا ہے حالانکہ ایسی بھی بات نہیں تھی۔ حضرت حمزہؓ سمیت چند ایک نام ہو سکتے ہیں ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمیت حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ درجنوں نامور سردار اور قائد خدا کے فضل سے جنگِ اُحد میں محفوظ اور مامون رہے تھے۔ پھر کہنے لگے کہ پھر ہم ان کی بیخ کنی سے پہلے واپس چل پڑے۔ اب ہم ان کے باقی لوگوں پر پلٹ کر انہیں ہلاک کریں گے اور ان سے فارغ ہو جائیں گے۔ جب ابوسفیان نے معبد کو دیکھا تو کہا یہ معبد ہے اس کے پاس کوئی خبر ہو گی۔ اس نے کہا معبد! پیچھے کے حالات کیسے ہیں؟ اس نے ابوسفیان کو ڈرانے کے لیے کہا کہ مَیں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کو اس حالت میں چھوڑا ہے کہ وہ اتنا لشکر جرار لے کر تمہارے تعاقب میں نکل آئے ہیں کہ مَیں نے آج تک اتنا بڑا لشکر نہیں دیکھا۔ اوس اور خزرج کے جو لوگ کل پیچھے رہ گئے تھے وہ بھی ان کے ساتھ آملے ہیں۔ اپنے پاس سے اس نے کہانی بھی کچھ بنا دی۔ اور انہوں نے عہد کیا ہے کہ وہ واپس نہیں جائیں گے یہاں تک کہ تمہیں پالیں اور تم سے بدلہ لے لیں۔ وہ اپنی قوم کی وجہ سے سخت غصہ میں ہیں۔ اپنے اس فعل پر سخت نادم ہیں کہ پہلے یہ شامل نہیں ہوئے۔ ان میں تمہارے خلاف ایسا غصہ ہے کہ مَیں نے اتنا شدید غصہ کبھی نہیں دیکھا۔ ابوسفیان نے کہا تیرے لیے ہلاکت ہو، تُو کیا کہہ رہا ہے! اُس نے کہا لگتا ہے کہ تُو یہاں سے نہیں چلے گا یہاں تک کہ تُو گھوڑوں کی پیشانیاں نہ دیکھ لے۔ یہ بھی ان کا محاورہ ہے کہ ہلاکت نہ ہو جائے۔ ابوسفیان کہنے لگا بخدا! ہم نے تو ان پر غلبہ پا کر ان کو جڑوں سے اکھیڑ دینے پر اتفاق کر لیا ہے۔ معبد نے کہا کہ مَیں پھر تجھے اس فعل سے روکتا ہوں۔ جو ہیبت ناک منظر مَیں نے دیکھا ہے اس نے مجھے اشعار کہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ابوسفیان نے کہا وہ کون سے اشعار ہیں۔ معبد نے یہ اشعار کہے۔

كَادَتْ تُهَدُّ مِنَ الْاَصْوَاتِ رَاحِلَتِي ۔۔۔ اِذْ سَالَتِ الْاَرْضُ بِالْجُرْدِ الْاَبَابِيْلِ

تَرْدِي بِأُسْدٍ كِرَامٍ لَا تَنَابِلَةٍ ۔۔۔ عِنْدَ اللِّقَاءِ وَلَا مِيلٍ مَعَازِيلِ

فَظَلْتُ عَدْوًا اَظُنُّ الْاَرْضَ مَائِلَةً لَمَّا سَمَوْا بِرَئِيْسٍ غَيْرِ مَخْذُوْلِ
فَقُلْتُ وَيْلَ ابْنِ حَرْبٍ مِنْ لِقَائِكُمْ اِذَا تَغَطْمَطَتِ الْبَطْحَاءُ بِالْجِيْلِ
اِنِّيْ نَذِيْرٌ لِاَهْلِ الْبَسْلِ ضَاحِيَةً لِكُلِّ ذِيْ اِرْبَةٍ مِنْهُمْ وَ مَعْقُوْلِ
مِنْ جَيْشِ اَحْمَدَ لَا وَخَشٍ تَنَابِلَةٍ وَلَيْسَ يُوْصَفُ مَا اَنْذَرْتُ بِالْقِيْلِ

کہ جب زمین پر اعلیٰ نسل گھوڑوں کے جھنڈ در جھنڈ چلنے لگے تو ان کے سُموں کی آواز سے قریب تھا کہ میری اونٹنی گھبراہٹ سے ڈگمگانے لگے اور گر جائے۔ اب وہاں صرف ایک گھوڑا تھا لیکن اس نے بھی اپنے شعروں میں ایسا مبالغہ سے نقشہ کھینچا کہ جس نے ان لوگوں کو ڈرا دیا۔ پھر کہتے ہیں کہ وہ گھوڑے ایسے عمدہ شیر جیسے بہادر جنگجوؤں کو اٹھائے ہوئے تھے جو نہ تو کوتاہ قامت ہیں اور نہ ہی لڑائی میں نہتے اور نہ شہ سواری میں اناڑی ہیں۔ یعنی جنگ میں خوب ماہر اور تیر و تلوار سے مسلح اور میدان شہ سواری میں یکتائے زمانہ ہیں۔ اس پر مَیں خبر دینے کے لیے تیزی سے بھاگا اور مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے زمین جھکتی جا رہی ہے ان گھوڑوں کے آگے جن پر وہ عظیم الشان جرنیل بلند تھا جو تنہا نہیں یعنی لاؤ لشکر سمیت بڑھتا چلا آ رہا ہے اور مَیں نے اپنے جی میں کہا۔ اے لشکر والو! تم سے جنگ کرنے میں ابن حرب یعنی ابوسفیان کی ہلاکت ہے۔ جب میدانِ جنگ لشکر کی آواز سے گونج اٹھے گا۔ مَیں اہل قریش میں سے ہر دانا اور معقول شخص کو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم لشکر سے متنبہ کرتا ہوں جس کی فوج نکمے اور پست لوگوں پر مشتمل نہیں ہے۔ اس لشکر کی دہشت کو جس سے مَیں تمہیں آگاہ کر رہا ہوں الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

معبد کی اس اعصاب شکن گفتگو اور اس کے ان اشعار کے ساتھ ساتھ صفوان بن امیہ کی گفتگو سے ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں کے حوصلے پست ہو گئے اور ان پر گھبراہٹ اور رعب طاری ہو گیا اور ابوسفیان کو عافیت اسی میں نظر آئی کہ وہ جس قدر جلدی ہو سکے اپنے لشکر کو لے کر مکہ واپس پہنچ جائے۔

اس بارے میں ریسرچ سیل کی طرف سے ایک نوٹ بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معبد سے یہ **فرمانا کہ ابوسفیان کی حوصلہ شکنی کرو**۔ سیرت کی بعض کتب نے یہ بیان کیا ہے اور بعض نے نہیں بیان کیا۔ کہتے ہیں کہ ایک امکان ہے کہ جنگی حکمت عملی کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معبد سے ایسی بات کی ہو اور یہ بھی ممکن ہے اور زیادہ قرین قیاس ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اسے کچھ نہ فرمایا لیکن وہ چونکہ مسلمانوں سے ہمدردی رکھتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ ڈالا ہو اور اس نے خود سے ابوسفیان سے یہ ساری بات کی ہو۔

بہرحال یہ تو ان کا نوٹ ہے لیکن معبد نے جو کچھ بھی کہا یہ ان کی اپنی سوچ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے واضح طور پر کسی قسم کی کوئی غلط بیانی کا نہیں کہا تھا لیکن جس طرح انہوں نے ڈرایا، جو نقشہ کھینچا اس سے بہرحال کافر ڈر گئے۔ اسی دوران کہ مشرکین کا لشکر مکہ واپسی کی تیاری کر رہا تھا کہ ابوسفیان کے پاس سے عبدالقیس کا ایک کارواں گزرا جس نے دراصل اسی جگہ پڑاؤ کیا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم مدینہ جا رہے ہیں۔ اس پر ابوسفیان نے محض پروپیگنڈے کی خاطر اپنی طرف سے ایک نفسیاتی حملہ لیکن ناکام حملہ تھا یہ کرنا چاہا اور وہ اس طرح کہ اس نے کہا کہ کیا تم میری طرف سے محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کو پیغام دو گے۔ مَیں تمہیں عُکّاظ کے میلے میں کشمش سے بھرے ہوئے اونٹ دوں گا۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ ابوسفیان نے کہا کہ جب تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملو تو انہیں کہنا کہ ہم نے اتفاق کر لیا ہے کہ ہم ان کی طرف اور ان کے اصحاب کی طرف آ رہے ہیں تا کہ ان کے بقیہ لوگوں کو جڑ سے اکھیڑ پھینکیں۔ ہم آپؐ لوگوں کے تعاقب میں ہیں اور یہ کہہ کر ابوسفیان مکہ کی جانب چل پڑا۔ یہ کارواں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حمراء الاسد کے مقام پر ملا۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے جو آپ کے متعلق کہا تھا عبدالقیس نے وہ آپؐ کو بتایا۔ آپؐ نے یہ سن کر فرمایا۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل۔ یعنی ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 311-310 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(الرحیق المختوم صفحہ 253 مطبوعہ دار الوفاء مصر 2010ء)(شرح زرقانی جلد 2 صفحہ 264 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بہرحال حمراء الاسد میں کچھ قیام ہوا اور اس کے بعد اسلامی لشکر کی واپسی بھی ہو گئی کیونکہ وہ کافر تو وہاں سے روانہ ہو گئے تھے۔ اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ:

معبد خُزَاعی کی بات سن کر ابوسفیان نے مدینہ کی طرف پیش قدمی کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور مکہ کی طرف روانہ ہو گیا تو مَعبد نے ایک شخص کے ذریعہ ابوسفیان کی روانگی کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج دی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوموار، منگل اور بدھ کے روز وہاں قیام فرمایا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس تشریف لے گئے اور بلاذری نے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سفر کے لیے مدینہ سے پانچ دن باہر رہے۔

(امتاع الاسماع جزء 1 صفحہ 181-180 خبر معبد الخزاعي وانصراف المشرکین۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1999ء)(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 312 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن مدینہ واپس تشریف لائے اور پانچ دن مدینہ سے باہر رہے۔ (کتاب المغازی جلد 1 صفحہ 334 عالم الکتب بیروت 1984ء)

حضرت ابوعبیدہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف واپس آنے سے پہلے مُعاوِیہ بن مُغیرہ کو گرفتار کر رکھا تھا۔ مُعاویہ بن مُغیرہ، عبدالملک بن مَروان کا نانا تھا۔ معاویہ کے علاوہ ابوعَزّہ جُمَحی کو بھی گرفتار کر رکھا تھا۔ مُعاوِیہ بن مُغیرہ کے بارے میں روایت ہے کہ حضرت زَید بن حَارِثہؓ اور حضرت عَمار بن یاسرؓ نے معاویہ کو حمراء الاسد سے واپسی پر قتل کیا جس کی وجہ یہ تھی کہ معاویہ چھپ کر مدینہ میں رہ رہا تھا اور مدینہ کے حالات کی خبر مخالفین کو دیا کرتا تھا۔ جب پکڑا گیا تو حضرت عثمانؓ کی پناہ میں چلا گیا۔ حضرت عثمانؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے لیے امان مانگی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امان دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ تین روز کے اندر یہاں سے چلا جائے۔ اگر تین روز کے بعد دیکھا گیا تو قتل کر دیا جائے گا۔ لیکن یہ تین روز کے بعد بھی وہیں ٹھہرا رہا اور چھپا رہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں یعنی حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ کو فرمایا کہ تم فلاں جگہ اسے چھپا ہوا پاؤ گے۔ چنانچہ ان دونوں نے اسے وہیں پایا اور اسے قتل کر دیا۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 548۔ دار الکتب العلمیۃ 2001ء)

پھر لکھا ہے کہ یہیں حَمراء الاسد کے مقام پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کے شاعر ابو عَزَّہ کو گرفتار کیا تھا۔ یہ وہ ابو عَزَّہ ہے جو غزوۂ بدر کے وقت مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے اپنی غربت اور اپنی بیٹیوں کا واسطہ دیا کہ مَیں عیال دار ہوں۔ میری بیٹیوں کا کوئی سرپرست نہیں۔ مجھ پر رحم فرمائیں۔ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیٹیوں کی وجہ سے اس کو بغیر فدیہ لیے احسان کے طور پر چھوڑ دیا تھا اور اس سے یہ عہد لیا تھا کہ آئندہ وہ نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کو آئے گا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لشکر اکٹھا کرے گا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کسی کو اکسائے گا مگر اس نے اپنا عہد توڑ دیا اور جنگِ اُحد میں قریش کے ساتھ واپس آیا۔ یہ لوگوں کو جوش دلاتا تھا اور اپنے شعروں کے ذریعہ انہیں بھڑکاتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ یہ شخص اس دفعہ بچ کر نہ جانے پائے۔ چنانچہ یہ پھر گرفتار ہوا۔

ایک قول کے مطابق جنگِ اُحد کے بعد جب مشرکین واپسی میں حمراء الاسد کے مقام پر ٹھہرے تو یہ ابو عَزَّہ کو سوتا ہوا چھوڑ گئے۔ یہ دن چڑھے تک غافل پڑا سوتا رہا۔ اس کو گرفتار کرنے والے شخص حضرت عاصِم بن ثابتؓ تھے۔ اس غزوہ میں یہی تنہا مشرک تھا جو گرفتار ہوا۔ ایک قول ہے کہ اس کو گرفتار کرنے والے حضرت عُمَیر بن عبداللہؓ تھے۔ گرفتاری کے بعد اَبو عَزَّہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اس نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے چھوڑ دیجیے، مجھ پر احسان فرمایئے اور میری بیٹیوں کی خاطر مجھے رہا کر دیجیے۔ مَیں آپؐ کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی اس قسم کی حرکت نہیں کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ خدا کی قسم! اب تیرے چہرے کو مکہ دیکھنا نصیب نہ ہو گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اب تُو اپنی اس داڑھی کے ساتھ حجرِ اسود کے پاس بیٹھ کے یہ نہیں کہہ سکے گا کہ مَیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکا دے آیا۔ پھر آپؐ نے حضرت زیدؓ کی طرف متوجہ ہو کر حکم دیا کہ اس کی گردن مار دو۔ ایک روایت ہے کہ یہ حکم آپؐ نے حضرت عاصم بن ثابتؓ کو دیا تھا اور پھر آپؐ نے فرمایا:

مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جا سکتا۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 352 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیرۃ حلبیہ اردو جلد 2 نصف آخر صفحہ 237-236 دار الاشاعت کراچی 2009ء)

باقی ان شاء اللہ آئندہ بیان ہو گا۔

دنیا کے حالات کے لیے دعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھے۔

اس وقت مَیں ایک جنازہ بھی پڑھاؤں گا جو **مکرم فراز احمد طاہر صاحب** کا ہے جو آسٹریلیا میں گذشتہ دنوں شہید ہوئے۔ ان کے واقعہ کے بارے میں لکھا ہے کہ آسٹریلیا کے شہر سڈنی کے ایک مشہور علاقہ بنڈائی (Bondi) کے ایک شاپنگ سنٹر میں ایک آسٹریلین شخص نے انہیں چاقو سے وار کر کے شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم شاپنگ سینٹر میں بطور سیکیورٹی گارڈ کام کر رہے تھے۔ مرحوم کی عمر تیس برس کی تھی اور غیر شادی شدہ تھے۔ اس حملے میں بارہ افراد زخمی ہوئے اور چھ افراد کی وفات ہوئی۔ وفات پانے والے چھ افراد میں سے پانچ خواتین تھیں۔

فراز احمد طاہر صاحب مرحوم کا تعلق ربوہ سے تھا۔ 2018ء میں پاکستان سے سری لنکا چلے گئے۔ چار سال وہاں رہے۔ پھر گذشتہ سال یو این ایچ سی آر (UNHCR) کی وساطت سے آسٹریلیا آئے۔ گذشتہ ماہ مرحوم نے اپنا سیکیورٹی لائسنس بنوایا تھا اور جس دن مرحوم کی وفات ہوئی اس روز لکھا ہوا ہے کہ شاپنگ سینٹر میں مرحوم کی دن کے وقت پہلی جاب تھی۔ رات کو ڈیوٹی دیتے تھے لیکن دن کے وقت یہ پہلی ڈیوٹی تھی۔

تفصیلات کے مطابق جب مکرم فراز احمد صاحب طاہر مرحوم نے لوگوں کو سراسیمگی کی حالت میں اِدھر اُدھر بھاگتے دیکھا تو حملہ آور کو روکنے کے لیے آگے بڑھے جس پر حملہ آور نے مرحوم پر وار کیا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے۔ اس حملہ میں وفات پانے والے آپ پہلے فرد تھے۔

مرحوم کے خاندان میں احمدیت ان کے پڑدادا مکرم میاں احمد صاحب کی وساطت سے آئی جو ضلع شاہ پور کے رہنے والے تھے۔ مرحوم کے دادا مکرم صوفی احمد یار صاحب کو ایک لمبے عرصہ سے جماعتی خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ ان کے والد بشیر احمد صاحب 2005ء میں جبکہ والدہ رضیہ بیگم 2014ء میں وفات پا گئی تھیں۔ مرحوم کے پسماندگان میں تین بھائی، دو بہنیں اور دادا صوفی احمد یار صاحب شامل ہیں۔

ان کے بارے میں مزید تفصیلات میں یہ بھی آیا ہے کہ آسٹریلیا کے وزیر اعظم اور نیو ساؤتھ ویلز کے پریمیئر نے فراز احمد طاہر صاحب مرحوم کی بہادری اور قربانی کو خراج تحسین پیش کیا۔ اسی طرح آسٹریلیا میں مقیم پاکستان کے ہائی کمشنر صاحب نے بھی فراز احمد طاہر مرحوم کی بہادری کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے افسوس کا اظہار کیا اور ہر طرح کے تعاون کا یقین دلایا۔ مرحوم اور اس واقعہ کے بارے میں میڈیا میں ایک سو بیس سے زائد نیوز شائع ہوئیں اور مزید ہو رہی ہیں۔ آج ان کا وہاں جنازہ تھا اس پہ بھی وہاں کے پریمیئر، پرائم منسٹر وغیرہ آئے ہوئے تھے انہوں نے دوبارہ ان کو خراج تحسین پیش کیا۔ سوشل میڈیا میں فراز طاہر صاحب مرحوم کی بہادری اور قربانی کو نہایت خوبصورت الفاظ میں بیان کیا جا رہا ہے اور اکثر لوگ انہیں ''نیشنل ہیرو'' کہہ کر پکار رہے ہیں۔ ان کی یہ قربانی ظاہر کرتی ہے کہ وہ پاکستان سے موت کے ڈر سے نہیں آئے تھے بلکہ جو مذہبی پابندیاں احمدیوں پر لگائی جاتی ہیں ان سے تنگ آ کر ملک چھوڑا تھا جہاں انہیں اللہ اور اس کے رسولؐ کا نام لینے سے روکا جاتا ہے۔

صدر خدام الاحمدیہ عدنان قادر کہتے ہیں کہ 21/اپریل بروز اتوار آسٹریلین گورنمنٹ کی طرف سے ایک شاپنگ مال کے قریب ایک پروگرام منعقد کیا گیا جس کا مقصد ان تمام افراد کو خراج عقیدت پیش کرنا تھا جو اس واقعہ میں وفات پا گئے ہیں۔ اس پروگرام میں وزیر اعظم آسٹریلیا، پریمیئر نیو ساؤتھ ویلز، اپوزیشن لیڈر، ممبر آف پارلیمنٹس، لوکل اور دوسری کونسل کے میئرز اور پولیس اور آرمی اور نیوی کے اعلیٰ افسران، میڈیا اور زندگی کے دوسرے شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے اعلیٰ افسران نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ اس موقع پر جماعت کے ممبران کو بھی اس پروگرام میں مدعو کیا گیا تھا۔

ان کے بڑے بھائی مدثر بشیر کہتے ہیں: مرحوم بچپن سے ہی بہت محنتی، ہنس مکھ اور نڈر طفل تھا۔ مرحوم کی عمر گیارہ سال تھی جب ہمارے والد صاحب کا انتقال ہو گیا تو کہتے ہیں کہ ہمارے بڑے بھائی مظفر احمد صاحب نے ہمیں ایک باپ کی طرح پالا۔ مرحوم اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ بھائی کے کاروبار میں مدد دیتا تھا۔ مرحوم

بہت محنتی اور اپنے بہن بھائیوں سے بہت پیار کرنے والا تھا۔ نرم مزاج اور طبیعت میں مزاح تھا۔ کبھی بہن بھائیوں کی کسی بات پر ناراض نہیں ہوا۔ مرحوم جماعتی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا۔ جتنا عرصہ پاکستان میں رہا اور پھر سری لنکا اور بعد ازاں آسٹریلیا جہاں بھی رہا جماعتی کاموں میں، ڈیوٹیوں میں سرگرم رہا۔ خلافت کے ساتھ بہت اخلاص اور وفا اور پیار کا تعلق تھا۔ یہی اس کو تھا، یہ ان کی ایک خواہش تھی کہ نیشنیلٹی ملے گی تو پہلے جا کر مَیں لندن خلیفۃ المسیح سے ملوں گا۔

ان کے چھوٹے بھائی شیراز احمد کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی نہایت خوش الحانی سے تلاوت کیا کرتا تھا اور نمازوں کی بڑی پابندی تھی۔

مربی کامران مبشر صاحب کہتے ہیں کہ مَیں نے مرحوم میں ایک خوبی دیکھی کہ جماعتی بزرگوں اور مربیان کی بہت عزت کرتے تھے اور ان کی طرف سے کوئی بھی ہدایت دی جاتی تو انکار نہیں کرتے تھے۔ اگر ان کو ان کی کسی غلطی وغیرہ کی طرف توجہ دلائی جاتی تو اس کا ہرگز برا نہیں مناتے تھے بلکہ عاجزی سے خاموشی اختیار کرتے ہوئے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے اور اپنی اصلاح کرتے تھے۔

ان کے ایک دوست احمد ابراہیم کہتے ہیں کہ مرحوم دین اور خلافت کے ساتھ بے مثال محبت کرنے والے وجود تھے۔ جماعت کے عہدیداروں کی عزت کرنے والے، نمازوں کے پابند تھے۔ میرا ان کے ساتھ ایک بھائی اور دوست کا رشتہ بن گیا تھا۔ کبھی کسی بات پر مَیں ڈانٹ بھی دیتا تو آنکھیں جھکا کر سن لیتے اور کہتے کہ آئندہ شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔ بہت ہنس مکھ، بہت محبت کرنے والا انسان تھا۔

برزبن (Brisbane) کے صدر جماعت کہتے ہیں کہ گذشتہ ماہ مارچ میں ہفتے کے لیے برزبن آئے اور آنے کی وجہ اپنے دوستوں اور عزیزوں سے ملاقات بتائی اور ساتھ یہ کہا کہ اگر کسی کے دل میں کوئی ناراضگی ہے یا شکوہ ہے تو میں معافی مانگ کر صلح کرنے آیا ہوں۔ بار بار سب سے معافی مانگتے رہے۔ ایسا لگتا تھا کہ غالباً سب کو خدا حافظ کہنے آئے ہیں۔

ان کے ایک دوست شجر احمد کہتے ہیں ایک محنتی، نڈر اور فرض شناس انسان تھے۔ مرحوم کے ساتھ زخمی ہونے والے دوسرے سیکیورٹی گارڈ نے بتایا کہ جیسے ہی حملہ آور شاپنگ سینٹر میں داخل ہوا اور اسے دیکھ کر لوگ بھاگنے لگے تو مرحوم نے بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کو روکنے کی کوشش کی اور اس کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور دوسروں کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔

سوشل میڈیا پر بھی لوگ فراز طاہر صاحب کو خراج تحسین پیش کر رہے ہیں۔ ایک صاحب کرس مرفی (Chris Murphy) نے اپنے کمنٹ میں لکھا کہ حملہ ہونے سے قبل مَیں نے ایک خوش لباس سیکیورٹی گارڈ فراز طاہر کو دیکھا جو شاپنگ سینٹر میں اپنی ڈیوٹی پر تھا۔ وہ ایک ہیرو تھا جس نے عوام کی جان بچانے کے لیے اپنی جان دی۔

ایک خاتون ربیکا آئیورس (Rebecca Ivers) لکھتی ہیں کہ فراز طاہر جو اپنے ملک میں ظلم سے بچنے کے لیے امن اور ایک بہتر مستقبل کے لیے آسٹریلیا آئے وہ اپنی کمیونٹی میں نہایت مقبول تھے انہوں نے عوام کو بچاتے ہوئے جان دی۔ مَیں ان کی فیملی اور کمیونٹی سے افسوس کا اظہار کرتی ہوں۔ یہ ایک نہایت تکلیف دہ

حادثہ ہے۔ اس طرح کے بہت سے اَور کمنٹ لوگوں نے جنہوں نے وہاں دیکھا شاپنگ مال میں بھی اور جنہوں نے خبر پڑھی انہوں نے بھی ڈالے ہوئے ہیں۔

عزیزم حصور احمد متعلم جامعہ احمدیہ ربوہ ہیں کہتے ہیں کہ فراز طاہر میرا تایازاد بھائی تھا۔ اچھی شخصیت کا مالک تھا۔ پنجوقتہ نمازوں کا اہتمام کرنے والا، دوسروں کو اس کی تلقین کرنے والا، جب بھی ملتا ہنس کر ملتا۔ مجھے اپنا چھوٹا بھائی سمجھتا تھا۔ کوئی بات سمجھانی ہوتی تو بڑے پیار سے سمجھاتا تھا۔ ہمیشہ دعا کے لیے کہتا کہ مَیں آپ لوگوں کے لیے دعا کروں گا آپ میرے لیے دعا کریں۔

کہتے ہیں آخری دفعہ جس دن اس کی شہادت ہوئی ہے اس کی کال آئی اور اس وقت آسٹریلیا میں صبح کے چار بجے تھے۔ اس کے بڑے بھائی نے اس سے کہا کہ صبح چار بجے کا وقت ہے اب تم نے کام پہ جانا ہے تم سو جاؤ۔ اس نے کہا کہ مَیں نے ابھی تہجد ادا کی ہے اور آپ سب کے لیے دعا بھی کی ہے۔ پھر فجر کی نماز پڑھ کر کام پہ نکل جاؤں گا۔ سونے کا وقت نہیں ہے۔ اس کا صبح کی شفٹ کا یہ پہلا دن تھا۔ پہلے شام کی شفٹ کیا کرتا تھا۔ پھر یہ لکھتے ہیں کہ ہمارے خاندان کی یہ تیسری شہادت ہے۔ پہلے میرے خالو محمد نواز صاحب اورنگی ٹاؤن کراچی میں 11؍ستمبر 2012ء کو شہید ہوئے۔ پھر ان کے ماموں اعجاز احمد صاحب اورنگی ٹاؤن کراچی میں 4؍ستمبر 2013ء کو شہید ہوئے اور اب فراز احمد صاحب کی شہادت ہوئی۔

پس جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا تھا کہ انہوں نے بتا دیا کہ مَیں موت کے ڈر سے ملک سے نہیں نکلا بلکہ مذہبی آزادی کے لیے آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور سب لواحقین کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 17؍مئی 2024ء جلد 31 شمارہ 118 صفحہ 02 تا 06)

18

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 03/ مئی 2024ء بمطابق 03/ ہجرت 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

غزوۂ حمراء الاسد کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس ضمن میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے غزوہ اُحد سے مدینہ واپسی میں مدینہ اور **حمراء الاسد کے حالات** کا ذکر کرتے ہوئے مختلف تاریخ کی کتابوں سے جو اخذ کیا ہے وہ بیان کرتا ہوں۔ لکھتے ہیں کہ:

"یہ رات" یعنی جنگِ اُحد سے لَوٹنے کے بعد کی رات "مدینہ میں ایک سخت خوف کی رات تھی کیونکہ باوجود اس کے کہ بظاہر لشکرِ قریش نے مکہ کی راہ لے لی تھی یہ اندیشہ تھا کہ ان کا یہ فعل مسلمانوں کو غافل کرنے کی نیت سے نہ ہو اور ایسا نہ ہو کہ وہ اچانک لَوٹ کر مدینہ پر حملہ آور ہو جائیں لہٰذا اس رات کو مدینہ میں پہرہ کا انتظام کیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا خصوصیت سے تمام رات صحابہؓ نے پہرہ دیا۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ اندیشہ محض خیالی نہ تھا کیونکہ فجر کی نماز سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع پہنچی کہ قریش کا لشکر مدینہ سے چند میل جا کر ٹھہر گیا ہے اور رؤسائے قریش میں یہ سرگرم بحث جاری ہے کہ اس فتح سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کیوں نہ مدینہ پر حملہ کر دیا جاوے اور بعض قریش ایک دوسرے کو طعنہ دے رہے ہیں کہ نہ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کیا اور نہ مسلمان عورتوں کو لونڈیاں بنایا اور نہ ان کے مال ومتاع پر قابض ہوئے، بلکہ جب تم ان پر غالب آئے اور تمہیں یہ موقعہ ملا کہ تم ان کو ملیامیٹ کر دو تو تم انہیں یونہی چھوڑ کر واپس چلے آئے تا کہ وہ پھر زور پکڑ جاویں۔ پس اَب بھی موقعہ ہے واپس چلو اور مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کی جڑ کاٹ دو۔ اس کے مقابل میں دوسرے یہ کہتے تھے کہ تمہیں ایک فتح حاصل ہوئی ہے اسے غنیمت جانو اور مکہ واپس لوٹ چلو ایسا نہ ہو کہ یہ شہرت بھی کھو بیٹھو اور یہ فتح شکست کی صورت میں بدل جاوے کیونکہ اب اگر تم لوگ واپس لوٹ کر مدینہ پر حملہ آور ہو گے تو یقیناً مسلمان جان توڑ کر لڑیں گے اور جو لوگ اُحد میں شامل نہیں ہوئے تھے وہ بھی میدان میں نکل آئیں گے۔ مگر بالآخر جوشیلے لوگوں کی رائے غالب آئی اور قریش مدینہ کی طرف لوٹنے کے لئے تیار ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے فوراً اعلان فرمایا کہ مسلمان تیار ہو جائیں مگر ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا" یہ تاریخ مَیں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں لیکن اس میں کچھ زائد باتیں ہیں اس لیے دوبارہ بیان کر رہا ہوں "کہ سوائے ان لوگوں کے جو اُحد میں شریک ہوئے تھے اَور کوئی شخص ہمارے ساتھ نہ نکلے۔ چنانچہ اُحد کے مجاہدین جن میں سے اکثر زخمی تھے اپنے زخموں کو باندھ کر اپنے آقا کے ساتھ ہو لئے۔ اور لکھا ہے کہ اس موقعہ پر

مسلمان ایسی خوشی اور جوش کے ساتھ نکلے کہ جیسے کوئی فاتح لشکر فتح کے بعد دشمن کے تعاقب میں نکلتا ہے۔ آٹھ میل کا فاصلہ طے کر کے آپؐ حمراء الاسد میں پہنچے جہاں دو مسلمانوں کی نعشیں میدان میں پڑی ہوئی پائی گئیں اور تحقیقات پر معلوم ہوا کہ یہ وہ جاسوس تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے پیچھے روانہ کئے تھے مگر جنہیں قریش نے موقعہ پاکر قتل کر دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شہداء کو ایک قبر کھدوا کر اس میں اکٹھا دفن کروا دیا۔ اور اب چونکہ شام ہو چکی تھی آپؐ نے یہیں ڈیرا ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میدان میں مختلف مقامات پر آگ روشن کر دی جاوے۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے حمراء الاسد کے میدان میں پانچ سو آگیں شعلہ زن ہو گئیں جو ہر دُور سے دیکھنے والے کے دل کو مرعوب کرتی تھیں۔ غالباً اسی موقعہ پر قبیلہ خزاعہ کا ایک مشرک رئیس معبد نامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے اُحد کے مقتولین کے متعلق اظہار ہمدردی کی اور پھر اپنے راستہ پر روانہ ہو گیا۔ دوسرے دن جب وہ مقام روحاء میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ قریش کا لشکر وہاں ڈیرا ڈالے پڑا ہے۔ اور مدینہ کی طرف واپس چلنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ معبد فوراً ابوسفیان کے پاس گیا اور اسے جا کر کہنے لگا کہ تم کیا کرنے لگے ہو؟ واللہ! مَیں تو ابھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لشکر کو حمراء الاسد میں چھوڑ کر آیا ہوں اور ایسا بارعب لشکر مَیں نے کبھی نہیں دیکھا اور اُحد کی ہزیمت کی ندامت میں ان کو اتنا جوش ہے کہ تمہیں دیکھتے ہی بھسم کر جائیں گے۔

ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں پر معبد کی ان باتوں سے ایسا رعب پڑا کہ وہ مدینہ کی طرف لوٹنے کا ارادہ ترک کر کے فوراً مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لشکر قریش کے اس طرح بھاگ نکلنے کی اطلاع موصول ہوئی تو آپؐ نے خدا کا شکر کیا اور فرمایا کہ یہ خدا کا رعب ہے جو اس نے کفار کے دلوں پر مسلط کر دیا ہے۔" اس کا تفصیلی بیان جیسا کہ مَیں نے کہا مَیں پہلے بھی کر چکا ہوں یہ اس کا خلاصہ تھا۔ "اس کے بعد آپ" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم "نے حمراء الاسد میں دو تین دن اَور قیام فرمایا اور پھر پانچ دن کی غیر حاضری کے بعد مدینہ میں واپس تشریف لے آئے۔ اس مہم میں قریش کے دو سپاہی جن میں سے ایک غدار اور دوسرا جاسوس تھا مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوئے اور چونکہ قوانین جنگ کے ماتحت ان کی سزا قتل تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کو قتل کر دیا گیا۔ ان میں سے ایک مکہ کا مشہور شاعر ابوعُزَّہ تھا جو بدر کی جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ میں قید ہوا تھا پھر اس کے معافی مانگنے اور یہ وعدہ کرنے پر کہ وہ پھر کبھی مسلمانوں کے خلاف لڑائی کے لئے نہیں نکلے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلافدیہ چھوڑ دیا تھا مگر وہ غداری کر کے پھر مسلمانوں کے خلاف شریکِ جنگ ہوا اور نہ صرف خود شریک ہوا بلکہ اس نے اپنے اشتعال انگیز اشعار سے دوسروں کو بھی ابھارا۔ چونکہ ایسے آدمی کی غداری مسلمانوں کے لئے سخت نقصان دہ ہو سکتی تھی۔ پس اب جب وہ دوبارہ مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کئے جانے کا حکم دیا۔ ابوعُزَّہ نے پھر پہلے کی طرح زبانی معافی سے رہائی حاصل کرنی چاہی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرماتے ہوئے انکار فرما دیا کہ لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَیْنِ 'یعنی مومن ایک سوراخ میں سے دو دفعہ نہیں کاٹا جاتا۔' (ابن ہشام) دوسرا قیدی مُعاویہ بن مُغِیرہ تھا۔ یہ شخص حضرت عثمان بن عفانؓ کے رشتہ داروں میں سے تھا مگر سخت معاندِ اسلام تھا۔ جنگِ اُحد کے بعد وہ خفیہ خفیہ مدینہ

کے گرد و نواح میں گھومتا رہا مگر صحابہؓ نے اسے دیکھ لیا اور پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا۔ آپؐ نے اسے حضرت عثمانؓ کی سفارش پر یہ وعدہ لے کر چھوڑ دیا کہ تین دن کے اندر اندر وہاں سے رخصت ہو جائے وَ اِلَّا اسے جاسوسی کی سزا میں قتل کر دیا جائے گا۔" پہلے اس کو وارننگ دے دی تھی کہ تین دن میں چلے جاؤ نہیں تو تم جو جاسوسی کر رہے ہو اس کی سزا تمہارا قتل ہے۔ اگر چلے جاؤ تو ٹھیک ورنہ پھر نہیں۔ "معاویہ نے وعدہ کیا کہ مَیں تین دن تک چلا جاؤں گا مگر جب یہ میعاد گزر گئی تو پھر بھی وہ وہیں خفیہ خفیہ پھرتا ہوا پایا گیا جس پر اسے قتل کر دیا گیا۔ تاریخ میں یہ مذکور نہیں ہوا کہ اس کی نیت کیا تھی مگر اس طرح خفیہ خفیہ مدینہ کے علاقہ میں رہنا اور باوجود متنبہ کر دیئے جانے کے مقررہ معیاد کے بعد بھی ٹھہرے رہنا ظاہر کرتا ہے کہ وہ کسی خطرناک ارادے سے وہاں ٹھہرا ہوا تھا اور کوئی تعجب نہیں کہ وہ اُحد کے میدان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچ جانے پر پیچ و تاب کھاتا ہوا مدینہ میں آپؐ کے خلاف کوئی بد ارادہ لے کر آیا ہو اور یہود یا منافقینِ مدینہ کی سازش سے کوئی مخفی وار کرنا چاہتا ہو مگر خدا تعالیٰ نے حفاظت فرمائی اور اس کی تجویز کارگر نہ ہوئی۔"

(سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 504 تا 506)

جنگ احد کا انجام:

جنگِ اُحد کے انجام کے بارے میں بڑی طویل بحثیں کی گئی ہیں۔ بعض سیرت نگار جنگِ اُحد کو شکست یعنی مسلمانوں کی شکست سے تعبیر کرتے ہیں۔ بعض اس کو فتح کہنے سے عموماً کتراتے ہیں اور بین بین اپنی رائے رکھنا چاہتے ہیں۔ البتہ کچھ ایسے بھی ہیں کہ جو ایک شکست کے بعد عمومی طور پر فتح سے تعبیر کرتے ہیں جبکہ امرِ واقعہ یہ ہے کہ اس وقت کے جنگی اصول اور رواج کو دیکھا جائے تو اس کے مطابق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مسلمانوں کو میدانِ اُحد میں شکست ہوئی تھی کیونکہ شکست کیسی! یا کفار کو فتح کیسی! مسلمان تو میدان میں ہی اس وقت بھی موجود تھے کہ جب آخر کار ابوسفیان محض نعرے لگا کر اپنے لشکر کو لے کر میدانِ اُحد چھوڑ کر مکہ کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ اس نے وہاں یہ کھوکھلا نعرہ بھی لگایا کہ آج کا یہ دن بدر کے دن کا بدلہ ہے حالانکہ یہ بھی محض اس کا نعرہ ہی تھا۔ بدر کے دن کا بدلہ کیسے ہو گیا؟ بدر میں کفار کے سپہ سالار سمیت ان کے بڑے بڑے سردار قتل ہوئے تھے اور بدر میں ان کے ستر لوگ اسیر ہوئے تھے۔ بدر میں ایک کثیر مالِ غنیمت مسلمانوں کو حاصل ہوا تھا۔ بدر میں مسلمان جو فاتح تھے وہ حسبِ روایت تین دن تک مقیم رہے اور کفار کا لشکر وہاں سے بھاگا تھا جبکہ اُحد کے دن ان میں سے کوئی ایک بات بھی کفار کو نصیب نہ ہو سکی تو بھلا یہ بدر کا بدلہ کیسے ہو سکتا تھا۔ اس لیے اُحد کے دن بھی مسلمانوں کو شکست قطعاً نہیں ہوئی تھی ہاں پہلے مرحلے میں ایک واضح فتح کے بعد دوسرے مرحلے میں مسلمانوں کو سخت جانی نقصان کا سامنا کرنا پڑا لیکن انجام کار مسلمان میدانِ اُحد میں ہی قائم و موجود رہے اور کفار مکہ کو مکمل فتح اور جیت حاصل کرنے سے تائید غیبی نے اپنی زبردست طاقت سے روکے رکھا اور باوجود ایک وقتی غلبہ کے وہ مسلمانوں کو مزید نقصان پہنچانے سے محروم رہے اور اس وقت کے جنگی رواج کے مطابق بے نیل و مرام میدانِ اُحد سے واپس چلے گئے۔ اور جب اس سے بالکل اگلے ہی روز حمراء الاسد کی طرف مسلمانوں کے تعاقب کو اس کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو جنگِ اُحد ایک روشن اور واضح فتح کی صورت میں سامنے آتی ہے اور میدانِ اُحد میں ہزیمت کا جو ایک چرکہ لگا وہ بھی

مسلمانوں کے لیے اور بعد کے زمانے کے لیے بہت ساری حکمتوں کا باعث بن گیا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ:

"مستقل نتائج کے لحاظ سے تو جنگِ اُحد کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں اور بدر کے مقابل میں یہ جنگ کوئی حیثیت نہیں رکھتی لیکن وقتی طور پر ضرور اس جنگ نے مسلمانوں کو بعض لحاظ سے نقصان پہنچایا۔ اوّل ان کے (مسلمانوں کے) ستر آدمی اس جنگ میں شہید ہوئے جن میں سے بعض اکابر صحابہؓ میں سے تھے اور زخمیوں کی تعداد تو بہت زیادہ تھی۔ دوسرے مدینہ کے یہود اور منافقین جو جنگِ بدر کے نتیجہ میں کچھ مرعوب ہو گئے تھے اب کچھ دلیر ہو گئے بلکہ عبداللہ بن اُبَیّ اور اس کے ساتھیوں نے تو کھلم کھلا تمسخر اڑایا اور طعنے دیئے۔ تیسرے قریش مکہ کو بہت جرأت ہو گئی اور انہوں نے اپنے دل میں یہ سمجھ لیا کہ ہم نے نہ صرف بدر کا بدلہ اتار لیا ہے بلکہ آئندہ بھی جب کبھی جتھا بنا کر حملہ کریں گے مسلمانوں کو زیر کر سکیں گے۔ چوتھے عام قبائلِ عرب نے بھی اُحد کے بعد زیادہ جرأت سے سر اٹھانا شروع کیا۔ مگر باوجود ان نقصانات کے یہ ایک بیّن حقیقت ہے کہ جو نقصان قریش کو جنگِ بدر نے پہنچایا تھا جنگِ اُحد کی فتح اس کی تلافی نہیں کر سکتی تھی۔ جنگِ بدر میں مکہ کے تمام وہ رؤساء جو درحقیقت قریش کی قومی زندگی کی روح تھے ہلاک ہو گئے تھے اور جیسا کہ قرآن شریف بیان کرتا ہے اس قوم کی صحیح معنوں میں جڑ کاٹ دی گئی تھی اور یہ سب کچھ ایک ایسی قوم کے ہاتھوں ہوا تھا جو ظاہری سامان کے لحاظ سے ان کے مقابلہ میں بالکل حقیر تھی۔ اس کے مقابلہ میں بے شک مسلمانوں کو اُحد کے میدان میں نقصان پہنچا لیکن وہ اس نقصان کے مقابلہ میں بالکل حقیر اور عارضی تھا جو بدر میں قریش کو پہنچا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو اسلامی سوسائٹی کے مرکزی نقطہ تھے اور جو قریش کی معاندانہ کارروائیوں کا اصل نشانہ تھے خدا کے فضل سے زندہ موجود تھے۔ اس کے علاوہ اکابر صحابہؓ بھی سوائے ایک دو کے سب کے سب سلامت تھے۔ اور پھر مسلمانوں کی یہ ہزیمت ایسی فوج کے مقابلہ میں تھی جو اُن سے تعداد میں کئی گنے زیادہ اور سامانِ حرب میں کئی گنے مضبوط تھی۔

پس مسلمانوں کے لئے بدر کی عظیم الشان فتح کے مقابلہ میں اُحد کی ہزیمت ایک معمولی چیز تھی اور یہ نقصان بھی مسلمانوں کے لئے ایک لحاظ سے بہت مفید ثابت ہوا کیونکہ ان پر یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہو گئی کہ رسول اللہؐ کے منشاء اور ہدایت کے خلاف قدم زَن ہونا کبھی بھی موجبِ فلاح اور بہبودی نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ٹھہرنے کی رائے دی اور اس کی تائید میں اپنا ایک خواب بھی سنایا مگر انہوں نے باہر نکل کر لڑنے پر اصرار کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اُحد کے ایک درّہ میں متعین فرمایا اور انتہائی تاکید فرمائی کہ خواہ کچھ ہو جاوے اس جگہ کو نہ چھوڑنا مگر وہ غنیمت کے خیال سے اس جگہ کو چھوڑ کر نیچے اتر آئے اور گو یہ عملی کمزوری ایک محدود طبقہ کی طرف سے ظاہر ہوئی تھی مگر چونکہ انسانی تمدن سب کو ایک لڑی میں پرو کر رکھتا ہے اس لئے اس کمزوری کے نتیجہ میں نقصان سب نے اٹھایا جیسا کہ اگر کوئی فائدہ ہوتا تو وہ بھی سب اٹھاتے۔" پس یہ بھی ایک اصولی بات ہے۔ بعض لوگوں کی کمزوریوں سے بعض دفعہ پورے معاشرے کو نقصان پہنچتا ہے۔ اسی طرح فائدے سے پورے معاشرے کا ایک اچھا اثر

قائم ہوتا ہے۔ اب ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے حق میں بہت سارے لوگ بولتے ہیں۔ اب سو فیصد احمدی تو اعلیٰ معیار کے نہیں ہیں لیکن جو چند ایک ہیں، جن کا اچھا اثر ہے ان کی وجہ سے باقیوں کو بھی لوگ اچھے معیار کا سمجھتے ہیں۔ ''پس اُحد کی ہزیمت اگر ایک لحاظ سے موجب تکلیف تھی تو دوسری جہت سے وہ مسلمانوں کے لئے ایک مفید سبق بھی بن گئی اور تکلیف ہونے کے لحاظ سے بھی وہ ایک محض عارضی روک تھی جو مسلمانوں کے راستے میں پیش آئی اور اس کے بعد مسلمان اس سیلابِ عظیم کی طرح جو کسی جگہ رک کر اور ٹھوکر کھا کر زیادہ تیز ہو جاتا ہے نہایت سرعت کے ساتھ اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتے چلے گئے۔''
(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 507-506)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنی **ایک تقریر میں جنگِ اُحد کے بعد کے واقعات کا جو تجزیہ** کیا ہے اس کے کچھ نکات یہ ہیں: نمبر ایک یہ کہ مسلمانوں سے احساس شکست کو کلیۃً مٹانے کے لیے اس سے بہتر اَور کوئی اقدام ممکن نہ تھا کہ انہیں بلا توقف از سرِ نو مقابلے کے لیے میدانِ قتل میں لے جایا جاتا۔ نمبر دو یہ کہ تازہ دم نوجوانوں اور نئے مجاہدین کو ساتھ چلنے کی اجازت نہ دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعی طور پر یہ ثابت کر دیا کہ آپؐ ظاہری اسباب پر بھروسہ نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے اس دعوے اور یقین میں سچے تھے کہ آپؐ کا اصل توکّل اپنے رب پر ہی ہے اور وہ یقیناً آپؐ کی نصرت پر قادر ہے۔ نمبر تین اس فیصلے کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان صحابہؓ کی دلداری فرمائی جن کے پاؤں میدانِ اُحد میں اکھڑ گئے تھے اور ان پر اس مکمل اعتماد کا اظہار فرمایا کہ وہ درحقیقت پیٹھ دکھانے والے نہیں تھے بلکہ اچانک ناگزیر حالات سے مجبور ہو گئے تھے..... انسانی جنگوں کی تاریخ میں ایک بھی مثال ایسی نظر نہیں آتی کہ کسی جرنیل نے اپنی فوج پر اتنے مکمل اعتماد کا اظہار کیا ہو جبکہ وہی فوج صرف چند گھنٹے پہلے اسے تنہا چھوڑ کر میدان سے ایسے فرار اختیار کر چکی ہو کہ چند جاں نثاروں کے سوا ان کے پاس کچھ بھی نہ رہا ہو۔

نمبر چار یہ امر کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سو فیصد اعتماد درست تھا اور کوئی جذباتی فیصلہ نہ تھا اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ بلا استثنیٰ اُحد کے وہ سب مجاہدین پورے عزم اور جوش کے ساتھ اس انتہائی خطرناک مہم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے جن میں چلنے پھرنے کی سکت موجود نہ تھی اور کسی ایک نے بھی یہ کہہ کر منہ نہ موڑا کہ یہ مہم خودکشی کے مترادف ہے اور یہ اعتراض نہ کیا کہ ایک دفعہ بمشکل جان بچانے کے بعد پھر اس قوی اور جابر دشمن کے چنگل میں از خود پھنس جانا کہاں کی دانائی ہے؟... محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُحد کے دوسرے روز ہی دشمن کے تعاقب کا فیصلہ اپنے ساتھیوں پر ایک ایسا عظیم احسان ہے کہ کبھی کسی سالار نے اپنی فوج پر نہیں کیا کہ ان کے زخمی کردار کو آن کی آن میں ایسی کامل شفا بخش دی ہو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

نمبر پانچ یہ کہ بعد کے واقعات سے ثابت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ سلم کا یہ اقدام محض نفسیاتی اور اخلاقی فوائد کا حامل نہیں تھا بلکہ فوجی نکتہ نگاہ سے بھی انتہائی کارآمد ثابت ہوا اور اس سے دشمن ایک اَور شدید تر حملے سے باز آ گیا بلکہ اس حال میں واپس لوٹا کہ فتح کی ترنگ کے بجائے بُری طرح مرعوب ہو چکا تھا۔ پس بغیر مزید نقصان کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محض اپنی حکمت اور تدبر کے طفیل متعدد عظیم الشان فوائد

حاصل کیے۔ آپؑ لکھتے ہیں کہ ہر چند کہ غزواتِ نبویؐ پر نظر ڈالنے سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احسن اور بے مثل استعدادوں پر بھی حیران کن روشنی پڑتی ہے جو بحیثیت ایک سالارِ جیش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھیں لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اوّل و آخر حیثیت ایک جنگی ماہر کی نہیں بلکہ ایک اخلاقی اور روحانی سردار کی تھی جس کے ہاتھوں میں مکارمِ اخلاق کا جھنڈا تھمایا گیا تھا۔

یہ بہت اہم چیز ہے۔ اعلیٰ اخلاق کا جھنڈا بلند رکھنے اور بلند تر کرتے جانے کے بعد جس عظیم جہاد میں مصروف تھے وہ ایک مسلسل کبھی نہ ختم ہونے والا ایک ایسا مجاہدہ تھا جو امن کی حالت میں بھی اسی طرح جاری رہا جیسے جنگ کے حالات میں۔ دن کو بھی آپؐ نے اس عَلَم کی حفاظت کی اور رات کو بھی۔ دشمن بارہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپؐ کے صحابہؓ کو شدید جسمانی ضربات پہنچانے اور المناک چرکے لگانے میں کامیاب ہو جاتا رہا مگر اس عَلَمِ اخلاق پر آپؐ نے کبھی ادنیٰ سی آنچ نہ آنے دی اور اس کو کوئی گزند نہ پہنچنے دیا۔ ان سب کے باوجود آپؐ کے اعلیٰ اخلاق جو تھے ان کا مظاہرہ ہمیشہ نظر آتا ہے۔ اس وقت بھی یہ جھنڈا آپؐ کے مقدس ہاتھوں میں بڑی شان کے ساتھ آسمانی رفعتوں سے ہمکنار تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن شدید زخموں سے نڈھال ہو کر اُحد کی اس پتھریلی زمین پر گر رہا تھا۔ اس وقت بھی یہ جھنڈا ایک عجیب شانِ بے نیازی کے ساتھ آپؐ کے ہاتھ میں لہرا رہا تھا جب چاروں طرف صحابہؓ کے بدن کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ پس خُلقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان صحابہؓ کے اخلاق کا جہاد جو آپؐ کے ساتھ تھے اُحد کے قتال کے شانہ بشانہ بڑی قوت اور زور کے ساتھ جاری رہا اور فاتح اعظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر بار ہر اخلاقی معرکے میں عظیم فتح نصیب ہوئی۔ ان ہولناک زلازل کے وسط میں سے ہو کر آپؐ بسلامت نکل آئے جو اخلاق کی بڑی بڑی مضبوط عمارتوں کو بھی مسمار کر دینے کی طاقت رکھتے ہیں۔

(ماخوذ از خطابات طاہر خطابات قبل از خلافت صفحہ 331 تا 335)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

”اُحد کی جنگ میں بظاہر فتح کے بعد ایک شکست کا پہلو پیدا ہوا مگر یہ جنگ درحقیقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک بہت بڑا نشان تھا۔ اِس جنگ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق مسلمانوں کو پہلے کامیابی نصیب ہوئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق آپؐ کے عزیز چچا حمزہؓ لڑائی میں مارے گئے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق شروع حملہ میں کفار کے لشکر کا علمبردار مارا گیا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق خود آپؐ بھی زخمی ہوئے اور بہت سے صحابہؓ شہید ہوئے۔ اِس کے علاوہ مسلمانوں کو ایسے اخلاص اور ایمان کا مظاہرہ کرنے کا موقع ملا جس کی مثال تاریخ میں اَور کہیں نہیں ملتی۔“ (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 253)

اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ **جنگِ اُحد بڑی بھاری فتح تھی**۔ اس جنگ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم و تربیت کے کام کو دوبارہ شروع فرمانا کس طرح ہوا، حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

”اِس لڑائی میں بہت سے مسلمان مارے بھی گئے اور بہت سے زخمی بھی ہوئے لیکن پھر بھی اُحد کی جنگ

شکست نہیں کہلا سکتی... یہ ایک بہت بڑی فتح تھی ایسی فتح کہ قیامت تک مسلمان اس کو یاد کر کے اپنے ایمان کو بڑھا سکتے ہیں اور بڑھاتے رہیں گے۔ مدینہ پہنچ کر آپؐ نے پھر اپنا اصل کام یعنی تربیت اور تعلیم اور اصلاحِ نفس کا شروع کر دیا۔ مگر آپؐ یہ کام سہولت اور آسانی سے نہیں کر سکے۔ اُحد کے واقعہ کے بعد یہود میں اَور بھی دلیری پیدا ہو گئی اور منافقوں نے اَور بھی سر اٹھانا شروع کر دیا اور وہ سمجھے کہ شاید اِسلام کو مٹا دینا انسانی طاقت کے اندر کی بات ہے۔

چنانچہ یہودیوں نے طرح طرح سے آپؐ کو تکلیفیں دینی شروع کر دیں۔ گندے شعر بنا کر ان میں آپؐ کی اور آپؐ کے خاندان کی ہتک کی جاتی تھی۔ ایک دفعہ آپؐ کو کسی جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے لئے یہودیوں کے قلعہ میں جانا پڑا تو انہوں نے ایک تجویز کی کہ جہاں آپؐ بیٹھے تھے اس کے اوپر سے ایک بڑی سِل گرا کر آپ شہید کر دیئے جائیں مگر خدا تعالیٰ نے آپؐ کو وقت پر بتا دیا اور آپؐ وہاں سے بغیر کچھ کہنے کے چلے آئے۔ بعد میں یہودیوں نے اپنے قصور کو تسلیم کر لیا۔" (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 257)

غزوۂ اُحد کے فوری بعد کے واقعات اور غزوہ حمراء الاسد کا بیان یہاں ختم ہوتا ہے۔

دنیا کے حالات اور مسلمانوں کے حالات اور **فلسطین کے بارے میں دعاؤں کی طرف توجہ دلاتا رہتا ہوں۔** گو بظاہر بعض حلقوں کی طرف سے یہ تاثر ہے کہ سیز فائر کچھ عرصہ کے لیے ہو جائے لیکن جو حالات نظر آ رہے ہیں اس سے لگتا ہے کہ اگر ہو بھی جائے تو تب بھی فلسطینیوں پر ظلم ختم نہیں ہو گا۔ اس لیے بہت دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان فلسطینیوں کو بھی توفیق دے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف جھکیں۔

بہر حال ان حالات نے متکبروں کے غرور توڑنے کے بھی سامان پیدا کر دیے ہیں اور اب لگ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے غرور توڑنے کے سامان پیدا کرنے کی کارروائی شروع کر دی ہے۔ کب مکمل طور پر یہ کام مکمل ہوتا ہے یہ اللہ بہتر جانتا ہے لیکن بہر حال ان کا یہ تکبر اب ٹوٹنا شروع ہو گیا ہے۔ ان کے اندر سے ہی ان کے مخالفین پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ امریکہ میں بھی احتجاج ہو رہے ہیں۔ اب طاقت کا استعمال کر رہے ہیں تا کہ احتجاج بند کریں لیکن پھر یہ چنگاریاں بھڑکیں گی۔ عارضی طور پر رکیں گی بھی تو پھر بھڑک جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ دنیا کی بڑی طاقتوں کو عقل دے اور انصاف سے کام لیں۔ اپنے لیے ان کے اَور اصول ہیں اور دوسروں کے لیے اَور۔ یہی چیز پھر ایک وقت میں آ کے یو این کے ٹوٹنے کا باعث بھی بن جائے گی۔ دوسری دعا جس کے لیے مَیں کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ اپنے لیے ہے۔

ایک عرصہ سے مجھے دل کے والو (valve) کی تکلیف تھی ڈاکٹر پروسیجر (procedure) کا کہا کرتے تھے لیکن مَیں ٹالتا رہتا تھا۔ اب ڈاکٹروں نے کہا، ایسی سٹیج آ گئی ہے کہ مزید انتظار مناسب نہیں۔ چنانچہ ان کے کہنے پر گذشتہ دنوں والو کی تبدیلی کا پروسیجر ہوا ہے۔ الحمدللہ ٹھیک ہو گیا۔ اور اس لیے مَیں چند دن ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق مسجد بھی نہیں آ سکا۔ جیسا کہ مَیں نے کہا اللہ تعالیٰ کے فضل سے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اب جو پروسیجر ہونا تھا وہ اللہ کے فضل سے میڈیکلی کامیاب ہے۔

دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی زندگی دینی ہے فعال زندگی عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 24/ مئی 2024ء جلد 31 شمارہ 124 صفحہ 02 تا 05)

19

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 10 رمئی 2024ء بمطابق 10 رہجرت 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم **کے زمانے کے بعض سرایا کا ذکر** کروں گا۔ اس ضمن میں پہلے قبیلہ بنو اسد کی شرارت اور سریہ ابو سلمہ کا ذکر ہو گا۔ سریہ اس کو کہتے ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک نہیں ہوتے تھے لیکن آپؐ دوسروں کو مہم کے لیے بھیجا کرتے تھے۔ ان میں بھی آپؐ کی سیرت کے پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ ان سرایا سے آپؐ کی حکمت اور آپؐ کے اس اُسوہ پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ کس طرح آپؐ نے مسلمانوں کا دفاع کرنا ہے اور پھر دوسروں یعنی دشمن کے لیے بھی کتنی ہمدردی کا اظہار ہے۔ بہرحال یہ سریہ محرم 4 ہجری میں ہوا اس کی قیادت حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومیؓ نے کی۔

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 6 صفحہ 424 مطبوعہ دار السلام ریاض 1434ھ)

ابو سلمہؓ کا نام عبداللہ تھا اور کنیت ابو سلمہ تھی۔ ان کی والدہ برّہ بنت عبدالمطلب تھیں اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور حضرت حمزہؓ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ انہوں نے ابولہب کی لونڈی ثُوَیبہ کا دودھ پیا تھا۔ حضرت ام المومنین ام سلمہؓ پہلے انہی کے نکاح میں تھیں۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 295 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت ابو سلمہؓ غزوۂ بدر اور اُحد میں شامل ہوئے۔ غزوۂ اُحد میں یہ زخمی ہوئے۔ ایک ماہ تک اس کا علاج کرتے رہے بظاہر وہ زخم اچھا ہو گیا اور وہ زخم ایسا مندمل ہو گیا کہ اسے کوئی پہچانتا نہ تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 182 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس سریہ کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ مدینہ میں رہنے والے منافقین اور یہود جنگِ اُحد کے حالات و واقعات کی وجہ سے خوشیاں منانے لگے اور ایک بار پھر ان کے دل میں یہ خیالات آنے لگے کہ مسلمانوں کو جلد ختم کرنے کے لیے پلاننگ کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح مدینہ کے ارد گرد رہنے والے وہ قبائل جو جنگِ بدر میں مسلمانوں کی عظیم الشان فتح کی وجہ سے خوفزدہ ہو گئے تھے ان کے دلوں میں بھی یہ خیال انگڑائیاں لینے لگا کہ اُحد میں مسلمانوں کو کافی نقصان ہو چکا ہے اس لیے موقع ہے کہ مسلمانوں پر حملہ کر کے ان کو مزید نقصان پہنچایا جائے اور لُوٹ مار کے نتیجہ میں ان کے اموال اور دولت حاصل کیے جائیں۔ چنانچہ جنگِ اُحد کو گزرے ہوئے ابھی دو ماہ ہی ہوئے تھے کہ ان قبیلوں میں سے جس قبیلے نے سب سے پہلے مسلمانوں پر حملے کا پروگرام بنایا وہ بنو اسد بن خُزَیمَہ تھا۔ یہ لوگ نجد میں رہتے تھے۔ اس قبیلے کے رئیس طُلیحہ بن خُویلد اور اس کے بھائی سلمہ بن خویلد نے لوگوں کو اکٹھا کر کے ایک لشکر تیار کر لیا۔ بنو اسد کے ایک آدمی قیس بن حارث بن عمیر

نے اپنی قوم کو مسلمانوں پر حملہ نہ کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اے میری قوم! یہ عقلمندی کی بات نہیں ہے۔ ہمیں مسلمانوں کی طرف سے کسی نقصان کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ مسلمان ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا رہے اور نہ ہی ہم پہ مسلمانوں نے لوٹ مار کے لیے حملہ کیا ہے۔ ہمارا علاقہ یثرب سے دُور ہے یعنی مدینہ سے دُور بھی ہے۔ ہمارے پاس قریش جیسا لشکر بھی نہیں ہے۔

قریش خود ایک عرصہ تک اہلِ عرب سے ان کے خلاف مدد مانگتے رہے۔ انہیں تو ان سے بدلہ بھی لینا تھا پھر وہ اونٹوں پر سوار ہو کر گھوڑوں کی باگ ڈور سنبھال کر نکلے تھے۔ وہ تین ہزار جنگجوؤں اور اپنے پیروکاروں کی ایک بڑی تعداد کو ساتھ لے کر گئے تھے۔ بہت سا اسلحہ بھی لیا تھا۔ اس کے مقابلے میں تمہاری کیا حیثیت ہے؟ صرف یہ ہے کہ تم بمشکل تین سو افراد لے کر نکلو گے اس طرح تم لوگ اپنے آپ کو فریب میں ڈال دو گے اپنے علاقے سے دُور نکل جاؤ گے اور مجھے ڈر ہے کہ تم مصیبت میں پھنس جاؤ گے لیکن انہوں نے قیس کی نصیحت نہ مانی۔ ادھر بنو اسد کے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے منصوبہ کی اطلاع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک اس طرح پہنچ گئی کہ قبیلہ طَے کا ایک شخص ولید بن زُہیر مدینہ آیا۔ وہ اپنی بھتیجی زینب سے ملاقات کے لیے آیا تھا جو طُلَیب بن عُمَیر بن وَہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی تھیں۔ اس نے بنو اسد کے مذکورہ بالا منصوبے کی اطلاع دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ اس سے پہلے کہ بنو اسد مدینہ پر حملہ کریں خود مسلمان اپنے تحفظ کے لیے ان کے علاقے پر چڑھائی کریں۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسدؓ کو طلب فرمایا اور انہیں ارشاد فرمایا کہ اس مہم پر روانہ ہو جاؤ۔ مَیں نے تمہیں اس کا نگران مقرر کیا ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے جھنڈا باندھا اور یہ ہدایت فرمائی کہ بنو اسد کے علاقے تک اپنا سفر جاری رکھو اس سے پہلے کہ ان کے لشکر تمہارے خلاف اکٹھے ہو جائیں۔ وہاں پہنچ کر ان پر حملہ کر دو۔ ایک سو پچاس اصحابِ کرامؓ پر مشتمل لشکر ابو سلمہؓ کی قیادت میں ان قبائل کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا۔ قبیلہ طے کا وہ شخص یعنی ولید بن زُہیر بطور گائیڈ ان کے ساتھ تھا، رہبر ان کے ساتھ تھا۔

(ماخوذ از سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 6 صفحہ 422 تا 425 مطبوعہ دار السلام ریاض 1434ھ)

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 6 صفحہ 34 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس سریہ میں شامل ہونے والے چند صحابہ کرامؓ کے اسماء یہ ہیں۔ اَبُو سَبْرَہ بن ابی رُہْم، عبد اللہ بن سُہَیل بن عمرو، عبد اللہ بن مَخْرَمہ عامری، مُعَتِّب بن فضل، ارقم بن ابی ارقم، ابو عبیدہ بن جرّاح، سہیل بن بَیْضَاء، اُسَید بن حُضَیر انصاری، عَبَّاد بن بِشْر انصاری، ابو نائلہ انصاری، ابو عَبْس، قتادہ بن نعمان، نَضْر بن حارث، ابو قتادہ انصاری، ابو عَیَّاش زُرَقِی، عبد اللہ بن زید انصاری، خُبَیب بن یَسَاف، سعد بن ابی وقاص، ابو حذیفہ بن عُتْبہ، سالم مولیٰ ابو حذیفہ۔ (کتاب المغازی للواقدی جلد 1 صفحہ 341 عالم الکتب بیروت 1984ء)

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 6 صفحہ 424 مطبوعہ دار السلام ریاض 1434ھ)

صحابہ کرامؓ اپنی اس مہم کو خفیہ رکھتے ہوئے تیز رفتاری سے عام رستے سے ہٹ کر چلے تا کہ جلد از جلد دشمن تک پہنچ جائیں۔ انہوں نے دن رات مسلسل یہ سفر کیا۔ ایک روایت کے مطابق دن کا ایک حصہ یہ چھپ جاتے اور رات کو سفر کرتے۔ یوں چار دن کے سفر کے بعد وہ قَطَن پہاڑ کے قریب پہنچ گئے۔ قَطَن کے متعلق لکھا ہے کہ یہ فید کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے اور فَیْد کوفہ کے رستے پر ایک منزل کا نام ہے جہاں بنو

اسد بن خُزیمہ کا چشمہ تھا۔ مسلمانوں نے وہاں پہنچتے ہی حملہ کر کے ان کے مویشیوں پر قبضہ کر لیا اور ان کے چرواہوں میں سے تین کو پکڑ لیا اور باقی بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان بھاگنے والوں نے بنو اسد کے پڑاؤ میں پہنچ کر مسلمانوں کے لشکر کے پہنچ جانے اور ان کے حملے کی خبر دی اور ابو سلمہؓ کے لشکر کی تعداد بہت بڑھا چڑھا کر بیان کی۔ ان چرواہوں نے بھی بہت مبالغے سے کام لیا کہ اتنا بڑا لشکر ہے جس سے ان میں اَور خوف پیدا ہو گیا۔ جس سے بنو اسد خوفزدہ ہو گئے اور مسلمانوں کے اچانک پہنچ جانے کی وجہ سے ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ ڈر کے مارے اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔

حضرت ابو سلمہؓ جب بنو اسد کے پڑاؤ کے مقام پر پہنچے اور انہوں نے دیکھا کہ دشمن بھاگ گیا ہے تو انہوں نے ان کی تلاش میں اپنے ساتھیوں کو بھیجا۔ حضرت ابو سلمہؓ نے انہیں تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ ان کے ساتھ ٹھہرا۔ باقی دونوں کو دو مختلف اطراف میں بھیجا اور ساتھ یہ بھی ہدایت دی کہ دشمن کا پیچھا کرتے ہوئے زیادہ دُور تک نہ جائیں اور اگر دشمن سے تصادم نہیں ہوتا تو واپس آ کر رات انہی کے پاس قیام کریں اور یہ بھی تاکید کی کہ منتشر نہ ہوں، اکٹھے ہی رہیں لیکن دشمن سراسیمہ ہو کر اتنی تیزی سے بھاگا تھا کہ مسلمانوں کا کسی سے بھی سامنا نہ ہوا۔

حضرت ابو سلمہؓ نے تمام مالِ غنیمت کے ساتھ مدینہ کی طرف واپسی کا سفر شروع کیا۔ جو شخص بطور راہنما ساتھ گیا تھا وہ ساتھ ہی واپس لوٹا۔ ایک رات کا سفر طے کرنے کے بعد حضرت ابو سلمہؓ نے مالِ غنیمت تقسیم کیا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خمس علیحدہ کیا۔ رہبر شخص کو اس کی خوشی کے مطابق مال دیا اور بقیہ مالِ غنیمت صحابہ کرامؓ میں تقسیم کر دیا۔ ہر صحابی کو سات سات اونٹ اور کئی کئی بکریاں ملیں اور یوں باقی سفر طے کرتے ہوئے یہ لوگ خوشی کے ساتھ قریباً دس دن کے بعد واپس مدینہ پہنچ گئے۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 6 صفحہ 34 دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 6 صفحہ 425 تا 427 مطبوعہ دار السلام ریاض 1434ھ)
(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 512-511)
(اٹلس سیرت نبویؐ صفحہ 253 مطبوعہ دار السلام ریاض 1424ھ)

یہ جو مَیں نے بتایا ہے اور اس میں جو حوالہ دیا تھا یہ بیان مختلف تاریخوں سے اخذ کیا گیا ہے، سیرت خاتم النبیینؐ کا بھی کچھ حصہ اس میں شامل ہے۔ بہرحال حضرت ابو سلمہؓ کی وفات کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابو سلمہؓ اس سریہ کے لیے مدینہ سے دس سے کچھ زائد راتیں باہر رہے۔ جب مدینہ واپس آئے تو ان کا وہ زخم جو غزوۂ اُحد میں ان کو لگا تھا دوبارہ تازہ ہو گیا جس سے وہ بیمار پڑ گئے اور اسی سال تین جمادی الآخر کو انتقال کر گئے۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 182 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بنو اسد کے **جس رئیس طُلَیحہ بن خُوَیلد کا ذکر ہوا** ہے یہ انتہائی بہادر انسان تھا اور مشہور تھا کہ ملک عرب میں اسے ایک ہزار شہسوار کے برابر سمجھا جاتا ہے اور یہ بہت فصیح اللسان تھا۔ نو ہجری میں بنو اسد کے وفد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے اسلام قبول کیا تھا لیکن پھر مرتد ہو گیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی نبوت کا جھوٹا مدعی بن کر فتنہ و فساد کا موجب بنا تھا اور آخر کار شکست کھا کر عرب سے بھاگ گیا تھا۔ پھر کچھ عرصہ بعد مدینہ آ کر حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی

اور آخر دم تک اسلام پر ثابت قدمی دکھائی۔ جنگِ قادسیہ اور دوسری کئی اسلامی جنگوں میں حصہ لے کر اپنی بہادری کے جوہر دکھائے اور اکیس ہجری میں ایک جنگ میں شہادت کا مقام پایا۔

(سیرت انسائیکلوپیڈیا، جلد 6 صفحہ 431-430 مطبوعہ دار السلام ریاض 1434ھ)

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 512-511)

اللہ تعالیٰ نے اس کا انجام بخیر کرنا تھا تو آخر اس کو توفیق ملی اور اسلام قبول کر لیا۔

سریہ عبداللہ بن انیس:

پھر سریہ حضرت عبداللہ بن اُنیسؓ کا ذکر ہے۔ حضرت عبداللہ بن اُنیس جُہَنِیؓ انصار میں سے بنو سلمہ کے حلیف تھے۔ یہ بیعت عَقَبہ ثانیہ، بدر، اُحد اور دیگر غزوات میں شامل ہوئے۔ ان افراد میں شامل تھے جنہوں نے بنو سلمہؓ کے بُت توڑے تھے۔ (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 178 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2008ء)

(السیرۃ النبویہ لابن ھشام صفحہ 419، 412 دار المعرفہ بیروت)

حضرت عبداللہ بن اُنیسؓ نے شام میں 54 ہجری یا بعض روایات کے مطابق 74 ہجری میں وفات پائی۔

(اصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 4 صفحہ 14 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1995ء)

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 178 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2008ء)

جنگِ اُحد کے واقعات جب مدینہ کے ارد گرد قبائل کے لوگوں کو معلوم ہوئے تو جن لوگوں نے مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر ان پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا ان میں سے قبیلہ بنو لَحیان کا سردار خالد بن سفیان ہُذَلِیْ لَحْیَانِی بھی تھا۔ بعض روایات میں اس کا نام سفیان بن خالد ہے۔ بہرحال اس نے سوچا کہ مسلمانوں کو اُحد میں تازہ تازہ نقصان پہنچا ہے تو کیوں نہ ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ان پر چڑھائی کر دی جائے اور مدینہ میں لُوٹ مار کر کے ان پر اپنی دھاک بٹھائی جائے۔ اس شخص کے دل میں اسلام دشمنی کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی تھی اور بے حد متکبر تھا۔ یہ مقام نخلہ یا عرفات کے قریب وادی عُرَنَہ میں لشکر تیار کر رہا تھا۔ اس نے اپنی قوم کے جنگجوؤں اور ارد گرد کے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف اکٹھا کرنے کی مہم چلا رکھی تھی اور مختلف قبیلوں سے تعلق رکھنے والے بہت سے لوگ اس کے پاس اکٹھے بھی ہو چکے تھے۔

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 6 صفحہ 433 مطبوعہ دار السلام ریاض 1434ھ)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ سفیان بن خالد نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے لشکر جمع کیا ہے تو آپؐ نے ایک منفرد حکیمانہ عسکری فیصلہ فرمایا کہ بجائے اس کے کہ ایک فوج تیار کر کے سفیان کے مقابلے کے لیے بھیجی جائے اور دونوں طرف خون بہے زیادہ مناسب معلوم ہو گا کہ حکمتِ عملی سے اس باغیانہ لشکر تیار کرنے والے بانی مبانی کو ہی ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطرناک لیکن اہم کارروائی کے لیے اپنے ایک بہادر صحابی حضرت عبداللہ بن انیسؓ کا انتخاب فرمایا۔

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 6 صفحہ 344-433 مطبوعہ دار السلام ریاض 1434ھ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن انیسؓ کو بلا کر سفیان بن خالد کے سارے منصوبے کی تفصیل بتائی اور فرمایا کہ خاموشی سے جاؤ اور اس کو قتل کر دو۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 135 بزم اقبال لاہور 2022ء)

عبداللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہؐ! مجھے اس کا حلیہ بتائیے۔ آپؐ نے فرمایا جب تم اس کو دیکھو گے تو تم پر ہیبت چھا جائے گی اور اس کو دیکھتے ہی شیطان یاد آ جائے گا۔ عبداللہؓ نے عرض کیا کہ اے رسول اللہؐ! میں تو کبھی کسی سے نہیں ڈرا۔ آپؐ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے لیکن اسے دیکھ کر تمہارے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ چنانچہ پانچ محرم چار ہجری کو یہ اکیلے اس مہم پر روانہ ہو گئے۔ عبداللہؓ کہتے ہیں جب مَیں عُرَنَہ کے مقام پر پہنچا جو کہ عرفات کے قریب ایک وادی ہے تو مَیں نے سفیان کو لاٹھی کے سہارے چلتا ہوا دیکھا اور اس کے پیچھے پیچھے مختلف قبیلوں کے وہ لوگ تھے جو اس سے وابستہ ہو گئے تھے۔ یہ لاٹھی بڑھاپے کی وجہ سے لے کر نہیں چل رہا تھا بلکہ اس زمانے میں رواج تھا کہ ہاتھ میں لاٹھی رکھا کرتے تھے۔ تو بہرحال عبداللہ بیان کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق مجھے جو کچھ بتایا تھا اس کی وجہ سے مَیں اسے فوراً پہچان گیا کیونکہ اسے دیکھتے ہی مجھ پر ہیبت طاری ہو گئی جبکہ مَیں کبھی کسی سے نہیں ڈرتا تھا۔ چنانچہ مَیں نے دل میں کہا اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ کہا تھا۔ تب عصر کی نماز کا وقت تھا اس لیے مجھے ڈر ہوا کہ اگر ابھی میرا اس سے سامنا ہو گیا تو کہیں میری عصر کی نماز نہ رہ جائے۔ اس لیے مَیں نے اس حال میں نماز ادا کر لی کہ مَیں اس کی طرف چل رہا تھا اور ساتھ ہی اپنے سر سے اشارہ بھی کرتا جاتا تھا یعنی اشارے سے نماز ادا کی۔ جب مَیں اس کے پاس پہنچا تو اُس نے پوچھا تم کون ہو؟ مَیں نے کہا مَیں بنو خُزَاعہ میں سے ہوں۔ مَیں نے سنا تھا کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے کے لیے لشکر اکٹھا کر رہے ہو۔ اس لیے مَیں بھی تمہارے ساتھ شامل ہونے کے واسطے آیا ہوں۔ اس نے کہا بے شک مَیں محمدؐ کے مقابلے کے لیے لشکر جمع کر رہا ہوں۔

چنانچہ میں کچھ دیر تک اس کے ساتھ چلتا رہا۔ پھر مَیں نے اس سے باتیں شروع کیں تو اس نے میری باتوں میں بہت زیادہ دلچسپی لی۔ سفیان بن خالد نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ابھی تک دراصل کوئی مجھ جیسا نہیں ملا۔ اب تک ایسے ہی لوگ ملے جو جنگ کے ماہر نہیں ہیں۔ آخر جب وہ اپنے خیمہ میں پہنچ گیا اور اس کے ساتھی اِدھر اُدھر چلے گئے تو وہ مجھ سے کہنے لگا اے خزاعی بھائی! ذرا یہاں آ جاؤ۔ مَیں اس کے قریب آیا تو وہ بولا بیٹھ جاؤ۔ مَیں اس کے پاس ہی بیٹھ گیا یہاں تک کہ جب ہر طرف رات کا سناٹا چھا گیا اور لوگ سو گئے تو مَیں نے اچانک اٹھ کر اس کو قتل کر ڈالا اور اس کا سر لے لیا۔ مَیں وہاں سے نکل کر ایک قریبی پہاڑی کے غار میں جا چھپا۔ کچھ لوگ تلاش کرتے ہوئے اس غار تک آئے مگر انہیں کچھ نہ ملا۔ اس لیے مایوس ہو کر وہ لوگ وہاں سے واپس چلے گئے۔ اس کے بعد مَیں غار سے نکل کر روانہ ہوا۔ مَیں رات کو سفر کرتا اور دن میں کہیں چھپ جاتا۔ آخر مدینہ پہنچا تو مجھے دیکھتے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے ساختہ فرمایا:

اَفْلَحَ الْوَجْہُ۔ یعنی یہ چہرہ کامیاب رہا۔ اب دیکھیں انہوں نے بڑی عاجزی سے یہ فرمایا اور بڑی دانائی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کیا اور فوراً یہ فقرہ فرمایا کہ اَفْلَحَ وَجْہُکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ کا چہرہ کامیاب رہا۔ یعنی یہ ساری کامیابی آپؐ کی ہی ہے، آپؐ کی دعاؤں کی برکت سے ہی ہے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہؓ نے ساری تفصیل بتائی اور اس باغی سردار کا سر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن انیسؓ کے

آنے سے پہلے ہی سفیان بن خالد کے قتل کی خبر دے دی تھی۔

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ اس کامیابی پر **آپؐ نے خوش ہو کر ایک عصا مجھے دیا اور فرمایا یہ میرے** اور تمہارے درمیان جنت میں نشانی ہو گی۔ تم جنت میں اس کے ساتھ ٹیک لگاؤ گے۔ چنانچہ اس کے بعد یہ عصا ہمیشہ عبداللہ بن اُنیسؓ کے پاس رہا۔ یہاں تک کہ جب ان کا آخری وقت آیا تو انہوں نے اپنے گھر والوں کو اس کے متعلق وصیت کرتے ہوئے کہا کہ یہ عصا میرے کفن کے اندر اس طرح رکھ دینا کہ یہ میرے جسم اور کفن کے درمیان رہے۔ چنانچہ گھر والوں نے اس وصیت کی تعمیل کی۔ عبداللہ بن انیسؓ کو ذُو الْمِخْصَرہ یعنی عصا والا بھی کہا جاتا ہے۔ (سیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 232-231 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(شرح علامہ زرقانی جلد 2 صفحہ 474 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت عبداللہ بن انیسؓ مدینہ سے اٹھارہ روز باہر رہے اور ہفتہ کے روز جبکہ محرم کے سات دن باقی تھے واپس آئے۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 39 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے محرم چار ہجری میں اس مہم کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”قریش کی اشتعال انگیزی اور اُحد میں مسلمانوں کی وقتی ہزیمت اب نہایت سُرعت کے ساتھ اپنے خطرناک نتائج ظاہر کر رہی تھی۔ چنانچہ انہی ایام میں جن میں بنواَسَد نے مدینہ پر چھاپہ مارنے کی تیاری کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ قبیلہ بَنُولحیان کے لوگ اپنے سردار سفیان بن خالد کی انگیخت پر اپنے وطن عُرَنَہ میں جو مکہ سے قریب ایک مقام تھا ایک بہت بڑا لشکر جمع کر رہے ہیں اور ان کا ارادہ مدینہ پر حملہ آور ہونے کا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نہایت موقع شناس اور مختلف قبائل عرب کی حالت اوران کے رؤساء کی طاقت واثر سے خوب واقف تھے اس خبر کے موصول ہوتے ہی سمجھ لیا کہ یہ ساری شرارت اور فتنہ انگیزی بنولحیان کے رئیس سفیان بن خالد کی ہے اور اگر اس کا وجود درمیان میں نہ رہے تو بنولحیان مدینہ پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہیں کر سکتے اور یہ بھی آپؐ جانتے تھے کہ سفیان کے بغیر اس قبیلہ میں فی الحال کوئی ایسا صاحب اثر شخص نہیں ہے جو اس قسم کی تحریک کا لیڈر بن سکے۔ لہٰذا یہ خیال کرتے ہوئے کہ اگر بنولحیان کے خلاف کوئی فوجی دستہ روانہ کیا گیا تو غریب مسلمانوں کے واسطے موجب تکلیف ہونے کے علاوہ ممکن ہے کہ یہ طریق ملک میں زیادہ کشت وخون کا دروازہ کھول دے۔ آپؐ نے یہ تجویز فرمائی کہ کوئی ایک شخص چلا جائے اور موقعہ پاکر اس فتنہ کے بانی مبانی اوراس شرارت کی جڑ سفیان بن خالد کو قتل کر دے۔ چنانچہ آپؐ نے اس غرض سے عبداللہ بن انیس انصاریؓ کو روانہ فرمایا۔ اور چونکہ عبداللہؓ نے کبھی سفیان کو دیکھا نہیں تھا اس لئے آپؐ نے خود ان کو سفیان کا سارا حلیہ وغیرہ سمجھا دیا اور آخر میں فرمایا کہ ہوشیار رہنا۔ سفیان ایک مجسم شیطان ہے۔

چنانچہ عبداللہ بن اُنَیسؓ نہایت ہوشیاری کے ساتھ بنو لحیان کے کیمپ میں پہنچے (جو واقعی مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری میں بڑی سرگرمی سے مصروف تھے) اور رات کے وقت موقعہ پاکر سفیان کا خاتمہ کر دیا۔ بنولحیان کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے عبداللہ کا تعاقب کیا مگر وہ چھپتے چھپاتے ہوئے بچ کر نکل آئے۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب عبداللہ بن انیسؓ آئے تو آپؐ نے ان کی شکل دیکھتے ہی پہچان لیا کہ وہ کامیاب ہو کر آئے ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا:

اَفْلَحَ الْوَجْهُ۔ یہ چہرہ تو بامراد نظر آتا ہے۔ عبداللہؓ نے عرض کیا اور کیا خوب عرض کیا اَفْلَحَ وَجْهُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ۔ 'یارسول اللہؐ! سب کامیابی آپؐ کی ہے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کا عصا عبداللہ کو بطور انعام کے عطا فرمایا اور فرمایا 'یہ عصا تمہیں جنت میں ٹیک لگانے کا کام دے گا۔' عبداللہ نے یہ مبارک عصا نہایت محبت واخلاص کے ساتھ اپنے پاس رکھا اور مرتے ہوئے وصیت کی کہ اسے ان کے ساتھ دفن کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خوشی سے جس کا اظہار آپؐ نے عبداللہ کی بامراد واپسی پر فرمایا اور اس انعام سے جو انہیں غیر معمولی طور پر عطا فرمایا پتہ لگتا ہے کہ آپؐ سفیان بن خالد کی فتنہ انگیزی کو نہایت خطرناک خیال فرماتے تھے اور اس کے قتل کو امن عامہ کے لئے ایک موجب رحمت سمجھتے تھے۔'' (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 513-512)

اسلامی جنگوں پر اعتراض اور اس کا جواب:

اسلام کے مخالف دشمنان آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام لگاتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپؐ نے امن برباد کیا اور انسانی جانوں کا خون کروایا۔ آپؐ کی انسانی جان کی قدر کا تو یہ حال ہے کہ دشمن قبیلے کے لوگوں کی جان بچانے کے لیے یہ ایک ترکیب نکالی کہ ایک جان کو قتل کرنا بہتر ہے تا کہ ان کے باقی لوگ بچ جائیں۔ یہ انسانی ہمدردی کی معراج ہے۔ آج کل کی نام نہاد دنیا چند لوگوں کو قتل کرنے کے بہانے معصوم بچوں اور عورتوں اور بوڑھوں کا خون کر رہے ہیں اور کہتے ہیں اور بڑی ڈھٹائی سے کہتے ہیں کہ یہ تو جنگ میں ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو باقاعدہ جنگوں میں بھی یہ حکم فرماتے تھے کسی بچے، بوڑھے، عورت اور مذہبی شخص کو جو براہ راست جنگ میں ملوث نہیں ہے قتل نہیں کرنا۔

(سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی دعاء المشرکین حدیث 2614)

(مسند احمد بن حنبل جلد اوّل صفحہ 768 حدیث 2728 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

پس یہ ہے اسوۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی تعلیم۔

سریہ رجیع:

اب سَرِیَّہ رَجِیع کا ذکر کروں گا کیونکہ اس کی تفصیل لمبی ہے۔ اس لیے کچھ حصہ آج پیش کروں گا۔ اس سریہ کو اس کے امیر مَرثَد بن ابی مَرثد کی وجہ سے سریہ مَرثد بن ابی مرثد بھی کہا جاتا ہے لیکن زیادہ معروف رجیع کا نام ہی ہے۔ (طبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 42 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

رجیع بنو ھُذَیل کا ایک چشمہ تھا جو حجاز میں واقع ہے۔ اس کا موجودہ نام وَطِیَّہ ہے جو مکہ مکرمہ سے ستر کلو میٹر کی مسافت پر شمال میں واقع ہے۔ (دائرہ معارف سیرت النبی رسول اللہؐ جلد 7، صفحہ 139-138 بزم اقبال لاہور 2022ء)

یہ سریہ صفر چار ہجری کے شروع میں رجیع کی جانب پیش آیا۔

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 6 صفحہ 447 مطبوعہ دار السلام ریاض 1434ھ)

ابنِ اسحاقؒ اور ابنِ ہشامؒ کے مطابق یہ سریہ جنگِ اُحد کے بعد تیسرے سال میں ہوا۔ بخاری کی شرح فتح

الباری اور مَوَاہِب میں لکھا ہے کہ تیسرے سال کے آخر میں یہ ہوا۔

(سیرت ابن اسحاق صفحہ 371 ذکر یوم الرجیع فی سنۃ ثلاث مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

(ابن ہشام صفحہ 591 ذکر یوم الرجیع فی سنۃ ثلاث مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 483 باب غزوۃ الرجیع قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

(المواھب اللدنیہ جلد 1 صفحہ 416، یوم الرجیع، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت 2004ء)

ہمارے ریسرچ سیل نے **سریہ رجیع کے ضمن میں ایک نوٹ دیا** ہے اور جو اس حوالے سے توجہ طلب ہے کہ اس میں بعض تاریخوں کا فرق پڑتا ہے۔ بہرحال جو تحقیق کرنے والے ہیں ہو سکتا ہے ان کے لیے فائدہ مند ہو اس لیے مَیں یہ بھی پڑھ دیتا ہوں کہ تاریخ و سیرت کی کتب میں یہاں تک کہ بخاری میں بھی سریہ رجیع اور بئر معونہ کے واقعات آپس میں خلط ملط ہو گئے ہیں اور بعض سیرت نگاروں نے اس کی طرف توجہ بھی دلائی ہے اور اس میں ایک سہو یہ بھی ہوا ہے کہ اکثر سیرت نگار سریہ رجیع کی تاریخ صفر چار ہجری لکھتے ہیں اور اس کی تفصیل اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ حضرت خُبَیبؓ اور حضرت زیدؓ کو مکہ میں فروخت کر دیا گیا لیکن حرمت والے مہینے شروع ہونے کی وجہ سے مکہ والوں نے انہیں قید میں رکھا اور جب حرمت والے مہینے ختم ہو گئے تو ان دونوں کو قتل کر دیا۔ یہ اکثر سیرت نگار بیان کرتے ہیں لیکن جب غور کیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حرمت والے مہینے چار ہیں۔ تین مسلسل ہیں یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم جبکہ چوتھا مہینہ محرم کے پانچ ماہ بعد رجب کا ہے۔ اب جب صفر میں یہ سریہ ہوا تھا تو حرمت والے تین مہینے تو پہلے گزر چکے تھے اب صفر کے چار ماہ بعد حرمت والا چوتھا مہینہ آنا تھا اس لیے اگر یہ سریہ صفر چار ہجری کا تسلیم کیا جائے تو پھر یہ کہنا کہ حرمت والے مہینے شروع ہو چکے تھے یہ خلافِ عقل ہے اور پھر اسی طرح جب حرمت والے مہینے تھے ہی نہیں تو ان دونوں کو دیر تک قید رکھنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ مکہ والے جو کہ ان کو جلد از جلد قتل کر کے اپنی انتقام کی آگ ٹھنڈی کرنا چاہتے تھے انہیں کیا ضرورت تھی کہ خواہ مخواہ ان کو لمبا عرصہ قید رکھتے اور کھانے پینے اور حفاظت کی ذمے داری کا بوجھ اپنے سر پر لیتے۔ جو سیرت نگار اور مؤرخ یہ سریہ صفر چار ہجری میں بیان کرتے ہیں انہوں نے ان سوالوں کو نہیں اٹھایا۔ ہمارے سامنے دو میں سے ایک راستہ ہے کہ یا تو یہ کہا جائے کہ حرمت والے مہینوں کی بات اور ان دونوں کا ایک عرصہ تک قید رہنے والی بات درست نہیں یا ہم یہ کہیں کہ یہ ساری روایات تو درست ہیں کہ حرمت والے مہینے بھی شروع ہو چکے تھے اور ایک عرصہ تک قید بھی رہے البتہ اس صورت میں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اکثر مؤرخین اور سیرت نگاروں کو اس سریہ کی تاریخ محفوظ کرنے میں سہو ہوا ہے اور ان مؤرخین کی جو بہت تھوڑے ہیں بات قابلِ ترجیح ہے کہ جو یہ بیان کرتے ہیں کہ جب ان کو مکہ میں فروخت کیا گیا تو اس وقت حرمت والے مہینے یعنی ذی قعدہ کا آغاز ہو چکا تھا۔

چنانچہ سیرت ابنِ اسحاق جو سیرت کی سب سے اوّلین کتب میں سے ایک ہے اور ابنِ ہشام ان دونوں نے سریہ رجیع کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ سریہ جنگِ اُحد کے بعد تین ہجری میں ہوا اور بخاری کے ایک مشہور اور مستند شارح ابن حجر فتح الباری میں اس حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ یہ واقعہ تین ہجری کے آخر میں ہوا اور اس کے حوالہ سے سیرت کی ایک اور مستند کتاب مواہب اللدنیہ نے بھی یہ لکھا ہے۔ اس

لیے زیادہ درست یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سریہ تین ہجری شوال کے آخری دنوں میں ہوا اور چونکہ صفر چار ہجری میں حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کو شہید کیا گیا تھا اور جب ان کی شہادت کی خبر مدینہ پہنچی تو روایات میں یہ تاریخ آہستہ آہستہ زیادہ غالب آ گئی۔

بہر حال **اللہ بہتر جانتا ہے۔ اس سریہ کا پس منظر یہ ہے۔** اس کے بارے میں لکھا ہے کہ گذشتہ سریہ یعنی سریہ عبداللہ بن انیسؓ میں ذکر ہوا ہے کہ بنو لحیان کے سردار سفیان بن خالد کو قتل کروا دیا گیا جس کی وجہ سے یہ قبیلہ انتقام کی آگ میں بھڑک رہا تھا اور دن رات اس سوچ میں غرق رہنے لگا کہ کیا طریق ہو کہ مسلمانوں سے اس کا بدلہ لے سکیں۔ چنانچہ اس قبیلے کے کچھ لوگ قبیلہ عَضَل اور قَارَہ کے پاس آئے۔ یہ لوگ تیر اندازی میں بہت ماہر تھے۔ عَضَل قبیلہ بَنُو ہَوُن بن خُزَیمہ کی ایک شاخ تھی جو عَضَل بن دَیُش کی طرف منسوب ہوتا تھا۔ قارہ قبیلہ بھی ہون کی ایک شاخ تھی جو دیش کی طرف منسوب ہوتا تھا۔ بنو لحیان نے ان کو کہا کہ تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ جاؤ اور ان سے درخواست کرو کہ وہ اپنے کچھ لوگ تمہارے ساتھ روانہ کریں تا کہ تمہارے قبیلہ میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کام کر سکیں اور پوری امید ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کچھ ساتھی تم لوگوں کے ساتھ روانہ کر دیں۔ اور جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تمہارے ساتھ آئیں تو ہم ان کو قریش مکہ کے ہاتھ فروخت کر دیں گے جس کے عوض ہمیں بھاری قیمت مل جائے گی اور مکہ والے ان کو قتل کر ڈالیں گے جس سے ہمارا بدلہ بھی پورا ہو جائے گا اور اس مال و دولت میں سے تم لوگوں کو بھی ہم ایک حصہ دیں گے۔

چنانچہ اس باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ عَضَل اور قَارَہ قبیلہ کے سات افراد ایک وفد کی صورت میں مدینہ آئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہنے لگے کہ ہمارے قبیلہ میں اسلام کی بڑی شہرت ہے۔ لہٰذا آپ اپنے کچھ لوگ ہمارے ساتھ روانہ کر دیں جو کہ وہاں دعوت اسلام کا کام کریں۔ اسی دوران رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس افراد پر مشتمل ایک پارٹی تیار کی تھی جو مکہ کے ارد گرد جاسوسی کرتے ہوئے سارے حالات کا جائزہ لے سکے۔ اب جب یہ وفد آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس افراد کی اسی جماعت کو ان کے ساتھ روانہ فرما دیا۔

(ماخوذ از سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 6 صفحہ 449-448 مطبوعہ دار السلام ریاض 1434ھ)

ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ سات آدمی بھیجے تھے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6، صفحہ 40، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ابنِ ہشام نے لکھا ہے کہ آپؐ نے چھ صحابہؓ ان لوگوں کے ساتھ روانہ کیے تھے۔ جبکہ ابنِ سعد نے بیان کیا ہے کہ وہ دس تھے اور ان میں سے سات کے نام بیان کیے ہیں۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 432 دار ابن حزم بیروت)

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6، صفحہ 39، دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان)

صحیح بخاری میں دس افراد کا ذکر ہے۔ سیرت کی اکثر کتب میں بھی دس صحابہؓ کا ذکر ہے البتہ نام صرف سات صحابہ کے ملتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عَاصِم بن ثابِت کو اور بعض نے کہا کہ مَرثد بن ابی

مَرثد غَنَوِی کو امیر بنایا۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب فضل من شھد بدراً حدیث 3989)
(ماخوذ از الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 42 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ”ہجرت کے چوتھے سال عرب کے دو قبائل عَضَل اور قَارَۃ نے اپنے نمائندے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج کر عرض کیا کہ ہمارے قبائل میں بہت سے آدمی اِسلام کی طرف مائل ہیں اور درخواست کی کہ کچھ آدمی جو تعلیم اِسلام سے پوری طرح سے واقف ہوں، بھیج دیئے جائیں تاکہ وہ ان کے درمیان رہ کر ان کو اِس نئے مذہب کی تعلیم دیں۔ دراصل یہ ایک سازش تھی جو اِسلام کے پکے دشمن بنولَحْیَان نے کی تھی اور ان کا مقصد یہ تھا کہ جب یہ نمائندے مسلمانوں کو لے کر آئیں گے۔“ یہ نمائندے، یہ جو وفد انہوں نے بھیجا تھا یہ مسلمانوں کو لے کر جب آئیں گے ”تو وہ ان کو قتل کر کے اپنے رئیس سفیان بن خالد کا بدلہ لیں گے۔ چنانچہ انہوں نے عَضَل اور قَارَۃ کے نمائندوں کو اِس غرض سے کہ وہ چند مسلمانوں کو اپنے ساتھ لے آئیں، انعام کے بڑے بڑے وعدے دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ جب عَضَل اور قَارَۃ کے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر درخواست کی تو آپؐ نے ان کی بات پر اعتبار کر کے دس مسلمانوں کو ان کے ساتھ کر دیا کہ ان کو اِسلام کے عقائد اور اصولوں کی تعلیم دیں۔“ (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 260)

چنانچہ یہ لوگ گئے اور پھر آگے جو واقعات ہیں ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

آج مَیں پھر یمن کے اسیر ان کے لیے خاص طور پر دعا کے لیے کہنا چاہتا ہوں۔ خاص طور پہ ان خاتون کے لیے جو وہاں کی صدر لجنہ بھی ہیں، ان کو بڑی مشکل میں رکھا ہوا ہے، قید میں رکھا ہوا ہے اور چند ایک اَور بھی جو اُن کی بات ماننے کو تیار نہیں ان کو بھی اسیر بنایا ہوا ہے، ان کے لیے خاص دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کی رہائی کے سامان پیدا فرمائے۔

پاکستان کے اسیر ان کے لیے بھی رہائی کے لیے دعا کریں۔

فلسطین کے لوگ، ان کے لیے بھی دعا کرتے رہیں۔ وہاں بھی لگتا ہے کہ حالات بہتر ہو رہے ہیں لیکن پھر خراب ہو جاتے ہیں۔ یہ جو اسرائیلی حکومت ہے، ڈھٹائی سے کام لے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے ظلم سے جلدی نجات دلوائے اور مسلمانوں کو بھی اپنا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 31 مئی 2024ء جلد 31 شمارہ 130 صفحہ 02 تا 06)

20

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 17/ مئی 2024ء بمطابق 17/ ہجرت 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

سریۂ رجیع کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس کی مزید تفصیل احادیث اور تاریخ میں جو بیان ہوئی ہے وہ اس طرح ہے۔ **صحیح بخاری میں واقعہ رجیع کی بابت تفصیلات** اس طرح بیان ہوئی ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمی سریہ کے طور پر حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجے اور ان پر حضرت عاصم بن ثابت انصاریؓ کو امیر مقرر فرمایا۔ وہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب وہ ھَدَاہ میں تھے اور وہ عُسْفان اور مکہ کے درمیان ہے تو ھُذَیل کی شاخ جنہیں بنو لحیان کہتے تھے، سے ان کا ذکر کیا گیا تو اس مخالف قبیلے سے ان مسلمانوں کے لیے تقریباً دو سو آدمی نکل کھڑے ہوئے۔ وہ سب تیر انداز تھے۔ وہ لوگ مسلمانوں کے نشانوں کے پیچھے گئے یہاں تک کہ انہوں نے ان کی کھجوریں کھانے کی جگہ کو پالیا اور صحابہؓ نے یہ کھجوریں مدینہ سے زادِ راہ کے طور پر لی تھیں۔ بنو لحیان نے پہچان کے کہا یہ یثرب کی کھجوریں ہیں۔ وہ ان کے نشانات کے پیچھے گئے۔ جب حضرت عاصمؓ اور ان کے ساتھیوں نے ان کو دیکھا تو انہوں نے ایک ٹیلے پر پناہ لی۔ ان لوگوں نے ان کو گھیر لیا اور انہوں نے ان سے کہا نیچے اتر آؤ یعنی مخالفین نے کہا نیچے اتر آؤ۔ تم اپنے آپ کو ہمارے سپرد کر دو۔ تمہارے لیے عہد و پیمان ہے۔ ہم تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے۔ سریہ کے امیر حضرت عاصم بن ثابتؓ نے کہا: جہاں تک میرا تعلق ہے بخدا! میں ایک کافر کی پناہ میں نہیں اتروں گا۔ پھر آپؓ نے دعا کی کہ اے اللہ! ہمارے متعلق اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرما دے۔

ان لوگوں نے، دشمنوں نے پھر ان لوگوں پر جو یہ صحابہؓ تھے ان پر تیر چلائے اور انہوں نے حضرت عاصمؓ کو سات صحابہؓ سمیت قتل کر دیا۔ تین آدمی عہد و پیمان پر ان کے پاس اتر آئے۔ ان میں خُبیب انصاریؓ اور ابن دَثِنَہؓ اور ایک اَور شخص تھے ان کا نام عبداللہ بن طارق تھا۔ مخالفین نے تینوں کو قابو کر لیا۔ انہوں نے اپنے کمانوں کے تانت کھولے اور ان کو باندھ لیا۔ اس پر تیسرے شخص نے کہا یہ پہلی غداری ہے۔ اللہ کی قسم! میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ یقیناً ان لوگوں میں اسوہ ہے۔ ان کی مراد شہداء سے تھی۔ انہوں نے اس صحابی کو کھینچا اور انہیں اس پر مجبور کیا کہ وہ ان کے ساتھ چلیں۔ انہوں نے انکار کر دیا تو انہوں نے ان کو بھی شہید کر دیا اور وہ حضرت خُبیبؓ اور حضرت ابن دَثِنَہؓ کو لے گئے یہاں تک کہ ان کو مکہ میں فروخت کر دیا۔

حضرت خُبیبؓ کو بنو حارث بن عامر بن نوفل بن عبدِ مَنَاف نے خرید لیا اور حضرت خُبیبؓ ہی تھے جنہوں

نے حارث بن عامر کو بدر کے دن قتل کیا تھا۔ حضرت خُبیبؓ ان کے پاس قیدی رہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔
(صحیح بخاری کتاب الجهاد و السیر باب هل یستاسر الرجل؟ و من لم یستاسر... حدیث 3045)

گو بخاری کی روایت کے مطابق تو دس صحابہؓ کی یہ پارٹی جاسوسی کے لیے ہی تھی اور چھپتے چھپاتے جا رہی تھی کہ یثرب کی گٹھلیوں کو پہچان کر ایک عورت نے شور مچا دیا اور دشمن نے ان پر حملہ کر دیا لیکن زیادہ تر سیرت نگار یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ پارٹی ارد گرد کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے تیار ہی تھی۔ ابھی گئی نہیں تھی کہ اس آنے والے وفد کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پارٹی کو روانہ کر دیا۔ اس بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی تاریخ کی مختلف کتابوں سے جو اخذ کیا ہے اس میں یہی بیان فرمایا ہے کہ اس پارٹی کے ساتھ گئے تھے، لوگوں کے ساتھ گئے تھے اس لیے بخاری یا جن کتب سیرت میں ان کے چھپ کر سفر کرنے کا ذکر ہے وہ راویوں کا سہو معلوم ہوتا ہے کیونکہ اب اس پارٹی کو چھپنے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ اب تو یہ عَضَل اور قَارَہ کے لوگوں کے ساتھ جا رہے تھے۔ ہاں یہ ضرور قیاس کیا جا سکتا ہے کہ جب یہ عُسفان اور مکہ کے درمیان پہنچے ہیں تو عَضَل اور قَارَہ کے لوگوں نے جو دراصل ایک سازش کے تحت ان لوگوں کو لے کر آئے تھے یہاں پہنچ کر بدعہدی کرتے ہوئے اور پہلے سے طے شدہ منصوبے کے تحت بنو لحیان کو اطلاع کر دی ہو گی اور وہ دو سو حملہ آوروں کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ واللہ اعلم بہرحال بنو لحیان کے دو سو لوگ جن میں ایک سو ماہر تیر انداز تھے وہ حملہ آور ہوئے اور انہوں نے صحابہؓ کو گھیر لیا۔ جب امیر لشکر حضرت عاصمؓ اور ان کے ساتھیوں کو ان لوگوں کے بارے میں علم ہوا تو وہ لوگ ایک فَدْفَدْ نامی پہاڑی پر چڑھ گئے۔ ایک روایت میں اس کا نام قَرْدَدْ بیان ہوا ہے۔ مشرکین نے صحابہؓ کو گھیر لیا اور کہنے لگے کہ اگر تم ہماری طرف نیچے اتر آؤ تو ہم تم سے عہد و پیمان کرتے ہیں ہم کسی کو بھی قتل نہیں کریں گے۔ اللہ کی قسم! یقیناً ہم تمہیں قتل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ بس ہمارا صرف یہ ارادہ ہے کہ مکہ والوں سے تمہاری وجہ سے کچھ حاصل کریں۔

(سبل الهدی و الرشاد جلد 6، صفحہ 40، دار الکتب العلمیة بیروت، لبنان)

اس پر حضرت عاصمؓ نے کہا کہ خدا کی قسم! میں کسی کافر کی پناہ لینے کے لیے نہیں اتروں گا۔ مَیں نے نذر مان رکھی ہے کہ زندگی بھر کسی مشرک کی پناہ قبول نہیں کروں گا۔ ان کے دوسرے دونوں ساتھیوں کا جواب بھی یہی تھا کہ ہم ہرگز مشرک کا عہد و پیمان قبول نہیں کریں گے۔ اس موقع پر حضرت عاصمؓ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ ''اَللّٰهُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ''۔ اے خدا! اپنے نبیؐ کو تُو ہمارے حالات سے باخبر کر دے۔ بہرحال پھر دونوں کی باقاعدہ لڑائی شروع ہو گئی۔ (ماخوذ از سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 6 صفحہ 453 مطبوعہ دار السلام ریاض 1434ھ)

لشکر کے امیر حضرت عاصمؓ اپنی جوانمردی اور بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے اور ساتھ ساتھ یہ اشعار پڑھ رہے تھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ میں کس وجہ سے ہتھیار ڈالوں؟ حالانکہ میں بہادر اور ماہر تیر انداز ہوں اور میری کمان میں بڑی مضبوط تانت لگی ہوئی ہے۔ اس کمان کے پہلو سے لمبے چوڑے تیز دھار تیر تیزی سے نکلتے ہیں۔ موت برحق ہے اور زندگی کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مقدر کر دیا ہے وہ آدمی پر نازل ہو کر رہے گا۔ انسان کو اللہ ہی کی طرف لَوٹ کر جانا ہے۔ اگر میں تم سے نہ لڑوں تو میری ماں مجھے گم پائے۔ یہ ان شعروں کا ترجمہ ہے۔

تمام صحابہ کرامؓ بڑی بہادری اور دلیری سے دشمن کے سامنے ڈٹ گئے، ان کا مقابلہ کرتے رہے۔ حضرت عاصمؓ دشمنوں پر تیر برسانے لگے حتی کہ سارے تیر ختم ہو گئے۔ پھر نیزہ تھام کر مقابلہ کرتے رہے۔ نیزہ بھی ٹوٹ گیا اور صرف تلوار باقی رہ گئی۔ جب انہیں اپنی شہادت کا یقین ہو گیا تو اپنے ستر کے متعلق خطرہ لاحق ہوا کیونکہ دشمن جسے شہید کرتے تھے اس کی لاش کو روندتے اور برہنہ کر دیتے تھے۔ اس وقت انہوں نے اپنے خدا سے یوں التجا کی:

اَللّٰھُمَّ حَمَیْتُ دِیْنَکَ أَوَّلَ نَھَارِیْ فَاحْمِ لِیْ لَحْمِیْ آخِرَہٗ کہ اے اللہ! میں نے دن کے شروع سے تیرے دین کی حفاظت کی ہے۔ اب دن کے آخر میں میرے جسم کی حفاظت تُو فرمانا۔ یہ دعا کر کے پھر لڑائی میں مشغول ہو گئے۔ تلوار کے دستے سے بھی دو آدمیوں کو شدید زخمی اور ایک آدمی کو قتل کر دیا۔ پھر پیغامِ اجل آپہنچا اور جامِ شہادت نوش فرما گئے اور یوں اپنے باقی چھ ساتھیوں سمیت شہادت کے عظیم منصب پر فائز ہو گئے۔ (دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 140 مطبوعہ بزم اقبال لاہور 2022ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ صفر سنہ 4 ہجری میں اپنے دس صحابیوں کی ایک پارٹی تیار کی اور ان پر عاصم بن ثابتؓ کو امیر مقرر فرمایا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ خفیہ خفیہ مکہ کے قریب جا کر قریش کے حالات دریافت کریں اور ان کی کارروائیوں اور ارادوں سے آپؐ کو اطلاع دیں۔ لیکن ابھی یہ پارٹی روانہ نہیں ہوئی تھی کہ قبائل عَضَل اور قَارَہ کے چند لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبائل میں بہت سے آدمی اسلام کی طرف مائل ہیں۔ آپؐ چند آدمی ہمارے ساتھ روانہ فرمائیں جو ہمیں مسلمان بنائیں اور اسلام کی تعلیم دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی یہ خواہش معلوم کر کے خوش ہوئے اور وہی پارٹی جو خبر رسانی کے لیے تیار کی گئی تھی ان کے ساتھ روانہ فرما دی۔ لیکن دراصل جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا یہ لوگ جھوٹے تھے اور بنولَحْیَان کی انگیخت پر مدینہ میں آئے تھے جنہوں نے اپنے رئیس سفیان بن خالد کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے یہ چال چلی تھی کہ اس بہانہ سے مسلمان مدینہ سے نکلیں تو ان پر حملہ کر دیا جاوے اور بنولَحْیَان نے اس خدمت کے معاوضہ میں عَضَل اور قَارَہ کے لوگوں کے لیے بہت سے اونٹ انعام کے طور پر مقرر کئے تھے۔ جب عَضَل اور قَارَہ کے یہ غدار لوگ عُسْفَان اور مکہ کے درمیان پہنچے تو انہوں نے بنولحیان کو خفیہ خفیہ اطلاع بھجوا دی کہ مسلمان ہمارے ساتھ آرہے ہیں تم آجاؤ۔ جس پر قبیلہ بنو لحیان کے دو سو نوجوان جن میں سے ایک سو تیر انداز تھے مسلمانوں کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے اور مقام رجیع میں ان کو آدبایا۔ دس آدمی دو سو سپاہیوں کا کیا مقابلہ کر سکتے تھے، لیکن مسلمانوں کو ہتھیار ڈالنے کی تعلیم نہیں دی گئی تھی۔ فوراً یہ صحابی ایک قریب کے ٹیلہ پر چڑھ کر مقابلہ کے واسطے تیار ہو گئے۔ کفار نے جن کے نزدیک دھوکا دینا کوئی معیوب فعل نہیں تھا ان کو آواز دی کہ تم پہاڑی پر سے نیچے اتر آؤ ہم تم سے پختہ عہد کرتے ہیں کہ تمہیں قتل نہیں کریں گے۔ عاصم نے جواب دیا کہ ”ہمیں تمہارے عہد وپیمان کا کوئی اعتبار نہیں ہے ہم تمہاری اس ذمہ داری پر نہیں اتر سکتے۔“ اور پھر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا۔ ”اے خدا! تُو ہماری حالت کو دیکھ رہا ہے۔ اپنے رسولؐ کو ہماری اس حالت سے اطلاع پہنچا دے۔“ غرض عاصم اور اس کے ساتھیوں نے

مقابلہ کیا۔ بالآخر لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 514-513)

حضرت عاصم بن ثابتؓ کی نعش کی خدائی حفاظت کس طرح ہوئی؟ جو پہلے انہوں نے دعا کی تھی ناں کہ اللہ تعالیٰ میری نعش کی حفاظت کر۔ اس بارہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ مزید لکھتے ہیں کہ:

"اسی واقعہ رجیع کے ضمن میں یہ روایت بھی آتی ہے کہ جب قریش مکہ کو یہ اطلاع ملی کہ جو لوگ بنو لحیان کے ہاتھ سے رجیع میں شہید ہوئے تھے ان میں عاصم بن ثابتؓ بھی تھے۔ تو چونکہ عاصم نے بدر کے موقعہ پر قریش کے ایک بڑے رئیس کو قتل کیا تھا، اس لئے انہوں نے رجیع کی طرف خاص آدمی روانہ کئے اور ان آدمیوں کو تاکید کی کہ عاصم کا سر یا جسم کا کوئی عضو کاٹ کر اپنے ساتھ لائیں تا کہ انہیں تسلی ہو اور ان کا جذبہ انتقام تسکین پائے۔ ایک اَور روایت میں آتا ہے کہ جس شخص کو عاصم نے قتل کیا تھا اس کی ماں "سُلَافَہ بنتِ سَعْد" نے یہ نذر مانی تھی کہ وہ اپنے بیٹے کے قاتل کی کھوپڑی میں شراب ڈال کر پیئے گی" اور اس نے یہ انعام مقرر کیا تھا کہ جو اس کی کھوپڑی لائے گا اس کو سو اونٹ دیئے جائیں گے۔ اتنی زیادہ ان میں انتقام کی اور غضب کی آگ تھی "لیکن خدائی تصرف ایسا ہوا کہ یہ لوگ وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ زنبوروں اور شہد کی نر مکھیوں کے جھنڈ کے جھنڈ عاصم کی لاش پر ڈیرہ ڈالے بیٹھے ہیں اور کسی طرح وہاں سے اٹھنے میں نہیں آتے۔ ان لوگوں نے بڑی کوشش کی کہ یہ زنبور اور مکھیاں وہاں سے اڑ جائیں مگر کوئی کوشش کامیاب نہ ہوئی۔ آخر مجبور ہو کر یہ لوگ خائب وخاسر واپس لوٹ گئے۔ اس کے بعد جلد ہی بارش کا ایک طوفان آیا اور عاصم کی لاش کو وہاں سے بہا کر کہیں کا کہیں لے گیا۔ لکھا ہے کہ عاصم نے مسلمان ہونے پر یہ عہد کیا تھا کہ آئندہ وہ ہر قسم کی مشرکانہ چیز سے قطعی پرہیز کریں گے حتّٰی کہ مشرک کے ساتھ چھوئیں گے بھی نہیں۔ حضرت عمرؓ کو جب ان کی شہادت اور اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو حضرت عمرؓ کہنے لگے کہ خدا بھی اپنے بندوں کے جذبات کی کتنی پاسداری فرماتا ہے۔ موت کے بعد بھی اس نے عاصم کے عہد کو پورا کروایا اور مشرکین کے مس سے انہیں محفوظ رکھا۔" (ماخوذ سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 516)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 352 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

(المواھب اللدنیہ جلد اوّل صفحہ 424 مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت 2004ء)

حضرت عاصمؓ کو حَمِیُّ الدَّبْرِ بھی کہا جاتا ہے یعنی وہ جسے بھڑوں یا شہد کی مکھیوں کے ذریعہ بچایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد بھڑوں کے ذریعہ ان کی حفاظت کی۔

پھر حضرت مُعتب بن عبیدؓ اور دوسرے مظلوموں کی شہادت کا ذکر ہے۔ حضرت مُعتب بن عبیدؓ لڑتے لڑتے شدید زخمی ہو گئے۔ دشمنوں نے ان تک رسائی حاصل کر کے انہیں شہید کر دیا۔ ان کے علاوہ پانچ اَور صحابہؓ بھی اسی طرح مردانہ وار لڑتے لڑتے دشمن کے تیروں کی زد میں آ کر شہید ہو گئے۔ اس طرح کل سات صحابہؓ شہید ہو گئے۔ اب صرف تین صحابہؓ رہ گئے تھے حضرت خُبیب بن عَدِیؓ، حضرت زَید بن دَثِنَہؓ اور حضرت عبداللہ بن طارقؓ۔ (الاصابہ جلد 3 صفحہ 461 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1995ء)

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 6 صفحہ 454 مطبوعہ دار السلام ریاض 1434ھ)

دشمنوں نے ان تینوں صحابہ سے عہد و پیمان کیا کہ ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے اور تمہیں امان دیتے ہیں۔

تم اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو۔ اس پر وہ صحابہ پہاڑی پر سے ان کی طرف اتر آئے۔ جب مخالفین نے ان صحابہؓ پر قابو پا لیا تو انہوں نے اپنی کمانوں کی یعنی مخالفین نے اپنی کمانوں کی تانتوں کو کھولا اور صحابہ کو ان سے باندھ دیا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن طارقؓ نے کہا یہ پہلی بدعہدی ہے۔ اللہ کی قسم! میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ ان شہید ہونے والوں کی اقتدا ہی مجھے پسند ہے۔ مخالفین نے زبردستی ان کو کھینچنا چاہا بہت کوشش کی کہ ساتھ چلیں لیکن عبداللہ بن طارق نے ایسا نہ کیا تو انہوں نے عبداللہ کو بھی شہید کر دیا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد6، صفحہ 41، دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان)

بعض روایات کے مطابق مخالفین ان تینوں اصحاب کو قیدی بنا کر مکہ کی جانب رواں دواں تھے۔ وہ انہیں مکہ والوں کے ہاتھ بیچنا چاہتے تھے۔ جب یہ قافلہ مکہ مکرمہ سے بائیس کلو میٹر دُور شمال کی جانب واقع مَرُّالظَّهْرَان کے مقام پر پہنچا تو حضرت عبداللہ بن طارقؓ نے اپنے ہاتھ کھول لیے اور تلوار سونت کر مقابلہ کرنے کے لئے کمربستہ ہو گئے۔ جب دشمنوں نے ایسا جذبہ جہاد دیکھا تو فوراً پیچھے ہٹ گئے اور سنگباری کرنے لگے حتی کہ حضرت عبداللہ بن طارق کو شہید کر دیا۔ ان کی قبر مَرالظہران ہی میں ہے۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد7، صفحہ 141 مطبوعہ بزم اقبال لاہور 2022ء)

اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ ”جب سات صحابہؓ مارے گئے اور صرف خُبَیب بن عَدِی اور زید بن دَثِنہ اور ایک اَور صحابی باقی رہ گئے تو کفار نے جن کی اصل خواہش ان لوگوں کو زندہ پکڑنے کی تھی پھر آواز دے کر کہا کہ اب بھی نیچے اتر آؤ۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔ اب کی دفعہ یہ سادہ لوح مسلمان ان کے پھندے میں آکر نیچے اتر آئے، مگر نیچے اترتے ہی کفار نے ان کو اپنی تیر کمانوں کی تندیوں سے جکڑ کر باندھ لیا۔ اس پر خُبیب اور زید کے ساتھی سے جن کا نام تاریخ میں عبداللہ بن طارق مذکور ہوا صبر نہ ہو سکا اور انہوں نے پکار کر کہا۔ ’یہ تمہاری پہلی بدعہدی ہے‘ اور نہ معلوم تم آگے چل کر کیا کرو گے! اور عبداللہ نے ان کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا۔ جس پر کفار تھوڑی دُور تک تو عبداللہ کو گھسیٹتے ہوئے اور زدوکوب کرتے ہوئے لے گئے اور پھر انہیں قتل کر کے وہیں پھینک دیا اور چونکہ اب ان کا انتقام پورا ہو چکا تھا۔ وہ قریش کو خوش کرنے کے لئے نیز روپے کی لالچ سے خُبَیب اور زید کو ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر انہیں قریش کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ چنانچہ خُبیب کو تو حارث بن عامر بن نوفل کے لڑکوں نے خرید لیا کیونکہ خُبیب نے بدر کی جنگ میں حارث کو قتل کیا تھا۔ اور زید کو صفوان بن امیہ نے خرید لیا۔“ (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 514)

حضرت خُبَیب بن عَدِیؓ اور حضرت زید بن دَثِنَہؓ کو مشرکین نے قید کر لیا اور انہیں مکہ ساتھ لے گئے۔ مکہ پہنچ کر ان دونوں صحابہ کو فروخت کر دیا گیا۔ حارث بن عامر کے بیٹوں نے جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے حضرت خُبیبؓ کو خریدا تھا تاکہ وہ اپنے باپ حارث کے قتل کا بدلہ لے سکیں جسے بدر کے روز خُبیب نے قتل کیا تھا۔ ابنِ اسحاق کے مطابق حُجَیر بن اَبُو اِھَاب تَمِیْمی نے حضرت خُبَیبؓ کو خریدا تھا جو حارث کی اولاد کا حلیف تھا۔ اس سے حارث کے بیٹے عُقبہ نے حضرت خُبَیبؓ کو خریدا تھا تاکہ اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لے سکے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عقبہ بن حارث نے حضرت خُبیبؓ کو بنو نجار سے خریدا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابو اِھاب،

عِکْرِمَہ بن ابو جہل، اَخْنَس بن شُرَیق، عُبیدہ بن حکیم، امیہ بن ابو عُتْبہ حَضْرَمِی کے بیٹوں نے اور صَفْوَان بن اُمَیَّہ نے مل کر حضرت خُبیبؓ کو خریدا تھا۔ یہ سب وہ افراد تھے جن کے آباء غزوۂ بدر میں قتل کیے گئے تھے۔ ان سب نے حضرت خُبیبؓ کو خرید کر عُقْبہ بن حارِث کو دے دیا تھا جس نے انہیں اپنے گھر میں قید کر لیا۔

(الاستیعاب جزء2 صفحہ 440، 442 دار الجیل بیروت 1992ء)

ابن ہشام کہتے ہیں کہ انہوں نے ان دونوں یعنی حضرت خُبَیبؓ اور حضرت زید بن دَثِنَہؓ کو ھُذَیل کے ان قیدیوں کے بدلہ میں بیچا جو مکہ میں تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت زیدؓ کو سونے کے ایک مثقال کے بدلے میں بیچا گیا اور ایک قول کے مطابق پچاس اونٹوں کے بدلہ میں وہ بیچے گئے اور حضرت خُبیب کو بھی پچاس اونٹوں کے بدلہ میں بیچا گیا۔ بعض روایات کے مطابق حضرت خُبیبؓ کو سو اونٹوں کے بدلہ میں اور ایک روایت کے مطابق انہیں اسّی مثقال سونے کے عوض فروخت کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ان میں چند لوگ قریش کے شریک ہوئے اور وہ ان دونوں یعنی حضرت خُبیبؓ اور زید بن دَثِنَہؓ کو لے کر حرمت والے مہینے ذوالقعدہ میں داخل ہوئے اور ان کو قید میں رکھا یہاں تک کہ حرمت والے مہینے گزر گئے۔

(امتاع الاسماع جزء13 صفحہ 275 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ، جلد 7 صفحہ 142 مطبوعہ بزم اقبال لاہور 2022ء)

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 41 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

گذشتہ خطبہ میں مَیں حرمت والے مہینوں کے بارے میں تفصیل سے بحث بیان کر چکا ہوں۔ ابنِ اسحاق اور ابنِ سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت زیدؓ کو صَفْوَان بن امیہ نے خریدا تھا تا کہ اپنے باپ امیہ بن خَلَف کے بدلے قتل کرے۔ صَفْوَان بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔ اس نے ان کو بنو جُمَح کے لوگوں کے پاس قید کر رکھا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اپنے غلام نِسْطَاس کے پاس رکھا۔ پس جب حرمت والے مہینے ختم ہو گئے تو صفوان نے اپنے غلام نِسْطَاس کو تنعیم کی طرف بھیجا۔ تنعیم مکہ سے مدینہ اور شام کی سمت میں تین یا چار میل پر ایک مقام ہے۔ بہرحال ان کو حرم سے نکالا تا کہ ان کو قتل کریں اور قریش کی جماعت بھی جمع ہو گئی۔ ان میں ابوسفیان بن حَرْب بھی تھا۔ جس وقت ان کو قتل کرنے کے لیے لایا گیا تو ابوسفیان نے ان سے کہا اے زید! میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ کیا تُو یہ پسند کرتا ہے کہ تیری جگہ اس وقت ہمارے پاس محمد ہوں اور ہم اس کی گردن مار دیں اور تُو اپنے اہل و عیال میں رہے؟ حضرت زیدؓ نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے اتنا بھی پسند نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جس مکان میں ہیں وہاں ان کو کانٹا بھی چبھے جو اُن کو تکلیف دے اور میں اپنے اہل و عیال میں رہوں۔ اس پر ابوسفیان نے کہا مَیں نے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ کسی سے ایسی محبت کرتا ہو جیسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرتے ہیں۔

پھر حضرت زیدؓ کو نِسْطَاس نے قتل کر دیا۔ ایک روایت کے مطابق اس کے ساتھ قریش کے کچھ دیگر لوگوں نے مل کر ان کو تیر مارنا شروع کیے یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔ بعد میں یہ نِسْطَاس جو قاتل تھا یہ بھی مسلمان ہو گیا تھا۔ ابنِ عُقْبَہ نے ذکر کیا ہے کہ زید اور خُبیب دونوں ایک ہی دن شہید کیے گئے تھے۔ جس دن دونوں شہید کیے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا گیا کہ آپؐ فرما رہے تھے کہ وَعَلَیْکُمَ السَّلَام اور تم

دونوں پر بھی سلامتی ہو۔ (فرہنگ سیرت صفحہ 77 مطبوعہ زوار اکیڈمی کراچی)

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 42 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(شرح زرقانی جلد 2 صفحہ 493 بعث الرجیع مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1998ء)

حضرت زیدؓ کی شہادت:

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ’’صفوان بن امیہ اپنے قیدی زید بن دثنہ کو ساتھ لے کر حرم سے باہر گیا۔ رؤساء قریش کا ایک مجمع ساتھ تھا۔ باہر پہنچ کر صفوان نے اپنے غلام نسطاس کو حکم دیا کہ زید کو قتل کر دو۔ نسطاس نے آگے بڑھ کر تلوار اٹھائی۔ اس وقت ابوسفیان بن حرب رئیس مکہ نے جو تماشائیوں میں موجود تھا آگے بڑھ کر زید سے کہا۔ ’سچ کہو کیا تمہارا دل یہ نہیں چاہتا کہ اس وقت تمہاری جگہ ہمارے ہاتھوں میں محمدؐ ہوتا جسے ہم قتل کرتے اور تم بچ جاتے اور اپنے اہل وعیال میں خوشی کے دن گزارتے؟‘ زیدؓ کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور وہ غصہ میں بولے۔ ’ابوسفیان! تم یہ کیا کہتے ہو؟ خدا کی قسم! میں تو یہ بھی نہیں پسند کرتا کہ میرے بچنے کے عوض رسول اللہؐ کے پاؤں میں ایک کانٹا تک چبھے۔‘ ابوسفیان بے اختیار ہو کر بولا۔ ’واللہ! میں نے کسی شخص کو کسی شخص کے ساتھ ایسی محبت کرتے نہیں دیکھا جیسی کہ اصحاب محمدؐ کو محمدؐ سے ہے۔‘ اس کے بعد نسطاس نے زید کو شہید کر دیا۔‘‘

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 516)

اس قتل کے واقعہ کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں: ’’اِس تماشہ کو دیکھنے والوں میں ابوسفیان رئیس مکہ بھی تھا۔ وہ زید کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ محمدؐ تمہاری جگہ پر ہو اور تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھے ہو؟ زیدؓ نے بڑے غصہ سے جواب دیا کہ ابوسفیان! تم کیا کہتے ہو؟ خدا کی قسم! میرے لیے مرنا اِس سے بہتر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاؤں کو مدینہ کی گلیوں میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے۔ اِس فدائیت سے ابوسفیان متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور اس نے حیرت سے زید کی طرف دیکھا اور فوراً ہی دبی زبان میں کہا کہ خدا گواہ ہے کہ جس طرح محمدؐ کے ساتھ محمدؐ کے ساتھی محبت کرتے ہیں میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی اَور شخص کسی سے محبت کرتا ہو۔‘‘ (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 263-262)

ایک **سیرت نگار حضرت خُبیبؓ کی شہادت کا ذکر** کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ حضرت خُبیبؓ حُجَیر بن ابواِھاب کی تحویل میں تھے اور حارث بن نوفل کے بیٹوں کے گھر میں رہ رہے تھے۔ انہوں نے حضرت خُبیبؓ کے ساتھ جارحانہ سلوک کیا۔ ان کے اس ناروا سلوک کو دیکھ کر حضرت خُبیبؓ نے کہا کوئی معزز قوم اپنے قیدی سے اس طرح کا رویہ نہیں رکھتی۔ بہرحال کافروں کے دل پر اس کا بہت اثر ہوا۔ اس کے بعد انہوں نے ان سے اچھا سلوک کرنا شروع کر دیا۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 144 مطبوعہ بزم اقبال لاہور 2022ء)

ابنِ شہاب کہتے تھے کہ عبید اللہ بن عِیاض نے مجھے بتایا کہ حارث کی بیٹی نے ان سے ذکر کیا کہ جب کافروں نے اتفاق کر لیا کہ انہیں مار ڈالیں تو خُبیب نے ان سے استرا مانگا کہ اسے استعمال کریں۔ چنانچہ اس نے انہیں استرا دے دیا۔ حارث کی بیٹی کہتی ہے کہ اس وقت میری بے خبری کی حالت میں میرا ایک بچہ خُبیب کے پاس آیا اور انہوں نے اس کو لے لیا۔ اس نے کہا میں نے خُبیب کو دیکھا کہ وہ بچے کو اپنی ران پر

بٹھائے ہوئے ہے اور استرا اس کے ہاتھ میں ہے۔ میں یہ دیکھ کر اتنا گھبرائی کہ خُبیب نے گھبراہٹ کو میرے چہرے سے پہچان لیا اور بولے۔ تم ڈرتی ہو کہ میں اسے مار ڈالوں گا؟ میں تو ایسا نہیں ہوں کہ یہ کروں۔ مسلمان وعدے کی پابندی کرتے ہیں اور ظلم نہیں کرتے۔ حارث کی بیٹی کہا کرتی تھی کہ بخدا! میں نے کبھی ایسا قیدی نہیں دیکھا جو خُبیب سے بہتر ہو اور پھر کہنے لگی کہ اللہ کی قسم! میں نے ایک دن ان کو دیکھا کہ انگور کا خوشہ ان کے ہاتھ میں ہے اور وہ اسے کھا رہے ہیں اور وہ زنجیر میں جکڑے ہوئے تھے اور ان دنوں مکہ میں کوئی پھل بھی نہ تھا۔ کہتی تھیں یہ اللہ کی طرف سے رزق تھا جو اس نے خُبیب کو دیا۔

جب قریش انہیں حرم سے باہر لے گئے کہ ایسی جگہ قتل کریں جو حرم نہیں ہے تو خُبیب نے ان سے کہا مجھے اجازت دو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ انہوں نے ان کو اجازت دے دی۔ انہوں نے دو رکعت پڑھی اور کہنے لگے۔ اگر تم یہ خیال کرتے کہ میں اس وقت جس حالت میں نماز میں ہوں یہ گھبراہٹ کا نتیجہ ہے تو میں ضرور یہ نماز لمبی پڑھتا۔ یعنی اگر تمہیں وہم ہوتا میرا کہ میں شاید بچنے کے لیے لمبی نماز پڑھ رہا ہوں تو میں ضرور یہ نماز لمبی پڑھتا۔ میں نے تو اس لیے نماز لمبی نہیں پڑھی، چھوٹی پڑھی ہے کہ تمہیں یہ وہم نہ ہو جائے کہ میں نے شاید موت سے بچنے کے لیے گھبراہٹ میں نماز لمبی پڑھی ہے۔ اگر میرے دل میں یہ خیال نہ آتا کہ تمہارے دل میں کبھی یہ خیال آجائے کہ شاید میں اس لیے لمبی پڑھ رہا ہوں اور تم نارمل مجھے دیکھتے تو میں شاید نماز لمبی پڑھتا۔ بہرحال پھر انہوں نے اپنے خدا سے دعا مانگی اور یہ کہا کہ اے اللہ! ان کو ایک ایک کر کے ہلاک کر دے یعنی دشمنوں کو۔ دشمنوں کے خلاف دعا کی۔ حضرت خُبیبؓ نے یہ شعر بھی پڑھے کہ:

وَلَسْتُ اُبَالِی حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا عَلَی اَیِّ شِقٍّ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِیْ

وَ ذٰلِکَ فِی ذَاتِ الْاِلٰہِ وَ اِنْ یَّشَأْ یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعٍ

جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں مارا جا رہا ہوں تو مجھے پرواہ نہیں کہ کس کروٹ اللہ کی خاطر گروں گا اور میرا یہ گرنا اللہ کی ذات کے لیے ہے اور اگر وہ چاہے تو ٹکڑے کئے ہوئے جسم کے جوڑوں کو برکت دے سکتا ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الجهاد و السیر باب هل یستاسر الرجل و من لم یستاسر... حدیث 3045)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے خُبیب کی قید کے حالات کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ ”ابھی یہ دونوں صحابی قریش کے پاس غلامی کی حالت میں قید تھے کہ ایک دن خُبیب نے حارث کی لڑکی سے اپنی ضرورت کے لئے ایک استرا مانگا اور اس نے دے دیا۔ جب یہ استرا خُبیب کے ہاتھ میں تھا تو بنتِ حارث کا ایک خوردسالہ بچہ کھیلتا ہوا خُبیب کے پاس آگیا اور خُبیب نے اسے اپنی ران پر بٹھا لیا۔ ماں نے جب دیکھا کہ خُبیب کے ہاتھ میں استرا ہے اور ران پر اس کا بچہ بیٹھا ہے تو وہ کانپ اٹھی اور اس کے چہرہ کا رنگ فق ہو گیا۔ خُبیب نے اسے دیکھا تو اس کے خوف کو سمجھتے ہوئے کہا؛ کیا تم یہ خیال کرتی ہو کہ میں اس بچے کو قتل کر دوں گا؟ یہ خیال نہ کرو۔ میں ان شاء اللہ ایسا نہیں کروں گا۔

ماں کا کملایا ہوا چہرہ خُبیب کے ان الفاظ سے شگفتہ ہو گیا۔ یہ عورت خُبیب کے اعلیٰ اخلاق سے اس قدر متاثر تھی کہ وہ بعد میں ہمیشہ کہا کرتی کہ میں نے خُبیب کا سا اچھا قیدی کوئی نہیں دیکھا۔ وہ یہ بھی کہا کرتی تھی کہ میں نے ایک دفعہ خُبیب کے ہاتھ میں ایک انگور کا خوشہ دیکھا تھا جس سے وہ انگور کے دانے توڑ توڑ

کر کھاتا تھا۔ حالانکہ ان دنوں میں مکہ میں انگوروں کا نام ونشان نہیں تھا اور خُبیب آہنی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں سمجھتی ہوں کہ یہ خدائی رزق تھا جو خُبیب کے پاس آتا تھا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 514-515)

ایک اَور روایت میں حضرت خُبیب بن عدیؓ کی قید کے واقعہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ مَاوِیَّہ، حُجیر بن ابو اِھَاب کی آزاد کردہ لونڈی تھی۔ مکہ میں انہی کے گھر میں حضرت خُبیب بن عدیؓ قید تھے تا کہ حرمت والے مہینے ختم ہوں تو انہیں قتل کیا جا سکے۔ مَاوِیَّہ نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا اور وہ اچھی مسلمان ثابت ہوئیں۔ مَاوِیَّہ بعد میں یہ قصہ بیان کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے حضرت خُبیبؓ سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا۔ میں انہیں دروازے کی درز سے دیکھا کرتی تھی اور وہ زنجیر میں بندھے ہوتے تھے اور میرے علم میں رُوئے زمین پر کھانے کے لیے انگوروں کا ایک دانہ بھی نہ تھا یعنی کہ اس علاقے میں کوئی دانہ نہیں تھا۔ اس علاقے میں کوئی انگور نہیں تھا لیکن حضرت خُبیبؓ کے ہاتھ میں آدمی کے سر کے برابر انگوروں کا گچھا ہوتا تھا یعنی کافی بڑا گچھا ہوتا تھا۔ یہ ایک آدھ دفعہ کا واقعہ نہیں۔ اس کے مطابق تو کئی دفعہ اس نے یہ دیکھا ہے جس میں سے وہ کھاتے تھے۔ وہ اللہ کے رزق کے سوا اَور کچھ نہ تھا۔ حضرت خُبیبؓ تہجد میں قرآن پڑھتے اور عورتیں وہ سن کر رو دیتیں اور انہیں حضرت خُبیبؓ پر رحم آتا۔

وہ بتاتی ہیں کہ ایک دن میں نے حضرت خُبیبؓ سے پوچھا کہ اے خُبیب! کیا تمہاری کوئی ضرورت ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا نہیں۔ ہاں ایک بات ہے کہ مجھے ٹھنڈا پانی پلا دو اور مجھے بتوں کے نام پر ذبح کیے جانے والے سے گوشت کبھی نہ دینا۔ جو کھانا تم لوگ دیتے ہو کبھی وہ کھانا نہ دینا جو بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اور تیسری بات یہ کہ جب لوگ میرے قتل کا ارادہ کریں تو مجھے بتا دینا۔ پھر جب حرمت والے مہینے گزر گئے اور لوگوں نے حضرت خُبیبؓ کے قتل پر اتفاق کر لیا تو کہتی ہیں کہ میں نے ان کے پاس جا کر انہیں یہ خبر دی۔ کہتی ہیں کہ اللہ کی قسم! انہوں نے اپنے قتل کیے جانے کی کوئی پروا نہیں کی۔ انہوں نے مجھ سے کہا میرے پاس استرا بھیج دو تا کہ میں اپنے آپ کو درست کر لوں۔ وہ بتاتی ہیں کہ میں نے اپنے بیٹے ابو حسین کے ہاتھ استرا بھیجا۔

راوی کہتے ہیں کہ وہ ان کا حقیقی بیٹا نہ تھا بلکہ مَاوِیَّہ نے اس کی صرف پرورش کی تھی۔ بہرحال جب بچہ چلا گیا تو کہتی ہے کہ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اللہ کی قسم! خُبیب نے اپنا انتقام پا لیا۔ اب میرا بیٹا اس کے پاس ہے۔ استرا اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ تو انتقام لے لے گا۔ یہ میں نے کیا کر دیا! میں نے اس بچے کے ہاتھ استرا بھیج دیا۔ خُبیب اس بچے کو استرے سے قتل کر دے گا اور پھر کہے گا کہ مرد کے بدلے مرد۔ میں نے تو بدلہ لے لیا۔ پھر جب میرا بیٹا ان کے پاس استرا لے کر پہنچا تو انہوں نے وہ لیتے ہوئے مزاحاً اس بچے کو کہا کہ تُو بڑا بہادر ہے۔ کیا تمہاری ماں کو میری غداری کا خوف نہیں آیا؟ اور تمہارے ہاتھ میں میرے پاس استرا بھجوا دیا جبکہ تم لوگ میرے قتل کا ارادہ بھی کر چکے ہو۔ حضرت مَاوِیَّہ بیان کرتی ہیں کہ خُبیب کی یہ باتیں میں سن رہی تھی۔ میں نے کہا اے خُبیب! میں اللہ کی امان کی وجہ سے تم سے بے خوف رہی اور میں نے تمہارے معبود پر بھروسہ کر کے اس بچے کے ہاتھ تمہارے پاس استرا بھجوا دیا۔ میں نے وہ اس لیے نہیں بھجوایا کہ تم

اس سے میرے بیٹے کو قتل کر ڈالو۔ حضرت خُبیبؓ نے کہا کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ اس کو قتل کروں۔ ہم اپنے دین میں غداری جائز نہیں سمجھتے۔ وہ بتاتی ہیں کہ پھر میں نے خُبیب کو خبر دی کہ لوگ کل صبح تمہیں یہاں سے نکال کر قتل کرنے والے ہیں۔ پھر یہ ہوا کہ اگلے دن لوگ انہیں زنجیروں میں جکڑے ہوئے تنعیم لے گئے اور جیسا کہ بتایا ہے کہ یہ مکہ کے قریب تین میل کے فاصلہ پر جگہ تھی۔ خُبیب کے قتل کا تماشا دیکھنے کے لیے بچے عورتیں غلام اور مکہ کے بہت سارے لوگ وہاں پہنچے۔ کوئی بھی مکہ میں نہ رہا۔ ہر ایک جو انتقام چاہتا تھا وہ ان کو دیکھنے کے لیے چلا گیا۔ جو انتقام چاہتے تھے وہ تو اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لیے اور جنہوں نے انتقام نہیں لینا تھا اور جو اسلام اور مسلمانوں کے مخالف تھے وہ مخالفت کا اظہار کرنے اور خوش ہونے کے لیے وہاں گئے تھے کہ دیکھیں کس طرح اس کا قتل کیا جاتا ہے۔ پھر جب حضرت خُبیبؓ کو مع زید بن دَثِنَہؓ کے لے کر تنعیم پہنچ گئے تو مشرکین کے حکم سے ایک لمبی لکڑی کھودی گئی۔ پھر جب وہ لوگ خُبیب کو اس لکڑی کے پاس لے کر پہنچے جو وہاں کھڑی کی گئی تھی۔ تو خُبیب بولے: کیا مجھے دو رکعت پڑھنے کی مہلت مل سکتی ہے؟ لوگ بولے کہ ہاں۔ حضرت خُبیبؓ نے دو نفل اختصار کے ساتھ ادا کیے اور انہیں لمبا نہ کیا۔

(الطبقات الکبریٰ جزء 8 صفحہ 399 دار احیاء التراث العربی بیروت)

(صحیح بخاری کتاب الجهاد و السیر باب هل یستاسر الرجل و من لم یستاسر... حدیث 3045)

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 683 دار الکتب العمیۃ بیروت 2003ء)

جیسا کہ میں نے بتایا اس لیے لمبا نہ کیا کہ کہیں ان کو یہ خیال نہ ہو کہ میں شاید موت سے بچنے کے لیے لمبی نماز پڑھ رہا ہوں۔ ابنِ سعد کے حوالے سے جو روایت ابھی بیان ہوئی ہے اس کے مطابق مَاوِیَّہ جو تھیں حُجیر بن ابواِھَاب کی آزاد کردہ لونڈی تھیں جن کے گھر میں حضرت خُبیبؓ قید کیے گئے تھے۔ علامہ ابن عبد البَر کے مطابق حضرت خُبیبؓ عُقْبَہ کے گھر میں قید تھے اور عقبہ کی بیوی انہیں خوراک مہیا کرتی تھی اور کھانے کے وقت کھول دیا کرتی تھی۔ (الاستیعاب جزء 2 صفحہ 442 دار الجیل بیروت 1992ء)

بہرحال یہ ان لوگوں کی قربانیاں تھیں اور موت سے بے خوفی تھی۔ اسلام کی خاطر جان دینے کے لیے یہ صحابہؓ ہر وقت تیار رہنے والے تھے۔ اسی سَریّہ کا ذکر ابھی مزید بھی ہے جو ان شاء اللہ آئندہ بیان کر دوں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 07/ جون 2024ء جلد 31 شمارہ 136 صفحہ 02 تا 06)

21

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 24/ مئی 2024ء بمطابق 24/ ہجرت 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا یہ ہم پر احسان ہے کہ اس نے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا وعدہ فرمایا تھا۔ آپؑ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں دین اسلام کی تجدید کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے اور پھر اللہ کے وعدوں کے مطابق ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق آپؑ کی بنائی ہوئی جماعت میں خلافت کا نظام جاری ہوا۔

یوم خلافت:

پس یہ اللہ تعالیٰ کے وعدے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا اظہار ہے جس کی وجہ سے ہم ہر سال دنیا میں ہر جگہ جہاں جماعت احمدیہ قائم ہے 27/ مئی کو یوم خلافت مناتے ہیں۔ 26/ مئی کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا اور 27/ مئی کو جماعت نے خدائی وعدوں کے مطابق حضرت مولانا حکیم نور الدینؓ کو خلیفۃ المسیح الاوّل منتخب کر کے آپؓ کے ہاتھ پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کام کو جاری رکھنے کا عہد کیا اور بیعت کی۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر جماعت جمع ہوئی اور باوجود بعض اندرونی مخالفتوں اور ہر قسم کے نامساعد حالات کے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نظارے ہم نے دیکھے اور آپؓ کی خلافت تقریباً باون (52) سال جاری رہی اور اس دَور میں جماعت احمدیہ کی دن دونی اور رات چوگنی ترقی کے نظارے ہم نے دیکھے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات کے بعد خلافت ثالثہ کا آغاز ہوا اور اس دَور میں بھی جماعت کی ترقی کے نظارے ہم نے دیکھے۔ دشمنوں نے بڑا زور لگایا جماعت کو ختم کرنے کا لیکن اس کے باوجود ہمیں تاریخ میں ترقی کے نظارے ہی نظر آتے ہیں۔ پھر جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وفات ہوئی تو ایک بار پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا نظارہ دکھایا اور خلافت رابعہ کا دَور شروع ہوا جس میں دشمن نے جماعت کو ختم کرنے کی پھر بھرپور کوشش کی لیکن ہر طرح ناکامی کا منہ دیکھا اور اس دشمنی کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو پاکستان سے ہجرت کرنی پڑی۔ انگلستان میں مرکز قائم کیا۔ اور پھر دنیا نے دیکھا کہ جماعت کی ترقی کی رفتار بڑھتی چلی گئی اور جماعت کی ترقی کو روکنے والے اس ترقی کو دیکھ کر پیچ و تاب کھانے لگے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی وفات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے پھر اپنے وعدے کو پورا کرنے کا جلوہ دکھایا اور خلافت خامسہ کا انتخاب ہوا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے باوجود میری بے شمار کمزوریوں کے غیر معمولی تائید و نصرت سے نوازا اور جماعت کی ترقی

کا قدم آگے سے آگے ہی بڑھتا گیا۔ اِس دَور میں درجنوں ملکوں میں احمدیت کا پودا لگا۔ درجنوں ملکوں میں جماعت احمدیہ کا باقاعدہ نظام قائم ہوا۔ سینکڑوں شہروں اور قصبوں میں خود اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی راہنمائی کر کے خلافت کی تائید و نصرت کے نظارے دکھا کر لوگوں کے دلوں میں خلافت سے تعلق کا جذبہ پیدا کر کے مخلصین کی جماعتوں کے قیام کے سامان پیدا فرمائے اور یہ نظارے اللہ تعالیٰ دکھاتا چلا جا رہا ہے۔ خلافت سے وابستگی کے یہ نظارے اور جماعت کی ترقی کے یہ نظارے کیوں نہ ہوتے؟ یہ تو ہونے ہی تھے کہ اس کا اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیشگوئی فرمائی تھی۔

پس نہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کو بھولنے والا اور توڑنے والا ہے اور نہ ہی اپنے سب سے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے پورا کرنے میں کمی کرنے والا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیشگوئی فرمائی تھی کہ تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا زمانہ۔ فرمایا: پھر اس کو اٹھالے گا اور خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہو گی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس نعمت کو بھی اٹھالے گا۔ پھر اس کی تقدیر کے مطابق ایذا رساں بادشاہت قائم ہو گی جس سے لوگ دل گرفتہ ہوں گے اور تنگی محسوس کریں گے۔ پھر جب یہ دَور ختم ہو گا تو اس کی دوسری تقدیر کے مطابق اس سے بھی بڑھ کر جابر بادشاہت قائم ہو گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا رحم جوش میں آئے گا اور اس ظلم و ستم کے دَور کو ختم کر دے گا اور اس کے بعد پھر خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہو گی اور یہ فرما کر آپؐ خاموش ہو گئے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 285 حدیث 18596 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

پس ہم خوش قسمت ہیں کہ ہم اس پیشگوئی کو پورا ہوتا دیکھنے والے ہیں۔ پس جو حقیقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامؑ کی جماعت کے ساتھ جڑے رہنے والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے بعد سے جو خلافت کا نام نہاد تصور مسلمانوں میں قائم تھا وہ بھی ختم ہو گیا اور اب صرف حکومتیں ہی ہیں اور یہ حکومتیں اگر جابر بھی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچنے والی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ بعض دفعہ رسی ڈھیلی تو کر دیتا ہے لیکن ظالموں کو پکڑتا ضرور ہے۔ بہرحال جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہو گی۔ آپؐ کی غلامی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اور آپؑ نے بھی فرمایا کہ میرے بعد بھی جماعت میں میری خلافت کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق جاری رہے گا۔ آپؑ نے فرمایا: مَیں خاتم الخلفاء ہوں۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد دوم صفحہ 282)

اب جو بھی آئے گا جس کو اللہ تعالیٰ خلافت کا مقام دے گا میری پیروی میں ہی آئے گا۔ پس دنیاوی طور پر اب کوئی جتنا چاہے زور لگالے کبھی خلافت کا قیام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے علیحدہ ہو کر نہیں ہو سکتا۔ بہرحال جب آپؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؑ نے خلافت کے جاری رہنے کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ ”دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (1) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (2) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور

خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔

تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اُس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا: وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا (النور:56) یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے۔"

فرمایا: "... سو اے عزیزو! جب کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو[2] قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو[2] جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنّت کو ترک کر دیوے۔ اس لیے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔" ضمناً میں یہ بھی بتا دوں کہ مَیں تو اس بات سے یہ بھی استنباط کرتا ہوں کہ جو لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر کی بحث میں پڑے ہوئے ہیں ان کا بھی اس میں جواب ہے کہ آپؑ نے اپنی عمر کے سال گنوا کر یہ نہیں بتایا کہ اتنے سال باقی ہیں بلکہ اپنی واپسی کا اشارہ دیا ہے اور عمر کی بحث کو کوئی اہمیت نہیں دی بلکہ کام پورا کرنے کی اہمیت ہے۔ بہرحال آپؑ فرماتے ہیں:

"لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اُس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اِس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔"

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 304 تا 306)

پس یہ وعدے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہیں کچھ پورے ہوئے، کچھ ہوں گے اور آئندہ ہم ان کو پورا ہوتا دیکھتے چلے جائیں گے۔ پس جیسا کہ میں نے شروع میں بیان کیا تھا اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق آپؑ کے وصال کے بعد خلافت اولیٰ کا دَور آیا اور جماعت کا قدم آگے بڑھتا گیا۔ پھر خلافت ثانیہ کا دَور آیا تو جماعت میں مزید ترقی ہوئی اور دنیا کے بہت سے ممالک میں جماعتیں قائم ہوئیں۔ پھر خلافت ثالثہ کا دَور آیا تو اس میں مزید ترقی ہوئی۔ پھر خلافت رابعہ کا دَور آیا تو ترقیات کے بھی نئے دروازے کھلے۔

پھر خلافت خامسہ کا دَور ہے تو اس میں جماعت ترقی کی منازل طے کرتی چلی جا رہی ہے۔ دشمن کی بھرپور کوششوں کے باوجود جماعت آگے سے آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ بلکہ ہمیشہ کی طرح خدا تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں جو دُور دراز ملکوں میں بیٹھے ہیں، جنہوں نے کبھی کسی خلیفہ کو دیکھا بھی نہیں ہے خود راہنمائی فرماتے ہوئے خلافت کے جھنڈے تلے آنے کی ہدایت دیتا ہے۔ مسلمانوں میں بھی اور غیر مسلموں میں بھی ایسے سینکڑوں ہزاروں لوگ ہیں جن کے سینے اللہ تعالیٰ کھولتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جو وعدہ فرمایا اسے پورا کرتے ہوئے ہر روز جماعت کی تائید و نصرت کے نظارے دکھاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے خلافت قائم رکھنے کا وعدہ فرمایا تو کس طرح لوگوں کے دلوں میں خلافت سے تعلق اور اس سے جڑے رہنے کے جذبات پیدا فرماتا ہے۔ اس بارے میں بعض لوگوں کے واقعات بھی پیش کر دیتا ہوں جن سے خلافت احمدیہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائید اور اس کے وعدے پورے ہونے کا نظارہ ہم دیکھتے ہیں۔

برکینا فاسو افریقہ کا ایک ملک ہے۔ وہاں کے معلم لکھتے ہیں کہ جب ہماری جماعت میں پہلی بار ایم ٹی اے لگا اور لوگوں نے پہلی بار خلیفہ وقت کو دیکھا تو ان کی آنکھیں نم تھیں اور خوشی ان کے چہروں سے عیاں تھی۔ کچھ دن کے بعد وہاں سے ایک وفد آیا اور ایم ٹی اے کا شکریہ ادا کیا اور کہنے لگے کہ ویسے تو ہم خلیفہ وقت سے ملاقات کے لیے نہیں جا سکتے مگر ایم ٹی اے پر خلیفہ وقت کو دیکھ کر ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو تسکین ملتی ہے۔ اور اس طرح اب یہ ہمارا روز کا معمول بن گیا ہے کہ ایم ٹی اے کے ذریعہ ہم روز خلیفہ وقت سے ملاقات کرتے ہیں۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا کر رہا ہے۔ وہ جو کبھی ملے بھی نہیں ان کے دلوں میں بھی خلافت سے محبت ہے۔

پھر کس طرح اللہ تعالیٰ خلافت کے ذریعہ لوگوں کی اسلام کی طرف راہنمائی کرتا ہے اس بارے میں امیر صاحب گیمبیا لکھتے ہیں کہ ایک موٹر مکینک سامبا صاحب ہیں۔ اتفاق سے ایم ٹی اے پر انہوں نے مجھے کوئی خطاب کرتے ہوئے یا خطبہ سنتے ہوئے دیکھا تو یہ سن کے کہنے لگے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس شخص کو خدا تعالیٰ کی حمایت حاصل ہے۔ چنانچہ موصوف نے اپنے خاندان کے چودہ افراد سمیت بیعت کر لی۔ ان کے کاروبار میں کمی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔ تو پھر یہ کہنے لگے کہ یہ سب کچھ احمدیت کی وجہ سے ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ احمدیت اندھیرے کے لیے ایک روشن سورج کی مانند ہے۔ خلافت کی تائید کا اظہار غیر بھی محسوس کرتے ہیں اور پھر جماعت میں شامل ہوتے ہیں۔ اب یہ افریقہ کی مثال ہے۔

اب ایک عرب ہے جرمنی میں۔ سیکرٹری تبلیغ جرمنی لکھتے ہیں کہ وہ ان کے تبلیغی سٹال پہ آئے۔ قرآن کریم جرمن ترجمہ لے گئے۔ اپنا نمبر بھی دے گئے تا کہ ان سے رابطہ رکھا جائے۔ گذشتہ سال جلسہ سالانہ جرمنی پہ ان کو آنے کی دعوت دی گئی۔ یہ کچھ سالوں کا واقعہ ہے اس لیے گذشتہ سال سے مراد یہ ہے کہ جب یہ واقعہ بیان ہو رہا ہے اس سے ایک سال پہلے۔ بہرحال اپنے امتحان کی وجہ سے جلسہ میں شامل ہونے سے انہوں نے معذرت کی اور اپنی جگہ اپنے بڑے بھائی اور ایک اَور فیملی ممبر کو بھجوا دیا۔ وہاں جلسہ پر ان کے بھائی میری تقریر سننے کے بعد کہنے لگے کہ یہ شخص یقیناً خدا تعالیٰ کا تائید یافتہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ڈالا کہ خلافت سچی ہے۔ موصوف نے اسی رات بیعت فارم پُر کیا اور جماعت احمدیہ میں شامل ہو گئے۔

یہ جذبات صرف اللہ تعالیٰ ہی دلوں میں پیدا کر سکتا ہے اور اس لیے کرتا ہے کہ اس کا یہ وعدہ ہے۔ دوسرے جو عرب دوست تھے ان کے فیملی ممبر نے پہلے دن تو بیعت نہیں کی لیکن جماعت کے بارے میں کافی سوالات پوچھتے رہے۔ میرے ساتھ عربوں کی ایک نشست بھی تھی۔ تکفیر کے حوالے سے ایک سوال کرنا چاہتے تھے۔ یہی سوال ایک اَور عرب دوست نے کر دیا جس کا میں نے ان کو بڑی تفصیل سے جواب دیا۔ یہ جواب سن کر موصوف کی تسلی ہوئی اور بیعت کی تقریب سے قبل ہی وہاں بیعت فارم پُر کر کے انہوں نے دستی بیعت کی اور اس بیعت میں شامل ہوئے۔ اس بارے میں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح سعید روحوں کو گھیر کر جماعت میں شامل کرتا ہے اور خلافت کی تائید کے وعدے کو پورا فرماتا ہے۔

گیمبیا کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ ایک جگہ کرنگور (Kerngorr) ہے۔ وہاں جب جماعت کا قیام عمل میں آیا تو ایک دوست الحاجی فائے صاحب نے جماعت کی شدید مخالفت کی۔ جماعتی لٹریچر کو ہاتھ تک لگانا بھی گوارا نہیں کرتے تھے لیکن ہمارے داعین الی اللہ نے ہمت نہیں ہاری اور مسلسل انہیں تبلیغ کرتے رہے۔ ایک دن گاؤں میں نومبائعین کے لیے تربیتی کلاس کا پروگرام رکھا گیا۔ ہمارے داعین الی اللہ نے موصوف کو اس بات پر منا لیا کہ وہ بے شک کوئی کتاب نہ پڑھیں مگر ایک دفعہ ہمارے ساتھ مشن ہاؤس چلے جائیں اور ہمارے پروگرام میں شامل ہو جائیں۔ ہم وہاں آپ کو کوئی تبلیغ نہیں کریں گے اور نہ ہی آپ سے اس موضوع پر بات کریں گے۔ آپ صرف پروگرام میں شامل ہو کر ہماری باتیں سن لیں۔

چنانچہ موصوف جب مشن ہاؤس آئے تو کہنے لگے میں آپ کی کلاس میں شامل ہونا نہیں چاہتا۔ یہاں ٹی وی والے کمرے میں بیٹھ کر ٹی وی دیکھ لیتا ہوں۔ اس پر انہیں ٹی وی والے کمرے میں بٹھا کر ٹی وی پر ایم ٹی اے لگا دیا گیا۔ انہیں وہیں چھوڑ کر باقی سارے لوگ کلاس میں شامل ہونے کے لیے مسجد چلے گئے۔ اس دوران موصوف نے ایم ٹی اے پر جو میرا خطبہ لگا ہوا تھا وہ سنا۔ کلاس کے بعد جب ان سے بات ہوئی تو کہنے لگے کہ یہ شخص جھوٹا نہیں۔ یعنی یہ خلافت تو مجھے سچی خلافت لگتی ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ میں اب پیٹھ پھیر لوں۔ چنانچہ موصوف اپنے خاندان کے دس لوگوں سمیت بیعت کر کے جماعت میں داخل ہو گئے۔ کیا یہ کسی انسان کا کام ہو سکتا ہے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے وعدے سچے کر کے دکھا رہا ہے۔

خلافت سے تعلق بڑھنے کا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہونے کا ایک اَور واقعہ یہ ہے کہ کیمرون کے شہر ”گوانڈیرے“ کے ایک محلہ میں آٹھ فیملیوں نے بیعت کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ نومبائعین کا کہنا ہے کہ ایم ٹی اے نے ہمارے بچوں کی زندگی بدل دی ہے اور دین کے بارے میں ان کے علم میں اضافہ ہوا ہے۔ ان میں سے ایک نوجوان عبدالرحمٰن ہے جو اولیول کر رہا ہے۔ یہ میرے خطبات بڑے شوق سے سنتا ہے۔ بڑا شیدائی ہے۔ جمعہ کے دن سکول ٹیچر سے کہتا ہے کہ میں نے گھر خطبہ سننے کے لیے جانا ہے۔ اور سکول چھوڑ سکتا ہوں، خطبہ جمعہ نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ ان کا ایمان ہے۔ ان کے والد نے کہا کہ ہر جمعہ کو سکول چھوڑ کر ایم ٹی اے پر خطبہ سننے آتا ہے اور عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ خطبہ سننے سے میرا ایمان اور علم بڑھتا ہے۔ پہلے میں جو بھی غلط کام کرتا تھا اب چھوڑ دیے ہیں۔ پس یہ لوگ ہیں جو خلافت کے ساتھ جُڑنے کے عہد کو بھی پورا کر رہے ہیں۔ یقیناً ایک وقت آئے گا جب یہ ترقی کر کے سب سے اوپر ہوں گے کیونکہ یہ وعدوں کے مصداق بننا

چاہتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی راہنمائی کا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خلافت سے جوڑنے کا جو وعدہ ہے اس کے بارے میں ایک اَور واقعہ ہے۔

برکینا فاسو ایک جگہ کافی تبلیغ کی گئی کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ جاتے ہوئے معلم کہتے ہیں میں نے چند لوگوں کو کہا کہ آپ جب شہر آئیں تو میرے گھر ضرور آنا۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد ان میں سے ایک آدمی بون (Bone) صاحب ہمارے گھر آئے تو انہیں ایم ٹی اے لگا دیا۔ تھوڑی دیر بعد جب انہوں نے ایم ٹی اے پر مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ اس شخص کو تو میں پہلے ہی خواب میں دیکھ چکا ہوں۔

چنانچہ وہ اسی وقت بغیر کسی دلیل کے احمدیت میں داخل ہو گئے اور واپس جا کر اپنے گاؤں والوں کو بتایا تو گاؤں کے کافی اَور لوگوں نے احمدیت قبول کر لی۔ اب خدا کے فضل سے اس گاؤں میں ایک مضبوط جماعت قائم ہو چکی ہے۔ پھر اسی طرح کا اللہ تعالیٰ کی تائید کا ایک اَور نظارہ ہے۔ کس طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں خلافت سے تعلق پیدا کر رہا ہے۔ اسلام کی حقیقی تعلیم ان پر واضح کر رہا ہے۔

اس بارے میں قرغیزستان کے سلطان صاحب ہیں۔ اب یہ قرغیزستان کا ایک علاقہ ہے۔ بالکل ہی دوسرا علاقہ ہے۔ وہ کہتے ہیں: میرے بیٹے اور اہلیہ کو بیعت کرنے کی توفیق مل چکی تھی۔ میں نے 2017ء میں ہر جمعہ کو جماعتی مشن ہاؤس جانا شروع کیا۔ جب میں اور میری اہلیہ گاڑی میں نماز جمعہ کے لیے اپنی جماعت کے مشن ہاؤس جاتے تو تقریباً بارہ کلو میٹر کے سفر میں ہم ہمیشہ خلیفہ وقت کے خطبہ کی ریکارڈنگ سنتے۔ کہتے ہیں میں نے جب بھی ان خطبات کو سنا اس کے بعد میرے احساسات بہت مضبوط ہوتے جاتے۔ یہ 22ء کی بات ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں اس سال 2/ مئی کو رمضان المبارک کے مقدس مہینے کے اختتام پر عید کے دن میں نے بیعت کی۔ میں یہ پہلے کرنا چاہتا تھا لیکن کسی نہ کسی طرح یہ کام رہ جاتا تھا۔ کہتے ہیں میں نے مختصراً لکھا ہے لیکن جو کچھ میرے اندر روح میں ہو رہا ہے میں یہ بیان نہیں کر سکتا۔ اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ میں ہر نماز میں اللہ سے اسلام کے بارے میں علم میں اضافہ کی دعا کرتا ہوں۔ ہر جمعہ کی نماز میرے لیے مسلسل کچھ نہ کچھ نیا راستہ کھول رہی ہوتی ہے۔

گنی بساؤ ایک اَور ملک ہے۔ کس طرح اللہ تعالیٰ خلافت کے ذریعہ لوگوں کے سینے کھول رہا ہے۔ عثمان بالڈے صاحب کا ایک واقعہ ہے جو نومبائع ہیں۔ کسی اَور علاقے میں رہتے ہیں۔ انہیں جب اس بات کا علم ہوا کہ ان کے رشتہ دار کثرت سے احمدیت قبول کر رہے ہیں تو وہ بعض مولویوں کو اکٹھا کر کے اس علاقے میں لے کر آئے تا کہ جماعت کی مخالفت کر سکیں۔ ہمارے معلم نے انہیں کہا کہ آپ ضرور مخالفت کریں مگر ہمارا پیغام ایک مرتبہ سن لیں۔ وہاں لوگوں میں کم از کم یہ شرافت ہے کہ مخالفت کرتے بھی ہیں تو پیغام سننے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ پاکستان کی طرح نہیں ہیں کہ ڈھٹائی دکھائیں۔ مولوی صاحب نے تو آنے سے انکار کیا۔ وہ تو مولویوں کی فطرت ہے اس نے تو کرنا ہی تھا۔ مگر عثمان صاحب نے دعوت قبول کی اور جماعت کا پیغام سننے آ گئے۔ چنانچہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کے متعلق بتایا گیا۔ جس دن وہ آئے وہ جمعہ کا روز تھا۔ وہاں میرا خطبہ لگا ہوا تھا جو ایم ٹی اے پہ براہ راست آ رہا تھا۔ انہیں بتایا گیا کہ ہم تمام احمدی خلیفہ وقت کا براہ راست خطبہ سنتے ہیں۔ اگر آپ کے پاس وقت ہو تو کچھ دیر خطبہ ضرور سنیں۔ جس پر انہوں نے کہا کہ

میں صرف تھوڑی دیر کے لیے خطبہ سنوں گا لیکن جب خطبہ سننا شروع کیا تو وقت بھول گئے اور بڑے غور سے خطبہ سنتے رہے اور مکمل خطبہ سنا۔ بعد میں کہنے لگے کہ **جماعت احمدیہ کافر نہیں ہو سکتی** جیسا کہ میں نے سنا تھا کیونکہ آپ کے خلیفہ تو صحابی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پیش کر رہے ہیں۔ بعض دفعہ بعض احمدی یہ سوال اٹھا دیتے ہیں کہ ہمیں اسلامی تاریخ بتانے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ لوگوں کے لیے، دوسرے مسلمانوں کے لیے تبلیغ کا ذریعہ بن رہی ہے اس لیے ضرورت ہے بتانے کی۔ اور ہمارے اپنے علم میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ ہمیں بہت سوں کو اس کا پتہ ہی نہیں تھا۔ کہتے ہیں کہ اَور کوئی کافر جماعت یہ کام نہیں کر سکتی کہ صحابہؓ کی سیرت بیان کرے۔ اس کے بعد انہوں نے جماعت کی مخالفت ختم کر دی اور اپنی تمام فیملی کے ساتھ احمدیت قبول کر لی۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے علاقہ میں تبلیغ بھی کرتے ہیں اور باقاعدہ جماعتی نظام میں شامل ہیں۔

پھر غیروں کو خلافت کی آواز کے ذریعہ ہدایت پر لانے کا ایک اَور واقعہ کونگو کنشاسا کا ہے۔ وہاں کے لوکل مشنری کہتے ہیں۔ یہاں کے ایک علاقے میں تبلیغی مہم شروع کی گئی تو بعض غیر از جماعت احباب نے منظّم طور پر مخالفت کا آغاز کر دیا۔ پھر تین ماہ کے بعد ایک دن انہی مخالفین میں سے ایک دوست عثمان صاحب ہیں۔ انہوں نے مشن سے رابطہ کیا اور کہا کہ وہ اپنی ساری فیملی کے ساتھ جماعت میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ جب ان سے وجہ پوچھی گئی تو کہنے لگے کہ ایک دن میری بیوی سیٹلائٹ چینل دیکھ رہی تھی تو آپ کا چینل ایم ٹی اے لگ گیا۔ کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ میں احمدیت کی مخالفت میں پیش پیش ہوں تو اس نے مجھے بلا لیا۔ جب میں جماعت کے بارے میں غلط بولنے لگا تو بیوی نے کہا: پہلے پروگرام پورا سنو پھر بولنا۔ اس وقت وہاں میرا خطبہ نشر ہو رہا تھا۔ خطبہ سننے کے بعد کہتے ہیں مجھے یقین ہو گیا کہ جو آواز آج میرے کانوں میں پڑی ہے یہی اسلام کی حقیقی تصویر ہے اور خلیفہ کو سننے کے بعد جماعت کی سچائی میں مجھے کوئی شک نہیں رہ گیا۔ خلافت کی محبت کس طرح اللہ تعالیٰ دلوں میں پیدا کرتا ہے؟ ایمان میں کس طرح اضافہ کرتا ہے؟ ایک شخص جو ہزاروں میل دُور ہے کبھی خلیفہ سے نہیں ملا جیسا کہ میں نے پہلے کہا اپنے جذبات کا اظہار کس طرح کرتا ہے!

سینیگال کے ایک عمر صاحب ہیں۔ کہتے ہیں آپ کا خطبہ جب بھی سنتا ہوں دل میں ایک عجیب لذّت کا احساس ہوتا ہے۔ دعا کریں کہ یہ احساس ہمیشہ رہے۔ خطبہ سُن کر آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ مجھے آپ سے محبت ہے۔ دعا کریں کہ خدا، رسولؐ اور مسیح موعودؑ اور آپ کے خلفاء کی محبت مجھے دنیا و مافیہا کی محبت سے بڑھ کر ہو۔ آپ کی دعا سے یہ کہتے ہیں میرے کاروبار میں اضافہ ہوا ہے۔ پس یہ سب اللہ تعالیٰ کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدے کا پورا ہونا ہے۔

پھر امیر صاحب سیلجیم لکھتے ہیں کہ مراکش کے ایک دوست مصطفیٰ صاحب ہیں۔ لمبا عرصہ احمدیت کے بارے میں تحقیق کر کے انہوں نے بیعت کی۔ کہتے ہیں کہ میں نے بچپن سے ہی بہت سے علماء کی صحبت میں وقت گزارا ہے لیکن خلیفۂ وقت کے خطبات نہ صرف قرآن کریم کی صحیح تفسیر ہیں بلکہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب لے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں یہ خطبات سننے کے بعد مجھے نمازوں کا مزہ آنے لگا ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے سچی خوابیں بھی دکھائی ہیں۔ احمدیت نے میری زندگی بدل دی ہے اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کا ذکر کرتے ہوئے

موصوف آبدیدہ ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جاری خلافت کی تائید فرماتا ہے، کس طرح سینے کھولتا ہے ایک اَور واقعہ ہے۔

گنی بساؤ کے مبلغ کہتے ہیں کہ اکیس جماعتوں میں ایم ٹی اے انسٹال کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔ ایک گاؤں میں گذشتہ سال تبلیغ کے ذریعہ احباب نے احمدیت قبول کر لی تھی مگر اس گاؤں کے چار خاندانوں نے احمدیت قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ جب ہماری ٹیم اس گاؤں میں ایم ٹی اے انسٹال کرنے گئی تو ہمارے معلم محمد مسالیو جالو صاحب نے ان تمام خاندانوں کو بھی مسجد میں مدعو کیا کہ وہ آکر ہمارا مسلم چینل اور ہمارے خلیفہ اور امام مہدی علیہ السلام کو دیکھیں، تصویر دیکھیں۔ جب ایم ٹی اے انسٹالیشن مکمل ہوئی تو اس وقت مغرب کا ٹائم تھا۔ نماز کی ادائیگی کے لیے ٹی وی بند کیا گیا۔ نماز کے بعد جب ایم ٹی اے چلایا گیا تو اس میں خطبہ آ رہا تھا۔ غیر از جماعت دوست بڑے غور سے یہ سارا کچھ دیکھتے رہے۔ معلم نے انہیں کہا کہ خطبہ انگلش میں چل رہا ہے میں آپ کے لیے ترجمہ کر دیتا ہوں۔ آپ کا حق ہے کہ آپ کو پتہ چل سکے کہ خلیفہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اس پر اس نے کہا کہ مجھے سمجھ نہیں آ رہی مگر میں خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ یہ جھوٹ نہیں بول سکتے! اگر یہ جماعت احمدیہ کے خلیفہ ہیں تو احمدیہ جماعت کبھی جھوٹی جماعت نہیں ہو سکتی اور میں ابھی اور اسی وقت احمدیت قبول کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔

تو اس طرح بھی اللہ تعالیٰ دلوں کو پھیرتا ہے۔ **خلافت تبلیغ کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔** سعید فطرت لوگ اسی طرح دیکھ کر اسلام کی حقیقی تعلیم سے آگاہ ہوتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہوتے ہیں۔

گیمبیا کے امیر صاحب کہتے ہیں کہ ایک جگہ سامبے (Samba) ہے۔ تبلیغ کے لیے ہم وہاں گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کے بارے میں بتایا گیا۔ آپؑ کی جماعت میں شامل ہونے کے لیے شرائط بیعت پڑھ کر سنائی گئیں تو گاؤں کے الکالی، وہاں جو چیف ہوتا ہے، ان کا امام اور گاؤں کی ترقیاتی کمیٹی کے چیئرمین نے برجستہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مہدیؑ کی آمد کی پیشگوئی فرمائی تھی اور آج وہ پہلی مرتبہ امام مہدیؑ کی آمد کا سن رہے ہیں اور جب سے احمدیت کو دیکھا ہے بہت متاثر ہیں۔ پھر کہنے لگے کہ صرف احمدی ہی حقیقی مسلمان ہیں کیونکہ ان کے پاس خلافت کی طاقت ہے جو سب کو ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہے۔ اور جب انہیں میری تصویر دکھائی تو کہنے لگے کہ اس میں سچائی نظر آتی ہے اور ہم ٹی وی پر بھی یہ دیکھتے ہیں۔ پھر سارے افراد نے جو بہت بڑی تعداد میں تھے بیعت کر لی۔ جب انہوں نے قرآن کریم کا ترجمہ تین مقامی زبانوں فُولا، مینڈینکا اور وُولف میں دیکھا تو کہا کہ احمدیت ہی سچا اسلام ہے۔ کسی اَور فرقے کو یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی جیسا کہ احمدی کر رہے ہیں اور آخر پر کہا کہ وہ اب ان شاء اللہ احمدیت پر قائم رہیں گے۔ کبھی پیچھے نہیں ہٹیں گے کیونکہ سچا اسلام یہی ہے۔ دوسرے مولوی تو آ کے ہمیں دھوکہ دیتے ہیں۔

پھر مالی کے مبلغ کہتے ہیں: ایک شخص ریڈیو احمدیہ تشریف لائے اور انہوں نے کہا کہ میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ احمدیت کی وجہ سے آج میں جہنم کی آگ سے بچ رہا ہوں۔ کہتے ہیں میں نے ان سے پوچھا کہ وجہ کیا ہے؟ تو کہنے لگے۔ بعض علماء نے نماز کے متعلق کہا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس لیے انہوں نے بھی

نماز پڑھنا ترک کر دی تھی۔ اب نمازوں سے ہی چھوٹ دی ہے۔ مگر ریڈیو احمدیہ پر خلیفہ کا خطبہ جس میں انہوں نے نماز کی اہمیت کا بتایا اس کا مجھ پر بہت گہرا اثر ہوا ہے۔ اس کے بعد نماز ترک کرنا میں جہنم میں جانا خیال کرتا ہوں۔ پس آج سے میں احمدی ہوں اور کبھی بھی نماز نہیں چھوڑوں گا۔ اس طرح نئے آنے والوں میں یہ اثر ہو رہا ہے۔ پرانوں کو بھی خاص طور پر اپنے جائزے لینے چاہئیں۔ ہمارے خلاف تو یہ لوگ بولتے رہتے ہیں۔ کفر کے فتوے بھی مولوی لگاتے ہیں۔ خود یہ حال ہے کہ اسلام کے بنیادی رکن کے ہی انکاری ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ خلافت کے ذریعہ سے لوگوں کی راہنمائی کر رہا ہے اور دین میں بگاڑ پیدا کرنے والوں سے ان کو رہائی مل رہی ہے۔

پھر نائیجیریا کے مبلغ کہتے ہیں۔ ایم ٹی اے دیکھنے کے لیے بہت ساری جگہوں پر جو ڈشیں لگائی گئی ہیں وہاں خطبات دیکھتے ہیں اور دوسرے پروگرام دیکھتے ہیں۔ تو کہتے ہیں ایک شخص نے کہا کہ مجھے جماعت کے متعلق بہت اعتراضات تھے اور دلی تسلی نہیں ہوتی تھی لیکن امام جماعت احمدیہ کا خطبہ سنا اور قدرتی طور پر میرا دل تسلی پا گیا۔ مجھے حقیقی اسلام مل گیا ہے اور سارے اعتراضات ختم ہو گئے اور میں نے جماعت میں شمولیت اختیار کر لی۔

پھر سعید روحوں کی راہنمائی کا ایک اَور واقعہ گیمبیا سے ایک صاحب محمد سو (Sowe) صاحب خود اپنی خواب کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک شخص آئے اور ان کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑ کر، خواب دیکھنے والے کے ہاتھ کو پکڑ کر اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو انہوں نے پہچانا نہیں کہ کون تھے وہ۔ لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ احمدیوں کے امام ہیں۔ اگلی صبح یہ ہمارے مشن آئے اور ہمارے معلم کو خواب سنائی۔ معلم نے ایم ٹی اے لگا دیا جہاں خطبہ جمعہ لگا ہوا تھا۔ انہوں نے جب مجھے دیکھا تو بے اختیار کہا کہ یہی تو تھے وہ جو کل رات میری خواب میں آئے تھے اور پھر اسی وقت احمدیت قبول کر لی۔

کیمرون کے مبلغ انچارج کہتے ہیں کہ وہاں کے ایک شہر ''مَرُوَہ'' میں لوگ کثرت سے ایم ٹی اے افریقہ دیکھ رہے ہیں اور جماعت میں شامل بھی ہو رہے ہیں۔ یہاں کے ایک امام معلم احمدو صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایم ٹی اے کے ذریعہ سے ہمارے ایمان بڑھے ہیں اور خلیفۂ وقت کے خطبات، خطابات اور عربی پروگراموں کے ذریعہ سے ہمارے اندر ایک نور پیدا ہوا ہے اور اندھیرا ختم ہو گیا ہے۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایم ٹی اے اور احمدیت کے آنے سے پہلے ہم جانور تھے اور اب ایم ٹی اے نے ہمیں انسان بنا دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ خلافت کی تائید میں کس طرح لوگوں کے دل کھولتا ہے؟ اس کی ایک اَور مثال۔ کیمرون کے معلم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مَیں جمعہ کا خطبہ دے رہا تھا۔ آہستہ آہستہ مسجد میں لوگ داخل ہو رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص کوٹ پہنے ہوئے اور سر پر پگڑی پہنے مسجد میں داخل ہوا ہے۔ نماز کے بعد میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے یہ لباس کیوں پہن رکھا ہے؟ کہنے لگے کہ میرے ایک روحانی امام ہیں اور وہ ایسا لباس پہنتے ہیں۔ اگر آپ ان کے بارے میں مزید جاننا چاہتے ہیں تو کیبل پر ایک چینل ایم ٹی اے افریقہ آتا ہے آپ وہ دیکھا کریں۔ اس چینل پر ان کے خطابات آتے ہیں اور وہ اپنی مسجد میں بچوں کے ساتھ سوال جواب بھی

کرتے ہیں۔ آپ ان کو دیکھیں گے تو آپ کو نظر آئے گا کہ وہ سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے تائید یافتہ ہیں۔ اس پر میں نے انہیں دس شرائط بیعت اور التقویٰ رسالہ سے تصویر نکال کے دکھائی۔ میری تصویر ان کو دکھائی اور بتایا کہ یہ مسجد اسی امام نے بنائی ہے۔ ان کو نہیں پتہ تھا کہ جماعت احمدیہ کی مسجد ہے اور میں ان کی جماعت کا ہی مشنری ہوں۔ اس پر موصوف بہت خوش ہوئے اور پھر اپنی فیملی سمیت بیعت بھی کر لی۔

پس یہ چند واقعات ہیں جو میں نے بیان کیے ہیں جن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الفاظ کی **خدائی تائید کا اظہار ہوتا ہے** کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ قدرت ثانیہ کے جاری رہنے اور اس کی تائید و نصرت کا ہے اور اس ذریعہ سے اب اسلام کا غلبہ مقدر ہے۔ خدا تعالیٰ خود لوگوں کے سینے کھول رہا ہے۔ غیروں کے دل میں خلافت احمدیہ کا اثر قائم فرما رہا ہے۔ سعید فطرت لوگوں کو خلافت کے ساتھ منسلک کر رہا ہے۔ خلافت احمدیہ کی ایک سو سولہ (116) سالہ تاریخ کا ہر دن اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خلافت احمدیہ کی تائید و نصرت فرما رہا ہے اور جماعت ہر روز ترقی کی راہوں پر گامزن ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اپنے خاص فضل سے اس ذمہ داری کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر احمدی کو بھی کامل وفا اور اخلاص کے ساتھ ہمیشہ خلافت احمدیہ سے وابستہ رکھے اور تاقیامت وفا شعار اور تقویٰ پر قائم رہنے والے خلافت احمدیہ کو ملتے رہیں اور وہ تمام مقاصد اللہ تعالیٰ پورے فرمائے جن کا اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ فرمایا ہے اور خلافت احمدیہ کے ذریعہ خدائے واحد کی حکومت دنیا میں قائم ہو اور دنیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا میں لہرانے کا نظارہ دیکھے۔

نماز کے بعد دو جنازے غائب بھی پڑھاؤں گا مَیں۔

پہلا چودھری محمد ادریس نصر اللہ خان صاحب کا ہے جو آج کل کینیڈا میں تھے۔ نوّے (90) سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔

آپ کے دادا حضرت چودھری نصر اللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جماعت احمدیہ کے ابتدائی ناظر اعلیٰ کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ ادریس نصر اللہ خان صاحب حضرت چودھری ظفر اللہ خان صاحبؓ کے بھتیجے بھی تھے۔ ان کے والد بڑا لمبا عرصہ کراچی کے امیر جماعت بھی رہے ہیں۔ ادریس نصر اللہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے پڑنواسے تھے۔ ادریس صاحب کے نانا حضرت چودھری فتح محمد صاحب سیالؓ جماعت کے اوّلین واقفِ زندگی اور اوّلین مبلغ انگلستان تھے جو سینکڑوں لوگوں کو احمدیت میں داخل کرنے کا باعث بنے۔

ادریس نصر اللہ صاحب کو تیس سال سے زائد عرصہ تک بطور سیکرٹری امور عامہ لاہور خدمت کی توفیق ملی۔ مرکزی افتا کمیٹی اور قضا کمیٹی کے ممبر اور صدر رہے۔ خلافت ثالثہ کے پُر آشوب دَور میں جن وکلاء نے تاریخ ساز کام کیا ان میں آپ کا نام بھی سرفہرست ہے۔ 1974ء میں ربوہ کے واقعہ میں جو صمدانی ٹریبونل قائم ہوا تھا اس میں ادریس نصر اللہ صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کمرۂ عدالت میں موجود تھے۔ پھر ان کو بہت ساری کمیٹیوں کا ممبر بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بنایا ہوا تھا۔ لاہور کے نمائندہ کے طور پر یہ کسر صلیب کانفرنس میں شریک ہوئے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی لندن ہجرت کے وقت ربوہ سے کراچی تک کے قافلے میں شامل ہونے کی تاریخی سعادت بھی ان کو ملی۔

بڑے صائب الرائے تھے۔ خلافت سے انتہائی وفا اور اخلاص کا تعلق رکھنے والے تھے۔ اس کا تو میں نے بھی ذاتی طور پر بہت تجربہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

دوسرا ذکر مکرم کنور ادریس صاحب کراچی کا ہے جو چودھری عزیز احمد صاحب باجوہ کے بیٹے تھے۔ نوّے (90) سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ چودھری محمد حسین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سردار بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا کے پوتے تھے۔ مرحوم اللہ کے فضل سے موصی تھے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔

1959ء میں سول سروسز میں شمولیت اختیار کی اور پینتیس سالہ طویل عرصہ ملازمت میں مرکزی اور صوبائی حکومت میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ ہمیشہ ایک نہایت ایماندار اور فرض شناس افسر کے طور پر جانے جاتے تھے۔ آپ کا یہ حسن کردار اپنے والد کی نصیحت کا نتیجہ تھا جو انہوں نے سول سروس میں شمولیت کے وقت آپ کو کی تھی۔ انہوں نے آپ کو کہا تھا کہ مجھے اگر یہ خبر ملے کہ ادریس فوت ہو گیا ہے تو مجھے اتنا صدمہ نہیں ہو گا لیکن اگر مجھے یہ خبر ملے کہ ادریس نے کسی سے رشوت لی ہے تو اس کا مجھے بہت زیادہ صدمہ ہو گا۔ یہ تربیت تھی باپ کی بیٹے کے لیے اور یہ نصیحت تھی۔ حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کی مشہور کتاب سوانح حیات جو ''تحدیث نعمت'' ہے اس کا انگریزی ترجمہ بھی انہوں نے کیا تھا جس سے یہ کتاب انگریزی دان حلقہ میں متعارف ہوئی۔ 1998ء سے 2007ء تک مجلس عاملہ جماعت احمدیہ ضلع کراچی میں سیکرٹری امور خارجہ کے طور پر بھی ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ ان کو عبوری حکومت کے دوران صوبائی وزیر بننے کا بھی موقع ملا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو انہوں نے خط لکھا اور یہ خط بسم اللہ سے شروع کیا تھا جس پر ایک معاند مولوی نے ان کے خلاف پرچہ کروا دیا اور بڑا لمبا عرصہ یہ کیس بھگتتے رہے۔ لیکن بہرحال ہمیشہ انہوں نے ہر ایک سے رحم کا سلوک کیا۔ صلہ رحمی بہت زیادہ تھی۔ بلکہ یہاں تک کہ جس مولوی نے ان پر مقدمہ کیا تھا جب کیس ختم ہو گیا تو اس مولوی نے اپنے بعض حالات کی وجہ سے مالی مدد کی درخواست کی تو اس کو بھی انہوں نے ایک خطیر رقم دے دی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے، ان کی اولادوں کو بھی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 14/ جون 2024ء جلد 31 شمارہ 142 صفحہ 02 تا 07)

22

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 31/ مئی 2024ء بمطابق 31/ ہجرت 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

ایک سریہ کے ذکر میں **حضرت خبیبؓ کے شہید کیے جانے** کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس کی مزید تفصیل میں یہ لکھا ہے کہ یہ پہلے صحابی تھے جن کو لکڑی پر باندھ کر شہید کیا گیا۔ یعنی صلیب کی طرح لٹکا کر شہید کیا گیا۔ علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں کہ حضرت خبیبؓ پہلے صحابی تھے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر صلیب دیے گئے۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 156 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

ایک روایت میں ہے کہ قریش نے حضرت خبیبؓ سے کہا کہ اگر تم اسلام سے رجوع کر لو تو ہم تمہارا راستہ چھوڑ دیں گے لیکن اگر تم نے رجوع نہ کیا تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ حضرت خبیبؓ نے کہا: اللہ کے راستے میں میرا قتل تو ایک معمولی بات ہے۔ پھر گویا ہوئے: اے اللہ! یہاں کوئی ایسا نہیں جو اس وقت تیرے رسولؐ تک میرا اسلام پہنچا دے اس لیے اے خدا! تُو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اسلام پہنچا دے اور آپؐ کو بتا دے جو یہاں ہمارے ساتھ ہو رہا ہے۔

(سیرت حلبیہ جلد 3 صفحہ 235 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو وحی نازل ہونے کے وقت طاری ہوا کرتی تھی۔ ہم نے آپؐ کو فرماتے ہوئے سنا: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ یعنی اُس پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سے وحی کے آثار ختم ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جبرئیل تھے وہ مجھے خبیب کا سلام پہنچا رہے تھے۔ خبیب کو قریش نے قتل کر دیا۔ روایت ہے کہ قریش نے ایسے چالیس آدمیوں کو حضرت خبیبؓ کے قتل کے وقت بلایا جن کے باپ دادا جنگِ بدر میں قتل ہوئے تھے۔ پھر قریش کے ان لوگوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک نیزہ دے کر کہا کہ یہی وہ شخص ہے جس نے تمہارے باپ دادا کو قتل کیا تھا۔

(سیرت حلبیہ جلد 3 صفحہ 236 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

تو ان لوگوں نے خبیب کو اپنے نیزوں کے ساتھ ہلکی ہلکی ضربیں لگائیں اس پر حضرت خبیبؓ صلیب پر بے چین ہونے لگے۔ پھر خبیب پلٹے تو ان کا چہرہ کعبہ کی طرف ہو گیا۔ انہوں نے کہا:

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے چہرے کو اپنے قبلہ کی جانب کر لیا جو اس نے اپنے لیے

پسند کیا ہے۔ پھر مشرکین نے خبیب کو قتل کر دیا۔

(سبل الہدیٰ جلد 6، صفحہ 44 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین نے پہلے حضرت خبیبؓ کو نیزے چبھوئے، شدید اذیّت دی اور پھر قتل کیا۔ جبکہ بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خبیبؓ نے جب اپنے اشعار ختم کیے تو عُقبہ بن حارث ان کے پاس آیا اور اس نے حضرت خبیبؓ کو قتل کر دیا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع... حدیث 4086)

عُقبہ بن حارث کی کنیت ابو سِرْوَعہ بیان ہوئی ہے۔ اور بعض روایات میں ذکر ہے کہ ابو سروعہ عقبہ بن حارث اس وقت چھوٹا تھا۔ اس کے ہاتھ میں نیزہ دیا گیا مگر وار ابومَیْسَرہ عَبْدَرِی نے کیا۔ یعنی بچے کے ہاتھ میں بدلہ لینے کے لیے نیزہ پکڑایا لیکن اس پہ زور دوسرے بڑے آدمی نے لگایا۔ بعض علماء نے ابو سروعہ الگ نام ذکر کیا ہے اور عقبہ بن حارث کو اس کا بھائی لکھا ہے۔ جب ابو میسرہ نے وار کیا تو کارگر ثابت نہ ہوا جس پر ابو سروعہ نے آگے بڑھ کر نیزے سے کام تمام کر دیا۔ بعد میں عقبہ بن حارث نے جو کہ فتح مکہ کے وقت اسلام لے آئے تھے انہوں نے بیان کیا کہ مَیں ابھی چھوٹا تھا اور ابو میسرہ عَبْدَرِی نے میرے ہاتھ میں برچھی یا نیزہ دیا اور خود میرے ہاتھ کے ذریعہ سے خبیب کو مارا۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 149-148 مطبوعہ بزم اقبال لاہور)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ ”رؤسائے قریش کی قلبی عداوت کے سامنے رحم وانصاف کا جذبہ خارج از سوال تھا۔ چنانچہ ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ بنو الحارث کے لوگ اور دوسرے رؤساء قریش خبیب کو قتل کرنے اور اس کے قتل پر جشن منانے کے لئے اسے ایک کھلے میدان میں لے گئے۔ خبیب نے شہادت کی بُو پائی تو قریش سے الحاح کے ساتھ کہا کہ مرنے سے پہلے مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ قریش نے جو غالباً اسلامی نماز کے منظر کو بھی اس تماشہ کا حصہ بنانا چاہتے تھے اجازت دے دی اور خبیب نے بڑی توجہ اور حضورِ قلب کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کی اور پھر نماز سے فارغ ہو کر قریش سے کہا کہ ’میرا دل چاہتا تھا کہ مَیں اپنی نماز کو اَور لمبا کروں، لیکن پھر مجھے یہ خیال آیا کہ کہیں تم لوگ یہ نہ سمجھو کہ مَیں موت کو پیچھے ڈالنے کے لئے نماز کو لمبا کر رہا ہوں۔‘ اور پھر خبیب یہ اشعار پڑھتے ہوئے آگے جھک گئے۔

وَمَا اَنْ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا عَلٰی اَیِّ شِقٍّ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِیْ

وَذَالِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰہِ وَاِنْ یَّشَاء یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شَلْوٍ مُمَزَّعِ

یعنی ’جبکہ مَیں اسلام کی راہ میں اور مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے یہ پرواہ نہیں ہے کہ مَیں کس پہلو پر قتل ہو کر گروں۔ یہ سب کچھ خدا کے لئے ہے اور اگر میرا خدا چاہے گا تو میرے جسم کے پارہ پارہ ٹکڑوں پر برکات نازل فرمائے گا۔‘ غالباً ابھی خبیب کی زبان پر ان اشعار کے آخری الفاظ گونج ہی رہے تھے کہ عقبہ بن حارث نے آگے بڑھ کر وار کیا اور یہ عاشقِ رسولؐ خاک پر تھا۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ قریش نے خبیب کو ایک درخت کی شاخ سے لٹکا دیا تھا اور پھر نیزوں کی چوکیں دے دے کر قتل کیا۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 515)

حضرت مصلح موعودؓ اس بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ”جب ان کے قتل کا وقت آن پہنچا تو خبیبؓ نے کہا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ قریش نے ان کی یہ بات مان لی اور خبیبؓ نے سب کے سامنے اِس دنیا میں آخری بار اپنے اللہ کی عبادت کی۔ جب وہ نماز ختم کر چکے تو انہوں نے کہا کہ مَیں اپنی نماز جاری رکھنا چاہتا تھا مگر اس خیال سے ختم کر دی ہے کہ کہیں تم یہ نہ سمجھو کہ مَیں مرنے سے ڈرتا ہوں۔ پھر آرام سے اپنا سر قاتل کے سامنے رکھ دیا اور ایسا کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

وَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا عَلٰی اَیِّ جَنْبٍ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِیْ

وَذٰلِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰہِ وَاِنْ یَّشَأْ یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعٍ

یعنی جبکہ مَیں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جارہا ہوں تو مجھے پرواہ نہیں ہے کہ مَیں کس پہلو پر قتل ہو کر گروں۔ یہ سب کچھ خدا کے لئے ہے اور اگر میرا خدا چاہے گا تو میرے جسم کے پارہ پارہ ٹکڑوں پر برکات نازل فرمائے گا۔ خبیبؓ نے ابھی یہ شعر ختم نہ کئے تھے کہ جلاد کی تلوار ان کی گردن پر پڑی اور ان کا سر خاک پر آگرا۔“ (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 262)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت خبیبؓ پہلے تھے جنہوں نے **قتل سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کی سنّت قائم** کی تھی۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع ... حدیث 4086)

حضرت خبیبؓ کی دعا تھی مخالفین کے بارے میں اور اس دعا کے نتیجہ میں ان کا انجام کیا ہوا؟ اس بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی جو بخاری کے شارح ہیں وہ سریہ رجیع کے تحت ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ خبیب نے شہادت کے وقت یہ دعا مانگی کہ اَللّٰھُمَّ أَحْصِھِمْ عَدَدًا۔ کہ اے اللہ! ان دشمنوں کی گنتی کو شمار کر رکھ۔ یہ جو میرے دشمن ہیں ان کی گنتی کر لے تا کہ ان سے بدلہ لے سکے اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ وَاقْتُلْھُمْ بَدَدًا وَلَا تُبْقِ مِنْھُمْ اَحَدًا۔ اور انہیں چُن چُن کر قتل کر اور ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ چھوڑ۔

جب حضرت خبیبؓ قتل کیے جانے کے لیے تختہ پر چڑھے تو اس وقت انہوں نے یہ دعا کی تھی۔ ایک مشرک نے جب یہ دعا سنی کہ اَللّٰھُمَّ أَحْصِھِمْ عَدَدًا وَاقْتُلْھُمْ بَدَدًا۔ یعنی اے اللہ! ان کی گنتی کو شمار کر رکھ اور ان کو چُن چُن کر قتل کر تو وہ خوف سے زمین پر لیٹ گیا۔ کہتے ہیں کہ ابھی ایک سال نہیں گزرا تھا کہ سوائے اس کے جو زمین پر لیٹ گیا حضرت خبیبؓ کے قتل میں شریک تمام لوگ زندہ نہ رہے اور سب ختم ہو گئے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری جزء 7 صفحہ 443 دار الریان للتراث القاھرۃ 1986ء)

بہرحال یہ تو کہیں بھی باقی جگہوں سے ثابت نہیں ہے کہ ایک سال ابھی ختم نہ ہوا تھا کہ سب لوگ ختم ہو گئے۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان میں سے اکثریت ماری گئی۔ یا تو مارے گئے یا فتح مکہ تک قریباً سارے ہی اسلام لے آئے اور یوں حضرت خبیبؓ کی دعا پوری شان سے پوری ہوئی کہ کچھ تو جہنم رسید ہوئے اور باقی لوگوں کو اسلام کی ہدایت نصیب ہوئی۔

ایک سیرت نگار اس حوالے سے لکھتا ہے کہ مشرکین خبیب کی زبان سے یہ کلمات سن کر کانپ اٹھے۔ انہیں یقین تھا کہ خبیب کی یہ بددعا رائیگاں نہیں جائے گی۔ حارث بن بَرصَاء وہاں موجود تھے۔ وہ ابھی مسلمان

نہیں ہوئے تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ خبیب کی بد دعا سنتے ہی مجھے یقین ہو گیا کہ اب یہ بد دعا ان میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ بد دعا سن کر وہاں موجود کافروں اور مشرکوں میں سے بعض لوگ کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر فرار ہو گئے، کچھ لوگوں کے پیچھے چھپنے لگے، یعنی بد دعا کے اثر سے بچنے کے لیے اپنے رواج کے مطابق ایک دوسرے کے پیچھے چھپنے لگ گئے، کچھ درختوں کی اوٹ میں ہو گئے اور کچھ زمین پر لیٹ گئے۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح ہم اس بد دعا سے محفوظ رہیں گے۔ ان کے ہاں روایتی طور پر یہ بات مشہور تھی کہ اگر کسی آدمی کے لیے بد دعا کی جائے اور وہ پہلو کے بل لیٹ جائے تو اس بد دعا کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ حضرت معاویہ بن ابوسفیانؓ اپنے اور اپنے والد کے اسلام قبول کرنے سے پہلے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ دوسرے لوگوں کی طرح مَیں بھی اپنے والد کے ساتھ اس جگہ پہنچا تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ میرے والد خبیب کی بد دعا سے گھبرا گئے۔ انہوں نے مجھے لٹانے کے لیے بہت زور سے زمین کی طرف گھسیٹا۔ مَیں پیٹھ کے بل گرا۔ گرنے کی وجہ سے مجھے اتنی زبردست چوٹ لگی کہ مَیں بڑی مدت تک اس کی تکلیف محسوس کرتا رہا۔

حُوَیطِب بن عبدالعزّیٰ فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت خبیبؓ کی بد دعا سنتے ہی مَیں نے فوراً کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور بھاگ نکلا۔ مَیں ڈر رہا تھا کہ مبادا ان کی بد دعا کی آواز میرے کانوں کے تعاقب میں آ جائے۔ حکیم بن حِزَام بیان کرتے ہیں کہ مَیں حضرت خبیبؓ کی بد دعا سے ڈر کر درختوں کے پیچھے چھپ گیا۔

جُبَیر بن مُطعِم کہتے ہیں کہ مَیں اُس دن حضرت خبیبؓ کی بد دعا کا سامنا کرنے کا حوصلہ نہ کر سکا۔ مَیں نے خوفزدہ ہو کر لوگوں کی آڑ لے لی۔ نوفل بن مُعَاویہ دِیلِی فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس دن میں خبیب کی بد دعا کے وقت موجود تھا۔ مجھے یہ پورا یقین تھا کہ ان کی بد دعا سے وہاں موجود لوگوں میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچے گا۔ مَیں کھڑا ہوا تھا، ان کی بد دعا سے گھبرا گیا اور زمین کی طرف جھک گیا۔ قریش کے لوگوں میں اس بد دعا کا بہت چرچا رہا۔ ایک مہینے یا اس سے زیادہ عرصہ تک ان کی مجلسوں میں خبیب کی بد دعا کا خوف منڈلاتا رہا اور وہ اس پر طرح طرح کے تبصرے کرتے رہے۔

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد6 صفحہ 471-470 مکتبہ دار السلام ریاض 1434ھ)

ایک اَور روایت میں ہے کہ ”اس مجمع میں ایک شخص سعید بن عامر بھی شریک تھا۔ یہ شخص بعد میں مسلمان ہو گیا اور حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت تک اس کا یہ حال تھا کہ جب کبھی اسے حضرت خبیب کا واقعہ یاد آتا تھا تو اس پر غشی کی حالت طاری ہو جاتی تھی۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 515 تا 516)

سعید بن عامر جن کا ابھی ذکر ہوا ہے ان کے بارے میں یہ ملتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں ملک شام میں انہیں ایک جگہ عامل مقرر فرمایا تھا۔ اور بعض اوقات انہیں لوگوں کے درمیان ہی اچانک غشی کا دورہ پڑ جایا کرتا تھا۔ لوگوں نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی کہ یہ بیمار شخص ہے جس کو آپؓ نے ہم پر مقرر فرما دیا ہے۔ ایک مرتبہ جب وہ حضرت عمرؓ سے ملنے آئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ اے سعید! تمہیں کوئی بیماری لاحق ہے؟ اس پر وہ عرض کرنے لگا کہ اے امیر المومنین! مجھے کسی قسم کی کوئی بیماری نہیں ہے۔ بات

صرف اتنی ہے کہ حضرت خبیبؓ کو جس وقت قتل کیا جارہا تھا تو وہاں موجود لوگوں میں مَیں بھی شامل تھا۔ اور اب جب مجھے حضرت خبیبؓ کی وہ بددعا یاد آجاتی ہے تو خوف کے مارے مجھ پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ذکر یوم الرجیع فی سنۃ ثلاث، جزء 2 صفحہ 150، دار المعرفۃ بیروت 2000ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم **کا حضرت خبیبؓ کی نعش کو سولی سے اتارنے** کے لیے ایک پارٹی کو روانہ فرمانے کے بارے میں یہ ذکر ملتا ہے۔ روایت میں بیان ہوا ہے کہ قریش نے سولی کی حفاظت کے لیے چالیس آدمی تعینات کیے تھے تاکہ وہ لاش وہیں لٹکی رہے اور وہیں خراب ہو جائے، گل سڑ جائے یا بعد میں یہ اپنا بدلہ لیتے رہیں۔ بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقدادؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ کو مکہ کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ حضرت خبیبؓ کی لاش کو سولی سے اتاریں۔ آپؐ کو اس کی خبر ہو گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے شاید علم دے دیا ہو۔ بہرحال ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو خبیب کو سولی سے اتارے گا تو اس کے لیے جنت ہو گی۔ حضرت زبیر بن عوامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! مَیں اور میرا ساتھی مقداد بن اسود یہ کام کر لیں گے۔ جب یہ دونوں اس جگہ پہنچے جہاں حضرت خبیبؓ کی نعش تھی تو انہوں نے وہاں چالیس آدمیوں کو پایا لیکن وہ سب کے سب مدہوش سوئے ہوئے تھے۔ ان دونوں نے خبیب کو اتار لیا اور یہ حضرت خبیبؓ کی شہادت کے چالیس روز بعد کا واقعہ ہے۔ حضرت زبیرؓ نے خبیبؓ کی لاش کو اپنے گھوڑے پر رکھ لیا اور وہ دونوں چلے۔ یہاں تک کہ جب کفار کو خبر ہوئی اور انہوں نے حضرت خبیبؓ کو گم پایا تو انہوں نے قریش کو اس کی خبر دی جس پر ان میں سے ستّر سوار نکلے۔ مزید لوگ بھی شامل کیے تاکہ پیچھا کریں۔ پھر جب قریش کے افراد ان دونوں صحابہؓ کے قریب پہنچے تو حضرت زبیرؓ نے حضرت خبیبؓ کی لاش کو زمین پر رکھا اور حضرت زبیرؓ نے اپنے سر سے اپنا عمامہ کھول دیا اور ان سے کہا مَیں زبیر بن عوام ہوں اور یہ میرا ساتھی مقداد بن اسود ہے ہم دونوں ایسے ببر شیر ہیں جنہوں نے اپنے بچوں کو پیچھے چھوڑا ہے۔ اگر تم لوگ چاہو تو ہم تیروں سے تمہارا استقبال کریں اور چاہو تو تم پر آپڑیں اور اگر تم لوگ چاہو تو یہیں سے لَوٹ جاؤ۔ یہ سن کر وہ مشرکین واپس چلے گئے اور اس کے بعد جب حضرت زبیرؓ نے دیکھا کہ حضرت خبیبؓ کی لاش غائب تھی جیسے زمین انہیں نگل گئی ہو جس پر آپؓ کا نام بَلِیْعُ الْاَرْض مشہور ہو گیا یعنی وہ شخص جس کو زمین نگل گئی ہو۔ لاش غائب ہونے کے متعلق اس طرح کی روایات ہیں جو عجیب لگتی ہیں۔ تاہم ایک روایت ہے جو آگے بیان کروں گا، وہ صحیح لگتی ہے کہ کس طرح لاش غائب ہوئی۔ بہرحال حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ پر فرشتوں کے فخر کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کے بعد حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل تھے۔ جبرئیل نے آپؐ سے عرض کیا: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے صحابہؓ میں سے ان دو آدمیوں پر فرشتے بھی فخر کرتے ہیں۔

(سیرت حلبیہ جلد 3 صفحہ 236 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 254 دار الکتب العلمیۃ 2009ء)

سیرت کی کتابوں میں حضرت خُبیبؓ کی نعش لانے کے لیے ایک اَور پارٹی کی روانگی کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ چنانچہ ایک روایت کے مطابق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عَمرو بن امیہؓ کو تنہا بطور جاسوس قریش کی طرف بھیجا۔ انہوں نے بیان کیا مَیں حضرت خبیبؓ کی صلیب کے پاس آیا۔ مَیں جاسوسوں سے ڈر

رہا تھا۔ مَیں صلیب پر چڑھا۔ مَیں نے حضرت خبیبؓ کی نعش کو کھولا تو وہ زمین پر آ گئی۔ میں کچھ دیر کنارہ کش رہا۔ مَیں نے اپنے پیچھے آواز سنی۔ مَیں نے دیکھا تو مَیں نے وہاں حضرت خبیبؓ کی نعش کو نہ پایا گویا کہ زمین نے انہیں نگل لیا۔ آج تک ان کا کوئی نشان نہیں ملا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 45 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس میں بھی مبالغہ لگتا ہے۔ بہرحال اس طرح کی روایات تاریخ میں لکھی ہوئی ہیں۔

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت عمرو بن امیہ ضَمْرِیؓ کے ساتھ حضرت جَبَّار بن صَخْر انصاریؓ کو بھی بھیجا گیا تھا۔ حضرت خبیبؓ کی نعش کی نگرانی کرنے والے قریشیوں نے جب ان دونوں کا پیچھا کیا تو حضرت جبارؓ نے لاش کو ندی میں پھینک دیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے خبیب کی نعش کو کافروں سے غائب کر دیا۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 885 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

بہرحال جیسا کہ مَیں نے **کہا تھا کہ اس کی مختلف روایات ہیں**۔ یہ روایت ہے جو زیادہ صحیح لگتی ہے کہ جب وہ پیچھے دوڑے تو انہوں نے یعنی حضرت جبارؓ نے نعش کو دریا میں پھینک دیا اور دریا اس نعش کو بہا کر لے گیا۔ اور یہ ہوتا ہے کہ دریا کا تیز پانی لاشوں کو بہا کر لے جاتا ہے۔ تو اس بارے میں مختلف روایات آتی ہیں۔ بہرحال ان کی لاش کافروں کے ہاتھ نہیں لگی اور یہی کہتے ہیں کہ زمین نگل گئی، غائب ہو گئی۔ اسی نام سے یعنی بَلِیْعُ الْاَرْض کے نام سے پھر یہ مشہور ہو گئے تھے کہ ان کی نعش زمین میں غائب ہو گئی۔ وہ کفار تو جو کچھ کرنا چاہتے تھے وہ نہ کر سکے اور اس طرح نعش کو اللہ تعالیٰ نے بے حرمتی سے محفوظ رکھا۔ اللہ تعالیٰ اس طرح بھی اپنے پیاروں کی حفاظت کرتا تھا۔ بہت سے ایسے مواقع ہیں جہاں نعشوں کو محفوظ رکھا۔ پچھلی دفعہ مَیں نے ایک واقعہ سنایا تھا بھڑوں اور شہد کی مکھیوں کے ذریعہ سے نعش کو محفوظ رکھا۔ بے حرمتی نہیں ہو سکی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 353 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

بہرحال یہ وہ لوگ تھے جو اللہ تعالیٰ سے پیار کرنے والے اور اللہ کی خاطر قربانیاں کرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی ان کی قدر کرتا تھا اور پھر مرنے کے بعد بھی ان کی نعشوں کو محفوظ رکھا۔ اس سریہ کا ذکر یہاں ختم ہوا۔

دعا کی طرف مَیں توجہ دلاتا رہتا ہوں۔ فلسطینیوں کے لیے خاص طور پر دعا کریں۔ اب تو انتہا ہو گئی ہے۔ رَفَح کے بارے میں پہلے یہ تھا کہ امریکہ کہتا تھا کہ یہ ہماری ریڈ لائن ہو گی اور اب کہتے ہیں کہ نہیں ابھی نہیں ختم ہوئی۔ ان کی ریڈ لائن کا معیار پتہ نہیں کیا ہے؟ کتنے لاکھ لوگوں کو مارنا ہے انہوں نے پھر ان میں کوئی ہل جُل پیدا ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں سے دنیا کو نجات دے اور معصوم فلسطینیوں کو بھی نجات دے۔

اسی طرح سوڈان کے لوگوں کے لیے دعا کریں۔ وہاں تو خود اپنی قوم کے لوگ اپنی قوم کے لوگوں کو مار رہے ہیں۔ مسلمان مسلمانوں کو مار رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی عقل دے اور یہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے جو احکامات ہیں، یہ مسلمان کہلاتے ہوئے پھر ان پر عمل کرنے والے بھی ہوں۔

یمن کے اسیر ان کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کی رہائی کے سامان پیدا فرمائے۔

پاکستان کے احمدیوں کے لیے دعا کریں۔ وہاں بھی حالات اوپر نیچے ہوتے رہتے ہیں اور اب جبکہ عید قریب آ رہی ہے تو مولوی ان دنوں میں مزید سرگرم ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ہر شر سے محفوظ

رکھے۔ اسیر ان کی رہائی کے بھی جلد سامان پیدا فرمائے۔

اب میں جمعہ کے بعد نماز جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ پہلا جنازہ ہمارے **ایک مربی سلسلہ چودھری منیر احمد صاحب** کا ہے جو ایم ٹی اے انٹرنیشنل ٹیلی پورٹ امریکہ کے ڈائریکٹر تھے۔ گذشتہ دنوں تہتر (73) سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ان کے خاندان میں احمدیت ان کے پڑنانا حضرت مولوی فضل دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ سے آئی جن کا نام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین سو تیرہ صحابہ کی فہرست میں دوسرے نمبر پر ہے۔ چودھری منیر صاحب نے 1978ء میں جامعہ احمدیہ سے شاہد کا امتحان پاس کیا۔ پھر پاکستان میں مختلف جگہوں پر مربی کی حیثیت سے خدمت کی۔ پھر معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ 81ء میں امریکہ بھجوائے گئے۔ 90ء تک وہاں رہے۔ پھر اس کے بعد واپس آ گئے۔ پھر 94ء میں دوبارہ امریکہ چلے گئے اور تادم آخر امریکہ میں ہی رہے اور جماعت کی خدمت کرتے رہے۔ آپ نے ایم ٹی اے ٹیلی پورٹ امریکہ کے قیام میں نمایاں کردار ادا کیا۔ پہلے تو صرف وہاں سے ٹرانسمٹ (transmit) کرنے کا یہ ایک چھوٹا سا سٹوڈیو تھا۔ پھر اس میں وسعت پیدا کی گئی اور باقاعدہ نارتھ، ساؤتھ امریکہ کے لیے ایک علیحدہ محکمہ، شعبہ کھولا گیا اور وہاں مَیں نے ان کو ایم ٹی اے کا ڈائریکٹر بنایا۔ اور بڑی محنت سے، بڑی جانفشانی سے بڑی ٹیکنیکل skill سے جو انہوں نے حاصل نہیں کی تھی، دنیاوی علم سے ان کو حاصل نہیں ہوئی یعنی خاص طور پر کوئی ڈگری لے کے نہیں پڑھی، لیکن یہ کام کرنے کا شوق تھا اس لیے خود علم حاصل کیا اور اس ٹیلی پورٹ کو انہوں نے بڑے احسن رنگ میں چلایا اور ہر طرح سے اس کو ٹیکنیکلی بھی اعلیٰ معیار پہ پہنچایا۔ ان کے پسماندگان میں ان کی اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔

ان کے بچوں نے بتایا کہ ہمیشہ خدا تعالیٰ پر توکل کرنے والے اور مشکل وقت میں دعا کی طرف توجہ دلاتے تھے۔ یہی کہتے تھے کہ جو اسباب ہیں وہ استعمال کرو اور پھر معاملہ ہمیشہ خدا تعالیٰ پر چھوڑو۔ مہمان نوازی کی صفت بہت نمایاں تھی۔ ہر وقت گھر مہمانوں کے لیے کھلا رہتا۔ بچوں کو ہمیشہ خلافت سے بھرپور تعلق کی تلقین کرتے۔ ایم ٹی اے کے لیے جو بھی صلاحیتیں تھیں استعمال کرتے بلکہ ان کے بچے کہتے ہیں کہ ہسپتال میں بھی جب مختلف وقتوں میں بیمار رہے۔ یہ مختلف وقتوں میں کافی لمبا عرصہ بیمار رہے ہیں۔ ہسپتال بھی داخل ہوتے تو وہاں بھی ایم ٹی اے کے لیے کام کرتے رہتے تھے۔ غرضیکہ ایک واقف زندگی کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔

مرزا مغفور احمد صاحب امیر جماعت امریکہ لکھتے ہیں کہ بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ نہ صرف اپنے شعبے کو بہتر بنانے کے لیے محنت اور توجہ سے کام کرتے تھے بلکہ اپنا وقت اور علم جماعت کے دوسرے کاموں کو دینے میں بھی کبھی تامل نہیں کرتے تھے۔ بعض جماعتی کاموں میں انہوں نے خاکسار کی بھی انتہائی خوشی اور توجہ سے مدد کی۔ اگر جماعتی مفاد کے لیے ان کے علم میں کوئی معلومات آتیں تو وہ جماعتی انتظامیہ کے ساتھ رابطہ کرتے اور اس طرف توجہ دلایا کرتے تھے۔ نظام جماعت کے ساتھ پورے تعاون اور اس کی اہمیت کا ان کے قول و فعل سے بخوبی پتہ چلتا تھا۔ خلافت کے جاں نثار، مطیع اور فرمانبردار تھے۔ خلیفہ وقت کے ارشادات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ کہتے ہیں مَیں نے ہمیشہ ان کو خلیفۃ المسیح کی

خواہشات اور توقعات پر پوری تندہی کے ساتھ عمل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے پایا۔

امیر جماعت برکینا فاسو جو اِن کے عزیز بھی ہیں لکھتے ہیں کہ بچپن کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ چند ماہ کے تھے جب آپ شدید بیمار ہو گئے۔ آخری آثار نظر آنے لگے۔ مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ ان دنوں میں ان کے علاقے میں قیام پذیر تھے۔ ان کی والدہ ان کی بیماری میں گھبراہٹ میں مولوی صاحبؓ کے پاس ان کو لے گئیں اور مولوی صاحبؓ کی گود میں دیتے ہوئے کہا مولوی صاحب! یہ گیا۔ اور روتی جارہی تھیں۔ مولوی صاحبؓ نے بچہ کو اٹھایا اور فرمایا: ٹھیک ہو جائے گا اسے وقف کر دو۔ اس طرح وہ بچپن میں ہی وقف ہو گئے۔ وہاں ماں نے عہد کیا کہ وقف کر دوں گی۔ خود بھی یہ کہتے تھے مجھے میر صاحب نے تلقین کی تھی کیونکہ مَیں پڑھائی وغیرہ میں اچھا نہیں تھا کہ سورۃ فاتحہ اسمبلی کے دوران پڑھا کرو جو مَیں مستقل پڑھتا تھا۔

شمشاد ناصر صاحب مربی کہتے ہیں اور تقریباً ہر ایک نے ان کی یہی خوبیاں لکھی ہیں کہ خلافت کے احکامات کی پوری اطاعت اور فرمانبرداری کرنے والے۔ اکثر بیمار رہنے کے باوجود کسی کو کبھی نہیں بتایا اور نہ کبھی احساس ہونے دیا کہ کسی تکلیف میں ہیں۔ بس ہمیشہ اپنے کام سے کام رکھا اور بڑی محنت سے اسی میں جتے رہے۔ ہر قسم کے معاملات پر بڑی دسترس تھی۔ گہرائی سے ہر چیز کا مطالعہ کرتے۔ پھر مربیان کی راہنمائی بھی فرماتے تھے۔ بہترین منتظم بھی تھے اور ساتھیوں کے ساتھ بہت مشفقانہ سلوک کرتے تھے۔ مہمان نوازی بھی تھی ان میں۔ غیروں نے بھی محسوس کیا صرف بچوں نے ہی نہیں لکھا۔ ہر ایک سے مسکرا کے ملنا ان کا شیوہ تھا۔ طبیعت بڑی دھیمی تھی مگر ہمت سے کام لینے والے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دماغ میں عجیب صلاحیتیں رکھی تھیں۔ مربی تھے مگر جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ارتھ سٹیشن میں تقرری فرمائی تو ہر چیز کا گہرائی میں جا کر مطالعہ کیا اور پھر اس کو انتہائی کامیابی تک لے گئے۔

جب نئی ڈش لگوانے کے لیے کارروائی شروع ہوئی تا کہ وہاں سے پروگرام سارے امریکہ میں ٹرانسمٹ ہو سکے تو متعلقہ ادارے سے اجازت لینی تھی۔ وہاں سے انسپکٹر آیا اور اس نے اجازت نہیں دی اور فارم پہ سائن نہیں کیے۔ بہرحال انہوں نے پھر مجھے لکھا۔ مَیں نے کہا آپ کوشش کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔ کچھ عرصہ بعد وہاں سے دوبارہ ایک انسپکٹر آیا جو گھانا کا رہنے والا تھا۔ اس نے جب جماعت کا نام سنا تو کہنے لگا کہ مَیں بھی جماعت کے احمدیہ سکول میں پڑھا ہوا ہوں اور پھر اس نے وہیں اس پہ سائن کر دیے اور اجازت مل گئی۔ تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی خاص تائید تھی۔ ان کی محنت اور دعا سے اللہ تعالیٰ نے اس کام کو بھی آسان کر دیا۔

لئیق مشتاق صاحب مربی سُرینام کہتے ہیں کہ انہوں نے جنوبی امریکہ کے ممالک کا دورہ کیا اور ایم ٹی اے کے بارے میں معلومات لیں۔ تین دن سرینام میں قیام کیا اور انہوں نے کہا کہ مجھے خلیفہ وقت نے یہاں ایک مقصد کے لیے بھجوایا ہے مَیں صرف یہی کام کروں گا اس لیے کوئی سیر ویر کا پروگرام نہیں ہو گا۔ اور پورا وقت ایم ٹی اے کی نشریات کے ٹیسٹ، گھروں کا دورہ کر کے افراد جماعت کو ایم ٹی اے سے استفادہ کرنے اور نوجوانوں کو ایم ٹی اے کی نشریات کے دوران پیش آنے والے مسائل کو حل کرنے کے طریقے سمجھانے پر صَرف کیا۔

یہ کہتے ہیں کہ میرے ساتھ ایک دفعہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک مربی نے مجھ سے شکوہ کیا۔ بعض دفعہ مربیان بھی ایسے شکوے کر دیتے ہیں۔ اب بھی کر دیتے ہیں کہ ہمیں سات سال جامعہ میں پڑھایا گیا۔ اب

ہمیں دفتر میں بٹھا دیا گیا ہے۔ تو مَیں نے، چودھری منیر صاحب نے اسے جواب دیا تھا کہ خلیفہ وقت بہتر جانتے ہیں کہ کس سے کب کیا کام لینا ہے۔ مبلغ سلسلہ ہوں۔ کہتے ہیں مَیں بھی مبلغ سلسلہ ہوں مگر گذشتہ پندرہ سال سے خلیفہ وقت کے حکم سے میں ٹیلی پورٹ کا کام کر رہا ہوں۔ ہتھوڑی پلاس ہاتھ میں ہوتا ہے۔ ٹیکنیکل کام بھی کرتا ہوں۔ اگر مجھے خلیفہ وقت کی طرف سے کہا جائے کہ گلیوں میں جھاڑو پھیرو تو مَیں شرح صدر کے ساتھ یہ کام کروں گا اور خود کو خاکروب کہلاؤں گا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک دفعہ فرمایا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب ہمیں مربیان کو یہاں لگانا ہو گا۔ ہمارے دفتروں میں کام کرنے والے بھی مربی ہوں گے۔ یہ نہیں کہ دوسرا کلیریکل (clerical) سٹاف لیا جائے۔ اس لیے ہر مربی کو یہ دماغوں سے نکال دینا چاہیے کہ اس سے کیا خدمت لی جا رہی ہے۔ کہیں بھی کوئی بھی خدمت لی جا سکتی ہے۔ جامعہ پڑھے ہیں تو اچھی بات ہے کہ ایک دینی علم ان کو حاصل ہو گیا۔ اس دینی علم کو استعمال کرتے رہنا چاہیے۔

غالب خان ایم ٹی اے سٹوڈیوز امریکہ کے انچارج ہیں۔ کہتے ہیں ہر کام وہ خود تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کرتے تھے۔ اس کا ریکارڈ رکھنا، سٹاف کے اوقات، سائٹ دیکھنا، عمارت کی صفائی کا وہ خود خیال رکھتے تھے۔ اور ہر وقت اسی بات میں توجہ رہتی تھی کہ کس طرح اس نظام کو بہتر سے بہتر کیا جائے۔ پھر اپنے ساتھیوں سے بھی نرم مزاجی سے پیش آتے۔ اعلیٰ منتظم تھے لیکن مضبوط عزم و ہمت والے تھے۔

مرزا محمد افضل صاحب لکھتے ہیں کہ ان سے چھپن سال سے واقفیت تھی۔ اکٹھے امریکہ آئے تھے۔ خلافت کے فدائی تھے۔ 1974ء میں اسیری بھی کاٹی۔ اخلاص و وفا کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ عشق کے جذبے سے خدمت کرتے تھے۔ کام کا طریقہ بہت منظم ہوا کرتا تھا۔ کسی بھی خدمت سے انکار ان کی فطرت میں نہیں تھا۔ ہمیشہ ان کو خلافت کا سلطان نصیر ہی پایا۔

ظفر سرور صاحب بھی کہتے ہیں کہ جب امریکہ سے ٹیلی پورٹ کی ٹرانسمیشن کا آغاز ہوا تو انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کو درخواست کی کہ ٹیکنیکل کام ہے اس کے لیے ایک انجینئر دیا جائے تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کو فرمایا کہ آپ خود انجینئر بننے کی کوشش کریں۔

چنانچہ پھر انہوں نے خود ہی یہ کام سیکھا اور اس پر عبور حاصل کیا اور بڑے پُراعتماد طریقے سے انہوں نے یہ سارے کام کیے۔ انتیس سال تک انہوں نے ایم ٹی اے کی خدمت کی باوجود اس کے کہ اتنا عرصہ ان کو دل کی بیماری بھی رہی۔ اب نارتھ امریکہ، ساؤتھ امریکہ میں ان کی وجہ سے ہی ایم ٹی اے پروگرام بڑے آرام سے دیکھے جا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب لاس اینجلس امریکہ لکھتے ہیں کہ 1993ء میں لاس اینجلس میں ان کی تقرری ہوئی۔ ہمارے ساتھ مل کر چینو (Chino) میں زمین خریدی اور پھر فوراً مسجد کی تعمیر کی کوشش کی۔ مرحوم بہت نڈر اور بہادر اور متوکل علی اللہ انسان تھے۔ چینو کے میئر کے پاس جماعت کے تعارف کے لیے اس کے دفتر گئے اور تعارف کروانے کے بعد چینو میں مسجد کی تعمیر کا بتایا۔ میئر نے فوراً کہا کہ مسجد بالکل نہیں بنے گی۔ اور بڑے غصہ میں یہ جملہ کہا کہ over my dead body۔ یہ سنتے ہی چودھری صاحب غیر معمولی جوش کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور کہا کہ میئر صاحب! یہ مسجد اللہ تعالیٰ کی عبادت گاہ ہے اور بنے گی اور ضرور بنے

گی! چنانچہ الحمدللہ وہاں مسجد تعمیر ہوئی اور پھر اسی میئر نے مسجد میں آکر معافی مانگی اور پھر اس کے بعد کئی بار وہ مسجد میں آتا رہا۔ بڑے نڈر آدمی تھے۔

حماد صاحب مربی ہیں۔ منیر صاحب ان کے رشتہ دار تھے۔ کہتے ہیں مَیں فیلڈ میں آیا ہوں تو مجھے شروع میں مشکلات پیش آنی شروع ہوئیں۔ بڑے پیار سے میری باتیں سنیں۔ مجھے سمجھایا۔ بڑی پُر حکمت نصیحتیں کیں اور اس طرح جو معاملات اور مشکلات تھے میرے خود بخود حل ہو گئے۔ بہت سارے معاملات میں ان سے میں نصیحت لیا کرتا تھا۔

منیر شمس صاحب ڈائریکٹر ایم ٹی اے کہتے ہیں کہ ٹیلی پورٹ کا سیٹ اَپ انہوں نے بڑے احسن رنگ میں کیا۔ چودھری منیر صاحب کی خوبیوں کے ساتھ ایک خوبی یہ تھی کہ ہر کام میں مشورہ کے ساتھ ہمیشہ جماعت کا پیسہ بچانے کی کوشش کرتے تھے اور صرف وہی مشینری حاصل کرتے تھے جس کی از حد ضرورت ہوتی تھی۔ آپ کے ہر قول و فعل میں خلافت کے ساتھ بے حد اخلاص و وفا کا تعلق نمایاں ہوتا تھا اور یہی ہوتا تھا کہ خلیفہ وقت کے ہر لفظ کی حرف بہ حرف اطاعت کی جائے۔ ایم ٹی اے ٹیلی پورٹ کے ڈائریکٹر تھے لیکن کوئی نمائش اور نمود و نمایہ نہیں تھا کہ مَیں نے یہ کام کیا اور میری وجہ سے یہ کامیابی ہو رہی ہے۔ بڑی عاجزی سے کام کرنے والے تھے بلکہ دوسروں کو کریڈٹ دے دیتے تھے۔

مَیں نے دیکھا ہے بڑی وفا کے ساتھ انہوں نے اپنا وقف نبھایا اور بے لوث ہو کر انہوں نے ایم ٹی اے کو امریکہ کے براعظم میں پہنچانے کی بھرپور کوشش کی۔ جو ایمانداری سے سمجھا اس کے بارے میں بڑے اچھے مشورے دیے۔ مجھے بھی لکھتے رہتے تھے۔ آگے آ کے اپنی اہمیت بتانے کا شوق نہیں تھا۔ بس ایک لگن تھی کہ جو کام خلیفہ وقت کی طرف سے مجھے سپرد کیا گیا ہے اسے مَیں احسن رنگ میں پورا کرنے کی کوشش کروں۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے درجات بلند فرمائے۔

دوسرا **ذکر ہے مکرم عبدالرحمٰن کٹی** (Kutty) صاحب الانلور (Alanallor) کیرالہ۔ گذشتہ دنوں میں ان کی بھی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ سولہ سال کی عمر میں اپنے ماموں مولانا محمد علوی صاحب کے ذریعہ بیعت کی توفیق پائی۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند، جماعت کے ساتھ بہت اخلاص کا تعلق رکھنے والے، سادہ طبیعت کے مالک، عاجز اور نیک انسان تھے۔ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ ہر کام میں کوئی نہ کوئی دینی پہلو ضرور شامل رکھتے۔

ان کے بیٹے لکھتے ہیں انہوں نے ہماری تربیت میں دینی پہلو کو مقدّم کیا۔ چنانچہ صبح سویرے سکول جانے سے پہلے ایک دو گھنٹے کے لیے دینی مدرسے میں بھیجتے اور رات کو سونے سے پہلے قرآن شریف کی تلاوت بڑی باقاعدگی سے کرواتے تھے۔

ان کی اہلیہ تین سال پہلے وفات پا گئی تھیں۔ پسماندگان میں دو بیٹیاں اور چار بیٹے شامل ہیں۔ ایک بیٹے شمس الدین مالاباری صاحب مبلغ انچارج کبابیر کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے ہیں جو جنازے میں شامل نہیں ہو سکے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 21/ جون 2024ء جلد 31 شمارہ 147 صفحہ 02 تا 06)

23

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 07/ جون2024ء بمطابق 07/ احسان 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج جس سریہ کا ذکر کروں گا وہ سَریہ حضرت **مُنذِر بن عَمروؓ یا سریہ بئرِ معونہ کہلاتا ہے**۔ یہ دردناک حادثہ بھی 4ہجری میں ہوا۔ بعض کے نزدیک یہ سریہ رجیع سے پہلے اور بعض کے نزدیک رجیع کے بعد ہوا۔ یہ واقعہ بھی سریہ رجیع کی طرح دشمن کی بدعہدی اور سفاکی کا بدترین نمونہ ہے۔ اس سَریّہ کو سریہ بئرِ مَعُونَہ کہا جاتا ہے۔ بئرِ مَعُونہ مکہ سے مدینہ جانے والے راستے پر بنو سُلَیم کے علاقے میں ایک کنواں تھا اور اسی نام کا علاقہ بھی تھا۔ اسی وجہ سے اس کا نام سریہ بئرِ معونہ مشہور ہوا۔ اس سریہ کے امیر حضرت مُنذِر بن عَمروؓ تھے اس لیے اس کو سریہ حضرت مُنذِر بن عَمروؓ بھی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اسے سَریۃ القُرّاء کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ سریہ بئرِ معونہ میں روانہ ہونے والے سب صحابہؓ نوجوان تھے۔ قرآن کے قاری ہونے کی وجہ سے لوگ انہیں قرّاء کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد6 صفحہ57 دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد6 صفحہ 487، 491 دارالسّلام ریسرچ سنٹر)
(فرہنگ سیرت صفحہ 69 زوار اکیڈمی کراچی 2003ء)

اس سریہ کے پس منظر کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ:

”قبائلِ سُلَیم وغَطَفَان... یہ قبائل عرب کے وسط میں سطح مرتفع نجد پر آباد تھے اور مسلمانوں کے خلاف قریش مکہ کے ساتھ ساز باز رکھتے تھے اور آہستہ آہستہ ان شریر قبائل کی شرارت بڑھتی جاتی تھی اور سارا سطح مرتفع نجد اسلام کی عداوت کے زہر سے مسموم ہوتا چلا جارہا تھا۔

چنانچہ“ لکھا ہے کہ ”ان ایام میں جن کا ہم اس وقت ذکر کررہے ہیں ایک شخص ابوبَرَاء عَامِری جو وسط عرب کے قبیلہ بنو عامر کا ایک رئیس تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ آپؐ نے بڑی نرمی اور شفقت کے ساتھ اسے اسلام کی تبلیغ فرمائی اور اس نے بھی بظاہر شوق اور توجہ کے ساتھ آپؐ کی تقریر کو سنا مگر مسلمان نہیں ہوا۔ البتہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا کہ آپؐ میرے ساتھ اپنے چند اصحاب نجد کی طرف روانہ فرمائیں جو وہاں جاکر اہل نجد میں اسلام کی تبلیغ کریں اور مجھے امید ہے کہ نجدی لوگ آپؐ کی دعوت کو ردّ نہیں کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے تو اہلِ نجد پر اعتماد نہیں ہے۔ ابوبَرَاء نے کہا کہ آپؐ ہرگز فکر نہ کریں۔ مَیں ان کی حفاظت کا ضامن ہوتا ہوں۔“ جو لوگ آپ بھیجیں گے۔ ”چونکہ ابوبَرَاء ایک قبیلہ کا رئیس اور صاحبِ اثر آدمی تھا آپؐ نے اس کے اطمینان دلانے پر

یقین کر لیا اور صحابہؓ کی ایک جماعت نجد کی طرف روانہ فرمادی۔ یہ تاریخ کی روایت ہے۔

بخاری میں آتا ہے کہ قبائل رِعْل اور ذَکْوَان وغیرہ (جو مشہور قبیلہ بنو سُلَیم کی شاخ تھے) ان کے چند لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کا اظہار کر کے درخواست کی کہ ہماری قوم میں سے جو لوگ اسلام کے دشمن ہیں ان کے خلاف ہماری امداد کے لئے..... چند آدمی روانہ کئے جائیں۔'' یہاں یہ تشریح نہیں آئی کہ کس قسم کی امداد تھی۔ تبلیغی یا فوجی۔ بہرحال ''جس پر آپؐ نے یہ دستہ روانہ فرمایا..... بدقسمتی سے بئرِ مَعُونہ کی تفصیلات میں بخاری کی روایات میں بھی کچھ خلط واقع ہو گیا ہے جس کی وجہ سے حقیقت پوری طرح متعین نہیں ہو سکتی مگر بہرحال اس قدر یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر قبائل رِعل اور ذَکْوَان وغیرہ کے لوگ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے اور انہوں نے یہ درخواست کی تھی کہ چند صحابہؓ ان کے ساتھ بھجوائے جائیں۔ ان دونوں روایتوں کی مطابقت کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ رعل اور ذکوان کے لوگوں کے ساتھ ابوبَرَاء عامری رئیس قبیلہ عامر بھی آیا ہو اور اس نے ان کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بات کی ہو۔

چنانچہ تاریخی روایات کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ مجھے اہلِ نجد کی طرف سے اطمینان نہیں ہے اور پھر اس کا یہ جواب دینا کہ آپؐ کوئی فکر نہ کریں۔ مَیں اس کا ضامن ہوتا ہوں کہ آپؐ کے صحابہؓ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ابوبَرَاء کے ساتھ رِعل اور ذکوان کے لوگ بھی آئے تھے جن کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فکر مند تھے۔ واللہ اعلم۔

بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صَفر 4 ہجری میں مُنذِر بن عَمر وانصاریؓ کی امارت میں صحابہؓ کی ایک پارٹی روانہ فرمائی۔ یہ لوگ عموماً انصار میں سے تھے اور تعداد میں ستر تھے اور قریباً سارے کے سارے قاری یعنی قرآن خوان تھے۔'' (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 518-517)

اس بارے میں ایک مصنف لکھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر آن، ہر گھڑی یہی تمنا دامن گیر رہتی تھی کہ اللہ کا دین ساری دنیا میں غالب آ جائے۔ سب لوگ اسلام کے سایۂ عاطفت میں آ جائیں اور ایک اللہ کی بندگی اختیار کر لیں تا کہ وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو جائیں۔ اسی لیے آپؐ دین کی دعوت و تبلیغ کے فرض کو بے حد اہمیت دیتے تھے اور اس کے لیے تمام وسائل بروئے کار لانے اور بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نجد کے اوباش دیہی باشندوں سے خطرہ لاحق ہونے کے باوجود آپؐ نے اللہ پر توکل کیا اور ابوبَرَاء کی یقین دہانی پر صحابہؓ کی ایک عظیم جماعت ان کی طرف روانہ فرمادی۔ اتنا بڑا اقدام آپؐ نے محض دعوت و تبلیغ کا فرض پورا کرنے اور اسلام کی نشر و اشاعت کا مقدس کام آگے بڑھانے کے لیے کیا۔ (سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 6 صفحہ 491-490 دارالسلام ریسرچ سنٹر)

بہرحال امیر لشکر حضرت مُنذِر بن عَمروؓ بنو سلیم کے ایک رہبر مُطلب سُلمی کے ہمراہ نکلے۔ جب وہ بئرِ معونہ پر پہنچے تو خیمے لگا لیے اور حضرت عَمرو بن امیہ ضَمْرِیؓ کی نگرانی میں اپنی سواری کے جانور چرنے کے لیے چھوڑ دیے۔ ان کے ہمراہ حارث بن صِمَّہؓ بھی تھے۔ ابنِ ہشام نے حارث کی جگہ مُنذِر بن محمد کا نام لکھا ہے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 58 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس سَریہ کے تعلق میں **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مکتوب کا بھی ذکر ملتا ہے** جو آپؐ نے عامر بن طفیل کے نام لکھا تھا۔ اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کی جماعت کو عامر بن طفیل کے نام ایک مکتوب گرامی بھی عنایت فرمایا تھا۔ یہ ابوبَرَاء عامر بن مالک کا بھتیجا اور بنو عامر کے سرداروں میں سے ایک متکبر اور مغرور سردار تھا۔ اس کا ماجرا یہ تھا کہ یہ شخص اپنے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی حقانیت اور صداقت کا معترف تھا اور یہ حقیقت اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ عنقریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پورے جزیرہ نما عرب پر غلبہ اور اقتدار حاصل ہو جائے گا لیکن دریں اثنا خود اپنی حکمرانی کے خواب دیکھنے لگا۔ اس کے ذہن میں یہ شیطانی سوچ انگڑائیاں لینے لگی کہ کیوں نہ مَیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر پہلے ہی سے کوئی سودے بازی کر لوں۔ چنانچہ وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ مَیں آپ کو اختیار دیتا ہوں کہ بادیہ نشینوں پر آپ کی اور شہر کے رہنے والوں پر میری حکومت ہو یا آپ کے بعد مَیں آپ کا خلیفہ اور جانشین بنوں یا مَیں غطفان کے ایک ہزار سرخ و زرد گھوڑوں اور ایک ہزار اونٹنیوں کے جتھے کے ساتھ آپ سے لڑوں گا۔ تین شرطیں اس نے پیش کیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن طفیل کے یہ جاہلانہ مطالبے مسترد کر دیے۔ کوئی بات نہیں مانی۔ وہ نامراد ہو کر لوٹ گیا۔

سریہ بئر معونہ کے موقع کی مناسبت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب سمجھا کہ اسے دین کی دعوت دی جائے۔ چنانچہ آپؐ نے خاص طور پر اس کے نام ایک مکتوب گرامی صحابہؓ کے ہاتھ روانہ فرمایا۔

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 6 صفحہ 493-492 دارالسّلام ریسرچ سنٹر)

امیر لشکر حضرت مُنذِر بن عَمروؓ نے حضرت حَرَام بن مِلحَانؓ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب دے کر قبیلہ بنو عامر کے سردار عامر بن طفیل کی طرف بھیجا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 58 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت حرام بن مِلحانؓ کے اس خط لے جانے کی تفصیل میں لکھا ہے کہ حضرت حرام بن مِلحانؓ نے اپنے ساتھ دو اَور ساتھیوں کو لیا جن میں سے ایک صحابی ایک ٹانگ سے معذور تھے۔ ان کا نام کعب بن زید تھا جبکہ دوسرے ساتھی کے نام کے بارے میں اکثر سیرت نگار خاموش ہیں البتہ بخاری کی ایک شرح فتح الباری میں زیر باب غزوۃ الرجیع میں اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے دوسرے ساتھی کا نام مُنذِر بن محمد بیان کیا ہے۔ بہرحال یہ تینوں افراد چل پڑے۔ حضرت حرامؓ نے اپنے دونوں ساتھیوں کو پہلے ہی بتا رکھا تھا کہ تم میرے قریب ہی رہنا۔ مَیں ان کے پاس جاتا ہوں اگر انہوں نے مجھے امان دے دی تو ٹھیک ہے اور اگر مجھے قتل کر دیا گیا تو آپ دونوں اپنے ساتھیوں کے پاس واپس چلے جانا۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 156 بزم اقبال لاہور)

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 448 دار الریان للتراث القاھرۃ 1986ء)

اس کے بعد وہ خود بے دھڑک اللہ کے دشمن عامر بن طفیل کے پاس چلے گئے۔ وہ بنو عامر کے کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ حرام نے ان سب کو مخاطب کر کے کہا کیا تم مجھے اس امر پر امان دیتے ہو کہ مَیں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی پہنچا دوں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ ہم آپ کو امان دیتے ہیں۔ حرام ان

سے گفتگو کرنے لگے۔ موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں ہے کہ حرام ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھنے لگے۔ تاریخ طبری میں ہے کہ حرام نے ان لوگوں سے خطاب فرماتے ہوئے کہا:

اے بئر معونہ والو! مَیں تمہارے پاس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرستادہ بن کر آیا ہوں۔ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ۔ ابھی حرام کی یہ مبارک گفتگو جاری ہی تھی کہ وہاں موجود لوگوں نے اپنے خُبثِ باطن کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے اپنے ایک آدمی کو اشارہ کر دیا وہ فوراً حرام کی پشت کی طرف جا پہنچا اور ان پر نیزے کا وار کیا جو ان کے جسم کے آر پار ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حرام خط لے کر عامر بن طفیل کے پاس گئے تو اس ظالم نے خط دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا اور ان پر حملہ کر کے انہیں شہید کر ڈالا۔ (سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 6 صفحہ 495-494 دارالسلام ریسرچ سنٹر)

بہرحال جب حضرت حَرَامؓ کے آنے میں دیر ہوئی تو مسلمان ان کے پیچھے آئے۔ کچھ دُور جا کر ان کا سامنا اس جتھے سے ہوا جو حملہ کرنے کے لیے آ رہا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو گھیر لیا۔ دشمن تعداد میں بھی زیادہ تھے۔ جنگ ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ شہید کر دیے گئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 40 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

اس سریہ میں حضرت عامر بن فُہیرہؓ کی شہادت کا ذکر یوں ملتا ہے: یہ حضرت ابو بکرؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ ہجرتِ مدینہ میں شامل تھے۔ یہ بھی بئر معونہ کے وقت میں شہید ہوئے تھے۔ جب وہ لوگ بئر معونہ میں قتل کیے گئے اور حضرت عَمرو بن امیہ ضَمْرِیؓ قید کیے گئے تو عامر بن طفیل نے ان سے پوچھا یہ کون ہے؟ اور اس نے ایک مقتول کی طرف اشارہ کیا تو عَمرو بن امیہ نے جواب دیا کہ یہ عامر بن فُہیرہ ہیں۔ عامر بن طُفیل نے کہا کہ مَیں نے عامر بن فُہیرہ کو دیکھا کہ وہ قتل کیے جانے کے بعد آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں۔ یہ ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا۔ تب اس نے یہ نظارہ دیکھا۔ یہاں تک کہ مَیں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ آسمان ان کے اور زمین کے درمیان ہے۔ پھر وہ زمین پر اتارے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خبر پہنچی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قتل کیے جانے کی خبر صحابہؓ کو دی اور فرمایا تمہارے ساتھی شہید ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنے ربّ سے دعا کی ہے کہ اے ہمارے رب! ہمارے متعلق ہمارے بھائیوں کو بتا کہ ہم تجھ سے خوش ہو گئے اور تُو ہم سے خوش ہو گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق بتا دیا۔ صحیح بخاری کی یہ روایت ہے۔ حضرت عامر بن فُہیرہؓ کو کس نے شہید کیا، اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ آپؓ کو عامر بن طفیل نے شہید کیا جبکہ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کو جَبار بن سَلمٰی نے شہید کیا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع... حدیث 4093)

(الاستیعاب جلد 2 صفحہ 796 دار الجیل بیروت 1992ء)

(الاستیعاب جلد 1 صفحہ 230-229 دار الجیل بیروت 1992ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عامر بن فُہیرہؓ کی شہادت کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

’’اسلام نے تلوار کے زور سے فتح نہیں پائی بلکہ اسلام نے اس اعلیٰ تعلیم کے ذریعہ سے فتح پائی ہے جو دلوں میں اتر جاتی تھی اور اخلاق میں ایک اعلیٰ درجہ کا تغیر پیدا کر دیتی تھی۔ایک صحابی کہتے ہیں میرے مسلمان ہونے کی وجہ محض یہ ہوئی کہ مَیں اس قوم میں مہمان ٹھہرا ہوا تھا جس نے غداری کرتے ہوئے مسلمانوں کے ستّر قاری شہید کر دیے تھے۔ جب انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا تو کچھ تو اونچے ٹیلے پر چڑھ گئے اور کچھ ان کے مقابلہ میں کھڑے رہے۔ چونکہ دشمن بہت بڑی تعداد میں تھا اور مسلمان بہت تھوڑے تھے اور وہ بھی نہتے اور بے سروسامان تھے اِس لئے انہوں نے ایک ایک کر کے تمام مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ آخر میں صرف ایک صحابی رہ گئے جو ہجرت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے ان کا نام عامر بن فُہیرہؓ تھا۔ بہت سے لوگوں نے مل کر ان کو پکڑ لیا اور ایک شخص نے زور سے نیزہ ان کے سینہ میں مارا۔ نیزے کا لگنا تھا کہ ان کی زبان سے بے اختیار یہ فقرہ نکلا کہ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ، کعبہ کے رب کی قسم! مَیں کامیاب ہو گیا۔‘‘ یہ بیان کرنے والا لکھتا ہے جو اس وقت مسلمان نہیں تھے کہ ’’جب مَیں نے ان کی زبان سے یہ فقرہ سنا تو مَیں حیران ہوا اور مَیں نے کہا یہ شخص اپنے رشتہ داروں سے دُور، اپنے بیوی بچوں سے دُور، اتنی بڑی مصیبت میں مبتلا ہوا اور نیزہ اِس کے سینہ میں مارا گیا مگر اِس نے مرتے ہوئے اگر کچھ کہا تو صرف یہ کہ ’کعبہ کے رب کی قسم! مَیں کامیاب ہو گیا۔‘ کیا یہ شخص پاگل تو نہیں؟ چنانچہ ‘‘کہنے لگا کہ ’’مَیں نے بعض اَور لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے اور اس کے منہ سے ایسا فقرہ کیوں نکلا؟ انہوں نے کہا تم نہیں جانتے یہ مسلمان لوگ واقعہ میں پاگل ہیں۔ جب یہ خدا تعالیٰ کی راہ میں مرتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور انہوں نے کامیابی حاصل کر لی۔‘‘ کہتا ہے کہ ’’میری طبیعت پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ مَیں نے فیصلہ کر لیا کہ مَیں ان لوگوں کا مرکز جا کر دیکھوں گا اور خود ان لوگوں کے مذہب کا مطالعہ کروں گا۔ چنانچہ ‘‘کہنے لگا کہ ’’مَیں مدینہ پہنچا اور مسلمان ہو گیا‘‘ تعلیم سُن کے۔ ’’صحابہؓ کہتے ہیں کہ اِس واقعہ کا کہ ایک شخص کے سینہ میں نیزہ مارا جاتا ہے اور وہ وطن سے کوسوں دُور ہے۔ اس کا کوئی عزیز اور رشتہ دار اس کے پاس نہیں اور اس کی زبان سے یہ نکلتا ہے کہ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ اس کی طبیعت پر اتنا اثر تھا کہ جب وہ یہ واقعہ سنایا کرتا اور فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ کے الفاظ پر پہنچتا تھا تو اِس واقعہ کی ہیبت کی وجہ سے یکدم اس کا جسم کانپنے لگ جاتا اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے۔ تو اسلام اپنی خوبیوں کی وجہ سے پھیلا ہے‘‘ آپؑ نے فرمایا۔ ’’زور سے نہیں۔‘‘ پھیلا۔ (سیر روحانی، انوار العلوم جلد 22 صفحہ 251-250)

حضرت عامر بن فُہیرہؓ کی شہادت کے وقت ان کے منہ سے جو الفاظ نکلے ہیں **ان میں فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ** اور فُزْتُ وَاللّٰہِ۔ دونوں الفاظ ملتے ہیں۔ دونوں روایتیں ہیں اور یہ الفاظ اَور صحابہؓ کے منہ سے بھی نکلے تھے۔ چنانچہ اس بارے میں حضرت مصلح موعودؓ نے ذکر بھی فرمایا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ ’’ہمیں تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ جنگوں میں اس طرح جاتے تھے کہ ان کو یوں معلوم ہوتا تھا کہ جنگ میں شہید ہونا ان کے لئے عین راحت اور خوشی کا موجب ہے اور اگر ان کو لڑائی میں کوئی دکھ پہنچتا تھا تو وہ اس کو دکھ نہیں سمجھتے تھے بلکہ سکھ خیال کرتے تھے۔

چنانچہ صحابہؓ کے کثرت کے ساتھ اس قسم کے واقعات تاریخوں میں ملتے ہیں کہ انہوں نے خدا کی راہ

میں مارے جانے کو ہی اپنے لئے عین راحت محسوس کیا۔ مثلاً وہ حفاظ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وسط عرب کے ایک قبیلہ کی طرف تبلیغ کے لئے بھیجے تھے ان میں سے حرام بن مِلحان اسلام کا پیغام لے کر قبیلہ عامر کے رئیس عامر بن طفیل کے پاس گئے اور باقی صحابہؓ پیچھے رہے۔ شروع میں تو عامر بن طفیل اور اس کے ساتھیوں نے منافقانہ طور پر ان کی آؤ بھگت کی لیکن جب وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گئے اور تبلیغ کرنے لگے تو ان میں سے بعض شریروں نے ایک خبیث کو اشارہ کیا اور اس نے اشارہ پاتے ہی حرام بن مِلحان پر پیچھے سے نیزہ کا وار کیا اور وہ گر گئے۔ گرتے وقت ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ فُزْتُ وَ رَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ یعنی مجھے کعبہ کے رب کی قسم! مَیں نجات پا گیا۔ پھر ان شریروں نے باقی صحابہؓ کا محاصرہ کیا اور ان پر حملہ آور ہو گئے۔ اس موقع پر حضرت ابو بکرؓ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فُہیرہؓ جو ہجرت کے سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ان کے متعلق ذکر آتا ہے بلکہ خود ان کا قاتل جو بعد میں مسلمان ہو گیا تھا وہ اپنے مسلمان ہونے کی وجہ ہی یہ بیان کرتا تھا کہ جب مَیں نے عامر بن فُہیرہؓ کو شہید کیا تو اُن کے منہ سے بے ساختہ نکلا فُزْتُ وَاللّٰہِ۔ یعنی خدا کی قسم! مَیں تو اپنی مراد کو پہنچ گیا ہوں۔ یہ واقعات بتاتے ہیں کہ صحابہؓ کے لئے موت بجائے رنج کے خوشی کا موجب ہوتی تھی۔'' (ایک آیت کی پُر معارف تفسیر، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 613-612)

حضرت عامر بن فُہیرہؓ کو شہید کرنے والے جَبار بن سَلمٰی جو کہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے بیان کرتے ہیں کہ جس چیز نے مجھے اسلام کی طرف کھینچا وہ یہ ہے کہ مَیں نے بئرِ معونہ کے دن عامر بن فُہیرہ کو دونوں کندھوں کے درمیان تاک کر نیزہ مارا اور مَیں نے نیزے کی اَنی ان کے سینے سے پار ہوتی دیکھی۔ پھر معاً بعد مَیں نے انہیں یہ کہتے سنا۔ فُزْتُ وَاللّٰہِ کہ اللہ کی قسم! مَیں کامیاب ہو گیا۔ یہ الفاظ میرے کانوں سے اتر کر میرے دل میں اتر گئے۔ مَیں سوچ میں پڑ گیا کہ آخر ان الفاظ کا کیا مطلب ہو گا؟ بھلا انہیں کون سی کامیابی ملی؟ مَیں نے تو انہیں قتل کیا ہے۔ مَیں اسی شش و پنج میں ایک مسلمان شخص ضَحَّاک بن سفیان کِلَابِی کے پاس گیا۔ انہیں سارا واقعہ سنایا اور ان الفاظ کا مطلب پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ اس کامیابی سے مراد جنت کو پا لینا ہے۔ یہ سن کر مَیں نے کہا کہ واقعی اللہ کی قسم! وہ کامیاب ہو گئے اور ساتھ ہی انہوں نے مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو مَیں نے اسلام قبول کر لیا۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 505-504 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 6 صفحہ 503-502 دارالسّلام ریسرچ سنٹر)

اس سریہ بئرِ معونہ کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ:

''جب یہ لوگ اس مقام پر پہنچے جو ایک کنوئیں کی وجہ سے بئرِ معونہ کے نام سے مشہور تھا تو ان میں سے ایک شخص حَرام بن مِلحان جو انس بن مالک کے ماموں تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دعوتِ اسلام کا پیغام لے کر قبیلہ عامر کے رئیس اور ابو بَرَاء عَامِرِی کے بھتیجے عامر بن طفیل کے پاس آگے گئے اور باقی صحابہؓ پیچھے رہے۔ جب حَرام بن مِلحان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کے طور پر عامر بن طفیل اور اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے شروع میں تو منافقانہ طور پر آؤ بھگت کی لیکن جب وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گئے'' یعنی حَرام بن مِلحان جب مطمئن ہو گئے ''اور اسلام کی تبلیغ کرنے لگے تو ان میں سے بعض شریروں نے

کسی آدمی کو اشارہ کر کے اس بے گناہ ایلچی کو پیچھے کی طرف سے نیزہ کا وار کر کے وہیں ڈھیر کر دیا۔ اس وقت حَرام بن ملحان کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ فُزْتُ وَ رَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ یعنی 'اللہ اکبر کعبہ کے رب کی قسم! مَیں تو اپنی مراد کو پہنچ گیا۔' عامر بن طفیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کے قتل پر ہی اکتفاء نہیں کی بلکہ اس کے بعد اپنے قبیلہ بنو عامر کے لوگوں کو اکسایا کہ وہ مسلمانوں کی بقیہ جماعت پر حملہ آور ہو جائیں مگر انہوں نے اس بات سے انکار کیا اور کہا کہ ہم ابوبَرَاء کی ذمہ داری کے ہوتے ہوئے مسلمانوں پر حملہ نہیں کریں گے۔ اس پر عامر نے قبیلہ سُلَیم میں سے بَنُورِعل اور ذکوان اور عُصَیَّہ وغیرہ کو (وہی جو بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وفد بن کر آئے تھے) اپنے ساتھ لیا اور یہ سب لوگ مسلمانوں کی اس قلیل اور بے بس جماعت پر حملہ آور ہو گئے۔ مسلمانوں نے جب ان وحشی درندوں کو اپنی طرف آتے دیکھا، تو ان سے کہا کہ ہمیں تم سے کوئی تعرض نہیں۔ ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک کام کے لئے آئے ہیں اور ہم تم سے لڑنے کے لئے نہیں آئے۔ مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔'' (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ -519518)

ظالموں کا ہمیشہ یہی وطیرہ رہا ہے۔ بئر معونہ کے شہداء کے بارے میں لکھا ہے کہ اہل مغازی کا اتفاق ہے کہ اس سریہ میں حضرت عَمرو بن امیہ ضَمْرِیؓ اور کعب بن زیدؓ کے علاوہ باقی سارے صحابہ کرامؓ کو شہید کر دیا گیا تھا۔ حضرت کعب بن زیدؓ بئر معونہ کے دن زخمی ہوئے اور خندق کے دن فوت ہوئے اور حضرت عَمرو بن امیہؓ عہد معاویہ میں فوت ہوئے۔ اس سریہ میں شامل ہونے والے تمام صحابہ کرامؓ کے اسماء سیرت و تاریخ کی کتب میں درج نہیں ہیں تاہم انہوں نے انتیس کے قریب شہید ہونے والے صحابہ کرامؓ کے اسماء درج کیے ہیں۔ اس وقت مَیں یہ نام نہیں لیتا۔ جب اشاعت ہو گی تو اس وقت وہاں چھپ جائیں گے۔ لمبی فہرست ہے۔ یہ انتیس نام درج ذیل ہیں:

1۔ حضرت عامر بن فُہیرہؓ 2۔ حضرت حکم بن کَیسانؓ 3۔ حضرت مُنْذِر بن محمدؓ 4۔ حضرت ابو عبیدۃ بن عمروؓ 5۔ حضرت حارث بن صِمَّہؓ 6۔ حضرت اُبَیّ بن معاذؓ 7۔ حضرت انس بن معاذؓ 8۔ حضرت ابو شیخ بن اَبِی ثابتؓ، 9۔ حضرت حرام بن ملحانؓ 10۔ حضرت سلیم بن ملحانؓ 11۔ حضرت سفیان بن ثابتؓ 12۔ حضرت مالک بن ثابتؓ 13۔ حضرت عروہ بن اسماءؓ بن صلُت 14۔ حضرت قطبہ بن عبد عمروؓ، 15۔ حضرت منذر بن عمروؓ 16۔ حضرت معاذ بن مَاعِصؓ 17۔ حضرت عائذ بن ماعِصؓ 18۔ حضرت مسعود بن سعدؓ 19۔ حضرت خالد بن ثابتؓ 20۔ حضرت سفیان بن حاطبؓ 21۔ حضرت سعد بن عمروؓ 22۔ حضرت طفیل بن سعدؓ 23۔ حضرت سہل بن عامرؓ 24۔ حضرت عبد اللہ بن قیسؓ 25۔ حضرت نافع بن بدیل بن ورقاءؓ 26۔ حضرت ضحاک بن عبد عمروؓ۔ یہ حضرت قُطبہؓ کے بھائی تھے۔، 27۔ حضرت عُمیر بن معبدؓ۔ علامہ ابن اسحاق نے ان کا نام عَمْرُو بتایا ہے۔، 28۔ حضرت خالد بن کَعْبؓ، 29۔ حضرت سُہیل بن عامرؓ۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 61 تا 63 دار الکتب العلمیۃ، اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 182 دار الکتب العلمیۃ)

بہر حال زندہ بچ جانے والے صحابہؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس سریہ میں شامل ہونے والے صحابہؓ میں سے دو افراد حضرت عَمرو بن امیہ ضَمْرِیؓ اور حضرت مُنذِر بن محمدؓ، بعض سیرت نگاروں کے نزدیک مُنذِر

کی بجائے حارث بن صمہ تھے۔ ”اس وقت اونٹوں وغیرہ کے چَرانے کے لئے اپنی جماعت سے الگ ہو کر اِدھر اُدھر گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے دُور سے اپنے ڈیرہ کی طرف نظر ڈالی تو کیا دیکھتے ہیں کہ پرندوں کے جُھنڈ کے جُھنڈ ہوا میں اڑتے پھرتے ہیں۔ وہ ان صحرائی اشاروں کو خوب سمجھتے تھے۔ فوراً تاڑ گئے کہ کوئی لڑائی ہوئی ہے۔ واپس آئے تو ظالم کفار کے کشت وخون کا کارنامہ آنکھوں کے سامنے تھا۔ دُور سے ہی یہ نظارہ دیکھ کر انہوں نے فوراً آپس میں مشورہ کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ ایک نے کہا کہ ہمیں یہاں سے فوراً بھاگ نکلنا چاہئے اور مدینہ میں پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینی چاہئے مگر دوسرے نے اس رائے کو قبول نہ کیا اور کہا کہ مَیں تو اس جگہ سے بھاگ کر نہیں جاؤں گا جہاں ہمارا امیر مُنذِر بن عَمرو شہید ہوا ہے۔ چنانچہ وہ آگے بڑھ کر لڑا اور شہید ہوا۔“ یہ سیرت خاتم النبیینؐ کا حوالہ ہے۔

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 519)

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 6 صفحہ 499 دارالسّلام ریسرچ سنٹر)

حضرت عَمرو بن امیہ ضَمْرِیؓ کے علاوہ ایک اَور شخص بھی زندہ بچا جو پاؤں سے لنگڑا تھا۔ اس صحابی کا نام کعب بن زیدؓ تھا۔ بعض روایات سے پتہ لگتا ہے کہ کفار نے ان پر بھی حملہ کیا تھا۔ یہ حضرت حرام بن ملحانؓ کے ساتھ تھے جس سے وہ شدید زخمی ہوئے اور کفار نے انہیں مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا حالانکہ شدید زخمی ہونے کے باوجود ان میں زندگی کی رمق باقی تھی۔ انہیں شہداء کی لاشوں کے درمیان میں سے اٹھا لیا گیا۔ اس کے بعد وہ زندہ رہے۔ بالآخر انہیں غزوہ خندق میں شہادت نصیب ہوئی۔

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 6 صفحہ 499 دارالسّلام ریسرچ سنٹر)

حضرت عَمرو بن اُمَیّہؓ کے گرفتار ہونے کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت عَمرو بن امیہؓ گرفتار ہو گئے اور مخالفین کے پوچھنے پر حضرت عَمروؓ نے بتایا کہ مَیں قبیلہ بنو مُضَر سے ہوں۔ اس پر عامر بن طفیل نے عَمرو کو پکڑا اور ان کی پیشانی کے بال کاٹ دیے۔ پھر انہیں اپنی ماں کی طرف سے آزاد کر دیا جس نے ایک غلام کو آزاد کرنے کی منت مان رکھی تھی۔ عرب جب کسی کو قیدی بناتے اور بعد میں اسے آزاد کرنے اور اس کے ساتھ احسان کرنے کا ارادہ کرتے تو اس کے پیشانی کے بال کاٹ دیتے تھے۔ اس کے بعد عَمرو بن امیہ وہاں سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ ایک سایہ دار جگہ پر پہنچ کر بیٹھ گئے۔ اسی وقت دو آدمی وہاں اور آئے اور حضرت عَمروؓ کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ عَمرو نے ان دونوں سے ان کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ہم بنو عامر سے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق انہوں نے خود کو بنو سُلَیم کا بتایا۔ ان دونوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ تھا جس کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امان دے رکھی تھی مگر عَمرو بن امیہ کو اس معاہدے کا پتہ نہیں تھا۔ عَمرو ان دونوں کے سونے کا انتظار کرنے لگے۔ جب انہیں نیند آ گئی تو عَمرو نے ان دونوں کو قتل کر دیا۔ ان کے ذہن میں اس وقت صرف یہ خیال تھا کہ انہوں نے ان کے ذریعہ بنو عامر سے صحابہؓ کا بدلہ لے لیا ہے۔ اس کے بعد جب عَمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ پہنچے اور آپؐ کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور ان دونوں آدمیوں کو قتل کرنے کی خبر بھی سنائی تو آپؐ نے فرمایا: تم نے دو ایسے آدمیوں کو قتل کیا ہے

جن کی ہمیں دیت ادا کرنی ہو گی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دیت ادا فرمائی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے قتل کے واقعہ کے متعلق فرمایا: یہ ابوبَرَاء کی حرکت ہے۔ مَیں اسی وجہ سے ناپسند کر رہا تھا کہ مَیں صحابہؓ کو اس کے ہمراہ بھیجوں اور مجھے خدشہ لاحق تھا کہ کہیں یہ قبائل صحابہؓ کو نقصان نہ پہنچائیں۔ جب ابوبَرَاء کو معلوم ہوا کہ اس کے بھتیجے عامر بن طفیل نے اس کی پناہ اور امان کو توڑ دیا تھا تو اس کو بہت صدمہ ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا اس کی وجہ سے جو انجام ہوا اس سے اسے صدمہ ہوا۔ چنانچہ ابوبَرَاء کے بیٹے ربیعہ نے عامر بن طفیل پر حملہ کیا جو اس کا چچازاد بھائی تھا۔ ربیعہ نے عامر کو نیزہ مارا جو اس کی ران میں لگا اور وہ اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔ عامر نے چِلّا کر کہا کہ اگر مَیں مر گیا تو میرا خون ابوبَرَاء پر ہو گا اور اگر مَیں زندہ رہا تو مَیں اپنا معاملہ خود دیکھوں گا تاہم عَمرو بن طفیل اس حملے کے بعد زندہ رہا۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا پہنچی اور اسے طاعون کی بیماری لاحق ہو گئی جس کی وجہ سے وہ حالت کفر میں ہی مر گیا۔ (سیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 243-242 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 164 بزم اقبال لاہور)

(التفسیر الکبیر لامام رازی جلد 9 جزء 18 صفحہ 12 دار الکتب العلمیۃ 2004ء)

بہرحال ابوبَرَاء بھی اس میں شریک ہے۔ شروع میں ان کو چاہیے تھا کہ آتے اور ان لوگوں کو روکتے۔ جہاں تک ابوبَرَاء یعنی عامر بن مالک کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں دونوں طرح کے اقوال ملتے ہیں۔ بعض علماء نے اسے صحابہؓ میں شمار کیا ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ ابوبَرَاء عامر بن مالک قبیلہ بنو بَکْر اور بنو جعفر کے پچیس افراد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن مالک اور ضحاک بن سفیان کِلَابی کو بنو بَکْر اور بنو جعفر پر عامل مقرر کر دیا۔ یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ یہ بعد میں مسلمان ہو گیا تھا جبکہ دوسرے قول کے مطابق ابوبَرَاء مسلمان نہیں ہوا تھا۔ بہرحال یہ دونوں طرح کی ہیں۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 3 صفحہ 486-485 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کو واقعہ رجیع اور واقعہ بئر معونہ کی اطلاع قریباً ایک ہی وقت میں ملی اور آپؐ کو اس کا سخت صدمہ ہوا۔ حتیٰ کہ روایتوں میں بیان ہوا ہے کہ ایسا صدمہ نہ اس سے پہلے آپؐ کو کبھی ہوا تھا اور نہ بعد میں کبھی ہوا۔ واقعی قریباً اسّی صحابیوں کا اس طرح دھوکے کے ساتھ اچانک مارا جانا اور صحابی بھی وہ جو اکثر حفاظ قرآن میں سے تھے اور ایک غریب بے نفس طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ عرب کے وحشیانہ رسم ورواج کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو یہ خبر گویا اسّی بیٹوں کی وفات کی خبر کے مترادف تھی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر، کیونکہ ایک روحانی انسان کے لئے روحانی رشتہ یقیناً اس سے بہت زیادہ عزیز ہوتا ہے جتنا کہ ایک دنیا دار شخص کو دنیاوی رشتہ عزیز ہوتا ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم **کو ان حادثات کا سخت صدمہ ہوا**، مگر اسلام میں بہرصورت صبر کا حکم

ہے آپؐ نے یہ خبر سن کر اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور پھر یہ الفاظ فرماتے ہوئے خاموش ہو گئے کہ... 'یہ ابوبَرَاء کے کام کا ثمرہ ہے ورنہ مَیں تو ان لوگوں کے بھجوانے کو پسند نہیں کرتا تھا اور اہل نجد کی طرف سے ڈرتا تھا۔' واقعاتِ بئر معونہ اور رجیع سے قبائل عرب کے اس انتہائی درجہ کے بغض وعداوت کا پتہ چلتا ہے جو وہ اسلام اور متبعینِ اسلام کے متعلق اپنے دلوں میں رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ ان لوگوں کو اسلام کے خلاف ذلیل ترین قسم کے جھوٹ اور دغا اور فریب سے بھی کوئی پرہیز نہیں تھا اور مسلمان باوجود اپنی کمال ہوشیاری اور بیدار مغزی کے بعض اوقات اپنی مومنانہ حسن ظنی میں ان کے دام کا شکار ہو جاتے تھے۔ حفاظ قرآن، نماز گزار، تہجد خوان، مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ کر اللہ کا نام لینے والے اور پھر غریب مفلس فاقوں کے مارے ہوئے یہ وہ لوگ تھے جن کو ان ظالموں نے دین سیکھنے کے بہانے سے اپنے وطن میں بلایا اور پھر جب مہمان کی حیثیت میں وہ ان کے وطن میں پہنچے تو ان کو نہایت بے رحمی کے ساتھ تہ تیغ کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان واقعات کا جتنا بھی صدمہ ہوتا کم تھا، مگر اس وقت آپؐ نے رجیع اور بئر معونہ کے خونی قاتلوں کے خلاف کوئی جنگی کارروائی نہیں فرمائی۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 521-520)

واقعہ رجیع اور واقعہ بئر معونہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم **نے ایک ماہ تک نماز میں قنوت فرمایا۔**

ایک روایت کے مطابق رجیع کے واقعہ اور بئر معونہ کے سانحہ کی المناک خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی رات میں ملی تھی۔ ان دونوں واقعات میں صحابہ کرامؓ کو دھوکے اور غداری سے قتل کیا گیا تھا۔ رجیع میں صرف دس صحابہؓ تھے جبکہ سریہ بئر معونہ میں ستّر صحابہؓ تھے جن میں سے صرف دو باقی زندہ رہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بئر معونہ کے واقعہ پر اس قدر گہرا رنج اور ملال لاحق ہوا کہ اس کا اندازہ اس روایت سے لگایا جا سکتا ہے جس میں حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے کبھی نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بات پر اتنا قلق ہوا ہو جتنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہدائے بئر معونہ پر ہوا۔

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 6 صفحہ 506 دارالسّلام ریسرچ سنٹر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ بھر نماز فجر میں قنوت فرمایا جس میں رِعل، ذکوان اور بنولَحیان پر لعنت کرتے رہے۔ (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 108 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رِعل اور ذکوان قبیلوں پر ایک ماہ تک بددعا کی۔ (صحیح البخاری کتاب الوتر باب القنوت قبل الرکوع وبعدہ حدیث 1003)

صحیح مسلم میں دعا کے الفاظ اس طرح درج ہیں کہ اے اللہ! بنولَحیان، رِعل، ذکوان پر لعنت بھیج اور عُصَیَّہ پر جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کی۔ غِفَار قبیلے کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور اَسْلَم قبیلے کو اللہ سلامت رکھے۔

(صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات... حدیث 1557)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ رجیع اور بئر معونہ کے سانحہ کی خبروں کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملنے کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”اس خبر کے آنے کی تاریخ سے لے کر برابر تیس دن تک آپؐ نے ہر روز صبح کی نماز کے قیام میں نہایت گریہ وزاری کے ساتھ قبائل رِعل اور ذکوان اور عُصَیَّہ اور بنولَحیان کا نام لے لے کر خدا تعالیٰ کے حضور یہ دعا کی: اے میرے آقا! تُو ہماری حالت پر رحم فرما اور دشمنانِ اسلام کے ہاتھ کو روک جو تیرے دین کو مٹانے کے لئے اس بے رحمی اور سنگدلی کے ساتھ بے گناہ مسلمانوں کا خون بہا رہے ہیں۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 521)

یہ سریہ بئر معونہ کا واقعہ ہے۔ جیسا کہ مَیں ہمیشہ مظلوموں کے لیے تحریک کرتا ہوں۔

فلسطین کے مظلوموں کے لیے دعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کی پکڑ کے جلد سامان پیدا فرمائے۔ معصوموں کو بھی اسی طرح قتل کیا جا رہا ہے جس طرح ان لوگوں کو، صحابہؓ کو قتل کیا گیا اور دھوکے سے کبھی ایک جگہ بھیجا جاتا ہے، کبھی دوسری جگہ اور پھر وہاں بمباری کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

دنیا کی عمومی حالت کے لیے بھی دعا کریں۔ بڑی تیزی سے دنیا تباہی کی طرف جا رہی ہے اور جنگ کے آثار بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ احمدیوں کو جنگ کے بد اثرات سے اور اس کے شر سے محفوظ رکھے۔

پاکستانی احمدیوں کے لیے بھی خاص طور پر دعا کریں۔ آج کل پھر ان کے لیے مشکلات بڑھ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور ان کو بھی ظالموں سے نجات دلائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 28 جون 2024ء جلد 31 شمارہ 153 صفحہ 02 تا 06)

24

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 14/ جون 2024ء بمطابق 14/ احسان 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج غزوۂ بنو نضیر کا کچھ ذکر کروں گا۔ **قبیلہ بنو نضیر کا تعارف** یہ ہے کہ بنو نضیر مدینہ کے یہود کا ایک خاندان تھا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ بنو نضیر خیبر کے یہود کا ایک قبیلہ تھا اور ان کی بستی کو زَہرہ کہا جاتا تھا۔

(سیرت الحلبیہ جلد 2 صفحہ 356 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اس وقت بنو نضیر کا سردار حُیَیّ بن اَخْطَب تھا۔ اس کے آباؤ اجداد میں چھٹی نسل میں نَضِیر بنِ نَحَّام کا نام آتا ہے جس کے نام سے یہ قبیلہ بنو نضیر کہلاتا ہے۔ امّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنو نضیر کے اسی سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ تاریخ کی کتب میں لکھا ہے کہ حیی بن اخطب کا سلسلہ نسب حضرت موسیٰؑ کے بھائی حضرت ہارونؑ سے جاملتا ہے۔ حیی کے نسب میں کئی اشخاص انبیاء کے شرف سے نوازے گئے جن پر اسے فخر تھا اور اسی گھمنڈ میں یہ کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہم پر اس دنیا میں مہربان ہے اور آخرت میں بھی وہ ہم پر شفقت اور مہربانی فرمائے گا۔ وہ ہمیں گناہوں کی وجہ سے چند دن سزا دے گا بالآخر جنت ہی ہمارا ٹھکانہ ہو گا۔ اسی نسبی فخر اور تکبر کے باعث حیی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے روگردانی کی تھی۔ قبیلہ بنو نضیر محل وقوع کے اعتبار سے مسجد قبا سے شمال مشرق کی طرف آدھا میل دُور تھا اور وسطی مدینہ سے اس کی آبادی پہلے آتی تھی اور مسجد قبا اس سے تھوڑے فاصلے پر آگے جنوبی جانب واقع تھی۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 172-171 مطبوعہ بزم اقبال لاہور 2022ء)

غزوۂ بنو نضیر ربیع الاول چار ہجری میں پیش آیا۔ ایک قول یہ ہے کہ غزوۂ اُحد سے پہلے کا واقعہ ہے اور امام بخاری کا قول بھی یہی ہے۔ البتہ امام بخاری نے اسی جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ ابنِ اسحاق کے نزدیک یہ جنگ اُحد اور بئرِ معونہ کے بعد ہوا تھا۔ البتہ علامہ ابنِ کثیر اور ان کے علاوہ اکثر مؤرخین اور سیرت نگاروں نے کہا ہے کہ غزوۂ بنو نضیر غزوہ اُحد کے بعد ہی ہوا تھا۔

(سیرت الحلبیہ جلد 2 صفحہ 357 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب حدیث بنی النضیر ... الخ)

غزوہ بنو نضیر کے اسباب کے متعلق بیان ہوا ہے کہ قریش مکہ نے غزوۂ بدر سے پہلے عبد اللہ بن ابی بن سلول اور اوس اور خزرج کے دیگر بت پرستوں کو لکھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تھے کہ تم نے ہمارے ساتھی کو پناہ دی ہے۔ مدینہ میں تمہاری تعداد سب سے زیادہ ہے۔ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ

یا ان کے ساتھ قتال کرو یا انہیں اپنے شہر سے نکال دو یا پھر ہم عرب کو اکٹھا کر کے تم پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ تمہارے جنگجوؤں کے ساتھ جنگ کریں گے۔ تمہاری عورتوں اور بچوں کو تہ تیغ کر دیں گے۔ کفارِ مکہ نے یہ خط مدینہ کے سرداروں کو لکھا۔ جب اِبنِ اُبَی اور دیگر بت پرستوں کو یہ خط ملا تو انہوں نے ایک دوسرے کی طرف پیغام بھیجا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ جنگ کا پختہ ارادہ کر لیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپؐ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ انہیں ملے یعنی مدینہ کے سرداروں کو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریش نے تمہیں سخت دھمکی آمیز خط لکھا ہے۔ یہ خط تمہیں کسی فریب میں مبتلا نہ کر دے کہ تم خود کو مکر و فریب میں مبتلا کر دو اور تم اپنے ہی بھائیوں اور بیٹوں سے لڑنے لگو۔ جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سنی تو انہیں یہ بات سمجھ آ گئی اور انہوں نے اپنے ارادے ملتوی کر دیے اور منتشر ہو گئے اور یوں قریشِ مکہ کی یہ دھمکی کارگر نہ ہوئی۔

پھر قریش نے غزوۂ بدر کے بعد یہود کی طرف ایک خط لکھا کہ تمہارے پاس اسلحہ ہے اور تم قلعوں کے مالک ہو۔ یا تو تم ہمارے ساتھی کے ساتھ قتال کرو وگرنہ ہم تم پر چڑھائی کریں گے اور تمہارے مردوں کو قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں کو اپنی باندیاں بنا لیں گے۔ جب یہ خط یہود تک پہنچا تو بنو نضیر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دھوکا کرنے پر اتفاق کر لیا کیونکہ یہود کے قبائل تو پہلے ہی چاہتے تھے کہ کوئی موقع ملے اور مسلمانوں کے تسلّط اور طاقت کو جتنا جلد ممکن ہو ختم کیا جا سکے۔ اب انہوں نے سوچا کہ کوئی ایسا منصوبہ کیا جائے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ تیس صحابہ کے ساتھ تشریف لائیں۔ ہمارے تیس علماء بھی آپ کے پاس حاضر ہوں گے یہاں تک کہ ہم ایسی جگہ پر ملیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں ہو۔ یعنی کوئی ایسی جگہ چن لیں جو مشترکہ ہے۔ وہ یعنی ان کے لوگ آپ کا کلام سنیں گے۔ اگر انہوں نے یعنی ان یہودی علماء نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر دی اور آپ پر ایمان لے آئے تو ہم بھی آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ دوسرے روز آپؐ تیس صحابہ کے ہمراہ ان کی طرف نکلے۔ تیس یہودی علماء بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔ جب یہود کھلے میدان میں نکلے تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا۔ تم ان پر کیسے حملہ آور ہو گے حالانکہ آپ کے ہمراہ تیس ساتھی ہیں۔ ان تیس ساتھیوں کے ساتھ تو حملہ آور ہونا مشکل ہے جو ایسے ساتھی ہیں جو آپؐ پر جان وار کرنے والے ہیں۔ اس پر یہودیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ ہم ساٹھ افراد باہم کیسے افہام و تفہیم کریں گے۔ آپ ایسا کریں کہ تین ساتھیوں کو لے کر آئیں اور ہم بھی اپنے تین علماء لے آتے ہیں وہ آپ کی بات چیت سنیں گے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین صحابہ کے ساتھ آنے کی بات مان لی۔ تین یہودی علماء بھی نکلے۔ ان یہودیوں کے پاس خنجر تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جانے کے لیے تیار تھے اور راستے میں ہی تھے کہ بنو نضیر کی ایک خیر خواہ عورت نے ایک انصاری مسلمان کو بنو نضیر کی اس ساری منصوبہ بندی کا بتا دیا جو انہوں نے آپ کو دھوکا دینے کا منصوبہ کیا تھا۔ اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہود کے اس

ارادے سے آگاہ کر دیا اور قبل اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہود کے پاس پہنچتے آپ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 317 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1993ء)

اس غزوہ کا ایک اَور سبب بیان کرتے ہوئے ایک مصنف نے لکھا ہے کہ بنو نضیر نے خفیہ طور پر قریش کو پیغام بھیجا اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے پر اکسایا بلکہ انہیں مسلمانوں کی چند دفاعی کمزوریاں بھی بتلائی تھیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب قریش مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے اُحد کے پاس خیمہ زن ہوئے تھے۔ یہ سبب صرف موسیٰ بن عُقبہ نے ذکر کیا ہے۔ بعض روایات کے مطابق جنگِ اُحد سے پہلے یہود نے بھی قریشِ مکہ کو خوب بھڑکایا تھا جس کے نتیجہ میں جنگِ اُحد برپا ہوئی تھی۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 176-175 مطبوعہ بزم اقبال لاہور 2022ء)

اس غزوہ کا ایک اہم اور فوری سبب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ بئرِ معونہ سے واپسی پر جب حضرت عَمرو بن اُمَیّہ ضَمْرِی ؓ نے بنو عامر کے دو افراد کو قتل کیا تھا جن کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ تھا اور اب ان کی دیّت کا معاملہ تھا۔ اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے تھے۔

(سیرت الحلبیہ جلد 2 صفحہ 357 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے جو معاہدہ کیا تھا اس کی ایک شق یہ بھی تھی کہ أَنْ يُعَاوِنُوْهُ فِي الدِّيَاتِ یعنی وہ لوگ دیت کے معاملات میں مسلمانوں سے تعاون کریں گے۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 172 مطبوعہ بزم اقبال لاہور 2022ء)

اس واقعہ کی تفصیل جیسا کہ پہلے بئرِ معونہ کی تفصیل میں بھی بیان ہو چکی ہے یہ ہے کہ حضرت عَمرو بن اُمَیّہ ضَمْرِی ؓ بئرِ معونہ سے واپس مدینہ تشریف لا رہے تھے۔ جب قَنَاۃ مقام پر پہنچے۔ قَنَاۃ مدینہ اور اُحد کے درمیان مدینہ کی تین مشہور وادیوں میں سے ایک وادی ہے جہاں کھیتی باڑی ہوتی تھی، تو بنو عامر میں سے دو افراد ان کو ملے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا۔ حضرت عمروؓ نے ان سے ان کا نسب پوچھا تو ان دونوں نے اپنا نسب بتایا۔ یہ دونوں افراد ان کے ساتھ ہی رہے۔ پھر جب وہ دونوں سو گئے تو حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ نے ان پر حملہ کیا اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر جلد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے بہت برا کیا۔ ان کا ہمارے ساتھ معاہدہ اور امان تھی۔ حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ نے عرض کیا مجھے اس معاہدے کا علم نہ تھا۔ میں انہیں مشرک سمجھتا تھا۔ ان کی قوم نے ہمارے ساتھ دغا کیا تھا۔ حضرت عمروؓ ان کا سامان اور کپڑے بھی ساتھ لے آئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں، ان کے لواحقین کو ان کا سامان اور کپڑے واپس کرنے کا حکم دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چیزیں ان کی دیت کے ساتھ بھیج دیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہفتہ کے روز بنو نضیر کی طرف تشریف لے گئے۔ مسجد قبا میں نماز ادا فرمائی۔ مہاجرین اور انصار میں سے بعض صحابہ کرامؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنو نضیر کے ہاں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دس سے بھی کم صحابہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی محفلوں میں بیٹھے ہوئے پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے تا کہ ان کے ساتھ بات

چیت کریں کہ وہ ان دو آدمیوں کی دیت ادا کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں جنہیں حضرت عمروؓ نے قتل کیا تھا۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 318 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1993ء)
(فرہنگِ سیرت صفحہ 239 مطبوعہ زوار اکیڈمی کراچی)

اس غزوے کے اسباب کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی لکھا ہے جس سے کچھ اَور وضاحت ہوتی ہے کہ ”اس غزوہ کا سبب بیان کرتے ہوئے اربابِ حدیث وسیر مختلف وجوہات بیان کرتے ہیں اوراس اختلاف کی وجہ سے اس غزوہ کے زمانہ کے متعلق بھی اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔“ حضرت میاں صاحب لکھتے ہیں کہ ”ابنِ اسحاق اورابن سعد جن کی اتباع میں نے اس جگہ بلا کسی خاص تحقیق کے اختیار کی ہے۔ غزوہ بنو نضیر کو غزوہ اُحد اورواقعہ بئر معونہ کے بعد بیان کرتے ہیں اوراس کا سبب یہ لکھتے ہیں کہ عَمرو بن اُمَیّہ ضَمْرِی جنہیں کفار نے بئر معونہ کے موقعہ پر قید کرکے چھوڑ دیا تھا۔ وہ جب واپس مدینہ کی طرف آرہے تھے تو انہیں راستہ میں قبیلہ بنو عامر کے دو آدمی ملے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کر چکے تھے۔ چونکہ عمرو کو اس عہد وپیمان کا علم نہیں تھا اس لئے اس نے موقعہ پاکر ان دوآدمیوں کو شہداء بئر معونہ کے بدلے میں قتل کر دیا جن کے قتل کا باعث قبیلہ بنو عامر کا ایک رئیس عامر بن طفیل ہوا تھا۔

گو...خود قبیلہ بنو عامر کے لوگ اس قتل وغارت سے دست کش رہے تھے۔“ انہوں نے جنگ نہیں کی تھی لیکن بہر حال ان کو یہ تھا کہ اس نے دھوکا کیا ہے اس لئے انہوں نے سمجھا کہ یہ ہمارے دشمن ہیں اور قتل کر دیا۔ ”جب عمرو بن امیہ مدینہ پہنچے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا ماجرا عرض کیا اور ان دوآدمیوں کے قتل کا واقعہ بھی سنایا۔ آپؐ کو جب ان دوآدمیوں کے قتل کی اطلاع ہوئی تو آپؐ عمرو بن امیہ کے اس فعل پر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ وہ تو ہمارے معاہد تھے اور آپؐ نے فوراً ان ہر دو مقتولین کا خون بہا ان کے ورثاء کو بھجوا دیا لیکن چونکہ قبیلہ بنو عامر کے لوگ بنو نضیر کے بھی حلیف تھے اور بنو نضیر مسلمانوں کے حلیف تھے اس لئے معاہدہ کی رو سے اس خون بہا کا بار حصہ رسدی بنو نضیر پر بھی پڑتا تھا۔“ کیونکہ ان کا بنو نضیر کے ساتھ آپس میں معاہدہ تھا اور مسلمانوں کے ساتھ بھی تھا تو انہوں نے بہر حال کچھ حصہ اس میں share کرنا تھا۔ کچھ حصہ انہوں نے بھی دینا تھا ”چنانچہ آپؐ“ اس وجہ سے ”اپنے چند صحابیوں کو ساتھ لے کر بنو نضیر کی آبادی میں پہنچے اور ان سے یہ سارا واقعہ بیان کرکے خون بہا کا حصہ مانگا.....“ کہ غلطی سے یہ اس طرح قتل کیا ہے اور اس کی دیت دینی چاہیے۔ ہم اپنا حصہ بھی دیتے ہیں اور تمہارا بھی ہمارے ساتھ معاہدہ ہے اس لیے تم بھی اپنا حصہ دو۔

پھر لکھتے ہیں کہ ”.....یہ وہ روایت ہے جس کی اکثر مؤرخین نے اتباع کی ہے۔ حتیٰ کہ یہی روایت تاریخ میں عام طور پر شائع اور متعارف ہو گئی ہے، لیکن اس کے مقابل پر امام زُہری کی یہ روایت صحیح احادیث میں مروی ہوئی ہے کہ جنگِ بدر کے بعد مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ خاص طور پر کس سال اور کس ماہ میں مکہ کے رؤساء نے بنو نضیر کو یہ خط لکھا تھا کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کرو ورنہ ہم تمہارے خلاف جنگ کریں گے۔ اس پر بنو نضیر نے باہم مشورہ کرکے یہ فیصلہ کیا کہ کسی حکمتِ عملی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے اوراس کے لئے انہوں نے یہ تجویز کی کہ آپؐ کو کسی بہانہ سے

اپنے پاس بلائیں اور وہاں موقعہ پاکر آپؐ کو قتل کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے آپؐ کو کہلا بھیجا کہ ہم آپؐ کے ساتھ اپنے علماء کا مذہبی تبادلہ خیالات کروانا چاہتے ہیں۔ اگر ہم پر آپؐ کی صداقت ظاہر ہوگئی تو ہم آپؐ پر ایمان لے آئیں گے۔ پس آپ مہربانی کر کے اپنے کوئی سے تیس اصحاب کو ساتھ لے کر تشریف لے آئیں۔ ہماری طرف سے بھی تیس علماء ہوں گے اور پھر باہم تبادلہ خیالات ہو جائے گا۔ ایک طرف تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیغام بھیجا اور دوسری طرف یہ تجویز پختہ کر کے اس کے مطابق پوری پوری تیاری کر لی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تو یہی یہودی 'علماء' جن کے پاس خنجریں پوشیدہ ہوں موقعہ پاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں۔ مگر قبیلہ بنو نضیر کی ایک عورت نے ایک انصاری شخص کو جو رشتہ میں اس کا بھائی لگتا تھا اپنے قبیلہ والوں کے اس بد ارادے سے بروقت اطلاع دے دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو ابھی گھر سے نکلے ہی تھے یہ اطلاع پاکر واپس تشریف لے آئے اور فوراً تیاری کا حکم دیا اور صحابہ کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر بنو نضیر کے قلعوں کی طرف روانہ ہو گئے اور جاتے ہی ان کا محاصرہ کر لیا اور پھر ان کے رؤساء کو پیغام بھیجا کہ جو حالات ظاہر ہوئے ہیں ان کے ہوتے ہوئے میں تمہیں مدینہ میں رہنے نہیں دے سکتا۔ جب تک کہ تم از سر نو میرے ساتھ معاہدہ کر کے مجھے یقین نہ دلاؤ کہ آئندہ تم بدعہدی اور غداری نہیں کرو گے۔ مگر یہود نے معاہدہ کرنے سے صاف انکار کر دیا اور اس طرح جنگ کی ابتداء ہو گئی اور بنو نضیر نہایت متمردانہ طریق پر قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے۔" یعنی بڑی سرکشی دکھاتے ہوئے اور تکبر دکھاتے ہوئے قلعہ بند ہو کے بیٹھ گئے کہ ہمارے پاس طاقت ہے۔ "دوسرے دن آپؐ کو یہ اطلاع ملی یا آپؐ نے قرائن سے خود معلوم کر لیا کہ یہود کا دوسرا قبیلہ بنو قریظہ بھی کچھ بگڑ بیٹھا ہے۔ چنانچہ آپؐ صحابہ کے ایک دستہ کو ساتھ لے کر بنو قریظہ کے قلعوں کی طرف روانہ ہوئے اور ان کا محاصرہ کر لیا۔ بنو قریظہ نے جب دیکھا کہ راز کھل گیا ہے تو وہ ڈر گئے اور معافی کے خواستگار ہو کر از سر نو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امن وامان اور باہمی اعانت کا معاہدہ کر لیا۔ جس پر آپؐ نے ان کا محاصرہ اٹھا لیا اور پھر بنو نضیر کے قلعوں کی طرف تشریف لے آئے لیکن بنو نضیر بدستور اپنی ضد اور عداوت پر اڑے رہے اور ایک باقاعدہ جنگ کی صورت پیدا ہو گئی۔

یہ وہ دو مختلف روایتیں ہیں جو غزوہ بنو نضیر کے باعث کے متعلق بیان کی گئی ہیں اور گو تاریخی لحاظ سے مؤخر الذکر روایت زیادہ درست اور صحیح ہے اور دوسری احادیث میں بھی زیادہ تر اِسی روایت کی تائید پائی جاتی ہے لیکن چونکہ پہلی روایت کو مؤرخین نے زیادہ کثرت کے ساتھ قبول کیا ہے اور بعض صحیح احادیث میں بھی اُس کی صحت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

چنانچہ امام بخاری نے باوجود زُہری کے قول کو ترجیح دینے کے قبیلہ عامر کے دو مقتولوں کی دیت کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس لئے ہماری رائے میں اگر دونوں روایتوں کو صحیح سمجھ کر ملا لیا جاوے تو کوئی حرج لازم نہیں آتا۔ البتہ اس سے غزوہ کے زمانہ کے متعلق ان روایتوں میں سے کسی ایک روایت کو ترجیح دینی پڑے گی۔ کیونکہ زمانہ کے لحاظ سے ہر دو روایات کو صحیح تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بنو نضیر کی طرف سے مختلف

مواقع پر مختلف اسباب جنگ کے پیدا ہوتے رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ڈھیل دیتے رہے اور درگزر سے کام فرمایا۔ لیکن جب آخری سبب بئر معونہ کے واقعہ کے بعد ہوا، تو آپؐ نے انہیں ان کی ساری کارروائیاں جتلا کر ان کے خلاف فوج کشی فرمائی۔ گویا یہ جتنے مختلف اسباب بیان ہوئے ہیں یہ سب اپنی اپنی جگہ درست تھے مگر آخری تحریکی سبب وہ تھا جو بنو عامر کے دو مقتولوں کی دیت کے مطالبہ کے وقت پیش آیا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔" یہ سارا بیان جو میں نے کیا ہے یہ سیرت خاتم النبیینؐ میں سے لیا ہے۔

(سیرت خاتم النبیینؐ از صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 522 تا 525)

پھر لکھا ہے کہ بنو نضیر کی **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی ناپاک سازش بھی تھی۔** یہ بھی ایک وجہ بنی تھی۔ اس بارے میں جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ دیت کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ بنو نضیر کے ہاں تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہفتے کے دن نکلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کے ساتھ مسجد قبا میں نماز ادا کی۔ پھر حسبِ معاہدہ بنو نضیر کے پاس جا کر دیت کا مطالبہ کیا۔ (سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 7 صفحہ 38 مطبوعہ دار السلام ریاض 1434ھ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جن اصحاب کے ساتھ تشریف لے گئے ان کی تعداد دس سے کم تھی۔ اس روایت میں یہ لکھا ہے۔ ان میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بھی تھے۔ حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعد بن معاذؓ، حضرت اسید بن حضیرؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ کے نام بھی ملتے ہیں۔

(کتاب المغازی جلد 1 صفحہ 309 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پہنچ کر یہود سے دیت کی بات کی تو انہوں نے کہا کہ ہاں ہاں ابو القاسم۔ آپ پہلے کھانا کھا لیجئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کی طرف آتے ہیں۔ اسی طرح یہودیوں نے ظاہری طور پر تو بڑی خندہ پیشانی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی لیکن درپردہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی منصوبہ بندی کر رہے تھے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھروں کی ایک دیوار کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہود نے آپس میں مشورہ کیا اور کہنے لگے کہ انہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کرنے کے لیے تمہیں اس سے بہتر موقع نہیں ملے گا اس لیے بتاؤ کون ہے جو اس مکان کی چھت پر چڑھ کر دیوار پر سے ایک بڑا پتھر آپ کے اوپر گرا دے تا کہ ہمیں آپ سے نجات مل جائے۔

(سیرت الحلبیہ جلد 2 صفحہ 357 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

ایک اَور مصنف یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ان کے سردار حُیَیّ بن اَخْطَب نے کہا اے یہود کی جماعت! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ تمہارے پاس آئے ہیں۔ ان کی تعداد دس سے بھی کم ہے۔ اس گھر کے اوپر سے بڑا پتھر گرا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دو۔ تمہیں اس سے بہتر موقع دوبارہ نہیں ملے گا۔ اگر انہیں قتل کر دیا تو ان کے ساتھی بکھر جائیں گے۔ مکہ سے آئے ہوئے ان کے ساتھی واپس مکہ چلے جائیں گے اور یہاں صرف اوس اور خزرج رہ جائیں گے جو تمہارے حلیف ہیں اس لیے تم جو کرنا چاہتے ہو ابھی کر ڈالو۔

اس پر ایک بدبخت یہودی عمرو بن جَحَّاش بولا: میں اس گھر پر چڑھ کر پتھر گرا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نعوذ باللہ قتل کروں گا۔ جب یہ ساری مشاورت ہو رہی تھی اس وقت بنو نضیر کے ایک سردار سَلام بن مِشْکَم نے کہا: اے یہود کی جماعت! تم بے شک ساری زندگی میری مخالفت کر لینا لیکن آج میری بات مان لو۔ اللہ کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمہارے اس ارادے کی خبر کر دی جائے گی اور یہ ہمارے اور ان کے درمیان معاہدے کی خلاف ورزی ہو گی۔ لیکن یہود نے اس کی ایک نہ سنی اور اپنے عزم پر قائم رہے۔
(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 7 صفحہ 40-39 مطبوعہ دار السلام ریاض 1434ھ)

اور پھر جو اگلی کارروائی ہے کہ کیا کیا انہوں نے، کس طرح قتل کا ارادہ کیا اور کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بچایا اور ان کے منصوبوں کو ناکام بنایا۔ وہ مَیں ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بیان کروں گا۔

آخر پہ مَیں پاکستان کے احمدیوں کے لیے بھی خاص طور پر دعا کے لیے کہنا چاہتا ہوں۔ ان پر آج کل پھر سختیاں وارد کی جا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جلد پاکستانی احمدیوں کو بھی ان ظالموں سے نجات دلائے اور وہاں بھی ہمارے حالات بہتر ہوں۔ ذرا ذرا سی بات پر مقدمے اور تنگ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

جمعہ کے بعد میں جنازے بھی پڑھاؤں گا۔ اس میں پہلے ان کا ذکر کر دوں۔

پہلا **ذکر ہے مکرم غلام سرور صاحب شہید** ابن مکرم بشیر احمد صاحب کا اور اس کے ساتھ ہی دوسرا ذکر راحت احمد باجوہ صاحب ابن مکرم مشتاق احمد باجوہ صاحب کا ہو گا جو سعد اللہ پور ضلع منڈی بہاؤالدین کے رہنے والے تھے جن کو 8/جون کو شہید کر دیا گیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ایک معاند احمدیت نے یکے بعد دیگرے فائر کر کے غلام سرور صاحب اور راحت باجوہ صاحب کو شہید کیا تھا۔ بوقتِ شہادت غلام سرور صاحب شہید کی عمر چونسٹھ سال جبکہ راحت باجوہ صاحب شہید کی عمر بتیس سال تھی۔ تفصیلات کے مطابق غلام سرور صاحب شہید احمدیہ مسجد سعد اللہ پور سے نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد اپنے گھر واپس جا رہے تھے کہ گھر کے قریب ایک معاند احمدیت سید علی رضا جو مقامی مدرسہ کا طالبعلم تھا اس نے غلام سرور صاحب کا تعاقب کر کے پستول سے فائر کر دیا۔ سر میں گولی لگنے سے آپ موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ وقوعہ کے بعد قاتل موقع سے چلا گیا اور گاؤں کی دوسری جانب جا کر ایک اَور احمدی مکرم راحت احمد باجوہ صاحب کو بھی فائر کر کے شہید کر دیا جس کے بعد قاتل کی گرفتاری عمل میں آئی۔ وقوعہ کے بعد قاتل نے پولیس کو اپنے اقراری بیان میں بتایا کہ ہاں میں نے ان کو مارا ہے۔ اس نے یہ کارروائی جنت کے حصول کے لیے کی ہے۔ کہنے لگا کہ مَیں نے تو جنت حاصل کرنے کے لیے سب کچھ کیا ہے۔ اگر مجھے کوئی اَور احمدی بھی نظر آ جاتا تو میں اُس کی جان لینے سے بھی گریز نہ کرتا۔ تو مولویوں کے سکھائے ہوئے اسلام کی تعلیم کا لوگوں پر تو یہ اثر ہے۔ یہ اسلام کی تعلیم دے رہے ہیں اور اسلام کو بدنام کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی جلد پکڑ کے سامان فرمائے۔

غلام سرور صاحب شہید ابن بشیر احمد صاحب کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے پڑدادا حضرت شرف دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ سے ہوا جنہوں نے طاعون کے نشان سے متاثر ہو کر سعد اللہ

پور کے دیگر احباب کے ہمراہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کے توسط سے بذریعہ خط بیعت کی تھی۔ بعد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے 1903ء میں مقدمہ جہلم کے موقع پر جہلم تشریف لانے پر ان کی زیارت کی سعادت بھی ملی۔ شہید مرحوم بفضلِ خدا نظامِ وصیت میں شامل تھے۔ پنجگانہ نماز باجماعت کے پابند، تہجد گزار تھے۔ درود شریف بہت زیادہ کثرت سے کرنے والے، نفلی روزوں کے علاوہ تلاوت قرآن کریم سے خصوصی شغف تھا۔ اس کے علاوہ جماعتی کتب کا مطالعہ باقاعدگی سے کرتے تھے اور نفل روزانہ کا ان کا معمول تھا۔ جماعت کے لیے دو نفل باقاعدگی سے پڑھا کرتے تھے۔ روزانہ کی بنیاد پر صدقہ دیا کرتے تھے۔ پردہ پوشی کے ساتھ مستحقین کی معاونت کرتے تھے۔ کبھی کسی سوالی کو گھر سے خالی نہ جانے دیتے تھے۔ مقامی جماعت میں جنرل سیکرٹری کے علاوہ انہیں بطور مربی اطفال سعد اللہ پور بھی خدمت کی توفیق ملی۔ مرحوم کو دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔ کئی سعید روحوں کو آپ کے توسط سے بیعت کی توفیق ملی۔ ماضی میں کلمہ مہم کے دوران دیگر احباب کے ساتھ تین چار دن کے لیے بغیر مقدمہ درج کیے ان کو اسیر راہ مولیٰ ہونے کی بھی سعادت ملی۔

قائد ضلع شاہد عمران ہیں، مرحوم کے بھتیجے بھی ہیں، کہتے ہیں کہ شہید مرحوم بار بار اس خواہش کا اظہار کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے کسی ایسے کام کی توفیق دے جس کی بدولت جماعت احمدیہ کی تاریخ میں میرا نام سنہری حروف میں لکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش اس طرح پوری کر دی۔

پسماندگان میں اہلیہ مکرمہ ساجدہ پروین صاحبہ کے علاوہ دو بیٹے اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔ ان کی دو چھوٹی بیٹیاں ہیں جو ایک ایف ایس سی میں تعلیم حاصل کر رہی ہے اور ایک میٹرک میں۔ باقی بچے تو شادی شدہ ہیں۔ اطاعت کا جذبہ کہتے ہیں ان میں کمال کا تھا۔ صدر جماعت نے بیان کیا کہ ان کی شہید مرحوم کے ساتھ عزیزداری بھی تھی اور کبھی کبھار ان سے رنجش بھی ہو جاتی تھی۔ آپس کے تعلقات میں باتوں میں اونچ نیچ ہو جاتی ہے مگر جب جماعتی معاملہ آتا تو یہ کہتے کہ آپ صدر جماعت ہیں۔ جو بات بھی آپ کہیں گے اس کی کامل پابندی کروں گا۔ یہ ایک نمونہ تھا جو انہوں نے دکھایا۔ لوگوں کی بہت ساری شکایتیں آتی ہیں کہ اپنے ذاتی رنجوں کی بنا پہ جماعتی نظام سے تعاون نہیں کرتے لیکن انہوں نے کبھی یہ اظہار نہیں ہونے دیا۔ کامل اطاعت کے ساتھ انتظامیہ کی اطاعت کی ہے۔

ملک امان اللہ صاحب مربی ضلع کہتے ہیں کہ میرا غلام سرور صاحب کے بارے میں مشاہدہ یہ رہا کہ مسجد میں ہمیشہ پہلے آ کر پہلی صف میں دائیں طرف بیٹھ جاتے۔ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ نہایت عاجز اور منکسر المزاج انسان تھے۔ خلافت سے خاص محبت تھی۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی کتب کا مطالعہ کا بھی ذوق رکھتے تھے اور تبلیغ کا بھی شوق تھا۔ اس لیے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی مجالسِ عرفان اور دیگر آڈیو ویڈیو اپنے پاس رکھتے تھے اور بڑے شوق سے سنا کرتے تھے اور دیکھا کرتے تھے۔ ایک مربی نے لکھا کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ مسجد پہ حملہ ہوا ہے اور میں شہید ہو گیا ہوں یعنی مربی۔ تو مربی صاحب نے یہ خواب جب ان کو سنائی تو شہید مرحوم کہنے لگے: مربی صاحب دیکھتے ہیں پہلے آپ شہید ہوتے ہیں یا مَیں۔ یہ بھی لگتا ہے کہ ان کو پہلے کوئی اشارہ ملا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے یہ بات کہی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی

نسل میں بھی ان کی نیکیاں جاری رکھے اور کامل وفا سے ان کو رہنے کی توفیق دے۔

دوسرا ذکر مکرم راحت احمد باجوہ صاحب شہید کا ہے۔ یہ مشتاق احمد باجوہ صاحب کے بیٹے تھے۔ تفصیلات کے مطابق راحت باجوہ صاحب سعد اللہ پور بس سٹاپ پر واقع اپنے پکوان سینٹر سے واپس اپنے گھر آ رہے تھے کہ مذکورہ قاتل سید علی رضا نے ان پر بھی پسٹل سے فائر کر دیا۔ سر میں گولی لگنے سے آپ بھی موقع پر شہید ہو گئے۔ راحت احمد باجوہ صاحب شہید کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا مکرم رشید احمد صاحب کے ذریعہ ہوا جنہوں نے اپنے بھائی مکرم حفیظ اللہ صاحب کے ذریعہ 1978ء میں بیعت کی تھی۔ شہید مرحوم بفضلہ تعالیٰ نظامِ وصیت میں شامل تھے۔ جب بھی کسی احمدی کی شہادت کی انہیں اطلاع ملتی تو رشک سے اس امر کا اظہار کرتے کہ یہ رتبہ تو قسمت والوں کو ملتا ہے۔ خلافت احمدیہ سے والہانہ عشق تھا۔ مہمان نوازی کا وصف نمایاں تھا۔ نہایت ہنس مکھ انسان تھے۔ ہر کسی سے محبت سے پیش آتے۔ اگر کوئی منفی رویہ اختیار کرتا تو اس کا جواب مثبت رویے سے دیتے۔ 2018ء میں قادیان گئے تو ہر وقت مسجد میں یا بیت الدعا میں دعاؤں میں ہی مشغول رہے۔ جب بھی جماعتی خدمت کے لیے بلایا جاتا فوری طور پر سب کام چھوڑ کے حاضر ہو جاتے۔ جماعتی پروگرامز کے ضمن میں مہمانان کے لیے خود کھانا تیار کرتے کیونکہ ان کی اپنی کھانے کی دکان تھی۔ ان کی ایک خواہش تھی کہ وقف کر کے دارالضیافت میں جائیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کی خدمت کریں۔ ان کے ایک کزن جامعہ میں پڑھتے ہیں۔ کہتے ہیں مجھے جب بھی ملتے ہمیشہ یہ نصیحت کرتے کہ کبھی بے وفائی نہ کرنا اور آخر دم تک اپنے وقف کو نبھانا۔ تبھی تم ہمارے خاندان کی عزت کا باعث بنو گے۔

شہید مرحوم نے پسماندگان میں والدین کے علاوہ اہلیہ امۃ النور صاحبہ اور دو بیٹیاں عزیزہ جویریہ عمر چار سال اور عزیزہ زمل راحت ڈیڑھ سال یادگار چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان شہداء کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ رحمت اور مغفرت کا سلوک فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ انہیں اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

اس کے **ساتھ ایک اَور جنازہ مکرم ملک مظفر خان جوئیہ** کا ہے۔ گذشتہ دنوں 93 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ آپ کے بیٹے محمد مطیع اللہ جوئیہ صاحب آج کل ہوائی (Hawaii) میں مربی سلسلہ ہیں اور ٹریول ڈاکومنٹس نہ ہونے کی وجہ سے والد کے جنازے میں اور تدفین میں شامل نہیں ہو سکے۔ مربی صاحب لکھتے ہیں کہ والد صاحب نہایت دین دار، متقی، غریب پرور، تہجد گزار، پنجوقتہ نمازوں کے پابند اور باقاعدہ تلاوت قرآن کریم باترجمہ کرنے والے ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔ چوبیس سال کی عمر میں 1953ء میں انہوں نے خود احمدیت قبول کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کرنے سے ان میں ایک انقلابی تبدیلی آئی اور اس وقت سے انہوں نے خدا تعالیٰ کی عبادت، خلافت سے وفا اور انسانیت کی خدمت کی مثالی زندگی بسر کی۔

آپ کو زندگی میں مختلف حیثیتوں میں جماعت کی خدمت کا بھی موقع ملا۔ پندرہ سال تک اپنی جماعت چک 152 شمالی سرگودھا میں صدر جماعت بھی رہے۔ کہتے ہیں آپ سے ہم نے کبھی کسی جماعتی عہدیدار

کے بارے میں شکوہ یا شکایت نہیں سنی۔ ہمیشہ نصیحت کرتے کہ کوئی جماعتی عہدیدار چاہے سائق ہی ہو اگر تمہارے گھر آئے تو خلیفۂ وقت کے نمائندہ ہونے کی حیثیت سے اس کی عزت و اکرام تم پر واجب ہے۔ خود بھی عملاً ہمیشہ جماعتی مہمانوں اور عہدیداروں کا خاص احترام کرتے تھے۔

2005ء میں جب میں نے وصیت کی تحریک کی تھی تو یہ تو پہلے ہی موصی تھے۔ کہتے کہ کس طرح میں اس تحریک پر لبیک کہوں چنانچہ اس وقت انہوں نے اپنی وصیت کو 1/10 سے بڑھا کے 1/3 کر دیا۔ شرح بڑھا دی۔ سب بچوں کو کہتے تھے کہ مالی قربانی اور چندہ حقیقت میں وہی ہوتا ہے جو انسان پہلے ہی ادا کرے اور سیکرٹری مال کو یاددہانی کا موقع ہی نہ دیا جائے۔ خود بھی جب پنشن آتی تھی اس میں سب سے پہلے چندہ جات ادا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ 1990ء کی دہائی میں ہماری جماعت کو مربی ہاؤس کی ضرورت پڑی تو اپنی زمین جو مسجد کے نزدیک اور گاؤں کے اندر واقع تھی جماعت کو بلاتردّد عطیہ کر دی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 05/ جولائی 2024ء جلد 31 شمارہ 159 صفحہ 02 تا 05)

25

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 21/ جون 2024ء بمطابق 21/ احسان 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی بنو نضیر جو یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا ان کی سازش تھی، اس کا ذکر ہو رہا تھا۔ گذشتہ خطبہ میں مَیں نے بتایا تھا کہ اس کی تفصیل بیان کروں گا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے منصوبے کو ناکام کیا جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا بنایا تھا۔ اس بارے میں لکھا ہے کہ وحی کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سازش کا علم ہوا اور اس کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے کہ عمرو بن جَحَّاشْ جب چھت کے اوپر پہنچ گیا تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر پھینکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودیوں کی سازش کی بذریعہ وحی خبر ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھے اور اپنے ساتھیوں کو وہیں بیٹھا چھوڑ کر اس طرح روانہ ہو گئے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی کام ہے۔ اور آپؐ تیزی سے واپس مدینہ تشریف لے گئے۔ آپؐ کے صحابہؓ یہی سمجھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی حاجت کے لیے تشریف لے گئے ہیں لیکن جب کچھ دیر ہو گئی تو صحابہؓ کو آپؐ کی فکر ہوئی اور وہ آپؐ کی تلاش میں اٹھے۔ راستے میں ان کو مدینہ سے آتا ہوا ایک شخص ملا۔ صحابہؓ نے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا تو اُس نے کہا کہ مَیں نے آپؐ کو مدینہ میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ صحابہؓ فوراً مدینہ آپؐ کے پاس پہنچے۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو بتایا کہ بنو نضیر نے کیا سازش کی تھی۔

(سیرت حلبیہ جلد 2 صفحہ 357 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2008ء)

دوسری طرف ابھی یہود آپس میں مشورہ ہی کر رہے تھے کہ ایک یہودی مدینہ سے آیا۔ جب اس نے اپنے ساتھیوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق باہم مشاورت کرتے سنا تو اس نے کہا تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیں اور آپؐ کے صحابہ کو گرفتار کر لیں۔ اس نے پوچھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جو قریب ہی دوسری جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے ساتھی نے انہیں کہا کہ مَیں نے تو آپؐ کو دیکھا وہ مدینہ میں داخل ہو رہے تھے۔ اس پر وہ حیران رہ گئے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 318 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1993ء)

ایک اَور سیرت نگار نے اس بارے میں لکھا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو واپسی میں کچھ دیر ہو گئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے یہاں رکے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم آ گیا ہے۔ چنانچہ وہ سب وہاں سے چلنے

لگے تو یہود کا سردار حُیی بنِ اَخْطَب کہنے لگا کہ ابوالقاسم نے جلدی کی ہے۔ ہم تو کھانے کی تیاری کر رہے تھے اور دیت کے لیے مشاورت کر رہے تھے۔ انہیں کھانا کھلا کر آپ کی ضرورت پوری کرنا چاہتے تھے۔ پھر جب صحابہ کرامؓ مدینہ کی طرف واپس آ رہے تھے تو انہیں ایک آدمی ملا۔ انہوں نے اس سے پوچھا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ اس نے بتایا کہ میری ابھی ابھی آپؐ سے ملاقات ہوئی ہے۔ آپؐ مدینہ میں داخل ہو رہے تھے۔ صحابہ کرامؓ وہاں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ وہاں سے تشریف لے آئے اور ہمیں معلوم ہی نہیں ہوا۔ آپؐ نے فرمایا:

هَمَّتِ الْيَهُودُ بِالْغَدْرِ بِي، یہود نے میرے ساتھ دھوکے کا ارادہ کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحی الٰہی کے مطابق جلد تشریف لے گئے۔ صحابہ کرامؓ کو آپؐ نے اس لیے کچھ نہیں بتایا کہ وہ خطرے کی زَد میں نہیں تھے۔ یہود کا اصل ہدف صرف آپؐ کی ذات تھی۔ اس لیے آپؐ مطمئن تھے کہ میرے صحابہؓ نہ صرف محفوظ و مامون رہیں گے بلکہ وہ میری تلاش میں جلدی نکل آئیں گے۔

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 07 صفحہ 41-40 مکتبہ دار السلام ریاض 1435ھ)

کہتے ہیں اس وقت یہ آیت بھی نازل ہوئی يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ (المائدۃ:12)

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 319 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1993ء)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو۔ جب ایک قوم نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ وہ تمہاری طرف اپنے شر کے ہاتھ لمبے کریں گے مگر اس نے تم سے ان کے ہاتھوں کو روک لیا اور اللہ سے ڈرو اور چاہیے کہ اللہ ہی پر مومن توکل کریں۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس بارے میں لکھا ہے کہ ”انہوں نے“ یعنی یہود نے ”بظاہر آپؐ کے تشریف لانے پر خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ آپؐ تشریف رکھیں۔ ہم ابھی اپنے حصہ کا روپیہ ادا کئے دیتے ہیں۔ چنانچہ آپؐ مع اپنے چند اصحاب کے ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے اور بنو نضیر باہم مشورہ کے لئے ایک طرف ہو گئے اور ظاہر یہ کیا کہ ہم روپے کی فراہمی کا انتظام کر رہے ہیں لیکن بجائے روپے کا انتظام کرنے کے انہوں نے یہ مشورہ کیا کہ یہ ایک بہت ہی اچھا موقعہ ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مکان کے سایہ میں دیوار کے ساتھ لگے بیٹھے ہیں کوئی شخص دوسری طرف سے مکان پر چڑھ جاوے اور پھر ایک بڑا پتھر آپؐ کے اوپر گرا کر آپؐ کا کام تمام کر دے“ نعوذ باللہ۔ ”یہود میں سے ایک شخص سلام بن مِشْکَمْ نے اس تجویز کی مخالفت کی اور کہا کہ یہ ایک غداری کا فعل ہے اور اس عہد کے خلاف ہے جو ہم لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کر چکے ہیں۔ مگر ان لوگوں نے نہ مانا اور بالآخر عَمرو بن جَحّاش نامی ایک یہودی ایک بہت بھاری پتھر لے کر مکان کے اوپر چڑھ گیا اور قریب تھا کہ وہ اس پتھر کو اوپر سے لڑھکا دیتا۔ مگر روایت آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے یہود کے اس بد ارادے سے بذریعہ وحی اطلاع دے دی اور آپؐ جلدی سے وہاں سے اٹھ آئے اور ایسی جلدی میں اٹھے کہ آپؐ کے اصحاب نے بھی اور یہود نے بھی یہ سمجھا کہ شاید آپؐ کسی حاجت کے خیال سے اٹھ گئے ہیں۔ چنانچہ وہ اطمینان کے ساتھ بیٹھے ہوئے آپؐ کا انتظار

کرتے رہے لیکن آپؐ وہاں سے اٹھ کر سیدھے مدینہ میں تشریف لے آئے۔ صحابہ نے تھوڑی دیر آپؐ کا انتظار کیا لیکن جب آپؐ واپس تشریف نہ لائے تو وہ گھبرا کر اپنی جگہ سے اٹھے اور آپؐ کو اِدھر اُدھر تلاش کرتے ہوئے بالآخر خود بھی مدینہ پہنچ گئے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو یہود کی اس خطرناک سازش کی اطلاع دی۔" (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 523)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کے بعد کی تفصیل میں یہودیوں کے رویے کے بارے میں لکھا ہے کہ یہود اپنے کیے پر بہت شرمندہ تھے۔ ایک یہودی کِنَانَہ بن صُوَیْرَاء یا صُورِیَّا نے کہا۔ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے کیوں اٹھ کر چلے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! ہمیں تو معلوم نہیں تمہیں کچھ پتہ ہے تو بتا دو۔ اس نے کہا تورات کی قسم بلاشبہ مَیں جانتا ہوں کہ محمد کو خبر کر دی گئی ہے جو تم نے اس کے ساتھ دھوکے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ تم اب مزید اپنے آپ کو دھوکے میں نہ رکھو۔ اللہ کی قسم! بلاشبہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ اٹھے بھی اس لیے ہیں کہ انہیں بذریعہ وحی بتا دیا گیا ہے کہ تم دھوکا دہیوں سے کام لینا چاہتے تھے۔ یقیناً وہ آخری نبی ہیں۔ تم چاہتے تھے کہ آخری پیغمبر ہارونؑ کی نسل سے آئے لیکن اللہ تعالیٰ نے جہاں سے چاہا انہیں مبعوث فرمایا۔ بلاشبہ ہماری کتابیں جنہیں ہم تورات میں پڑھتے ہیں وہ تبدیل نہیں ہوئیں۔ ان میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اس نبی کی پیدائش مکہ میں ہو گی اور وہ یثرب یعنی مدینہ میں ہجرت کرے گا۔ اس کی جو صفات ہماری کتاب تورات میں بیان کی گئی ہیں صرف اور صرف ان پر صادق آتی ہیں۔ مَیں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں خون خرابے کے سِوا کچھ نہیں ملے گا۔ تم اپنے اموال، جائیدادیں اور بچے روتے بلکتے چھوڑ جاؤ گے۔ اگر تم میری بات مان لو تو تمہارا شرف و وقار باقی رہے گا میری دو باتیں مان لو ورنہ تیسری بات میں بھلائی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا وہ دو باتیں کیا ہیں؟ اس نے کہا کہ:

پہلی بات یہ کہ تم اسلام قبول کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی بن جاؤ گے تو تمہارے اموال اور تمہاری اولاد محفوظ رہے گی اور تم لوگ ان کے اونچے مقام والے ساتھیوں میں سے بن جاؤ گے اور اپنے گھروں سے نکالے نہیں جاؤ گے۔ یہود نے کِنَانَہ بن صُوْرِیَّا کی بات کا یہ جواب دیا کہ ہم تورات اور عہد موسیٰ کو نہیں چھوڑیں گے۔

کِنَانَہ نے کہا دوسری بات یہ ہے کہ تم لوگ انتظار کرو۔ عنقریب وہ تمہیں حکم دے گا کہ تم میرے شہر سے نکل جاؤ۔ اس پر تم لوگ کہنا ہاں۔ پھر وہ تمہارے خون اور تمہارے مال اپنے لیے حلال نہیں بنائے گا اور تمہارے مال اور جائیدادیں تمہارے لیے چھوڑ دے گا۔ چاہو تو بیچ دو اور چاہو تو اپنے پاس رکھ لو۔ انہوں نے کہا کہ ہاں ہم اس کے لیے تیار ہیں۔ سلام بن مِشْکَمْ نے کہا تم لوگوں نے جو کہا مَیں مجبور ہو کر تمہارے ساتھ اس میں شریک ہوا۔ وہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اب ہمیں پیغام بھیجنے والا ہے کہ تم اس علاقے سے نکل جاؤ۔ اے حُیی! اس کی بات کے سامنے پس و پیش نہ کرنا۔ اس سردار کو کہا۔ اور خوشی سے جلاوطنی قبول کر لینا اور اس کے شہر سے نکل جانا۔ اس پر حُیی نے کہا کہ مَیں ایسا ہی کروں گا اور اس جگہ سے چلا جاؤں گا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 319 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1993ء)

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 7 صفحہ 43-42 مکتبہ دار السلام ریاض 1435ھ)

مدینہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سازشوں کے متعلق کیا کارروائی فرمائی؟ اِس بارے میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی جلا وطنی کا حکم فرمایا لیکن انہوں نے فیصلہ ماننے سے انکار کیا۔ گو شروع میں یہی لکھا ہے لیکن بعد میں ان کا ارادہ بدل گیا اور انہوں نے مقابلے کی ٹھانی۔ اس کی مزید تفصیل اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچنے کے بعد حضرت محمد بن مسلمہؓ کو بلا بھیجا۔ وہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ بنو نضیر کے یہود کے پاس جاؤ اور ان سے کہنا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری طرف یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ تم ان کے شہر سے نکل جاؤ۔

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 7 صفحہ 43-42 مکتبہ دار السلام ریاض 1435ھ)

محمد بن مسلمہؓ بنو نضیر کے پاس پہنچ کر کہنے لگے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری طرف ایک پیغام دے کر بھیجا ہے لیکن وہ سنانے سے پہلے مَیں تمہیں ایک بات یاد دلاتا ہوں جس کا تم سب کو علم ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کون سی بات ہے؟ محمد بن مسلمہؓ نے کہا تمہیں تورات کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا۔ تمہیں یاد ہو گا کہ قبل از اسلام مَیں ایک روز تورات لے کر آیا اور تمہارے سامنے پیش کی۔ تم نے کہا کھانا کھانا چاہتے ہو تو کھلائیں گے۔ یہودی بننا چاہتے ہو تمہیں یہودی بنا دیں گے۔ مَیں نے کہا تھا کہ اگر کھانا کھلاؤ گے تو کھالوں گا۔ یہودی بننے کے لیے کہو گے تو یہ ناممکن ہے۔

پھر تم نے ایک طشت میں کھانا پیش کیا اور پوچھا کہ تم یہودی مذہب قبول کیوں نہیں کرنا چاہتے؟ کیا تم ابراہیمی دین کے متلاشی ہو؟ کیا ابو عامر راہب دینِ ابراہیمی کا پیروکار نہیں ہے؟ اس دین والا نبی ہمارے پاس آنے والا ہے جس کی یہ نشانیاں ہیں۔ وہ ہنس مکھ ہو گا۔ دشمنانِ حق ملیامیٹ کرنے والا ہو گا۔ اس کی آنکھیں سرخی مائل ہوں گی۔ وہ یمن کی طرف سے آئے گا۔ اونٹ پر سوار ہو گا۔ سر پر عمامہ باندھ رکھا ہو گا۔ سوکھی روٹی کے ٹکڑے پر اکتفا کرنے والا ہو گا۔ اس کی گردن سے تلوار لٹکی ہو گی اور وہ حکمت و دانائی کی باتیں کرے گا۔ یہود نے کہا تم نے سب نشانیاں درست بتائی ہیں۔ ہم نے یہ باتیں تم سے کی تھیں لیکن یہ علامتیں اس شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں ہیں۔ اس پر محمد بن مسلمہؓ نے کہا جو بات مَیں تمہیں یاد کرانا چاہتا ہوں وہ یہی تھی۔

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سن لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ جو معاہدہ تمہارے ساتھ کیا گیا تھا تم نے دھوکا بازی کر کے اسے توڑ دیا ہے۔ عمرو بن جحاش نے چھت پر چڑھ کر پتھر پھینکنے کا سوچا تھا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبیؐ کو باخبر کر دیا گیا ہے۔ تم نے عہد شکنی کی ہے۔ یہ بات سن کر ان پر سکتہ طاری ہو گیا۔ محمد بن مسلمہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سناتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

أُخْرُجُوا مِنْ بَلَدِي فَقَدْ أَجَّلْتُكُمْ عَشْرًا فَمَنْ رُّئِيَ بَعْدَ ذَالِكَ ضَرَبْتُ عُنُقَهٗ یعنی تم میرے شہر سے نکل جاؤ مَیں تمہیں دس دن کی مہلت دیتا ہوں۔ اگر اس کے بعد کوئی شخص نظر آیا تو مَیں اس کی گردن مار دوں گا۔ یہود نے کہا ہم یہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ اوس قبیلے کے کسی شخص سے ہم اس طرح کی بات سنیں گے۔ تم تو ہمارے حلیف تھے۔ محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ اب دل بدل گئے ہیں۔ اوس اور خزرج

کے دلوں میں یہود سے محبت تھی مگر اسلام کے بعد اب وہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سن کر یہود نے جلاوطنی کی تیاری شروع کر دی۔ بنو نضیر کو چند ایام کی مہلت دے دی گئی تو وہ جلاوطن ہونے کی تیاریاں کرنے لگے۔ ان کی سواریاں ذِیْ جَدْ ر مقام پر چراگاہ میں موجود تھیں۔ ذِیْ جَدْ ر قباء کے نواح میں مدینہ سے چھ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک چراگاہ تھی۔ یہ انہیں واپس لانے لگے انہوں نے قبیلہ اَشجع سے کچھ اونٹ بطور قرض لینے کا مطالبہ بھی کیا۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 180-179 بزم اقبال لاہور 2022ء)

(فرہنگِ سیرت صفحہ 85 زوار اکیڈمی کراچی 2003ء)

یہود وہاں سے نکلنے کی تیاریوں میں تھے کہ اس **دوران رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبَی بن سلول نے ایک چال چلی اور اس کی اس چال** کی وجہ سے ان کے ارادے بدل گئے۔ جس کی تفصیل میں تاریخ میں لکھا ہے کہ یہود اپنی تیاری میں مصروف تھے کہ ان کے پاس عبداللہ بن اُبَی کا پیغام آیا۔ سُوَید اور دَاعِسْ یہ پیغام لے کر آئے کہ عبداللہ بن اُبَی کہہ رہا ہے کہ اپنے گھروں سے نہ نکلو۔ اپنے اموال نہ چھوڑو۔ اپنے قلعوں میں ٹھہرے رہو۔ میرے پاس اپنی قوم اور دیگر اہل عرب کے دو ہزار جوان موجود ہیں وہ تمہارے ساتھ تمہارے قلعوں میں داخل ہو جائیں گے۔ ان کا آخری شخص مر جائے گا لیکن مسلمانوں کو تم تک نہ پہنچنے دیں گے۔ بنو قریظہ بھی تمہاری مدد کریں گے۔ تمہیں رسوا نہیں کریں گے۔ بنو غطفان میں سے تمہارے حلیف بھی تمہاری مدد کریں گے اور اگر تم یہاں سے نکلنے پر مجبور ہو گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ ہی یہاں سے چلے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے منافقین کی اس چالبازی اور مکاری کو قرآن مجید میں بھی بیان فرمایا ہے اور یہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۔ (الحشر:12) کیا تُو نے ان کی طرف نظر نہیں دوڑائی جنہوں نے نفاق کیا۔ وہ اہل کتاب میں سے اپنے بھائیوں سے جنہوں نے کفر کیا کہتے ہیں کہ اگر تم نکال دیے گئے تو تمہارے ساتھ ہم بھی ضرور نکلیں گے اور تمہارے بارے میں کبھی کسی کی اطاعت نہیں کریں گے اور اگر تمہارے خلاف لڑائی کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 180 بزم اقبال لاہور 2022ء)

(الاکتفاء جلد 2 صفحہ 110 عالم الکتب بیروت)

عبداللہ بن اُبَی نے بنو قریظہ کے کَعْب بن اَسَد قُرَظِی کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ اپنے ساتھیوں کی مدد کرے۔ اس نے کہا ہم میں سے ایک شخص بھی یہ معاہدہ توڑنے پر راضی نہیں۔ اس نے انکار کر دیا۔ عبداللہ بن اُبَی بنو قریظہ سے مایوس ہو گیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بنو نضیر کے درمیان معاملات میں شدت پیدا کرنا چاہتا تھا۔ وہ لگاتار حُیَیّ کی طرف پیغام بھیجتا رہا۔ حُیَیّ نے کہا کہ مَیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف یہ پیغام بھیج رہا ہوں کہ ہم اپنے گھروں سے نہیں نکلیں گے۔ ہم اپنے اموال نہیں چھوڑیں گے۔ وہ جو چاہیں کر لیں۔ حُیَیّ، عبداللہ بن اُبَی کی باتوں میں آ گیا۔ سلام بن مِشْکَمْ نے حُیَیّ سے کہا کہ حُیَیّ! تیرے نفس نے تجھے دھوکا دے رکھا ہے۔ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تیری رائے کو احمق سمجھا جائے گا تو مَیں اپنے اطاعت گزار یہودیوں کے ساتھ تجھے چھوڑ دیتا۔ حُیَیّ اس طرح نہ کر۔ اسے کہا۔ بخدا! تُو بھی جانتا ہے اور

تیرے ساتھ ہم بھی جانتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ ان کے اوصاف ہمارے ہاں موجود ہیں۔ اگر ہم ان کی اتباع نہ کریں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم ان سے حسد کرتے ہیں کیونکہ نبوت بنو ہارون سے نکل چکی ہے۔ آؤ ہم ان کے عطا کردہ امن کو قبول کر لیں۔ ہم ان کے شہر سے نکل جائیں۔ تُو بھی جانتا ہے کہ تُو نے ان کے ساتھ دھوکا کرنے میں میری مخالفت کی ہے۔ جب ہم یہاں سے چلے جائیں گے اور جب پھل پک جائیں گے تو ہم آئیں گے یا ہم میں سے ایک اپنے پھل کے پاس آئے گا اُسے فروخت کر دے گا یا اس کے ساتھ جو چاہے گا کرے گا پھر ہمارے پاس آ جائے گا۔ تو گویا کہ ہم اپنے شہر سے نکلے ہی نہیں کیونکہ ہمارے اموال ہمارے ہاتھوں میں ہوں گے۔ ہماری قوم پر ہمارا شرف ہمارے اموال اور افعال کی وجہ سے ہے۔ جب اموال ہمارے ہاتھوں سے چلے جائیں گے تو پھر ہم ذلت میں دوسرے یہود کی طرح ہو جائیں گے لیکن اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف آئے اور اگر انہوں نے ایک دن بھی ہمارے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا پھر وہ اس پیغام کو قبول نہیں کریں گے جو انہوں نے ابھی بھیجا ہے اور وہ اس کا انکار کر دیں گے۔ حُیَیّ بن اَخْطَب نے کہا کہ محمدؐ تب ہی ہمارا محاصرہ کریں گے جب انہیں موقع ملے گا ورنہ وہ واپس چلے جائیں گے۔ تم نے دیکھا نہیں کہ عبد اللہ بن اُبَی نے بھی میرے ساتھ وعدہ کیا ہے۔ سَلام بن مِشْکَمْ نے کہا عبد اللہ بن اُبَی کے قول کی کوئی حیثیت نہیں۔ وہ تجھے ہلاکت کے گڑھے میں پھینکنا چاہتا ہے یہاں تک کہ تُو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرے۔ وہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے گا اور تجھے چھوڑ دے گا۔ عبد اللہ بن اُبَی نے کعب سے مدد مانگی تھی مگر کعب نے انکار کر دیا تھا۔ کعب نے کہا تھا کہ بنو قریظہ کا ایک شخص بھی اس عہد کو نہیں توڑے گا جبکہ مَیں زندہ ہوں۔ عبد اللہ بن اُبَی نے اپنے حلیف بنو قینقاع کے ساتھ بھی اسی طرح کا وعدہ کیا تھا۔ انہوں نے بھی جنگ کرنے کی کوشش کی۔ عہد کو پسِ پشت ڈالا۔ خود کو اپنے قلعوں میں محصور کر دیا۔ وہ عبد اللہ بن اُبَی کی مدد کا انتظار کرتے رہے جبکہ وہ اپنے گھر میں بیٹھا رہا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف گئے اور ان کا محاصرہ کر لیا حتیٰ کہ وہ اُن کا حکم ماننے پر مجبور ہو گئے۔

ابن اُبَی نے تو اپنے حلیفوں کی مدد نہیں کی تھی ہم نے تو اپنی تلواروں کے ساتھ اوس کے ہمراہ اس کے ساتھ تمام جنگوں میں شرکت کی ہے۔ اب تو جنگ کا وہ سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا چکے ہیں اور ان کے درمیان یعنی جنگوں کے درمیان روک ڈال دی گئی ہے۔ ابن اُبَی نہ یہودی ہے نہ مسلمان۔ نہ ہی اپنی قوم کے دین پر ہے۔ ہم اس کی بات کیسے قبول کر لیں۔ حیی نے کہا کہ مَیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت ہی کرتا رہوں گا اور ان کے ساتھ قتال ہی کرتا رہوں گا۔ سَلَّام نے کہا پھر تو ہم اپنی سرزمین سے جلاوطن ہو جائیں گے۔ ہمارے اموال اور ہمارا شرف ختم ہو جائے گا۔ ہمارے بچے قیدی بن جائیں گے اور ہمارے جنگجو قتل کر دیے جائیں گے۔ مگر حیی نے انکار کر دیا سوائے اس کے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرے گا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 321-320 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1993ء)

سَارُوْک بن اَبِی حُقَیق جو یہود کی قوم کا ایک بوڑھا شخص تھا اور کم عقل مشہور تھا اس نے بھی کہا کہ اے حُیَیّ! تُو منحوس آدمی ہے۔ تُو بنو نضیر کو ہلاک کر دے گا۔ حُیی غضبناک ہو گیا۔ اس نے کہا بنو نضیر کا

ہر آدمی بات کر رہا ہے حتی کہ یہ پاگل اور بیوقوف آدمی بھی مجھے ملامت کر رہا ہے۔ سَارُوک کو اس کے بھائیوں نے مارا اور حیی سے کہا ہم تمہارے حکم کے تابع ہیں۔ ہم ہرگز تمہاری مخالفت نہیں کریں گے۔

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 7 صفحہ 45 مکتبہ دارالسلام ریاض 1435ھ)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 181 بزم اقبال لاہور 2022ء)

پھر حُیَیّ نے اپنے بھائی جُدَیّ بن اخطب کو ایلچی بنا کر بھیجا کہ جاؤ مسلمانوں کے قائد کو بتا دو کہ ہم یہاں سے نہیں جائیں گے جو کر سکتے ہو کر لو۔ جُدَیّ نے مدینہ پہنچ کر حیی کا پیغام سنایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات سنی تو بلند آواز میں اللہ اکبر! کہا اور مسلمانوں نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حَارَبَتِ الْیَھُوْدُ۔ یعنی یہود نے اعلان جنگ کر دیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کی ان کارروائیوں اور اعلانیہ جنگ کے جواب میں بنو نضیر پر چڑھائی کرنے کا اعلان کیا تو صحابہؓ اسی وقت تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ یہود کا یہی قاصد جُدَیّ بن اخطب فوراً عبداللہ بن اُبی کے گھر پہنچا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونے والی گفتگو اور احوال کے متعلق بتایا۔ یہ گھر میں اپنے دوست احباب سے خوش گپیوں میں مگن تھا۔ اس نے کہا جاؤ مَیں اپنے حلیفوں کو پیغام بھیجتا ہوں وہ تمہارے ساتھ قلعوں میں داخل ہو جائیں گے۔ اس ایلچی نے دیکھا کہ ابن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ زرہ پہنے اور تلوار تھامے اسلامی لشکر میں شمولیت کے لیے دوڑے جا رہے ہیں۔ اس پر جُدَیّ تعاون سے ناامید ہو گیا۔ یہ فوراً حُیَیّ کے پاس آیا اور اسے تمام روئیداد بیان کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری بات سن کر کہا **کہ یہود نے اعلانِ جنگ کر دیا ہے**۔ پھر نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے تیاری کا اعلان کر دیا ہے۔ اسے پھر بھی اعتبار نہ آیا۔ کہنے لگا یہ تو ان کی جنگی چال تھی۔ حیی نے پوچھا کہ عبداللہ بن اُبَی نے کیا کہا؟ تو اس نے ابن ابی کے ساتھ بات چیت کے بارے میں بتایا کہ وہ کہتا ہے کہ مَیں اپنے حلیفوں کو پیغام بھیج دیتا ہوں وہ تمہارے ساتھ قلعوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ جُدَیّ نے کہا بھائی مَیں تو اس کی مدد سے ناامید ہوں۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلعوں کا محاصرہ کرنے کے لیے صحابہؓ کو حکم صادر فرمایا۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 182-181 بزم اقبال لاہور 2022ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس بارے میں لکھا ہے کہ ”قبیلہ اوس کے ایک رئیس محمد بن مسلمہؓ کو بلا کر فرمایا کہ تم بنو نضیر کے پاس جاؤ اور ان کے ساتھ اس معاملہ کے متعلق بات چیت کرو اور ان سے کہو کہ چونکہ وہ اپنی شرارتوں میں بہت بڑھ گئے ہیں اور ان کی غداری انتہاء کو پہنچ گئی ہے اس لئے اب ان کا مدینہ میں رہنا ٹھیک نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ مدینہ کو چھوڑ کر کہیں اَور جا کر آباد ہو جائیں اور آپؐ نے ان کے لئے دس دن کی میعاد مقرر فرمائی ہے۔ محمد بن مسلمہ جب ان کے پاس گئے تو وہ سامنے سے بڑے تمرد سے ”بڑے تکبر سے ”پیش آئے اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہہ دو کہ ہم مدینہ سے نکلنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ تم نے جو کرنا ہو کر لو۔ جب ان کا یہ جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا تو آپؐ نے بے ساختہ فرمایا۔ اللہ اکبر! یہود تو جنگ کے لئے تیار بیٹھے ہیں اس کے بعد آپؐ نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا اور صحابہؓ کی ایک جمعیت کو ساتھ لے کر بنو نضیر کے خلاف میدان میں نکل آئے۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 524-523)

ریاست کے ان سرکش باغیوں کی سرکوبی کے لیے جو سربراہِ ریاست کو قتل کرنے کے بھیانک منصوبے بھی کر چکے تھے۔ کیونکہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سربراہِ ریاست تھے اور اب بجائے ندامت کے وہ ہتھیار بند ہو کر اعلان جنگ کر چکے تھے تو مدینہ کو ایک بڑی خونریزی سے بچانے اور مدینہ کے دفاع کے لیے ان باغیوں کا سدباب کرنا ضروری ہو چکا تھا۔ لہٰذا جب تمام مسلمان جمع ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ نکلے۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں حضرت ابن ام مکتومؓ کو اپنا قائمقام مقرر فرمایا۔ حضرت سعد بن عُبادہؓ کو خیمہ دیا کہ اسے بنو نضیر کے قلعوں کے سامنے نصب کیا جائے۔ یہ خاص لکڑی کا تھا، بعض نے اسے چمڑے کا بتایا ہے۔ جنگی پرچم حضرت علی بن ابو طالبؓ نے اٹھایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لشکرِ اسلام کے ساتھ آگے بڑھے یہاں تک کہ شام کے قریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کی بستی میں پہنچ کر پڑاؤ کیا اور وہاں کھلے میدان میں عصر کی نماز ادا فرمائی۔ ادھر یہود اپنی حویلیوں میں قلعہ بند ہو گئے تھے اور قلعوں کے اوپر کھڑے ہو کر تیر اور پتھر برسانے لگے۔ جب عشاء کا وقت ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور نماز کے بعد دس صحابہؓ کے ساتھ واپس اپنے گھر مدینہ تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم زرہ پہنے ہوئے تھے اور گھوڑے پر سوار تھے۔

آپؐ نے لشکر کا امیر حضرت علیؓ کو بنایا اور ایک قول ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو امیر مقرر فرمایا۔ بہرحال مسلمانوں نے رات اس حالت میں گزاری کہ وہ یہود کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور بار بار تکبیر کے نعرے بلند کرتے رہے یہاں تک کہ صبح کا اجالا ہونے لگا تو حضرت بلالؓ نے فجر کی اذان دی۔

اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دس صحابہؓ کے ساتھ واپس لشکر گاہ میں تشریف لے آئے جو آپؐ کے ساتھ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی۔ یہود میں سے ایک شخص کا نام عَزُوک تھا۔ بعض جگہ اس کا نام غَزُول بیان ہوا ہے۔ یہ شخص بڑا ماہر تیر انداز تھا اور اس کا پھینکا ہوا تیر بہت دُور تک جاتا تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کا نشانہ لے کر تیر مارا۔ وہ تیر خیمے پر آ لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمے کو وہاں سے ہٹا کر تیر اندازوں سے دُور اسے نصب کرنے کا حکم دیا۔

(سیرت حلبیہ جلد 2 صفحہ 359 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2008ء)

(کتاب المغازی جلد 1 صفحہ 314 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء)

پھر رات ہو گئی۔ نہ عبداللہ بن اُبَی بنو نضیر کے پاس آیا اور نہ ہی اس کا کوئی حلیف ان کے پاس آیا اور وہ اپنے گھر میں بیٹھا رہا۔ بنو نضیر اس کی مدد سے مایوس ہو چکے تھے۔ سَلَّام بن مِشْکَم اور کِنَانَہ بن صُوَیْرَاء حُیَیّ سے کہنے لگے کہ ابن اُبَی کی وہ مدد کہاں گئی جو تُو گمان کرتا تھا۔ حُیَیّ نے کہا اب مَیں کیا کروں۔ یہ ہلاکت ہے جو ہمارے مقدر میں لکھ دی گئی ہے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 322 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1993ء)

اسی دوران ایک رات عشاء کے قریب حضرت علیؓ لشکر میں سے غائب پائے گئے تو لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! علیؓ کہیں نظر نہیں آ رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی فکر نہ کرو کیونکہ وہ تمہارے ہی ایک کام سے گئے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ حضرت علیؓ اس شخص کا سر کاٹ کر لے آئے جس کا نام عَزُوک تھا اور جس کا تیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے خیمے تک پہنچا تھا۔ حضرت علیؓ اسی وقت اس کی گھات میں بیٹھ گئے تھے جب وہ مسلمانوں کے کسی بڑے سردار کو مارنے کے لیے چلا تھا۔ اس کے ساتھ ایک جماعت بھی تھی۔ حضرت علیؓ نے اس پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ اس کے ساتھ جو دوسرے لوگ تھے وہ سب فرار ہو گئے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے ساتھ دس آدمیوں کی ایک جماعت روانہ فرمائی جس میں حضرت ابودُجانہؓ اور حضرت سَہل بن حنیفؓ بھی تھے۔ ان لوگوں نے اس جماعت کو جا پکڑا جو عَزْوَک کے ساتھ تھے اور حضرت علیؓ کو دیکھ کر بھاگ گئی تھی۔ صحابہؓ کی جماعت نے ان سب کو قتل کر دیا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس جماعت میں دس آدمی تھے۔ صحابہؓ ان کو قتل کر کے ان کے سر لے کر آئے جنہیں بعد میں مختلف کنوؤں میں ڈال دیا گیا۔ (سیرت حلبیہ جلد 2 صفحہ 359 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2008ء)

ایک قول کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سروں کو بنو خَظْمَہ کے کنوؤں میں پھینکنے کا حکم دیا تھا۔ (کتاب المغازی جلد 1 صفحہ 315 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء)

باقی تفصیل ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: مجھے کسی نے بتایا کہ صفوں میں جب آپ کھڑے ہوتے ہیں تو کندھے سے کندھا نہیں ملایا ہوتا۔ اب وہ دَور گزر گیا جو کووِڈ (Covid) کا تھا۔ **صف بناتے ہوئے کندھے سے کندھا ملا کے کھڑا ہونا چاہیے۔**

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 12/ جولائی 2024ء جلد 31 شمارہ 165 صفحہ 02 تا 05)

26

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 28/ جون 2024ء بمطابق 28/ احسان 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

بنو نضیر کے ساتھ جنگ کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس کی مزید تفصیل یوں ہے۔ اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے سیرت خاتم النبیینؐ میں لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنو نضیر کے ایک قلعے کی طرف روانہ ہوئے تو ”آپؐ نے اپنے پیچھے مدینہ کی آبادی میں ابن مکتومؓ کو امام الصلوٰۃ مقرر فرمایا اور خود صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ سے نکل کر بنو نضیر کی بستی کا محاصرہ کر لیا اور بنو نضیر اس زمانہ کے طریقِ جنگ کے مطابق قلعہ بند ہو گئے۔ غالباً اسی موقعہ پر عبداللہ بن اُبَی بن سَلُول اور دوسرے منافقین مدینہ نے بنو نضیر کے رؤساء کو یہ کہلا بھیجا کہ تم مسلمانوں سے ہرگز نہ دبنا، ہم تمہارا ساتھ دیں گے اور تمہاری طرف سے لڑیں گے لیکن جب عملاً جنگ شروع ہوئی تو بنو نضیر کی توقعات کے خلاف ان منافقین کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ کھلم کھلا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف میدان میں آئیں اور نہ بنو قریظہ کو یہ ہمت پڑی کہ مسلمانوں کے خلاف میدان میں آکر بنو نضیر کی برملا مدد کریں۔ گو دل میں وہ ان کے ساتھ تھے اور درپردہ ان کی امداد بھی کرتے تھے جس کا مسلمانوں کو علم ہو گیا تھا۔ بہرحال بنو نضیر کھلے میدان میں مسلمانوں کے مقابل پر نہیں نکلے اور قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے، لیکن چونکہ ان کے قلعے اس زمانہ کے لحاظ سے بہت مضبوط تھے اس لئے ان کو اطمینان تھا کہ مسلمان ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکیں گے اور آخر خود تنگ آکر محاصرہ چھوڑ جائیں گے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اس زمانہ کے حالات کے ماتحت ایسے قلعوں کا فتح کرنا واقعی ایک بہت مشکل اور پر از مشقت کام تھا اور ایک بڑا طویل محاصرہ چاہتا تھا۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 526)

بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کا **محاصرہ جاری رکھا۔ یہ محاصرہ چھ دن اور ایک روایت کے** مطابق پندرہ دن تک رہا۔ اس کے علاوہ بیس اور تیئیس دنوں کے اقوال بھی مروی ہیں۔ یہ بھی لوگ کہتے ہیں کہ بیس دن یا تیئیس دن بھی رہا۔ دورانِ محاصرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند درخت کاٹنے اور جلانے کا حکم دیا۔ چونکہ یہود قلعوں کی فصیلوں سے تیر اور پتھر برسا رہے تھے اور یہ درخت ان کے لیے دفاعی حیثیت رکھتے تھے اور ان کی کمین گاہ کا کام دے رہے تھے یعنی کہ یہ درخت چھپنے کی جگہ بن رہے تھے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولیلیٰ مَازِنی اور عبداللہ بن سلام کو وہ درخت جلانے کی ذمہ داری سونپی۔ یہ جنگی یا دفاعی ضرورت کے لیے کیا گیا تھا نہ کہ صرف باغ اجاڑنے کے لیے۔ کیونکہ اسلام میں درختوں کا کاٹنا تو منع ہے۔ آگے اس میں یہ لکھا ہے کہ ابولیلیٰ مَازِنی ان کے عجوہ کھجوروں کے

درختوں کو آگ لگا رہے تھے اور عبداللہ بن سلام عجوہ کے علاوہ دیگر کھجوروں کے درخت جلا رہے تھے لیکن روایات میں یہ بھی ہے کہ گھٹیا قسم کی کھجوروں کو جلایا گیا۔ اس کی تفصیل مَیں آگے بیان کروں گا۔ بہرحال جو اس روایت میں لکھا ہے وہ یہی ہے کہ حضرت ابولیلیٰ کہنے لگے کہ یہ درخت ان کا قیمتی سرمایہ ہیں یہ جلانے سے انہیں زیادہ رنج ہو گا۔ یہودیوں کو اس کا رنج ہو گا کیونکہ یہ ان کا سرمایہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: اللہ ان کے اموال کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مال غنیمت بنائے گا۔ عبداللہ بن سلام کے اس فقرے سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عجوہ کھجور کے درخت جو کارآمد درخت تھے وہ نہیں جلائے گئے تھے دوسرے درخت جلائے گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ عجوہ سب سے بہتر مال ہے اور انہوں نے تو یہ کہا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کام آئے گا۔ یہود نے جب ان درختوں کو آگ میں جلتے دیکھا تو ان کی عورتیں اپنے گریبان چاک کرنے لگیں، منہ پر طمانچے مارنے لگیں اور واویلا کرنے لگیں۔ پھر یہود نے فوراً پیغام بھیجا۔ اے محمد! آپ تو بڑے عزت اور شرف کے حامل ہیں۔ آپ فساد سے منع کرنے والے اور فساد کی ہر صورت کو ناپسند کرتے ہیں۔ اب آپ خود ہی یہ کام کر رہے ہیں لیکن جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ یہ درخت ان کے لیے کمین گاہ کا کام، دفاعی کام دے رہے تھے اس لیے ان کے اس دفاع کو ختم کرنا ضروری تھا اور اس میں حکمت بھی کارفرما تھی کہ جتنی جلدی ہو سکے یہ قوت ختم ہو جائے تا کہ مزید قتل و غارت نہ ہو اور معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص الہام کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درخت جلانے کا حکم دیا تھا۔

چنانچہ یہود کے اس الزام کا جواب اللہ تعالیٰ نے یوں دیا ہے کہ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ (الحشر:6) جو بھی کھجور کا درخت تم نے کاٹا یا اسے اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا تو اللہ کے حکم کے ساتھ ایسا کیا ہے اور یہ اس غرض سے تھا کہ وہ فاسقوں کو رسوا کر دے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرے کے وقت یہود کو ایک مرتبہ پھر **معاف کرنے کا عندیہ دیتے ہوئے نئے عہد و پیمان کی پیشکش بھی کی تھی۔** چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے فرمایا کہ إِنَّكُمْ وَاللّٰهِ لَا تَأْمَنُوْنَ عِنْدِيْ إِلَّا بِعَهْدٍ تُعَاهِدُوْنِيْ عَلَيْهِ۔ تم لوگوں پر مجھے کوئی اعتماد نہیں سوائے اس کے کہ تم مجھ سے نئے سرے سے کوئی پختہ عہد کرو۔ لیکن انہوں نے عہد و پیمان سے انکار کر دیا۔ یہود مال کے سب سے زیادہ حریص ہوتے ہیں۔ جب ان کے قیمتی درخت جلائے گئے تو انہوں نے فوراً گھٹنے ٹیک دیے اور علاقہ چھوڑنے پر راضی ہو گئے۔

(دائرہ معارفِ سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 183 تا 185 بزم اقبال لاہور 2022ء)

یہ سیرت کی ایک کتاب کا حوالہ مَیں نے دیا ہے۔ اب مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی جو سیرت ہے اس کے حوالے سے بات کرتا ہوں۔ لکھتے ہیں کہ ”کئی دن تک مسلمان برابر محاصرہ کئے رہے لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ جب محاصرہ پر چند دن گزر گئے اور کوئی نتیجہ نہ نکلا اور بنو نضیر بدستور مقابلہ پر ڈٹے رہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم صادر فرمایا کہ بنو نضیر کے ان کھجوروں کے درختوں میں سے جو قلعوں کے باہر تھے بعض درخت کاٹ دئے جائیں۔ یہ درخت جو کاٹے گئے لِیْنَہ قسم کی کھجور کے درخت تھے۔ جو ایک ادنیٰ قسم کی کھجور تھی جس کا پھل عموماً انسانوں کے کھانے کے کام نہیں آتا تھا اور اس حکم میں منشاء یہ تھا کہ تا ان درختوں

کو کٹتا دیکھ کر بنو نضیر مرعوب ہو جائیں اور اپنے قلعوں کے دروازے کھول دیں اور اس طرح چند درختوں کے نقصان سے بہت سی انسانی جانوں کا نقصان اور ملک کا فتنہ وفساد رک جائے۔ چنانچہ یہ تدبیر کارگر ہوئی اور ابھی صرف چھ درخت ہی کاٹے گئے تھے کہ بنو نضیر نے غالباً یہ خیال کر کے کہ شاید مسلمان ان کے سارے درخت ہی جن میں پھل دار درخت بھی شامل تھے، کاٹ ڈالیں گے آہ وپکار شروع کر دی۔ حالانکہ جیسا کہ قرآن شریف میں تشریح کی گئی ہے صرف بعض درخت اور وہ بھی لِینَہ قسم کے درخت کاٹنے کی اجازت تھی اور باقی درختوں کے محفوظ رکھنے کا حکم تھا اور ویسے بھی عام حالات میں مسلمانوں کو دشمن کے پھل دار درخت کاٹنے کی اجازت نہیں تھی۔ بہرحال یہ تدبیر کارگر ہوئی اور بنو نضیر نے مرعوب ہو کر پندرہ دن کے محاصرہ کے بعد اس شرط پر قلعہ کے دروازے کھول دئے کہ ہمیں یہاں سے اپنا سازوسامان لے کر امن وامان کے ساتھ جانے دیا جاوے۔ یہ وہی شرط تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود پہلے پیش کر چکے تھے اور چونکہ آپؐ کی نیت محض قیام امن تھی آپؐ نے مسلمانوں کی اس تکلیف اوران اخراجات کو نظر انداز کرتے ہوئے جو اس مہم میں ان کو برداشت کرنے پڑے تھے اب بھی بنو نضیر کی اس شرط کو مان لیا اور محمد بن مَسْلَمَہؓ صحابی کو مقرر فرمایا کہ وہ اپنی نگرانی میں بنو نضیر کو امن وامان کے ساتھ مدینہ سے روانہ کر دیں۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے 527-526)

جس طرح حضرت مرزا بشیر احمد صاحب **نے لکھا ہے کہ اعلیٰ قسم کی کھجوریں نہیں کاٹی گئی تھیں**۔ اسی طرح بخاری کی ایک شرح میں بھی لکھا گیا ہے، اس کی یہ روایت ہے۔ اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ روایات کی تفصیل میں جائیں تو اوّل تو جن کھجوروں کو جلایا گیا تھا وہ اعلیٰ قسم کی کھجور نہیں تھی بلکہ معمولی اور ردّی قسم کی کھجور تھی جو بالعموم لوگوں کی غذا کے طور پر بھی استعمال نہیں ہوتی تھی۔

(نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری جلد 7 صفحہ 343 حدیث 4031 مطبوعہ رومی پبلیکیشنز لاہور)

اور **صرف چھ درخت جلائے گئے تھے** جیسا کہ سیرت خاتم النبیینؐ میں بھی ذکر ہوا ہے۔ یہود کی بے بسی اور ان کی خود جلاوطنی کی درخواست کرنے کے بارہ میں مزید یوں لکھا ہے کہ مسلمانوں نے اس قبیلے کے یہود کے درخت جلا کر انہیں مزید گھبراہٹ میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب بھر دیا۔ ان کے حوصلے ٹوٹ گئے اور وہ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہو گئے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلا بھیجا کہ ہم مدینہ سے نکلنے کو تیار ہیں۔ آپ ہمیں پرامن جلاوطنی کا موقع دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ درخواست منظور فرمائی اور حکم دیا کہ مدینہ سے نکل جاؤ۔ تمہاری جانیں محفوظ رہیں گی۔ تمہارے اونٹ جو سامان اٹھا سکیں وہ بھی لے جاؤ سوائے اسلحہ کے۔ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جنگ اور قتل وغارت، مال غنیمت حاصل کرنے وغیرہ کے الزامات لگانے والوں کو دیکھنا چاہیے کہ اب باوجود اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہود پر گرفت حاصل کر لی تھی اور یہود بھی وہ کہ جو مسلسل عہد شکنی کے مرتکب ہوتے رہے، وہ لوگ جو متعدد مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ ریاستِ مدینہ کے سربراہ بھی تھے، ان کو قتل کرنے کی مذموم سازشیں اور کوششیں کر چکے تھے اور اب ہتھیار بند ہو کر باقاعدہ بغاوت پر اتر آئے تھے اور اس محاصرے کے دوران بھی ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے از سر نو معاہدہ اور صلح کی

پیشکش کی تھی جسے نہایت تکبر سے انہوں نے ٹھکرا دیا تھا اور اب آخر کار جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر قابو پا لیا تو ان کو جتنی بھی سخت سے سخت سزا دی جاتی تو وہ روا تھی لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امن پسندی اور صلح جوئی اور رحمت و شفقتِ انسانی کی عجیب شان اور خلق ظاہر ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہاں سے امن و سلامتی کے ساتھ چلے جانے کی اجازت دے دی اور رحمت و عنایات خسروانہ کا عالم یہ تھا کہ یہ بھی اجازت دی کہ جو سامان بھی لے جانا چاہیں لے جائیں سوائے اسلحہ اور ہتھیاروں کے۔

چنانچہ آگے تفصیل آئے گی کہ یہود نے اس جُود و کرم سے اس طرح فائدہ اٹھایا کہ اپنے گھروں کے دروازے تک اکھیڑ کر چھ سو اونٹوں پر سامان لاد کر لے گئے اور اپنی فطرت کا مظاہرہ یوں کیا کہ جو سامان ساتھ نہیں لے جا سکتے تھے وہ پوری کوشش کی کہ ضائع کر دیا جائے۔ چنانچہ اپنے گھروں کی چھتوں اور دیواروں کو منہدم کر دیا تا کہ مسلمانوں کے کام نہ آ سکے۔ گھر بھی توڑ کے چلے گئے۔ بنو نضیر کے **ساتھ کی جلاوطنی کی جو شرائط رکھی گئی تھیں**۔ ان شرائط کے حوالہ سے ان امور کا ذکر ملتا ہے۔

نمبر ایک۔ بنو نضیر کے یہود مدینہ منورہ کے علاقے سے جہاں چاہیں کوچ کر جائیں۔ پہلی بات یہ کہ بنو نضیر کے لوگ مدینہ چھوڑ دیں اور جہاں مرضی چاہیں چلے جائیں۔ نمبر دو: یہود مدینہ منورہ سے جلاوطن ہونے کے وقت مکمل طور پر بغیر ہتھیار ہوں گے۔ نمبر تین: ہتھیاروں کے سوا یہود جس قدر اپنے اموال اپنے اونٹوں پر لے جا سکتے ہیں وہ لے جائیں۔ نمبر چار یہ کہ یہود کے مقدور بھر اموال اٹھا لینے کے بعد ان کے جو منقولہ و غیر منقولہ اموال بچ جائیں گے وہ مسلمانوں کی ملکیت ہوں گے۔

جلاوطنی کے عمل کی نگرانی اور یہود کے عذر اور بہانے بنانے کی تفصیل بھی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ بنو نضیر کو مدینہ منورہ سے جلاوطن کرنے کی ذمہ داری حضرت محمد بن مَسْلَمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونپی گئی۔ اس وقت یہود نے ایک اَور عذر کیا کہ یہاں کے بہت سے لوگ ہمارے مقروض ہیں۔ وہ قرض انہیں مقررہ مدت کے بعد ادا کرنا ہے، ان کا کیا بنے گا؟ ان کا مقصد تھا کہ ہمیں مدینہ میں ٹھہرنے کا مزید موقع مل جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سود ختم کر کے قرض کی رقم کم کر دو اور جلدی کرو۔ ٹھیک ہے قرض تمہیں واپس مل جاتا ہے بشرطیکہ تم سود ختم کرو لیکن جلدی یہاں سے جاؤ۔ ابورافع سَلام بن اَبی حُقیق نے حضرت اُسَید بن حُضَیر سے ایک سو بیس دینار لینے تھے۔ چنانچہ اس نے چالیس دینار سود ختم کر کے اصل زر اسّی دینار وصول کر لیے۔ (سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 7 صفحہ 54 دار السلام ریاض 1435ھ)

اس طرح اَور بہت سارے دوسرے لوگ بھی ہوں گے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلاوطنی کی شرائط عائد کیں تو ابورافع سَلام بن اَبی حُقیق نے حُیَی بن اَخْطَب سے کہا کہ تیرا برا ہو۔ اسلام قبول کر لے اس سے پہلے کہ اس سے بھی بدتر انجام بھگتنا پڑے۔ حُیَی نے کہا اس سے بدتر انجام کیا ہو سکتا ہے؟ ابو رافع نے کہا کہ ہمارے بال بچوں کو قید کر لیا جائے گا، ہمارے بہادر قتل ہوں گے اور ہمارے اموال مسلمانوں کے قبضہ میں چلے جائیں گے۔ آج مال چھوڑ کر جانیں بچانا آسان ہے۔ اگر ہم نے کوئی فتنہ کھڑا کیا تو اس کا انجام قتل اور قید ہو گا۔ حُیَی ایک دو دن اس فیصلے پر سوچتا رہا۔ جب یَامِین بن عُمَیر اور ابوسعد بن وَہْب نے اس کی یہ کشمکش دیکھی تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ بلاشبہ تمہیں پتہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

اللہ کے رسول ہیں۔ تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ ہم مسلمان ہو جائیں۔ پتہ تو ہے ہمیں۔ ہماری کتابوں سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے تو بہتر ہے کہ مسلمان ہو جائیں۔ اس طرح ہمارے مال اور جانیں محفوظ ہو جائیں گی۔ چنانچہ وہ رات کی تاریکی میں اپنے قلعوں سے نکلے اور اسلامی لشکر میں آ گئے۔ انہوں نے اسلام قبول کر کے اپنی جان ومال محفوظ کر لیے۔ اس طرح یہ دو لوگ مسلمان ہوئے۔

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 7 صفحہ 55 دار السلام ریاض 1435ھ)

یامین بن عُمیرؓ بعد میں بہت مخلص صحابی ثابت ہوئے بلکہ ان کے دل میں انہی دنوں میں ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اتنا گھر کر چکی تھی کہ بنو نضیر کے جس یہودی عَمْرو بن جَحَّاشْ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی مذموم کوشش کی تھی۔ یہ انہی اسلام قبول کرنے والے یامین بن عمیر کا چچازاد تھا تو اس مخلص نو مسلم نے ایک شخص کے ذریعہ عَمْرو بن جَحَّاشْ کو قتل کروا دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کے اس اخلاص اور محبت کا علم ہوا تو آپؐ نے مسرت کا اظہار فرمایا۔

(سبل الھدٰی والرشاد، جزء 4 صفحہ 323 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1993ء)

(البدایۃ والنہایۃ جزء 5 صفحہ 538 دار ھجر 1997ء)

یہ تاریخ کی ایک کتاب کا حوالہ ہے۔ **یہود کی جلاوطنی کی کیفیت کے بارے میں لکھا ہے** کہ یہود نے جلاوطنی کے وقت اپنے اونٹوں پر عورتوں اور بچوں کے علاوہ اپنا وہ سامان بھی لاد لیا جو اونٹ لے جا سکتے تھے۔ صرف ہتھیار چھوڑ دیے۔ ان کے ساتھ کل ملا کر چھ سو اونٹ تھے۔ ہر شخص خود اپنا مکان گرا کر اس کی لکڑی جیسے دروازے اور کھڑکیاں وغیرہ تک نکال کر اونٹوں پر لاد کر لے گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے اپنے مکانوں کے ستون اور چھتیں تک توڑ ڈالیں۔ کواڑ، تختے جو دروازے تھے یہاں تک کہ ان کی چولیں چوگاٹھیں تک نکال لیں اور محض حسد اور جلن میں اپنے مکانوں کی دیواریں تک منہدم کر دیں تا کہ وہ اس قابل نہ رہیں کہ ان کے جلاوطن ہونے کے بعد ان مکانوں کو مسلمان آباد کر سکیں۔

(سیرت حلبیہ جلد 2 صفحہ 361 دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2008ء)

جب یہود نے اپنے بچوں اور عورتوں کو سواری کے اونٹوں پر سوار کیا اور بقیہ اونٹوں پر سامان لادنے لگے تو ان کے اس انداز سے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے انہیں جلاوطن ہونے کی کوئی پریشانی یا ندامت نہیں حالانکہ ان کے سینے آتش کدے بنے ہوئے تھے، آگ لگی ہوئی تھی ان کے سینوں میں لیکن ظاہر یہ کر رہے تھے کہ ان کو کوئی پروا نہیں۔ البتہ لوگوں کو یہ تاثر دے رہے تھے کہ ہم خوش و خرم یہاں سے جا رہے ہیں۔ یہ لوگ پہلے بنو حارث بن خَزْرَج کے علاقے سے گزرے اور جِسْر کے علاقے کو عبور کیا۔ پھر مدینہ منورہ کے بازاروں سے ان کا گزر ہوا۔ جِسْر بھی مدینہ کی ایک مارکیٹ تھی۔ بہرحال انہوں نے اپنی عورتوں کو بناؤ سنگھار کر کے ہودجوں پر بٹھا رکھا تھا۔ اونٹوں پر سوار کیا ہوا تھا اور ساتھ گانے باجے پر ان کی کنیزیں ناچ بھی رہی تھیں۔ یہ لوگ اپنے مال و ثروت کو لوگوں پر عیاں کر رہے تھے تا کہ لوگ ان پر رشک کریں۔ ابورافع نے چمڑے سے بنے تھیلے کو سونے چاندی سے بھرا ہوا تھا۔ اسے اچھال اچھال کر کہہ رہا تھا کہ ہم نے یہ رقم انہی حالات کا مقابلہ کرنے اور فتح حاصل کرنے کے لئے رکھی ہے۔ ان کے جانے کی کیفیت یہ تھی کہ نغمے الاپے جا رہے تھے۔ شہنائیاں بج رہی تھیں۔ اشتعال انگیز اشعار زبان پر تھے اور رقص کیا جا رہا تھا لیکن رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نے ان کی کم ظرفی کو نظر انداز کر دیا۔ یہ دیکھنے کے باوجود ان پہ کوئی توجہ نہیں دی۔ اگر ان کا واسطہ کسی دوسری قوم سے پڑتا تو شاید انہیں ستر پوشی کے لیے کپڑا بھی نہ دیا جاتا۔

(دائرہ معارفِ سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 187 بزم اقبال لاہور 2022ء)

(مقالات مدینہ منورہ صفحہ 142 مرتبہ محمد فیض احمد اویسی، کتب خانہ امام احمد رضا)

جو حالت انہوں نے کی تھی، جو رویہ انہوں نے اختیار کیا تھا ان کو سزا تو ایسی ملنی چاہیے تھی کہ کچھ بھی نہ جانے دیا جاتا لیکن **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عفو اور رحم دلی تھی جس نے** ان باتوں کی کوئی پروا نہیں کی۔ بنو نضیر کا نیا مسکن کہاں بنا؟ اس بارے میں لکھا ہے کہ بنو نضیر کو جب جلا وطنی کا حکم ہوا تو ان کے لیے ضروری نہیں تھا کہ وہ سارے جزیرہ نمائے عرب سے نکل جائیں بلکہ ضروری یہ تھا کہ وہ مدینہ منورہ سے نکل جائیں۔ صرف مدینہ سے نکالا گیا تھا اور اس کے سوا جہاں چاہیں آباد ہو جائیں۔ چنانچہ ان میں سے کچھ تو شام کے علاقے اَذْرِعَات کی طرف چلے گئے اور اکثر نے خیبر کا رخ کیا۔ خیبر مدینہ منورہ سے تقریباً چھیانوے میل دور ہے اور یہ جزیرہ نمائے عرب میں پناہ گزین یہود کا اتنا بڑا مرکز تھا کہ اس میں مسلح جنگجوؤں کی تعداد دس ہزار تھی۔ علاوہ ازیں وہاں یہود کے بہت سے قلعے بھی تھے اور یہ علاقہ زرعی دولت سے مالا مال تھا۔ جزیرہ نمائے عرب کے تمام یہود بنو نضیر کی سیادت اور قیادت کے قائل تھے کیونکہ یہ اپنے آپ کو حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل قرار دیتے تھے۔ اس کے علاوہ مالدار ہونے کے ساتھ ساتھ بنو نضیر کے یہ لوگ بہت زیادہ شاطر ذہنیت کے مالک تھے۔ چنانچہ جب بنو نضیر کے یہود خیبر چلے گئے تو وہاں یہود کی طاقت و قوت میں مزید اضافہ ہو گیا۔ ان میں بنو نضیر کے اکابر حُیَی بن اخطب، سلّام بن ابی حُقیق اور کِنَانہ بن ربیع جیسے لوگ تھے۔ خیبر کے یہود جنگی صلاحیت و مہارت میں ممتاز اور فائق تھے۔ جنگی لحاظ سے خیبر کے لوگ بڑے ماہر تھے لیکن بنو نضیر کے یہود جنگ کی نسبت سیاسی بصیرت میں آگے تھے۔ سیاسی لحاظ سے بنو نضیر والے بہت ہوشیار تھے۔ خیبر میں قدم رکھتے ہی انہوں نے یعنی بنو نضیر کے لوگوں نے بڑی سہولت کے ساتھ اپنے آپ کو سیادت و قیادت کے منصب پر فائز کر لیا اور اس کے نتیجہ میں خیبر مسلمانوں کے لیے بڑا جنگی محاذ بن گیا۔

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 7 صفحہ 58-57 دار السلام ریاض 1435ھ)

بنو نضیر کے یہود کے ساتھ انصار کے بیٹوں کے جانے کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ بنو نضیر میں سے کچھ لوگ مدینہ سے نکل کر شام کے علاقے اَذرِعَات کی طرف چلے گئے۔ ان یہود میں کچھ انصاری مسلمانوں کے بیٹے بھی تھے جن کی وجہ یہ تھی کہ اگر کسی انصاری عورت کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی تو اسلام لانے سے پہلے ان میں یہ دستور تھا کہ وہ عورت یہ منت مان لیا کرتی تھی کہ اگر اس کا بیٹا زندہ رہا تو وہ اس کو یہودی بنا دے گی۔ چنانچہ ایسے کئی لوگ تھے جو انصار کے بیٹے تھے مگر وہ یہودی بنا دیے گئے تھے۔ جب بنو نضیر کے لوگ جلا وطن ہونے لگے تو ان لڑکوں کے باپوں نے کہا کہ ہم اپنے بچوں کو ان کے ساتھ نہیں جانے دیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے یہ وحی نازل فرمائی۔ سیرت الحلبیہ میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرۃ:257) کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔

(سیرت حلبیہ جلد 2 صفحہ 362 دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2008ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی اس بارے میں لکھا ہے کہ:

''بنو نضیر بڑے ٹھاٹھ اور شان و شوکت سے اپنا سارا ساز و سامان حتی کہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے مکانوں کو مسمار کر کے ان کے دروازے اور چوکھٹیں اور لکڑی تک اکھیڑ کر اپنے ساتھ لے گئے۔ اور لکھا ہے کہ یہ لوگ مدینہ سے اس جشن اور دھوم دھام کے ساتھ گاتے بجاتے ہوئے نکلے کہ جیسے ایک بارات نکلتی ہے۔ البتہ ان کا سامانِ حرب اور جائیداد غیر منقولہ یعنی باغات وغیرہ مسلمانوں کے ہاتھ آئے اور چونکہ یہ مال بغیر کسی عملی جنگ کے ملا تھا اس لئے شریعت اسلامی کی رو سے اس کی تقسیم کا اختیار خالصۃً رسول اللہؐ کے ہاتھ میں تھا اور آپؐ نے یہ اموال زیادہ تر اُن غریب مہاجرین میں تقسیم فرما دئے جن کے گزارہ جات کا بوجھ ابھی تک اس ابتدائی سلسلہ مواخات کے ماتحت انصار کی جائیدادوں پر تھا اور اس طرح بالواسطہ انصار بھی اس مالِ غنیمت کے حصہ دار بن گئے۔ جب بنو نضیر محمد بن مَسْلَمہ صحابی کی نگرانی میں مدینہ سے کوچ کر رہے تھے تو بعض انصار نے ان لوگوں کو ان کے ساتھ جانے سے روکنا چاہا جو درحقیقت انصار کی اولاد سے تھے مگر ان کے منت ماننے کے نتیجہ میں یہودی ہو چکے تھے اور بنو نضیر ان کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے لیکن چونکہ انصار کا یہ مطالبہ اسلامی حکم لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ۔ یعنی (دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہ ہونا چاہئے) کے خلاف تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے خلاف اور یہود کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا کہ **جو شخص بھی یہودی ہے اور جانا چاہتا ہے ہم اسے نہیں روک سکتے**۔ البتہ بنو نضیر میں سے دو آدمی خود اپنی خوشی سے مسلمان ہو کر مدینہ میں ٹھہر گئے۔'' جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

''ایک روایت آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کے متعلق یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ شام کی طرف چلے جائیں۔ یعنی عرب میں نہ ٹھہریں لیکن باوجود اس کے ان کے بعض سردار مثلاً سَلَّام بن ابی الحُقَیق اور کِنَانہ بن ربیع اور حُیَی بن اخطب وغیرہ اور ایک حصہ عوام کا بھی حجاز کے شمال میں یہودیوں کی مشہور بستی خیبر میں جا کر مقیم ہو گیا اور خیبر والوں نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی..... یہ لوگ بالآخر مسلمانوں کے خلاف خطرناک فتنہ انگیزی اور اشتعال جنگ کا باعث بنے۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 528-527)

بنو نضیر سے حاصل ہونے والا مال مالِ فَے کہلاتا ہے۔ اس کی تقسیم کس طرح ہوئی۔ اس بارے میں لکھا ہے کہ قبیلہ بنو نضیر کے کوچ کرنے کے بعد ان کا اسلحہ، باغات، زمینیں اور مکانات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قبضہ میں لے لیے۔ ہتھیاروں میں پچاس خَود، پچاسی زرہیں اور تین سو چالیس تلواریں تھیں۔ یہ مسلمانوں کو ملنے والا پہلا مالِ فَے تھا۔ مالِ فَے وہ ہوتا ہے جو کفار سے جنگ کے بغیر حاصل ہو جائے۔ اس مال میں سے مالِ غنیمت کی طرح خمس نہیں نکالا جاتا بلکہ سارے کا سارا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہوتا تھا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں چاہیں اسے صرف فرمائیں۔ بنو نضیر سے لڑائی کی نوبت ہی نہیں آئی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا رعب و دبدبہ ان کے دلوں پر طاری کر دیا تھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان کے مال کا وارث بنا دیا۔ یہ مالِ فَے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تمام ساز و سامان کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا تا کہ وہ اسے نیکی کے کاموں میں خرچ کریں۔ اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ

ہے کہ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (الحشر: 7) اور اللہ نے ان کے اموال میں سے اپنے رسول کو جو بطور غنیمت عطا کیا تو اس پر تم نے نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ۔ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جن پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے۔ یعنی کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ اور اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 190-189 بزم اقبال لاہور 2022ء)

انصار کے عجیب قابلِ رشک محبت اور ایثار کے اظہار کا نمونہ بھی ہمیں یہاں ملتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ فَے تقسیم کرتے وقت حضرت ثابت بن قیس بن شَمَّاسؓ سے فرمایا کہ میرے سامنے اپنی قوم کو اکٹھا کرو۔ انہوں نے دریافت کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خزرج؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام انصار کو بلاؤ۔ تو انہوں نے آپؐ کے لیے اَوس اور خزرج کو بلالیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثنا کے بعد انصار کے مہاجرین سے حسن سلوک کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا یعنی جو حسن سلوک انصار نے مہاجرین کے ساتھ کیا تھا اس کا تذکرہ کیا اور انصار کو فرمایا کہ اگر تم چاہو تو بنو نضیر سے حاصل شدہ مالِ فَے تمہارے اور مہاجرین کے درمیان تقسیم کر دیا جائے۔ اس صورت میں مہاجرین تمہارے گھروں پر قابض اور مالوں کے مالک رہیں گے۔ اور اگر تمہاری مرضی ہو تو میں مالِ فَے مہاجرین میں تقسیم کر دوں۔ اس صورت میں وہ تمہارے دیے ہوئے گھروں سے نکل جائیں گے۔ یعنی اب جو جائیدادیں آپس میں تقسیم کی ہوئی تھیں اور جو فائدہ انصار سے مہاجرین اٹھا رہے تھے وہ ختم ہو جائے گا کیونکہ ان کے اپنے پاس جائیداد ہو جائے گی۔ اس پر حضرت سعد بن عُبَادَہؓ اور حضرت سعد بن مُعَاذؓ نے عرض کیا کہ ہمارے اموال ان کے پاس رہنے دیجئے اور بنو نضیر کے تمام اموال بھی ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم کر دیں۔ جو ہم نے دیا ہوا ہے وہ بھی ان کے پاس رہے اور بنو نضیر کا جو مال ہے، فَے کا مال وہ بھی ان میں دے دیں۔ یہ سنا جب تو مہاجرین کی ہر طرف سے صدائیں آنے لگیں کہ رَضِيْنَا وَسَلَّمْنَا يَا رَسُولَ اللّٰه صلى الله عليه وسلم۔ یعنی اے اللہ کے رسول! ہم اس پر خوش ہیں اور ہم نے اسے تسلیم کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ایثار و قربانی کے جذبے کو دیکھ کر انتہائی خوش ہوئے اور فرمایا:

اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْأَنْصَارَ وَأَبْنَاءَ الْأَنْصَارِ۔ اے اللہ! انصار اور ان کی اولادوں پر رحم فرما۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر اموال مہاجرین کی جماعت میں تقسیم فرما دیے۔ انصار میں سے صرف دو تنگدست صحابہؓ کو اس مال سے نوازا گیا اور وہ حضرت سَہْلِ بن حُنَیف اور حضرت اَبُودُجَانہ تھے۔ ابن عُیَیْنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے زہری کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کے اموال میں سے حضرت سَہْلِ بن حُنَیف اور حضرت اَبُودُجَانہ کے علاوہ انصار میں سے کسی کو حصہ نہیں دیا کیونکہ یہ دونوں تنگدست تھے اس لیے ان کو حصہ دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سَعد بن مُعَاذ کو بن ابی الحقیق کی تلوار عطا کی۔ اس تلوار کی بڑی شہرت تھی۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 325 دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 1993ء)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 247 دار احیاء التراث العربی بیروت)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیہ سامان غرباء میں تقسیم کر دیا اور کچھ اپنے لیے رکھا جو ازواجِ مطہرات کے اخراجات کے لیے تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہی بنو نضیر کے باغات سے حاصل ہونے والے غلے میں سے سال بھر کا خرچ اپنی ازواج کو دے دیتے تھے۔ اپنی بیویوں کو ان کا جو سال کا خرچہ تھا وہ دیتے اور باقی جو بچ جاتا تھا اسے جہاد کی تیاری کے لیے صرف کرتے تھے۔ غریبوں اور ناداروں کی اعانت بھی اسی مال سے کی جاتی تھی۔ بنو نضیر کے سات باغات تھے جن پر آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع کو مقرر کیا گیا تھا۔ یعنی وہ ان کے مینیجر تھے۔ ان باغات کے نام یہ تھے۔ مِیثَب، صَافِیہ، دَلَال، حُسنٰی، بُرقہ، اَعْوَاف اور مَشربہ اُم ابراہیم۔ (دائرہ معارفِ سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 191 بزم اقبال لاہور 2022ء)

بہرحال یہاں غزوۂ بنو نضیر کا ذکر ختم ہوا ہے۔ آئندہ انشاء اللہ دوسرے غزوات کا ذکر ہو گا۔

پاکستان کے احمدیوں کے لیے دعائیں جاری رکھیں وہاں کے حالات کی بہتری کے لیے دعائیں کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ وہاں کی عمومی امن و امان کی حالت کو بھی بہتر کرے اور احمدیوں کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

دنیا میں مسلمانوں کی عمومی حالت کے لیے بھی دعا کریں۔ یہ لوگ بھی زمانے کے امام کو مان کر اپنا وقار دوبارہ حاصل کر سکیں۔ دنیا میں جنگ کی جو عمومی صورتحال بن رہی ہے اس کے لیے بھی دعا کریں۔ جس طرف دنیا جا رہی ہے یہ جنگ تو لگتا ہے اب ضرور ہونی ہے لیکن اللہ تعالیٰ ہر احمدی اور ہر معصوم کو اس کے شر سے محفوظ رکھے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 19/ جولائی 2024ء جلد 31 شمارہ 171 صفحہ 02 تا 05)

27

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 05/ جولائی 2024ء بمطابق 05/ وفا 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

غزوۂ بدر الموعد جو چار ہجری میں ہوا۔ یہ غزوہ بدر الموعد، بدر الثانیہ، بدر الاٰخِرہ اور بدر الصُّغریٰ کے ناموں سے معروف ہے۔ (الرحیق المختوم صفحہ 312-313 مکتبۃ الرشد ناشرون 2000ء)

اس غزوہ کی تاریخ کے متعلق مختلف قول ملتے ہیں۔ ابنِ ہشام اور ابنِ اسحاق کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان چار ہجری میں بدر کی طرف روانہ ہوئے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 618 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

(السیرۃ النبویۃ ابن اسحاق صفحہ 391 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

واقدی کے مطابق یہ غزوہ چار ہجری ذُوالقَعْدَہ کا چاند نظر آنے پر ہوا اور بدر میں یکم ذوالقعدہ سے آٹھ ذوالقعدہ تک بازار لگتا تھا۔ (کتاب المغازی للواقدی جلد 1 صفحہ 325-324 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک روایت میں ذکر آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شوال میں بدر کی طرف روانہ ہوئے تھے یعنی مدینہ سے روانہ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذوالقعدہ کی چاند کی رات کو میدانِ بدر میں پہنچے۔ بہر حال ان تینوں اقوال کے مطابق یہ غزوہ چار ہجری میں ہوا۔

(سیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 374-373 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

البتہ مہینے میں اختلاف ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی اس ضمن میں لکھا ہے کہ ”4 ہجری میں جب شوال کے مہینہ کا آخر آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈیڑھ ہزار صحابہ کی جمعیت کو ساتھ لے کر مدینہ سے نکلے۔“ (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 529)

اس غزوہ کا سبب یہ ہے کہ ابوسفیان بن حَرْب جب غزوۂ احد سے واپس پلٹا تو اس نے بآواز بلند کہا تھا کہ آئندہ سال ہماری اور تمہاری ملاقات بدر الصَّفراء کے مقام پر ہو گی۔ بدر کو بدر الصّفراء بھی کہا جاتا ہے۔ ہم وہاں جنگ کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ اسے کہو کہ ہاں۔ ان شاء اللہ۔ علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جواب دیا تھا۔ اِن شاء اللہ۔ بدر مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مشہور کنواں ہے جو وادی صفرا اور جَارْ مقام کے درمیان واقع ہے۔ بدر مدینہ کے جنوب مغرب میں ایک سو پچاس کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ اس جگہ کی لوکیشن ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں اس جگہ ہر سال یکم ذی قعدہ سے آٹھ روز تک ایک بڑا میلہ لگا کرتا تھا۔ کہنے کو تو ابوسفیان نے غرور میں آکر یہ اعلان کر دیا تھا لیکن اب جوں جوں وعدے کا وقت قریب آ رہا تھا ابوسفیان مقابلے سے

کترانے لگا تھا لیکن ظاہر یوں کر رہا تھا کہ وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر آپؐ پر حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہا ہے تا کہ یہ خبر اہلِ مدینہ تک پہنچ جائے اور عرب کے دیگر حصوں میں بھی پھیل جائے اور مسلمانوں کو اس سے خوف زدہ کیا جا سکے۔ اسی دوران بَنُو اَشْجَع سے تعلق رکھنے والا ایک شخص نُعَیم بن مسعود مکہ گیا۔ اس نے بعد میں اسلام بھی قبول کر لیا تھا۔ اس نے وہاں ابوسفیان سے ملاقات کی اور کہنے لگا کہ میں مکہ اس غرض سے آیا ہوں کہ تمہیں مسلمانوں کی تیاری کے متعلق آگاہ کروں۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ ان کے پاس بے تحاشہ اسلحہ، اونٹ اور گھوڑے ہیں اور انہوں نے اپنے حلیف قبیلے کو بھی ساتھ ملا لیا ہے۔ اب وہ بڑے زور و شور سے حملہ آور ہونے والے ہیں۔ دیکھو تم نے خود مقابلہ کے لیے پکارا تھا اب اس وعدے کا وقت قریب آ گیا ہے۔

لہٰذا تم میدان کارزار میں اپنے جوہر دکھاؤ۔ ابوسفیان بات ٹالتے ہوئے کہنے لگا کہ اے نُعَیم! تم جانتے ہو کہ ہمارے علاقے میں قحط سالی ہے۔ عرصہ دراز سے بارش نہیں ہوئی۔ پانی کے تالاب خشک ہیں۔ چراگاہوں میں مویشی اور سواری کے جانوروں کے لیے گھاس کا تنکا تک نہیں ہے۔ ہر طرف رزق کی تنگی ہے۔ لہٰذا عقلمندی اسی میں ہے کہ ہم یہ دن گزار لیں اس کے لیے تم اہم کردار ادا کر سکتے ہو۔ اس سے مدد مانگی کہ تم مدینہ جا کر لوگوں کو ہمارے عزائم اور افرادی قوت کے متعلق بڑھا چڑھا کر معلومات دو اور اسے خوب مشہور کرو تا کہ ہمارا بھرم بھی رہ جائے اور مسلمان خود ہی ڈر کے مارے بدر کی طرف نہ آئیں۔ نُعَیم نے کہا اس کے بدلے مجھے کیا دو گے؟ ابوسفیان نے بیس اونٹوں کی پیشکش کی جو نعَیم نے بخوشی قبول کر لی اور کہا کہ یہ انعام سُہَیل بن عَمرو کے سپرد کر دیا جائے۔ پھر مَیں اس کام کے لیے جاؤں گا۔ سہیل اس کا گہرا دوست تھا اس کی یقین دہانی پر نُعَیم چلنے کے لیے تیار ہو گیا۔ اسے تیز رفتار اونٹ دیا گیا تا کہ اس منصوبے کو جلد از جلد عملی جامہ پہنایا جائے۔ (دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہؐ جلد 7 صفحہ 240، بزم اقبال لاہور 2022ء)

(اٹلس سیرت نبویؐ صفحہ 216، دار السلام ریاض 1424ھ) (سبل الہدیٰ و الرشاد جلد 4 صفحہ 337 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء) (غزوات النبیؐ صفحہ 259، زاویہ پبلشرز لاہور 2018ء)

نُعَیم نے رختِ سفر باندھا اور مدینہ کی طرف چل پڑا۔ اس نے عمرہ کر کے سر مونڈھ رکھا تھا۔ مدینہ کی طرف سرپٹ بھاگا جا رہا تھا۔ وہ فوراً مدینہ پہنچنا چاہتا تھا کہ کہیں اسلامی لشکر مدینہ سے چل نہ پڑے۔ چنانچہ جب وہ مدینہ پہنچا تو مسلمان بڑے جوش و خروش سے جہاد کی تیاری میں مصروف تھے۔ مسلمانوں نے اس سے پوچھا نُعَیم! کہاں سے آئے ہو؟ اس نے بتایا میں عمرہ کر کے مکہ سے آ رہا ہوں۔ انہوں نے کہا: پھر تو تمہیں ابوسفیان کے بارے میں علم ہو گا۔ اس کی جنگ کی تیاری کیسی ہے؟ اس نے کہا کہ ابوسفیان نے تو بہت سے لشکر اکٹھے کر لیے ہیں، سارا عرب اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ بڑا مبالغہ کیا اس نے۔ وہ اتنی بڑی فوج لے کر آ رہا ہے کہ اس کا مقابلہ کرنا تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ میری مانو تو تم لوگ مدینہ ہی میں ٹھہرے رہو۔ جنگ کے لیے مدینہ سے باہر مت جاؤ۔ وہ اتنے بڑے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہونے والا ہے کہ اس سے صرف وہی بچ سکے گا جو بھاگ نکلے گا۔ تمہارے سرکردہ لوگ قتل کر دیے جائیں گے۔ خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) زخموں کی تاب نہ لا سکیں گے۔ کیا تم مدینہ سے نکل کر موت کے منہ میں جانا چاہتے ہو؟ افسوس تم نے اپنے لیے بہت برا فیصلہ کیا ہے۔ اللہ کی قسم! میں نہیں سمجھتا کہ تم میں سے کوئی بچ نکلے گا۔ بڑی مایوس کن باتیں کیں تا کہ وہ ڈر جائیں۔

اس نے باتوں کا ایسا بتنگڑ بنایا کہ کبھی ابوسفیان کی تیار کردہ سپاہ کی عددی کثرت کا تذکرہ، کبھی ان کے اسلحے کے ذخائر کا بیان، کبھی رؤوسائے قریش کے جوش و خروش کی حکایت، کبھی ان کی خطرناک جنگی چالوں کی مدح سرائی۔ اس نے ایسی مہارت سے اپنی مہم چلائی کہ چند ہی روز میں مدینہ کی فضا خوف و ہراس سے مسموم ہو گئی۔

نُعَیم بن مسعود کی چال کارگر ثابت ہوئی۔ کمزور ایمان والے مسلمان اس کی افواہوں سے واقعی مرعوب ہو گئے حتیٰ کہ جو بھی بات کرتا وہ نعیم بن مسعود کے قول کی تصدیق کرتا تھا۔ ہر مجلس میں ابوسفیان کے لشکر جرار اور خوفناک تیاری کا ذکر چھڑا ہوا تھا۔ مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر یہود اور منافقین خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے اور ایک دوسرے کو یہ خوشخبری سنا رہے تھے کہ اب اسلام کے ماننے والوں کا وجود صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔ (سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 7 صفحہ 91، دار السلام ریاض 1435ھ)

مدینہ کی اس کیفیت کے وقت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب کرے گا۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت دے گا۔ ہم نے قوم کے ساتھ وعدہ کیا تھا اور ہم اس کی خلاف ورزی پسند نہیں کرتے۔ وہ یعنی کفار اسے بزدلی شمار کریں گے اگر ہم وہاں میدان میں نہ جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وعدے کے مطابق تشریف لے چلیں۔ بخدا اس میں ضرور بھلائی ہے۔

یہ جذبات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاَخْرُجَنَّ وَإِنْ لَّمْ يَخْرُجْ مَعِيَ أَحَدٌ۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں ضرور نکلوں گا خواہ میرے ساتھ ایک فرد بھی نہ نکلے۔ مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عزم اور ہمت اور حوصلہ دیکھا تو خوف و ہراس کی کیفیت ختم ہو گئی اور وہ جوش و خروش سے تیاری کرنے لگے۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہؐ جلد 7 صفحہ 242241-، بزم اقبال لاہور 2022ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی اس غزوۂ بدر الموعد کے بارے میں لکھا ہے کہ ”ابوسفیان بن حرب ...باوجود احد کی فتح اور اتنی بڑی جمعیت کے ساتھ ہونے کے اس کا دل خائف تھا اور اسلام کی تباہی کے درپے ہونے کے باوجود وہ چاہتا تھا کہ جب تک بہت زیادہ جمعیت کا انتظام نہ ہو جاوے وہ مسلمانوں کے سامنے نہ ہو۔ چنانچہ ابھی وہ مکہ میں ہی تھا کہ اس نے ایک شخص نُعَیم نامی کو جو ایک غیر جانبدار قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا مدینہ کی طرف روانہ کر دیا اور اسے تاکید کی کہ جس طرح بھی ہو مسلمانوں کو ڈرا دھمکا کر اور جھوٹ سچ باتیں بنا کر جنگ سے نکلنے کے لئے باز رکھے۔

چنانچہ یہ شخص مدینہ میں آیا اور قریش کی تیاری اور طاقت اور ان کے جوش و خروش کے جھوٹے قصے سنا سنا کر اس نے مدینہ میں ایک بے چینی کی حالت پیدا کر دی۔ حتیٰ کہ بعض کمزور طبیعت لوگ اس غزوہ میں شامل ہونے سے خائف ہونے لگے لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکلنے کی تحریک فرمائی اور آپؐ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ہم نے کفار کے چیلنج کو قبول کر کے اس موقعہ پر نکلنے کا وعدہ کیا ہے اس لئے ہم اس سے تخلف نہیں کر سکتے اور خواہ مجھے اکیلا جانا پڑے میں جاؤں گا اور دشمن کے مقابل پر اکیلا سینہ سپر ہوں گا تو لوگوں کا خوف جاتا رہا اور وہ بڑے جوش اور اخلاص کے ساتھ آپؐ کے ساتھ نکلنے کو تیار ہو گئے۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 529)

اور اس طرح دوبارہ تیاری شروع ہو گئی۔ بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ابوسفیان کے لشکر کی تیاری کے بارے میں خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عبداللہ بن اُبَی بن سلول جو رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبَی کے مخلص اور جاں نثار بیٹے تھے، بڑے پکے مسلمان تھے ان کو اپنے پیچھے مدینہ کا امیر مقرر فرمایا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن رَوَاحہ کو امیر مقرر کیا۔ بہر حال ہو سکتا ہے کہ مختلف کاموں کے لیے دونوں کو منتظم بنایا ہو یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ راوی کو عبداللہ کے نام سے شبہ پڑ گیا ہو۔ کسی نے عبداللہ بن عبداللہ کہہ دیا اور کسی نے عبداللہ بن رَوَاحَہ کا ذکر کر دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جھنڈا حضرت علیؓ کو عطا فرمایا اور پندرہ سو صحابہؓ کے ہمراہ بدر کی جانب روانہ ہوئے۔ اس لشکر میں دس گھڑ سوار تھے۔ ایک گھوڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا۔ اس کے علاوہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابو قتادہؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت مِقْدَاد بن اسودؓ، حضرت حُبَاب بن مُنْذِرؓ، حضرت زبیر بن عَوَّامؓ، حضرت عَبَّاد بن بِشرؓ کے پاس گھوڑے تھے۔ مسلمان اپنے تجارتی مال کے ساتھ بدر کی طرف نکلے۔

ذوالقعدہ کا چاند طلوع ہوا تو مسلمان میدانِ بدر میں پہنچ چکے تھے۔ دیکھا جائے تو مسلمان تو ابوسفیان کے ساتھ لڑائی اور مقابلے کے لیے جا رہے تھے لیکن ان کا تجارتی مال اور اسباب ساتھ لے کر نکلنا ان کے اس عزم و ہمت اور یقین پر دلالت کرتا ہے اور کوئی بعید نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی ارشاد یا اشارے پر وہ تجارتی اموال لے کر نکلے ہوں کہ ابوسفیان یا تو مقابلے پر آئے گا نہیں اور اگر آیا تو بری طرح شکست کھا کر بھاگ جائے گا اور انہی تاریخوں میں وہاں جو میلہ لگا کرتا تھا مسلمان وہاں خرید و فروخت کی تجارت کر کے فائدہ اٹھائیں گے اور عملاً پھر ایسا ہی ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وعدہ کے مطابق ابوسفیان کے انتظار میں بدر میں قیام فرما تھے کہ مَخْشِی بن عمرو ضَمْرِی آپ کے پاس آیا۔ یہ بنو ضَمْرہ کا سردار تھا اور دو ہجری میں اس قبیلے کے ساتھ مسلمانوں کا ایک معاہدہ ہوا تھا کہ آپؐ بنو ضمرہ پر حملہ نہیں کریں گے اور نہ بنو ضمرہ آپؐ کے خلاف کوئی کارروائی کریں گے، نہ کسی کارروائی میں حصہ لیں گے اور آپؐ کے کسی دشمن کی مدد بھی نہیں کریں گے۔ اس نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ اس چشمہ پر قریش سے جنگ کرنے آئے ہیں؟ اس کی گفتگو سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندازہ لگا لیا کہ یہ شخص قریش کی طرف جھکاؤ رکھتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں اے بنو ضمرہ کے بھائی! اگر تُو چاہتا ہے تو ہمارے اور تمہارے درمیان جو صلح کا معاہدہ ہے اسے ختم کر کے ہم تم سے جنگ کر لیتے ہیں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے؟ مَخْشِی نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! بخدا ہمیں آپ سے جنگ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

(سیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 374 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)(اٹلس سیرت نبوی صفحہ 202، دار السلام ریاض 1424ھ)(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہؐ جلد 7 صفحہ 242، 244، بزم اقبال لاہور 2022ء)(السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ 618 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

اس ملاقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمت اور دلیری سے اس قبیلے پر واضح کر دیا کہ ہمارے درمیان جنگ بندی کا معاہدہ کسی بزدلی اور کمزوری کی بنا پر نہیں تھا اور یوں جنگِ احد کے بعد مختلف قبائل جو مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر ان پر حملہ کرنے کے منصوبے کرنے لگے تھے ان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی

حکمت اور کامیابی سے مسلمانوں کی قوت اور دلیری کے اثرات کو بحال فرمایا۔

(ماخوذ سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 7 صفحہ 97، دار السلام ریاض 1435ھ)

مسلمان تو حسبِ وعدہ بدر کے میدان میں پہنچ چکے تھے۔ البتہ دوسری طرف ابوسفیان نے سردارانِ قریش سے کہا کہ ہم نے نُعَیم بن مسعود کو بھیج دیا ہے وہ مسلمانوں کو سفر پر روانہ ہونے سے پہلے پست ہمت کر دے گا۔ وہ انتہائی کوشش کر رہا ہے لیکن ہم ایک یا دو راتوں کے لیے نکلیں گے پھر ہم واپس آ جائیں گے۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے لئے نہ نکلے تو ہم بڑے آرام سے کہہ دیں گے کہ ہم تو گئے تھے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی ہی نہیں آئے اور اس طرح پر ہماری فتح ہو گی اور اگر وہ سفر کے لیے نکل پڑے تو ہم ظاہر کریں گے یہ قحط کا سال ہے۔ ہمارے لیے شادابی کا سال (نکلنے کے لیے) بہتر ہو گا اور یہ کہہ کر راستے سے ہی پلٹ آئیں گے۔ قریش نے کہا یہ اچھا مشورہ ہے۔

اس پر کفار کا لشکر ابوسفیان کی قیادت میں مکہ سے روانہ ہوا۔ ان کی تعداد دو ہزار تھی۔ ان میں سے پچاس گھڑ سوار تھے۔ یہ لشکر وادی مَرُّ الظَّہْرَان میں مَجَنَّہ نامی چشمہ پر خیمہ زن ہوا۔ مر الظہران مکہ سے بائیس کلو میٹر شمال میں ہے۔ قحط سالی کے سبب قریش کے اقتصادی حالات واقعی خراب تھے اور ان کی آمدنی کے ذرائع کم ہو گئے تھے۔ اس لیے ان کو مقررہ وقت اور جگہ پر پہنچنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی یعنی بدر پر پہنچنے کی لیکن شرمندگی کے ڈر سے اس لشکر نے کوچ کیا۔ ان کا سپہ سالار مکہ سے ہی بوجھل اور بددل تھا۔ وہ بار بار مسلمانوں سے ہونے والی جنگ کا انجام سوچتا تھا اور ان کی ہیبت کے مارے لرز رہا تھا۔ مر الظہران پہنچ کر اس کی ہمت جواب دے گئی اور وہ واپسی کے بہانے سوچنے لگا اور آخر کار اپنی فوج میں واپسی کا اعلان اور اس بات کی وضاحت کرنے کے لیے کھڑا ہوا۔ اس نے کہا کہ اے قریش کے لوگو! تمہارے لیے شادابی اور ہریالی کا سال جنگ کے لیے موزوں رہے گا تا کہ تم جانوروں کو بھی چرا سکو اور خود بھی دودھ پی سکو۔ اس وقت خشک سالی ہے۔ لہٰذا مَیں واپس جا رہا ہوں تم بھی واپس چلے چلو۔ ابوسفیان کے اس فیصلے کی مخالفت کیے بغیر سب نے واپسی کی راہ لی اور کسی نے بھی سفر جاری رکھنے اور مسلمانوں سے جنگ کی رائے نہ دی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پورے لشکر کے اعصاب پر مسلمانوں کی ہیبت چھائی ہوئی تھی۔

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 7 صفحہ 95-96، دار السلام ریاض 1435ھ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وعدہ کے مطابق ابوسفیان کے انتظار میں بدر میں آٹھ روز قیام کرنے کے بعد مدینہ واپس آ گئے اور آپؐ اس غزوہ کے لیے کل سولہ راتیں مدینہ سے باہر رہے۔ دشمن مدمقابل آنے کی ہمت نہ کر سکا۔ اس کی خوب سبکی ہوئی۔ مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوئے۔ اس علاقے کے بعض مقامی کافروں کا جھکاؤ قریش مکہ کی طرف تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت بہادری سے ان پر اپنا عزم واضح کیا تو وہ بھی دبک گئے۔ بدر کے بعض تاجر فارغ ہو کر مکہ گئے اور ابوسفیان کو مسلمانوں کی مستحکم صورتحال کی تفصیل سے آگاہ کیا۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھی اپنی بزدلی اور وعدہ خلافی پر نہایت شرمندہ ہوئے۔ اس غزوہ میں گو عملی لڑائی نہ ہوئی تاہم مسلمانوں کا وقار اور اعتماد بحال ہوا اور دشمن پر رعب میں خوب اضافہ ہوا۔

(کتاب المغازی للواقدی جلد 1 صفحہ 324، دار الکتب العلمیہ بیروت 2004ء)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہؐ جلد 7 صفحہ 248، بزم اقبال لاہور 2022ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس ضمن میں لکھا ہے کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈیڑھ ہزار صحابہ کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے اور دوسری طرف ابوسفیان اپنے دو ہزار سپاہیوں کے ہمراہ مکہ سے نکلا لیکن خدائی تصرف کچھ ایسا ہوا کہ مسلمان تو بدر میں اپنے وعدہ پر پہنچ گئے مگر قریش کا لشکر تھوڑی دور آ کر پھر مکہ کو واپس لوٹ گیا۔ اور اس کا قصہ یوں ہوا کہ جب ابوسفیان کو نُعَیم کی ناکامی کا علم ہوا تو وہ دل میں خائف ہوا اور اپنے لشکر کو یہ تلقین کرتا ہوا راستہ سے لوٹا کر واپس لے گیا کہ اس سال قحط بہت ہے اور لوگوں کو تنگی ہے اس لئے اس وقت لڑنا ٹھیک نہیں ہے۔ جب کشائش ہو گی تو زیادہ تیاری کے ساتھ مدینہ پر حملہ کریں گے۔

اسلامی لشکر آٹھ دن تک بدر میں ٹھہرا اور چونکہ وہاں ماہ ذوقعدہ کے شروع میں ہر سال میلہ لگا کرتا تھا۔ ان ایام میں بہت سے صحابیوں نے اس میلہ میں تجارت کر کے کافی نفع کمایا۔ حتیٰ کہ انہوں نے اس آٹھ روزہ تجارت میں اپنے راس المال کو دوگنا کر لیا۔ جب میلے کا اختتام ہو گیا اور لشکر قریش نہ آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے کوچ کر کے مدینہ میں واپس تشریف لے آئے اور قریش نے مکہ میں واپس پہنچ کر مدینہ پر حملے کی تیاریاں شروع کر دیں۔“ (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 530-529)

اب دوبارہ قریش نے واپس پہنچ کے شرمندگی مٹانے کے لیے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے پھر جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ بہرحال اس غزوہ کا یہ انجام ہوا۔

دوسرا غزوہ ہے دُومۃ الجندل۔ یہ ربیع الاول پانچ ہجری میں ہوا۔ دُومۃ الجندل مدینہ سے تقریباً چار سو پچاس کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ قدیم دور میں یہ سفر قریباً پندرہ یا سترہ دنوں میں طے ہوتا تھا۔ یہ مدینہ کے شمال میں شامی سرحد کے قریب ترین مقام تھا۔ یہاں بنو قُضَاعَہ قبیلہ کی شاخ بنو کَلْب کے لوگ آباد تھے۔ اس جگہ بہت بڑی تجارتی منڈی لگتی تھی جو بنو کلب کے زیر انتظام تھی۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 249، بزم اقبال لاہور 2022ء)

دُومۃ الجندل کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ وہاں ایک قلعہ تھا جو پتھر کی خاص قسم سے بنایا گیا تھا۔ دُوْمَۃ کا لفظ اس جگہ پر بھی بولا جاتا ہے جہاں سیلابی ریلے کی وجہ سے گول پتھر خاصی مقدار میں جمع ہو جاتے ہیں۔ اس جگہ کو دومۃ کہنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کے دو بیٹوں دُوْمَہ یا دُوْمَان کی طرف یہ منسوب ہے۔ بہرحال یہ اس کے نام کی وجہ ہے۔ اس غزوہ کی تاریخ اور لشکر کی تعداد کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ غزوہ تمام مؤرخین اور سیرت نگاروں کے نزدیک پانچ ہجری میں ربیع الاول کی پچیس تاریخ کو ہوا تھا۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 250-249، بزم اقبال لاہور 2022ء)

اس کی وجہ کیا بنی؟ اس کے بارے میں لکھا ہے کہ اب تک مخالفین کے ساتھ جتنی جنگی مہمات ہوئیں وہ کم و بیش مدینہ اور حجاز کے علاقے تک ہی محدود تھیں اور یہ پہلی مہم تھی کہ جو مدینہ سے دُور کم و بیش پندرہ دنوں کی مسافت پر رومی سلطنت کے صوبہ شام کی سرحدوں کے قریب وقوع پذیر ہونے جا رہی تھی۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ مسلمانوں سے پے در پے شکست کھانے اور مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے رعب کو محسوس کرتے ہوئے دشمنانِ دین کسی ایسے موقع کی تلاش میں تھے کہ اسلام اور مسلمانوں کو جڑ سے ہی ختم کر دیا جائے۔ اس پر عمل کرنے کے لیے مدینہ کے انتہائی شمال میں شام کی سرحد سے ملحق دُومۃ الجندل کے گرد

قبائل نے اسلامی ریاست کو چیلنج کرتے ہوئے ایک بڑا لشکر ترتیب دینا شروع کر دیا۔ انہوں نے چیلنج کیا کہ ہم حملہ کریں گے۔ یہ لوگ تجارتی قافلوں کو لوٹ لیتے تھے۔ صرف چیلنج ہی نہیں تھا بلکہ فساد بھی انہوں نے برپا کیا ہوا تھا کہ قافلوں کو لوٹتے تھے۔ جو مسلمان ہاتھ لگتا اسے اذیتیں دیتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دُومۃ الجندل کے ان قبائل کی تمام حرکتوں کی خبر دی گئی تو فیصلہ ہوا کہ قبل اس کے کہ دُومۃ الجندل کے قبائل کوئی بڑی فوج تیار کر کے مدینہ پر چڑھائی کر دیں بہتر ہے کہ ان کے علاقہ میں پہنچ کر انہیں اس طرح بکھیر دیا جائے کہ وہ مدینہ پر لشکر کشی سے باز رہیں اور تجارتی قافلے امن سے شام پہنچ سکیں۔

(غزوات و سرایا صفحہ 245-244، فرید یہ پبلشرز ساہیوال 2018ء)

اس کی تیاری کے بارے میں لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر تیار کر کے لوگوں کو نکلنے کا حکم دیا اور مدینہ میں حضرت سِبَاعُ بن عُرْفُطَہ غِفَارِیؓ کو نائب بنایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار صحابہ کرامؓ کا لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ آپؐ رات کو سفر کرتے اور دن بھر پوشیدہ رہتے۔ بَنُوعُذْرَہ کا ایک شخص راستہ بتانے کے لیے آپؐ کے ساتھ تھا۔ اس کا نام مذکور تھا۔ وہ ایک ماہر راستہ بتانے والا تھا۔ وہ تیزی کے ساتھ نکلا اور اس نے سفر کے لیے غیر مانوس راستہ اختیار کیا تا کہ دشمن کو خبر نہ ہو۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دُومۃ الجندل کے قریب پہنچے تو راستہ بتانے والے نے کہا یہ بنو تمیم کی چراگاہ ہے۔ یہاں ان کے اونٹ اور مویشی ہیں۔ آپؐ یہاں ٹھہریں۔ میں معلومات لے کر آتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ تو عُذْرِی اکیلے معلومات لینے کے لیے گیا اور وہاں چوپایوں اور بکریوں کے آثار دیکھ لیے اور یہ بھی کہ وہ اپنی پناہ گاہوں میں چھپے ہوئے تھے۔ پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آیا اور خبر دی کہ وہ ان کی جگہیں پہچان چکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے چل پڑے اور ان کے جانوروں اور چرواہوں پر حملہ کیا اور ان میں سے کچھ پر قبضہ کیا اور باقی بھاگ گئے۔ دومۃ الجندل والے لوگ جو وہاں چھپے ہوئے تھے، جو لڑنے کے لیے تیاری کر رہے تھے وہ منتشر ہو گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے میدان میں پڑاؤ ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں چند دن قیام کیا اور مختلف گروہ ارد گرد بھیجے۔ اسلامی دستے بحفاظت آپؐ کے پاس واپس پہنچے۔ ہر گروہ کچھ اونٹ لے کر آیا لیکن انہیں کوئی آدمی نہ ملا۔ صرف حضرت محمد بن مسلمہ ان میں سے ایک آدمی کو پکڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس کے ساتھیوں کے بارے میں دریافت فرمایا تو اس نے کہا کہ گذشتہ رات جب انہوں نے سنا کہ آپؐ نے ان کے جانور پکڑ لیے ہیں تو وہ بھاگ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی تو وہ مسلمان ہو گیا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 342 دار لکتب العلمیہ بیروت 1993ء)

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 7 صفحہ 138 تا 140، دار السلام ریاض 1435ھ)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی اس بارے میں لکھا ہے کہ غزوۂ دُومۃ الجندل کے بارے میں تحریر کرتے ہوئے کہ "دُومۃ الجندل شام کی سرحد کے قریب واقع تھا اور مدینہ سے اس کا فاصلہ پندرہ سولہ دن کی مسافت سے کم نہ تھا۔ اس غزوہ کی وجہ یہ ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع موصول ہوئی کہ دُومۃ الجندل میں بہت سے لوگ جمع ہو کر لوٹ مار کر رہے ہیں اور جو مسافر یا قافلہ وغیرہ وہاں سے گزرتا

ہے اس پر حملہ کر کے اسے تنگ کرتے اور اس کا مال ومتاع لوٹ لیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ اندیشہ بھی پیدا ہوا کہ کہیں یہ لوگ مدینہ کا رخ کر کے مسلمانوں کے لئے موجب پریشانی نہ ہوں۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی کارروائیوں کی ایک اہم غرض قیامِ امن بھی تھی۔" آپؐ کی جنگی کارروائیوں کا اصل مقصد تو امن کا قیام تھا" اس لئے باوجود اس کے کہ ان لوگوں کی اس لوٹ مار سے مدینہ کے مسلمانوں کو حقیقتاً کوئی زیادہ اندیشہ نہیں تھا۔ آپؐ نے صحابہ میں تحریک فرمائی کہ اس ڈاکہ زنی اور ظلم کے سلسلہ کو روکنے کے لئے وہاں چلنا چاہئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک پر ایک ہزار صحابی اس دُور و دراز کے تکلیف دہ سفر کو اختیار کر کے آپؐ کے ساتھ ہو لئے۔ اورآپؐ ہجرت کے پانچویں سال ماہ ربیع الاول میں مدینہ سے روانہ ہوئے اور پندرہ سولہ دن کی طویل اور پر از مشقت مسافت طے کرنے کے بعد دُومۃ الجندل کے قریب پہنچے۔ مگر وہاں جاکر معلوم ہوا کہ یہ لوگ مسلمانوں کی خبر پاکر اِدھر اُدھر منتشر ہوگئے تھے اور گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں چند دن تک ٹھہرے اور آپؐ نے چھوٹے چھوٹے دستے بھی اِدھر اُدھر روانہ فرمائے تاکہ ان مفسدین کا کچھ پتہ چلے مگر وہ کچھ ایسے لاپتہ ہوئے کہ ان کا کوئی سراغ نہ ملا۔ البتہ ان کا ایک چرواہا مسلمانوں کے ہاتھ میں قید ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ سے مسلمان ہو گیا اور آپؐ چند دن کے قیام کے بعد مدینہ کی طرف واپس تشریف لے آئے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 540-541)

دُومۃ الجندل سے واپسی کے بارے میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً تین دن کے قیام کے بعد تمام لشکر کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہو کر بیس ربیع الثانی کو مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد4 صفحہ342 دار الکتب العلمیہ بیروت1993ء)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد7 صفحہ 251، بزم اقبال لاہور2022ء)

ایک مصنف غزوۂ دُومۃ الجندل کے مقاصد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس غزوہ کے کئی مقاصد تھے۔ یہ بجائے خود جنگ نہ تھی تاہم اس سے جزیرہ نمائے عرب کے شمال کے حالات سے باخبر رہنے اور دیکھ بھال کا موقع میسر آیا۔ جزیرہ نمائے عرب میں قوت کے اصل مراکز کا کھوج بھی اس کے اہداف میں شامل تھا۔ اس کے ساتھ غزوۂ دُومۃ الجندل اپنے نتائج و ثمرات کے اعتبار سے بھی بہت مفید ثابت ہوا۔ سارا علاقے کا پتہ بھی لگ گیا اور یہی مقصد تھا کہ علاقے کا پتہ لگ جائے اور جو ظلم ہو رہا ہے اس کو بھی دُور کیا جائے۔ بہرحال یہ لکھتا ہے کہ عملاً نہ ہونے والی یہ جنگ رحمتِ ربّانی سے مسلمانوں کے لیے آئندہ کی فتح و نصرت کے نتائج سمیٹ رہی تھی۔ یہ ایک عسکری کارروائی تھی جو درحقیقت مستقبل کی ممکنہ جنگ کا سدِّباب تھی۔ اصل میں تو جنگ ہو سکنے کا جو امکان تھا اس کو روکنے کے لیے یہ کارروائی تھی کیونکہ اس علاقے کے بہت سارے عربی قبائل مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں یہ ایک سیاسی جنگ بھی تھی جس نے ان قبائل کی ممکنہ حملہ آوری کو روکا جو جنگِ احد میں مسلمانوں کی عارضی شکست سے فائدہ اٹھا کر مدینہ پر چڑھ دوڑنے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ اس جنگ کا ایک مقصد عربوں کی نفسیاتی مرعوبیت کو دور کرنا بھی تھا کہ وہ کبھی سلطنت روم سے جنگ نہیں کر سکتے۔

صرف ایک نہیں بلکہ عربوں پہ ان کا جو یہ نفسیاتی اثر قائم ہوا تھا کہ سلطنت روم سے ہم کبھی مقابلہ نہیں

کر سکتے وہ بھی اس کارروائی سے دور ہو گیا۔ انہیں عملاً یقین دہانی کرانی بھی مقصود تھی کہ ان کا پیغام عالمی ہے صرف عرب تک محدود نہیں۔ اس کارروائی نے مسلمانوں کو یہ تسلّی بھی کروا دی۔ ان اچانک اور فیصلہ کن اقدامات اور حکیمانہ تدبیر پر مبنی منصوبوں کے ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی ریاست میں امن و امان بحال کرنے اور صورتحال پر قابو پانے میں کامیابی حاصل کی اور وقت کی رفتار کا رخ مسلمانوں کے حق میں موڑ لیا اور مسلسل پیش آنے والی اندرونی اور بیرونی مشکلات کی شدت کم کی جو ہر جانب سے انہیں گھیرے ہوئے تھی۔ بہت سارے لوگ جو مخالفین تھے وہ بھی اس کارروائی سے باز آ گئے۔ اندرونی طور پر منافقین بھی اس سے باز آ گئے چنانچہ منافقین خاموش اور مایوس ہو کر بیٹھ گئے۔ عرب کے بدو ڈھیلے پڑ گئے اور مسلمانوں کو اسلام پھیلانے اور رب العالمین کے پیغام کی تبلیغ کرنے کا موقع میسر آ گیا۔

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد7 صفحہ 140، دار السلام ریاض 1435ھ)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ جن کی سیرت النبیؐ کے موضوع پر بڑی گہری تحقیق ہے وہ بھی اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

”یہ غزوہ اس رنگ میں پہلا غزوہ تھا کہ اس کی غرض یا کم از کم بڑی غرض ملک میں امن کا قیام تھی۔ اہل دُوْمَہ کا مسلمانوں کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں تھا۔ وہ مدینہ سے اتنی دور تھے کہ ان کی طرف سے بظاہر یہ اندیشہ کسی حقیقی خطرہ کا موجب نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ اتنے لمبے سفر کی صعوبت برداشت کر کے مدینہ میں مسلمانوں کی پریشانی کا موجب ہوں گے۔ پس ان کے مقابلہ کے لئے پندرہ سولہ دن کا تکلیف دہ سفر اختیار کرنا حقیقتاً سوائے اس کے اور کسی غرض سے نہیں تھا کہ انہوں نے جو اپنے علاقہ میں لوٹ مار کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا اور بے گناہ قافلوں اور مسافروں کو تنگ کرتے تھے اس کا سدباب کیا جاوے۔ پس مسلمانوں کا یہ سفر محض رفاہِ عام اور ملک کی مجموعی بہبودی کے لئے تھا جس میں ان کی اپنی کوئی غرض مدنظر نہیں تھی۔ اور یہ ایک عملی جواب ہے ان لوگوں کا جنہوں نے سراسر ظلم اور بے انصافی کے ساتھ مسلمانوں کی ابتدائی جنگی کارروائیوں کو جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے ماتحت اختیار کیں جارحانہ یا خود غرضانہ قرار دیا ہے۔ اس غزوہ کا ایک نتیجہ تو یہ ہوا کہ اہل دُوْمَہ مرعوب ہو کر اپنی ان مفسدانہ کارروائیوں سے باز آ گئے اور مظلوم مسافروں کو اس ظلم سے نجات مل گئی اور دوسرے شام کی سرحد میں جہاں ابھی تک مسلمانوں کا صرف نام ہی پہنچا تھا اور لوگ اسلام کی حقیقت سے بالکل ناآشنا تھے اسلام کا ایک گونہ انٹروڈکشن ہو گیا اور اس علاقہ کے لوگ مسلمانوں کے طریق و تمدّن سے ایک حد تک واقف ہو گئے۔ دومۃ الجندل کے قرب وجوار میں بعض عیسائی بھی آباد تھے۔ مگر روایات میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آیا یہ مفسدین جن کے خلاف یہ مہم اختیار کی گئی عیسائی تھے یا کہ بت پرست مشرک۔ مگر حالات سے قیاس ہوتا ہے کہ غالباً یہ لوگ مشرک ہوں گے کیونکہ اگر یہ مہم عیسائیوں کے خلاف ہوتی تو مؤرخین ضرور اس کا ذکر کرتے۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 541)

عیسائی مؤرخین تو ضرور ذکر کرتے۔ بہرحال اللہ بہتر جانتا ہے۔ ان غزوات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ غزوات دشمن کے شر کو روکنے اور ان کے اپنے بدارادوں کو ختم کرنے اور امن عامہ کی فضا قائم کرنے

کے لیے کیے گئے تھے نہ کہ کسی قتل و غارت اور ناجائز تصرفات کے لیے اور امن برباد کرنے کے لیے۔ تو یہ جو اسلام پر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام ہے یہ واقعات اس کی نفی کرتے ہیں کیونکہ جنگ نہیں ہوئی تو آرام سے امن سے لوگ واپس بھی آ گئے اور کسی کو نقصان نہیں ہوا اور علاقے میں عمومی طور پر مسلمانوں کی اس کارروائی سے امن بھی قائم ہو گیا۔ صرف مسلمانوں کے قافلوں کو ظلم سے نجات نہیں ملی بلکہ دوسرے قافلوں کو بھی ملی۔ یہ جو دونوں غزوے تھے ان کا ذکر ختم ہوا۔

دعا کی طرف بھی دوبارہ توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

دعا کریں اللہ تعالیٰ دنیا میں عمومی امن بھی قائم فرمائے وہ امن جس کی خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں بھی کوششیں کی اور یہی مقصد تھا آپؐ کے آنے کا، یہی مقصد ہے اسلام کی تعلیم کا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے دعاؤں کی ضرورت ہے۔ بظاہر لگتا ہے کہ دنیا والے اب اپنے پاؤں پر کلہاڑا مارنے پر تلے ہوئے ہیں ظاہری طور پر امن کی صورت نظر نہیں آ رہی۔

دوسرے ان مغربی ممالک میں اب مسلمانوں کے خلاف بھی مہم بہت تیز ہو گئی ہے۔ خیال یہی ہے کہ آئندہ مزید ہو گی۔ اس کے لیے بھی انہیں، مسلمانوں کو اپنی بقا کے سامان کرنے ہوں گے۔ ایک اکائی بننا ہو گا۔ اپنی حالتوں کو بہتر کرنا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ اسے سمجھنے والے ہوں۔

مسلمان ملکوں میں سوڈان وغیرہ میں مسلمان مسلمانوں پر جو ظلم کر رہے ہیں اس کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی امن قائم کرنے کی توفیق دے۔ دین کا جو مقصد ہے اس کو یہ بھول گئے ہیں۔ اپنے بھائیوں کو مار رہے ہیں تو یہی وجہ ہے کہ جو غیر ہیں وہ بھی مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو اپنی اناؤں اور ذاتی خواہشات کو پورا کرنے کی بجائے ملک و قوم کی خدمت کرنے والا بنائے اور امن برباد کرنے والے بننے کی بجائے امن قائم کرنے والا بنائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 22 تا 28 / جولائی 2024ء جلد 31 شمارہ 178-173 صفحہ 05 تا 09)

28

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 12/ جولائی 2024ء بمطابق 12/ وفا 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج غزوۂ بنو مصطلق یا غزوۂ مُرَیْسِیْع یہ بھی اس کا نام ہے۔ اس کا ذکر کروں گا۔ یہ غزوہ کب ہوا۔ اس کے متعلق سیرت نگاروں کا اختلاف ہے۔ علامہ ابن اسحاق، طبری اور ابن ہشام کے نزدیک غزوۂ بنو مصطلق شعبان چھ ہجری میں ہوا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن اسحاق صفحہ 439 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 670-669 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 109، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بعض نے اس کی تاریخ پانچ ہجری بیان کی ہے۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 2 صفحہ 48 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

(کتاب المغازی للواقدی جلد 1 صفحہ 341، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

صحیح بخاری میں موسیٰ بن عقبہ سے روایت ہے کہ غزوۂ بنو مصطلق چار ہجری کو ہوا تھا البتہ شارح بخاری علامہ ابنِ حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ یہ قلم کی لغزش ہے انہوں نے پانچ ہجری لکھنا چاہا تھا لیکن چار ہجری لکھا گیا۔

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 430 کتاب المغازی مکتبۃ السلفیہ)

اس غزوہ کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی اپنی تحقیق کی ہے۔ کہتے ہیں کہ غزوۂ بنو مصطلق کی تاریخ شعبان پانچ ہجری ہے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 557)

چونکہ یہ غزوہ قبیلہ خُزَاعَہ کی ایک شاخ بنو مصطلق کے ساتھ ہوا اس لیے اس غزوہ کو بنو مصطلق کہا جاتا ہے اور یہ قبیلہ ایک کنویں کے پاس رہتا تھا جس کو مریسیع کہتے تھے۔ اس وجہ سے اس غزوہ کا دوسرا نام غزوۂ مریسیع بھی ہے۔ مریسیع مدینہ سے قریباً ایک سو آٹھ میل کے فاصلہ پر تھا۔

(ماخوذ از طبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 48 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

(اردو لغت جلد 17 صفحہ 773 زیر لفظ "مرحلہ")

بنو مصطلق قریش کے حلیف تھے۔ انہوں نے حَبَشِی نامی پہاڑ کے دامن میں جو مکہ کے زیریں حصہ میں ہے اکٹھے ہو کر حلف لیا تھا کہ ہم لوگ ایک جان ہو کر قریش کے ساتھ رہیں گے۔ اس لیے ان لوگوں کو اَحَابِیْش کہا جانے لگا اور اسی معاہدے کے تحت بنو مصطلق غزوۂ احد میں کفار قریش کے لشکر میں شامل تھے۔

(سیرت الحلبیہ جلد 2 صفحہ 297 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس غزوہ کا ایک سبب تو یہ تھا کہ بنو مصطلق اسلام دشمنی میں بے باک ہو گئے تھے اور مسلسل آگے ہی بڑھ رہے تھے۔ انہیں کفار قریش کی مکمل تائید اور حمایت حاصل تھی۔ غزوۂ احد میں مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں شرکت کی وجہ سے اب یہ کھل کر مسلمانوں سے مقابلے پر اتر آئے تھے اور ان کی سرکشی میں بہت اضافہ ہو گیا تھا۔ دوسری بات یہ تھی کہ مکہ مکرمہ کی طرف جانے والے مرکزی راستے پر بنو مصطلق کا کنٹرول تھا۔ یہ لوگ مکہ میں مسلمانوں کا عمل دخل روکنے کے لیے مضبوط رکاوٹ کی حیثیت رکھتے تھے۔

(مرویات غزوہ بنی مصطلق از ابراھیم بن ابراھیم صفحہ 89 مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی)

تیسرا اور سب سے اہم سبب اس غزوہ کا یہ تھا کہ بنو مصطلق کے سردار حَارِث بن ابی ضِرَار نے اپنی قوم اور اہل عرب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے لیے تیار کیا اور مدینہ سے قریباً چھیانوے میل کے فاصلے پر لشکر کو ایک مقام پر جمع کرنا شروع کر دیا۔

(سبل الہدیٰ و الرشاد جلد 4 صفحہ 344، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

(فرہنگ سیرت صفحہ 226 مطبوعہ زوار اکیڈمی کراچی)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی سیرت خاتم النبیینؐ میں اس کے بارے میں لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ ”قریش کی مخالفت دن بدن زیادہ خطرناک صورت اختیار کرتی جاتی تھی۔ وہ اپنی ریشہ دوانی سے عرب کے بہت سے قبائل کو اسلام اور بانی اسلام کے خلاف کھڑا کر چکے تھے لیکن اب ان کی عداوت نے ایک نیا خطرہ پیدا کر دیا اور وہ یہ کہ حجاز کے وہ قبائل جو مسلمانوں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھتے تھے اب وہ بھی قریش کی فتنہ انگیزی سے مسلمانوں کے خلاف اٹھنے شروع ہو گئے۔ اس معاملہ میں پہل کرنے والا مشہور قبیلہ بنو خزاعہ تھا جن کی ایک شاخ بنو مصطلق نے مدینہ کے خلاف حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی اور ان کے رئیس حرث بن ابی ضرار نے اس علاقہ کے دوسرے قبائل میں دورہ کر کے بعض اور قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 557)

بنو مصطلق کی اس تیاری کی اطلاع جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بُرَیدَہ بن حُصَیب اَسْلَمِیؓ کو بھیجا تا کہ وہ حالات معلوم کر کے آئیں۔ وہ روانہ ہوئے اور ان کے چشمہ پر انہیں جا ملے۔ بریدہ نے دھوکے باز قوم دیکھی جو نہ صرف خود جمع تھے بلکہ انہوں نے ارد گرد کے لوگوں کا لشکر بھی جمع کر رکھا تھا۔ ان لوگوں نے حضرت بریدہؓ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ حضرت بریدہؓ نے کہا کہ مَیں تم میں سے ہی ایک ہوں۔ میں تمہارا لشکر کشی کا سن کر یہاں آیا ہوں۔ اس طرح اپنی حکمت عملی سے ان لوگوں کی جنگی تیاریوں کا اچھی طرح جائزہ لے کر حضرت بریدہؓ آپؐ کی خدمت میں آئے اور ان لوگوں کے حالات بتائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بلایا اور دشمن کے بارے میں خبر دی اور اسلامی لشکر جلد از جلد تیار ہو کر روانہ ہو گیا۔ بنو مصطلق کی طرف آپؐ کی روانگی کی تفصیل ایک روایت کے مطابق یوں بیان ہوئی ہے کہ آپؐ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو مدینہ میں نائب مقرر کیا۔ ابن ہشام نے حضرت ابو ذر غِفَاریؓ کا نام بیان کیا ہے۔ اسی طرح حضرت نُمَیلَہ بن عبد اللہؓ کا نام بھی بیان کیا جاتا ہے۔

بہر حال یہ لشکر روانہ ہوا۔ اسلامی لشکر سات سو افراد پر مشتمل تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شعبان پانچ ہجری کو پیر کے دن مدینہ منورہ سے کوچ کیا اور اسلامی لشکر کو لے کر بنو مصطلق کی طرف روانہ

ہوئے۔ حضرت مسعود بن ھُنَیْدَہؓ غزوہ مریسیع میں راستے کے گائیڈ تھے۔ اس سفر میں مسلمانوں کے پاس کل تیس گھوڑے تھے جن میں سے مہاجرین کے پاس دس گھوڑے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو گھوڑے تھے۔ لِزَاز اور ظَرِب۔ جن مہاجرین کے پاس گھوڑے تھے ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ، حضرت مِقداد بن عمروؓ۔ اور انصار صحابہ کے بیس گھڑ سواروں میں سے پندرہ کے نام ملتے ہیں جن میں حضرت سعد بن معاذؓ، حضرت اُسَید بن حضیرؓ، حضرت ابو عَبْس بن جبرؓ، حضرت قتادۃ بن نعمانؓ، حضرت عُوَیم بن ساعدہؓ، حضرت مَعْن بن عدیؓ، حضرت سعد بن زید اشھلیؓ، حضرت حارث بن حزمہؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابو قتادہؓ، حضرت ابوابَی بن کعبؓ، حضرت حباب بن منذرؓ، حضرت زیاد بن لبیدؓ، حضرت فروہ بن عمروؓ، حضرت معاذ بن رفاعہ بن رافعؓ۔

بہر حال اس کی تفصیل میں مزید یہ بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت سے منافقین بھی نکلے۔ وہ اس سے قبل اس طرح کسی غزوہ کے لیے نہیں نکلے تھے اور کیوں نکلے؟ کہتے ہیں کہ انہیں جہاد کی رغبت نہیں تھی بلکہ وہ مال غنیمت کے لیے نکلے تھے کہ اگر جیت ہوئی تو ہمیں مال غنیمت ملے گا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 344 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء) (البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 169 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء) (کتاب المغازی جلد 1 صفحہ 341، 343 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء) (الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 6 صفحہ 82 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1995ء) (سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 7 صفحہ 154 دار السلام)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس بارے میں اس طرح بیان کیا ہے کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپؐ نے مزید احتیاط کے طور پر اپنے ایک صحابی بُرَیدَہ بن حُصَیبؓ نامی کو دریافتِ حالات کے لئے بنو مصطلق کی طرف روانہ فرمایا اور ان کو تاکید فرمائی کہ بہت جلد واپس آکر حقیقۃ الامر سے آپؐ کو اطلاع دیں“۔ کیا ہوا؟ حقیقت کیا ہے؟ اس بارے میں بتائیں۔ ”بریدہ گئے تو دیکھا کہ واقعی ایک بہت بڑا اجتماع ہے اور نہایت زور شور سے مدینہ پر حملہ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ انہوں نے فوراً واپس آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی اور آپؐ نے حسب عادت مسلمانوں کو پیش قدمی کے طور پر دیار بنو مصطلق کی طرف روانہ ہونے کی تحریک فرمائی“۔ بجائے اس کے کہ وہ پہلے حملہ کریں آپؐ نے کہا پہلے ان کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ ”اور بہت سے صحابہؓ آپؐ کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے بلکہ ایک بڑا گروہ منافقین کا بھی جو اس سے پہلے اتنی تعداد میں کبھی شامل نہیں ہوئے تھے ساتھ ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پیچھے ابوذر غِفَاریؓ یا بعض روایات کی رو سے زید بن حارثہ کو مدینہ کا امیر مقرر کر کے اللہ کا نام لیتے ہوئے شعبان پانچ ہجری میں مدینہ سے نکلے۔ فوج میں صرف تیس گھوڑے تھے۔ البتہ اونٹوں کی تعداد کسی قدر زیادہ تھی اور انہی گھوڑوں اور اونٹوں پر مل جل کر مسلمان باری باری سوار ہوتے تھے“۔

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 558-557)

اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ مزید بیان کرتے ہیں کہ ”راستہ میں مسلمانوں کو کفار کا ایک

جاسوس مل گیا جسے انہوں نے پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا اور آپؐ نے اس تحقیق کے بعد کہ وہ واقعی جاسوس ہے اس سے کفار کے متعلق کچھ حالات وغیرہ دریافت کرنے چاہے مگر اس نے بتانے سے انکار کیا اور چونکہ اس کا رویہ مشتبہ تھا اس لئے مروجہ قانونِ جنگ کے ماتحت" اس زمانے میں جو قانونِ جنگ رائج تھا "حضرت عمر نے اسے قتل کر دیا۔ اور اس کے بعد لشکر اسلام آگے روانہ ہوا۔ بنو مصطلق کو جب مسلمانوں کی آمد آمد کی اطلاع ہوئی اور یہ خبر بھی پہنچی کہ ان کا جاسوس مارا گیا ہے تو وہ بہت خائف ہوئے کیونکہ اصل منشا ان کا یہ تھا کہ کسی طرح مدینہ پر اچانک حملہ کرنے کا موقع مل جاوے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیدار مغزی کی وجہ سے اب ان کو لینے کے دینے پڑ گئے تھے۔ پس وہ بہت مرعوب ہو گئے اور دوسرے قبائل جو ان کی مدد کے لئے ان کے ساتھ جمع ہو گئے تھے وہ تو خدائی تصرف کے ماتحت کچھ ایسے خائف ہوئے کہ فوراً ان کا ساتھ چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ مگر خود بنو مصطلق کو قریش نے مسلمانوں کی دشمنی کا کچھ ایسا نشہ پلا دیا تھا کہ وہ پھر بھی جنگ کے ارادے سے باز نہ آئے اور پوری تیاری کے ساتھ اسلامی لشکر کے مقابلہ کے لئے آمادہ رہے"۔

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 558)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مریسیع پہنچے تو آپؐ کے لیے چمڑے کا خیمہ لگایا گیا۔ آپؐ کی ازواجِ مطہرات میں سے حضرت عائشہ صدیقہؓ آپؐ کے ہمراہ تھیں۔ بعض مؤرخین نے حضرت ام سَلَمہؓ کا بھی ذکر کیا ہے کہ وہ بھی حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھیں لیکن علامہ ابن حجر نے ایسی روایات کو ضعیف قرار دیا ہے جن میں حضرت ام سلمہؓ کے ساتھ ہونے کا ذکر ہے۔ ان کے نزدیک بخاری کی روایت میں حضرت عائشہؓ کے الفاظ یہ ہیں: فَخَرَجَ سَهْمِيْ یعنی میرا قرعہ نکلا۔ اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ اس غزوہ میں ازواجِ مطہرات میں سے تنہا حضرت عائشہ ہی تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئی تھیں۔

(فتح الباری مترجم (فیض الباری) پارہ 19 صفحہ 193 کتاب التفسیر مطبوعہ اصحاب الحدیث لاہور)

اس غزوہ میں مسلمانوں کا شعار کیا تھا۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ غزوہ بنو مصطلق کے دن مسلمانوں کا شِعار یَا مَنْصُوْرُ اَمِتْ اَمِتْ تھا۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے مدد یافتہ شخص! مار دے۔ مار دے۔ اس شعار کے استعمال کرنے کی حکمت یہ تھی کہ مسلمانوں اور کفار کے درمیان اشتباہ نہ ہو اور رات کے اندھیرے میں بھی مسلمان ایک دوسرے کو پہچان سکیں۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 358 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

(مرویات غزوہ بنی مصطلق از ابراھیم بن ابراھیم صفحہ 109 مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی)

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 673 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی صف بندی کی۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت ابو بکر صدیقؓ کو دیا گیا۔ دوسرا قول ہے کہ حضرت عمار بن یاسرؓ کو دیا گیا اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہؓ کو دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ لوگوں میں یہ اعلان کریں یعنی دشمن کی فوج کے سامنے یہ اعلان کریں کہ اے لوگو! کہو اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس کے ذریعہ سے اپنے نفوس اور اموال محفوظ کر لو۔ حضرت عمرؓ نے اسی طرح کیا مگر مشرکین نے انکار کر دیا۔ کچھ دیر تیر اندازی ہوتی رہی۔ پہلے

مشرکین میں سے ایک شخص نے تیر پھینکا اور مسلمان بھی کچھ دیر تیر اندازی کرتے رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ حملہ کریں۔ انہوں نے یکجان ہو کر حملہ کیا۔ مشرکین میں سے کوئی بھی بھاگ نہ سکا۔ ان میں سے دس مقتول ہوئے اور باقی سارے قیدی ہو گئے۔ آپؐ نے ان کے مرد و خواتین، اولاد اور جانوروں کو قید کر لیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 345 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ ”جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مریسیع میں پہنچے جس کے قریب بنو مصطلق کا قیام تھا اور جو ساحلِ سمندر کے قریب مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے تو آپؐ نے ڈیرہ ڈالنے کا حکم دیا اور صف آرائی اور جھنڈوں کی تقسیم وغیرہ کے بعد آپؐ نے حضرت عمر کو حکم دیا کہ آگے بڑھ کر بنو مصطلق میں یہ اعلان کریں کہ اگر اب بھی وہ اسلام کی عداوت سے باز آجائیں“ دشمنی سے باز آجائیں ”اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت کو تسلیم کر لیں تو ان کو امن دیا جائے گا“۔ مذہب کی تبدیلی کا ذکر نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت کو تسلیم کر لیں تو امن دیا جائے گا ”اور مسلمان واپس لوٹ جائیں گے مگر انہوں نے سختی کے ساتھ انکار کیا اور جنگ کے واسطے تیار ہو گئے۔ حتیٰ کہ لکھا ہے کہ سب سے پہلا تیر جو اس جنگ میں چلایا گیا وہ انہی کے آدمی نے چلایا“۔ یعنی بنو مصطلق کے آدمی نے۔ ”جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ حالت دیکھی تو آپؐ نے بھی صحابہ کو لڑنے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر تک فریقین کے درمیان خوب تیز تیر اندازی ہوئی جس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو یکلخت دھاوا کر دینے کا حکم دیا اور اس اچانک دھاوے کے نتیجے میں کفار کے پاؤں اکھڑ گئے مگر مسلمانوں نے ایسی ہوشیاری کے ساتھ ان کا گھیر اڈالا کہ ساری کی ساری قوم محصور ہو کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئی اور صرف دس کفار اور ایک مسلمان کے قتل پر اس جنگ کا جو ایک خطرناک صورت اختیار کر سکتا تھا خاتمہ ہو گیا“۔

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 559-558)

آج ایک شہید اور بعض مرحومین کا بھی میں نے ذکر کرنا ہے۔ اس لیے یہ اصل خطبہ مختصر ہی دے رہا ہوں **تاہم محرم کے حوالے سے جس میں ہم** آجکل گزر رہے ہیں دعا کی طرف بھی توجہ دلانی چاہتا ہوں۔ یہ ایک دردناک واقعہ ہے جس میں ظلم و بربریت کی انتہائی مثال قائم ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور آپؐ کے خاندان کے لوگوں کو شہید کیا گیا لیکن مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ اس سے سبق لینے کی بجائے یہ ظلم اب تک چل رہا ہے۔ محرم میں شیعہ سنی فساد یا دہشتگردی کے حملوں کے واقعات بڑھ جاتے ہیں۔ اس میں دونوں طرف سے جانیں بھی ضائع ہوتی ہیں۔ بلکہ اس فرقہ واریت اور ذاتی مفادات کے حصول کی خواہش نے مسلمان دنیا میں فتنہ و فساد کی صورت پیدا کی ہوئی ہے بلکہ سارا سال ہی علماء کی طرف سے بھی مختلف گروہوں کی طرف سے بھی اور حکومتوں کی طرف سے بھی ایک دوسرے کے خلاف ظلم و تعدی کے مظاہرے ہو رہے ہیں۔ کوئی عقل ان کو نہیں آتی کہ کچھ تو سیکھیں۔ کچھ تو خوفِ خدا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے جو اس فساد کو ختم کرنے کے لیے اپنے وعدے کے مطابق انتظام فرمایا ہے اسے یہ قبول

کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یہ مسیح موعود کی بیعت میں آنا ہی نہیں چاہتے جو واحد ایک ذریعہ ہے۔ جو امت کو امتِ واحدہ بنانے کا نظارہ دکھا سکتا ہے اور فسادوں کو ختم کر سکتا ہے۔ مسلمانوں کی اکائی قائم ہو کر ان کی ساکھ قائم ہو سکتی ہے۔ یہی ایک ذریعہ ہے۔ کاش کہ ان لوگوں کو سمجھ آئے۔

بہرحال ان دنوں میں احمدیوں کو درود شریف پڑھنے اور مسلمانوں کی اکائی کے لیے خاص دعاؤں کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ اپنی حالتوں کو بھی بہتر کرنے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق میں بڑھنے کی طرف بھی ہمیں خاص توجہ دینی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق بھی عطا فرمائے۔

جیسا کہ میں نے کہا تھا بعض شہداء اور مرحومین کا ذکر کرنا ہے۔ ایک شہید ہے۔

یہ جو شہید ہیں ان کا نام ہے بونجا محمود (Bondja Mahmoud) صاحب جو جماعت تامانجوارے (Tamanjouare) ٹوگو کے رہنے والے تھے۔ 21 جون کو دہشت گردوں نے ان کے گھر میں گھس کر ان کو شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کی عمر چونسٹھ سال تھی۔ پسماندگان میں دو بیویاں اور چودہ بچے شامل ہیں۔

نوید نعیم صاحب مبلغ سلسلہ لکھتے ہیں کہ ٹوگو کے شمالی ریجن کے مرکزی شہر کے قریب یہ جماعت تامانجوارے ہے۔ یہ علاقہ برکینا فاسو سے ملنے والی سرحد پر واقع ہے۔ بونجا محمود صاحب کو اس جماعت کے ابتدائی ممبران میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ کھیتی باڑی کر کے اپنا رزق کماتے تھے۔ وہیں ایک عارضی رہائش بنائی ہوئی تھی جہاں بارشوں کے موسم میں بیوی بچوں کے ساتھ منتقل ہو جاتے تھے۔ خشک موسم میں گاؤں آ جاتے تھے جو کافی دور تھا۔ پھر rainy season میں وہاں چلے جاتے تھے۔

آجکل یہ اپنے فارم پر ہی موجود تھے جب 21 جون کی رات آٹھ بجے چار دہشت گرد ان کے گھر میں داخل ہوئے۔ ٹارچ جلائی۔ ان کے بیٹے جس کی عمر چودہ سال تھی اس نے گھر میں روشنی دیکھی تو فوراً وہاں آیا اور دیکھا کہ ان کے والد کو دہشت گردوں نے گھیرا ہوا ہے۔ اس پر وہ خوفزدہ ہو کر وہاں سے بھاگ گیا۔ بہرحال اس کے بعد دہشت گرد نے مرحوم کی ٹھوڑی کی نچلی طرف بندوق رکھی اور فائر کر دیا اور گولی ناک کو چیرتی ہوئی باہر نکل گئی۔ موقع پر ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ دہشت گرد اس کارروائی کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے اور گھر کے کسی اور فرد کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ لگتا تھا کہ مقصد صرف ان کو شہید کرنا تھا اس لیے وہ آئے تھے۔ واقعہ کی اطلاع ملنے پر وہاں کے ملٹری والے بھی پہنچ گئے۔ حکومت کے تو اختیارات آجکل بہت محدود ہیں۔ دہشتگردوں نے ہر جگہ قبضہ کیا ہوا ہے۔ میت کو فوج نے اپنے قبضہ میں لے لیا اور ارد گرد کا جائزہ لینے کے بعد اور اپنی معمول کی کارروائی کرنے کے بعد اگلے دن میت ورثاء کے سپرد کر دی۔

ماما بیلو صاحب جو اس علاقے کے لوکل مشنری ہیں، وہ کہتے ہیں کہ مرحوم ابتدائی بیعت کرنے والوں میں شامل تھے۔ بہت ابتدا میں انہوں نے بیعت کی تھی۔ بیعت کے بعد وہ نمازوں اور تمام جماعتی پروگراموں میں باقاعدہ شامل ہوتے۔ اسی طرح باقاعدگی سے چندہ بھی ادا کرنا شروع کر دیا۔

ان کے حلقہ مشنری جداما (Djidama) طاہر صاحب کہتے ہیں ان کی بیعت جو 2007ء میں انہوں نے کی تھی اس کے فوراً بعد رمضان شروع ہو گیا۔ بارشوں کا موسم تھا۔ فصل کے لیے زمین کی تیاری شروع ہو چکی

تھی۔ گاؤں کے چند لوگوں نے ان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا کہ اب تم مسلمان ہو گئے ہو روزہ رکھو گے یا کھیتی میں کام کرو گے کیونکہ روزے کے ساتھ تو اتنی محنت کر نہیں سکتے جبکہ ہم تو محنت کریں گے اور ہماری فصلیں اچھی ہو جائیں گی۔ انہوں نے جواب دیا کہ اسلام کو میں نے دل سے قبول کیا ہے اس لیے روزے تو ضرور رکھنے ہیں۔ فصل کا اللہ مالک ہے۔ جتنا کام کر سکا کر لوں گا۔ جو میرے نصیب میں ہو گا وہ مجھے ملے گا وہ خدا مجھے ضرور دے گا۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ بارشوں کا سلسلہ ہی ان دنوں میں رک گیا اور پورا رمضان بارش نہیں ہوئی۔ انہوں نے بھی آرام سے روزے رکھے اور عید کے دوسرے دن بارشیں شروع ہو گئیں اور جس طرح وہاں کے گاؤں میں اس علاقے میں فارمنگ ہوتی ہے، سارے لوگ پھر باہر نکلے تو انہوں نے بھی اپنے کھیتوں کا رخ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی کام سے روک دیا جو ان کا مذاق اڑا رہے تھے اور اپنے بندے کو بھی عبادت کی توفیق دے دی۔

جماعت کے قیام کے چار سال بعد مرکز کی طرف سے مسجد کی تعمیر کا پروگرام بنا۔ غیر احمدیوں نے ان پر بہت زور لگایا کہ اس مسجد کی کیا ضرورت ہے۔ تم ہماری مسجد میں نماز پڑھ لیا کرو لیکن انہوں نے کہا کہ ہم تو اپنی مسجد بنائیں گے اور پھر یہ مسجد بننے کے بعد جب بھی یہ گاؤں میں ہوتے پانچوں نمازیں مسجد میں باقاعدگی سے ادا کرتے۔ ان کے بڑے بھائی یعقوب صاحب بیان کرتے ہیں کہ بڑے نرم دل تھے۔ کبھی کسی کا برا نہیں چاہا۔ خاندان کا کوئی بھی مسئلہ جب کسی سے نہ سلجھتا تو وہ ان کے پاس آتا اور مرحوم بڑی آسانی سے اس کو حل کر دیتے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی اولاد اور نسل کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان علاقوں میں دہشت گردوں کا بھی اللہ تعالیٰ خاتمہ فرمائے اور امن و امان کی صورتحال قائم فرمائے۔ یہ صورتحال جو کہنے کو تو یہی ہے کہ لوگوں میں آپس میں لڑائیاں ہیں یا مسلمانوں کے گروہوں نے فتنہ مچایا ہوا ہے لیکن اس سب کچھ کی پشت پناہی بڑی طاقتوں کی طرف سے ہو رہی ہے جو اپنے مفادات کے لیے ان ملکوں میں دہشت گردی کو ہوا دیتی ہیں اور پھر خود ہی امن قائم کرنے کے بیان دے کر ہمدرد بننے کی بھی کوشش کرتی ہیں۔ اگر یہ لوگ ان کی پشت پناہی نہ کریں تو یہ تنظیمیں چل ہی نہیں سکتیں اور مسلمانوں کو عقل نہیں آ رہی کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ بعض مسلمان تنظیمیں ہیں، بعض سیاسی لوگ بھی ہیں جو ان دہشتگردوں میں شامل ہو چکے ہیں۔

اگلا جو ذکر ہے وہ ہے **مکرم رشید احمد صاحب سابق** معاون ناظر امور عامہ جو نور حسین صاحب کے بیٹے تھے۔ گذشتہ دنوں چھیاسی سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ یہ قادیان میں پیدا ہوئے۔ پیدائشی احمدی تھے۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والد نور حسین صاحب کے ذریعہ ہوا جنہوں نے 1924ء میں خلافت ثانیہ کے دور میں بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت کی سعادت پائی تھی۔ رشید صاحب نے ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ قیام پاکستان کے بعد میٹرک کرنے کے بعد جماعتی خدمات کا آغاز کیا۔ 1998ء میں گو ان کی ریٹائرمنٹ ہو گئی تھی لیکن ری امپلائی کیے گئے اور 2021ء تک جب تک صحت نے اجازت دی ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ مرحوم کی مجموعی طور پر جماعتی خدمت کا سلسلہ

تقریباً پینسٹھ سال پر محیط ہے۔

بے شمار خصوصیات کے حامل تھے۔ روز کا کام روز کرنے کے عادی تھے۔ سلسلہ کے انتہائی وفادار اور ذمہ دار ہونے کے علاوہ تمام جماعتی امور رازداری کے ساتھ سرانجام دیتے تھے۔ وقت کی پابندی نمایاں وصف تھا۔ نظام وصیت میں شامل ہوئے اور چندہ جات کی ادائیگی کی بہت فکر رہتی تھی۔ اول وقت میں چندہ ادا کیا کرتے تھے۔ ہر جماعتی تحریک میں حصہ لینے کی کوشش کرتے۔ رشتہ داروں سے اپنائیت کا تعلق رکھا۔ ضرورتمندوں کی خاموشی سے مدد کرتے خلافت سے ان کو خاص عشق اور تعلق تھا۔ خلافت ثانیہ سے لے کر خلافت خامسہ تک سارے دوروں میں انہوں نے مختلف خدمات کی توفیق پائی اور بڑی وفا سے خدمت سرانجام دی۔ بڑی خاموشی سے کام کرنے والے اور بڑے بے لوث خدمت گزار تھے۔ 1974ء اور 1984ء کے پُر آشوب دور میں بھرپور طور پر مخالفانہ حالات کا سامنا کرنے کی بھی ان کو توفیق ملی۔ 74ء کے مخالفانہ حالات میں پولیس نے انہیں گرفتار کر لیا اور گرفتار کر کے پولیس بس پہ فیصل آباد لے جا رہی تھی کہ چنیوٹ میں مخالفین کے ہجوم نے بس پہ حملہ کر دیا جس میں ان کو پولیس لے جا رہی تھی۔ پولیس اور بس کے دیگر مسافر بھاگ گئے پولیس والے بھی ان کو چھوڑ کے دوڑ گئے۔ پولیس نے ان کو ہتھکڑی لگائی ہوئی تھی۔ جلوس کے شرکاء نے ہتھکڑی لگے ہونے کی حالت میں انہیں چاقوؤں کے وار سے شدید زخمی کر دیا۔ معجزانہ رنگ میں جان بچی۔ کئی ماہ ہسپتال رہے۔ اس کے بعد دوبارہ جیل منتقل کر دیا گیا۔ اسی وجہ سے ان کی انگلیاں بھی کٹ گئی تھیں۔ ان کے چہرے پر بھی زخم تھے اور کافی دیر تک بولنا بھی ان کے لیے مشکل تھا لیکن بہرحال اللہ تعالیٰ نے ان کی جان بچائی۔

ستمبر 1979ء میں ربوہ میں بے بنیاد الزام کے تحت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلاف اور دیگر عہدیداران کے خلاف مقدمہ درج ہوا۔ اس میں رشید احمد صاحب کا نام بھی تھا اور ایک لمبا عرصہ اس مقدمے کی پیروی ہوتی رہی۔ رشید صاحب کے خلاف دیگر تین جماعتی عہدیداران کے ہمراہ 1987ء میں ایک اَور مقدمہ پولیس سٹیشن ربوہ میں قائم ہوا اور کئی سال تک ان کو عدالتوں کے چکر لگانے پڑے۔

ان کی بیٹی امۃ الصبور کہتی ہیں کہ باجماعت نماز کے پابند، حقوق العباد کا خیال رکھنے والے، دوسروں کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھنے والے اور کئی بار ایسا ہوا کہ محض معاملے کو ختم کرنے کے لیے اپنا حق بھی چھوڑ دیتے تھے۔ ان کی بیٹی نے مزید بتایا کہ والدہ کی وفات کے بعد مَیں نے فیصلہ کیا کہ ان کے پاس چلی جاؤں اور اپنے بچوں کے ساتھ ان کے پاس آ گئی تو آتے ہی انہوں نے مجھے نصیحت کی کہ اگر میرے پاس رہنا ہے تو بچوں کو سمجھا دو کہ نماز باجماعت کی ادائیگی کی پابندی کریں گے۔ جماعتی سرگرمیوں میں حصہ لیں گے۔ شام کے بعد گھر سے باہر نہیں جائیں گے اور عہدیداران جماعت کی طرف سے بلائے جانے پر انکار نہیں کریں گے۔ کہتی ہیں اس تربیت کا مجھے بہت فائدہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان کے بچوں اور نسل کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا ذکر ہے مکرم **چودھری مطیع الرحمٰن صاحب نائب ناظر امور عامہ** ابن چودھری علی اکبر صاحب جو گذشتہ دنوں انانوے (89) سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ پیدائشی احمدی تھے۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والد چودھری علی اکبر صاحب کے ذریعہ ہوا جنہوں نے فروری

1916ء میں خلافت ثانیہ میں بیعت کی سعادت پائی۔ قیام پاکستان کے بعد ان کے والد چودھری علی اکبر صاحب کو بطور نائب ناظر تعلیم خدمت سلسلہ کی توفیق بھی ملی۔ چودھری مطیع الرحمن صاحب نے ابتدائی تعلیم قادیان سے حاصل کی۔ قیام پاکستان کے بعد تعلیم مکمل کر کے محکمہ تعلیم سے وابستہ ہو گئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد خود کو جماعتی خدمت کے لیے پیش کیا اور بطور نائب ناظر امور عامہ پچیس سال سے زائد عرصہ تا دم آخر خدمت سلسلہ کی توفیق پائی۔ بڑے خاموش طبع اور کام کرنے والے انسان تھے۔

چودھری مطیع الرحمٰن صاحب بے شمار خصوصیات کے حامل تھے۔ ابتدائی عمر میں نظامِ وصیت میں شامل ہونے کی سعادت پائی۔ وصیت کا حساب بڑی باقاعدگی سے صاف رکھتے تھے۔ وقت کے پابند تھے۔ باجماعت نمازوں کی ادائیگی میں باقاعدہ، جماعتی چندہ جات اول وقت میں ادا کرنے والے تھے۔ علمی ذوق نمایاں تھا۔ سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ ہر کسی سے دوستانہ اور محبت کا تعلق تھا۔ کبھی کسی ساتھی کارکن سے اگر کوئی بات ہو جاتی یعنی کوئی ناراضگی والی بات ہوتی تو پہلے صلح کا ہاتھ بڑھاتے۔ دفتری طور پر جو بھی فریضہ ان کے سپرد کیا جاتا اس کو جلد از جلد مکمل کرتے۔ کام pending کرنے کو سخت ناپسند کرتے اور آخر تک انہوں نے اپنے اس وصف کو جاری رکھا۔ کبھی دفتر کا کام pending نہیں ہونے دیا۔ مرحوم خلافت سے وابستہ رہنے اور نظام جماعت کی اطاعت کی ہمیشہ تلقین کیا کرتے تھے اور اپنے قریبیوں کو اور ایک ان کی بیٹی تھی اس کو بھی، بچوں کو بھی ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ خلافت کی اطاعت میں ہی برکتیں ہیں۔ ان کی اہلیہ بھی چند سال قبل وفات پا گئی تھیں۔ ایک ہی بیٹی ہے ان کی جس کے خاوند بھی وفات پا گئے ہیں اور یہ سارے صدمے انہوں نے بڑے صبر سے برداشت کیے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ مرحوم چودھری اعجاز الرحمٰن صاحب سابق صدر انصار اللہ یوکے کے چچا تھے۔

اگلا ذکر ہے **منظور بیگم صاحبہ جو محمود احمد بھٹی صاحب** مرحوم سرگودھا کی اہلیہ تھیں، گذشتہ دنوں ان کی وفات ہوئی ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ یہ حضرت چودھری غلام حسین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہو تھیں۔

ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے تایا چودھری غلام نبی علوی صاحب اور چچا مکرم چودھری عطا محمد علوی صاحب کے ذریعہ ہوا۔ ان دونوں بزرگوں نے چیچہ وطنی میں ایک مناظرہ سننے کے بعد بیعت کی تھی۔ مرحومہ کے والد چودھری محمد عبداللہ علوی صاحب نے بعد میں تین برس تحقیق کرنے کے بعد 1935ء میں احمدیت قبول کی۔ ان کے خاوند محمود احمد بھٹی مرحوم اور بیٹے طاہر محمود بھٹی صاحب کو اسیر راہ مولیٰ ہونے کی سعادت بھی ملی۔ مرحومہ کے ایک بھائی نصیر احمد علوی صاحب کو 1991ء میں احمدیت کے نام پر سندھ کے علاقہ دوڑ میں شہید بھی کر دیا گیا تھا۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں تین بیٹیاں اور سات بیٹے شامل ہیں۔ ان کے ایک بیٹے عابد محمود بھٹی صاحب واقف زندگی ہیں۔ مربی ہیں۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ اور جماعت تنزانیہ کے نائب امیر ہیں۔ اور جو میدان عمل میں ہونے کی وجہ سے والدہ کے جنازے میں شامل نہیں ہو سکے۔

اس چک کی سابق صدر لجنہ قیوم صاحبہ ہیں کہتی ہیں کہ پندرہ برس بطور صدر لجنہ مجھے خدمت کا موقع ملا اس عرصے میں مَیں نے مرحومہ کی بیشمار خصوصیات دیکھی ہیں۔ صوم و صلوٰۃ کی پابند، پنجوقتہ نماز بہت اہتمام

سے ادا کرتیں۔ جب تک لجنہ کو مسجد آنے کی اجازت تھی باقاعدگی سے جمعہ پر آتیں اور ہمیشہ پہلی صف میں بیٹھتیں۔ اب تو وہاں پابندیاں ہیں عورتیں مسجد میں جا نہیں سکتیں جمعہ پڑھنے کے لیے بھی نہ عید پڑھنے کے لیے۔ گھروں میں بیٹھی ہیں اور بے چین رہتی ہیں کہ کب ہمارے حالات ٹھیک ہوں اور کب ہم مسجدوں میں جا سکیں۔ ان کے لیے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ پاکستان کے لوگوں پر رحم فرمائے۔ ہر اجلاس میں یہ شامل ہوتی تھیں۔ رمضان میں باقاعدگی سے لجنہ کے ساتھ تراویح مسجد میں ادا کرتیں۔ ہمیشہ اپنے بچوں اور ان کے بچوں کو بھی مسجد سے جوڑے رکھا۔ بچوں کی بہت اچھی تربیت کی۔ ہمیشہ بچوں کو جماعتی خدمت کی طرف راغب رکھا۔

قیصر محمود بھٹی صاحب ان کے بیٹے چندہ جات کی ادائیگی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ہمیشہ اپنے جیب خرچ سے خود ادا کرتیں۔ وصیت کی رقم بھی اپنی جمع پونجی سے ادا کی۔ ہم نے ان کو اصرار کیا کہ چندہ حصہ جائیداد جو ہے ہم ادا کر دیتے ہیں لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا کہ میں نے اپنے خدا کی راہ میں وصیت کی ہے یہ میرا حق ہے۔ دین کے لیے خاص غیرت اور حمیت رکھتی تھیں۔ 1989ء میں گاؤں میں جماعت کے حالات کشیدہ ہوئے اور معاندین نے گاؤں میں احمدی گھروں کو آگ لگانا اور مسجد پر قبضہ کرنا چاہا تو انہوں نے اپنے خاوند کو کہا اور اپنے بیٹوں کو کہا کہ آپ لوگ مسجد کی طرف جائیں۔ میں اکیلی گھر کی حفاظت کر لوں گی۔ اُن دنوں ان کے خاوند اور ان کے بیٹوں کو پولیس نے گرفتار بھی کر لیا لیکن اس طرف سے کوئی پریشانی نہیں ہوئی بلکہ ان کے یہ بیٹے کہتے ہیں کہ یہ ساری ساری رات رو رو کے دعا کیا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ میرے خاوند اور بچوں کو جماعت کے ساتھ استقامت سے کھڑا رہنے کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔

اگلا ذکر مکرم ماسٹر سعادت احمد اشرف صاحب کا ہے جو مکرم خوشی محمد صاحب باڈی گارڈ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے بیٹے تھے۔ گذشتہ دنوں تراسی سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ ایک بیٹے عثمان احمد طالع صاحب مربی سلسلہ سیرالیون ہیں جو میدانِ عمل میں ہونے کی وجہ سے ان کے جنازے میں شامل نہیں ہو سکے۔

عثمان صاحب مربی سلسلہ لکھتے ہیں کہ والد صاحب پیشے کے لحاظ سے استاد تھے۔ 1963ء میں حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے بشیر آباد سندھ میں ہجرت کر آئے اور تعلیم الاسلام ہائی سکول میں عربی پڑھانے پر مامور ہو گئے۔ بشیر آباد سندھ ہجرت سے قبل دارالرحمت غربی میں رہا کرتے تھے۔ ان کا حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ سے بہت پیار کا تعلق تھا۔ کہتے ہیں مولانا راجیکی صاحبؓ میرے والد کو اپنا منہ بولا بیٹا کہتے تھے اور ان کی نیک طبیعت کی وجہ سے ان سے بڑا پیار کا سلوک کرتے تھے۔ یہ لکھتے ہیں کہ مولوی صاحب ان سے ذاتی کام بھی کروالیا کرتے تھے۔ جب بھی کوئی مولانا راجیکی صاحبؓ کو دعا کی غرض سے نذرانہ کی رقم دے کر جاتا تو میرے والد کو بلا کے یہ کہا کرتے تھے کہ یہ رقم دارالضیافت میں جمع کروا دو اور اس کی رسید لے آنا۔ چندے میں دے دیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن گرمی کے موسم میں حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ گھر تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ والد صاحب باہر نکلے۔ مولانا صاحب سے عرض کی کہ اتنی گرمی میں آپ کیوں تشریف لائے ہیں۔ مجھے کہلا بھیجا ہوتا میں حاضر ہو جاتا۔ اس پر مولوی صاحب

نے جواباً والد صاحب کو کہا کہ اگر تمہیں پیسوں کی ضرورت تھی تو مجھے خود بتا دیتے۔ حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ نے مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکماً فرمایا ہے کہ سعادت کو پیسوں کی ضرورت ہے۔ جاؤ اور اسے پیسے دے کے آؤ اور حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ نے جیب سے روپے نکالے اور ان کو دیے اور چلے گئے۔ اس طرح ان کا بھی اللہ تعالیٰ سے تعلق تھا کہ خود ہی اپنے ایک دوسرے نیک بندے کے دل میں ڈالا کہ جاؤ اور اس کی مدد کرو۔

اطاعتِ خلافت کا معیار ان کا قابل رشک تھا۔ مربی صاحب کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ قبل خاکسار رخصت لے کر ان سے ملنے پاکستان گیا۔ ان کی طبیعت دیکھ کر میں نے کہا کہ مناسب سمجھیں تو مزید رخصت لے لوں تو اس پر بڑی سختی سے آپ نے فرمایا کہ آئندہ ایسی بات نہ سوچنا۔ نہ اپنی زبان پہ لانا۔ خلیفہ وقت نے تمہیں ایک مورچے پر بٹھایا ہے وہیں بیٹھے رہو اور جماعت کی خدمت اور حفاظت آخری سانس تک کرتے رہو۔ ہمیشہ بہن بھائیوں کو تلقین کیا کرتے تھے کہ سفر میں جب بھی جاؤ درود شریف پڑھتے رہنا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ کا ورد کرتے رہنا۔

انہوں نے ان کا ایک واقعہ مبشر گوندل صاحب کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب بی ایڈ کا امتحان دے رہے تھے تو عربی کا پرچہ کافی مشکل تھا اور نصاب سے ہٹ کے بعض باتیں تھیں تو کہتے ہیں والد صاحب نے کچھ دیر کے بعد ایک زائد شیٹ لی اور لکھتے رہے۔ اس کے بعد پھر دوبارہ شیٹیں لیتے رہے۔ کاغذ مزید لیتے رہے۔ ساتھیوں نے استفسار کیا کہ ہمارے سے تو جو کاغذ دیے گئے تھے پرچہ حل کرنے کے لیے وہ بھی پورے نہیں ہوئے، تم کیا لکھ رہے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے جو آتا تھا وہ تو مَیں نے لکھ دیا۔ اس کے بعد میں پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قصیدہ یَا عَیْنَ فَیْضِ اللّٰہِ وَالْعِرْفَانِ کے جو ستّر اشعار تھے وہ بھی لکھ آیا ہوں تا کہ جو بھی ان کو پڑھے گا اس کو کم از کم تبلیغ تو ہو جائے گی۔ پاس تو پتہ نہیں میں نے ہونا ہے کہ نہیں ہونا۔ examiner پاس کرتا ہے کہ نہیں، کم از کم شعر پڑھ کے اس کو ایک احساس تو پیدا ہو گا کہ کسی احمدی نے لکھا ہے یا کس کے یہ شعر ہیں اور پھر تحقیق کرے گا اور اس لحاظ سے تبلیغ کا رستہ کھلے گا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے بھی فضل کیا کہ اس امتحان میں صرف تین لوگ پاس ہوئے اور والد صاحب ان میں سے ایک تھے۔ کہتے ہیں یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل اور قصیدے کی برکت تھی۔

نوافل، عبادات اور روزوں کا اکثر اہتمام کرتے۔ قرآن مجید کی محبت اور تلاوت کا بہت شغف تھا۔ ہمیشہ قرآن کریم کی بعض سورتوں کو گنگناتے ہوئے سنا۔ قصیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہمیشہ پڑھتے ہوئے سنا۔ اکثر قصیدہ پڑھتے ہوئے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مطالعہ کرتے اور صحابہ کرامؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے واقعات سناتے۔ خاص طور پر حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ کے واقعات اپنے شاگردوں کو ضرور سنایا کرتے تھے۔ پُرجوش داعی الی اللہ تھے یہ اور مستعد شخصیت کے حامل تھے۔ جماعتی پروگراموں میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی ان کی یہ نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 29/ جولائی تا 03/ اگست 2024ء جلد 31 شمارہ 179 تا 184 صفحہ 02 تا 06)

29

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 19/ جولائی 2024ء بمطابق 19/ وفا 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

غزوۂ بنو مصطلق کا ذکر گذشتہ خطبہ میں ہوا تھا۔ اس کی مزید تفصیل احادیث اور تاریخ میں ملتی ہے۔ صحیح بخاری میں اس حملے کی تفصیل اس طرح بیان ہوئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مصطلق پر حملہ کیا تو وہ غافل تھے اور ان کے مویشیوں کو چشمے پر پانی پلایا جا رہا تھا اور آپؐ نے ان میں سے لڑائی کرنے والوں کو قتل کیا اور ان کی اولاد کو قید کر لیا اور اسی روز جُویریہؓ آپؐ کو ملیں۔ راوی نے کہا یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مجھے بتایا اور وہ اس لشکر میں تھے۔

(صحیح بخاری کتاب العتق باب من ملك من العرب رقيقا ..... حدیث: 2541)

مؤرخین اور سیرت نگار **غزوۂ بنو مُصطلِق میں اس حملہ کی تفصیلات بیان کرتے** ہوئے دونوں روایات کو اس طرح بیان کر جاتے ہیں کہ گویا بخاری کی روایات میں بنو مصطلق کے حملہ کی کیفیت کے بیان میں اختلاف ہے کیونکہ بخاری کی روایت کے مطابق مسلمانوں نے اچانک غفلت کی حالت میں حملہ کیا تھا اور روایات کا یہ اختلاف بخاری کی شرح کرنے والے علامہ ابن حجر کے سامنے بھی تھا۔ چنانچہ علامہ ابن حجر نے دونوں طرح کی روایات میں تطبیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ جب اسلامی لشکر نے چشمہ پر اچانک انہیں آ گھیرا تو وہ کچھ دیر ڈٹے رہے پھر ان کے مابین صف بندی بھی ہوئی، جنگ بھی ہوئی۔ مسلمان غالب آ گئے اور بنو مصطلق شکست کھا گئے۔ (ماخوذ از فتح الباری جلد 7 صفحہ 547 قدیمی کتب خانہ کراچی)

یعنی پہلے جب حملہ ہوا تو وہ غفلت کی حالت میں تھے جیسے امام بخاری نے بیان کیا ہے لیکن پھر انہوں نے صف بندی وغیرہ کی اور فریقین کے مابین جنگ ہوئی جیسا کہ سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے۔ اس حوالے سے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ان دونوں واقعات کی سیرت خاتم النبیینؐ میں بھی تطبیق کی ہے جو اس طرح ہے۔ آپ سیرت نگاروں اور صحیح بخاری کی روایت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”اسی غزوہ کے متعلق صحیح بخاری میں ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو مصطلق پر ایسے وقت میں حملہ کیا تھا کہ وہ غفلت کی حالت میں اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے۔ مگر غور سے دیکھا جاوے تو یہ روایت مؤرخین کی روایت کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ درحقیقت دو روایتیں دو مختلف وقتوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ یعنی واقعہ یوں ہے کہ جب اسلامی لشکر بنو مصطلق کے قریب پہنچا تو اس وقت چونکہ ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ مسلمان بالکل قریب آ گئے ہیں۔ (گو انہیں اسلامی لشکر کی آمد آمد کی اطلاع ضرور ہو چکی تھی) وہ اطمینان کے ساتھ ایک بے ترتیبی کی حالت میں پڑے تھے اور اسی حالت کی طرف بخاری کی روایت

میں اشارہ ہے لیکن جب ان کو مسلمانوں کے پہنچنے کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنی مستقل سابقہ تیاری کے مطابق۔ ''پہلے انہوں نے جنگ کرنے کی تیاری کی ہوئی تھی۔ ''فوراً صف بند ہو کر مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے اور یہ وہ حالت ہے جس کا ذکر مؤرخین نے کیا ہے۔ اس اختلاف کی یہی تشریح علامہ ابن حجر اور بعض دوسرے محققین نے کی ہے اور یہی درست معلوم ہوتی ہے۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 559)

اس غزوہ میں ایک صحابی حضرت ہشام بن صُبَابہؓ شہید ہوئے تھے۔ ان کے واقعہ میں لکھا ہے کہ یہ صرف ایک صحابی شہید ہوئے اور یہ بھی غلطی سے ایک مسلمان کے ہاتھ ہی شہید ہوئے تھے۔ ان کا نام حضرت ہشام بن صُبَابہؓ تھا۔ انہیں ایک انصاری صحابی حضرت اوسؓ نے مشرکین میں سے سمجھا اور غلطی سے شہید کر دیا۔ ہِشامؓ حضرت عُبَادہ بن صَامتؓ کے قبیلہ میں سے تھے۔ ہشام بن صُبَابہؓ کی شہادت کا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ یہ دشمن کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے۔ جب وہ واپس آ رہے تھے تو اس وقت تیز آندھی چل رہی تھی اور فضا گرد و غبار سے اَٹی ہوئی تھی۔ اس حالت میں ان کا سامنا انصاری صحابی حضرت اوسؓ سے ہوا۔ وہ انہیں پہچان نہ سکے۔ وہ سمجھے کہ یہ مشرکین میں سے ہیں اور ہِشامؓ پر حملہ کر کے انہیں شہید کر ڈالا۔ ہِشامؓ کا بھائی جو کہ مکہ میں مقیم تھا اور اس کا نام مِقْیَس بن صُبابہ تھا وہ مدینہ آیا اور اسلام قبول کر لیا اور اپنے بھائی کے قتل کی جو کہ قتل خطا تھی، غلطی سے قتل ہوا تھا اس کی دیت کا مطالبہ کیا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہشامؓ کے بھائی مِقْیَس بن صُبَابہ کو حضرت اوسؓ سے دیت دلوا دی جو اس نے لے لی لیکن دیت لینے کے بعد مقیس نے حضرت اوسؓ کو اپنے بھائی کے قتل کی وجہ سے قتل کر دیا اور مرتد ہو کر قریش سے جا ملا۔ لگتا ہے یہ پلاننگ کر کے آیا تھا۔ اس باغیانہ روش پر جو کہ عرب کے عام دستور کے بھی خلاف تھی کہ دیت لینے کے باوجود پھر قتل کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ناحق قتل کے قصاص میں اس کو قتل کرنے کا فیصلہ دیا۔ چنانچہ ایک صحابی نُمَیْلَہ نے فتح مکہ کے روز مِقْیَس کو قتل کیا۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 248 مطبوعہ دار المعرفہ بیروت 2000ء)

(کتاب المغازی للواقدی جلد 1 صفحہ 408-407 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1984ء)

اس جنگ کے دوران فرشتوں کے ذریعہ تائید کا بھی ذکر ملتا ہے۔ اُمّ المؤمنینؓ حضرت جویریہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ہم مُرَیْسِیع پر تھے۔ میں نے اپنے والد کو سنا وہ کہہ رہے تھے اتنا بڑا لشکر آ گیا ہے جس کا مقابلہ کرنے کی سکت ہم میں نہیں اور میں خود اتنے زیادہ لوگ، ہتھیار اور گھوڑے دیکھ رہی تھی کہ میں بیان نہیں کر سکتی۔

حضرت جویریہؓ کہتی ہیں کہ میں نے جب اسلام قبول کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شادی کر لی اور ہم واپس آ گئے تو میں مسلمانوں کو دیکھنے لگی۔ وہ مجھے پہلے کی طرح زیادہ تعداد میں نظر نہیں آئے جو جنگ کے دوران نظر آ رہے تھے۔ تو میں نے جانا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رعب تھا جو وہ مشرکین کے دلوں میں ڈالتا ہے۔ بنو مصطلق میں سے ایک شخص جو بعد میں مسلمان ہو گیا تھا وہ کہتا تھا ہم نے سفید مرد دیکھے جو اَبْلق یعنی سیاہ و سفید گھوڑوں پر سوار تھے۔ ہم نے نہ انہیں پہلے اور نہ بعد میں دیکھا۔

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 7 صفحہ 165-164 دار السلام ریاض)

مالِ غنیمت کے ضمن میں لکھا ہے کہ غنیمت کے اونٹوں کی تعداد دو ہزار تھی۔ بکریوں کی تعداد پانچ ہزار تھی اور قیدیوں کی تعداد دو سو گھرانوں پر مشتمل تھی۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 346 دار الکتب العلمیہ بیروت)

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ قیدیوں کی تعداد سات سو سے بھی اوپر تھی۔

(سیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 379 دار الکتب العلمیہ بیروت)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بُرَیْدَہ بن حُصَیْبؓ کو ان قیدیوں کا نگران مقرر کیا۔ ان کے پاس جو مال و متاع اور اسلحہ تھا اسے جمع کر لیا گیا۔ جانوروں کو ہانک کر لایا گیا۔ آپؐ نے ان پر اپنے غلام حضرت شُقْرَانؓ کو نگران مقرر کیا۔ خمس اور مسلمانوں کے حصوں پر حضرت مَحْمِیَہ بن جَزْءؓ کو نگران مقرر کیا۔ آپؐ نے سارے مال غنیمت میں سے خُمس نکالا۔ خُمس اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مال غنیمت میں سے وہ پانچواں حصہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور رسولؐ کے قریبی رشتہ داروں اور مشترک اسلامی ضروریات کے لیے الگ کیا جاتا ہے۔ قیدیوں کو لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا اور سامان جانوروں اور بھیڑ بکریوں کو بھی تقسیم کر دیا گیا۔

(کتاب المغازی للواقدی جلد 1 صفحہ 410 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1984ء)

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 88)

حضرت جویریہؓ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے کا بھی واقعہ لکھا ہے جیسا کہ پہلے میں نے بیان کیا۔ ”قبیلہ بنو مصطلق کے جو قیدی گرفتار ہوئے تھے ان میں اس قبیلہ کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی بَرَّہ بھی تھی“ جن کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کر کے جُوَیْرِیَہ رکھ دیا تھا ”جو مُسَافِعْ بن صَفْوَان کے عقد میں تھی جو غزوہ مُرَیسیع میں مارا گیا تھا۔ ان قیدیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسب دستور مسلمان سپاہیوں میں تقسیم فرما دیا تھا اور اس تقسیم کی رو سے بَرَّہ بنتِ حَارِث ایک انصاری صحابی ثابت بن قیسؓ کی سپردگی میں دی گئی تھی۔ بَرَّہ نے آزادی حاصل کرنے کے لئے ثابت بن قیسؓ کے ساتھ مکاتبت کے طریق پر یہ سمجھوتہ کیا۔“ مکاتبت کہتے ہیں کہ کوئی غلام یا لونڈی اپنے مالک سے یہ معاہدہ کر لے کہ وہ ایک مقررہ رقم ادا کر کے آزاد ہو جائے گی۔ بہرحال انہوں نے سمجھوتہ کیا ”کہ وہ اگر اسے اس قدر رقم“ جو رقم مقرر تھی وہ 9 اوقیہ سونا تھا جو تین سو ساٹھ درہم بنتے ہیں۔ ”فدیہ کے طور پر ادا کر دے تو آزاد سمجھی جاوے۔ اس سمجھوتہ کے بعد بَرَّہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سارے حالات سنائے۔ اور یہ جتلا کر کہ میں بنو مصطلق کے سردار کی لڑکی ہوں فدیہ کی رقم کی ادائیگی میں آپ کی اعانت چاہی۔ اس کی کہانی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت متاثر ہوئے اور غالباً یہ خیال کر کے کہ چونکہ وہ ایک مشہور قبیلہ کے سردار کی لڑکی ہے شاید اس کے تعلق سے اس قبیلہ میں تبلیغی آسانیاں پیدا ہو جائیں آپؐ نے ارادہ فرمایا کہ اسے آزاد کر کے اس کے ساتھ شادی فرما لیں۔

چنانچہ آپؐ نے اسے خود اپنی طرف سے پیغام دیا اور اس کی طرف سے رضامندی کا اظہار ہونے پر آپؐ نے اپنے پاس سے اس کے فدیہ کی رقم ادا فرما کر اس کے ساتھ شادی کر لی۔ صحابہؓ نے جب یہ دیکھا کہ ان کے آقا نے بنو مصطلق کی رئیس زادی کو شرف ازدواجی عطا فرمایا ہے تو انہوں نے اس بات کو خلاف شانِ نبویؐ

سمجھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سسرال والوں کو اپنے ہاتھ میں قید رکھیں اور اس طرح ایک سو گھرانے یعنی سینکڑوں قیدی بلا فدیہ یک لخت آزاد کر دئے گئے۔ اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ جویریہؓ.....اپنی قوم کے لئے نہایت مبارک وجود ثابت ہوئی ہے۔ اس رشتہ اور اس احسان کا یہ نتیجہ ہوا کہ بنو مصطلق کے لوگ بہت جلد اسلام کی تعلیم سے متاثر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہو گئے۔" (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 571-570)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت جویریہؓ کے والد حضرت حارثؓ اپنی بیٹی کا فدیہ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فدیہ دے کر حضرت جویریہؓ کو آزاد کروانے کے بعد وہ خود بھی اسلام لے آئے اور پھر اس کی شادی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بنو مصطلق سے مدینہ واپس آئے تو حضرت جویریہؓ کا باپ حارث بن ابی ضرار اپنی بیٹی کا فدیہ دینے کے لیے آپؐ کے پاس آیا۔ جب وہ وادی عقیق میں پہنچا تو اس نے وہ اونٹ جو اپنی بیٹی کے فدیہ میں دینے کے لیے اپنے ساتھ لایا تھا ان میں سے دو اونٹ اسے بہت پسند آئے تھے۔ اس نے انہیں وادی عقیق کی ایک گھاٹی میں چھپا دیا۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے میری بیٹی کو گرفتار کر لیا ہے۔ یہ اس کا فدیہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

وہ دو اونٹ کہاں ہیں جو تم نے عقیق کی فلاں فلاں گھاٹی میں چھپائے تھے؟ وہ اس بات سے متاثر ہوا حارث نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں، کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! اللہ ہی ہے جس نے آپ کو اس سے آگاہ کیا ہے کیونکہ اس وقت ان اونٹوں کے پاس سوائے حارث کے اَور کوئی بھی نہ تھا۔ پھر حارث نے اسلام قبول کر لیا اور اس کے ساتھ ہی ان کے دو بیٹوں نے اور ان کی قوم کے کچھ لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 674-673 دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک روایت میں یہ ذکر ملتا ہے کہ حضرت جویریہؓ کے بھائی عبد اللہ بن حارث اپنی قوم بنو مصطلق کے قیدیوں کا فدیہ لے کر آئے تھے مگر راستہ میں انہوں نے اونٹوں اور حبشہ کی ایک باندی کو ایک مقام پر چھپا دیا۔ اس کے بعد عبد اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر قیدیوں کے فدیہ کے متعلق بات کی۔ آپؐ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے مگر تم فدیہ کے لیے کیا لے کر آئے ہو۔ اس نے کہا میں تو کچھ بھی نہیں لایا۔ آپؐ نے فرمایا تو وہ جوان اونٹ اور سیاہ فام باندی کہاں ہے جن کو تم نے فلاں فلاں جگہ چھپا دیا ہے؟ یہ سنتے ہی عبد اللہ نے کہا: مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور کہا کہ اس وقت میرے ساتھ کوئی نہیں تھا جبکہ میں نے فدیہ کے اس مال کو چھپایا تھا اور نہ ہی اس واقعہ کے بعد مجھ سے پہلے آپ تک کوئی دوسرا شخص پہنچا ہے۔ غرض اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 3 صفحہ 20 دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیینؐ میں بھی لکھا ہے کہ:

"حضرت جویریہ کی شادی کے متعلق ایک روایت یہ بھی آتی ہے کہ جب ان کے والد انہیں چھڑانے کے

لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ کے فیض صحبت سے مسلمان ہو گئے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے پیغام ملنے پر "یعنی رشتہ کا جو پیغام بھیجا تھا" انہوں نے خود برضا اور رغبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کر دی۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 571)

حضرت جویریہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے تین روز پہلے **میں نے خواب میں دیکھا** یعنی جب وہ وہاں بنو مصطلق کی طرف گئے تھے۔ کہتی ہیں مَیں نے خواب میں دیکھا کہ چاند یثرب سے چلا ہے اور میری آغوش میں آگرا ہے۔ میں نے ناپسند کیا کہ کسی کو اپنا خواب بیان کروں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ جب ہمیں قیدی بنا لیا گیا تو مجھے اس خواب کے پورا ہونے کی امید ہوئی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آزاد کیا اور مجھ سے نکاح کر لیا تو بخدا! میں نے آپؐ سے اپنی قوم کے بارے میں بات نہ کی تھی۔ میں نے قوم کی رہائی کے بارے میں کوئی سفارش نہیں کی۔ حتی کہ مسلمانوں نے خود ہی انہیں آزاد کر دیا۔ مجھے علم نہ ہوا یہاں تک کہ میری ایک پھوپھو زاد بہن نے مجھے بتایا تو اس پر میں نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 347 دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہؓ کا حق مہر چار سو درہم مقرر کیا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ 674 دار الکتب العلمیہ بیروت)

بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ سے مظفر و منصور کامیاب و کامران مدینہ واپس تشریف لائے اور کل اٹھائیس روز مدینہ سے باہر رہے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 354 دار الکتب العلمیہ بیروت)

غزوۂ بنو مصطلق سے واپسی پر منافقین کے سردار عبداللہ بن اُبَی بن سلول کے نفاق کا اعلانیہ اور باغیانہ اظہار جو اس نے کیا تھا اس کا بھی تاریخ میں ذکر ملتا ہے۔

اس کی تفصیل یوں ہے کہ بنو مصطلق سے لڑائی ختم ہو گئی اور مسلمان ابھی مریسیع کے کنویں پر موجود تھے اس کنویں کا پانی بہت کم تھا۔ ڈول ڈالا جاتا تھا تو آدھا بھر کر آتا تھا۔ کنویں پر سِنَان بن وَبَر جُہَنی آیا جو بنو خزرج کا حلیف تھا۔ اس وقت پانی پر مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت موجود تھی۔ سِنَان بن وَبَر جُہَنی نے اپنا ڈول ڈالا اور عمر بن خطابؓ کے نوکر جَہْجَاہ بن مسعود غِفَارِی نے بھی پانی نکالنے کے لیے اپنا ڈول ڈالا۔ سِنَان اور جَہْجَاہ کے ڈول ٹکرا گئے جس پر یہ دونوں شخص آپس میں الجھ پڑے۔ پانی تھوڑا تھا کسی کو پورا پانی نہ ملا۔ جَہْجَاہ نے سِنان کو مارا اور اس کا خون بہنے لگا تو سِنَان نے مدد کے لیے آواز دی۔ اے انصار! اور جَہْجَاہ نے آواز دی اے مہاجرین! اور ایک روایت میں ہے اے قریش! تو دونوں قبیلوں کی ایک جماعت آگئی اور ہتھیار نکال لیے۔ قریب تھا کہ بڑا فتنہ برپا ہو جاتا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فوراً اطلاع ملی تو آپؐ نے اس معاملے کو ختم کروایا۔ بہرحال اس کی تفصیل کی بعض روایات ہیں۔

صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق جھگڑے کا سبب یہ بیان ہوا ہے کہ مہاجرین میں سے ایک شخص نے انصار میں سے ایک شخص کی پشت پر ٹانگ ماری۔ اس پر اس انصاری نے کہا اے انصار! مدد کے لیے آؤ

اور اس مہاجر نے کہا اے مہاجرین! مدد کے لیے آؤ۔ ان دونوں کے درمیان لڑائی کا سبب پانی کا حوض تھا جس سے انصاری کی اونٹنی نے پانی پیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپؐ نے فرمایا: یہ جاہلیت کی صدا کیسی ہے؟ کیا باتیں کر رہے ہو تم لوگ؟ یہ جاہلوں والی باتیں ہیں۔ آپؐ کو سارا حال بتایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا:

تم ایسی بات کو چھوڑ دو۔ یہ بھائی چارے کو ختم کرنے والی ہے۔ ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے بھائی کی مدد کرے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ اگر وہ ظالم ہو تو اس کو ظلم سے روک دے اور اگر مظلوم ہو تو اس کی مدد کرے۔ مہاجرین کی ایک جماعت نے حضرت عُبَادہ بن صامتؓ سے بات چیت کی اور انصار کی ایک جماعت نے سِنَان سے بات چیت کی تو سِنان نے اپنا حق چھوڑ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ساری باتیں ان تک پہنچائیں۔ بات کی اور سمجھایا تو سِنان نے اپنا حق چھوڑ دیا۔

عبد اللہ بن اُبَی اپنے دس منافق ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں حضرت زید بن ارقمؓ بھی تھے لیکن وہ ابھی کم عمر تھے یا بعض روایات کے مطابق ابھی بالغ نہیں ہوئے تھے جبکہ بعض روایات کے مطابق وہ بالغ تھے۔ عبد اللہ بن اُبَی کو جہجاہ کی یہ صدا سنائی دی کہ اے قریش کے لوگو! اسے شدید غصہ آیا۔ اس نے کہا بخدا! میں نے آج جیسا دن کبھی نہیں دیکھا۔ کہنے لگا بخدا! مجھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے کے وقت سے ہی یہ دین سخت ناپسند تھا لیکن میری قوم نے مجھ پر غلبہ پا لیا اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ قریش کے لوگ ہم پر حاکم ہو گئے اور ہمارے شہر میں ان کی کثرت ہو گئی اور ہمارے احسانات کی ناقدری کی۔ اس نے بڑی گندی مثال دی کہ یہ قریش کے افراد ایسے ہیں کہ جس طرح کہا جاتا ہے کہ اپنے کتے کو موٹا کرو تا کہ وہ تمہیں کھا جائے۔ کہنے لگا میرا تو گمان تھا کہ میں اس طرح کی پکار کی صدا آنے سے قبل مر گیا ہوتا جیسی صدا جہجاہ نے دی تھی۔ میں یہاں موجود ہوں مجھ سے تو یہ سب کچھ برداشت نہیں ہو سکتا۔ اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ پہنچ گئے تو سب سے زیادہ عزت والا شخص سب سے زیادہ ذلیل آدمی کو وہاں سے باہر نکال دے گا۔ پھر اس نے اپنی قوم کے موجودہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔ یہ تم لوگوں نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ تم نے انہیں اپنے شہر میں ٹھہرایا اور وہ وہیں ٹھہر گئے۔ تم نے اپنے اموال میں سے ان کے حصے مقرر کیے یہاں تک کہ وہ مالدار ہو گئے۔ بخدا! اب بھی تم اپنے ہاتھ روک لو تو وہ تمہارا شہر چھوڑ کر کسی اور شہر چلے جائیں گے۔ وہ لوگ پھر بھی اس پر راضی نہ ہوئے جو تم لوگوں نے ان کے لیے کیا تھا۔ اس نے بڑا بھڑکانے کی کوشش کی کہ مہاجرین تو اس پہ راضی نہیں ہوئے جو تم نے ان پہ احسان کیا یہاں تک کہ تم نے اپنی جانوں کو موت کا نشانہ بنایا۔ تم لوگ اس یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر قتل ہوئے اور تم لوگوں نے اپنی اولادوں کو یتیم کیا۔ اس کے نتیجہ میں تم تھوڑے ہو گئے اور وہ لوگ بڑھ گئے۔ حضرت زید بن ارقمؓ نے جب عبد اللہ بن اُبَی کی یہ بات سنی کہ اگر ہم مدینہ پہنچ گئے تو سب سے زیادہ عزت والا شخص سب سے زیادہ ذلیل شخص کو اس سے باہر نکال دے گا تو انہوں نے وہیں کھڑے ہو کے اسے کہا کہ اللہ کی قسم! تُو ہی اپنی قوم میں ذلیل ہے۔ تو ہی کمتر ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمان خدا کی طرف سے غلبہ اور شان رکھنے والے ہیں اور مسلمانوں کی طرف سے طاقت رکھنے والے ہیں۔ غیرت دکھائی انہوں نے۔ اس پر ابنِ اُبَی نے اسے کہا تُو خاموش ہو جا۔

میں تو صرف ہنسی مذاق اور کھیل تماشے کی باتیں کر رہا تھا۔ خوف بھی آیا اس کو۔ ڈر گیا۔ زید بن ارقمؓ یہ ساری باتیں سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے اور اس وقت آپ کے پاس مہاجرین اور انصار صحابہ کی ایک جماعت بھی موجود تھی۔ زید نے آپؐ کو ابنِ اُبَی کی ساری بات بتادی۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ زید بن ارقم نے اپنے چچا سے اس واقعہ کا ذکر کیا اور چچا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً زید کو طلب کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کی بات کو ناپسند کیا اور آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ آپؐ نے فرمایا: اے لڑکے! شاید تجھے ابنِ اُبَی پر غصہ ہے۔ زید نے کہا نہیں۔ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ کی قسم! میں نے یہ بات اس سے سنی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: شاید تمہارے سننے میں غلطی ہو گئی ہو۔ زید نے کہا اللہ کی قسم! یارسول اللہ! ایسا نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا: شاید تم پر معاملہ مشتبہ ہو گیا ہو۔ زید نے کہا یارسول اللہ! اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہے۔ لشکر میں ابنِ اُبَی کی بات پھیل گئی اور لوگوں کا موضوع بحث یہی بات تھی اور انصار کے لوگ زید کو ملامت اور تنبیہ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ تُو نے اپنی قوم کے سردار پر یہ الزام لگایا ہے۔ تُو اس کے خلاف ایسی بات کہتا ہے جو اس نے نہیں کہی۔ زید کے چچا نے بھی خفگی کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا تمہیں کیا سوجھی؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں جھوٹا قرار دیا اور تم سے ناراض ہو گئے۔ زیدؓ نے کہا: اللہ کی قسم! جو اس نے کہا میں نے خود سنا ہے۔

اللہ کی قسم! خزرج میں عبداللہ بن اُبَی سے زیادہ مجھے کوئی شخص محبوب نہیں تھا۔ اگر میں یہ بات اپنے باپ سے بھی سنتا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور بتاتا۔ اگر ایسی بات جو عبداللہ بن اُبَی نے کہی تھی۔ مجھے تو کوئی پرواہ نہیں تھی۔ ان کا ایمان بڑا پختہ تھا۔ کہتا ہے کہ اگر میرا باپ بھی کہتا تو میں یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور بتاتا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کرے گا جو میری بات کی تصدیق کرے گی۔ زید اس صورتحال سے سخت مغموم ہوئے۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایسا غم پہنچا کہ ایسا غم مجھے کبھی نہیں پہنچا تھا۔ میں اپنے گھر بیٹھا رہا۔ یہاں گھر سے مراد ان کی بیرونی قیام گاہ ہے جہاں انہوں نے کیمپ لگایا ہوا تھا۔ مدینہ والا گھر نہیں ہے کیونکہ یہ سارا واقعہ ہی مدینہ سے باہر کا ہے۔ زید نے لوگوں سے بچنے کے لیے ان کے سامنے آنا چھوڑ دیا۔ انہیں ڈر تھا کہ لوگ انہیں دیکھ کر کہیں کہ تم نے جھوٹ بولا ہے۔

دوسری طرف مجلس میں موجود انصار نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اور زید کو دیا گیا جواب سنا تو ان میں سے چند لوگ وہاں سے اٹھے اور عبداللہ بن اُبَی کے پاس آکر اس کو خبر دی اور اوس بن خَوْلِی نے کہا اے ابو حُبَاب! یہ اس کی کنیت تھی کہ اگر تُو نے یہ بات کہی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادے تاکہ وہ تیرے لیے استغفار کریں اور تُو اس کا انکار نہ کر۔ کہیں تیرے بارے میں کوئی وحی نازل ہو کر تیری تکذیب نہ کر دے۔ اور اگر تُو نے یہ بات نہیں کہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ اور ان کو عذر بیان کر اور قسم کھا کہ تُو نے یہ نہیں کہا تھا۔ تو اس نے اللہ کی قسم کھائی کہ اس نے کچھ نہیں کہا تھا۔ پھر ابنِ اُبَی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن اُبَی! اگر یہ بات تُو نے کہی تھی تو توبہ کر لے تو وہ قسمیں کھانے لگا کہ زید نے جو کچھ کہا میں نے وہ نہیں کہا تھا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب عبداللہ بن اُبَی کو خبر ہوئی تو وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے اللہ کی قسم کھائی اور کہا کہ زید نے جو بات آپ کو بتائی ہے وہ میں نے نہیں کہی اور ایک تیسری روایت یہ بھی ملتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عبداللہ بن اُبَی اور اس کے ساتھیوں کو بلا بھیجا تو انہوں نے قسم کھائی کہ انہوں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔ اس پر حاضرین میں سے انصار صحابہ کرامؓ نے کہا امید ہے بچے کو بات میں وہم پیدا ہو گیا ہو اور وہ بات یاد نہ رہی ہو جو ابنِ اُبَی نے کہی تھی۔ یہ بات انہوں نے ابنِ اُبَی کے دفاع میں کہی کیونکہ وہ اپنی قوم میں معزز اور مرتبہ والا تھا۔ کچھ لوگوں نے گمان کیا کہ زیدؓ سچ کہہ رہا ہے اور کچھ نے اس کے بارے میں بدگمانی کی۔ کچھ نے تو یقین کر لیا کہ زیدؓ چاہے چھوٹی عمر کا ہے لیکن سچ بات ہی کہہ رہے ہیں۔ بہرحال اکثر جو بڑے تھے وہ اس کو غلط سمجھتے تھے۔

حضرت عمر بن خطابؓ بیان کرتے ہیں کہ جب ابنِ اُبَی کا واقعہ ہوا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے سائے میں تشریف فرما تھے اور آپؐ کے پاس ایک سیاہ فام غلام آپؐ کی پیٹھ دبا رہا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! شاید آپ کی کمر میں درد ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ گذشتہ رات مجھے اونٹنی نے گرا دیا تھا۔ ان باتوں کے بعد پھر میں اصل بات کی طرف آیا۔ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت دیں کہ میں ابنِ اُبَی کی گردن مار دوں۔ اسے قتل کر دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں صحابہ کو اس کے قتل کا حکم دوں تو وہ اس کو قتل کر دیں گے تو مدینہ میں بہت سے لوگوں کو یہ ناگوار گزرے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ محمد بن مسلمہ کو حکم دیں کہ وہ اس کو قتل کر دے۔ آپؐ نے فرمایا: لوگ یہ باتیں نہ کرتے پھریں کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا پھر آپؐ لوگوں کو روانگی کا حکم دیں۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے۔

ایک روایت میں ذکر ہے کہ آپؐ نے خود حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ کوچ کرنے کا اعلان کرو۔ یہ دن کا وہ وقت تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً سفر نہیں کیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ خیال تھا کہ اس نے بات ضرور کی ہے اور اسی کو پورا کرنے کے لیے انہوں نے کہا اچھا پھر یہ کہتا ہے کہ ذلیل آدمی کو نکال دے گا تو چلو سفر کرتے ہیں۔ واپس مدینہ جاتے ہیں دیکھتے ہیں کیا کرتا ہے۔ بہرحال حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے لوگوں میں روانگی کا اعلان کیا۔ اس وقت شدید گرمی تھی اور آپؐ کی عادت یہ تھی کہ ٹھنڈے وقت سفر کرتے تھے لیکن جب ابنِ اُبَی کی خبر آئی تو اس وقت کوچ کیا اور سب سے پہلے آپؐ کو سعد بن عُبَادہؓ ملے اور بعض نے کہا کہ اُسَید بن حُضَیرؓ ملے۔ انہوں نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَعَلَیْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اس گرمی میں اس وقت میں روانگی اختیار کی ہے جس میں آپ کی عادت روانگی کی نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تجھ تک وہ باتیں نہیں پہنچیں جو تمہارے ساتھی نے کہی ہیں؟ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! کون سا ساتھی؟ آپؐ نے فرمایا: عبداللہ بن اُبَی نے کہا ہے کہ جب وہ مدینہ واپس لوٹے گا تو زیادہ عزت والا شخص مدینہ سے زیادہ ذلت والے کو نکال

دے گا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! اگر آپ چاہیں تو اس کو مدینہ سے نکال دیں کیونکہ وہ ذلیل ترین اور آپ بہت عزت والے ہیں اور عزت اللہ کے لیے اور آپؐ کے لیے اور مؤمنین کے لیے ہے۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس پر نرمی کریں۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو مدینہ میں لایا اور اس کی قوم اس کے لیے تاج پوشی کی تیاری کر رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو مدینہ لے آیا تو اس کا خیال ہے کہ آپ نے اس کی بادشاہت چھین لی۔

(صحیح بخاری کتاب تفسیر القرآن حدیث 4904، 4905)(ھدی الساری مقدمہ فتح الباری صفحہ 468 قدیمی کتب خانہ کراچی)(سیرت الحلبیہ جلد 2 صفحہ 389 دار الکتب العلمیہ بیروت)(فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد 8 صفحہ 645 المکتبہ السلفیہ)(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 7 صفحہ 182 دار السلام ریاض)(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 348 تا 350 دار الکتب العلمیہ بیروت)(سبل الہدیٰ (مترجم) جلد 4 صفحہ 782، زاویہ پبلشرز لاہور)
(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 671-670 دار الکتب العلمیہ بیروت)

بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زیدؓ کی بات کا یقین آ گیا تھا کہ اس نے صحیح کہا ہے اور عبداللہ جھوٹ بول رہا ہے لیکن اس وقت آپؐ مصلحتاً خاموش رہے اور آپؐ نے کہا چلو مدینہ جا کر دیکھتے ہیں کون ذلیل ہے اور کون عزت والا ہے۔ لیکن بہرحال آخر میں پھر یہی ثابت ہوا کہ اس کا قصور تھا اور اس نے یہ باتیں کہی تھیں۔ اس کی تفصیل جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھی ہے وہ بھی انشاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

اگلے جمعہ انشاء اللہ برطانیہ کا جلسہ سالانہ بھی شروع ہو گا۔ اس کے لیے بھی دعا کریں

اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور تمام کارکنان کو اعلیٰ اخلاق دکھاتے ہوئے اور قربانی کے جذبے سے اپنے فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو مہمان آئے ہیں ان کو بھی اپنی حفاظت میں یہاں رکھے۔ جو سفر میں ہیں، آنے کی تیاری میں ہیں، سفر شروع کرنے والے ہیں یا جنہوں نے بھی آنا ہے سب پر اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔ ان کو حفاظت سے لے کر آئے۔

کچھ مرحومین کا ذکر اور جنازہ میں ان کا پڑھاؤں گا۔

ان میں **پہلا جنازہ ہے سلیمہ بانو صاحبہ جو حمید کوثر صاحب** ناظر دعوت الی اللہ شمالی ہند کی اہلیہ تھیں۔ گذشتہ دنوں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ محمد حمید کوثر صاحب لکھتے ہیں کہ یہ عبدالغنی صاحب مرحوم بھدروہ جموں کشمیر کی بیٹی تھیں جنہوں نے مولوی محمد حسین صاحب کے ذریعہ 1935ء میں بیعت کی تھی۔ جلسہ سالانہ قادیان میں پہاڑی اور برفیلی راستوں پر پیدل چل کر اور کچھ حصہ ٹانگے پر سوار ہو کر تقسیم ملک تک قادیان میں حاضر ہوتے تھے۔ بڑا شوق تھا اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطاب سنتے تھے۔ اپنی اہلیہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ جو ہمیں واقف زندگی کو گزارہ الاؤنس ملتا تھا بہت معمولی تھا لیکن انتہائی کفایت شعاری سے گزارہ کرتی تھیں اور مہمانوں کی مہمان نوازی بھی کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس الاؤنس میں غیر معمولی برکت عطا فرمائی ہے۔ قناعت تھی کبھی شکوہ نہیں کیا۔ یہ ان لوگوں کے لیے بھی سبق ہے جو بعض دفعہ شکوے کرتے ہیں۔

پھر کوثر صاحب کہتے ہیں کیونکہ سری نگر میں پہلی پوسٹنگ تھی وہاں سے میرا تبادلہ بمبئی میں ہو گیا تو وہاں بمبئی میں بطور صدر لجنہ خدمت بجالاتی رہیں۔ پھر کبابیر میں تبادلہ ہو گیا۔ وہاں انہوں نے کہا کہ عربی سیکھنا

میرے لیے تو مشکل ہے تو میں عورتوں سے جو بول چال کی عربی ہے وہ سیکھ لیتی ہوں اور پھر وہ سیکھی اور بڑی جلدی سیکھی اور ان کی تعلیم و تربیت میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔

86ء سے 97ء تک گیارہ سال صدر لجنہ اماء اللہ کبابیر کے طور پر خدمت بجالاتی رہیں۔ لجنہ اماء اللہ کو از سر نو منظم کیا۔ اجتماع کے انعقاد کا سلسلہ شروع کروایا۔ اجتماع ہو رہا تھا تو اس ضمن میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی ان کی تعریف کی تھی کہ لجنہ اماء اللہ جماعت کبابیر کا اجتماع ہو رہا ہے اور بتایا کہ ان کا پانچواں اجتماع ہے۔ پھر فرمایا کہ لجنہ اماء اللہ کبابیر ساری عرب خواتین پر مشتمل لجنہ ہے۔ صرف ایک ان میں ہندوستان سے گئی ہوئی کشمیر کی خاتون بھی ہیں مگر وہ بھی اب بالکل عربوں کی طرح بن چکی ہیں۔ گھل مل کے انہوں نے ان کی تربیت کی۔ پھر کہتے ہیں 1998ء میں مَیں واپس آ گیا تو انڈیا میرے ساتھ آ گئیں اور جب تک صحت اور حالات نے اجازت دی، مرحومہ تقریباً روزانہ بیت الدعا اور مسجد مبارک اور بیت الذکر اور بہشتی مقبرہ میں نوافل اور دعا کے لیے جایا کرتی تھیں۔

شریف عودہ صاحب امیر کبابیر لکھتے ہیں کہ مرحومہ کو پہلی صدر لجنہ مقرر کیا گیا۔ مسلسل چھ سال تک یہ ذمہ داری ادا کرتی رہیں۔ کوثر صاحب نے تو زیادہ لکھا ہے۔ انہوں نے چھ سال لکھا ہے۔ بہرحال آخر تک وہ رہیں جب تک وہاں تھیں۔ مرحومہ نے مختلف دینی درسوں اور دینی سرگرمیوں کے ذریعہ لجنہ کی تعلیم و تربیت میں اہم کردار ادا کیا۔ مرحومہ اپنے حسن سلوک اور خوش اخلاقی کے ذریعہ جماعت کبابیر کے ساتھ اچھے تعلقات بنانے میں کامیاب ہوئیں۔ جلد ہی عربی بول چال سیکھ لی اور جماعت کے بیٹوں اور بیٹیوں میں یوں ضم ہو گئیں جیسے وہ ان میں سے ایک ہوں۔ اور کہتے ہیں پچھلے بیس سالوں میں قادیان واپسی کے بعد سے وفات تک کبابیر کی خواتین کے ساتھ پھر بھی انہوں نے تعلق رکھا اور جب وہاں تھیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی دیکھ بھال کیا کرتی تھیں۔ مہمان نوازی میں خاص وصف تھا۔ اسی طرح جماعتی سینٹر کی صفائی کی طرف بھی بہت توجہ دیتی تھیں۔ پسماندگان میں ایک بیٹی اور دو بیٹے شامل ہیں۔ ایک بیٹے ان کے مربی ہیں عطاء المجید مبشر کوثر۔ یہ ایم ٹی اے العربیہ میں یہاں یوکے میں خدمت انجام دے رہے ہیں خدمت بجالا رہے ہیں۔ بیٹی ان کی بشریٰ کوثر صاحبہ ہالینڈ میں ہیں ڈاکٹر ایمن عودہ کی اہلیہ ہیں۔ لجنہ اماء اللہ ہالینڈ میں نیشنل سیکرٹری خدمت خلق کے طور پر خدمت کر رہی ہیں۔ چھوٹے بیٹے شریف کوثر جو ہیں یہ قادیان میں نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھی ہیں۔ مربی بھی ہیں اور اس کے علاوہ ایڈیشنل انچارج شعبہ سمعی بصری بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی نیکیاں ان کی اولاد میں جاری رکھے۔

دوسرا ذکر نورالحق مظہر صاحب کا ہے جو راغب ضیاء الحق صاحب مربی سلسلہ تنزانیہ کے والد تھے۔ لاہور کے تھے۔ گذشتہ دنوں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔

راغب ضیاء الحق صاحب لکھتے ہیں۔ ان کے خاندان میں احمدیت ان کے دادا منشی محمد دین صاحب کے ذریعہ سے آئی تھی جو 1905ء میں اپنے چچا کے ہمراہ بیعت کا شوق لیے قادیان پہنچے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھنے کا بھی شرف حاصل ہوا۔ بیعت کی درخواست کی لیکن اعلان کیا گیا کہ حضرت

اقدسؑ کی طبیعت ناساز ہے۔ بیعت نہیں ہو گی۔ اس دن بیعت نہیں ہوئی۔ واپس آ گئے پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ہاتھ پہ بیعت کی۔ 1974ء میں یہ کرائے کے مکان میں رہتے تھے۔ مخالفین نے اس مکان کو آگ لگا دی۔ گھر کا سارا سامان جل گیا۔ کوئی پناہ نہیں دیتا تھا۔ پھر ایک احمدی نے اپنے گھر میں پناہ دی اور کہتے ہیں میرے والد نے بڑے صبر اور شکر سے اس چھوٹے سے گھر میں گزارا کیا۔ کبھی ان کی زبان پہ کوئی شکوہ نہیں آیا اور یہ نہیں کہا کہ سب کچھ جل گیا ہے اس کے مقابلے پر اللہ تعالیٰ نے کچھ عرصہ بعد ان کو اپنا مکان بنانے کی توفیق دی اور یہ یہی کہا کرتے تھے کہ 1974ء کی قربانی کا صلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ 1974ء میں مسجد مغل پورہ کی حفاظت کر رہے تھے تو غیر احمدی احباب نے مسجد پہ حملہ کر دیا۔ انہوں نے ایک لوہے کی سلاخ آپ کے سر پہ ماری جس سے زخمی ہوئے اور ساری عمر یہ نشان ان کے سر پہ رہا۔ کہتے ہیں میں نے والد صاحب کو ہمیشہ تہجد میں گریہ وزاری کرتے دیکھا ہے اور نمازوں کی خاص پابندی تھی۔ گھر نماز سینٹر تھا۔ پانچ وقت نماز کی امامت کرایا کرتے تھے۔ قرآن کریم پڑھنے اور نمازوں کی طرف گھر والوں کو تلقین کرتے تھے۔ کہتے ہیں ایک دفعہ محلے کی مسجد کے مولوی نے تقریر کی کہ یہ احمدی جو ہیں ان کا قرآن الگ ہے۔ نماز اور طرح پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس دوران مسجد میں ہی ہمارا ایک غیر احمدی ہمسایہ تھا وہ کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا مولوی صاحب! آپ غلط کہہ رہے ہیں کیونکہ پوری گلی میں صرف ایک گھر ہے جہاں قرآن پڑھنے کی آواز آتی ہے اور وہ نور الحق کا گھر ہے اور وہی قرآن پڑھ رہے ہوتے ہیں جو ہم پڑھتے ہیں۔ آجکل تو مولوی کا خوف اتنا ہے کہ یہ بات کوئی نہیں کہہ سکتا۔ بہرحال اپنے محلے میں انتہائی شریف النفس بزرگ مشہور تھے۔

آخری بیماری میں بھی غیر احمدی جو لوگ تھے، سخت مخالفین وہ بھی آپ کا حال پوچھنے گھر آتے تھے۔ انتہائی سخی دل اور غریب پرور تھے۔ بغیر کسی کو بتائے ضرورتمندوں کو راشن بھجوا دیا کرتے تھے۔ پسماندگان میں ایک بیٹا اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ ایک بیٹی امۃ المتین علیم محمود صاحب مربی سلسلہ کی اہلیہ ہیں۔ وہ بھی گھانا میں ہونے کی وجہ سے جنازہ میں شرکت نہیں کر سکیں۔ وفات کے وقت وہاں نہیں تھیں۔ بیٹے راغب ضیاء الحق تنزانیہ میں مربی ہیں وہ وہاں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں وہ بھی میدان عمل میں ہونے کی وجہ سے اپنے والد کے جنازہ میں شامل نہیں ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان سب کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

اگلا ذکر ہے امۃ الحفیظ نگہت صاحبہ جو محمد شفیع صاحب مرحوم ربوہ کی اہلیہ تھیں۔ یہ بھی گذشتہ دنوں وفات پا گئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں اور مبارک تنویر صاحب مربی سلسلہ جرمنی کی ساس تھیں۔ ان کی بیٹی امۃ الجمیل غزالہ ہیں جو جرمنی کی نائب صدر لجنہ بھی ہیں۔

امۃ الجمیل صاحبہ لکھتی ہیں کہ میری والدہ صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ اعلیٰ صفات کی حامل، نیک شخصیت تھیں۔ کوئی دعا کے لیے کہتا تو اپنے اوپر لازمی سمجھ لیتیں اور پوری فکر اور لگاؤ سے درد دل کے ساتھ اس کے لیے دعاؤں میں لگ جاتیں۔ خلافت سے انتہائی درجہ کا وفا کا تعلق تھا۔ بچوں کو بھی اس کا درس دیا کرتی تھیں۔ جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والی تھیں اور ہمیں عملی طور پہ سکھایا کہ دین کی خدمت ہی اصل سرمایہ ہے۔ لجنہ کے مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق ملی۔ تبلیغ کا جنون کی حد تک شوق رکھتی تھیں۔ پیدل ہی

دور دراز علاقوں میں تبلیغ کے لیے نکل جاتی تھیں۔ جب تک وہاں تبلیغ کی اجازت تھی اتنی زیادہ مخالفت نہیں تھی۔ مقدمے زیادہ نہیں بنتے تھے اس وقت تبلیغ کرتی رہیں۔ میڈیکل کیمپس لگاتی تھیں ہومیو پیتھک دوائیاں تقسیم کیا کرتی تھیں۔ ان کی مساعی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں پچاس کے قریب پھل بھی عطا فرمائے۔

یعنی لوگوں کو بیعت کروانے کی ان کو توفیق ملی۔ دنیوی لحاظ سے تعلیم کم تھی مگر علم حاصل کرنے کا شوق تھا۔ دینی کتب پڑھ کے ہی بڑی مدلل گفتگو کیا کرتی تھیں اور ہر شخص کے ذہنی معیار کے مطابق اس سے بات کیا کرتی تھیں۔ کبھی کوئی سوالی گھر سے خالی ہاتھ نہیں گیا۔ خواتین کو ہمیشہ یہ کہا کرتی تھیں کہ بجائے مانگنے کے روزگار حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ مختلف غریب بچیوں کو اپنے گھر رکھ کر انہیں تعلیم بھی دلوائی اور پھر ان کی شادیوں کے اخراجات خوش دلی سے برداشت کیے اور ہمیشہ ان سے بہت حسن سلوک رکھا۔ غزالہ صاحبہ کہتی ہیں کہ میں جب ان کو ملنے گئی تو انہوں نے کہا کہ تم وقف زندگی ہو اس لیے میں تمہیں روکتی نہیں۔ تم اپنی رخصت گزار کے واپس جاؤ۔ جب بیماری شدید تھی تو بھائی نے بھی کہا کہ ان کو بلا لیں تو انہوں نے کہا نہیں وہ وقف ہے۔ اس کو رہنے دو۔ پسماندگان میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں اور بہت سی نواسیاں، پوتے پوتیاں ہیں جن سب کو کسی نہ کسی رنگ میں جماعت کی خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ بڑا نیک ماحول انہوں نے اپنے گھر میں قائم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دونوں داماد بھی جماعتی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی نیکیاں آگے نسل میں بھی جاری فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 09/ اگست 2024ء جلد 31 شمارہ 189 صفحہ 02 تا 06)

30

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 26/ جولائی 2024ء بمطابق 26/ وفا 1403 ہجری شمسی
بمقام حدیقۃ المہدی، آلٹن (ہمپشئر)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے فضل سے **آج جلسہ سالانہ برطانیہ شروع ہو رہا ہے** اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہزاروں لوگ یہاں دینی اور روحانی ماحول سے فائدہ اٹھانے کے لیے آئے ہیں۔ ان دنوں میں یہاں حدیقۃ المہدی میں ایک عارضی شہر بنایا گیا ہے تاکہ اس ماحول میں رہ کر ہم دنیاوی جھمیلوں سے علیحدہ ہو کر اپنی دینی، روحانی، اخلاقی حالتوں کو بہتر کرنے کی کوشش کریں۔

پس ایسے حالات میں آنے والوں کو کسی بھی قسم کی سہولت میسر آنے سے زیادہ اس بات کی فکر ہونی چاہیے کہ کس طرح ہم اس ماحول سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں لیکن بہرحال انسان کے ساتھ بشری ضروریات اور تقاضے بھی لگے ہوئے ہیں۔ اس لیے انتظامیہ یہ کوشش کرتی ہے کہ ان ضروریات کو پورا کرنے اور آنے والوں کو جس حد تک ممکن ہو آرام پہنچانے کے لیے انتظام ہو سکتے ہیں وہ کریں۔ اس کے لیے مختلف شعبہ جات جلسہ سالانہ کے دنوں میں ہمارے نظام میں قائم کیے جاتے ہیں اور ہزاروں کارکنان رضاکارانہ طور پر اپنی خدمات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کی خدمت کے لیے پیش کرتے ہیں۔

پس اس حوالے سے پہلے **تو مَیں تمام کارکنان کو اس طرف توجّہ دلانی چاہتا ہوں** کہ جو بھی ڈیوٹیاں ان کے سپرد ہیں وہ انہیں اچھے رنگ میں انجام دینے کی کوشش کریں۔ بہترین رنگ میں انجام دینے کی کوشش کریں۔ جلسہ کے مہمانوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمان سمجھ کر خدمت کریں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی خاطر نیک مقصد کے لیے آنے والے مہمان سمجھ کر خدمت کریں۔ اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کریں۔ مہمان کی طرف سے آپ کے خیال میں اگر کوئی زیادتی بھی ہو جاتی ہے تو اس سے صَرفِ نظر کریں۔ یہی ہماری روایت ہے۔ یہی اعلیٰ اخلاق ہیں۔ یہی خدا اور اس کے رسولؐ کا حکم ہے۔ یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے چاہتے ہیں۔ اب یہ مہمان نوازی اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کا ہر ملک میں ایک خاص وَصف بن چکا ہے۔

جلسہ کے دنوں میں خاص طور پر اس طرف بہت توجہ دی جاتی ہے۔ پس یہاں بھی ہمیشہ کی طرح سب کارکنان ان اعلیٰ اوصاف کا مظاہرہ کریں جو اسلامی تعلیم کا خاصّہ ہیں۔ مجھے علم ہے کہ سب کارکنان اس جذبے سے کام کرتے ہیں اور اب بھی کریں گے۔ کل میں نے کارکنان سے جو مختصر سا خطاب تھا جسے کارکنان سے خطاب کہتے ہیں اس میں بھی یہی کہا تھا لیکن یاددہانی اور کئی نئے آنے والوں کی تربیت کے لیے یہ میں باتیں کہہ رہا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ مہمان کا دل تو آئینہ کی طرح ہوتا ہے،

جذباتی ہوتے ہیں۔ ان کا خیال رکھنا چاہیے۔ ذرا سی بات پر ہلکی سی ٹھوکر سے وہ شیشے کی طرح ٹوٹ جاتا ہے۔
(ماخوذ از ملفوظات جلد 5 صفحہ 406)

مہمان کا دل بڑا نازک ہوتا ہے اور پھر اس شخص کے لیے بعض دفعہ ٹھوکر کا باعث بن جاتا ہے۔ بعض صحیح طرح سوچتے نہیں کہ یہ تو صرف اس کارکن کی غلطی تھی۔ جماعتی تعلیم کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے لیکن بعضوں کو بہرحال ٹھوکر لگ جاتی ہے۔ پس بہت خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔ بہرحال یہ باتیں ان لوگوں کے متعلق ہیں جو نئے آنے والے ہیں جن کی صحیح تربیت نہیں ہوئی یا جماعت میں ابھی تک شامل نہیں ہوئے ہوتے لیکن یہاں آنے والے اکثر اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہیں یہ بات سمجھ کر آتے ہیں کہ یہاں تکالیف برداشت کرنی پڑیں گی لیکن بہرحال جیسا کہ میں نے کہا کچھ مہمان باہر کے بھی ہوتے ہیں جن کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے جو ابھی تک جماعت میں شامل نہیں ہوئے یا جن کی صحیح تربیت نہیں ہوئی۔ پس اس کے لیے جو کارکنان ہیں سب کارکنان، ہر شعبہ کے جو کارکنان ہیں ان کو اپنے مہمانوں کا اچھی طرح خیال رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے، چاہے وہ ٹریفک کی ڈیوٹی ہے یا پارکنگ کی ڈیوٹی ہے یا کھانا کھلانے کی ڈیوٹی ہے یا ڈسپلن کی ڈیوٹی ہے یا گیٹ پر چیکنگ کی ڈیوٹی ہے یا ہائی جین اور صفائی کی ڈیوٹی ہے یا پانی سپلائی کی ڈیوٹی ہے کوئی بھی ڈیوٹی ہے کوشش کریں کہ حتی الوسع مہمان کی سہولت کا انتظام ہو اور اس کو کسی طرح تکلیف نہ پہنچے۔

بعض باتیں **اس کے بعد میں مہمانوں کو بھی کہنی چاہوں گا**۔ اسی طرح کچھ انتظامی باتیں بھی ہیں جو میں عرض کروں گا۔ مہمانوں کے لیے تو سب سے پہلے میں یہ بات کہنی چاہتا ہوں کہ آپ لوگ ایک نیک مقصد کے لیے یہاں آئے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان بن کر یہاں آئے ہیں۔ دنیاوی اعزاز اور دنیاوی خدمت کے بجائے ان اعلیٰ اخلاق میں مزید ترقی کرنے کو اپنے پیش نظر رکھیں جو ایک حقیقی مسلمان کا طرۂ امتیاز ہے اور جس کو حاصل کرنے کے لیے آپ لوگ یہاں آئے ہیں اور اسی مقصد کے لیے آنا چاہیے۔ بے شک نظامِ جماعت کے تحت جیسا کہ مَیں نے کہا اس پاک اور بابرکت اور بامقصد سفر کرنے والے مسافروں اور مہمانوں کے لیے خدمت کا نظام موجود ہے اور ضروریات کے لیے جو ضروریات میسر ہو سکتی ہیں وہ مہیا کرنے کی کوشش انتظامیہ کرتی ہے۔ لیکن جو للّٰہی سفر اختیار کرنے والے ہوتے ہیں اُن کو اِن دنیاوی ضروریات اور آراموں کی طرف بہت کم توجہ ہوتی ہے اور یہی ان کا بنیادی مقصد ہوتا ہے کہ یہاں رہ کر زیادہ سے زیادہ روحانی مائدے سے فائدہ اٹھائیں۔

پس آپ اپنے آپ کو کبھی دنیاوی مسافروں اور مہمانوں کے زُمرے میں لانے کی کوشش نہ کریں۔ اگر اس بات کو آپ سمجھ جائیں گے تو میزبانوں کی کمزوریوں اور کمیوں سے بھی آپ صَرف نظر کرتے رہیں گے ورنہ بعض دفعہ دیکھنے میں آتا ہے کہ شکوہ پیدا ہو جاتا ہے کہ فلاں جگہ کے لوگوں کا بہتر انتظام تھا۔ فلاں لوگوں کو زیادہ سہولت میسر کی گئی تھی۔ فلاں کے ساتھ بہتر سلوک ہوا۔ فلاں کے ساتھ کم سلوک ہوا۔ تو اس طرح پھر اس قسم کے شکوے پیدا نہیں ہوں گے۔

بعض دفعہ اندازے کی غلطی سے بعض کمزوریاں رہ جاتی ہیں تو ان کو نظر انداز کرنا چاہیے۔ اگر ہر ایک کے دل میں یہ خیال ہو، ہر آنے والے احمدی مسلمان کے دل میں یہ خیال ہو کہ ہمارا مقصد صرف اور صرف

روحانی مائدہ حاصل کرنا ہے نہ کہ کسی بھی قسم کی دنیاوی سہولتوں کو حاصل کرنا ہے تو پھر دونوں میزبان اور مہمان محبت اور پیار سے یہ دن گزاریں گے۔ بہرحال یہ بھی میں بتا دوں کہ انتظامیہ کی طرف سے پوری کوشش ہوتی ہے کہ سب مہمانوں کے ساتھ ایک طرح سے سلوک کیا جائے لیکن پھر بھی بعض دفعہ جیسا کہ میں نے کہا کمی بیشی ہو جاتی ہے اور اس سے پھر مہمانوں کو صَرفِ نظر کرنا چاہیے۔ یہی ہماری تعلیم ہے۔ جہاں ہمیں یہ حکم ہے کہ مہمان کی عزت کرو اور تکریم کرو اور خیال رکھو وہاں مہمانوں کو بھی یہی کہا گیا ہے کہ تم لوگ بھی میزبان کی سہولت کا خیال کرو۔ بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مہمانوں کی بہت عزت و تکریم فرماتے تھے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اپنی ضروریات بے تکلفی سے بیان کر دیا کرو۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 3 صفحہ 112)

لیکن یہ عام حالات کی بات ہے۔ جلسہ کے جو مہمان تھے ان کے لیے آپؑ فرمایا کرتے تھے کہ ایک ہی انتظام ہو۔ ہر مہمان کی اسی طرح مہمان نوازی کی جائے جو ایک انتظام کے تحت ہے اور حتی الوسع ایک طرح کی ہو۔ (ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ حصہ سوم صفحہ 396-395)

جلسہ کے دنوں میں مہمان نوازی کا نظام عام حالات سے مختلف ہو جاتا ہے اور یہی کوشش ہوتی ہے کہ ہزاروں لوگ جو یہاں آئے ہوئے ہیں ان کو ایک ہی طرح سے جس حد تک ممکن ہو سہولتیں مہیا کرنے کی کوشش کی جائے سوائے جو غیر مہمان آتے ہیں یا غیر ملکی مہمان آتے ہیں ان کی بعض مجبوریوں کی وجہ سے مختلف انتظام بھی کرنا پڑتا ہے۔ بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس تکریم اور عزت کے باوجود جو آپؑ مہمانوں کی کرتے تھے عام حالات میں بھی مہمان کے دل میں یہ بات راسخ فرماتے تھے کہ تمہارے یہاں آنے کی اصل غرض دین سیکھنا ہے اور اپنے دل و دماغ کو پاک کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کی منازل کو طے کرنا ہے۔ پس یہی غرض ہے جس کے حصول کے لیے ہر سال آپ لوگ یہاں مہمان بن کر آتے ہیں، جمع ہوتے ہیں اور اسی غرض کو حاصل کرنے کے لیے جلسہ پر آنے والے مہمانوں کو آنا چاہیے۔ ان دنوں میں جلسہ میں بیٹھ کر جلسہ گاہ میں ہونے والے پروگرام اور تقاریر کو غور سے سنیں اور ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔

مہمانوں کے لیے چند عمومی باتیں اَور بھی پیش کرتا ہوں۔ مومن کے لیے اپنے وقت کا صحیح استعمال انتہائی ضروری ہے۔ جب ایسے اجتماعی موقعوں پر سب جمع ہوتے ہیں تو دُور دُور سے آئے ہوئے عزیزوں اور واقف کاروں کی ایک دوسرے سے ملاقاتوں اور مل بیٹھنے کی خواہش بھی ہوتی ہے۔ اب جبکہ صرف ایک ملک کے رہنے والے واقف کار اور عزیز نہیں بلکہ دوسرے ملکوں کے رہنے والے واقف کاروں اور عزیزوں سے بھی ملاقات کے سامان اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے وہ جماعت عطا فرمائی ہے جس نے ملکوں اور قوموں کی سرحدوں کو اور فرقوں کو ختم کر دیا ہے اور ایک عظیم بھائی چارے کی بنیاد پڑ چکی ہے۔ آپؑ نے جلسہ میں شامل ہونے والوں کا ایک مقصد یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں۔

(ماخوذ از شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 394)

ان میں مضبوطی پیدا ہوتی چلی جائے۔ ہم ایک قوم بن جائیں اور اس کے لیے ظاہر ہے مل بیٹھنے کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔ آپس میں ایک دوسرے سے میل ملاقات بھی ہوتی ہے اور یہ ضروری چیز ہے۔ ایک دوسرے سے واقفیت بڑھانے اور تعلق بڑھانے کے لیے ضروری چیز ہے لیکن سارا دن جلسہ کا جو پروگرام ہو رہا ہوتا ہے اس کو بہرحال سننے میں وقت گزارنا چاہیے اور اس کے بعد ہی جو موقع میسر آئے اس میں پھر آپس میں مل بیٹھیں اور باتیں کریں اور تعلقات بڑھائیں۔

یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض دفعہ بعض پرانے واقف کاروں کا یہ مل بیٹھنا اتنا لمبا ہو جاتا ہے جو دیر بعد ملتے ہیں تو یہ اتنی لمبی ملاقاتیں ہو جاتی ہیں کہ خوش گپیوں میں ساری ساری رات ضائع ہو جاتی ہے اور پھر نماز فجر کے وقت تہجد تو خیر علیحدہ رہی فجر کے وقت بھی مشکل سے ان کی آنکھ کھلتی ہے۔

پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض دفعہ انتظامیہ کو بھی اس سے دقّت پیش آتی ہے کہ کھانے کی مارکی میں باتوں میں لگے اور کھانا کھاتے ہوئے لوگ لمبی باتوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اتنا وقت گزارتے ہیں کہ کارکنوں کو پھر یاددہانی کروانی پڑتی ہے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے یا بہت زیادہ وقت ہو گیا ہے۔ بہرحال اسی طرح گھروں میں ٹھہرنے والوں کو بھی ہو سکتا ہے دقتیں پیش آتی ہوں تو اعتدال سے کام لینا چاہیے۔ مہمانوں کو خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ میزبانوں نے بھی اپنے کام سمیٹنے ہیں اور اگلے وقت کی تیاری کرنی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ہوئے مہمانوں کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کا یہی حکم تھا کہ بیٹھ کے باتوں میں وقت ضائع نہ کیا کرو۔ جب کھانا پینا ہو جائے تو اٹھ کے چلے جایا کرو۔ (الاحزاب:54)

پس خاص طور پر کھانے کی مارکی میں جب زیادہ رَش ہو جائے تو بعض دفعہ کھانا شفٹوں میں کھلانا پڑتا ہے۔ اس لیے فوری طور پر کھانا کھا کے اٹھ جانا چاہیے تا کہ دوسرے لوگ بھی آسکیں اور آرام سے کھانا کھا سکیں۔ پس یہ باتیں اگر ہوں گی تو پھر کسی قسم کے شکوے بھی پیدا نہیں ہوں گے اور اس خوشگوار ماحول میں سب کام ہوتے رہیں گے۔

پھر اسی طرح جب بڑی تعداد میں لوگ جمع ہوں تو بعض دفعہ بدمزگیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ کبھی انتظامیہ سے شکوے کی وجہ سے مہمان نے کسی کارکن کو برا بھلا کہہ دیا، کارکن نے بھی آگے سے جواب دے دیا تو پھر بات مزید آگے بڑھتی چلی جاتی ہے اور اس طرح رنجشوں کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ چاہے وہ اِکا دُکا واقعات ہو رہے ہوں لیکن ماحول اس سے کشیدہ ہو جاتا ہے۔ دوسرے لوگ بھی متاثر ہوتے ہیں۔ اگر تو شکوے کرنے والے یا غلط بات کہنے والے یہاں کے رہنے والے ہیں یعنی یوکے میں رہنے والے ہیں تو پھر یہ سلسلہ اَور بھی لمبا ہو جاتا ہے اور پھر دوسرے موقعوں پر بھی اس کا اظہار ہو جاتا ہے اور صرف یہیں نہیں باقی ملکوں میں بھی یہی چیز سامنے دیکھنے میں آئی ہے۔ حقیقی مومن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ غصّہ کو دبانے والے ہوتے ہیں اور زیادتی کرنے والے یا جن پر زیادتی ہو رہی ہو دونوں کو میں یہ کہتا ہوں کہ جلسہ کے ماحول کے تقدّس کو سامنے رکھیں اور مہمان بھی صَرفِ نظر سے اور عفو سے اور درگزر سے کام لیں۔ اگر ان کے خیال میں زیادتی ہو بھی جائے تب بھی صبر اور حوصلے سے کام لیں۔ صبر اور حوصلہ دکھائیں اور کارکن بھی اپنے غصہ کو مہمان کی طرف سے زیادتی ہونے کے باوجود اگر وہ سمجھتے ہیں کہ زیادتی ہو رہی ہے پھر بھی

دبا جائیں اور غصہ پی جائیں۔ اسی طرح کارڈز کی چیکنگ ہے اور سیکیورٹی ہے کیونکہ سیکیورٹی چیک بھی آج کل کے حالات میں بہت ضروری ہے، بڑی احتیاط کرنی پڑتی ہے۔ اس کے مختلف مرحلوں سے گزرنے کی وجہ سے بعض لوگوں کو تکلیف بھی ہو سکتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ دیر بھی لگ جائے اور خاص طور پر عورتوں میں یہ زیادہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ ان کے بچے بھی ہوتے ہیں اور ان کے سامان بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ عورتوں نے بعض دفعہ بے شمار بیگ اٹھائے ہوتے ہیں اور ہر بیگ کو چیک کرنے میں پھر وقت بھی لگ جاتا ہے۔ اس لیے ایک تو عورتوں کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ آج تو اگر کوئی زیادہ سامان لے آئی ہیں تو ٹھیک ہے لیکن باہر سے آنے والے لوگ جو جلسہ گاہ میں نہیں ٹھہرے ہوئے اکثر تو باہر سے ہی آرہے ہوتے ہیں وہ آئندہ دو دنوں میں کم سے کم اپنا سامان لائیں تا کہ چیکنگ میں کم سے کم وقت خرچ ہو۔ جو بچے والیاں ہیں وہ بھی صرف بچوں کی ضرورت کی چیزیں لائیں۔ غیر ضروری چیزیں ساتھ نہ لائیں۔ اس سے بلا وجہ دیر ہوتی ہے۔ وقت ضائع ہوتا ہے۔ انتظامیہ کا بھی وقت ضائع ہوتا ہے اور لوگوں کا بھی وقت ضائع ہوتا ہے۔ لوگوں کو لائن میں کھڑے ہو کر انتظار کرنا پڑتا ہے پھر وہ انتظامیہ کو الزام دیتے ہیں حالانکہ قصور بعض دفعہ جلسہ میں شامل ہونے والوں کا ہوتا ہے کیونکہ لوگوں کی چیزیں اور سامان اتنا زیادہ ہوتا ہے جیسا کہ میں نے کہا کہ چیکنگ میں دیر لگ جاتی ہے۔

پھر ایک مومن کو ایک حکم اور ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ تم لوگ قطع تعلق کرنے والے سے بھی تعلق قائم رکھو۔ جو تمہیں نہیں دیتا اسے بھی دو۔ یہ نہیں ہے کہ ضرورت کے وقت تمہارے کام نہیں آیا تو اس کو ضرورت پڑنے پر بدلہ لیتے ہوئے تم بھی اس کی مدد نہ کرو۔ فرمایا کہ جو تمہیں برا بھلا کہتا ہے اس سے بھی درگذر کرو۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 373 حدیث 15703 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

پس یہاں تو برا بھلا کہنے کا سوال نہیں ہے یہاں تو ایک فرض کی ادائیگی ہے جو کارکنان کے ذمہ لگائی گئی ہے۔ یہاں اگر انجانے میں کسی کارکن سے کوئی غلطی ہو جائے یا چیکنگ کے دوران دیر لگ جائے یا کسی کے کارڈ پر کوئی اعتراض پیدا ہو جائے تو برا ماننے کی بجائے حوصلہ دکھانا چاہیے۔ یہ باتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہیں یہ وسعتِ حوصلہ کی طرف راہنمائی کرتی ہیں۔ اگر وسعتِ حوصلہ پیدا ہو جائے تو تمام بدمزگیاں اور جھگڑے ختم ہو جائیں۔ پس مہمانوں اور ڈیوٹی دینے والوں، دونوں کو کہتا ہوں کہ ان کا فرض ہے کہ وسعتِ حوصلہ دکھائیں۔ چیکنگ کرنے والوں کو بھی خیال رکھنا چاہیے کہ آنے والے مہمانوں کے لیے جس حد تک سہولت مہیا کر سکتے ہیں وہ مہیا کرنے کی کوشش کریں اور اس کے لیے اگر انتظامیہ کو زیادہ کارکن بھی لگانے پڑیں تو لگانے چاہئیں خاص طور پر رش کے وقتوں میں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے مطابق کوشش یہ کرنی چاہیے کہ باہم محبت و اخوت کی مثال بن جائیں۔

(ماخوذ از شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 394)

اور یہی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے بارے میں فرمایا ہے۔ پس چھوٹی چھوٹی باتوں پر الجھنے کی بجائے کوشش یہ کریں کہ ہم نے اپنی زندگی کے مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ جو رکوع اور سجود اور عبادتوں سے حاصل ہوتا ہے اور ذکر الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔ ہر مہمان جو یہاں آیا ہے اپنے سفر کو خالصۃً للہ بنانے کی

کوشش کرے۔ کارکن بھی یاد رکھیں اور مہمان بھی یاد رکھیں کہ بعض غیر از جماعت بھی یہاں آئے ہوتے ہیں، غیر مسلم بھی یہاں آئے ہوتے ہیں۔ ہر شخص مہمان بھی اور میزبان بھی اگر اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کر رہے ہوں گے تو یہ خاموش تبلیغ کر رہے ہوں گے اور اس سے پھر غیروں پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے اور پھر ان کو اسلام کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے اور اسلامی تعلیم کی خوبیوں سے وہ متاثر ہوتے ہیں۔

پھر ایک ضروری چیز یہ ہے کہ یہاں آنے والے **ایک دوسرے کو سلام کرنے کو بھی رواج دیں**۔ اس طرف بھی زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔ بڑی برکت والی اور پاکیزہ دعا ہے جو ہمیں سکھائی گئی ہے۔ جب میزبان اور مہمان ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں تو جہاں وہ ہر ایک قسم کے خوف اور فکر سے آزاد ہوتے ہیں وہاں ایک ایسی دعا جو ایک دوسرے کو فیضیاب کرنے والی ہوتی ہے وہ دے رہے ہوتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو یہ پاکیزہ اور بابرکت دعا سکھائی ہے اس کی طرف ان دنوں میں بہت توجہ دیں تا کہ ہم ہر طرف سلامتی اور پیار اور محبت پھیلانے والے بن جائیں اور یہ ماحول خالصۃً للہ پیار اور محبت اور بھائی چارے کا ماحول بن جائے اور ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہر قسم کی نفسانی اغراض سے اپنے آپ کو پاک کریں اور ان دنوں میں ایک انقلاب اپنی زندگیوں میں پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ ہمارے لیے ہر معاملے میں صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہے۔ مہمانوں کے اعلیٰ اخلاق کا تو یہ حال تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی کی وجہ سے یہ کوشش کرتے تھے کہ قرآن کریم کے ہر حکم پر عمل کرنے کی کوشش کریں اور جیسا کہ قرآن کریم کا یہ حکم ہے کہ اگر کوئی مہمان کسی کے گھر میں جائے اور گھر والا کہے کہ واپس چلے جاؤ۔ اس وقت مَیں فارغ نہیں تو خوشی سے وہ واپس چلا جائے۔ وسعتِ حوصلہ دکھائے۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ میں کوشش کرتا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو بھی پورا کرنے والا بن جاؤں اور چاہتا تھا کہ کسی کے گھر جاؤں اور گھر والا مجھے کہے کہ واپس چلے جاؤ۔ ابھی وقت نہیں ہے میرے پاس اور میں خوشی سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے وہاں سے واپس آ جاؤں اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا بن جاؤں لیکن کہتے ہیں مجھے باوجود کوشش کے کبھی یہ موقع میسر نہیں آیا کہ کسی نے مجھے گھر سے لوٹایا ہو۔

(ماخوذ از تفسیر درمنثور جلد 5 (مترجم) صفحہ 116 مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 2006ء)

پس یہ وہ اعلیٰ اخلاق تھے جو میزبانوں کے بھی تھے، جو گھر والوں کے بھی تھے اور جو کسی کے گھر جانے والے جو مہمان تھے ان کے بھی تھے۔ پس یہ وسعتِ حوصلہ ہونی چاہیے۔ انسان میں جب یہ وسعتِ حوصلہ ہو تو پھر چھوٹی چھوٹی باتیں جو ہیں ان کو انسان ویسے ہی نظر انداز کر دیتا ہے۔ میں نے ایک دوسرے کو سلام کرنے کے بارے میں بات کی۔ اس بارے میں ایک اَور بات یہ بھی یاد رکھیں کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلام کو رواج دینے کے لیے تم چاہے کسی کو جانتے ہو یا نہیں جانتے اس کو سلام کرو۔ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب (افشاء) السلام من الاسلام حدیث 28)

سلام کو رواج دینے کے لیے اس حد تک جاؤ کہ چاہے تم کسی کو جانتے ہو یا نہیں جانتے تم اسے سلام کرو۔ پس جب یہ سلامتی کا رواج پیدا ہو گا تو مہمان جو غیر از جماعت ہیں اور جو نومبائعین ہیں ان کے دلوں پر ایک

اچھا اثر قائم ہو گا اور اس پاک ماحول سے وہ زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے والے اور اسلام کی خوبصورت تعلیم کی تعریف کرنے والے بن جائیں گے۔ اور جو نومبائعین اس پر عمل کرنے والے ہوں گے وہ زیادہ احسن رنگ میں نظام میں جذب ہونے والے بن جائیں گے۔ ان کو شکوہ ہوتا ہے کہ بعض جگہ ہمیں جذب نہیں کیا جاتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔ جب جنگِ مقدس کی تقریب تھی جو کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں مباحثہ ہوا تھا۔ اس دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام جہاں ٹھہرے ہوئے تھے وہاں ایک دفعہ آپؑ کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا۔

کارکنان کہتے ہیں کہ ایک دن مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے منتظمین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیے کھانا رکھنا بھول گئے یا پیش کرنا بھول گئے اور رات کا ایک حصہ گزر گیا آپؑ کو کھانا نہیں دیا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑے انتظار کے بعد جب کھانے کے بارے میں پوچھا تو سب جو انتظام کرنے والے تھے وہ تو بڑے پریشان ہو گئے۔ سب کے ہاتھ پیر پھول گئے کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ کھانا رکھا ہوا نہیں ہے۔ بازار بھی اب بند ہو چکے ہیں۔ بہت دیر ہو گئی ہے وہاں سے لا نہیں سکتے۔ بہرحال جب یہ صورتحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم میں آئی، جب آپؑ کو پتہ لگا تو آپؑ نے فرمایا کہ اس طرح گھبراہٹ اور تکلیف کی ضرورت کیا ہے۔ دستر خوان پہ دیکھو، جہاں کھانا کھایا ہوا ہے وہاں دیکھو! لوگوں کا کچھ بچا کھچا پڑا ہو گا وہی کافی ہے۔ جو پڑا ہے وہی لے آؤ۔ دستر خوان جب دیکھا گیا تو وہاں سوائے روٹیوں کے چند ٹکڑوں کے کچھ بھی نہیں تھا۔ سالن وغیرہ بھی نہیں تھا۔ آپؑ نے فرمایا کہ ہمارے لیے یہی کافی ہے اور آپؑ نے وہی کھا لیا۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ حصہ سوم صفحہ 322)

تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو سب سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق اور آپؐ کی سنت پر عمل کرنے والے تھے یہ ان کا نمونہ تھا۔

پس ہمیں بھی جو آپؑ کی جماعت میں شامل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں صبر اور حوصلہ اور شکر گزاری کے یہ جذبات ہر وقت دکھانے کی ضرورت ہے۔ اگر ان تین دنوں میں کسی کی مہمان نوازی میں کوئی کمی بھی رہ گئی ہو تو اس سے درگزر کریں اور انتظامیہ کو زیادہ مورد الزام نہ ٹھہرائیں۔ کوشش تو انتظامیہ کی یہی ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ بہتری پیدا کی جائے لیکن مہمانوں کی طرف سے بھی کسی قسم کی ناراضگی اور شکوہ نہیں ہونا چاہیے۔ اگر نیک نیت سے اصلاح کی خاطر توجہ دلانی چاہتے ہیں اور جو مشورے دینا چاہتے ہیں تو بعد میں وہ اپنے مشورے بھیج سکتے ہیں تا کہ آئندہ سالوں میں بہتری پیدا ہو اور نئے آنے والوں کے لیے بھی زیادہ سہولتوں کا انتظام ہو۔

اس کے علاوہ میں اس بات کی طرف بھی توجہ دلانی چاہتا ہوں کہ ان دنوں میں مختلف قسم کی **نمائشیں لگی ہوئی ہیں**۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یورپ اور یوکے کے دورے پر اس سال سو سال پورے ہو رہے ہیں۔ اس کے لیے یوکے کی جماعت نے مرکزی آرکائیوز کے ساتھ مل کر ایک نمائش لگائی ہے۔ مختلف تصاویر کی نمائش ہے۔ اس کو ضرور دیکھیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یوکے کی سو سال کی تاریخ ہے۔

اسی طرح ریویو آف ریلیجنز کی نمائش ہے۔ آرکائیوز اور تبلیغ کے شعبہ کی نمائش ہے۔ مخزنِ تصاویر کی نمائش ہے۔ یہ ساری نمائشیں دیکھنے والی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اچھی طرح انہوں نے سیٹ کی ہوں گی۔ جو فارغ اوقات ہیں ان میں اِدھر اُدھر وقت ضائع کرنے کی بجائے ان نمائشوں کو دیکھنے کی کوشش کریں۔ اسی طرح انتظامیہ کو یہ بھی ہدایت دی گئی ہے کہ دنیا میں اب بعض جگہوں پر کووِڈ کے مریض زیادہ نظر آنے لگ گئے ہیں یہاں بھی بعض جگہوں پہ مریضوں میں اضافہ ہوا ہے تو یہاں مختلف جگہوں سے لوگ آئے ہوئے ہیں اور ہو سکتا ہے کوئی کووِڈ کے جراثیم بھی لے کر آیا ہو۔ اس لیے گیٹس پر، داخلی رستوں پہ ہومیو پیتھک دوائی جو حفظ ماتقدّم کے لیے ہے، preventive ہے اس کو دینے کا انتظام کیا گیا ہے۔ کوشش کریں کہ ہر شخص جو گیٹ سے اندر داخل ہو اگر انتظامیہ ان کو وہ دوائی دے تو وہ آرام سے لے لیں بلکہ خود مانگ کے لیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہر قسم کی بیماری سے محفوظ رکھے۔ ہر شر سے بھی محفوظ رکھے۔

اسی طرح سیکیورٹی کا انتظام ہے پہلے بھی میں نے کہا۔ سیکیورٹی کے انتظام میں ہر سال میں کہتا رہتا ہوں کہ سب سے بڑھ کر سیکیورٹی ہماری یہی ہے کہ اپنے دائیں بائیں نظر رکھیں اور کوشش کریں کہ ہر ایک دوسرے کو دیکھ رہا ہے۔ یہ سب سے بڑی سیکیورٹی ہوتی ہے۔ اگر یہ ہو جائے تو پھر کسی مخالف کو، دشمن کو کسی بھی قسم کا شر پھیلانے کا موقع نہیں ملتا۔

اسی طرح غیر ضروری سامان بیگ وغیرہ کہیں پڑا ہوا دیکھیں تو انتظامیہ کو اطلاع دے دیں اور اگر کسی شخص کی کوئی مشکوک حرکات دیکھیں تب بھی انتظامیہ کو بتا دیں۔ بہرحال ان دنوں میں سیکیورٹی کی طرف خاص توجہ دیں لیکن سب سے بڑا ہتھیار ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی پناہ ہے اور اس پناہ کو حاصل کرنے کے لیے دعاؤں اور ذکرِ الٰہی کی طرف ہمیں زور دینا چاہیے۔ اس طرف خاص طور پر ان تین دنوں میں زور دیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو توفیق عطا فرمائے کہ اس پر عمل کرنے والے ہوں اور یہ جلسہ ہر لحاظ سے ہر ایک کے لیے بابرکت ہو۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 16/ اگست 2024ء جلد 31 شمارہ 195 صفحہ 02 تا 05)

31

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 02/ اگست 2024ء بمطابق 02/ ظہور 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ ہفتے جلسہ سالانہ یوکے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے نظارے دکھاتا ہوا اختتام کو پہنچا۔ یہ تین دن بڑے برکتوں والے دن تھے جس نے اپنوں اور غیروں سب پر ایک مثبت اثر چھوڑا۔ بعض غیروں کے تاثرات بیان کروں گا لیکن اس سے پہلے مَیں کارکنان کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے جلسہ سے پہلے بھی، جلسہ کے دوران بھی اور جلسہ کے بعد بھی ان انتظامات کے کرنے اور سمیٹنے میں اپنا کردار ادا کیا اور ابھی بھی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے افراد جماعت، عورتیں، مرد، بچے ان سب کی یہ ایسی خوبی ہے جس کی غیر بھی تعریف کرتے ہیں اور یہ خاموش تبلیغ ہوتی ہے جو یہ کارکنان اپنے فرائض ادا کرتے ہوئے کر رہے ہوتے ہیں۔ جلسہ کے تمام شعبہ جات کے کارکنان کا اس میں اہم حصہ ہے چاہے وہ داخلی راستوں پر ہیں، گیٹ پر ہیں، چیکنگ پر ہیں، پارکنگ میں ہیں، کھانا کھلانے پر ہیں، کھانا پکانے پر ہیں، صفائی پر ہیں۔ بچوں کی ڈیوٹیاں ہیں پانی پلانے کی اس پہ ہیں یا اَور بچے جو مختلف جگہوں پر ڈیوٹی دے رہے ہیں ہر لحاظ سے ہر شعبہ جو جلسہ سالانہ میں **کام کرتا ہے بڑا فعال نظر آتا ہے اور شکریہ کا مستحق ہے۔**

چھوٹی موٹی کمزوریاں ہوتی ہیں بعضوں کو نظر بھی آتی ہوں گی لیکن اتنے بڑے انتظام میں ایسی کمزوریوں کو صَرفِ نظر کیا جانا چاہیے۔ بہرحال یہ جو ساری ڈیوٹیاں ہیں وہ دینے والے جو ہیں وہ علاوہ مہمانوں کی خدمت کے ایک خاموش تبلیغ کر رہے ہوتے ہیں اور بہت سے لوگ اس بارے میں تعریفی کلمات کارکنان کے لیے کہتے ہیں، لکھ کے بھیجتے ہیں، مہمان بھی جو غیر آئے ہوئے ہوتے ہیں اپنے تاثرات میں چھوڑ کے جاتے ہیں۔ اسی طرح ایم ٹی اے کے ذریعہ سے دنیا میں مختلف ممالک میں بیٹھے ہوئے لوگ بھی شکر گزار ہیں کہ ہمیں جلسہ کا پروگرام احسن رنگ میں پہنچایا۔ پس ان سب کارکنان کا مَیں بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس سال برطانیہ کے کارکنان کے ساتھ ماریشس سے بھی پہلی دفعہ بڑی تعداد میں خدام اور کارکنان آئے اور بڑا اچھا کام کیا۔ اسی طرح کینیڈا سے خدام آئے ہیں جو وائنڈ اَپ (wind-up) میں مدد کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزا دے۔

پریس اور میڈیا کی کوریج بھی اس سال بہت اچھی ہوئی ہے۔ اسی طرح ٹریفک کا انتظام بھی بہت اچھا تھا۔ ہمسائے بھی خوش رہے۔ ہر سال ان کی طرف سے شکایات آتی ہیں اس سال شکایات نہیں آئیں بلکہ ان کے خیال میں شاید گذشتہ سال سے حاضری کم تھی جو اتنے آرام سے ٹریفک چلتی رہی حالانکہ حاضری گذشتہ سال

سے دو ہزار زیادہ تھی اور جب ان کو یہ بتایا گیا تو اس بات پہ بڑے حیران تھے۔ ماشاء اللہ بہت اچھا انتظام تھا۔ اس علاقے کے ہمارے ایک کونسلر ہیں، جو احمدی ہیں، مربی بھی ہیں، انہوں نے سب ہمسایوں سے تعلقات اور ٹریفک پلاننگ میں بڑا اچھا کردار ادا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزا دے۔

بہرحال اب میں تاثرات بیان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان تاثرات بیان کرنے والوں کے دلوں کو بھی کھولے اور وہ احمدیت کے پیغام کے حقیقی معنی کو سمجھنے والے ہوں اور ہم اس مقصد کو حاصل کرنے والے ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد تھا۔ صرف یہ تین دن ہی نہیں بلکہ ان چیزوں کو ہم اپنی زندگیوں کا حصہ بھی بنائیں۔

فرنچ گیانا سے اسماعیل بیلن صاحب جو جلسہ میں شامل ہوئے ان کا جماعت سے پرانا تعلق ہے لیکن بیعت نہیں کی ہوئی تھی۔ ان کو جلسہ کے دوران بیعت کی بھی توفیق مل گئی۔ کہتے ہیں کہ مَیں نے اپنی زندگی میں اس طرح کی تقریب جہاں دنیا کی تمام بڑی زبانیں اور نسلیں جمع ہوں کبھی نہیں دیکھی۔ اس جلسہ میں شامل ہو کر خاکسار کا ایمان یقین میں تبدیل ہو گیا ہے کہ یہ سچی جماعت ہے اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت ہے۔ اگر ہم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک نہ کہتے ہوئے مسیح موعودؑ کو امام الزمان نہ مانا تو ہم گمراہ ہو جائیں گے۔ کہتے ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو اس رستہ پر ہدایت دی ہے اور آج اگر مسلمان متحد ہونا چاہتے ہیں تو ان کے لیے یہی ہے کہ جماعت احمدیہ میں شامل ہو کر خلافت کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس بابرکت جماعت میں شامل ہو جائیں۔ پھر کہتے ہیں جلسہ سالانہ کے انتظامات بھی لاثانی تھے۔ ہر کارکن ہمیشہ مسکراتا ہوا نظر آیا اور ان کے چہروں پر کوئی منافقت نہیں تھی۔ ہر کارکن دلی خوشی سے مہمانوں کی خدمت کر رہا تھا۔ میں کسی کو نہیں جانتا تھا مگر ہر کوئی ایسے مل رہا تھا جیسے ہم سالوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ کہتے ہیں جلسہ سے پہلے بھی میں کئی سالوں سے مسلمان تھا، میں مسلمان ہو گیا تھا اور اسلامی احکام پر عمل کرنے کی کوشش کرتا تھا مگر ہمیشہ لگتا تھا کسی چیز کی کمی ہے مگر اس جلسہ میں شامل ہو کر مجھے محسوس ہوا کہ میری وہ کمی پوری ہو گئی ہے۔

جاپان سے آئے ہوئے بدھ مت کے چیف پریسٹ یوشیدا صاحب کہتے ہیں ہم نے جلسہ کے تمام سیشنز میں شرکت کی۔ میری اہلیہ خواتین کی مارکی میں بھی گئی۔ ہم نے نمائشیں بھی دیکھیں اور کچھ دیر کے لیے بازار کی طرف بھی گئے۔ ہر جگہ ایک بات مثالی تھی کہ خدمت کرنے والے رضاکار مستعد اور چوکس نظر آتے۔ پہلے دن سے لے کر آخری دن کے آخری لمحات تک کارکنان کا جوش و جذبہ ویسا ہی قائم و دائم تھا۔ جلسہ میں شامل ہونے والے احمدی احباب بھی نہایت مہمان نواز اور ملنسار تھے۔ دنیا کے سو سے زائد ممالک کے لوگ ایک جگہ اکٹھے ہوں تو کئی چیزیں مختلف نظر آتی ہیں، کئی مسائل آ سکتے ہیں مگر یہاں ہر ایک کے اخلاق اور رویّے ایک جیسے نظر آئے۔

جہاں کسی کو روک دیا گیا وہ وہیں رک گیا اور جہاں نماز کے لیے یا جلسہ کے لیے بلایا گیا وہاں بلا تاخیر پہنچ گئے۔ کہتے ہیں ہمارے لیے جلسہ کا یہ نظارہ ناقابل فراموش ہے۔ انہوں نے مجھ سے بھی ملاقات کی تھی اور مَیں نے ان کو کہا تھا کہ ایک خدا پر ایمان ضروری ہے۔ اس بارے میں سوچیں اور غور کریں اور اسی طرح

انسانیت سے محبت کی تلقین بھی کی۔ کہتے ہیں کہ میں بدھ مت کا پیروکار ہونے کی وجہ سے روایتی طور پر تو ایک خدا کو نہیں مانتا مگر میرا دل یہی کہتا ہے کہ اس کائنات کا کوئی خالق اور مالک ہے اور ہم سب اس کی مخلوق ہیں اور ہم اس خالق و مالک ربّ کا قرب حاصل کر سکتے ہیں۔ بہرحال کچھ نہ کچھ ان میں اللہ تعالیٰ کی طرف قدم بڑھانے کا خیال پیدا ہوا۔

کوسووسے ایک مہمان آئے تھے عزیز نذیری (Aziz Neziri) صاحب۔ کہتے ہیں پہلی بار جلسہ میں شامل ہونے کا موقع ملا۔ بہت خوشی ہوئی۔ ہر چیز منظّم طریقے پر چل رہی تھی۔ خاص طور پر تقاریر بہت فائدہ مند تھیں۔ خلیفہ وقت کی تقریریں سن کے میں اپنے اندر ایک روحانی تبدیلی پیدا ہوتے دیکھتا ہوں اور ان کے ساتھ میں واپس جاؤں گا۔ یہاں نمازیں پڑھنے نے میرے دل میں ایک سکون پیدا کر دیا ہے۔ کہتے ہیں میں ایک بوڑھا شخص ہوں۔ دعا ہے کہ اگلے سال مجھے پھر اس روحانی ماحول میں شامل ہونے کا موقع ملے۔ کہتے ہیں اس ماحول نے میرے اندر اسلام احمدیت کی ایک محبت بھر دی ہے۔ جہاں میں جاؤں گا اس کا ذکر ضرور کروں گا۔ لوگوں کو بھی اس طرف توجہ دلاؤں گا کہ احمدیت کی حقیقی تعلیم کو پڑھیں۔ خلیفہ وقت کے اختتامی خطاب کا جو دلائل سے لبریز تھا اس کا ذکر بھی ضرور کروں گا کیونکہ میں خود اس بات کا شاہد ہوں۔ بیعت کرنے سے قبل برشتینا نام کا جو شہر ہے وہاں جماعت کا مشن ہاؤس تھا اس کے پاس ایک دکان تھی۔ جب کبھی اس دکان میں جاتا تو وہاں دکان کا مالک جو مسلمان تھا اس کو جب پتہ چلتا کہ میں مشن ہاؤس جا کر نماز پڑھتا ہوں تو اس نے مجھے کہا کہ تم اس مسجد میں نہ جایا کرو۔ یہ قادیانی ہیں جنہوں نے ایک نیا نبی بنایا ہوا ہے۔ وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ گالیاں دیتا ہے جو ان کا نبی ہے اور اسلام میں بدعات پیدا کر دی ہیں اور اسلامی تعلیم کو بدل دیا ہے۔ لیکن میں مسلسل نمازوں پر آتا رہا اور سوالوں کے جوابات حاصل کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو احمدیت کے لیے روشن کر دیا لیکن اب اس خطاب کو سننے کے بعد ایک بار پھر مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ کس طرح غیر از جماعت مخالفین لوگوں کو جماعت سے دُور کرتے ہیں۔ میں بہرحال واپس جا کر ان لوگوں کو اس خطاب کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے ہی جواب دوں گا۔

چِلّی سے آنے والے ایک مہمان تھے عمر گیبور (Gaibur) صاحب جو چِلّی کی نیشنل حکومت میں ڈائریکٹر آف ورشپ کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں، کہتے ہیں میرے فرائض میں شامل ہے کہ چِلّی کی حکومت کو ملک میں قائم تمام مذہبی تنظیموں کی رجسٹریشن اور دیگر معاملات میں راہنمائی کروں۔ کہتے ہیں میں نے جماعت احمدیہ کے بارے میں ملک میں قائم مسلم تنظیموں سے رائے دریافت کی تو سب نے منفی تاثرات بیان کیے جن کا خلاصہ یہی تھا کہ یہ مسلمان نہیں ہیں۔ کہتے ہیں جلسہ میں آپ کے خلیفہ سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد میں آپ کی جماعت کے افراد سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں اپنا بھرپور کردار ادا کروں گا اور اپنے زیرِ اثر لوگوں کے سامنے اپنے ذاتی تجربات ظاہر کروں گا کہ احمدی نہ صرف مسلمان ہیں بلکہ بہترین اور مثالی مسلمان ہیں۔ کہتے ہیں میں آپ کی جماعت کو چِلّی میں قائم کرنے کے اعتبار سے بھی اپنی بھرپور کوشش کروں گا۔ موصوف نے بیان کیا کہ مجھے بالخصوص خلیفہ کے پہلے دن کا خطاب بہت اچھا لگا جس میں انہوں نے ڈسپلن اور انتظامی امور

پر بذاتِ خود خطبہ دیا۔ کہتے ہیں کہ میں نے کثرت سے مذہبی جلسوں میں شرکت کی ہے لیکن کبھی میں نے یہ نہیں دیکھا کہ کوئی مذہبی لیڈر خود انتظامی امور کی طرف راہنمائی کرے۔ مجھے یہ خطبہ سن کر بہت حیرت ہوئی اور ساتھ خوشی بھی کیونکہ یہ امر بتاتا ہے کہ آپ کے خلیفہ جماعت کی روحانی اور اخلاقی بہتری کے لیے اور انتظامی بہتری کے لیے کوشش کرتے ہیں۔

ہالینڈ سے ایک خاتون مسز پیٹریشیا (Patricia) کہتی ہیں۔ سب سے پہلے تو میں جلسہ یوکے 2024ء کے دوران آپ کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی اور بہت سارے لوگ، دنیا کے مختلف علاقوں کے لوگ آئے ہوئے تھے اور بھائی چارے کا ایک عجیب اظہار تھا۔ انڈونیشیا سے لے کر امریکہ تک کے ممالک کے لوگ تھے۔ کہتی ہیں میں آپ کے اجتماعات جیسے پیس واک (Peace Walk) وغیرہ ہے، امن کانفرنس وغیرہ ہے ان میں شامل ہوتی ہوں۔ اب یہ جلسہ پر آنا میرا اگلا قدم ہے۔ کہتی ہیں یہاں مَیں نے دیکھا کہ روزانہ کی بنیاد پر ہزاروں شرکاء کو ہینڈل کرنا اور ایک گاؤں کا سیٹ اپ لے کر اس کی تعمیر بشمول تمام لوجسٹکس اور تمام سہولیات کا بہت اچھی طرح انتظام کیا گیا۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتی نظر آئی۔ کوئی لائنیں نہیں تھیں۔ لوگ ساتھ کے ساتھ صفائی بھی کرتے جا رہے تھے۔ جلسہ کو ممکن بنانے کے لیے عملے کی پوری ٹیم اور رضاکاروں کی ٹیم کو مبارکباد۔ نوجوان طلبہ اور ہر ایک کو چھوٹے کاموں میں شامل دیکھنا، بڑے مقصد کے لیے تعاون کرتے دیکھنا ہمیشہ خوش آئند ہے۔ کہتی ہیں مختلف سیشنز میں حصہ لے کر پُرامن توانائی محسوس ہوئی خاص طور پر عالمی بیعت کی نشست زندگی بھر یاد رکھوں گی۔ کہتی ہیں اگر دنیا میں ہر شخص انسانیت کے لیے زیادہ شعور، بیداری اور ہمدردی پیدا کرے جیسے جماعت کر رہی ہے تو یقینی طور پر عالمی مسائل حل کیے جاسکتے ہیں۔

ارجنٹائن سے آنے والے ایک مہمان ٹامس رینل (Tomas Randle) صاحب جنہوں نے ارجنٹائن کی نیشنل سیکرٹری آف ورشپ کی نمائندگی کی بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ کی جماعت کے جلسہ کو رشک کی نگاہ سے دیکھا۔ کس عمدگی سے اور نظم وضبط سے آپ لوگوں نے اس قدر بڑے مجمع کا انتظام کیا! کہنے لگے کہ ہمارے ملک میں ناممکن ہے بلکہ پولیس کی موجودگی میں بھی اس عمدگی سے اتنے بڑے مجمع کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور جو خلیفہ کا عورتوں سے خطاب تھا وہ اس پہلو سے بھی مجھے اچھا لگا کہ آپ لوگ معاشرے کے دباؤ اور مغربی دنیا کے اثر کے باوجود پختگی سے اپنے اصول پر قائم ہیں۔ کہتے ہیں گو کہ بحیثیت عیسائی میں تمام بیان فرمودہ نکات سے متفق تو نہیں لیکن بالخصوص جو فیملی لائف سے متعلقہ امور بیان کیے گئے وہ میرے لیے بحیثیت غیر مسلم بھی نہایت مفید تھے۔

تائیوان سے آئی ہوئی مہمان ڈاکٹر کرسٹی چانگ صاحبہ کہتی ہیں کہ ہمیں ایئرپورٹ سے بڑا ریسیو کیا گیا۔ بہت مہمان نوازی کا سلوک کیا گیا اور پھر ہمیں جلسہ میں شامل ہونے کا موقع ملا جہاں ہم نے دیکھا کہ ہزاروں رضاکار کام سرانجام دے رہے ہیں۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ کہتی ہیں مَیں نے دنیا کے بہت سے ممالک میں بہت بڑی بڑی کانفرنسز میں شرکت کی ہے لیکن اتنی بڑی کانفرنس کبھی نہیں دیکھی جس کا انتظام رضاکار انجام دے رہے ہوں۔ لجنہ سے خطاب میں بھی خلیفہ وقت نے احمدی بچیوں کی زندگی گزارنے کے نہایت

خوبصورت انداز سکھائے۔ اس خطاب کے دوران مَیں بچیوں کے expressions نوٹ کرتی رہی۔ جس توجہ سے بچیاں ان نصائح کو سن رہی تھیں اس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ احمدی بچیاں اور نوجوان نسل اپنے خلیفہ سے محبت کرتی ہے۔ میں پہلی دفعہ امام جماعت سے مل رہی تھی میرا تاثر تھا کہ ہماری ملاقات بڑی فارمل انداز میں ہو گی، کئی قسم کے تکلفات اور ہدایات کا سامنا ہو گا مگر بڑے غیر فارمل انداز میں ہماری ساری باتیں ہوئیں، حال احوال پوچھا، تائیوان کے بارے میں بھی دریافت کیا۔ کہتی ہیں ہمارے بہت سارے سوال تھے لیکن ہم امام جماعت کے سوالوں کے جوابات دینے میں اتنے مگن ہوئے کہ ہمیں کچھ پوچھنے کا موقع نہیں ملا۔ بہر حال جلسہ نے ان پر نیک اثر قائم کیا۔

تائیوان سے آئے ہوئے ایک اَور مہمان ڈاکٹر فرینک صاحب کہتے ہیں: بہت لمبا سفر کر کے اس کانفرنس میں شامل ہوئے۔ تائیوان سے سفر پر نکلے، بیجنگ پہنچے تھے کہ تائیوان میں طوفان کی وجہ سے فلائٹ کینسل ہو گئی مگر ہم پھر بھی سفر کرنے میں کامیاب ہوئے، بخیریت پہنچ گئے اور مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ ہمارا یہ سفر معجزانہ ہے۔ کہتے ہیں جلسہ میں شامل ہو کر ہمیں لگا کہ یہ خدا کی تقدیر تھی جس کی بدولت ہم جلسہ میں شامل ہو سکے۔ جلسہ کے افتتاحی خطاب میں امام جماعت احمدیہ نے جب یہ کہا کہ یہ کوئی دنیوی جلسہ نہیں بلکہ ایک روحانی اجتماع ہے تو دوبارہ میرا یہ یقین پختہ ہو گیا کہ بظاہر مشکل حالات کے باوجود جس طرح خدا نے ہمیں جلسہ میں شرکت کا موقع دیا یہ سب خدا کی عطا اور معجزے کا نتیجہ ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم میاں بیوی تائیوان سے جلسہ میں شامل ہونے والے اوّلین لوگوں میں سے ہیں۔ ہم اس عہد کے ساتھ اس جلسہ سے واپس جا رہے ہیں کہ اپنے اہل وطن کو بتائیں کہ جماعت احمدیہ بہت پُرامن اور بہت منظّم اور بااخلاق جماعت ہے اور ہم آئندہ سالوں میں مزید مہمانوں کو جلسہ سالانہ میں شامل ہونے کی تحریک کریں گے۔

کینیڈا سے ایک ایرانی نژاد مہمان یہ مجھے یاسین احمدی صاحب لگتے ہیں۔ انہوں نے فلسفہ میں پی ایچ ڈی کی ہوئی ہے۔ صحافی بھی ہیں۔ موصوف کہتے ہیں میں نے احمدیہ جلسہ سالانہ کو دین کی شکل میں حکمت اور عقل کا ایک پُرشکوہ مظاہرہ پایا۔ جلسہ سالانہ کی روح مسلمانوں کے درمیان برابری کے نشانات سے بھرپور تھی۔ جب مَیں نے اس جلسہ میں شرکت کی تو پہلے ہی لمحے سے مَیں نے محسوس کیا کہ مسلمان خشک اور بے لچک دینی تشریحات سے ہٹ کر زمین پر رہنے والے انسانوں کے ساتھ ہمدردی کے کھلے افق کی جانب لوٹ رہے ہیں۔ جماعت کو دیکھ کے مجھے اندازہ ہوا کہ احمدیوں کی شان و وقار اور صبر و تحمل اور اسلامی تعلیمات کی معتدل تشریح صدیوں کی مذہبی خونریزی اور تشدّد کے بعد الٰہی ہدایات کے سائے میں ایک پرسکون اور پرامن زندگی کی نوید تھی۔ احمدیہ تعلیمات کا جدید تہذیب کے ساتھ ہم آہنگ ہونا ان خوبصورت پہلوؤں میں سے ایک تھا جو واضح طور پر نمایاں کیا گیا تھا۔ میں امید کرتا ہوں کہ احمدیہ جماعت کے خیالات زیادہ سے زیادہ شان و شوکت اور تیزی سے مسلمانوں اور زمین پر رہنے والے دیگر لوگوں میں پھیلیں گے تا کہ ہر ایک نجات، خوشحالی اور کامیاب زندگی کا تجربہ حاصل کر سکے۔

بیلیز سے آئے ہوئے مہمان رونلڈ ہائیڈ (Ronald Hyde) صاحب کہتے ہیں۔ وہ بیعت کی تقریب کے دوران اپنے جذبات کو بیان نہیں کر سکتے۔ انہیں اللہ کی موجودگی محسوس ہو رہی تھی۔ کہتے ہیں بہت سے مرد

بغیر کسی دنیاوی فکر کے زور زور سے روتے اور اللہ کی مغفرت کی دعا مانگتے۔ بیعت کا یہ تجربہ ان کی زندگی پر گہرے اثرات چھوڑ گیا ہے۔ اتنے بڑے اجتماع کو اور لوگوں کی اتنی بڑی تعداد کو بغیر کوئی شراب اور موسیقی کے دیکھنا واقعی حیرت انگیز تھا اور یہ دیکھنا کہ ہر کوئی صرف روحانیت میں اضافہ کرنا چاہتا ہے واقعی قابل تعریف تھا۔ یہ واقعی ایک زندگی بدلنے والا تجربہ تھا۔ صرف ڈیوٹی والے ہی نہیں بلکہ جو شاملین ہیں ان کو دیکھ کر بھی ان لوگوں میں خاموش تبلیغ ہوتی ہے۔

مبلغ سلسلہ بولیویا کہتے ہیں کہ کارلوس ہیگو (Carlos Hugo) صاحب تیسری دفعہ جلسہ پہ آئے ہیں اور کچھ عرصہ سے اسلام کی تعلیم کا مطالعہ کر رہے تھے۔ ایک ماہ قبل انہوں نے بیعت بھی کر لی تھی اور جلسہ سالانہ میں ان کو عالمی بیعت کی تقریب میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ کہتے ہیں کہ جلسہ سالانہ یوکے میری زندگی کا سب سے اہم ترین روحانی تجربہ تھا۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ میرا دل اور میری روح عالمی بیعت کی تقریب میں شامل ہونے کے بعد روحانیت سے بھر گئے ہیں اور میں ایک حقیقی احمدی بن گیا ہوں۔ بطور ایک نومبائع کہتے ہیں مجھے خلیفہ وقت نے یہ نصیحت کی کہ نماز توجہ سے پڑھو اور خدا کے ساتھ پختہ تعلق پیدا کرو اور جماعت بولیویا میں احمدیوں کو قرآن مجید پڑھنے کی طرف توجہ دلاؤ۔ کہتے ہیں اس پر میں خود بھی عمل کروں گا اور بتاؤں گا بھی۔

یوراگوئے سے آئی ہوئی ایک غیر از جماعت مہمان ماریہ سولس فرینکو (Maria Sol Caballero Franco) صاحبہ کہتی ہیں۔ جلسہ سالانہ میری توقّعات سے بہت بہتر ثابت ہوا۔ سب سے پہلے مہمانوں کی رہائش مثالی تھی۔ تقریریں مسحور کن تھیں۔ پہلا سیشن میرا پسندیدہ تھا۔ 'محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں' کے پیغام کو بڑھانا اور پھیلانا بہت اہم ہے۔ میں نے مجموعی ماحول میں برادری کا خوشگوار احساس پایا۔ انتظامیہ نے بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ ایک بڑا ایونٹ ہونے کے باوجود اس میں کبھی بھیڑ نہیں دیکھی اور نہ یہ قابو سے باہر محسوس ہوا۔ کاروں کے لیے اچھی طرح منصوبہ بند راستے اور واضح اشارے، شاندار لاجسٹکس تھیں جس نے بلاشبہ بہت سے شرکاء کو متاثر کیا۔ جلسہ میں شرکت نے میری روحانیت پر مثبت اثر ڈالا۔ سب سے یادگار لمحات میں سے ایک اتوار کو احمدی عہد کو دہرانا تھا، یعنی بیعت، جہاں سب نے مل کر دعا کی اور آنسو بہائے۔ ایسا مضبوط ایمان کا جذبہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اگر مجھے تجویز کرنا ہو تو یہ ہو گا کہ مہمانوں کے لیے تقریبات کے درمیان مزید سرگرمیاں ہونی چاہئیں۔ مزید یہ کہ خواتین مہمانوں کو حجاب پہننے کا پابند نہیں کرنا چاہیے۔ یہ پابند تو نہیں کیا جاتا یا تو ان کو غلط فہمی ہوئی ہے یا کسی کارکن نے یونہی کہہ دیا ہو گا۔ عموماً تو میرا خیال ہے ہم یہ نہیں کہتے۔ لیکن لباس بہرحال ہم کہتے ہیں کہ حیادار ہونا چاہیے۔ بہرحال کہتی ہیں کہ حجاب دستیاب ضرور ہوں جو چاہے وہ پہن لے۔

کوسٹاریکا سے آئی ہوئی ایک مہمان لورینا ویلا (Lorena Villa Lobos) کہتی ہیں کہ کوسٹاریکا میں ان کا مسلم مذہبی تنظیموں سے واسطہ رہتا ہے مگر ان میں عورت کا کسی قسم کا کوئی کردار نظر نہیں آتا بلکہ صرف مرد ہی مذہب کی نمائندگی کرتے ہیں جو خاص مذہبی عہدوں پر فائز ہوتے ہیں مگر جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ میں شرکت کر کے مجھے حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی کہ جماعت احمدیہ میں عورت کو مرد کے برابر مقام دیا

جاتا ہے۔ دوسرے دن جب وہ عورتوں کے جلسہ گاہ میں گئیں تو عورتوں کا ڈسپلن اور صفائی کا معیار بہت بہتر نظر آیا۔ کہتی ہیں مجھے بتایا گیا کہ جماعت احمدیہ دنیا میں قیام امن، سلامتی اور انٹر فیتھ ڈائیلاگ کے لیے کام کر رہی ہے تو مجھے شروع میں یہی محسوس ہوا کہ یہ سب کچھ صرف بیانات تک محدود ہے لیکن جلسہ میں شرکت کر کے اپنے تجربے سے دیکھا اور تصدیق کی کہ جماعت جو غیروں کو بیان دیتی ہے خود اس پر عمل بھی کرتی ہے۔ جماعت کے عقائد اور عمل ایک ہی ہیں۔

برونڈی سے آئے ہوئے ایک مہمان هَاتُونِگِيمَانَا پَونتِيے(Hatungimana Pontien) صاحب ہیں جو سیکرٹری وزارت قومی یکجہتی و سماجی امور اور انسانی حقوق برونڈی ہیں۔ اپنے خیال کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ میرا بڑا پرتپاک استقبال ایئرپورٹ سے لے کے رہائش گاہ تک کیا گیا۔ نوجوان رضاکاروں نے مجھے خوش آمدید کہا۔ میری مسلسل شاندار مہمان نوازی کی گئی۔ تین دنوں میں جماعت احمدیہ کی طرف سے بے لوث محبت کے ساتھ حفاظت اور بلا تفریق مذہب و ملت رنگ و نسل جو مہمان نوازی کی گئی میں اسے ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ کہتے ہیں باوجود اس کے کہ میرا عقیدہ قدرے مختلف ہے لیکن ہم سب ایک اللہ کی مخلوق ہیں جو ہم سب سے محبت کرتا ہے اور ہمارا ایک خون ہے۔ جلسہ کی تقاریر اسلامی تعلیمات سے مالا مال ہیں اور احمدیہ کمیونٹی کے عقائد کے بارے میں بعض لوگوں کی غلط تشریحات پر روشنی ڈالتی ہیں یا ان کے جوابات فراہم کرتی ہیں۔

دنیا بھر میں کامیابیوں کے بارے میں آپ کی رپورٹ نے دکھایا ہے کہ آپ مخصوص ضروریات والے لوگوں کو خدمت کے منصوبے فراہم کر کے ان کی مدد کرنے میں اپنا حصہ ڈالتے ہیں اور میں اپنے ملک برونڈی میں ان خدمات کا گواہ ہوں۔ کہتے ہیں اتنی بڑی کانفرنس کسی انسان کا کام نہیں ہے، یہ صرف اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہے۔ یہ ایک وسیع و بلیغ نشانی ہے جو اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ آپ جو کچھ بھی کرتے ہیں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اس میں ہوتا ہے اور پھر یہ دعا دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کرتا رہے۔

آئس لینڈ سے آئے ہوئے ایک غیر احمدی مہمان سلیمان باہ صاحب جو پیدائشی طور پر تو گیمبین ہیں کہتے ہیں جلسہ میں شامل ہو کر جماعت کے متعلق علم میں اضافہ ہوا۔ مختلف نمائشوں کی زیارت کرنے کے بعد میں نے دیکھا کہ جماعت دنیا بھر میں کیا کر رہی ہے۔ جماعت کے علم کے حصول اور علم کو پھیلانے کی کاوشوں نے میرے پر بہت گہرا اثر چھوڑا ہے۔ اس بات نے بھی مجھ پر گہرا اثر چھوڑا کہ تینتالیس ہزار افراد کی شمولیت کے باوجود پردے کا لحاظ رکھا گیا اور مرد اور عورتیں اپنی اپنی جگہ پر کام کر رہے تھے۔

کہتے ہیں میں کئی اسلامی جلسات اور پروگراموں میں شامل ہو چکا ہوں گو کہ وہاں صرف چند ہزار کی تعداد تھی۔ مردوں اور عورتوں کا میل ملاپ ہو رہا تھا لیکن جلسہ میں اتنی بڑی تعداد کے باوجود پردے کا خیال رکھا جا رہا تھا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے، یہ بھی ایک خاموش تبلیغ ہے جو ان لوگوں کو ہمارے عمل سے ہوتی ہے، اور اس کے لیے جماعت کو داد دینی چاہیے۔ جلسہ کا انتظام اور نظام بہت اعلیٰ تھا۔ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ احترام سے پیش آتے تھے۔ کارکنان خوشی سے کام کر رہے تھے اور ایک smooth نظام چل رہا تھا اور یہ سب کچھ چند دنوں کی تیاری کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک لمبا عرصہ کی تیاری جاری تھی۔ کہتے ہیں جامعہ میں جہاں

میری رہائش تھی وہاں میٹرسیں بچھا دی گئی تھیں وہاں ہم سارے سو رہے تھے اور کوئی تفریق نہیں تھی۔ مہمانوں کے ساتھ ہر ایک سے ایک طرح سے سلوک کیا جا رہا تھا۔ پھر ایک تجویز وہ دیتے ہیں کہ شاید بہتر انتظام ہو سکے کہ جلسہ گاہ میں گو اے سی کا انتظام تھا لیکن گرمی کی شدت پھر بھی محسوس ہو رہی تھی اور وینٹی لیشن، ایئر وینٹی لیشن کی کمی محسوس ہو رہی تھی جس کی وجہ سے کہتے ہیں نیند آ جاتی تھی اور میں سمجھا تھا کہ صرف مجھے نیند آ رہی ہے لیکن باقی لوگ بھی میں دائیں بائیں دیکھ رہا تھا تو وہ بھی بعض دفعہ اونگھ جاتے تھے۔ اس لیے تازہ رکھنے کے لیے ہوا کا نظام ہونا چاہیے۔

ارجنٹائن کے مبلغ لکھتے ہیں کہ مارینہ پلازا (Mariana Plaza) صاحبہ ارجنٹائن کی یوکے میں سفیر ہیں۔ جلسہ میں انہوں نے پہلی مرتبہ شرکت کی۔ موصوفہ جلسہ کے ماحول اور تقریب سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ انہوں نے جلسہ کے بعد ارجنٹائن سفارت خانے میں ایک باقاعدہ ریسپشن کا انتظام کیا جس میں موصوفہ نے لیٹن (Latin) امریکہ سے جلسہ میں شامل ہونے والے غیر از جماعت مہمانوں کو دعوت دی۔ اس ریسپشن کے دوران ارجنٹائن سفیر نے بیان کیا کہ وہ بالخصوص ان حکومتی غیر از جماعت مہمانوں کا شکریہ ادا کرتی ہیں جنہوں نے جماعت احمدیہ کے جلسہ میں شرکت کی اور اس طرح جماعت کے پیغام کو پروموٹ کرنے میں اپنا کردار ادا کیا۔ موصوفہ نے کہا کہ بالعموم مذہبی تنظیمیں ڈپلومیٹس یا سیاستدانوں کو خصوصی external تقریبات کے لیے صرف مدعو کرتی ہیں اور تقریب کے مخصوص حصہ میں دعوت دے کر پھر الوداع کر دیتے ہیں لیکن اس کے برعکس یہ بہت غیر معمولی اور قابلِ تعریف امر ہے کہ آپ کی جماعت نے ہم سب غیر از جماعت مہمانوں سے کوئی پردہ نہیں رکھا۔ اس کا یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ کا کوئی خفیہ ایجنڈا نہیں ہے بلکہ آپ کی تمام تعلیمات عیاں ہیں اور جو تعلیمات آپ غیروں کو پیش کرتے ہیں وہ آپ کے اپنے اندر اندرونی عقائد اور ایجنڈے سے عین مطابقت رکھتی ہیں۔

برازیل سے ایک اخبار کی ایڈیٹر جیکولینی (Jaqueline) صاحبہ شامل ہوئیں، خاتون ہیں۔ کہتی ہیں کہ میں اس عظیم الشان جلسہ سے ہر لحاظ سے بہت متاثر ہوئی۔ خاص طور پر اس کے سٹرکچر اور مختلف ممالک سے بڑی تعداد میں جو لوگ شامل ہوئے ان کا آپس میں بڑی محبت اور پیار کے ساتھ رہنا، تمام انتظامات سے جنہوں نے اس بات کو یقینی بنایا کہ جلسہ ہر لحاظ سے کامیاب رہے۔ امن اتحاد اور محبت کی فضا سے مجھے بہت خوشی ہوئی اور امام جماعت کی پر حکمت باتوں نے میرے دل کو چھوا اور میرے ذہن کو صرف اچھی باتوں کے لیے کھولا۔ خلیفہ وقت کی باتوں میں صرف ظاہری الفاظ ہی نہیں تھے بلکہ دل سے نکلی ہوئی مخلصانہ باتیں لگ رہی تھیں۔ اس جلسہ کے دوران محبت اور عزت کو ہر لمحے محسوس کیا۔ رضاکاروں نے جس طرح دلجمعی سے کام کیا وہ یقیناً دل پر اثر کرنے والا اور قابل تعریف ہے۔

برازیل سے ہی ایک اخبار کے جرنلسٹ کہتے ہیں۔ ایک غیر معمولی جلسہ تھا۔ میرے دل میں جماعت احمدیہ کے لیے جو عزت اور خیر خواہی کا جذبہ تھا جلسہ کے بعد اس میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ رضاکاروں کی بے لوث خدمت نے میری توجہ کھینچ لی کہ کیسے وہ اپنے وقت، اپنی گاڑیوں اور اپنی خدمات کو مہمانوں کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔ یہ بہت پیاری بات ہے۔

اٹلی کی یونیورسٹی آف فلورنس کے انٹرفیتھ ڈائیلاگ کے پروفیسر روبرٹو کاتالونو (Roberto Cat-alano) ہیں۔ وہ جلسہ میں شامل ہوئے۔ کہتے ہیں مَیں اس تقریب سے حیران رہ گیا۔ یہ جلسہ دنیا بھر کی قوموں سے کئی ہزار نمائندوں کو اکٹھا کرتا ہے۔ جماعت احمدیہ کے قابلِ ذکر اتحاد کو ظاہر کرتا ہے۔ جلسہ میں ایک روحانی ماحول محسوس کیا جاسکتا ہے اور امام جماعت بھی جب کچھ بولتے ہیں تو سامعین کی مکمل خاموشی اور توجہ حیران کن ہوتی تھی۔ ایک گہرا روحانی ماحول قائم ہو جاتا تھا۔ رضاکاروں کی لگن بھی اتنی متاثر کن تھی کہ ہزاروں رضاکار جن میں بچے بھی شامل ہیں بہت محنت سے کام کرتے ہیں۔ کہتے ہیں جلسہ میں خاص طور پر ایک یادگار لمحہ عالمی بیعت کا تھا جس میں خلیفہ وقت کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ یہ مقدس اور شاندار تقریب چالیس ہزار لوگوں کو ایک ساتھ جوڑتی ہے جو ان کے اجتماعی ایمان اور وابستگی کی ایک طاقتور دلیل ہے۔ کہتے ہیں خاص طور پر پاکستان میں جماعت پر مظالم اور درپیش مشکلات کے حوالے سے میری معلومات میں اضافہ ہوا۔ ان مشکلات اور مصائب کے باوجود نفرت نہ کرنے کے رویّے نے مجھے متاثر کیا ہے جو آپ کے ایمان کی ایک حقیقی گواہی پیش کرتا ہے۔

روڈرگز آئی لینڈ سے وہاں کی ویمن افیئرز اور فیملی ویلفیئر کی کمشنر آگاتھے مَیری صاحبہ بھی آئی تھیں۔ کہتی ہیں پہلی بار اتنی بڑی تقریب میں شرکت کی جہاں سو سے زیادہ ممالک کے لوگ موجود تھے اور مختلف قومیتوں سے تعلق رکھنے والے لوگ شامل تھے۔ تقریباً چوالیس ہزار شرکاء کے ساتھ یہ جلسہ میرے لیے روڈرگز جزیرے کی پوری آبادی کے جمع ہونے کے مترادف تھا۔ جس چیز نے میرے دل کو پگھلا دیا وہ یہ تھی کہ جلسہ سالانہ میں شامل لوگ کتنے نظم و ضبط کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ہر کوئی مسکرا رہا تھا، ہر ایک کو سلام کر رہا تھا۔ یہ قابل تعریف ہے۔ اور امام جماعت کا لجنہ سے خطاب بھی بہت معنی خیز تھا جس سے مجھے پتہ چلا کہ جماعت احمدیہ مسلمہ میں خواتین کا کردار کتنا اہم ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ خطاب میری پالیسی میں بھی مثبت تبدیلیاں لائے گا۔ میں نے اس جلسہ میں بہت کچھ سیکھا جو یقینی طور پر میری اور میرے اردگرد کے لوگوں کی زندگیوں میں مثبت تبدیلیاں لائے گا۔ میں نے ماضی میں کئی مذہبی پروگراموں میں شمولیت کی ہے لیکن میں ہمیشہ دل کی گہرائیوں سے جانتی تھی کہ میری زندگی میں کچھ روحانی پہلوؤں کی کمی ہے لیکن جلسہ وہ تقریب تھی جس کی وجہ سے میری زندگی میں جو بھی کمی تھی وہ بھی پوری ہو گئی۔ روحانی پہلوؤں میں کمی کا یہ اظہار بھی بہت سارے لوگوں نے کیا ہے اور ہمیں یہاں بہتر حالات ملے۔

ٹیمو اینڈرسن ہوئس (Temu Anderson Hoyce) صاحبہ ہیں۔ تنزانیہ کی طرف سے اقوام متحدہ جنیوا میں بطور سفیر متعین ہیں، کہتی ہیں کہ میں نے یہاں پر آکر محبت اور مسکراہٹوں کو پایا اور ان دنوں کہیں بھی نفرت دیکھنے کو نہیں ملی۔ مستورات کے اجلاس کی کارروائی بہت معلوماتی اور متاثر کن تھی۔ میں نے جلسہ پر جو نمائشیں دیکھیں وہ بھی بہت خوبصورت تھیں جن میں جماعت کے بانی اور بزرگان کا نہایت عمدہ تعارف کروایا گیا۔ اس مضبوط جماعت کے بانی اور ہیروز کی تاریخ کو خوبصورتی سے پیش کیا گیا۔ جماعت احمدیہ نے بہت سے لوگوں کی زندگیوں کو نمایاں طور پر بدل دیا ہے جن میں میرا پیارا ملک تنزانیہ بھی شامل ہے۔ اس جلسہ نے انسانی ہمدردی اور محبت کے ساتھ زندگی جینے اور بغیر کسی نفرت کے اس کی قدر کرنے کا موقع دیا۔

سیرالیون کے ایک مہمان جسٹس آئیون سیسے (Ivan Sesay) کہتے ہیں۔ جلسہ سالانہ کے تین دن امن، روحانی ترقی اور عالمی یکجہتی کے دن تھے۔ جلسہ کا انتظام بہت اعلیٰ تھا۔ رنگ و نسل کا کوئی امتیاز نہیں تھا۔ تمام لوگ ایک دوسرے کے شانہ بشانہ کام کر رہے تھے۔ ہر کوئی اپنی مجوزہ ڈیوٹی بخوبی انجام دے رہا تھا چاہے وہ بچے ہوں یا کوئی اَور۔ میں یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ مقررین بشمول بڑے عمائدین علماء نے گہری بصیرت اور متاثر کن پیغامات دیے جو ہر کسی کے دل میں گھر کر گئے۔ مجھے خاص طور پر امن اتحاد اور افہام و تفہیم پر زور دینے کی تعلیم نے بہت متاثر کیا ہے۔ بے شمار سرگرمیاں اور نمائشیں بھی تھیں جنہوں نے جلسہ کو پر رونق بنا دیا۔ تعلیمی نمائشیں اچھی طرح پیش کی گئیں جو تاریخی اور ثقافتی بصیرت پیش کرتی تھیں۔ پھر کہتے ہیں کہ مجھے مختلف پس منظر سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے ملنے اور بات چیت کرنے کے بے شمار مواقع ملے جس سے اتحاد اور بھائی چارے کے جذبات کو فروغ ملا۔ پھر کہتے ہیں میرے لیے ایک اہم لمحہ وہ کلیدی تقریر تھی جس میں امام جماعت نے انسانیت کی ہمدردی اور خدمت کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ سوشل میڈیا یا الیکٹرانک نیٹ ورکس کے درمیان اپنے بچوں کے لیے والدین کے کردار اور نگرانی نہ کرنے کی صورت میں بچوں پر پڑنے والے منفی اثرات پر ان کا زور ہمارے والدین کے لیے بھی مشعل راہ اور متاثر کن تھا۔ کہتے ہیں جلسہ سالانہ کے انتظامات تقاریر اور افراد جماعت کی خدمت میری توقعات سے کہیں بڑھ کر تھیں۔

قازقستان سے ایک مہمان گل سائیراں مینگالی صاحبہ ہیں، کہتی ہیں: میں پہلی مرتبہ اتنے عظیم مذہبی جلسہ میں شامل ہوئی ہوں۔ بطور سابقہ سیاستدان مجھے تجربہ ہے کہ اتنے وسیع انتظام کے لیے کتنے اخراجات ہوتے ہیں اور اس اعلیٰ سطح کے انتظام کے لیے کتنی پلاننگ اور کتنے لوگوں کی انتھک محنت لگی ہو گی اور میں اس بات سے بہت متاثر ہوں کہ تمام کارکنان ہر شعبہ میں بہت جذبے اور خوشی سے کام کر رہے تھے۔ ہر کارکن انتھک محنت کرنے کے باوجود مہمانوں سے محبت، عزت اور پیار سے پیش آ رہا تھا۔ کہتی ہیں لیکن جس چیز نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ خلیفہ وقت کے خطابات تھے۔ ان خطابات میں بظاہر عام روزمرہ کی زندگی میں کام آنے والی اخلاقیات کی باتیں تھیں مگر ان کے پیچھے ایک بہت وسیع اور گہرا مضمون تھا۔ جو بات مجھے سب سے زیادہ پسند آئی وہ یہ تھی کہ انہوں نے بچوں کی تربیت پر سوشل میڈیا کا بد اثر بہت واضح اور صریح طور پر بیان فرمایا۔ اس بات سے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے اور اب میں اس کو اپنی زندگی میں لاگو کرنے کی کوشش کروں گی کہ جب میں اپنے پوتے پوتیوں سے بات کروں گی تو ان کو سمجھاؤں گی کہ ہمیں اپنی زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش میں اپنی اخلاقیات کو کبھی نہیں بھولنا چاہیے۔ یہاں سے اتنی متاثر تھیں کہ کہتی ہیں اس دفعہ تو میں بطور مہمان آئی تھی مگر مجھے پورا یقین ہے کہ میں عنقریب اس جماعت میں شامل ہو جاؤں گی کیونکہ میں نے اس جلسہ میں جو باتیں سنی ہیں وہ مجھے پسند آئی ہیں۔

ملک بلیز سے آنے والے مہمان کَاشْ سَانْکُوفَا صاحب کہتے ہیں۔ کوئی کیسے انکار کر سکتا ہے کہ احمدیت حقیقی اسلام نہیں ہے۔ میرے تمام شکوک و شبہات اور سوالات کے جواب مل گئے ہیں۔ جب میں انہیں دیکھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت کی جاتی ہے۔ احمدیت ایک بہت بڑا مضبوط درخت ہے جس کی بہت سی پھلدار شاخیں ہیں۔

سپین کی ایک مہمان آمالیہ (Amalia) یہ یونیورسٹی آف قرطبہ کی ہیں۔ لکھتی ہیں کہ بطور پروفیسر سائیکالوجی میں نے آپ کے تجربات کو جاننے میں بہت دلچسپی رکھی۔ میں نے موقع کا فائدہ اٹھایا اور ان لمحوں کو مشاہدہ کیا اور اپنے دماغ میں محفوظ کر لیا جو میری یادوں کا حصہ بنیں گے اور جنہیں میں بہت محبت کے ساتھ یاد رکھوں گی۔ مجھے اس جلسہ کے تنوّع اور اس کی وسعت اور ہر کونے میں جو امن اور ہم آہنگی محسوس ہوتی ہے اس نے بہت زیادہ متاثر کیا ہے۔

کوسووکی ایک یونیورسٹی کے فزکس کے پروفیسر ہیں آربیئر زِیکراج (ArberZeqiraj)۔ کہتے ہیں میں پہلی دفعہ برطانیہ کے جلسہ میں شامل ہوا اور خلیفہ وقت کے خطبات جمعہ سننے کے بعد یہ بات دیکھنے میں آئی کہ سارا ماحول ایک دم سے بہتر ہو گیا ہے۔ کارکنان اور مہمانوں کے درمیان ظاہری طور پر محبت اور الفت کے جذبات ایک دوسرے کے لیے نظر آرہے تھے۔ مسکراتے چہرے اور السلام علیکم کی آوازیں ہر طرف سنائی دی جارہی تھیں۔ ایسے ماحول کو جنّت سے مشابہت دی جاسکتی ہے۔ اگر اتنے بڑے مجمع میں ایسا ماحول پیدا کیا جاسکتا ہے تو بعید نہیں کہ پوری دنیا میں ایسا ماحول بنایا جاسکے لیکن صرف جماعت احمدیہ ہی ہے جو یہ کام کر سکتی ہے۔ جس بات نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے وہ یہ تھا کہ اگر کارکن کسی مجبوری کے باعث نہ بھی کہتے تو فوراً اس کا حل بھی پیش کر دیتے تھے تا کہ مہمان کا ہر طرح خیال رکھا جاسکے۔ کہتے ہیں تقریب بیعت کو دیکھ کر بہت حیران ہوں کہ کس طرح مختلف اقوام کے لوگ ایک ہاتھ پر اکٹھے ہوتے ہیں گویا کہ ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتی ہوں۔

یوراگوئے سے آئی ہوئی ایک غیر از جماعت جرنلسٹ ہیں۔ کہتی ہیں جلسہ میں شرکت سے پہلے مجھے بہت سی توقّعات اور بہت سے تعصبات تھے۔ یوراگوئے میں میرے پراجیکٹ کے لیے اسلام کو قریب سے جاننا اور خاص طور پر اس کام کو جاننا ضروری تھا جو آپ کی کمیونٹی کر رہی ہے۔ پہلے دن کی تقریر جہاں خلیفہ نے مہمان نوازی کی بات کی وہ خاص طور پر متاثر کن تھی۔ ایک مہمان کے طور پر میں سمجھتی ہوں کہ شاید ہم مہمان کسی بین المذاہب پیغام کی توقع کر رہے تھے لیکن یہ پیغام کمیونٹی کو مخاطب کر کے دیے گئے تھے۔ کہتی ہیں مَیں نے خدا کی بڑائی اور مسلسل تعریف کے ماحول میں بہت آرام محسوس کیا۔ پھر کہتی ہیں کہ میں نے احمدیہ مسلم کمیونٹی کے اندر مختلف ثقافتوں کے بارے میں بہت کچھ سیکھا اور اس سے میرے بہت سے تعصبات ختم ہو گئے۔ پھر کہتی ہیں مجھے خواتین کی طرف سے کچھ ریکارڈ کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس میں کوئی خطرہ یا حرج نہیں ہے۔ اگر تو ان کی مراد تصویروں سے ہے تو خیر وہ اچھا کیا کہ نہیں دی۔ اس کے علاوہ تو ریکارڈ کر سکتی ہیں۔ ریکارڈنگ بعد میں بھی لے سکتی ہیں جو وہ چاہتی ہیں۔ بہر حال یہ تو جو وہاں سے آئے ہوئے مربی ہیں وہ ان کو سمجھا سکتے ہیں۔ پھر کہتی ہیں کہ کوئی حرج نہیں تھا کہ اگر اجازت دی جاتی تو ہم اپنے ملک میں پھیلانے کے لیے بہتر مواد بنا سکتے تھے۔ جلسہ سالانہ میں شرکت کا میری روحانی زندگی پر خاصا اثر پڑا ہے۔ میرے لیے سب سے یادگار لمحہ مردوں کو اللہ تعالیٰ سے دعا کے وقت روتے ہوئے دیکھنا تھا۔ مجھے لگتا ہے کہ صحافیوں کی شرکت کے انتظام کو اس طرح بہتر بنایا جاسکتا ہے جس سے ایونٹ کی بہتر کوریج ہو سکتی ہے۔ میرا مشورہ ہے کمیونٹی کے کاموں اور کام کرنے کے طریقہ کار کو دنیا کے سامنے زیادہ پھیلایا جائے۔

پولینڈ سے ایک خاتون مہمان اینا پیتروسکا صاحبہ شامل ہوئیں۔ وہ کسٹمر سپورٹ ڈیپارٹمنٹ میں کام کرتی ہیں۔ کہتی ہیں مَیں خدا پر یقین رکھتی ہوں لیکن اپنے آپ کو کسی بھی مذہب کا حصہ نہیں سمجھتی۔ میرا جماعت کے ساتھ ایک احمدی کے ذریعہ تعارف ہوا جو کہ میرے ساتھ کام کرتا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ اپنی جماعت پر بڑا فخر کرتا ہے اور اس کے متعلق دوسروں کو بتاتا رہتا ہے۔ چنانچہ مجھے بھی جماعت احمدیہ کے بارے میں کچھ مواد اور ویب سائٹ کا لنک ملا۔ پھر کہتی ہیں کچھ مطالعہ کے بعد میں نے جلسہ سالانہ یوکے میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔ میں نے جلسہ کے اعتبار سے اپنا لباس اور سکارف بھی خریدا۔ جب میں نے جلسہ کی طرف سفر شروع کیا تو میرے جذبات ملے جلے تھے۔ تھوڑا ڈری ہوئی بھی تھی۔ پھر کہتی ہیں جلسہ کے پہلے دن جلسہ گاہ میں مجھے علم نہیں تھا کہ کون سا راستہ اختیار کرنا ہے۔ اس دوران ایک لڑکی نے بغیر میرے پوچھے مدد کی پیش کش کی جس نے مجھے بہت حیران کیا۔ جلسہ گاہ پہنچتے ہی اپنے آپ کو محفوظ محسوس کرنے لگی باوجود یکہ وہاں اتنی بڑی تعداد میں لوگ تھے لیکن میں نے کوئی اوپرا پَن محسوس نہیں کیا۔ جلسہ کے موقع پر مختلف خطابات بالخصوص امام جماعت کے خطبات نے میرا جماعت احمدیہ کے ساتھ تعلق مضبوط کر دیا ہے۔ میرے لیے سب سے یادگار لجنہ کا خطاب تھا جس میں راہنمائی تھی کہ بچوں کو کیسے پروان چڑھانا ہے۔ خطاب کے دوران میں اپنے بچوں کے بارے میں سوچتی رہی کہ امام جماعت نے خطاب کے دوران جن اقدار کا ذکر کیا میں اس سے مکمل اتفاق کرتی ہوں اور سب کو انتہائی اہم اور قابل ذکر سمجھتی ہوں۔

کوسووو یونیورسٹی پرِشٹینا (Prishtina) کے پروفیسر ہیں۔ وہ تاثرات بیان کرتے ہیں کہ پہلی دفعہ جلسہ میں شامل ہوا۔ مجھے ہر جگہ پیار اور محبت دیکھنے کو ملی۔ یہ جلسہ میرے نزدیک انتہائی کامیاب رہا خاص طور پر جو نمائشیں تھیں۔ کہتے ہیں ہم کوسووو سے ہیں اور جماعت کی دنیا بھر میں جو مخالفت ہے اس کو سن کر بہت تکلیف ہوئی۔ امام جماعت کے اختتامی خطاب نے مجھے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ اسلام احمدیت کی حقیقی تعلیم کیا ہے۔ اور میرے سوالوں کے جوابات مجھے مل گئے۔ میں کوسووو جا کر ضرور ان لوگوں کو جو جماعت احمدیہ کے عقائد کے خلاف بات کرتے ہیں جوابات دوں گا۔

پھر ہالینڈ کے ایک مہمان مسٹر چرک فان (ChurkVan) کہتے ہیں کہ احمدیہ کمیونٹی کی مہمان نوازی اور ہزاروں افراد کی رضاکارانہ کوششوں سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ سب کے لیے احترام، محبت اور امن کا ماحول تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ پھر امام جماعت سے ملاقات بھی میری ہوئی۔ بڑا اچھا تجربہ تھا اور انہوں نے نہ صرف ہمارے سے ملاقات کی بلکہ اسلام کے بارے میں احمدی اور غیر مسلم دونوں کے سوالات کے جواب دینے کے لیے وقت بھی نکالا اور مجھے اس کا بڑا فائدہ ہوا۔ کہتے ہیں ان باتوں نے میرے دل میں گھر کر لیا ہے اور بغیر کسی اکتاہٹ کے انہوں نے تسلی کے ساتھ ہماری باتیں سنیں اور ہمیں جواب دیے۔ تو یہ چند تاثرات تھے جو میں نے بیان کیے۔ جلسہ سالانہ کے نتیجہ میں جو بیعتوں کی رپورٹ ہے وہ اس طرح ہے کہ جلسہ کے پروگرام دیکھ کے گنی بساؤ کے ایک گاؤں کے نمبر دار کی پچاسی افراد کے ساتھ بیعت ہوئی۔ تنزانیہ میں ایک گاؤں کے امام مسجد کی بیعت ہوئی۔ نائیجر میں ایک مدرسے کی معلّمہ کی بیعت ہوئی۔ کانگو برازاویل میں دوران جلسہ بارہ افراد نے بیعت کی۔

گنی بساؤ کے مبلغ لکھتے ہیں گنی بساؤ میں ایک جگہ سارے کُوچہ کے نمبر دار جماعت کے شدید مخالف تھے۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر انہوں نے جلسہ کی کارروائی اور میرے خطابات سنے۔ ان کو دعوت دی گئی تھی کہ آ کے سن لیں۔ کہتے ہیں یہ خطاب سننے کے بعد انہوں نے کہا کہ آپ کے خلیفہ اور بانی جماعت احمدیہ تو سچے عاشق رسولؐ ہیں اور ہمیں ہمیشہ یہی بتایا گیا ہے کہ جماعت احمدیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی تسلیم نہیں کرتی اور اپنا نبی بنایا ہوا ہے مگر آپ کے امام کا خطاب سن کر مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ کی جماعت ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صادق جماعت ہے اور انہوں نے اسی وقت اپنے ہمراہ پچاسی لوگوں کے ساتھ احمدیت قبول کرنے کا اعلان کیا۔ جو مخالف تھے وہ جلسہ سن کے جماعت میں شامل ہو گئے۔ اللہ کرے کہ پاکستانی مولویوں کو بھی عقل آئے۔

تنزانیہ میں ایک گاؤں اَبُوجَا کے امام مسجد بیان کرتے ہیں کہ میں ایم ٹی اے پر جلسہ سالانہ کے مناظر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ یہ منظر بہت متاثر کن تھا۔ بیعت کے دوران بہت ہی جذباتی لمحات تھے اور میں حیران تھا کہ ہر کوئی ایک امام کے پیچھے الفاظ کو دُہرا رہا تھا اور پھر دعا کر رہا تھا۔ ان مناظر نے مجھے مکمل طور پر بدل دیا اور مجھ پر گہرا اثر ڈالا۔ انشاء اللہ میں زندگی بھر اس جماعت کا حصہ بنا رہوں گا۔ میں ایک سنّی مسجد میں امام تھا لیکن اب میں دل سے احمدی ہوں اور مکمل طور پر بدل چکا ہوں۔

شعبہ تبلیغ یوکے کی رپورٹ یہ ہے کہ جلسہ کے دوران یوکے سے تعلق رکھنے والے بائیس احباب کو بیعت کرنے کی توفیق ملی۔ ان میں دو برٹش ہیں، دو نائیجیرین ہیں، گیارہ پاکستانی ہیں، ایک رومانی ہے، پانچ عرب ہیں اور ایک بنگالی۔ جلسہ کے موقع پر تقریباً ایک ہزار کے قریب غیر احمدی مہمان شامل ہوئے جلسہ کے دوران مختلف تبلیغی سیشنز کا انعقاد کیا گیا جن میں سوال و جواب کی مجالس بھی شامل تھیں اور اس میں مختلف لوگوں نے اپنے تاثرات بھی دیے۔

ایم ٹی اے افریقہ کے تحت چودہ سے زائد نیشنل ٹی وی چینلز نے میرے خطابات نشر کیے۔ عالمی بیعت کی تقریب بھی لائیو نشر کی گئی جسے کئی ملین لوگوں نے دیکھا۔ افریقہ کے جو نئے چینل شامل ہوئے ان میں ملاوی کا نیشنل ٹی وی چینل، بینن میں کینال پلس ٹی وی چینل، گیمبیا، گھانا، یوگنڈا، لائبیریا اور سیرالیون کے حکومتی چینلز ہیں۔ تقریباً تیس ملین سے زائد لوگ ان چینلز کو دیکھتے ہیں۔ چودہ مختلف ٹیلیویژن کے جرنلسٹ جلسہ میں شامل ہوئے اور ستاون رپورٹس نشر ہوئیں۔ ان رپورٹس کی پہنچ پچپن ملین سے زائد لوگوں تک ہے۔

سینیگال میں جلسہ سننے کے لیے مشن ہاؤس میں انتظام کیا گیا۔ ایک امام جو کالج میں قرآن و حدیث اور فقہ کے لیکچرر ہیں وہ جلسہ ختم ہونے کے بعد کہنے لگے کہ میں آج اپنے آپ کو خوش نصیب تصور کر رہا ہوں کیونکہ آج مجھے امام مہدی کے خلیفہ کو براہ راست دیکھنے اور ان کا خطاب سننے کا موقع ملا۔ مجھے اس سے پہلے جماعت احمدیہ کے حوالے سے بہت شبہات تھے کہ احمدی نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کمی کرتے ہیں لیکن آج کی خلیفۃ المسیح کی تقریر سن کر میرے اس بارے میں تمام شبہات دُور ہو گئے ہیں اور آج کی تقریر سن کر میں برملا کہہ سکتا ہوں کہ جماعت احمدیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والی نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بے پناہ اخلاص و محبت کرنے والی ہے اور ساری دنیا کو رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنے کا درس دیتی ہے۔

آن لائن کوریج کے بارے میں یہ رپورٹ ہے کہ گذشتہ سال ان کی تعداد اکتالیس تھی اس سال انچاس ویب سائٹس ہوئیں جن کو پڑھنے والوں کی تعداد پندرہ ملین بتائی جاتی ہے۔ پرنٹ کوریج مضامین کی تعداد چودہ ہے۔ ان اخبارات کے قارئین کی تعداد پانچ ملین بتائی جاتی ہے۔ مختلف ٹی وی چینلز کے ذریعہ سے انیس خبریں نشر ہوئیں۔ دیکھنے والوں کی تعداد دس ملین بتائی جاتی ہے اور مختلف ریڈیو سٹیشنز پر کُل چوبیس خبریں نشر ہوئیں ان کو سننے والوں کی تعداد بھی دس ملین ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اندازاً چھیالیس ملین سے زائد لوگوں نے جلسہ سالانہ کی خبر دیکھی اور سنی اور اگلے چند دنوں میں کہتے ہیں کہ مزید کوریج کی بھی توقع ہے اور کافی بڑے بڑے ریڈیو چینلز ایل بی سی، بی بی سی ریڈیو Solent، بی بی سی ساؤتھ ٹوڈے اور ڈیلی ایکسپریس وغیرہ مختلف لوگوں نے خبریں شائع کیں۔

اسی طرح نمائش سے بھی بہت سارے لوگ۔ مَیں نے بیان بھی کیا تھا مخزنِ تصاویر کی نمائش ہے، ہسٹری دیکھ کے، دوسری نمائشیں دیکھ کے لوگ بڑے متاثر ہوئے ہیں۔ یہ سب نمائشیں بھی تبلیغ کا ایک ذریعہ بنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جہاں جلسہ اپنوں کے لیے تربیت اور روحانیت میں ترقی کا باعث بنا ہے وہاں غیروں کو بھی اسلام کی تعلیم کے سمجھنے اور انہیں خدا تعالیٰ کے قریب لانے کا ذریعہ بنا ہے۔ پس اس کے لیے جہاں ہمیں اللہ تعالیٰ کے آگے مزید جھکنا چاہیے، اس کا شکر گزار ہونا چاہیے وہاں اس عہد پر بھی قائم رہنا چاہیے کہ ہم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام کو پہنچانے کے لیے پہلے سے بڑھ کر کوشش کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 23/ اگست 2024ء جلد 31 شمارہ 201 صفحہ 02 تا 08)

32

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 09/ اگست 2024ء بمطابق 09/ ظہور 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جلسہ سے پہلے کے خطبات میں **جنگِ مریسیع کے حوالے سے ذکر** ہو رہا تھا۔ اس بات کا بھی ذکر ہوا تھا کہ عبداللہ بن اُبی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق غلط باتیں کیں اور منافقانہ رویہ اختیار کیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیینؐ میں اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”جنگ کے اختتام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے چند دن تک مریسیع میں قیام فرمایا مگر اس قیام کے دوران منافقین کی طرف سے ایک ایسا ناگوار واقعہ پیش آیا جس سے قریب تھا کہ کمزور مسلمانوں میں خانہ جنگی تک نوبت پہنچ جاتی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی موقع شناسی اور مقناطیسی اثر نے اس فتنہ کے خطرناک نتائج سے مسلمانوں کو بچالیا۔

واقعہ یوں ہوا کہ حضرت عمرؓ کا ایک نوکر جَہْجَاہْ نامی مریسیع کے مقامی چشمہ پر سے پانی لینے کے لیے گیا۔ اتفاقاً اسی وقت ایک دوسرا شخص سِنَان نامی بھی جو انصار کے حلیفوں میں سے تھا پانی لینے کے لیے وہاں پہنچا۔ یہ دونوں شخص جاہل اور عامی لوگوں میں سے تھے۔ چشمہ پر یہ دونوں شخص آپس میں جھگڑ پڑے اور جہجاہ نے سنان کو ایک ضرب لگا دی۔ بس پھر کیا تھا سِنان نے زور زور سے چِلّانا شروع کر دیا کہ اے انصار کے گروہ! میری مدد کو پہنچو کہ میں پِٹ گیا۔ جب جَہْجَاہ نے دیکھا کہ سِنان نے اپنی قوم کو بلایا ہے تو اس نے بھی اپنی قوم کے لوگوں کو پکارنا شروع کر دیا کہ اے مہاجرین! بھاگیو دوڑیو۔ جن انصار و مہاجرین کے کانوں میں یہ آواز پہنچی وہ اپنی تلواریں لے کر بے تحاشا اس چشمہ کی طرف لپکے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہاں ایک اچھا خاصہ مجمع ہو گیا اور قریب تھا کہ بعض جاہل نوجوان ایک دوسرے پر حملہ آور ہو جاتے مگر اتنے میں بعض سمجھدار اور مخلص مہاجرین وانصار بھی موقع پر پہنچ گئے۔ اور انہوں نے فوراً لوگوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے صلح صفائی کروادی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: یہ ایک جاہلیت کا مظاہرہ ہے اور اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اور اس طرح معاملہ رفع دفع ہو گیا لیکن جب منافقین کے سردار عبداللہ بن اُبَیّ بن سلول کو جو اس غزوہ میں شامل تھا اس واقعہ کی اطلاع پہنچی تو اس بدبخت نے اس فتنہ کو پھر جگانا چاہا اور اپنے ساتھیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف بہت کچھ اکسایا اور کہا یہ سب تمہارا اپنا قصور ہے کہ تم نے ان بے خانماں مسلمانوں کو پناہ دے کر ان کو سر پر چڑھا لیا ہے۔ اب بھی تمہیں چاہیے کہ ان کی اعانت سے دست بردار ہو جاؤ پھر یہ خود بخود چھوڑ چھاڑ کر چلے جائیں گے اور بالآخر اس بدبخت نے یہاں تک کہہ دیا کہ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ (المنافقون:9)۔ یعنی دیکھو تو اب مدینہ

میں جاکر عزت والا شخص یا گروہ وہ ذلیل شخص یا گروہ کو اپنے شہر سے باہر نکال دیتا ہے یا نہیں۔ اس وقت ایک مخلص مسلمان بچہ زید بن ارقمؓ بھی وہاں بیٹھا تھا اس نے عبداللہ کے منہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ الفاظ سنے تو بے تاب ہو گیا اور فوراً اپنے چچا کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت عمرؓ بھی بیٹھے تھے۔ وہ یہ الفاظ سن کر غصہ و غیرت سے بھر گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کرنے لگے یارسول اللہؐ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اس منافق فتنہ پرداز کی گردن اڑادوں۔ آپ نے فرمایا عمر! جانے دو۔ کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ لوگوں میں یہ چرچا ہو کہ محمدؐ اپنے ساتھیوں کو قتل کرواتا پھرتا ہے۔

پھر آپ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلوا بھیجا اور ان سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ وہ سب قسمیں کھا گئے کہ ہم نے کوئی ایسی بات نہیں کی۔ بعض انصار نے بھی بطریق سفارش عرض کیا کہ زید بن ارقم کو غلطی لگی ہو گی۔ آپ نے اس وقت عبداللہ بن اُبَیّ اور اس کے ساتھیوں کے بیان کو قبول فرما لیا اور زید کی بات رد کر دی جس سے زید کو سخت صدمہ ہوا مگر بعد میں قرآنی وحی نے زید کی تصدیق فرمائی اور منافقین کو جھوٹا قرار دیا۔ اِدھر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن ابی وغیرہ کو بلا کر اس بات کی تصدیق شروع فرمادی اور ادھر آپ نے حضرت عمرؓ سے ارشاد فرمایا کہ اسی وقت لوگوں کو کوچ کا حکم دے دو۔ یہ وقت دوپہر کا تھا جبکہ آنحضرتؐ عموماً کوچ نہیں فرمایا کرتے تھے کیونکہ عرب کے موسم کے لحاظ سے یہ وقت سخت گرمی کا وقت ہوتا ہے اور اس میں سفر کرنا نہایت تکلیف دہ ہوتا ہے مگر آپ نے اس وقت کے حالات کے مطابق یہی مناسب خیال فرمایا کہ ابھی کوچ ہو جاوے۔

چنانچہ آپ کے حکم کے ماتحت فوراً سارا اسلامی لشکر واپسی کے لیے تیار ہو گیا۔ غالباً اسی موقع پر اُسَید بن حُضَیر انصاری جو قبیلہ اوس کے نہایت نامور رئیس تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ تو عموماً ایسے وقت میں سفر نہیں فرمایا کرتے۔ آج کیا معاملہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ اُسَید! کیا تم نے نہیں سنا کہ عبداللہ بن ابی نے کیا الفاظ کہے ہیں؟ وہ کہتا ہے کہ ہم مدینہ چل لیں۔ وہاں پہنچ کر عزت والا شخص ذلیل شخص کو باہر نکال دے گا۔ اُسَید نے بے ساختہ عرض کیا ہاں یارسول اللہ! آپ چاہیں تو بے شک عبداللہ کو مدینہ سے باہر نکال سکتے ہیں کیونکہ واللہ عزت والے آپ ہیں اور وہی ذلیل ہے۔ پھر اُسَید بن حُضَیرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ جانتے ہیں کہ آپ کے تشریف لانے سے قبل عبداللہ بن ابی اپنی قوم میں بہت معزز تھا اور اس کی قوم اس کو اپنا بادشاہ بنانے کی تجویز میں تھی جو آپؐ کے تشریف لانے سے خاک میں مل گئی۔ پس اس وجہ سے اس کے دل میں آپ کے متعلق حسد بیٹھ گیا ہوا ہے۔ اس لیے آپ اس کی اس بکواس کی کچھ پروانہ کریں اور اس سے درگزر فرماویں۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 559 تا 561)

پھر ایک دوسری روایت میں لکھا ہے۔ عبداللہ بن ابی کے بیٹے کو جب یہ ساری بات معلوم ہوئی اور حضرت عمرؓ کی گفتگو کا علم ہوا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس خبر کی وجہ سے جو آپ تک پہنچی ہے اگر آپ میرے باپ کو قتل کرنے کا

ارادہ رکھتے ہیں تو مجھے حکم دیں۔ اللہ کی قسم! میں آپ کے اس مجلس سے کھڑا ہونے سے پہلے اس کا سر لے آؤں گا۔ اللہ کی قسم! خزرج والے جانتے ہیں کہ خزرج میں کوئی آدمی مجھ سے زیادہ والدین سے حسن سلوک کرنے والا نہیں ہے اور یا رسول اللہ! مجھے اس بات کا خوف ہے کہ آپ میرے علاوہ کسی اور کو اس کے قتل کرنے کا حکم دیں تو میرا نفس مجھے نہیں چھوڑے گا کہ میں اپنے باپ کے قاتل کو لوگوں میں چلتا پھرتا دیکھوں اور اسے قتل کر دوں اور آگ میں داخل ہو جاؤں۔ یہ نہ ہو کہ اگر اور کوئی قتل کرے تو میں پھر غصہ میں اس کو قتل کر دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاف کرنا سب سے افضل ہے اور آپ کا احسان کرنا سب سے عظیم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی باتیں سن کر فرمایا:

اے عبداللہ! نہ میں نے اس کے قتل کا ارادہ کیا ہے اور نہ کسی کو اس کا حکم دیا ہے۔ ہم ضرور اس کے **ساتھ حسن سلوک کریں گے** جب تک وہ ہمارے درمیان ہے۔

عبداللہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! بیشک اس شہر والوں نے اتفاق کر لیا تھا کہ میرے باپ کے سر پر تاج رکھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ آپ کو لے آیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو پست کر دیا اور آپ کے ذریعہ ہمیں بلند کر دیا۔ اور اس کے ساتھ کچھ ایسے لوگ ہیں جو اس کے پاس آتے جاتے ہیں اور اس کو وہ باتیں یاد دلاتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ غالب آ چکا ہے۔ یہ عبداللہ بن اُبَیّ کے بیٹے کہہ رہے ہیں۔

(سبل الہدیٰ و الرشاد جلد 4 صفحہ 348 تا 350 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ”عبداللہ بن ابی کا لڑکا جس کا نام حُبَاب تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بدل کر عبداللہ کر دیا تھا۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 561)

بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر واپسی کا سفر شروع ہوا۔ اس کی تفصیل میں مزید لکھا ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن شام تک اور ساری رات صبح تک اور دن کا ابتدائی حصہ سفر کیا۔ لوگوں کو سورج تکلیف دینے لگا تو پھر آپ نے لوگوں کے ساتھ قیام فرمایا۔ وہ جیسے ہی زمین پر اترے تو سو گئے۔ اس سارے سفر میں کوئی ایک شخص بھی اپنی سواری سے نہیں اترا تھا سوائے قضائے حاجت کے لیے یا نماز کے لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کو ہانکتے اور اس کے پیچھے ٹانگوں میں کوڑا مارتے۔ یہ لمبا سفر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے کیا تا کہ لوگوں کو عبداللہ بن ابی کی وہ بات بھول جائے جو گذشتہ روز ہوئی تھی۔ (سبل الہدیٰ و الرشاد جلد 4 صفحہ 350 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن سفر فرما رہے تھے اور حضرت زید بن ارقمؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو کی جانب اپنی سواری پر تھے۔ رسول اللہ ان کے چہرے کو دیکھ سکتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کو ایڑھ لگاتے تو وہ ذرا تیز ہو جاتی۔ اس وقت آپؐ پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی۔ حضرت زید بن ارقمؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپؐ پر سختی طاری ہو گئی اور آپؐ کی پیشانی پسینے سے تر ہو گئی اور آپ کی سواری کے اگلے پاؤں بوجھل ہو گئے حتیٰ کہ قریب تھا کہ وہ انہیں موڑ لیتی یعنی اس کی ٹانگیں مڑ جاتیں۔ میں جان گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

طرف وحی کی جارہی ہے کیونکہ ایسی حالت آپؐ کی اسی وقت ہوتی تھی جب آپؐ پر وحی ہو رہی ہو اور مجھے امید تھی کہ وحی میں میری خبر کی تصدیق بھی نازل ہوئی ہو گی۔

حضرت زید بن ارقمؓ بیان کرتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپؐ نے میرا کان پکڑا اور میں اپنی سواری پر تھا حتی کہ مَیں اپنے بیٹھنے کی جگہ سے اٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے اے لڑکے! تیرے کان نے وفا کی اور اللہ نے تیری بات کی تصدیق کر دی یعنی وحی اسی بارے میں تھی۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 354 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک دوسری روایت ہے کہ حضرت زید بن ارقمؓ کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں جارہا تھا اور مَیں نے غم سے اپنا سر جھکایا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میرے کان کو سہلایا اور میرے سامنے مسکرا دیے اور آپؐ کی اس مسکراہٹ کے بدلے میں مجھے ہمیشہ کی زندگی بھی مل جائے تو یہ میرے لیے خوشی کی بات نہ ہوتی۔ کہتے ہیں اتنی خوشی ہوئی مجھے اس مسکراہٹ کو دیکھ کر کہ مجھے اپنی زندگی سے یہ مسکراہٹ بڑی قیمتی لگی۔ بہرحال کہتے ہیں پھر حضرت ابو بکرؓ مجھے ملے اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا کہا؟ میں نے کہا آپؐ نے مجھ سے کچھ نہیں فرمایا سوائے اس کے کہ میرے کان کو سہلایا اور میرے سامنے مسکرائے۔ انہوں نے کہا خوشخبری ہو۔ پھر حضرت عمرؓ مجھے ملے۔ میں نے ان سے بھی وہی بات کہی جو میں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہی تھی۔

(سنن الترمذی ابواب تفسیر القرآن باب ومن سورۃ المنافقین حدیث 3313)

ایک روایت میں بیان ہوا ہے کہ جب سورۃ المنافقون نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو بلا بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آیات تلاوت فرمائیں اور فرمایا إِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ۔ یعنی اللہ نے تمہیں سچا کر دیا ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر باب قولہ واذا قیل لھم تعالوا... حدیث 4904)

چنانچہ سورۂ منافقون نازل ہونے کے بعد حضرت عُبَادہ بن صامتؓ، اِبنِ اُبَی کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اسے سلام تک نہیں کیا۔ پھر اَوس بن خَوْلِی گزرے تو انہوں نے بھی سلام نہیں کیا۔ یہ دیکھ کر اِبنِ اُبَی کہنے لگا کہ یہ کیسا معاملہ ہے جس پر تم دونوں نے گٹھ جوڑ کر لیا ہے؟ اس کی یہ بات انہوں نے سن لی۔ وہ دونوں صحابی اس کے پاس آئے اور اس کی اس حرکت پر اسے خوب جھڑکا اور ڈانٹ ڈپٹ کی اور بتایا کہ اس کی بات کو جھٹلانے کے لیے قرآن نازل ہو چکا ہے۔ اَوس بن خَوْلِی کہنے لگے اَب میں تیرے بارے میں کبھی کوئی بات نہیں کروں گا جب تک میں یہ نہ جان لوں کہ تُو اپنی حرکتوں سے باز آگیا ہے اور تُو نے اللہ سے توبہ کر لی ہے۔ ہم لوگ تیری خاطر زید بن ارقم کو کوستے رہے کہ تم نے اپنی قوم کے ایک آدمی کے بارے میں غلط بیانی کی ہے یہاں تک کہ زید کی تصدیق ہو گئی اور تیرے جھوٹ پر آیاتِ قرآنی کی مہر لگ گئی۔

(کتاب المغازی للواقدی جلد 1 صفحہ 356 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو کُوچ کا حکم دیا تو عبد اللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبد اللہ لوگوں سے آگے آکر راستے میں اپنے باپ کے لیے کھڑے ہو گئے اور جب والد کو دیکھا تو اس کو روک لیا اور کہا کہ میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا جب تک تم یہ اقرار نہ کر لو کہ تم ذلیل ترین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب

سے زیادہ عزت دار ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے تو آپؐ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ میری عمر کی قسم! ہم اس سے ضرور اچھا برتاؤ کریں گے جب تک یہ ہمارے درمیان ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جزء 2 صفحہ 50 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس بارے میں اس طرح لکھا ہے کہ ”عبداللہ بن عبداللہ بن اُبَیّ کو اپنے باپ کے خلاف اتنا جوش تھا کہ جب لشکر اسلامی مدینہ کی طرف لوٹا تو عبداللہ اپنے باپ کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا خدا کی قسم! میں تمہیں واپس نہیں جانے دوں گا جب تک تم اپنے منہ سے یہ اقرار نہ کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معزز ہیں اور تم ذلیل ہو اور عبداللہ نے اس اصرار سے اپنے باپ پر زور ڈالا کہ آخر اس نے مجبور ہو کر یہ الفاظ کہہ دیئے جس پر عبداللہ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔

جب واپسی کا کُوچ شروع ہوا تو اس دن کا بقیہ حصہ اور ساری رات اور اگلے دن کا ابتدائی حصہ لشکرِ اسلامی برابر لگاتار چلتا رہا اور جب بالآخر ڈیرہ ڈالا گیا تو لوگ اس قدر تھک کر چُور ہو چکے تھے کہ مقام کرتے ہی ان میں سے اکثر گہری نیند سو گئے۔ اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیدار مغزی سے لوگوں کی توجہ اس ناگوار واقعہ کی طرف سے ہٹ کر ایک لمبے وقفہ تک دوسری طرف لگی رہی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مسلمانوں کو منافقین کی فتنہ انگیزی سے بچا لیا۔

دراصل منافقین مدینہ کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ جس طرح بھی ہو سکے مسلمانوں میں خانہ جنگی اور باہمی انشقاق کی صورت پیدا کر دیں۔ نیز اگر ممکن ہو تو ان کی نظر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت کو کم کر دیں۔ مگر اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مقناطیسی شخصیت نے مسلمانوں میں ایسا رشتہ اتحاد پیدا کر دیا تھا کہ کوئی سازش اس میں رخنہ انداز نہیں ہو سکتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات کے متعلق تو مسلمانوں کے دلوں میں عزت واحترام اخلاص وایمان اور محبت وعشق کے وہ جذبات راسخ ہو چکے تھے کہ انہیں متزلزل کرنا کسی بشر کی طاقت میں نہیں تھا۔ چنانچہ اسی موقع پر دیکھ لو کہ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے دو عامی مسلمانوں کے ایک وقتی جھگڑے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کس طرح صحابہ میں اختلاف وانشقاق کا بیج بونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت ورعب کو صدمہ پہنچانے کی کوشش کی مگر اسے کیسی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور خدا نے اسے خود اس کے بیٹے کے ہاتھوں سے وہ ذلت کا پیالہ پلایا جو اسے غالباً مرتے دم تک نہ بھولا ہو گا۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 562-561)

دوسری روایت میں لکھا ہے کہ اس واقعہ کے بعد عبداللہ بن اُبَی جب بھی کوئی ایسی ویسی بات کرتا تو اس کی قوم والے اس کو برا بھلا کہتے اور اس کو روکتے ٹوکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صورتحال کا علم ہوا تو آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ عمر اب بتاؤ۔ اللہ کی قسم! اگر میں اسے اس دن قتل کرا دیتا جب تم نے مجھ سے کہا تھا تو لوگ مجھ سے بدظن ہو جاتے اور ناک چڑھاتے اور اب اگر انہیں لوگوں کو میں اس کے قتل کا حکم دوں تو وہ ضرور اس کو قتل کر دیں گے کیونکہ اب صورتحال واضح ہو گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے جان لیا کہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے میری رائے سے زیادہ بابرکت ہے۔

(السیرۃ النبویہ لابن ھشام صفحہ 672 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ **غزوۂ بنو مُصْطَلِق اور عبداللہ بن ابی کے اس واقعہ کا ذکر کرتے** ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ”چونکہ کفارِ مکہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے پر تلے ہوئے تھے اور جو قبائل دوست تھے وہ بھی دشمن بن رہے تھے اس لیے ان منافقین نے بھی جو مسلمانوں کے درمیان موجود تھے اِس موقع پر یہ جرأت کی کہ وہ مسلمانوں کی طرف سے ہو کر جنگ میں حصہ لیں۔ غالباً ان کا خیال تھا کہ اس طرح انہیں مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا موقع مل سکے گا مگر بنو مصطلق کے ساتھ جو لڑائی ہوئی وہ چند گھنٹوں میں ختم ہو گئی اِس لیے اِس لڑائی کے دوران میں منافقین کو کوئی شرارت کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ بنو مصطلق کے قصبہ میں کچھ دن قیام فرمائیں۔ آپؐ کے قیام کے دوران میں ایک مکہ کے رہنے والے مسلمان کا ایک مدینہ کے رہنے والے مسلمان سے کنویں سے پانی نکالنے کے متعلق جھگڑا ہو گیا۔ اتفاق سے یہ مکہ والا آدمی ایک آزاد شدہ غلام تھا اس نے مدینہ والے شخص کو مارا۔ جس پر اس نے اہل مدینہ کو جنہیں انصار کہتے تھے پکارا اور مکہ والے نے مہاجرین کو پکارا۔ اِس طرح جوش پھیل گیا۔ کسی نے یہ دریافت کرنے کی کوشش نہ کی کہ اصل واقعہ کیا ہے۔“ بس جوش ہوا اور لڑ پڑے۔ اسی طرح فساد پیدا ہوتے ہیں۔ ”دونوں طرف کے جوان آدمیوں نے تلواریں نکال لیں۔ عبداللہ بن اُبَیّ بن سَلول سمجھا کہ ایسا موقع خدا نے مہیا کر دیا ہے۔“ وہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ موقع دے دیا ہے۔ ”اس نے چاہا کہ آگ پر تیل ڈالے اور اہلِ مدینہ کو مخاطب کر کے کہا کہ اِن مہاجرین پر تمہاری مہربانی حد سے بڑھ گئی ہے اور تمہارے نیک سلوک سے ان کے سر پھر گئے ہیں اور یہ دن بدن تمہارے سر پر چڑھتے جاتے ہیں۔

قریب تھا کہ اِس تقریر کا وہی اثر ہوا ہوتا جو عبداللہ چاہتا تھا اور جھگڑا شدت پکڑ جاتا مگر ایسا نہ ہوا۔ عبداللہ نے اپنی شر انگیز تقریر کا اندازہ لگانے میں غلطی کی تھی اور یہ سمجھتے ہوئے کہ انصار پر اس کا اثر ہو گیا ہے اس نے یہاں تک کہہ دیا کہ ہم مدینہ میں واپس پہنچ لیں پھر جو معزز ترین انسان ہے وہ ذلیل ترین انسان کو باہر نکال دے گا۔ معزز ترین انسان سے اس کی مراد وہ خود تھا اور ارذل ترین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (نعوذ بِاللّٰہِ مِن ذٰلِك)۔ جونہی یہ بات اس کے منہ سے نکلی مومنوں پر اس کی حقیقت کھل گئی اور انہوں نے کہا کہ یہ معمولی بات نہیں بلکہ یہ شیطان کا قول ہے جو ہمیں گمراہ کرنے آیا ہے۔ ایک جوان آدمی اٹھا اور اپنے چچا کے ذریعے اس نے یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دی۔

آپ نے عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے دوستوں کو بلایا اور پوچھا کیا بات ہوئی ہے؟ عبداللہ نے اور اس کے دوستوں نے بالکل انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ یہ واقعہ جو ہمارے ذمہ لگایا گیا ہے ہوا ہی نہیں۔ ”مکر گئے بالکل۔ ”آپ نے کچھ نہ کہا لیکن سچی بات پھیلنی شروع ہو گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد عبداللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے عبداللہ نے بھی یہ بات سنی۔ وہ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔ اے اللہ کے نبی! میرے باپ نے آپ کی ہتک کی ہے اس کی سزا موت ہے اگر آپ یہی فیصلہ کریں تو میں پسند کرتا ہوں کہ آپ مجھے حکم دیں کہ میں اپنے باپ کو قتل کروں۔ اگر آپ کسی اور کو حکم دیں گے اور میرا باپ اس کے ہاتھوں مارا جائے گا تو ہو سکتا ہے کہ میں اس آدمی کو قتل کر کے اپنے باپ کا بدلہ لوں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لے لوں۔“ کیونکہ اس علاقے کے لوگوں کی طبیعتوں پر بھی کچھ نہ کچھ اثر تو بہرحال تھا۔ انہوں

نے کہا کہ بہتر یہی ہے کہ آپ مجھے حکم دیں کہ مَیں اپنے باپ کو قتل کروں۔ ”مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا ہرگز ارادہ نہیں۔ میں تمہارے والد کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا سلوک کروں گا۔ جب عبداللہ نے اپنے باپ کی بیوفائی اور درشت کلامی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی اور مہربانی سے مقابلہ کیا تو اس کا ایمان اَور بڑھ گیا اور اپنے باپ کے خلاف اس کا غصہ بھی اسی نسبت سے ترقی کر گیا۔

جب لشکر مدینہ کے قریب پہنچا تو اس نے آگے بڑھ کر اپنے باپ کا راستہ روک لیا اور کہا میں تم کو مدینہ کے اندر داخل نہیں ہونے دوں گا تاوقتیکہ تم وہ الفاظ واپس نہ لے لو جو تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف استعمال کئے ہیں۔ جس منہ سے یہ بات نکلی ہے کہ خدا کا نبی ذلیل ہے اور تم معزز ہو اسی منہ سے تم کو یہ بات کہنی ہو گی کہ خدا کا نبی معزز ہے اور تم ذلیل ہو۔ جب تک تم یہ نہ کہو میں تمہیں ہرگز آگے نہ جانے دوں گا۔ عبداللہ بن ابی بن سلول حیران اور خوفزدہ ہو گیا اور کہنے لگا اے میرے بیٹے! میں تمہارے ساتھ اتفاق کرتا ہوں، محمد معزز ہے اور میں ذلیل ہوں۔ نوجوان عبداللہ نے اس پر اپنے باپ کو چھوڑ دیا۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 265 تا 267)

اس سفر کے دوران ایک یہ واقعہ بھی ہوا کہ ایک جگہ جب پڑاؤ تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم گئی۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ بنو مصطلق سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فُوَيْقُ النَّقِيْع يا بَقْعَاء نامی ایک چشمہ پر اترے۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 671 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بَقْعَاء، نَقِیع کے بالائی جانب ہے اور نَقِیع مدینہ سے جنوب میں چالیس کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 7 صفحہ 192-191 دار السلام ریاض)

بہرحال اس جگہ مسلمانوں نے اپنے جانوروں کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور اس دوران میں شدید آندھی آ گئی۔ اس آندھی کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی قَصواء گم ہو گئی۔ مسلمان اسے ہر سمت تلاش کرنے لگے۔ زید بن لُصَیْت انصار کی ایک جماعت میں تھا، یہ منافق تھا۔ اس جماعت میں حضرت عَبَّاد بن بِشر بن وَقش، سَلَمَہ بن سَلَامہ اور اُسَید بن حُضَیر بھی تشریف فرما تھے۔ زید بن لُصَیْت یہودی قبیلے بنو قینقاع میں سے تھا۔ اس کا شمار ان یہود علماء میں سے ہوتا تھا جو بظاہر تو مسلمان ہو چکے تھے لیکن اندر سے یہودی ہی تھے۔ اس منافق یعنی زید بن لُصَیْت نے کہا۔ لوگ کیوں بھاگتے پھر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی تلاش کر رہے ہیں جو گم ہو گئی ہے۔ لُصَیت نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ انہیں بتا نہیں دیتا کہ وہ فلاں جگہ ہے۔ صحابہؓ نے اس کی یہ بات عجیب سمجھی۔ انہوں نے کہا کہ اے اللہ تعالیٰ کے دشمن! رب تعالیٰ تجھے برباد کرے۔ تُو منافق ہے۔ جب اس نے یہ بات کی تو جو ایمان والے تھے ان کو پتہ لگ گیا کہ یہ تو منافقانہ بات ہے۔ انہوں نے کہا تُو منافق ہے۔ پھر حضرت اُسَید بن حُضَیرؓ نے اس کی طرف توجہ کی اور کہا اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ اس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کیا ہے تو میں یہ نیزہ تمہارے آر پار کر دیتا۔ دشمنِ خدا تیرے دل میں یہ نفاق تھا تو پھر تو ہمارے ساتھ کیوں نکلا۔ اس نے کہا میں دنیاوی سامان کے حصول کے لیے نکلا ہوں۔ کھل گیا، کچھ نہ کچھ سامنے آ گیا اور طنزاً کہا کہ بخدا! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمیں اس سے بڑے بڑے امور کے بارے میں بتاتے ہیں۔ ہمیں آسمانی امور کے

بارے میں بتاتے ہیں تو بھلا وہ اس اونٹنی کے بارے میں نہیں بتا سکتے۔ کہتے ہیں کہ بڑی پیشگوئیاں اللہ تعالیٰ مجھے بتاتا ہے، غیب کی خبر دے دیتا ہے۔ اونٹنی کے بارے میں کیوں نہیں خبر ہوتی۔ منافقانہ باتیں کرنے لگا۔ وہ سب جو وہاں بیٹھے تھے اس کی طرف لپکے اور کہا کہ بخدا اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ تمہارے دل میں ایسے خیالات ہیں تو ہم اور تم ایک لمحے کے لیے بھی اکٹھے نہ ہوتے۔ اب ہم ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ وہ خوف کے مارے وہاں سے بھاگ گیا کہ صحابہ کہیں اس پہ حملہ نہ کر دیں۔ صحابہؓ نے اس کا سامان جو وہاں پڑا تھا باہر نکال پھینکا۔ بہرحال وہ صحابہ سے چھپتا ہوا بھاگ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پناہ حاصل کرنے کے لیے بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں جو اس نے کہا تھا آسمان سے وحی کا نزول ہو چکا تھا اس وقت جب کہ وہ منافق سن رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافقین میں سے ایک شخص اس مصیبت پر خوشیاں منا رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہو گئی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں کیوں نہیں بتا دیتا کہ وہ فلاں جگہ ہے کیونکہ میری عمر کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اونٹنی کے اس معاملے سے بھی بڑے معاملات کی خبر دیتے رہے ہیں۔ جب وہ وہاں بیٹھا تھا تو یہ ساری باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے علاوہ غیب کوئی نہیں جانتا۔ اس نے مجھے اس اونٹنی کے بارے میں بتا دیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **مجھے اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ اونٹنی کہاں ہے**۔ وہ سامنے اس گھاٹی میں ہے۔ اس کی لگام درخت کے ساتھ اٹکی ہوئی ہے۔ تم اس طرف جاؤ۔ صحابہ کرامؓ اس کی طرف گئے اور اسے اسی طرح پایا جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا تھا۔ جب منافق نے یہ دیکھا تو وہ مبہوت ہو گیا۔ جلدی سے اٹھ کر اپنے ان ساتھیوں کے پاس چلا گیا جو اس کے ساتھ تھے۔ جب یہ قریب پہنچا تو صحابہ نے کہا ہمارے قریب نہ آنا۔ اس نے کہا میں تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ وہ قریب ہوا اور اس نے کہا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ کیا تم میں سے کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہے اور آپ کو میری بات بتائی ہے جو مَیں نے کی تھی۔ انہوں نے کہا نہیں بخدا! ہم تو اپنی اس محفل سے اٹھ کر بھی نہیں گئے۔ انہوں نے کہا مَیں نے تو لوگوں میں وہ بات ہوتے دیکھی ہے جو مَیں نے کی تھی اور انہیں یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہے۔ پھر اس شخص نے ان لوگوں کو وہ سب کچھ بتایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا اور یہ کہ آپؐ کی اونٹنی مل گئی ہے۔ اس نے کہا مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں شک تھا۔ اب میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ گویا کہ میں نے آج ہی اسلام قبول کیا ہے۔ اس واقعہ کے بعد وہ کہتا ہے کہ اب میں سچے طور پر اسلام قبول کرتا ہوں۔ صحابہ کرامؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ کہ وہ تمہارے لیے بخشش طلب کریں۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور بخشش طلب کی اور اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 352-351 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 7 صفحہ 194 دار السلام ریاض)

(کتاب المغازی جلد 1 صفحہ 359-358 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ زید یعنی اس منافق نے توبہ کر لی تھی اور یہ بھی کہا جاتا

ہے کہ توبہ نہیں کی تھی۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 2 صفحہ 511 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بہرحال ابھی اس کے تھوڑے سے مزید واقعات ہیں جو آئندہ بیان ہوں گے۔

اس وقت میں بنگلہ دیش کے جو حالات ہیں ان کے لیے بھی دعا کے لیے کہنا چاہتا ہوں۔ وہاں جو حکومت کے خلاف فساد ہوا تھا حکومت تو خیر ختم ہو گئی لیکن وہ فساد جاری ہے۔ (کہتے ہیں کہ اب کل سے شاید کچھ تھوڑی سی بہتری آئی ہے) اور اس وجہ سے جماعت مخالف گروہوں نے اس سے فائدہ اٹھا کر احمدیوں کو بھی نقصان پہنچانا شروع کر دیا ہے۔ ہماری بعض مساجد میں توڑ پھوڑ کی گئی اور انہیں جلایا گیا۔ جامعہ احمدیہ اور جماعتی عمارات کو بھی نقصان پہنچایا گیا۔ وہاں بھی توڑ پھوڑ کی گئی اور سامان جلایا گیا۔ بعض احمدی وہاں زخمی بھی ہوئے ہیں، بڑے شدید زخمی ہوئے ہیں۔ احمدیوں کو مارا پیٹا گیا ہے۔ کئی احمدیوں کے گھروں کو بھی نقصان پہنچایا ہے، ان کو بھی جلا دیا بلکہ بعض گھروں کے بارے میں تو خبر ہے کہ مکمل طور پہ جلا دیا۔ بعضوں کے سامان جلائے۔ بالکل لاقانونیت ہے اور احمدیوں کو تو یہاں پہلے ایک دفعہ جلسہ کے دوران اور اب یہ دوسری دفعہ اس علاقے میں نقصان اٹھانا پڑا ہے لیکن ان کے ایمان میں کوئی لغزش نہیں آئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایمان میں مضبوط ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ اللہ کی خاطر ہم یہ بھی برداشت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ رحم اور فضل فرمائے اور احمدیوں کو اپنی حفاظت میں رکھے اور مخالفین کی پکڑ فرمائے۔

اسی طرح پاکستان میں بھی احمدیوں کے حالات کے لیے دعا کریں۔ وہاں بھی کچھ سخت حالات پیدا ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی ہر شر سے محفوظ رکھے۔ آجکل ملاں اور مفاد پرست لوگ احمدیوں کے خلاف زیادہ سرگرم ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر یہ لوگ ظلم کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی پکڑ کے بھی جلد سامان فرمائے۔

فلسطین کے مسلمانوں کے لیے بھی دعا کریں ان پر بھی جو لوگ یہ ظلم کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی پکڑ کرے اور یہ ظلم ختم ہو۔

عمومی طور پر مسلمان دنیا کے لیے دعا کریں۔ یہ آپس میں ایک دوسرے پر جو ظلم کر رہے ہیں وہ بھی ختم ہوں اور یہ اللہ تعالیٰ سے حقیقی تعلق پیدا کرنے والے ہوں اور زمانے کے امام کو ماننے والے ہوں۔ یہی ان کی بقا کا رستہ ہے۔ یہی نجات کا رستہ ہے لیکن یہ لوگ اس کو سمجھتے نہیں۔

میں اس وقت دو جنازے بھی پڑھاؤں گا۔ مرحومین کا ذکر کرتا ہوں۔

پہلا ذکر مکرم ذکاء الرحمان صاحب شہید کا ہے۔ چودھری عبدالرحمٰن صاحب لالہ موسیٰ ضلع گجرات کے یہ بیٹے تھے۔ گذشتہ دنوں ان کی شہادت ہوئی ہے۔ جلسہ کے دنوں میں، 27 جولائی کو تقریباً صبح ساڑھے نو بجے دو نامعلوم افراد نے ان کے کلینک میں داخل ہو کر فائرنگ کی جس کے نتیجہ میں یہ موقع پر شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کی عمر 53 سال تھی۔

تفصیلات کے مطابق ڈاکٹر ذکاء الرحمن صاحب شہید معمول کے مطابق کلینک کھول کر بیٹھے ہوئے تھے کہ دو نامعلوم نقاب پوش افراد ساڑھے نو بجے صبح موٹر سائیکل پر آئے جن میں سے ایک کلینک کے اندر داخل ہوا جبکہ دوسرا کلینک کے باہر کھڑا رہا۔ اندر داخل ہوئے شخص نے مکرم ڈاکٹر صاحب پر فائرنگ شروع کر دی جس

کے نتیجہ میں آپ کو تین گولیاں لگیں جن میں سے ایک گولی سینے پر دل کے قریب جبکہ ایک گولی پیٹ پر اور ایک گولی ہاتھ پر لگی۔ وقوعے کے بعد دونوں ملزمان بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ فائرنگ کی آواز سن کر مکرم ڈاکٹر صاحب شہید کے ہمسائے کلینک میں آئے جنہوں نے ڈاکٹر صاحب کو زخمی حالت میں پایا۔ ڈاکٹر صاحب شہید نے موصوف کو کچھ بتانے کی کوشش کی لیکن خون کی الٹی آئی اور آپ شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ بوقتِ شہادت آپ پاکستان میں اکیلے ہی تھے۔ آپ کی اہلیہ جلسہ سالانہ یوکے میں شمولیت کی غرض سے یوکے آئی ہوئی تھیں۔

ڈاکٹر ذکاء الرحمٰن صاحب شہید کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ حضرت حافظ احمد دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ساکن چک سکندر کے ذریعہ سے ہوا جو تین سو تیرہ اصحاب میں شامل تھے۔ شہید مرحوم کے پڑدادا مکرم نیک عالم صاحب نے جو کہ حضرت حافظ احمد دین صاحبؓ کے بھتیجے تھے، 10 جون 1901ء میں بیعت کی جس کے بعد انہیں سفر جہلم میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دستی بیعت کی سعادت ملی۔ ان کے خاندان میں پہلے بھی خلیل احمد سولنگی صاحب شہید ہیں جو لاہور میں شہید ہوئے تھے ڈاکٹر ذکاء الرحمٰن صاحب مرحوم کے ماموں زاد بھائی تھے۔ شہید مرحوم نے مختلف جماعتی عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔ کافی عرصہ سیکرٹری مال جماعت لالہ موسیٰ ضلع گجرات رہے۔ بوقتِ شہادت بطور صدر جماعت خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ چندہ جات میں باقاعدہ غریبوں، محتاجوں کی امداد کرنے والے وجود تھے۔ جوانی کے دنوں میں جب حالات بہتر تھے، دوستوں کو تبلیغ کی غرض سے زیارت مرکز کے لیے بھی لے جاتے تھے۔

ڈاکٹر ذکاء الرحمٰن صاحب شہید کے بارے میں امیر صاحب ضلع گجرات کہتے ہیں کہ شہید مرحوم بے شمار خوبیوں کے مالک تھے جن میں مالی قربانی کرنا ایک نمایاں وصف تھا۔ عہدیداروں اور سب سے بڑھ کر خلافت احمدیت کی اطاعت کا خلق بھی بہت نمایاں تھا۔ ہر کسی سے خندہ پیشانی سے ملتے اور چہرے پر مسکراہٹ رہتی تھی۔ خدمت خلق کا جذبہ بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ڈاکٹر صاحب شہید اکثر غریبوں کا مفت علاج کرتے تھے۔ علاقے میں غیر از جماعت احباب کے ساتھ آپ کے اچھے تعلقات تھے۔ جن کا ذکر غیر از جماعت احباب نے آپ کی شہادت کے بعد کیا ہے اور بعض غیر از جماعت آپ کے جنازے میں بھی شامل ہوئے ہیں۔

امیر صاحب لکھتے ہیں کہ عید الاضحیٰ 24ء سے قبل ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے ذکر کیا کہ سرکاری اہلکار آئے تھے اور انہوں نے کہا ہے کہ آپ کی جان کو خطرہ ہے لہٰذا آپ عید تک کلینک پر نہ بیٹھا کریں۔ لیکن بہر حال ان میں جرأت تھی بیٹھتے رہے۔ مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ نگینہ رفیق صاحبہ، ایک بیٹا اور تین بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ دو بیٹیوں کی شادی ہوئی ہوئی ہے ایک بیٹی جرمنی میں زیر تعلیم ہے۔ اللہ تعالیٰ شہید کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر عطا فرمائے۔ بچوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ ہے سعیدہ بشیر صاحبہ کا جو ملک بشیر احمد صاحب کی اہلیہ تھیں۔ یہ بھی گذشتہ دنوں 83 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ ملک غلام احمد صاحب مربی سلسلہ گھانا کی والدہ تھیں جو کہ میدان عمل میں ہونے کی وجہ

سے اپنی والدہ کے جنازے اور تدفین میں شامل نہیں ہو سکے۔

ان کے بیٹے غلام احمد صاحب مربی کہتے ہیں کہ خاندان میں احمدیت آپ کے دادا حضرت ملک اللہ بخش صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے آئی جو ایک عالم باعمل نیک شخص تھے جنہوں نے سورج اور چاند گرہن کی شہادت کو دیکھ کر لودھراں سے قادیان پیدل سفر کر کے بیعت کی سعادت پائی تھی۔ ان کی والدہ حضرت اماں جان حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کی شفقت سے بھی حصہ پاتی رہیں۔ مربی صاحب کہتے ہیں کہ ہماری والدہ ہمیں بتایا کرتی تھیں کہ ربوہ میں حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مجھے بہت پیار ملا۔ کہتی ہیں کہ میں ان کے پاس رہی۔ مجھے روٹی کسی وجہ سے پسند نہیں تھی۔ اکثر باوجود تنگی کے حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا مجھے پیسے دیتیں کہ جاؤ اپنے لیے بازار سے بندلے آؤ اور پھر مَیں دودھ کے ساتھ کھاتی تھی۔ کہتی ہیں ایک دفعہ میں چھوٹی تھی اور کسی وجہ سے رو رہی تھی تو حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے بڑے پیار سے اپنی گود میں بٹھا کر پیار کیا اور اپنے ہاتھ سے کھانا کھلایا۔ کہتے ہیں کہ میری والدہ ایک یتیم بچے کی طرح پلی تھیں مگر حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور دوسرے بزرگان کی پاک صحبت نے آپ پر گہرا اثر چھوڑا ہے۔ ساری عمر باقاعدہ تہجد ادا کی۔ نمازوں کی پابند تھیں۔ نہ صرف خود بلکہ بچوں کو بھی کہا کرتی تھیں۔ نظر کمزور ہونے کے باوجود رمضان میں قرآن دو یا تین بار ختم کرتیں۔ خلافت سے بہت پیار کا تعلق تھا، وفا کا تعلق تھا، اخلاص کا تعلق تھا۔ خلفاء کے خطبات اور خطابات بڑے اہتمام سے اور خاموشی سے سنتی تھیں۔

پھر ایک خوبی انہوں نے لکھی ہے کہ کسی سے اونچی آواز میں بات کرنا سخت ناپسند تھا بلکہ اگر بچے بھی اونچا بولتے تو انہیں منع کرتی تھیں۔ کہتے ہیں خاکسار نے انہیں ہمیشہ اپنے خاوند کا حقیقی اور سچا ساتھی دیکھا اور ہم بچوں کو نماز کا پابند کیا۔ یسرنا القرآن پڑھایا پھر قرآن پڑھایا۔ خلافت اور نظام جماعت کی محبت دل میں بٹھائی۔ مجھے یہ کہا کرتی تھیں کہ سیالکوٹ کی جو مسجد مبارک ہے وہاں جانے کو دل کرتا ہے تاکہ میں ان بابرکت جگہوں پر نماز ادا کروں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نمازیں پڑھی ہیں۔ مربی صاحب کہتے ہیں کہ اتفاق سے میرا تقرر وہاں ہوا تو میں والدین کو سیالکوٹ لے گیا اور والدہ نے وہاں جا کے مسجد کے ہر حصہ میں نوافل اور نمازیں بڑی رِقّت کے ساتھ ادا کیں اور اپنی دلی خواہش کے پورا ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر بھی کیا۔ بہت دعا گو تھیں۔ اللہ کی رضا پر راضی رہنے والی، دنیا کی آلائشوں اور خواہشات سے مکمل دور رہنے والی مخلص اور ہر لحاظ سے مثالی خاتون تھیں۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم فرمائے۔ نیکیاں ان کے بچوں میں بھی جاری رہیں اور آگے نسلوں میں بھی جاری رہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 30/ اگست 2024ء جلد 31 شمارہ 207 صفحہ 02 تا 06)

33

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 16 / اگست 2024ء بمطابق 16 / ظہور 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ کچھ خطبات سے غزوۂ بنو مصطلق کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس کی مزید تفصیل میں یہ بات بھی لکھی ہے کہ **بنو مصطلق سے واپسی** پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نَقِیع مقام سے گزرے تو بہت کشادگی، گھاس اور بہت سے تالاب دیکھے۔ آپؐ نے اس کے پانی کے بارے میں پوچھا تو کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! جب گرمیاں آتی ہیں تو پانی کم ہو جاتا ہے۔ تالابوں کا پانی نیچے چلا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بَلْتعہ کو حکم دیا کہ وہ کنواں کھودیں اور نقیع کو چراگاہ بنانے کا حکم دیا۔ حضرت بِلال بن حارِث مُزَنِی کو اس پر نگران مقرر کیا۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں کہاں تک چراگاہ بناؤں۔ آپ نے فرمایا جب طلوع فجر ہو جائے تو ایک بلند آواز والے شخص کو مُقَمَّل پہاڑ پر کھڑا کرو اور جہاں تک اس کی آواز جائے وہاں تک مسلمانوں کے ان اونٹوں اور گھوڑوں کے لیے چراگاہ بناؤ جن پر وہ جہاد کیا کریں گے۔ یہ معیار رکھا آپ نے اس ایریا کی وسعت کا۔ حضرت بلالؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عام مسلمانوں کے چرنے والے جانوروں کے بارے میں کیا رائے ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ اس میں داخل نہیں ہوں گے۔ پھر کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کمزور مرد یا کمزور عورت کے بارے میں کیا خیال ہے جس کے پاس قلیل تعداد میں بھیڑ بکریاں ہوں۔ وہ انہیں چرانے کے لیے دوسری جگہ جانے کی سکت نہ رکھتا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں چرنے کے لیے چھوڑ دو۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 353-352 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

گویا کہ یہ سرکاری چراگاہ جو بنائی گئی تھی اس میں آنے کی ان غریبوں کو صرف اجازت دی، باقیوں کے لیے جو امراء تھے انہیں کہا اپنی اپنی علیحدہ بناؤ یہاں صرف سرکاری جانور ہی چرا کریں گے۔ یہ چراگاہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے دَورِ خلافت تک برقرار رہی اور بعد ازاں گھوڑوں اور اونٹوں کی تعداد بڑھنے کی وجہ سے جگہ تبدیل ہو گئی۔ (دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہؐ جلد 7 صفحہ 283-282 بزم اقبال لاہور)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو چاک و چوبند اور تازہ دم رکھنے کا بڑا اہتمام فرماتے تھے۔ آپ ان کے **مابین وقتاً فوقتاً کھیل کے ایسے مقابلے کراتے رہتے** جن میں شجاعت، جوانمردی، ایمانی اور جہادی تربیت کا پہلو غالب تھا۔ اس قسم کی کھیلوں سے ان کے عزم، حوصلے، ولولے اور بہادری میں بڑا اضافہ ہوتا تھا۔ گویا کہ کھیلوں کے مقابلے ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ غزوۂ بنو مصطلق سے واپسی پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نقیع پہنچے تو اسی روز آپ نے صحابہ کے مابین گھوڑوں اور اونٹوں کی دوڑ کا مقابلہ بھی کروایا۔ آپ کی اونٹنی قَصْوَاء سب

اونٹوں سے آگے نکل گئی۔ اس پر حضرت بلال بن رَبَاحؓ سوار تھے اور آپؐ کا گھوڑا سب گھوڑوں سے آگے نکل گیا۔ آپ کے پاس دو گھوڑے تھے ایک کو لِزَاز جبکہ دوسرے کو ظَرِب کہا جاتا تھا۔ اس روز ظَرب نے مقابلے میں شرکت کی اس پر حضرت ابواُسَید سَاعِدِی سوار تھے اور وہ بھی پہلے نمبر پہ آیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 353 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 7 صفحہ 197 دار السلام ریاض)

اسی جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہؓ کے ساتھ دَوڑ کے مقابلے کا بھی ذکر ملتا ہے۔ کتاب اِمْتَاعُ الْاَسْمَاع میں ہے کہ اس غزوہ یعنی بنو مصطلق کے سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کیا۔ انہوں نے اپنے کپڑے سمیٹے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قَبَا سمیٹی اور دوڑ لگائی تو آپ حضرت عائشہؓ سے آگے نکل گئے پھر ان سے فرمایا: یہ اس دفعہ کا بدلہ ہے جب تم مجھ سے آگے نکل گئی تھی۔ اس جملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گذشتہ واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ ایک مرتبہ آپؐ حضرت ابو بکرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ کے ہاتھ میں کوئی چیز دیکھی۔ آپؐ نے ان سے دیکھنے کو مانگی تو انہوں نے انکار کر دیا اور وہاں سے بھاگیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ ان کی طرف دوڑے مگر وہ ہاتھ نہ آئیں بلکہ آگے نکل گئیں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو آپؐ کی گھریلو باتیں ہیں جو آپؐ گھر کو خوشگوار بنانے کے لیے، اپنے گھر کو خوشگوار بنانے کے لیے آپؐ کیا کرتے تھے۔ ہر کام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے اپنا اسوہ قائم فرمایا ہے اور یہ ان لوگوں کے لیے بھی اسوہ ہے جو اپنی بیویوں پر بڑی سختیاں کرتے ہیں۔

علامہ اِبْنِ جَوْزِی نے حضرت عائشہؓ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ ایک دفعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں گئی۔ اس وقت میں کم عمر اور دبلی پتلی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ دوڑ لگاؤ۔ چنانچہ سب نے دوڑ لگائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ آؤ ہم دوڑیں۔ دوڑ میں مقابلہ کریں۔ چنانچہ ہم دوڑے تو مَیں آگے نکل گئی۔ جو پہلے روایت بیان کی گئی ہے ہو سکتا ہے وہ کسی اَور موقع کی ہو۔ گویا کہ یہ حسن سلوک کے واقعات ہوتے رہتے تھے اس کے بعد کافی عرصہ گزر گیا۔ کہتی ہیں اس دوران میں میرا بدن کچھ بھاری ہو گیا تھا۔ پھر ایک مرتبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں گئی۔ اس دفعہ پھر آپؐ نے لوگوں سے فرمایا کہ دوڑ لگاؤ۔ چنانچہ سب نے دوڑ لگائی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا آؤ دوڑ میں مقابلہ کریں۔ چنانچہ مقابلہ ہوا اور اس دفعہ آپؐ جیت گئے۔ اس وقت آپؐ ہنسنے لگے اور فرمانے لگے یہ پچھلی دفعہ کا بدلہ ہے۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 393 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ کو بھی بیان فرمایا ہے کہ ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی بیویوں کے ساتھ پھرتے تھے۔ ایک دفعہ لشکر کے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہؓ دوڑے۔“ یہ نہیں کہ علیحدہ۔ لشکر کے سامنے دوڑے۔ ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہار گئے اور حضرت عائشہؓ جیت گئیں۔ دوسری دفعہ پھر دوڑے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیت گئے

اور حضرت عائشہؓ ہار گئیں کیونکہ حضرت عائشہؓ کا جسم کچھ موٹا ہو گیا تھا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یَا عَائِشَۃ تِلْکَ بِتِلْکَ۔ عائشہ! اس ہار کے بدلہ میں یہ ہار ہو گئی۔ غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے ساتھ پھرنا معیوب خیال نہیں فرماتے تھے اور جس بات کی اجازت اسلام نے دی ہے اس کو عیب نہیں کہا جا سکتا۔"

(خطبات محمود جلد 33 صفحہ 270-269 خطبہ جمعہ فرمودہ 5 ستمبر 1952ء)

پرانے زمانے میں بعض لوگ سمجھتے تھے، اب بھی بعض اس قسم کے ہیں جو بڑا فرق رکھتے ہیں بیویوں کے ساتھ اور غلط قسم کی شرم بھی اس زمانے میں لوگ رکھتے تھے کہ خود آگے جا رہے ہیں بیویاں پیچھے جا رہی ہیں یا فاصلہ دے کے چل رہے ہیں اور آجکل بھی اگر ایسے کوئی لوگ ہیں تو ان کے لیے بھی یہ نمونہ ہے۔ یہ حسنِ سلوک ہے جو عورتوں سے اسلام نے سکھایا ہے جس کا نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا۔

اس سفر میں واقعۂ اِفک کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ بنو مصطلق سے واپسی پر منافقین کی طرف سے ایک اور فتنہ کھڑا کیا گیا اور وہ ام المومنین حضرت عائشہؓ پر ایک جھوٹی تہمت کا واقعہ ہے جس کو واقعۂ اِفک بھی کہا جاتا ہے۔ پہلے تو وہ پانی کے واقعہ کا ذکر ہے ناں جہاں عبداللہ بن اُبَی نے جھگڑا پیدا کرنے کی کوشش کی تھی، ایک دوسرا واقعہ بھی ہے۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت عائشہؓ واقعہ افک کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ پھر ان میں سے جس کا قرعہ نکلتا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ لے جاتے۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ ایک غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان قرعہ ڈالا جس میں جانے کے لیے آپؐ نکلے تھے۔ تو کہتی ہیں اس میں میرا قرعہ نکلا اور مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئی۔ بعد اس کے کہ پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ یہ واقعہ اس کے بعد کا ہے جب پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ کہتی ہیں کہ مجھے میرے ہودج میں سوار کیا جاتا اور اسی میں اتارا جاتا۔ ہم سفر کرتے رہے یہاں تک کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس غزوے سے فارغ ہوئے اور لَوٹے اور لَوٹتے ہوئے ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو آپؐ نے ایک رات کوچ کرنے کا اعلان فرمایا۔ میں اٹھی جب انہوں نے کوچ کا اعلان کیا تھا اور مَیں چلی یہاں تک کہ لشکر کو پار کیا۔ اور حوائجِ ضروریہ سے فارغ ہونے کے لیے باہر چلی گئی۔ کہتی ہیں جب مَیں نے اپنی ضرورت پوری کر لی تو میں اپنی سواری کی طرف بڑھی اور اپنے سینے کو چھوا تو کیا دیکھا کہ میرا ہار جو ظَفَار کے نگینوں کا تھا۔ ظَفَار صَنْعَاء کے قریب یمن کا ایک پہاڑ یا شہر ہے۔ اس کے نگینے مشہور تھے۔ کہتی ہیں وہ کہیں ٹوٹ کر گر گیا۔ میں واپس لَوٹی اور اپنا ہار ڈھونڈنے لگی۔ اس کی تلاش نے مجھے روکے رکھا یعنی دیر ہو گئی۔ کہتی ہیں پھر وہ لوگ آئے جو مجھے ہودج پہ سوار کیا کرتے تھے۔

میرے ہودج کو اٹھا لیا اور اسے میرے اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار ہوا کرتی تھی اور وہ سمجھ رہے تھے کہ مَیں اس ہودج میں ہوں اور عورتیں ان دنوں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں۔ وہ فربہ نہ تھیں۔ ان پر گوشت نہیں چڑھا ہوتا تھا۔ تھوڑا ہی تو کھانا کھاتی تھیں۔ اور لوگوں نے ہودج کے ہلکے پن کو عجیب محسوس نہ کیا۔ جب انہوں نے اسے اٹھایا اور اسے رکھا اور مَیں ایک نوجوان لڑکی تھی۔ انہوں نے اونٹ کو اٹھایا اور چل دیے اور

مَیں نے اپنے ہار کو پا لیا بعد اس کے کہ لشکر چلا گیا۔ وہ چلے گئے تو میں ہار ڈھونڈ رہی تھی۔ ہار ڈھونڈتے ہوئے میں نے اس کو تلاش کر لیا اور پھر کہتی ہیں مَیں اُن کے پڑاؤ کی جگہ پہ واپس آئی۔ وہاں اُن میں سے نہ کوئی پکارنے والا تھا اور نہ جواب دینے والا تھا۔ سب جا چکے تھے، کوئی نظر نہیں آیا۔ مَیں اپنی اس جگہ پر چلی گئی جہاں مَیں تھی۔ جہاں میرا خیمہ تھا یا جگہ تھی وہاں چلی گئی۔ مَیں نے خیال کیا کہ وہ مجھے گم پائیں گے تو میرے پاس واپس لَوٹ آئیں گے۔ اس دوران کہ میں اپنی جگہ بیٹھی تھی کہ میری آنکھ لگ گئی اور سو گئی۔

صَفْوَان بن مُعَطّل سُلَمِی ذَکْوَانِی لشکر کے پیچھے تھے۔ ان کی ڈیوٹی تھی کہ وہ لشکر کے پیچھے پیچھے رہیں تا کہ گری پڑی چیزوں کو اکٹھا کر کے لے آئیں۔ وہ میرے ٹھکانے کے قریب صبح کو پہنچے تو انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کا وجود دیکھا۔ انہوں نے مجھے پہچان لیا جب انہوں نے مجھے دیکھا اور پردہ کے حکم سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ تو کہتی ہیں کہ جب انہوں نے مجھے پہچان لیا تو مَیں ان کے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنے سے بیدار ہو گئی اور مَیں نے اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانک لیا اور اللہ کی قسم! ہم نے ایک بات بھی نہ کی اور نہ ہی مَیں نے ان سے کوئی بات سنی سوائے ان کے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنے کے۔ وہ اونٹنی سے نیچے اترے اور اپنی اونٹنی بٹھا دی اور اس کی اگلی ٹانگوں پر پاؤں رکھا۔ میں اٹھ کر اونٹنی کے پاس آئی اور اس پر سوار ہو گئی اور وہ مجھے لے کر اونٹنی کو ساتھ لے کر چل پڑے یہاں تک کہ ہم سخت گرمی میں عین دوپہر کے وقت لشکر تک پہنچ گئے اور لوگوں نے پڑاؤ کیا ہوا تھا۔

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا۔ ہلاک ہو گیا جو ہلاک ہو گیا اور وہ جس نے بہتان کا بڑا حصہ لیا۔ وہ عبد اللہ بن اُبَی بن سَلُول تھا۔ عروہ کہتے تھے کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ اس کے پاس باتیں پھیلائی جاتی تھیں اور اس کے آس پاس ان کا تذکرہ کیا جاتا تھا تو وہ اسے صحیح قرار دیتا اور کان لگا کر سنتا اور کرید کرید کر پوچھتا اور عروہ نے یہ بھی کہا کہ اسی طرح بہتان باندھنے والوں میں سے کسی کا نام نہیں لیا گیا سوائے حَسَّان بن ثابت اور مِسْطَح بن اُثَاثَہ اور حَمْنَہ بنتِ جَحْش کے بشمول کچھ اَور لوگ ہوں گے جن کا مجھے علم نہیں۔ یہ روایت کرنے والے نے کہا ہے مگر وہ ایک گروہ تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اس کے بڑے حصے کا ذمہ دار وہ تھا جو عبد اللہ بن ابی بن سلول کہلاتا ہے۔ عروہ نے کہا کہ حضرت عائشہؓ ناپسند کرتی تھیں کہ ان کے پاس حضرت حسّان کو برا کہا جائے اور فرماتی تھیں کہ وہ، وہ ہے جس نے کہا ہے کہ میرا باپ اور اس کا باپ یعنی میرے باپ کا باپ اور میری آبرو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو کے لیے تمہارے مقابلہ میں ڈھال ہے۔ بڑے نیک خیالات تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں۔ بڑا اخلاص اور وفا کا تعلق تھا اس لیے ان کے بارے میں برا کہنا کبھی نہیں سنتی تھیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ ہم مدینہ میں پہنچے تو میں مہینے بھر بیمار رہی۔ سفر شروع ہو گیا۔ یہ لوگ وہاں پہنچ گئے۔ قافلہ چل پڑا۔ مدینہ پہنچ گئے اور کہتی ہیں وہاں جا کے میں بیمار ہو گئی۔ لوگ بہتان باندھنے والوں کی بات میں لگے رہے۔ میں اس سے متعلق کچھ نہیں جانتی تھی۔ بیمار تھی، گھر میں تھی، مجھے کچھ نہیں پتہ تھا۔ مجھے اپنی بیماری میں جو بے چین کرنے والی بات تھی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ مہربانی نہیں دیکھ رہی تھی جو مَیں آپؐ سے دیکھا کرتی تھی۔ جب مَیں بیمار ہوتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آتے

اور سلام کرتے۔ پھر فرماتے تمہارا کیا حال ہے؟ پھر چلے جاتے۔ بس اتنا ہی تھا۔ اس سے زیادہ حسنِ سلوک نہیں تھا۔ سو یہ بات مجھے بے چین کرتی تھی۔ مجھے اس شر کا علم نہ تھا یہاں تک کہ میں نکلی۔ جب میں کچھ ٹھیک ہوئی اور میں ام مسطح کے ساتھ مَنَاصِع کی طرف گئی اور یہ ہمارے باہر جانے کی جگہ تھی اور ہم نہیں نکلا کرتی تھیں مگر ایک رات سے اگلی رات تک اور یہ اس سے پہلے کی بات ہے کہ ہم اپنے گھروں میں بیوت الخلاء بنائیں۔ یعنی کہ حوائج ضروریہ سے فارغ ہونے کے لیے عورتیں باہر جایا کرتی تھیں اور وہ بھی رات کے وقت۔ اس وقت بیوت الخلاء گھروں میں نہیں ہوتے تھے۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ ہمارا معمول پہلے عربوں کے طریق جیسا تھا جنگل میں قضائے حاجت کے لیے جانے کے لیے اور ہم بیوت الخلاء سے تکلیف محسوس کرتے تھے کہ اپنے گھروں میں انہیں بنائیں۔ بہر حال پھر رواج ہو گیا اور گھروں میں بننے لگ گئے۔

پھر آگے کہتی ہیں کہ آپؓ نے فرمایا میں اور ام مسطح گئیں اور پھر آپؓ نے، حضرت عائشہؓ نے یہ فرمایا کہ میں اور ام مسطح گئیں اور یہ اَبُو رُھْم بن مطلب بن عَبدِ مَنَاف کی بیٹی تھیں اور ان کی ماں صَخْر بن عامِر کی بیٹی تھیں جو حضرت ابو بکر صدیق کی خالہ تھیں اور ان کا بیٹا مسطح بن اثاثہ بن عَبَّاد بن مطلب تھا۔ تو مَیں اور ام مسطح اپنے گھر کی طرف آ رہی تھیں۔ جب ہم اپنے کام سے فارغ ہوئیں تو ام مسطح اپنی اوڑھنی میں الجھ کر لڑکھڑائیں اور بولیں مسطح کا برا ہو۔ مَیں نے ان سے کہا کیا ہی برا کہا ہے؟ کیا ایسے آدمی کو برا کہتی ہو جو بدر میں شریک ہوا تھا۔ کہنے لگیں اے بھولی بھالی! کیا تم نے سنا نہیں جو اس نے کہا ہے؟ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ مَیں نے کہا اس نے کیا کہا ہے؟ تو اس نے مجھے افک والوں کا قصہ بتایا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں یہ بات سن کے میری بیماری اَور بڑھ گئی۔

ایک دوسری روایت میں قضائے حاجت پر جانے والا واقعہ یوں بیان ہوا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا: مَیں اپنی حاجت کے لیے باہر گئی اور میرے ساتھ ام مسطح تھی۔ اس نے ٹھوکر کھائی اور کہنے لگی مسطح کا ناس ہو۔ میں نے کہا اماں! تم اپنے بیٹے کو برا بھلا کہتی ہو۔ اس پر وہ خاموش ہو گئی۔ پھر اس نے دوسری بار ٹھوکر کھائی اور کہنے لگی مسطح کا ناس ہو۔ مَیں نے اس سے کہا تم اپنے بیٹے کو برا بھلا کہتی ہو۔ پھر اس نے تیسری بار ٹھوکر کھائی اور کہنے لگی مسطح کا ستیاناس ہو۔ مَیں نے اسے ڈانٹا۔ شاید وہ اس بارے میں سوچ رہی ہوں گی تو بے دھیانی میں ٹھوکر لگ جاتی تھی۔ بہر حال کہتی ہیں مَیں نے انہیں پھر کہا اور جب انہیں ڈانٹا تو وہ کہنے لگیں کہ بخدا! میں اُسے برا بھلا نہیں کہتی مگر تمہاری وجہ سے۔ جو مَیں اس کو برا بھلا کہہ رہی ہوں تو وہ تمہاری وجہ سے کہہ رہی ہوں۔ وہ سوچیں میرے دماغ میں آ جاتی ہیں تو مَیں نے پوچھا میرے لیے کس وجہ سے حضرت عائشہؓ نے کہا کہ انہوں نے میرے لیے ساری بات کھول کر بیان کر دی۔ تب انہوں نے حضرت عائشہؓ کو ساری بات بیان کی۔ تو مَیں نے کہا کیا یہی بات ہو رہی ہے۔ کہنے لگی ہاں اللہ کی قسم! تو میں اپنے گھر واپس آئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جس حاجت کے لیے میں نکلی تھی وہ مجھے بالکل نہ رہی نہ تھوڑی نہ بہت۔ جب میں اپنے گھر میں واپس آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے۔ آپ نے سلام کیا پھر فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں اپنے ماں باپ کے پاس جاؤں؟ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں چاہتی تھی کہ ان دونوں سے خبر کی پختگی کے بارے میں معلوم کروں۔

ابن ہشام نے یہ بیان کیا ہے کہ جب حضرت عائشہ اپنے والدین کے گھر گئیں تو اُس وقت انہیں تہمت کا علم نہ تھا اور ام مسطح والا واقعہ بھی والدین کے گھر جانے کے بعد پیش آیا تھا۔ بہر حال یہ دونوں روایتیں ہیں۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی۔ ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ ایک خادم بھیجا۔ میں گھر میں داخل ہوئی اور مَیں نے اپنی والدہ اُم رُومَان کو مکان کے نچلے حصہ میں اور حضرت ابو بکرؓ کو گھر کے بالا خانے میں پایا۔ وہ قرآن پڑھ رہے تھے۔ یہ بخاری کی روایت میں ہے۔ کہتی ہیں مَیں نے اپنی ماں سے کہا اے میری پیاری ماں! لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں! ماں نے ان کو کہا کہ اے میری پیاری بیٹی! خاطر جمع رکھو۔ حوصلہ رکھو۔ اللہ کی قسم! کم ہی ہوتا ہے کہ کبھی کوئی حسین و جمیل عورت کسی شخص کے پاس ہو جس سے وہ محبت رکھتا ہو اور اس کی سوکنیں ہوں مگر وہ اس کے خلاف بہت کچھ کہتی ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا مَیں نے کہا سبحان اللہ۔ کیا لوگ بھی ایسی باتیں کرنی شروع ہو گئے ہیں؟ میرے بارے میں وہ ایسی بات کہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ حضرت ابو بکر نے میری آواز سنی اور وہ اوپری منزل میں قرآن پڑھ رہے تھے۔ وہ گھر کے بالا خانے سے نیچے آئے اور میری ماں سے کہا اسے کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا اسے وہ بات پہنچ گئی ہے جو اس کے متعلق کہی جا رہی تھی تو حضرت ابو بکرؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ کہنے لگے اے میری پیاری بیٹی! میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم اپنے گھر لَوٹ جاؤ تو وہ کہتی ہیں کہ مَیں لَوٹ گئی۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ مَیں ساری رات روتی رہی یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ میرے آنسو تھمتے ہی نہ تھے اور نہ مجھے نیند آئی۔ پھر میں نے روتے ہوئے صبح کی۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ جب وحی میں توقف ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالبؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے پوچھا اور ان دونوں سے اپنے گھر والوں کو چھوڑنے کے بارے میں مشورہ طلب کیا یعنی حضرت عائشہؓ کے بارے میں کہ ان کو علیحدہ کر دیں۔ آپؓ بیان کرتی ہیں۔ جہاں تک اسامہ کا تعلق ہے تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں مشورہ دیا جو وہ آپؐ کے گھر والوں کی براءت کے بارے میں جانتا ہے اور اس کے مطابق جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات میں اس کے بارے میں جانتے تھے۔ حضرت اسامہؓ نے کہا وہ آپؐ کی زوجہ مطہرہ ہیں اور ہم بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ ہم تو یہی جانتے ہیں کہ ان میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔ چھوڑنے کا سوال نہیں۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ اسامہ نے کہا یہ سراسر جھوٹ ہے اور بے بنیاد ہے۔ جہاں تک حضرت علیؓ کا تعلق ہے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ عورتیں ان کے سوا بہت ہیں اور خادمہ سے پوچھئے آپؐ سے سچ کہے گی۔ حضرت علیؓ نے ذرا شبہ کا اظہار کیا۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو بلایا، یہ خادمہ تھیں۔ آپؐ نے فرمایا اے بریرہ! کیا تم نے کوئی ایسی بات دیکھی ہے جو تمہیں شک میں ڈالتی ہو؟ بریرہ کہنے لگی کہ اس کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں نے ان کی کبھی کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس کو میں معیوب سمجھتی ہوں سوائے اس کے کہ وہ نوجوان لڑکی ہے اور اپنے گھر والوں کا گوندھا ہوا آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہے۔ گھر کی بکری آتی ہے اور اس کو

کھا جاتی ہے۔ یعنی گہری نیند ہے تھوڑی سی لاپروائی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی برائی نہیں ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک نے اس خادمہ کو ڈانٹا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ بیان کرو یہاں تک کہ ان لوگوں نے اس بارے میں اسے کرید کرید کر پوچھا۔ وہ کہنے لگی کہ اللہ ہی کی ذات پاک ہے۔ اللہ کی قسم! میں ان کے بارے میں نہیں جانتی مگر جتنا سنار خالص کندن سونے کے بارے میں جانتا ہے۔ میں نے تو ان کو ہمیشہ اچھا ہی پایا ہے۔

ایک روایت میں یہ بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ایمن سے بھی حضرت عائشہؓ کے متعلق دریافت فرمایا۔ انہوں نے کہا میں اپنے کانوں اور آنکھوں کو بچا کر رکھتی ہوں۔ مَیں نے عائشہ کے متعلق ہمیشہ بہتر گمان رکھا ہے اور اچھی بات ہی جانی ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ مطہرہ حضرت زینب بنت جحشؓ سے بھی میرے متعلق پوچھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ سے فرمایا تمہیں کیا علم ہے یہ جو باتیں ہو رہی ہیں یا تم کیا سمجھتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی شنوائی اور بینائی محفوظ رکھتی ہوں۔ بڑے ہوش و حواس میں ہوں میرا سب کچھ سلامت ہے، آنکھیں بھی سلامت ہیں اور کان بھی سلامت ہیں کہ اللہ کی قسم! سوائے بھلائی کے مجھے کچھ علم نہیں ہے۔ میں نے تو بھلائی ہی دیکھی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا اور یہ وہ تھیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے میری رقابت کیا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں حضرت زینبؓ وہ تھیں جو تھوڑی بہت رقابت رکھتی تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی وجہ سے انہیں محفوظ رکھا۔ انہوں نے غلط بات نہیں کی۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا اور ان کی بہن حمنہ ان کی خاطر لڑتی تھی اور وہ ہلاک ہو گئی ان کے ساتھ جو ہلاک ہوئے۔ یعنی اس کا انجام ٹھیک نہیں ہوا۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا اللہ کی قسم! وہ شخص جس کے متعلق کہا گیا جو کہا گیا یعنی صفوان بن معطل وہ کہتا تھا سبحان اللہ! اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مَیں نے کبھی کسی عورت کے پہلو کو برہنہ نہیں کیا یعنی کبھی کسی عورت سے تعلق قائم نہیں کیا۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا پھر اس کے بعد وہ اللہ کی راہ میں شہید ہو گیا **یعنی وہ ایسا نیک صالح انسان تھا کہ شہادت کا مقام پایا۔**

علامہ ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت ابو ایوب خالد بن زید انصاریؓ کی بیوی ام ایوب نے ان سے کہا کہ اے ابو ایوب! تم سنتے ہو کہ لوگ عائشہ کے حق میں کیا کہہ رہے ہیں؟ ابو ایوب نے کہا ہاں میں نے سنا ہے اور یہ سب جھوٹ ہے۔ اے ام ایوب! کیا تم ایسا فعل کر سکتی ہو۔ ام ایوب نے کہا خدا کی قسم! میں ایسے فعل کی مرتکب نہیں ہو سکتی تو ابوایوب نے کہا پھر عائشہ تم سے کہیں زیادہ افضل اور بہتر ہے۔ وہ کب ایسے فعل کی مرتکب ہو سکتی ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ اس موقع پر ایک انصاری آدمی نے یہ کہا اے اللہ! تُو پاک ہے۔ یہ ہمارا کام نہیں کہ ہم اس بات کو آگے دہرائیں۔ اے خدا تو پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ یہ بھی بخاری کی روایت ہے۔ شارح بخاری علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ بات ابوایوب انصاری نے کی تھی اور حضرت اُبَی بن کعب سے یہ روایت بیان ہوئی ہے کہ انہوں نے یہ بات اپنی بیوی حضرت ام طفیلؓ سے کہی تھی۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی دن کھڑے ہوئے آپؐ نے عبد اللہ بن ابی سے بیزاری کا اظہار

فرمایا اور آپؐ منبر پر تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! کون اس شخص سے مجھے بچائے گا جس کی طرف سے مجھے میرے گھر والوں کے بارے میں تکلیف پہنچی ہے۔ اللہ کی قسم! میں اپنے گھر والوں کے بارے میں نہیں جانتا سوائے خیر کے اور انہوں نے ایسے شخص کا ذکر کیا یعنی صفوان بن معطل کا جس کے بارے میں میں نہیں جانتا سوائے بھلائی کے یعنی مرد کی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی کہ میں نے تو بھلائی دیکھی ہے اور وہ میرے گھر والوں کے پاس نہیں آتا تھا سوائے میرے ساتھ اور میں کسی سفر میں نہیں گیا مگر وہ میرے ساتھ ضرور جاتا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں تو حضرت سعد بن مُعَاذؓ جو بنی عَبْدِ اَشْہَل میں سے تھے کھڑے ہوئے۔ بعض کے نزدیک حضرت اُسَید بن حُضَیرؓ تھے۔ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو بچاؤں گا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے اس درد کا، فکر کا، غم کا اظہار کیا تو اس پر یہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ میں آپ کو اس سے بچاؤں گا جو غلط الزام لگایا جا رہا ہے۔ آپ کو گھر والوں کی وجہ سے تکلیف دی جا رہی ہے۔ اگر وہ اَوس سے ہوا تو اس کی گردن اڑا دوں گا اور اگر ہمارے بھائیوں خزرج سے ہوا تو آپؐ جو حکم دیں گے ہم آپؐ کے حکم کے مطابق عمل کریں گے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ خزرج سے ایک شخص اٹھا اور حَسَّان کی ماں اس قبیلہ کی شاخ سے اس کی چچازاد بہن تھی اور وہ سعد بن عُبَادہ تھا اور وہ خزرج قبیلے کے سردار تھے۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ وہ اس سے پہلے اچھے آدمی تھے لیکن حمیت نے ان کو ابھارا۔ انہوں نے سعد سے کہا۔ انہوں نے یہ بات جب کی تو وہ بھی اٹھے اور سعد کے خلاف یہ بات کی کہ اللہ کی قسم! تم نے غلط کہا ہے تم اسے قتل نہیں کرو گے اور نہ اس کے قتل کی تم قدرت رکھتے ہو۔ اگر وہ تمہارے گروہ سے ہوتا تو تم پسند نہ کرتے کہ مارا جائے۔ حضرت اُسَید بن حضیرؓ کھڑے ہوئے اور وہ سعد کے چچازاد بھائی تھے انہوں نے سعد بن عبادہ سے کہا تم نے غلط کہا ہے۔ اللہ کی قسم! ہم اسے ضرور قتل کریں گے تم منافق ہو۔ منافقوں کی طرف سے جھگڑتے ہو۔ آپس میں صحابہ کا بھی اس بات پہ جھگڑا شروع ہو گیا۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا اس پر دونوں قبیلے اَوس اور خزرج بھڑک اٹھے یہاں تک کہ وہ لڑنے کے لیے آمادہ ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل انہیں دھیما کرتے رہے یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہو گئے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں اپنے اس سارے دن میں روتی رہی۔ میرے آنسو تھمتے نہ تھے اور نہ مجھے نیند آتی تھی۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میرے ماں باپ بھی میرے پاس رہے اور مَیں دو راتیں اور ایک دن روتی رہی۔ نہ میرے آنسو تھمتے تھے اور نہ مجھے نیند آتی تھی یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ یہ رونا میرے جگر کو پھاڑ دینے والا ہے۔ اس اثنا میں کہ میرے ماں باپ میرے پاس بیٹھے تھے اور مَیں رو رہی تھی ایک انصاری عورت نے میرے پاس آنے کی اجازت چاہی۔ میں نے اسے اجازت دی۔ وہ بیٹھ گئی اور میرے ساتھ رونے لگی۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ابھی ہم اس حالت میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپؐ نے سلام کہا، پھر بیٹھ گئے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی میرے پاس نہیں بیٹھے تھے جب سے کہا گیا جو اس سے پہلے کہا گیا یعنی جب سے یہ واقعہ ہوا تھا پاس نہیں بیٹھتے

تھے۔ سلام اور حال پوچھ کے دور سے چلے جاتے تھے۔ کہتی ہیں اور آپؐ ایک مہینہ ٹھہرے رہے یعنی ایک مہینے تک یہ عمل جاری رہا۔ آپؐ کو میرے معاملے کی نسبت کوئی وحی نہیں ہوئی۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد پڑھا جب آپ بیٹھے۔ پھر فرمایا اَمَّا بَعد اے عائشہ! دیکھو تمہارے متعلق مجھے یہ یہ بات پہنچی ہے سو اگر تم بَری ہو تو اللہ ضرور بری کر دے گا اور اگر تم سے کوئی لغزش ہو گئی ہو تو اللہ سے استغفار کرو اور اس کے حضور توبہ کرو کیونکہ بندہ جب اعتراف کرتا ہے۔ پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس پر رجوع برحمت ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات مکمل کر چکے تو یہ بات سن کے میرے آنسو تھم گئے یہاں تک کہ میں آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کرتی تھی۔ مَیں نے اپنے باپ حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے جواب دیں جو انہوں نے میرے بارے میں فرمایا ہے۔ میرے باپ نے کہا کہ اللہ کی قسم! مَیں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں؟ مجھے تو سمجھ نہیں آتی کیا جواب دوں؟ پھر کہتی ہیں مَیں نے اپنی ماں سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا جواب دیں جو آپؓ نے فرمایا ہے۔ میری ماں کہنے لگیں اللہ کی قسم! میں نہیں جانتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں؟ انہوں نے بھی وہی جواب دیا۔ کہتی ہیں پھر مَیں نے خود ہی کہا۔ میں نوجوان لڑکی تھی قرآن زیادہ نہیں جانتی تھی۔ میں نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں جانتی ہوں کہ آپ لوگوں نے یہ بات سنی ہے یہاں تک کہ وہ آپ کے دلوں میں جم گئی ہے۔ یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ شاید میں بری ہوں اور آپ لوگوں نے اس کو سچا سمجھ لیا ہے۔ پس اگر میں آپ لوگوں سے کہوں کہ میں بَری ہوں میں نے یہ نہیں کیا تو آپ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں آپ لوگوں سے کسی بات کا اعتراف کروں اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس سے بَری ہوں۔ میں نے قطعاً نہیں کیا تو آپ لوگ مجھے سچا سمجھ لیں گے پھر آپ کہہ دیں گے ہاں یہ قصوروار تھی یہ توبہ کر رہی ہے۔ کہتی ہیں کہ میں نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں اپنے لیے اور آپ کے لیے نہیں پاتی کوئی مثال سوائے یوسف کے باپ کی جب انہوں نے کہا تھا یعنی میرے پاس صرف یوسف کے باپ کی مثال ہے جب انہوں نے کہا تھا کہ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (یوسف:19) کہ اب اچھی طرح صبر کرنا ہی میرے لیے مناسب ہے اور جو بات تم بیان کرتے ہو اس کے تدارک کے لیے اللہ ہی سے مدد مانگی جا سکتی ہے اور اسی سے مدد مانگی جائے گی۔ کہتی ہیں یہ کہہ کے پھر میں نے کروٹ بدل لی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس وقت بَری تھی اور اللہ میری براءت کو ظاہر کرنے والا تھا لیکن اللہ کی قسم میں یہ خیال نہیں رکھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں وحی نازل کرے گا جس کی تلاوت کی جائے گی۔ میری حیثیت میرے نزدیک اس سے کم تھی کہ اللہ تعالیٰ میری نسبت کلام کرتا لیکن میں یہ امید رکھتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند میں کوئی خواب دیکھیں گے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مجھے بَری قرار دے گا۔ یہ تو مجھے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ میری بریت کا بتا دے گا لیکن یہ نہیں پتہ تھا کہ قرآن کریم کی آیت نازل ہو جائے گی۔ کہتی ہیں اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹھنے کی جگہ سے نہیں ہٹے اور نہ گھر والوں میں سے کوئی ایک بھی نکلا یہاں تک کہ آپؐ پر وحی نازل ہوئی اور آپؐ کو ایسی حالت نے آلیا جو شدت میں سے آپؐ کو آلیتی تھی یہاں تک کہ آپ سے پسینہ موتیوں کی طرح ٹپکنے لگا

اور وہ سردی کا دن تھا لیکن بوجہ اس کلام کے بوجھ کے جو آپ پر نازل کیا گیا یہ پسینہ آپؐ کو آیا۔

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ آپؐ کو چادر اوڑھا دی گئی اور سر مبارک کے نیچے چمڑے کا تکیہ رکھ دیا گیا جب میں نے یہ دیکھا تو میں کچھ نہ گھبرائی کیونکہ میں جانتی تھی کہ مَیں بے گناہ ہوں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں مجھے تو پتہ لگ گیا کہ وحی ہو رہی ہے اور کوئی گھبراہٹ بھی نہیں تھی کیونکہ مجھے پتہ تھا کہ میں بے گناہ ہوں۔ اگر وحی بھی ہے تو اللہ تعالیٰ میری بریت ہی کرے گا اور اللہ تعالیٰ مجھ پر ظلم نہیں کرے گا۔ رہی میرے والدین کی بات، جہاں تک والدین کا سوال ہے تو اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں عائشہ کی جان ہے ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی والی کیفیت ختم نہیں ہوئی تھی کہ مجھے یوں لگا جیسے ان دونوں کی جان نکل جائے گی۔ میرے ماں باپ دونوں بڑے ڈر رہے تھے۔ وہ ڈر رہے تھے کہ لوگوں نے جو کچھ کہا ہے کہیں خدا تعالیٰ اس کے موافق آیت نازل نہ فرما دے۔ یہ کہیں سچ بات نہ ہو جائے۔

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ کیفیت ختم ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر پیشانی پر سے پسینہ صاف کرنے لگے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ کیفیت جاتی رہی اور آپؐ مسکرا رہے تھے۔

پہلی بات جو آپؐ نے کہی وہ یہ تھی کہ اے عائشہ! اللہ نے تجھے بَری کر دیا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ میری ماں مجھے کہنے لگی کہ اٹھو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ میں نے کہا نہیں۔ اللہ کی قسم! میں آپ کے پاس نہیں جاؤں گی کیونکہ میں حمد نہیں کروں گی سوائے اللہ عزوجل کے۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ (النور:12)۔ یقیناً وہ لوگ جنہوں نے ایک بڑا اتہام باندھا تھا، یہ دس آیات ساری کی ساری ہیں۔ سورہ نور کی بارہ تا اکیس آیات ہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے میری براءت میں یہ نازل فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا اور مسطح بن اثاثہ کو بوجہ اپنے اس قرابت اور اس کی تنگ دستی کے خرچ دیا کرتے تھے۔ مسطح بھی ان الزام لگانے والوں میں سے تھا ناں، اس کو خرچ حضرت ابو بکرؓ دیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں مسطح پر کبھی خرچ نہیں کروں گا بعد اس کے جو اس نے عائشہؓ کے بارے میں کہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ وَلَا یَاۡتَلِ اُولُوا الۡفَضۡلِ مِنۡکُمۡ وَ السَّعَۃِ (النور: 23) کہ اور تم میں سے دین و دنیا میں فضیلت رکھنے والے اور کشائش رکھنے والے لوگ قسم نہ کھائیں اور غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ کے قول تک آیت نازل ہوئی یعنی بہت معاف کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ جب یہ ہوا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا کیوں نہیں۔ پہلے تو انہوں نے قسم کھائی کہ نہیں خرچ دوں گا۔ اس آیت کے بعد حضرت ابو بکرؓ کہنے لگے کیوں نہیں اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ اللہ میرے گناہوں کی پردہ پوشی کرے تو وہ مسطح کو وہ خرچ دوبارہ دینے لگے جو اس پر خرچ کیا کرتے تھے اور کہا اللہ کی قسم! میں اس سے کبھی نہیں ہٹوں گا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب حدیث الافک روایت 4141، کتاب التفسیر حدیث 4750، 4757، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة حدیث 7370) (السیرۃ النبویہ لابن ھشام صفحہ 675 تا 677 دار الکتب العلمیة بیروت) (فرہنگ سیرت صفحہ 183 زوار اکیڈیمی کراچی) (امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 214 دار الکتب العلمیة بیروت) (ھدی الساری مقدمہ فتح الباری شرح صحیح البخاری 499-498 قدیمی کتب خانہ کراچی)

تو یہ اس افک کے واقعہ کا کچھ تفصیلی ذکر ہے۔ باقی انشاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

آج پھر میں دعا کی طرف یاددہانی کروانا چاہتا ہوں۔

بنگلہ دیش کے احمدیوں کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کے حالات بھی جلد بہتر فرمائے۔

پاکستان کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کے حالات بھی بہتر فرمائے۔

فلسطین کے مظلوموں کے لیے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کی حالت پر بھی رحم فرمائے۔

مسلمان ممالک کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیڈروں کو عقل دے اور وہ عوام کے حق ادا کرنے والے بنیں۔ ظلم کرنے والے نہ بنیں کیونکہ ان کے ظلم کی وجہ سے ہی دشمنوں کو بھی جرأت پیدا ہوتی ہے کہ مسلمانوں پر ظلم کرتے چلے جائیں کیونکہ ان کو پتہ ہے کہ یہ خود حق ادا نہیں کر رہے تو ہمارے سے کس طرح حق مانگ سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مسلم اُمّہ پر رحم فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 06/ ستمبر 2024ء جلد 31 شمارہ 213 صفحہ 02 تا 05)

34

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 23/ اگست 2024ء بمطابق 23/ ظہور 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

الحمدللہ **آج جلسہ سالانہ جرمنی شروع ہو رہا ہے۔** اس وقت جرمنی کی جماعت مجھے وہاں جلسہ میں دیکھنا چاہتی تھی لیکن انسان کے ساتھ بشری تقاضے بھی لگے ہوئے ہیں، صحت وغیرہ بھی اس کا ایک حصہ ہے۔ اس وجہ سے ڈاکٹر کے مشورے سے آخری وقت میں جرمنی کے سفر کو ملتوی کرنا پڑا اور یہی تجویز ہوا کہ یہاں سے ایم ٹی اے کے ذریعہ سے ہی جرمنی جلسہ کے پروگراموں میں شامل ہوا جائے اور یہاں سے ہی جرمنی کے جلسہ میں شامل ہونے والے لوگوں سے مخاطب ہوا جائے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ہو گا۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس زمانے کی ایجادوں میں اس نے اس طرح رابطے کے سامان مہیا فرمائے ہیں۔ بہت سے لوگ جو ملاقات چاہتے تھے اس کے سامان اللہ تعالیٰ کسی اَور وقت فرمادے گا۔ بہرحال اس ذریعہ سے کم از کم جلسہ میں شمولیت کی ساٹھ، ستر فیصد کمی تو پوری ہو جاتی ہے۔ وہاں کے نظارے ان شاءاللہ آتے رہیں گے، اِس وقت بھی میں لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ جلسہ اور تمام انتظامات ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور لوگوں کو تمام پروگراموں سے بھرپور استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ اس مرتبہ اس انتظام سے ہٹ کر جلسہ منعقد ہو رہا ہے جس کی جرمنی جماعت کو عادت پڑ چکی ہے۔ ہالوں کے اندر اور بنے بنائے انتظام میں جلسہ ہوتا تھا اور جلسہ کی انتظامیہ کو بھی جلسہ گاہ کے لحاظ سے زیادہ انتظام نہیں کرنا پڑتا تھا۔ اور لوگوں کو بھی عموماً بنی بنائی سہولت مل جاتی تھی لیکن اب کھلی جگہ پر جلسہ کے انتظام کی وجہ سے انتظامیہ کو بھی کچھ دقتیں ہوں گی اور شامل ہونے والوں کو بھی لیکن ان مشکلوں کو برداشت کرنا اور جلسہ کے مقصد کو پورا کرنا دونوں کا، انتظامیہ کا بھی اور شاملین کا بھی مقصد ہونا چاہئے۔ اور مشکلات پر پریشانی اور شکوہ نہیں ہونا چاہیے۔ آہستہ آہستہ یہ انتظام بہتر ہو جائے گا۔ برطانیہ میں بھی اسی طرح مشکلات ہوتی تھیں اور اب بھی ہیں لیکن اب انتظام بہت بہتر ہو گئے ہیں۔ پس ان دنوں میں سمجھیں کہ ہم نے ہر مشکل پر ہنسی خوشی اپنے مقصد کو ترجیح دینی ہے۔ ابھی مہینہ نہیں ہوا کہ برطانیہ کا جلسہ منعقد ہوا ہے۔ اس میں بھی جہاں لوگوں نے انتظامات کی تعریف کی ہے وہاں بعض نے کمیوں کی نشاندہی بھی کی ہے۔ تو یہ کمیاں کمزوریاں تو ساتھ لگی ہوئی ہیں انہیں دور کرنے کی کوشش انتظامیہ کرتی ہے اور آئندہ بھی مزید کرے گی انشاء اللہ۔

اگر سب شاملین تعاون کریں اور کارکنان بھی اپنی مقدور بھر کوشش کریں کہ ہم نے ہر لحاظ سے

انتظامات کو اپنی صلاحیتوں اور وسائل کے لحاظ سے بہتر کرنے کی کوشش کرنی ہے تو برکت پڑتی ہے۔ اور اس کے لیے میں تمام ڈیوٹی کرنے والے کارکنان سے کہوں گا کہ سب سے پہلے آپ کا فرض ہے کہ مہمانوں کی بہترین مہمان نوازی کے لیے حتی المقدور خدمت کے جذبہ سے کام کریں۔ ہمیشہ خوش اخلاقی کا مظاہرہ کریں۔ ہر شعبہ کا کارکن ہنستے ہوئے مہمان کے ساتھ پیش آئے۔ دعائیں کرتے ہوئے کام کریں۔ اس جذبہ سے کام کریں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بلانے پر آئے ہوئے مہمانوں کی خدمت کرنی ہے اور جو چاہے حالات ہو جائیں ہم نے اپنے اخلاق کے معیار بلند رکھنے ہیں اور خدمت کرتے چلے جانا ہے۔ اور مہمان بھی اس مقصد کو سامنے رکھیں جو جلسہ کا مقصد ہے اور جیسا کہ میں نے کہا ہر تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے ان تین دنوں میں اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ جلسہ سالانہ یوکے میں مَیں نے جو جلسہ کا مقصد بیان کیا تھا وہی ہمارا مقصد ہے اور ہر جگہ جہاں بھی جلسے منعقد ہوتے ہیں اسی مقصد کو ہر احمدی کو سامنے رکھنا چاہیے۔ اگر یہ ہو گا تو ہر قسم کی تکلیفوں کو ہر شامل ہونے والا خدا تعالیٰ کی خاطر برداشت کرے گا اور یوں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا بنے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کی توفیق دے۔

ہمیشہ یاد رکھیں کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کے **انعاموں میں سے یہ ایک بہت بڑا انعام ہے** جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا ہے کہ سال میں ایک دفعہ ہم جمع ہو کر اپنی روحانی اور اخلاقی ترقی کے سامان بہم پہنچائیں۔ ایسے پروگرام بنائیں جو ہمیں خدا تعالیٰ سے قریب کرنے والے اور تقویٰ میں بڑھانے والے ہوں۔ اس ارادے اور نیت سے دن گزاریں کہ ہم نے اعلیٰ اخلاق اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کے بھی اعلیٰ معیار قائم کرنے ہیں۔ آپس میں محبت پیار اور تعلق کو بڑھانا ہے۔ رنجشوں کو دور کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی کوشش کرنی ہے۔ ہر قسم کی لغویات سے اپنے آپ کو بچانا ہے اور یہی وہ چیزیں ہیں جس کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم سے توقع کی ہے اور یہی وہ چیز ہے جو خدا تعالیٰ کو بھی پسند ہے اور جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں انسان بنایا ہے اور اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ پس جلسہ پر آنے والے ہر احمدی کو ہمیشہ یہ باتیں پیش نظر رکھنی چاہئیں۔ اگر خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کی کوشش نہیں ہو رہی، اگر تقویٰ میں ترقی کرنے کی کوشش نہیں ہو رہی، اگر اخلاق کے اعلیٰ نمونے دکھانے کی کوشش نہیں ہو رہی، اگر بندوں کے حقوق ادا نہیں ہو رہے تو پھر جلسہ پر آنے کا مقصد ہی پورا نہیں ہوتا اور اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں صرف انہی کے حق میں پوری ہوں گی جو اس مقصد کو سمجھ رہے ہوں گے۔ اس غرض کو سمجھ رہے ہوں گے جس کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ کا اجرا فرمایا تھا۔ آپؑ فرماتے ہیں: ”میں ہرگز نہیں چاہتا کہ حال کے بعض پیرزادوں کی طرح صرف ظاہری شوکت دکھانے کے لئے اپنے مبائعین کو اکٹھا کروں بلکہ وہ علّتِ غائی جس کے لئے میں حیلہ نکالتا ہوں اصلاحِ خلق اللہ ہے۔“

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395)

یعنی وہ بنیادی وجہ اور مقصد جس کے لیے میں نے یہ جلسہ کا انتظام کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اذن پا کے یہ تدبیر کی ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا سے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو حاصل کرنے والا بنوں۔

پس ہر احمدی کو ان باتوں کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔ دنیا میں ہر احمدی کو عموماً بھی سامنے رکھنا چاہیے صرف خاص طور پر جلسہ کے لئے نہیں۔ لیکن خصوصاً آپ لوگ جو یہاں جلسہ پر جمع ہوئے ہیں ان کو خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ اگر یہ باتیں آپ کریں گے تو جلسے کے مقصد کو پورا کرنے والے ہوں گے اور تب ہی آپ کو جلسہ پر آنے کا فائدہ ہو گا جب اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اپنی بھرپور کوشش کریں گے۔ اگر آپ کا خدا تعالیٰ سے تعلق نہیں پیدا ہوا، اگر آپ کے اخلاقی اور روحانی حالات میں بہتری نہیں ہوئی تو ایسے شامل ہونے والوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی بیزاری کا اظہار فرمایا ہے۔ یہاں نئے انتظامات کے تحت اگر آپ ہزاروں بھی جمع ہو جائیں یا جہاں بھی جلسے ہوتے ہیں اگر وہاں لوگ ہزاروں کی تعداد میں بھی جمع ہو جائیں لیکن اس مقصد کو حاصل نہیں کرتے جو جلسہ کا مقصد ہے کہ تقویٰ پیدا کیا جائے تو پھر جلسہ پر آنے کا کوئی مقصد نہیں اور جلسہ منعقد کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ”تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔“ (آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 351)

پس یہ کتنی بڑی ذمہ داری ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہم پہ ڈالی ہے۔ یہ کتنی بڑی توقع ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہم سے کی ہے کہ اپنی تمام محبتوں پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کو غالب کریں۔ کوئی ایسی دنیاوی محبت نہ ہو جو اس محبت کا مقابلہ کر سکے۔ پس اگر یہ بات ہمارے دلوں میں بیٹھ جائے گی تو پھر ہی ہماری دنیا بھی سنور جائے گی اور دین بھی سنور جائے گا۔ آخرت بھی سنور جائے گی اور یہ دنیا بھی سنور جائے گی۔

پس اس بات کو ہمیشہ شامل ہونے والوں کو سامنے رکھنا چاہیے اور ان تین دنوں میں اس کی جگالی کرتے رہنا چاہیے۔ اس کو بار بار دہراتے رہنا چاہیے۔ بار بار اپنے ذہن میں لاتے رہنا چاہیے۔ اگر یہ چیز آپ کر لیں گے تو پھر سمجھیں کہ آپ نے جلسہ پر آنے کے مقصد کو پالیا اور اگر نہیں تو پھر ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرنے والے نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی ہم پر یہ بہت بڑی نعمت ہے کہ اس نے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کی توفیق دی اور اگر ہم اس ماننے کے بعد، آپ کی بیعت میں آنے کے بعد ان مقاصد کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کر رہے جو روحانی ترقی اور اعلیٰ اخلاق کو حاصل کرنے کے مقصد ہیں تو پھر ہم اپنی بیعت کا بھی حق ادا نہیں کر رہے۔

پس ایسی باتیں ہر شامل ہونے والے کو اپنے سامنے رکھنی چاہئیں۔ پس ہمیشہ یاد رکھیں کہ دنیاوی نعمتیں ایک احمدی کو تقویٰ سے دُور ہٹانے والی نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے دُور ہٹانے والی نہ ہوں۔ عبادتوں کو بھلانے والی نہ ہوں۔ اعلیٰ اخلاقی قدروں کو ہم سے چھیننے والی نہ ہوں۔ یہ کاروبار، یہ دنیاوی نعمتیں جو خدا تعالیٰ نے ہمیں دی ہیں، یہاں آ کے بہت سارے لوگوں کے حالات بہت بہتر ہو گئے ہیں بلکہ سب کے ہی بہتر ہیں اس کی نسبت جو پاکستان میں حالات تھے یا جو پہلے آپ کے حالات تھے باوجود آجکل یہاں مہنگائی کے اور معاشی حالات خراب ہونے کے پھر بھی آپ کے حالات ان حالات سے معاشی لحاظ سے، دنیاوی لحاظ سے زیادہ

بہتر ہیں جو آپ کے پاکستان میں تھے۔ پس اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں اور اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کرتے ہوئے اس کی محبت اور اس کے رسولؐ کی محبت کو دلوں میں زیادہ سے زیادہ پیدا کرنے کی کوشش کریں اور اپنے تقویٰ کے معیار کو بڑھانے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کریں اور یہی وہ مقصد ہے جس کے لیے جلسہ منعقد کیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جیسا کہ فرمایا یہ تو آپؑ نے ایک حیلہ نکالا ہے۔ یہ ایک ذریعہ ہے، یہ ایک بہانا ہے تا کہ جلد سے جلد تقویٰ میں ترقی ہو۔ یہ تو آپؑ نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے تربیت کا ایک ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی ہے ورنہ صرف یہی نہیں کہ جو جلسہ میں شامل ہو اس نے ہی اپنے معیار اونچے کر لیے۔ ہر وہ شخص جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں شامل ہوا ہے اس وقت آپ کی بیعت کے مقصد کو پورا کرنے والا ہو گا جب اپنے تقویٰ کے معیار بڑھائے گا۔ اور جب آپ جلسہ میں شامل ہوئے ہیں تو یقیناً اس نیت سے شامل ہوئے ہیں اور ہونا چاہیے کہ آپ نے پہلے سے بڑھ کر اپنے تقویٰ کے معیار کو بڑھانا ہے۔ پس ہر احمدی کو اس لحاظ سے اپنی بھرپور کوشش کرنی چاہیے کہ وہ ان مقاصد کو حاصل کرنے والا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”خدا تعالیٰ نے جو اس جماعت کو بنانا چاہا ہے تو اس سے یہی غرض رکھی ہے کہ وہ حقیقی معرفت جو دنیا میں گم ہو چکی ہے اور وہ حقیقی تقویٰ و طہارت جو اس زمانہ میں پائی نہیں جاتی اسے دوبارہ قائم کرے۔“ (ملفوظات جلد 7 صفحہ 278-277)

پھر آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں: ”اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 15)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ”خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے۔“

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 308)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان ارشادات کو ہمیشہ سامنے رکھیں اور جیسا کہ مَیں نے کہا یہی مقصد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ میں آنے کا اور حقیقی احمدی بننے کا بیان فرمایا ہے۔ اس نیت سے ہر احمدی کو جلسہ میں شامل ہونا چاہیے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ یہ چیزیں اپنے اندر پیدا کرنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو ماحول میسر فرمایا ہے اس سے فائدہ اٹھائیں اور ان دنوں میں ہر قسم کی دنیاوی آلائشوں سے اپنے آپ کو پاک کرنے کی کوشش کریں اور اس نیت سے پاک کرنے کی کوشش کریں کہ آئندہ زندگی میں بھی آپ نے ان دنیاوی آلائشوں سے اپنے آپ کو صاف رکھنا ہے اور دین کو ہمیشہ دنیا پر مقدم رکھنے کی کوشش کرنی ہے اور اس کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے کام لینا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت میں شمار ہی اسے کیا ہے جس میں حقیقی تقویٰ اور طہارت پیدا ہو اور اپنی حالتوں کو درست کرتے ہوئے اپنی نیکیوں کے معیار کو بڑھانے کی کوشش کرے اور یہ خواہش کا اظہار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے حتی المقدور کوشش کرو۔ اپنی زبانوں کو ذکرِ الٰہی سے تر رکھو۔ اپنی راتیں اور دن عبادتوں میں گزارو۔ دنیاوی کاموں میں جو ایک انسان کو بشری

تقاضوں کے تحت کرنے پڑتے ہیں اور معاشرے میں رہتے ہوئے کرنے پڑتے ہیں ان کو خدا کی یاد سے غافل نہ ہونے دو۔ ان کو خدا کے مقابلے پر کبھی کھڑا نہ کرو۔ ہر عمل سے خدا کی رضا کی تلاش کی جھلک نظر آتی ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ”یاد رکھو کہ کامل بندے اللہ تعالیٰ کے وہی ہوتے ہیں جن کی نسبت فرمایا ہے۔ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (النور: 38)۔ جب دل خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق اور عشق پیدا کر لیتا ہے تو وہ اس سے الگ ہوتا ہی نہیں۔ اس کی ایک کیفیت اس طریق پر سمجھ میں آسکتی ہے کہ جیسے کسی کا بچہ بیمار ہو تو خواہ وہ کہیں جاوے، کسی کام میں مصروف ہو مگر اس کا دل اور دھیان اسی بچہ میں رہے گا۔ اسی طرح پر جو لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق اور محبت پیدا کرتے ہیں وہ کسی حال میں بھی خدا تعالیٰ کو فراموش نہیں کرتے۔“ (ملفوظات جلد 7 صفحہ 21-20)

پس اللہ تعالیٰ کی یہ یاد اور اس کا ذکر ہر احمدی کو ہمہ وقت مد نظر ہونا چاہیے۔ ہمیشہ یہ کوشش ہو کہ میں ہر عمل خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق کرنے والا بنوں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اپنی زبان کو بھی تر رکھوں اور ہر اس کام سے بچنے والا بنوں جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں روکا ہے۔ ہمیشہ یہ یاد رہے اور اس بات کا خیال رہے اور ذہن میں یہ بات ہمیشہ بیٹھی رہے کہ میری ہر حرکت و سکون خدا تعالیٰ کی نظر کے سامنے ہے۔ اس لیے میرے سے کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہو جو خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب بنے۔ پس یہ حالت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں دیکھنا چاہتے ہیں اور جس کے حاصل کرنے کے لیے ہمیں کوشش کرنی چاہیے۔ پس آج یہ عہد کریں کہ ہم نے جو عہدِ بیعت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے باندھا ہے اس کو ہم پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے زیر اثر اور آپ کے مشن کو پورا کرتے ہوئے ایمان کو ثریا سے لانے کے لیے اپنی بھرپور کوشش کریں گے نہ کہ اپنے ایمانوں کو بھی کم کر کے دنیاداری میں پڑ جائیں اور ہمیشہ قرآنی تعلیم پر عمل کریں گے تا کہ ہم خیرِ امت میں سے شمار ہوں۔ اس اُمّت میں سے شمار ہوں جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے خیر رکھی ہے اور اپنے ہر عمل سے اس کے پاک نمونے قائم کریں گے۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ اب یہ ایمان اور یہ تعلیم ہمارے دلوں کا، ہمارے عملوں کا ہمیشہ کے لیے حصہ بنی رہے گی۔ ان شاء اللہ۔ اور ہم ہمیشہ اپنی زبانوں کو خدا تعالیٰ کے اس حکم کے مطابق ذکرِ الٰہی سے تر رکھیں گے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (الاحزاب: 42) یعنی اے مومنو! اللہ کا بہت ذکر کیا کرو۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ موقع مہیا فرمایا ہے کہ اس بات کی یاددہانی ہو جائے اور ان دنوں میں ذکرِ الٰہی کی طرف توجہ پیدا ہو جائے، عبادتوں کی طرف توجہ پیدا ہو جائے تا کہ تقویٰ کے معیار بڑھیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے بنیں اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے گا۔

پس تقویٰ میں بڑھنے سے اللہ تعالیٰ کا لطف و احسان ظاہر ہو گا جس کا ایک ذریعہ حقوق اللہ کی ادائیگی ہے اور یہ حق عبادت اور ذکرِ الٰہی سے حاصل ہو گا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلسہ کی مناسبت سے اس بات کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ کیونکہ یہ جلسہ شعائر اللہ میں شامل ہے۔

(ماخوذ از افتتاحی تقریر جلسہ سالانہ 26 دسمبر 1931ء، انوار العلوم جلد 12 صفحہ 389)

اور اس میں شامل ہونے کا مقصد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روحانیت میں ترقی کا حصول بتایا ہے جس کا ایک بہت بڑا ذریعہ عبادت اور ذکرِ الٰہی ہے اور ذکرِ الٰہی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَور بہت سارے فائدوں میں سے اس کا بہت بڑا اور عظیم فائدہ یہ ہے کہ اُذْکُرُوا اللّٰہَ یَذْکُرْکُمْ۔ یعنی اگر تم ذکرِ الٰہی کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہارا ذکر کرے گا۔

پس خوش قسمت ہے وہ شخص جس کا ذکر اس کا آقا، اس کا مالک، اس کا پیدا کرنے والا اور مالک حقیقی کرے۔ اس پر لطف و احسان فرمائے۔

پس ان دنوں میں اس اہم امر کی طرف ہر ایک کو بہت توجہ دینی چاہیے۔ چاہے وہ جلسہ گاہ میں بیٹھ کر جلسہ سننے والے مرد ہیں یا عورتیں ہیں یا مختلف جگہوں پر خدمت پر مامور ڈیوٹی والے مرد ہیں یا عورتیں ہیں یا لجنہ ہیں، ناصرات ہیں، اطفال ہیں سب کو اس بات کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔

اگر ہم عبادت اور ذکرِ الٰہی کو جتنی اہمیت دینی چاہیے وہ نہیں دیں گے تو پھر نہ تو خدا تعالیٰ کے اس نمائندے کے ساتھ سچا تعلق جوڑنے والے بن سکتے ہیں اور نہ ہی خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بن سکتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ”آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔“ (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 15)

یہ ایک ایسا فقرہ ہے کہ اس سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جانے چاہئیں۔ ہم یہ پڑھتے ہیں، سنتے ہیں جماعتی پروگراموں میں کئی دفعہ یہ الفاظ دہرائے جاتے ہیں لیکن سرسری نظر سے ہم ان چیزوں کو دیکھتے ہیں اور دہرا کے اور سُن کے گزر جاتے ہیں یا تھوڑی دیر کے لیے توجہ پیدا ہوتی ہے اور وقتی توجہ پیدا ہوتی ہے پھر بھول جاتے ہیں۔ پس ایک مخلص احمدی کو، ایک حقیقی احمدی کو بہت فکر سے اس بات کو غور سے ہر وقت اپنے دل میں رکھنا چاہیے۔ ہر فقرہ اور ہر لفظ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ہمیں جھنجھوڑنے والا ہے۔ ہم بیشک کہتے رہیں، لاکھ ہم یہ کہیں کہ ہم احمدی ہیں لیکن اگر عرش کے خدا نے ہمیں اس فہرست میں شامل نہیں کیا تو ہمارا احمدی ہونے کا دعویٰ بھی بیکار ہے اور ہمارا ان جلسوں میں آنے کا مقصد بھی فضول ہے۔ پس ان دنوں میں خوب دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑیں۔ ذکرِ الٰہی پر زور دیں۔ اپنے دل کے اندھیروں کو مٹاتے چلے جائیں۔ ظلمات کو دور کریں۔

اسی حوالے سے مَیں یہاں ایک تحریک بھی کر دینا چاہتا ہوں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا ایک رؤیا تھا کہ ان کو کسی بزرگ نے کہا کہ اگر جماعت کا ہر فرد، ہر بڑا دو سو 200 دفعہ یہ درود شریف پڑھے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّد اور پھر آپؒ نے فرمایا کہ جو درمیانی عمر کے ہیں پندرہ سے پچیس سال کے لوگ وہ بھی کم از کم سو 100 دفعہ پڑھیں۔ بچے بھی کم از کم تینتیس 33 دفعہ پڑھیں۔ چھوٹی عمر کے جو بچے ہیں ان کو ان کے ماں باپ تین 3، چار 4، دفعہ یہ پڑھائیں اور ساتھ ہی سو 100 دفعہ استغفار بھی کریں۔ اسی طرح میں یہ بھی شامل کرتا ہوں کہ سو 100 دفعہ رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ کا ورد بھی ان دنوں میں خاص طور پہ اور عموماً ہمیشہ کے لیے کریں۔ آپؒ کو رؤیا میں یہی دکھایا گیا تھا کہ اگر یہ کرو گے تو تم ایک محفوظ قلعہ میں محفوظ ہو جاؤ

گے جہاں شیطان کبھی داخل نہیں ہو سکتا اور لوہے کی دیواریں ہیں اس قلعہ کی جس کی دیواریں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ پس کوئی سوراخ ایسا نہیں رہے گا جہاں سے شیطان حملہ کر سکے۔

(ماخوذ از رپورٹ مجلس مشاورت جماعت احمدیہ 1968ء مطابق 5، 6، 7 اپریل 1968ء صفحہ 233)

ان دنوں میں جبکہ شیطان ہر حیلے سے ہمارے پر بحیثیت جماعت بھی اور مجموعی طور پر، عمومی طور پر دنیا میں بھی حملے کرنے کی کوشش کر رہا ہے اس سے بچنے کے لیے ایک ہی ذریعہ ہے کہ خاص طور پر دعاؤں پہ زور دیں اور صرف جلسہ کے دنوں میں نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے یہ درود شریف اور ذکرِ الٰہی جو ہے، یہ ورد جو ہے اسے اپنی زندگیوں کا حصہ بنالیں اور اس پر ہر ایک کو، بچے کو، بڑے کو، عورت کو، مرد کو، سب کو توجہ دینی چاہیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں بہت سی علمی، تربیتی اور روحانی بہتری پیدا کرنے کے لیے بھی تقاریر ہوں گی۔ انہیں بھی سنیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ان تقریروں کو سنتے ہوئے عہد کریں اور مدد مانگیں کہ اے خدا! ہم نیک نیت ہو کر تیرے مسیح کے بلانے پر دلوں کی اصلاح کے لیے حاضر ہوئے ہیں لیکن یہ اصلاح ہم اپنے زور بازو سے نہیں کر سکتے۔ تیری مدد کی ضرورت ہے۔ اگر اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (الفاتحہ: 05) کی دعا سنتے ہوئے تُو نے ہماری مدد نہ کی تو ہم تیری عبادت کے معیار حاصل نہیں کر سکتے۔ پس یہ دعا کریں کہ اے میرے خدا! اے میرے پیارے خدا! تجھ کو تیرا ہی واسطہ کہ ہمیں ضائع ہونے سے بچالے۔ جس نیک مقصد کے لیے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں اس سے ہمیں بیشمار حصہ دے۔ اپنے فضل ہم پر نازل فرما کیونکہ تیرے فضل کے بغیر ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ ہمارے دلوں کو اتنا پاک اور صاف کر دے کہ جو کچھ ہم سنیں اس سے صرف علمی اور ادبی لطف اٹھانے والے نہ بن جائیں بلکہ ان تربیتی اور روحانی معیاروں کو اونچا کرنے والے بنیں جو تیرا قرب دلانے والے ہوں اور ان کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیں۔ اس پر عمل کرنے والے ہوں۔ اپنی نسلوں میں بھی ان باتوں کو جاری کرنے والے ہوں۔ پس جب ہم نیک نیت ہو کر جلسہ کے پروگراموں سے فیض اٹھانے کی کوشش کریں گے، دعائیں کرتے ہوئے تمام باتوں کو اپنی زندگیوں پر لاگو کرنے کی کوشش کریں گے تو تبھی ہم اپنی زندگیوں میں انقلاب لانے والے بن سکیں گے۔ اس انقلاب سے حصہ لینے والے بن سکیں گے جس انقلاب کے لانے کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے اور پھر اس کے نتیجہ میں ہم دنیا میں انقلاب لانے والے بنیں گے ورنہ دنیا جس طرح آجکل لہو ولعب میں ڈوبی ہوئی ہے یہ تباہی کی طرف جا رہی ہے جیسا کہ میں نے کہا ہر طرف سے شیطان حملے کر رہا ہے۔ اس سے ہم بچ نہیں سکتے۔ اگر ہم بھی اس میں پڑ گئے تو پھر اس کو بچانے والا، دنیا کو بچانے والا کوئی نہیں ہو گا اور ہم بھی دنیا کے ساتھ ہی ڈوبنے والوں میں شامل ہو جائیں گے۔

پس بڑے خوف کا مقام ہے۔ ایک احمدی کو ہمیشہ غور کرنا چاہیے اور ہمیشہ اس بات کی طرف توجہ دینی چاہیے کہ میں نے اس مقصد کو حاصل کرنا ہے جو میری زندگی کا مقصد ہے اور جو میری بیعت کا مقصد ہے جس کے لیے میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور عہد کیا ہے کہ میں اس کو حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کروں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسہ کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بیان فرمایا ہے کہ جمع ہونے والے آپس میں تعارف بڑھائیں یعنی آپس میں محبت اور پیار اور تعارف کو بڑھائیں۔ (ماخوذ از شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 394)

اور اگر اس کا حق ادا کرتے ہوئے اس مقصد کو حاصل کرنے والے بنیں گے تو تبھی ہم حقیقی معنوں میں وہ جماعت کے فرد بن سکیں گے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چاہتے ہیں۔ پس اِن دنوں میں تعلقات بڑھانے میں، محبت کو فروغ دینے میں، آپس میں سلامتی کو پھیلانے میں بہت زیادہ زور دیں اور پہلے جو تعلقات ہیں ان میں پہلے سے بڑھ کر بہتری پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اگر کسی وجہ سے کوئی رنجش پیدا ہو چکی ہے تو اسے دور کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے نہ صرف فضول باتوں سے بچیں بلکہ پیار اور محبت کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ نہ صرف یہ کہ لڑائی جھگڑوں سے بچیں بلکہ اپنے جو پرانے لڑائی جھگڑے ہیں ان پر بھی ایک دوسرے سے معذرتیں کریں اور معافیاں مانگیں۔ ذاتی اناؤں کے جال سے نکل جائیں۔ مجھے کئی شکایات آتی ہیں کہ ذرا سی بات پر لوگ ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو جاتے ہیں۔ جماعت کی بدنامی کا باعث بھی بنتے ہیں۔ کئی دفعہ میں اس بارے میں کہہ چکا ہوں۔ گذشتہ جلسہ میں یوکے پر بھی میں نے یہی بات کہی تھی۔ اس پر توجہ دیں۔ جب ایسی حرکتیں ہوں تو بعض کو پھر مجبوراً جماعتی نظام کے تحت جماعت کی خاطر، جماعت کے وقار کی خاطر سزا بھی دینی پڑتی ہے جس سے پھر تکلیف بھی ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ خوشی سے سزا دی جا رہی ہوتی ہے۔

پس ہمیشہ **یاد رکھیں کہ جماعت کے تقدس کو ہم نے قائم کرنا ہے** اور انتظامیہ اور خلیفہ وقت بھی اگر کسی کو کوئی سزا دیتا ہے تو جماعت کے تقدس کو قائم کرنے کے لیے دیتا ہے کیونکہ جماعت کا تقدس تمام رشتوں سے زیادہ اور بالا ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حقیقی تعلق ہے تو اپنی حرکتوں پر پشیمان ہوتے ہوئے آپس میں پیدا ہوئی ہوئی دراڑوں کو، فاصلوں کو نہ صرف اس محبت کی وجہ سے جوڑنے والے بنیں بلکہ محبت کے تعلقات پیدا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے والے بنیں کہ ایک مسلمان سے دوسرے مسلمان کو اس کی زبان اور ہاتھ سے کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ حدیث 10)

پھر ان دنوں میں جبکہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے جمع ہوئے ہیں اس کے آگے جھکتے ہوئے اس سے دعائیں مانگتے رہیں۔ کامل ایمان کے ساتھ ذکرِ الٰہی میں مشغول رہیں۔ کامل فرمانبرداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق پر چلنے والے بنیں تو پھر یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی بھی موقع پر نظام جماعت کی فرمانبرداری سے باہر ہوں۔ ایک طرف تو یہ کوشش ہو کہ ہم آسمان پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں لکھے جائیں اور دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفاء کے قائم کردہ نظام جماعت کی اطاعت سے باہر جا رہے ہوں، یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ یہ دو عملیاں ہیں۔

نیک نیت سے اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے والے کبھی یہ دو عملیاں نہیں دکھا سکتے۔ پس ان دنوں میں دلوں کے اس میل کو بھی دعاؤں کے ذریعہ سے اصلاح کے ذریعہ سے دھونے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ نے جو موقع فراہم فرمایا ہے اس کی قدر کریں۔ اگر اصلاح کی غرض سے جلسہ میں شامل ہوئے ہیں اور کوئی میلہ سمجھ کر شامل نہیں ہوئے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جلسہ کوئی میلہ نہیں ہے۔

(ماخوذ از شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395)

تو یقیناً پھر دلوں کے میل بھی دھوئے جائیں گے۔ بعض دفعہ روزمرہ کی زندگی میں اور جلسہ کے بعد کے دنوں میں بھی ایک عام احمدی کی رنجشیں اور جھگڑے عہدیداروں سے بھی ہو جاتے ہیں تو ایسی صورت میں اگر یہ ذہن میں ہو کہ اس جلسہ کا مقصد کیا ہے تو ہر احمدی اپنے پرانے جھگڑے بھی ختم کرنے کی کوشش کرے گا۔ اگر یہاں کوئی تلخی کی صورت پیدا ہوئی ہے تو اسے بھی دور کرنے کی کوشش کرے گا۔ عہدیداران اور جلسہ کے دنوں میں ڈیوٹی دینے والے بھی اس بات کا خیال رکھیں کہ ہم نے ہر طرح سے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنی ذاتی اناؤں اور رنجشوں کو دور کرنے کی کوشش کرنی ہے اور بھائی بھائی بن کر رہنے کا ہم نے جو عہد کیا ہے اس کو پورا کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ اعلیٰ اخلاق کے معیار سب سے زیادہ ڈیوٹی دینے والوں سے ظاہر ہونے چاہئیں کیونکہ بحیثیت کارکن و عہدیدار اِن کی زیادہ ذمہ داری ہے اس لیے ان میں برداشت کا پہلو بھی زیادہ ہونا چاہیے کہ اگر کوئی زیادتی ہو بھی جائے تب بھی اسے برداشت کریں اور کبھی مقابلے پر آکر دوسرے کو سختی سے جواب نہ دیں۔ جب آپ یہ کریں گے تو یہ آپ کے اونچے اخلاق ہیں جو دوسروں کے لیے بھی نمونہ بن جائیں گے۔ پس اگر عہدیدار اپنے آپ کو عہدیدار کے بجائے خادم سمجھیں اور ہر کارکن اپنے آپ کو خادم سمجھے اور افرادِ جماعت اپنے عہدیداران کو نظام جماعت چلانے کے لیے خلیفہ وقت کے مقرر کردہ کارکن سمجھیں تو یہ تعلقات ہمیشہ محبت اور پیار کے تعلقات کی صورت میں رہیں گے جو خلیفہ وقت کے تابع ہو کر دنیا کو امن اور سلامتی کا حقیقی پیغام دینے والے ہوں گے۔ دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرنے والے ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کو پورا کرنے والے ہوں گے۔ ان راہوں پر چلنے والے ہوں گے جن راہوں پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں چلانا چاہتے ہیں۔ ان معیاروں کو حاصل کرنے والے ہوں گے جن معیاروں کے حصول کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہماری راہنمائی فرمائی ہے۔

آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ”اے سعادتمند لوگو! تم زور کے ساتھ اس تعلیم میں داخل ہو جو تمہاری نجات کے لئے مجھے دی گئی ہے۔“ یعنی ایک قدم جو تم نے سعادت کا حاصل کر لیا تو تمہارے اندر سعادت تھی۔ تم نے مجھے پالیا، میری بیعت کر لی لیکن اب اس تعلیم کو اپنی زندگیوں کا عملی حصہ بھی بناؤ تبھی یہ سعادت کے جوہر نکھریں گے۔ فرماتے ہیں کہ ”تم خدا کو واحد لاشریک سمجھو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو۔ نہ آسمان میں سے نہ زمین میں سے۔“ پھر فرماتے ہیں ”خدا اسباب کے استعمال سے تمہیں منع نہیں کرتا“ بیشک دنیاوی اسباب استعمال کرو ”لیکن جو شخص خدا کو چھوڑ کر اسباب پر ہی بھروسہ کرتا ہے وہ مشرک ہے۔ قدیم سے خدا کہتا چلا آیا ہے کہ پاک دل بننے کے سوا نجات نہیں۔ سو تم پاک دل بن جاؤ اور نفسانی کینوں اور غصوں سے الگ ہو جاؤ۔ انسان کے نفسِ امارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں مگر سب سے زیادہ تکبر کی پلیدی ہے۔ اگر تکبر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ رہتا۔ سو تم دل کے مسکین بن جاؤ۔ عام طور پر بنی نوع کی ہمدردی کرو جبکہ تم انہیں بہشت دلانے کے لئے وعظ کرتے ہو۔“ یعنی ہم کہتے یہی ہیں کہ اسلام ہے جو اصل نجات دلانے والا دین ہے اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا قرب پاسکتے ہیں۔ تو لوگوں کو ہم بہشت کا وعظ کرتے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں بنی نوع کی ہمدردی کرو جبکہ تم انہیں بہشت دلانے کے لئے وعظ کرتے ہو۔ ”سو یہ وعظ تمہارا کب صحیح ہو سکتا

ہے اگر تم اس چند روزہ دنیا میں ان کی بدخواہی کرو۔ خدا تعالیٰ کے فرائض کو دلی خوف سے بجالاؤ کہ تم ان سے پوچھے جاؤ گے۔ نمازوں میں بہت دعا کرو کہ تا خدا تمہیں اپنی طرف کھینچے۔ اور تمہارے دلوں کو صاف کرے کیونکہ انسان کمزور ہے۔ ہر ایک بدی جو دور ہوتی ہے وہ خدا تعالیٰ کی قوت سے دور ہوتی ہے۔" فرمایا کہ "اور جب تک انسان خدا سے قوت نہ پاوے کسی بدی کے دور کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔

اسلام صرف یہ نہیں ہے کہ رسم کے طور پر اپنے تئیں کلمہ گو کہلاؤ بلکہ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تمہاری روحیں خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گر جائیں اور خدا اور اس کے احکام ہر ایک پہلو کے رو سے تمہاری دنیا پر تمہیں مقدم ہو جائیں۔" (تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 63)

یعنی تم دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے بنو۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ قائم کردہ معیار ہیں جنہیں اپنے اندر پیدا کرنے اور حاصل کرنے کی کوشش ہمیں کرنی چاہیے کہ نفسانی کینوں اور غصوں سے الگ ہونا ہے۔ یہ بڑا اچھا موقع ہے۔ ان دنوں میں اس کی طرف کوشش کرنی چاہیے۔ ان دنوں میں جہاں روحانی ماحول پیدا ہوتا ہے اس لیے اپنا محاسبہ کرنے کی طرف توجہ بھی پیدا ہوتی ہے اور محاسبہ کرنے کی طرف توجہ پیدا ہونی چاہیے۔ اس بات پر ہی غور کریں کہ آپ نے فرمایا کہ تکبر سے بچو کیونکہ تکبر ہی ہے جو نافرمان بناتا ہے۔ تکبر ہی ہے جس نے انبیاء کا انکار کروایا۔ تکبر ہی ہے جو نظام جماعت کے خلاف بھی بھڑکاتا رہتا ہے اور پھر جو نظام جماعت ہے اس کے مقابلے میں کھڑا کرتا ہے۔ تکبر ہی ہے جو ایک دوسرے سے لڑاتا بھی ہے۔ تکبر ہی ہے جو پھر اپنی انا کی جھوٹی غیرت دکھاتا ہے۔ پس تکبر سے بچنے کی بہت کوشش کرو۔

پھر حقیقی ہمدردی اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے پیدا کرنے کا کہا ہے۔ تمہاری باتوں کا اثر تب ہی ہو گا، تبلیغ تب ہی مؤثر ہو گی جب حقیقی ہمدردی مخلوق سے پیدا ہو گی۔ یہاں ہمیشہ جلسوں میں لوگ آتے ہیں، ہمارے جلسوں سے لوگ متاثر ہوتے ہیں، ہمارے ماحول کو دیکھ کر متاثر ہوتے ہیں کیونکہ اس وقت ان میں ان کو یہ بات نظر آ رہی ہوتی ہے کہ احمدی عاجزی کے ساتھ اپنے مہمانوں کی خدمت کر رہے ہیں اور پیار اور محبت سے رہ رہے ہیں اور یہ خاموش تبلیغ ہوتی ہے جس کی طرف میں ہمیشہ توجہ دلاتا رہتا ہوں۔ یہ تبلیغ ہی ہے جو لوگوں کے دلوں میں احمدیت کے پیغام کی حقیقت کو غالب کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ یہاں آپ کے جلسہ میں بھی مختلف ممالک سے لوگ آئے ہوئے ہیں اور ہمیشہ کی طرح مجھے امید ہے کہ یہ لوگ نیک اثر لے کر جائیں گے بشرطیکہ آپ لوگ اپنا نیک اثر ڈالنے کی کوشش کریں اور اپنے قول و فعل کو ایک کرتے ہوئے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اور اسلام کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے اپنی عاجزی اور انکساری کے ساتھ اور خدا تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے ان مقاصد کو حاصل کرنے والے بنیں جو جلسہ کو حاصل کرنے والے مقاصد ہیں، جو تقویٰ کو حاصل کرنے کا مقصد ہے اور جس سے نیکیاں کرنے کی توفیق پیدا ہوتی ہے اور جب یہ ہو گا تو ہماری دعوت الی اللہ میں بھی برکت پڑے گی۔ آجکل اسلام کے خلاف، مسلمانوں کے خلاف بہت سی باتیں کی جاتی ہیں لیکن جب یہاں کے ماحول میں پیار، محبت اور بھائی چارہ دیکھیں گے اور ہمارے اعلیٰ اخلاق دیکھیں گے، ہمارے خدا تعالیٰ سے تعلق دیکھیں گے تو بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کے دماغوں میں سے یہ شکوک و شبہات دور ہو جائیں گے کہ مسلمان غلط عمل کرنے والے ہیں، غلط تعلیم دینے والے ہیں۔

پس ان دنوں میں اپنے قول و فعل سے اس ماحول کو ایسا پر امن ماحول بنائیں بلکہ ہمیشہ اپنی زندگیوں میں اس کو لاگو کریں جس سے ایک ایسا اثر دنیا پر قائم ہو کہ لوگ کہیں کہ یہی لوگ ہیں جو اسلام کی حقیقی تعلیم پر عمل کرنے والے ہیں اور اسلام کی حقیقی تعلیم ہی ہے جو دنیا کو حقیقی امن اور سلامتی دے سکتی ہے۔

پس یہ خاموش تبلیغ بھی ہے جو بغیر کسی لٹریچر، بغیر کسی دلیل کے آپ لوگ کر رہے ہوں گے۔ اگر ہم اپنی زندگیوں میں حقیقی اسلامی تعلیم کا اصل نمونہ پیدا کر لیں تو اپنا عہدِ بیعت پورا کرنے والے بن جائیں گے۔ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت تبھی فائدہ دے گی جب ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے، صرف کھوکھلے نعروں پر انحصار نہیں کرنے والے ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کس درد اور تڑپ سے اپنی جماعت کو نصیحت فرمائی ہے اس کا ایک نمونہ میں آپ کو پیش کرتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں: ”دعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دم زندگی ہے کئے جاؤں گا اور دعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اٹھا دے اور باہمی سچی محبت عطا کر دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دعا کسی وقت قبول ہو گی اور خدا میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔ ہاں میں یہ بھی دعا کرتا ہوں۔“ یہ بڑی تنبیہ کرنے والی انذاری بات آپؑ نے فرمائی ہے۔ کہتے ہیں ”ہاں میں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میری جماعت میں خدا تعالیٰ کے علم اور ارادہ میں بدبخت ازلی ہے جس کے لئے یہ مقدر ہی نہیں کہ سچی پاکیزگی اور خدا ترسی اس کو حاصل ہو تو اس کو اے قادر خدا میری طرف سے بھی منحرف کر دے جیسا کہ وہ تیری طرف سے منحرف ہے اور اس کی جگہ کوئی اور لا جس کا دل نرم اور جس کی جان میں تیری طلب ہو۔“

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 398)

پس یہ بات ہمیں جھنجھوڑنے والی ہونی چاہیے۔ اگر ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی **دعاؤں کا حصہ بننا ہے تو اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنی ہوں گی** ورنہ آپؑ نے فرمایا اگر یہ نہیں تو پھر میرے سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ میں تو نیک لوگوں سے اور سعید لوگوں سے تعلق رکھنا چاہتا ہوں۔

پس جہاں یہ دعا ہمیں امید اور توجہ دلاتی ہے کہ ہم نیکیاں کرنے والے بنیں وہاں خوف کا مقام بھی ہے کہ ان نیکیوں پر عمل نہ کر کے ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دُور نہ ہو جائیں۔ صرف نام کی بیعت کرنے والے نہ ہوں اور بیعت کر کے پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے کی بجائے اس کی ناراضگی کو حاصل کرنے والے نہ بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس چیز سے بچائے۔

یہ بات بھی میں کہنا چاہتا ہوں کہ جلسہ کے دنوں میں ہر ڈیوٹی دینے والا، ہر شامل ہونے والا ماحول پر بھی نظر رکھے۔ آجکل جو حالات ہیں اس میں کوئی شرارتی عنصر فائدہ اٹھا سکتا ہے اس لیے **سیکیورٹی کے لحاظ سے بہت ہوشیار ہوں**۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ہر شر سے بچائے اور یہ جلسہ تمام برکات سمیٹنے والا ہو اور ہر ایک اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے۔

دنیا کے حالات کے لیے بھی بہت دعا کریں۔ اپنے ملک کے لیے بھی بہت دعا کریں۔ جب ہم لوگ خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے والے ہوں گے، اس کی رضا حاصل کرنے والے ہوں گے،

اسلام کی حقیقی تعلیم پر عمل کرنے والے ہوں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی محبت و عشق کا اظہار کرنے والے ہوں گے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے اور اسلام کی تعلیم کو پھیلانے کے لیے آئے ہیں اس کو پورا کرنے والے ہوں گے۔ اگر ہماری یہ نیتیں ہوں گی تو اللہ تعالیٰ پھر یقیناً ہماری دعائیں بھی سنے گا اور ہم دنیا کی راہنمائی کا ذریعہ بھی بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ ہم جلسہ کی برکات سے فائدہ اٹھانے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان تین دنوں میں خاص طور پر اور ہمیشہ آپ سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور اپنے فضلوں کی بارش برساتا رہے اور دعاؤں کی توفیق بھی دیتا رہے۔

جو میں نے تحریک کی ہے درود شریف دو سو دفعہ پڑھنے اور استغفار سو دفعہ پڑھنے اور رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ پڑھنے کی اس طرف بھی بہت توجہ کریں اور یہ صرف تین دنوں کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ مستقل تحریک ہے۔ ہر احمدی کو مستقل پڑھتے رہنا چاہیے۔ مائیں اپنے بچوں کو بھی یہ دہراتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔

جلسہ کی انتظامیہ نے یہ بھی لکھ کے مجھے بھجوایا تھا کہ وہاں کچھ نمائشیں بھی منعقد ہو رہی ہیں اور کہا کہ آپ یہ اعلان کر دیں کہ لوگ نمائشوں کو دیکھیں۔ اس لیے اس طرف بھی میں توجہ دلاتا ہوں کہ ان نمائشوں کو بھی دیکھیں اور ان سے فیض پانے والے ہوں اور تا کہ پھر آپ کو بھی پتہ لگے کہ اللہ تعالیٰ کے افضال کس طرح ہم پر ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق دے اور ان دنوں میں خاص طور پر جرمنی والے، میں دیکھ رہا ہوں کہ ماشاء اللہ کافی بڑی تعداد ہے دعاؤں اور ذکرِ الٰہی کی طرف خاص توجہ دیں۔ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 13/ ستمبر 2024ء جلد 31 شمارہ 219 صفحہ 02 تا 08)

35

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 30 / اگست 2024ء بمطابق 30 / ظہور 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جرمنی جلسہ سے پہلے گذشتہ خطبات میں سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے ذکر ہو رہا تھا اور اس میں حضرت عائشہؓ **کے واقعۂ افک کا** بھی ذکر تھا۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ”خدا تعالیٰ نے اپنے اخلاق میں یہ داخل رکھا ہے کہ وہ وعید کی پیشگوئی کو توبہ و استغفار اور دعا اور صدقہ سے ٹال دیتا ہے اسی طرح انسان کو بھی اس نے یہی اخلاق سکھائے ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف اور حدیث سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت جو منافقین نے محض خباثت سے خلاف واقعہ تہمت لگائی تھی اس تذکرہ میں بعض سادہ لوح صحابہ بھی شریک ہو گئے تھے۔ ایک صحابی ایسے تھے کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر سے دو وقتہ روٹی کھاتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کی اس خطا پر قسم کھائی تھی اور وعید کے طور پر عہد کر لیا تھا کہ میں اس بے جا حرکت کی سزا میں اس کو کبھی روٹی نہ دوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا۔ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النور:23) تب حضرت ابو بکرؓ نے اپنے اس عہد کو توڑ دیا اور بدستور روٹی لگا دی۔“ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اسی بناء پر اسلامی اخلاق میں یہ داخل ہے کہ اگر وعید کے طور پر کوئی عہد کیا جائے تو اس کا توڑنا حسنِ اخلاق میں داخل ہے۔ مثلاً اگر کوئی اپنے خدمت گار کی نسبت قسم کھائے کہ میں اس کو ضرور پچاس جوتے ماروں گا تو اس کی توبہ اور تضرع پر معاف کرنا سنت اسلام ہے تا تخلق باخلاق اللہ ہو جائے مگر وعدہ کا تخلف جائز نہیں۔ ترکِ وعدہ پر باز پرس ہو گی مگر ترکِ وعید پر نہیں۔“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 181)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سیرت خاتم النبیینؐ میں واقعہ افک بخاری کی روایت کی روشنی میں بیان کرتے ہیں اور اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

”اس معاملہ میں یہ روایت ساری روایتوں سے مفصل اور مربوط ہے اور جو باتیں دوسرے راویوں کی روایات سے الگ الگ ٹکڑوں کی صورت میں ملتی ہیں وہ اس روایت میں یکجا طور پر جمع ہیں۔ علاوہ ازیں اس روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خانگی زندگی پر ایک ایسی بصیرت افروز روشنی پڑتی ہے جسے کوئی مؤرخ نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اور صحت کے لحاظ سے بھی یہ روایت ایسے اعلیٰ ترین مقام پر واقع ہوئی ہے جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں سمجھی جا سکتی۔ اب غور کا مقام ہے کہ یہ کس قدر خطرناک فتنہ تھا جو منافقین کی طرف سے کھڑا کیا گیا۔ اس میں صرف ایک پاک دامن اور نہایت درجہ متقی اور پرہیز گار عورت کی عصمت

پر ہی حملہ کرنا مقصود نہ تھا بلکہ بڑی غرض بالواسطہ مقدس بانیٔ اسلام کی عزت کو برباد کرنا اور اسلامی سوسائٹی پر ایک خطرناک زلزلہ وارد کرنا تھی۔ اور منافقین نے اس گندے اور کمینے پراپیگنڈا کو اس طرح پر چرچا دیا تھا کہ بعض سادہ لوح مگر سچے مسلمان بھی ان کے دام تزویر میں الجھ کر ٹھوکر کھا گئے۔'' ان کے مکر و فریب میں آ گئے۔ ''ان لوگوں میں حَسَّان بن ثابِت شاعر اور حَمْنَہ بنت جحش ہمشیرہ زینب بنت جحش اور مِسطح بن اُثَاثَہ کا نام خاص طور پر مذکور ہوا ہے۔ مگر حضرت عائشہؓ کا یہ کمال اخلاق ہے کہ انہوں نے ان سب کو معاف کر دیا اور ان کی طرف سے اپنے دل میں کوئی رنجش نہیں رکھی۔ چنانچہ روایت آتی ہے کہ اس کے بعد جب کبھی حسان بن ثابتؓ حضرت عائشہؓ سے ملنے آتے تھے تو وہ بڑی کشادہ پیشانی سے ان سے ملتی تھیں۔ ایک دفعہ وہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت ایک مسلمان مسروق نامی بھی وہاں موجود تھے۔ مسروق نے حیران ہو کر کہا کہ ہیں! آپ حسان کو اپنی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت دیتی ہیں! حضرت عائشہؓ نے جواب دیا جانے دو بیچارہ آنکھوں کی مصیبت میں مبتلا ہو گیا ہے۔ یہ کیا کم عذاب ہے۔'' بیماری ہو گئی تھی ان کو آنکھوں کی۔

پھر حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ''میں اس بات کو نہیں بھول سکتی کہ حسّان آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تائید میں اور کفّار کے خلاف شعر کہا کرتا تھا۔'' چنانچہ حسان کو اجازت دی گئی اور وہ اندر آ کر بیٹھ گئے۔ اور حضرت عائشہؓ کی تعریف میں یہ شعر کہا۔

حَصَانٌ رَزَانٌ مَاتُزَنُّ بِرِيْبَةٍ
وَتُصْبِحُ غَرْثٰى مِنْ لُحُوْمِ الْغَوَافِلِ

یعنی وہ ایک پاک دامن عفیفہ خاتون ہیں اور صاحب عقل و دانش ہیں اور ان کی پوزیشن شک وشبہ کے مقام سے بالا ہے۔ اور وہ غافل بے گناہ عورتوں کا گوشت نہیں کھاتیں یعنی ان پر اتہام نہیں لگاتیں اور نہ ان کی غیبت فرماتی ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے یہ شعر سنا تو فرمایا۔ وَلٰكِنْ اَنْتَ۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ لَسْتَ كَذَالِكَ۔ یعنی تمہارا اپنا کیا حال ہے؟ تم تو اس خوبی کے مالک ثابت نہیں ہوئے۔ یعنی تم نے تو مجھ بے گناہ کے خلاف الزام لگانے میں شمولیت اختیار کی۔'' حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ ''میور صاحب'' یہ او ریئنٹلسٹ ہے۔ اس کا حوالہ دے کے آپ لکھتے ہیں کہ ''**میور صاحب کی عربی دانی یا تعصّب کی مثال** ملاحظہ ہو کہ اس شعر کے بالکل غلط اور خلافِ قواعد عربی معنی کر کے لکھتے ہیں کہ حسان نے عائشہؓ کے نازک بدن کی تعریف کی تھی۔ جس پر عائشہ نے شوخی کے ساتھ ان کی فربہی پر طعن کیا.....''

آپؓ لکھتے ہیں کہ ''میور صاحب نے اس قصہ کے بیان کرنے میں اَور بھی فاش غلطیاں کی ہیں۔ مثلاً لکھتے ہیں کہ صفوانؓ اور عائشہؓ راستے میں فوج کو نہ پہنچ سکے اور پھر بعد میں بر سرِ منظرِ عام مدینہ میں داخل ہوئے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط اور قطعاً بے بنیاد ہے کیونکہ حدیث و تاریخ سے متفقہ طور پر ثابت ہے کہ صفوان اور حضرت عائشہؓ چند گھنٹے کے بعد راستہ میں ہی اسلامی لشکر میں آملے تھے۔'' آپ لکھتے ہیں کہ ''مگر اس قدر غنیمت ہے کہ اصل اتہام کے متعلق میور صاحب نے حضرت عائشہؓ کی معصومیت کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: عائشہؓ کی قبل اور بعد کی زندگی بتاتی ہے کہ وہ اس اتہام سے بری تھیں۔ گو عقلی اور نقلی طور پر یہ اتہام

بالکل غلط اور جھوٹ قرار پاتا ہے کیونکہ سوائے اس سراسر اتفاقی واقعہ کے کہ حضرت عائشہؓ لشکر اسلامی کے پیچھے رہ گئی تھیں اور پھر صفوان کے ساتھ بعد میں پہنچیں اتہام لگانے والوں کے ہاتھ میں قطعاً کوئی بات نہیں تھی۔ یعنی نہ کوئی شہادت تھی اور نہ ہی کوئی اَور ثبوت تھا اور ظاہر ہے کہ جب تک کوئی الزام ثابت نہ ہو اسے ہرگز سچا نہیں سمجھا جاسکتا۔ خصوصاً ایسے لوگوں کے متعلق جن کی زندگی ان کی طہارت نفس پر شاہد ہو مگر مسلمانوں کے مزید اطمینان کے لیے اور نیز اس غرض سے کہ آئندہ کے لیے ایسے معاملات میں ایک اصولی قاعدہ مقرر ہو جاوے خدائی وحی نازل ہوئی۔ جس نے نہ صرف اس اتہام کو سراسر جھوٹا قرار دے کر حضرت عائشہؓ اور صفوان بن معطل کی بریت ظاہر فرمائی بلکہ آئندہ کے لیے اس قسم کے واقعات کے متعلق ایک ایسا اصولی قانون دنیا کے سامنے پیش فرمایا جس پر افراد کی عزت وآبرو اور سوسائٹی کے امن وامان اور ملت کے اخلاق کی حفاظت کا بڑی حد تک دارومدار ہے۔"

(سیرت خاتم النبیینﷺ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ 568-567)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہؓ پر الزام لگانے کے سبب کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ:

"ہمیں دیکھنا چاہیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جو الزام لگایا گیا تو **اس کی اصل غرض کیا تھی**؟ اس کا سبب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ان لوگوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کوئی دشمنی تھی۔ ایک گھر میں بیٹھی ہوئی عورت سے جس کا نہ سیاسیات سے کوئی تعلق ہو، نہ قضا سے، نہ عہدوں سے، نہ اموال کی تقسیم سے، نہ لڑائیوں سے، نہ مخالف اقوام پر چڑھائیوں سے، نہ حکومت سے، نہ اقتصادیات سے، اس سے کسی نے کیا بغض رکھنا ہے۔" جب تعلق ہی نہیں ان چیزوں سے۔ "پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے براہِ راست بغض کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ اس الزام کے بارہ میں دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو یہ کہ نعوذ باللہ یہ الزام سچا ہو جس کو کوئی مومن ایک لمحہ کے لیے بھی تسلیم نہیں کر سکتا خصوصاً اس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ نے عرش پر سے اِس گندے خیال کو رد کیا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ حضرت عائشہؓ پر الزام بعض دوسرے وجودوں کو نقصان پہنچانے کے لیے لگایا گیا ہو۔

اب ہمیں غور کرنا چاہیے کہ وہ کون کون لوگ تھے جن کو بدنام کرنا منافقوں کے لیے یا ان کے سرداروں کے لیے فائدہ بخش ہو سکتا تھا اور کن کن لوگوں سے اس ذریعہ سے منافق اپنی دشمنی نکال سکتے تھے۔ ایک ادنیٰ تدبیر سے بھی معلوم ہو سکتا ہے۔" ادنیٰ غور سے بھی معلوم ہو سکتا ہے "کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگا کر دو شخصوں سے دشمنی نکالی جا سکتی تھی۔ ایک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ایک حضرت ابو بکرؓ سے کیونکہ ایک کی وہ بیوی تھیں اور ایک کی بیٹی تھیں۔ یہ دونوں وجود ایسے تھے کہ ان کی بدنامی سیاسی لحاظ سے یا دشمنیوں کے لحاظ سے بعض لوگوں کے لیے فائدہ بخش ہو سکتی تھی۔ یا بعض لوگوں کی اغراض ان کو بدنام کرنے کے ساتھ وابستہ تھیں۔ ورنہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بدنامی سے کسی شخص کو کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ آپ سے سوتوں کا تعلق ہو سکتا تھا۔" یعنی آپ کی سوکنیں جو تھیں، دوسری بیویاں جو تھیں ان کا تعلق ہو سکتا تھا۔ "اور یہ خیال ہو سکتا تھا کہ شاید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوتوں

نے حضرت عائشہؓ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں سے گرانے اور اپنی نیک نامی چاہنے کے لیے اس معاملہ میں کوئی حصہ لیا ہو مگر تاریخ شاہد ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوتوں نے اس معاملہ میں کوئی حصہ نہیں لیا بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے جس بیوی کو میں اپنا رقیب اور مدِ مقابل خیال کیا کرتی تھی وہ حضرت زینب بنت جحشؓ تھیں۔ ان کے علاوہ اَور کسی بیوی کو میں اپنا رقیب خیال نہیں کرتی تھی۔ ''کیونکہ وہی زیادہ بولا کرتی تھیں۔ ''مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں زینبؓ کے اِس احسان کو کبھی بھول نہیں سکتی کہ جب مجھ پر الزام لگایا گیا تو سب سے زیادہ زور سے اگر کوئی اس الزام کی تردید کیا کرتی تھیں تو وہ حضرت زینبؓ ہی تھیں۔ (السیرۃ الحلبیۃ غزوۃ بنی المصطلق) پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اگر کسی کو دشمنی ہو سکتی تھی تو ان کی سوتوں کو ہی ہو سکتی تھی۔ اور وہ اگر چاہتیں تو اِس میں حصہ لے سکتی تھیں تا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں سے گر جائیں اور ان کی عزت بڑھ جائے۔ ''یعنی دوسروں کی عزت بڑھ جائے۔ ''مگر تاریخ سے ثابت ہے کہ انہوں نے اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں دیا۔ اور اگر کسی سے پوچھا گیا'' یعنی ان سوتوں میں سے یا دوسری بیویوں میں سے کسی سے پوچھا بھی گیا ''تو اس نے حضرت عائشہؓ کی تعریف ہی کی۔ غرض مردوں کی عورتوں سے دشمنی کی کوئی وجہ نہیں ہوتی۔

پس آپؓ پر الزام یا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم **سے بغض کی وجہ سے لگایا گیا** یا پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ سے بغض کی وجہ سے ایسا کیا گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مقام حاصل تھا وہ تو الزام لگانے والے کسی طرح چھین نہیں سکتے تھے۔ انہیں جس بات کا خطرہ تھا وہ یہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی وہ اپنی اغراض کو پورا کرنے سے محروم نہ رہ جائیں۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ آپؐ کے بعد خلیفہ ہونے کا اگر کوئی شخص اہل ہے تو وہ ابو بکرؓ ہی ہے۔ پس اس خطرہ کو بھانپتے ہوئے انہوں نے حضرت عائشہؓ پر الزام لگا دیا تا حضرت عائشہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے گر جائیں اور ان کے گر جانے کی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ کو مسلمانوں میں جو مقام حاصل ہے وہ بھی جاتا رہے اور مسلمان آپؓ سے بد ظن ہو کر اس عقیدت کو ترک کر دیں جو انہیں آپؓ سے تھی۔ اور اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے خلیفہ ہونے کا دروازہ بالکل بند ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ پر الزام لگنے کے واقعہ کے بعد خلافت کا بھی ذکر کیا'' قرآن شریف میں، سورۃ نور میں۔ ''حدیثوں میں صریح طور پر ذکر آتا ہے کہ صحابہؓ آپس میں باتیں کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کسی کا مقام ہے تو وہ ابو بکرؓ کا ہی مقام ہے۔ (ابو داؤد کتاب السنۃ باب فی التفضیل) حدیثوں میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت عائشہؓ سے کہا: اے عائشہؓ! میں چاہتا تھا کہ ابو بکرؓ کو اپنے بعد نامزد کر دوں مگر میں جانتا ہوں کہ اللہ اور مومن اس کے سِوا اَور کسی پر راضی نہیں ہونگے اس لیے میں کچھ نہیں کہتا'' (مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب من فضائل ابی بکرؓ) یعنی حضرت ابو بکرؓ کو ہی چنیں گے۔ ''غرض صحابہؓ یہ یقینی طور پر سمجھتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان میں اگر کسی کا درجہ ہے تو ابو بکرؓ کا ہے اور وہی آپؐ کا خلیفہ بننے کے اہل ہیں۔ مکی زندگی تو ایسی تھی کہ اس میں حکومت اور اس کے نظام کا سوال ہی پیدا نہیں

ہوتا تھا۔ لیکن مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد حکومت قائم ہو گئی اور طبعاً منافقوں کے دلوں میں یہ سوال پیدا ہونے لگا کہ آپؐ کے بعد کوئی خلیفہ ہو کر نظام اسلامی لمبا نہ ہو جائے اور ہم ہمیشہ کے لیے تباہ نہ ہو جائیں۔ ''جو مخالفین تھے انہوں نے سوچا'' کیونکہ آپؐ کے مدینہ میں تشریف لانے کی وجہ سے ان کی کئی امیدیں باطل ہو گئی تھیں۔ تاریخوں سے ثابت ہے کہ مدینہ میں عربوں کے دو قبیلے اَوس اور خزرج تھے اور یہ ہمیشہ آپس میں لڑتے رہتے تھے اور قتل و خونریزی کا بازار گرم رہتا تھا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اس لڑائی کے نتیجہ میں ہمارے قبائل کا رعب مٹتا چلا جاتا ہے تو انہوں نے آپس میں صلح کی تجویز کی اور قرار دیا کہ ہم ایک دوسرے سے اتحاد کر لیں اور کسی ایک شخص کو اپنا بادشاہ بنا لیں چنانچہ اوس اور خزرج نے آپس میں صلح کر لی اور فیصلہ ہوا کہ عبداللہ بن ابی ابن سلول کو مدینہ کا بادشاہ بنا دیا جائے۔ اس فیصلہ کے بعد انہوں نے تیاری بھی شروع کر دی اور عبداللہ بن ابی ابن سلول کے لیے تاج بننے کا حکم دے دیا گیا۔ اتنے میں مدینہ کے کچھ حاجی مکہ سے واپس آئے اور انہوں نے بیان کیا کہ آخری زمانہ کا نبی مکہ میں ظاہر ہو گیا ہے اور ہم اس کی بیعت کر آئے ہیں۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کے متعلق چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں اور چند دنوں کے بعد اَور لوگوں نے بھی مکہ جا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لی اور پھر انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپؐ ہماری تربیت اور تبلیغ کے لیے کوئی معلم ہمارے ساتھ بھیجیں۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیؓ کو مبلغ بنا کر بھیجا اور مدینہ کے بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔ انہی دنوں چونکہ مکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کو بہت تکالیف پہنچائی جا رہی تھیں اِس لیے اہل مدینہ نے آپ سے درخواست کی کہ آپ مدینہ تشریف لے آئیں۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ سمیت مدینہ ہجرت کر کے آ گئے۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام نبذ من ذکر المنافقین و بدء اسلام الانصار العقبۃ الاولٰی) اور عبداللہ بن ابی ابن سلول کے لیے جو تاج تیار کروایا جا رہا تھا وہ دھرے کا دھرا رہ گیا کیونکہ جب انہیں ''یعنی مدینہ والوں کو'' دونوں جہانوں کا بادشاہ مل گیا تو انہیں کسی اَور بادشاہ کی کیا ضرورت تھی۔ عبداللہ بن ابی ابن سلول نے جب یہ دیکھا کہ اس کی بادشاہت کے تمام امکانات جاتے رہے ہیں تو اسے سخت غصہ آیا اور گو وہ بظاہر مسلمانوں میں مل گیا مگر ہمیشہ اسلام میں رخنے ڈالتا رہتا تھا اور چونکہ اب وہ اور کچھ نہیں کر سکتا تھا اس لیے اس کے دل میں اگر کوئی خواہش پیدا ہو سکتی تھی تو یہی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوں تو میں مدینہ کا بادشاہ بنوں لیکن خدا تعالیٰ نے اس کے اس ارادہ میں بھی اسے زک دی کیونکہ اس کا اپنا بیٹا بہت مخلص تھا جس کے معنے یہ تھے کہ اگر وہ بادشاہ ہو بھی جاتا تو اس کے بعد حکومت پھر اسلام کے پاس آ جاتی۔ اس کے علاوہ خدا تعالیٰ نے اسے اس رنگ میں بھی زک دی کہ مسلمانوں میں جونہی ایک نیا نظام قائم ہوا انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف سوالات کرنے شروع کر دیئے کہ اسلامی حکومت کا کیا طریق ہے؟ آپ کے بعد اسلام کا کیا بنے گا؟ اور اس بارہ میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟ عبداللہ بن ابی ابن سلول نے جب یہ حالت دیکھی تو اسے خوف پیدا ہونے لگا کہ اب اسلام کی حکومت ایسے رنگ میں قائم ہو گی کہ اس میں اس کا کوئی حصہ نہ ہو گا اور وہ ان حالات کو روکنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس کے لیے جب اس نے غور کیا تو اسے نظر آیا کہ اگر اسلامی حکومت کو اسلامی اصول پر کوئی

شخص قائم کر سکتا ہے تو وہ ابو بکرؓ ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کی نظریں انہیں کی طرف اٹھتی ہیں اور وہ اسے تمام لوگوں سے معزز سمجھتے ہیں۔

پس اس نے اپنی خیر اِسی میں دیکھی کہ ان کو بدنام کر دیا جائے اور لوگوں کی نظروں سے گرا دیا جائے بلکہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے بھی آپ کو گرا دیا جائے اور اس بدنیتی کے پورا کرنے کا موقع اسے حضرت عائشہؓ کے ایک جنگ میں پیچھے رہ جانے کے واقعہ سے مل گیا اور اس خبیث نے آپؓ پر ایک نہایت گندہ الزام لگا دیا جو قرآن کریم میں تو اشارۃً بیان کیا گیا ہے لیکن حدیثوں میں اس کی تفصیل آتی ہے۔ عبداللہ بن ابی ابن سلول کی اِس سے غرض یہ تھی کہ اس طرح حضرت ابو بکرؓ ان لوگوں کی نظروں میں بھی ذلیل ہو جائیں گے اور آپ کے تعلقات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی خراب ہو جائیں گے اور اس نظام کے قائم ہونے میں رخنہ پڑ جائے گا جس کا قائم ہونا اسے یقینی نظر آتا تھا اور جس کے قائم ہونے سے اس کی امیدیں برباد ہو جاتی تھیں..... چونکہ منافق اپنی موت کو ہمیشہ دُور سمجھتا ہے اور وہ دوسروں کی موت کے متعلق اندازے لگاتا رہتا ہے اس لیے عبداللہ بن ابی ابن سلول بھی اپنی موت کو دور سمجھتا تھا اور وہ نہیں جانتا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرے گا۔ وہ یہ قیاس آرائیاں کرتا رہتا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوں تو میں عرب کا بادشاہ بنوں لیکن اب اس نے دیکھا کہ ابو بکرؓ کی نیکی اور تقویٰ اور بڑائی مسلمانوں میں تسلیم کی جاتی ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے تشریف نہیں لاتے تو ابو بکرؓ آپ کی جگہ نماز پڑھاتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی فتویٰ پوچھنے کا موقعہ نہیں ملتا تو مسلمان ابو بکرؓ سے فتویٰ پوچھتے ہیں۔ یہ دیکھ کر عبداللہ بن ابی ابن سلول کو جو آئندہ کی بادشاہت ملنے کی امیدیں لگائے بیٹھا تھا سخت فکر لگا اور اس نے چاہا کہ اِس کا ازالہ کرے۔ چنانچہ اِسی امر کا ازالہ کرنے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شہرت اور آپ کی عظمت کو مسلمانوں کی نگاہوں سے گرانے کے لیے اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگا دیا تا حضرت عائشہؓ پر الزام لگنے کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہؓ سے نفرت پیدا ہو اور حضرت عائشہؓ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفرت کا یہ نتیجہ نکلے کہ حضرت ابو بکرؓ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی نگاہوں میں جو اعزاز حاصل ہے وہ کم ہو جائے اور ان کے آئندہ خلیفہ بننے کا کوئی امکان نہ رہے۔"

(تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 519 تا 524 زیر تفسیر سورۃ النور آیت 36)

حضرت مصلح موعودؓ **واقعہ افک کا حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے ساتھ تعلق** بیان کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ:

"سورۃ نور کے شروع سے لے کر اس کے آخر تک کس طرح ایک ہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔ پہلے اس الزام کا ذکر کیا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگایا گیا تھا اور چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگانے کی اصل غرض یہ تھی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو رسوا کیا جائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے جو تعلقات ہیں ان میں بگاڑ پیدا کیا جائے اور اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی نگاہ میں ان کی عزت کم ہو جائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وہ خلیفہ نہ ہو سکیں کیونکہ عبداللہ بن ابی ابن سلول یہ

بھانپ گیا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کی نگاہ اگر کسی پر اٹھتی ہے تو وہ ابو بکرؓ ہی ہے اور اگر ابو بکرؓ کے ذریعہ سے خلافت قائم ہوگئی تو عبد اللہ بن ابی ابن سلول کی بادشاہی کے خواب کبھی پورے نہیں ہوں گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس الزام کے معاً بعد خلافت کا ذکر کیا اور فرمایا کہ خلافت بادشاہت نہیں۔ وہ تو نورِ الٰہی کے قائم رکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس لیے اس کا قیام اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ اس کا ضائع ہونا نورِ نبوت اور نورِ الوہیت کا ضائع ہونا ہے۔

پس وہ اس نور کو ضرور قائم کرے گا اور جسے چاہے گا خلیفہ بنائے گا بلکہ وہ وعدہ کرتا ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک نہیں بلکہ متعدّد لوگوں کو خلافت پر قائم کر کے اس نُور کے زمانہ کو لمبا کر دے گا۔ تم اگر الزام لگانا چاہتے ہو تو بے شک لگاؤ نہ تم خلافت کو مٹا سکتے ہو نہ ابو بکرؓ کو خلافت سے محروم کر سکتے ہو کیونکہ خلافت ایک نور ہے جو نور اللہ کے ظہور کا ایک ذریعہ ہے اس کو انسان اپنی تدبیروں سے کہاں مٹا سکتا ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 526 زیر تفسیر سورۃ النور آیت 36)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"انبیاء علیہم السلام کی بھی یہی حالت ہوتی ہے جب خدا تعالیٰ کسی امر پر اطلاع دیتا ہے تو وہ اس سے ہٹ جاتے ہیں یا اختیار کرتے ہیں۔ دیکھو! افک عائشہ رضی اللہ عنہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اول کوئی اطلاع نہ ہوئی یہاں تک نوبت پہنچی کہ حضرت عائشہ اپنے والد کے گھر چلی گئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی کہا کہ اگر ارتکاب کیا ہے تو توبہ کر لے۔ ان واقعات کو دیکھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کو کس قدر اضطراب تھا مگر یہ راز ایک وقت تک آپؐ پر نہ کھلا لیکن جب خدا تعالیٰ نے اپنی وحی سے تبریہ کیا اور فرمایا اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ۔ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ (النور: 27) تو آپؐ کو اس افک کی حقیقت معلوم ہوئی۔ اس سے کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی فرق آتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ وہ شخص ظالم اور ناخدا ترس ہے جو اس قسم کا وہم بھی کرے۔ اور یہ کفر تک پہنچتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ وہ عالم الغیب ہیں۔ عالم الغیب ہونا خدا کی شان ہے۔ یہ لوگ سنت انبیاء علیہم السلام سے اگر واقف اور آگاہ ہوں تو اس قسم کے اعتراض ہرگز نہ کریں۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 316)

جو آپ پر بھی اعتراض کرتے ہیں ان کا بھی آپ نے منہ بند کرایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرداران اوس و خزرج کے درمیان صلح کروانے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ ان کی آپس میں رنجشیں کچھ زیادہ ہو گئی تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دن کے بعد حضرت سعد بن معاذؓ کا ہاتھ پکڑا اور چند صحابہ کے ساتھ انہیں لے کر نکلے اور حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس پہنچے۔ وہاں تھوڑی دیر باتیں کیں۔ حضرت سعد بن عبادہؓ نے کھانا پیش کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت سعد بن معاذؓ اور دیگر صحابہ نے اس میں سے کھایا۔ پھر آپؐ تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپؐ چند دن ٹھہرے رہے۔ کچھ دن کے بعد پھر آپؐ نے حضرت سعد بن عبادہؓ کا ہاتھ پکڑا اور چند صحابہ کو ساتھ لے کر اس دفعہ حضرت سعد بن معاذؓ کے گھر گئے۔ تھوڑی دیر باتیں کیں حضرت سعد بن معاذؓ نے کھانا پیش کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم،

حضرت سعد بن عبادہؓ اور دیگر صحابہؓ نے کھایا۔ پھر آپؐ واپس تشریف لے گئے۔ ایسا آپؐ نے اس لیے کیا تا کہ ان کے دلوں میں جو اس بات کی وجہ سے کدورت آئی تھی وہ ختم ہو جائے۔

(کتاب المغازی للواقدی جلد 1 صفحہ 371 دار الکتب العلمیۃ)

یعنی ایک دفعہ ایک کو لے کر ایک کے گھر گئے پھر دوسری دفعہ دوسرے کو لے کر پہلے کے گھر میں گئے تا کہ آپس میں رنجشیں ختم ہوں اور وہاں کھانا کھایا۔ انہوں نے ایک دوسرے کو کھانا کھلایا اور اس طرح رنجشیں دور ہوئیں۔ یہ بھی آپؐ کا آپس میں محبت اور پیار پیدا کروانے کا، صلح کروانے کا ایک طریقہ تھا۔

روایات میں الزام لگانے والوں کی تعداد مختلف بیان ہوئی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ پر قذف کرنے والوں یعنی الزام لگانے والوں کی تعداد تین آئی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی ایک اَور روایت ہے جس کے مطابق ان کی تعداد تین سے دس تھی۔ ابن عُیینہ نے ان کی تعداد چالیس لکھی ہے اور مجاہد نے دس سے پندرہ بیان کی ہے۔

(ماخوذ از الجامع لاحکام القرآن، تفسیر قرطبی جلد 2 زیر آیت سورۃ النور: 12 صفحہ 2169 دار ابن حزم)

واقعہ اِفک میں شامل ہونے والوں کی سزا کے بارے میں آتا ہے۔ سنن ابی داؤد میں روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مَردوں اور ایک عورت کے متعلق قذف کی سزا کا حکم دیا جنہوں نے فحشاء کے بارے میں بات کی تھی۔ وہ حضرت حسّان بن ثابت اور مسطح بن اُثَاثہ تھے۔ نُفَیلی کہتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ جو ایک عورت ہے وہ عورت حَمْنَہ بنت جحش تھی۔

(سنن ابو داؤد کتاب الحدود باب فی حد القاذف حدیث 4475)

علامہ ماوردی نے کہا ہے کہ افک والوں کو حد لگانے میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی کو بھی حد نہیں لگائی اور دوسرا قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی، مسطح بن اُثَاثہ، حسان بن ثابت اور حَمْنَہ بنت جحش کو حد لگوائی۔ امام قرطبی کہتے ہیں کہ روایات میں جو بات مشہور ہے اور علماء کے نزدیک معروف ہے وہ یہی ہے کہ حسان، مسطح اور حمنہ پر حد لگائی گئی لیکن ابن اُبَی پر حد لائے جانے کا تذکرہ نہیں ملتا۔

(الجامع لاحکام القرآن، تفسیر قرطبی جلد 2 صفحہ 2171-2170 دار ابن حزم)

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک خطبہ میں اس کے بارے میں یہ بیان فرمایا تھا کہ:

”حضرت عائشہؓ پر الزام لگانے کی وجہ سے تین اشخاص کو کوڑے لگے تھے جن میں سے ایک حسّان بن ثابت تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شاعرِ اعظم تھا اور ایک مِسطَح تھا جو حضرت عائشہؓ کا چچا تھا اور حضرت ابو بکرؓ کا خالہ زاد بھائی تھا۔ وہ اس قدر غریب آدمی تھا کہ حضرت ابو بکرؓ کے گھر میں ہی رہتا۔ وہیں کھانا کھاتا اور آپؓ ہی اس کے لیے کپڑے بنواتے تھے اور ایک اَور عورت ان کے ساتھ تھی ان تینوں کو سزا ہوئی تھی۔“

(خطبات محمود جلد 18 صفحہ 280-279)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورہ نور آیت چھتیس کی تفسیر میں ابن سلول کو کوڑے لگانے کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ اس میں آپؓ کہتے ہیں کہ:

”لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ (النّور: 12) ان الزام لگانے والوں میں سے جیسی جیسی کسی نے

کمائی کی ہے ویسا ہی عذاب اسے مل جائے گا۔ چنانچہ جو لوگ الزام لگانے کی سازش میں شریک تھے انہیں اسّی اسّی کوڑے لگائے گئے۔ پھر فرمایا وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ مِنْھُمْ لَہٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (النّور:12) مگر ان میں سے ایک شخص جو سب سے بڑا شرارتی ہے اور جو اِس تمام فتنہ کا بانی ہے یعنی عبد اللہ بن ابی ابن سلول، اسے نہ صرف ہم کوڑے لگوائیں گے بلکہ خود بھی عذاب دیں گے۔ چنانچہ اس وعید کے مطابق اسے کوڑوں کی سزا بھی دی گئی۔ (السیرۃ الحلبیۃ باب مغازیہ ﷺ غزوۃ بنی المصطلق) اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اسے عذاب مل گیا اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ہلاک ہو گیا۔"

(تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 524 زیر تفسیر سورۃ النور آیت 36)

یہاں یہ باتیں تو ختم ہوتی ہیں۔

جرمنی کے جلسہ کے حوالے سے صرف اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں کہ آنے والوں نے، اور جو غیر شامل ہوئے تھے یا جو لوگ پہلی مرتبہ آئے تھے۔ ان شامل ہونے والوں نے بڑے مثبت تاثرات کا اظہار کیا ہے اور بڑی خوشی کا اظہار کیا ہے اور ماحول کی بھی بڑی تعریف کی ہے۔ اسی طرح اس ذریعہ سے میڈیا کے ذریعہ سے اور خبروں کے ذریعہ سے کئی ملین لوگوں تک احمدیت اور اسلام کی حقیقی تعلیم کا پیغام بھی پہنچا ہے۔ جلسہ اس لحاظ سے بھی تبلیغ کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہوتا ہے۔ جہاں ہم نہیں پہنچ سکتے وہاں اس ذریعہ سے تبلیغ پہنچ جاتی ہے، اسلام کا پیغام پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے نیک اور دوررَس نتائج پیدا فرمائے اور احمدیوں کو بھی حقیقی رنگ میں ہمیشہ فائدہ اٹھاتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دعاؤں کی طرف توجہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں اور رحمتوں کی چادر میں ہمیں ہمیشہ لپیٹے رکھے۔

آخر میں مَیں ایک مرحوم کا بھی ذکر کروں گا۔ ان کا جنازہ پڑھاؤں گا انشاء اللہ۔

امام محمد بیلو صاحب، سوڈان کے تھے جو گذشتہ دنوں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۔ صدر جماعت سوڈان نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی بیعت کا واقعہ یہ ہے کہ 1966ء میں نائیجیریا سے ایک احمدی امام عیسیٰ عبد اللہ بن لیل صاحب ان کے ہاں مہمان بن کر آئے اور بستی والوں کو تبلیغ کی۔ مرحوم امام محمد بن بیلو کو سب سے پہلے بیعت کی توفیق ملی۔ ان دنوں میں خلیفۂ وقت یا مرکز سے سوڈان کا رابطہ ممکن نہ تھا تاہم یہ احمدی احباب احمدیت پر پختہ ایمان کے ساتھ قائم رہے۔ ان کی شدید مخالفت ہوئی۔ امام محمد بیلو صاحب احمدیوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ وہاں پر احمدی مسجد گھاس پھوس اور تنکوں سے بنی ایک جھونپڑی سی تھی جسے غیر احمدیوں نے نذر آتش کر دیا، آگ لگا دی اور احمدیوں کو گاؤں سے نکال دیا۔ اس پر یہ احمدی جنوب کی طرف ہجرت کر گئے۔ وہاں بھی انہوں نے گھاس پھوس اور تنکوں کی ایک چھوٹی سی مسجد بنالی۔ وہاں بھی مخالفت ہو گئی اور مخالفین نے احمدیوں کی مسجد کو جلا دیا اور احمدیوں کو وہاں سے نکال دیا۔ ان احمدیوں کی ایک پارٹی وہاں سے کہیں دور چلی گئی اور جو دوسری تھی وہ ڈوئم شہر کو چلی گئی۔ ان میں امام بیلو بھی تھے۔ وہاں یہ لوگ عبد اللہ بن عَوَض قاسم صاحب کے ہاں مہمان بنے جو جامعہ بخت الرضا کے پرنسپل تھے مگر ان کے خاندان نے مخالفت کی اور ان احمدیوں کو وہاں سے نکال دیا۔ وہاں سے بھی بیچارے نکالے گئے۔

آخر کار انہوں نے نائیجیریا میں امام عیسیٰ عبداللہ بن لیل صاحب کے پاس جانے کا فیصلہ کیا جن کے ذریعہ یہ لوگ احمدی ہوئے تھے۔ چنانچہ ان غریب احمدیوں کا یہ قافلہ بیوی بچوں سمیت گدھوں اور جانوروں پر سوار ہو کر اور اکثر پیدل نائیجیریا کو روانہ ہوا۔ کوئی زادِ راہ ان کے پاس نہیں تھا۔ ویزے کے کاغذات وغیرہ بھی نہیں تھے۔ سفر کی مشکلات بہت تھیں۔ ہاں ایمان کی دولت صرف ان کے پاس تھی۔ ایمان انہوں نے اپنا سنبھال کے رکھا اور اسی جوش اور جذبے کے ساتھ یہ ہجرت کرتے رہے اور کبھی اپنے دین کو قربان نہیں کیا۔ آخر یہ نائیجیریا پہنچے اور وہاں امام عیسیٰ بن لیل صاحب کے پاس تیرہ سال تک رہے۔ اس کے بعد امام عیسیٰ صاحب نے ایک خواب کی بنا پر انہیں واپس سوڈان جانے کا مشورہ دیا۔ یہ بات انہیں اچھی نہ لگی تو امام عیسیٰ نے ان کو کہا کہ یہ ہمارے رب کی طرف سے حکم ہوا ہے۔ اس پر یہ بادل نخواستہ واپس سوڈان جانے پر راضی ہو گئے۔ امام عیسیٰ صاحب کو خواب میں بتایا گیا تھا کہ یہ لوگ تین سال کے بعد واپس سوڈان چلے جائیں گے۔ تین سال پورے ہونے پر یہ احمدی مہاجر واپس اپنے وطن کو نکلے۔ سب سے پہلے امام محمد بیلو واپس گئے۔ سوڈان میں یہ لوگ اپنے پہلے گاؤں کُنَیْزَہ جا کر مقیم ہوئے۔ یہ 2010ء کی بات ہے۔ ان احمدیوں کی سوڈان واپسی کے بعد نائیجیریا میں بوکو حرام نامی تنظیم ظاہر ہوئی۔ اگر یہ سوڈانی احمدی اس وقت نائیجیریا میں ہوتے تو خدا جانے یہ تنظیم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتی۔ اس وقت انہیں سمجھ آئی کہ نائیجیریا سے ان کی واپسی میں کیا الٰہی حکمت مضمر تھی۔ تاہم کُنَیْزَہ واپس آنے پر انہیں پھر شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر ان کی مسجد جلا دی گئی جو انہوں نے چھوٹی سی بنائی تھی۔ ان کے گھروں پر حملے ہوئے۔ ان کے خلاف مقدمات دائر ہوئے۔ انہیں بستی سے پھر نکال دیا گیا۔ پھر آخر کار موجودہ جنگ شروع ہو گئی جس سے سوڈان کے پورے ملک کے ہی حالات خراب ہو گئے اور کوئی بھی وہاں محفوظ نہیں رہا۔ یہ احمدی بھی اپنی جان بچانے کے لیے اور امن کے لیے سوڈان کے مختلف علاقوں میں بکھر گئے اور اس وقت بھی مختلف جگہوں پہ یہ لوگ بڑی تنگی اور غربت کی زندگی گزار رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند کرے مغفرت کا سلوک فرمائے اور باقی احمدیوں کے ایمانوں کو مضبوط رکھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے حالات بھی بدلے اور ملک میں جیسا کہ میں نے کہا بڑا فساد پھیلا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ اس فساد کو بھی ختم کرے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم فرمائے۔ ایک دوسرے کے حق ادا کرنے والے ہوں۔ مسلمان مسلمان کے بھائی ہونے کا حق ادا کرنے والے ہوں اور اسلامی حکومتوں میں جو فساد ہیں اللہ تعالیٰ انہیں دور فرمائے اور احمدیوں کو حقیقی رنگ میں امن و سکون کی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 20/ ستمبر 2024ء جلد 31 شمارہ 225 صفحہ 02 تا 06)

36

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 06/ ستمبر 2024ء بمطابق 06/ تبوک 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج میں غزوۂ خندق یا غزوۂ احزاب کا ذکر کروں گا جو پانچ ہجری بمطابق فروری اور مارچ 627ء میں ہوئی تھی۔ (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 573)

قرآن کریم میں جنگ احزاب کا ذکر اس طرح آیا ہے:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا۔ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا۔ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا۔ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا۔ وَ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا۔ وَ اِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا۔ وَ يَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ۔ وَ مَا هِيَ بِعَوْرَةٍ۔ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا۔ وَ لَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَ مَا تَلَبَّثُوْا بِهَاۤ اِلَّا يَسِيْرًا۔ وَ لَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ۔ وَ كَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا۔ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَ اِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً۔ وَ لَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا۔ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا۔ وَ لَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ۔ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ۔ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ۔ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ۔ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا۔ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا۔ وَ اِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ۔ وَ لَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا۔ وَ لَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ۔ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ۔ وَ مَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا۔ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ۔ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ وَ رَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا۔ وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ۔ وَ كَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا۔ (الاحزاب:10 تا 26)

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تمہارے پاس لشکر آئے تھے تو ہم نے ان کے خلاف ایک ہوا بھیجی اور ایسے لشکر بھیجے جن کو تم دیکھ نہیں رہے تھے۔ اور یقیناً اللہ جو تم کرتے ہو اس پر گہری نظر رکھنے والا ہے۔ جب وہ تمہارے پاس تمہارے اوپر کی طرف سے بھی اور تمہارے نشیب کی طرف سے بھی آئے اور جب آنکھیں پتھرا گئیں اور دل (اچھلتے ہوئے) ہنسلیوں تک جا پہنچے اور تم لوگ اللہ پر طرح طرح کے گمان کر رہے تھے۔ وہاں مومن ابتلاء میں ڈالے گئے اور سخت (آزمائش کے) جھٹکے دیئے گئے۔ اور جب منافقوں نے اور ان لوگوں نے جن کے دلوں میں مرض تھا، کہا ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں کیا۔ اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے اہل یثرب! تمہارے ٹھہرنے کا کوئی موقع نہیں رہا پس واپس چلے جاؤ۔ اور ان میں سے ایک فریق نے نبی سے یہ کہتے ہوئے اجازت مانگنی شروع کی کہ یقیناً ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں تھے۔ وہ محض بھاگنے کا ارادہ کیے ہوئے تھے۔ اور اگر ان پر اس (بستی) کے ہر طرف سے چڑھائی کر دی جاتی پھر ان سے فساد کا مطالبہ کیا جاتا تو وہ ضرور اس کے مرتکب ہو جاتے اور اس پر توقف نہ کرتے مگر معمولی۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ یقیناً اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ وہ پیٹھیں نہیں دکھائیں گے اور اللہ سے کیا ہوا عہد ضرور پوچھا جائے گا۔ تو کہہ دے کہ تمہیں بھاگنا ہرگز فائدہ نہیں دے گا اگر تم موت یا قتل سے بھاگو گے اور اس صورت میں تم کچھ فائدہ نہیں دیئے جاؤ گے مگر تھوڑا سا۔ تُو پوچھ کہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچا سکتا ہے اگر وہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے یا تمہارے حق میں رحمت کا فیصلہ کرے؟ اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی سرپرست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔ اللہ تم میں سے ان کو خوب جانتا ہے جو (جہاد سے) روکنے والے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ہماری طرف آجاؤ۔ اور وہ لڑائی کے لیے نہیں آتے مگر بہت کم۔ تمہارے خلاف بہت خساست سے کام لیتے ہیں۔ پس جب کوئی خوف (کا موقعہ) آتا ہے تُو انہیں دیکھے گا کہ وہ تیری طرف اس طرح دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں (دہشت سے) گھوم رہی ہوتی ہیں اس شخص کی طرح جس پر موت کی غشی طاری کر دی جائے۔ پس جب خوف جاتا رہتا ہے تو وہ (اپنی) تیز زبانوں سے تمہیں ایذاء پہنچاتے ہیں بھلائی کے معاملہ میں بخل کرتے ہوئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو (فی الحقیقت) ایمان نہیں لائے۔ پس اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے اور یہ بات اللہ پر بہت آسان ہے۔ وہ گمان کرتے ہیں کہ لشکر ابھی تک نہیں گئے۔ اور اگر لشکر (واپس) آجائیں تو وہ (حسرت سے) چاہیں گے کہ کاش وہ ویرانوں میں بدوؤں کے درمیان رہتے ہوتے (اور) تمہارے حالات معلوم کر رہے ہوتے اور اگر وہ تم میں ہوتے بھی تو قتال نہ کرتے مگر بہت کم۔ یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔ اور جب مومنوں نے لشکروں کو دیکھا تو انہوں نے کہا یہی تو ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا اور اس نے ان کو نہیں بڑھایا مگر ایمان اور فرمانبرداری میں۔ مومنوں میں ایسے مرد ہیں جنہوں نے جس بات پر اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچا کر دکھایا۔ پس ان میں سے وہ بھی ہے جس نے اپنی منت کو پورا کر دیا اور ان میں سے وہ بھی ہے جو ابھی انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے ہرگز (اپنے طرز عمل میں) کوئی تبدیلی نہیں کی۔ (یہ اس لیے ہے) تاکہ اللہ سچوں کو ان کی

سچائی کی جزا دے اور منافقوں کو اگر چاہے تو عذاب دے یا توبہ قبول کرتے ہوئے ان پر جھکے۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اور اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ان کے غیظ سمیت اس طرح لوٹا دیا کہ وہ کوئی بھلائی حاصل نہ کر سکے اور اللہ مومنوں کے حق میں قتال میں کافی ہو گیا۔ اور اللہ بہت قوی (اور) کامل غلبہ والا ہے۔" (ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

یہ قرآن شریف کی آیات کا ترجمہ ہے۔

اس جنگ کی وجہ تسمیہ کہ جنگ کا یہ نام کس طرح رکھا گیا۔ اس جنگ کو جنگِ خندق بھی کہا جاتا ہے کیونکہ عرب کے دستور کے، رواج کے خلاف پہلی مرتبہ مسلمانوں نے خندق کھود کر دفاعی جنگ لڑی تھی اور اس کو جنگِ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم نے اس کو یہ نام دیا ہے۔ احزاب حِزب کی جمع ہے جس کے معنی جماعت اور گروہ کے ہیں۔ چونکہ اس جنگ میں عرب کی مختلف جماعتیں اور گروہ اکٹھے مل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے اس لیے اس جنگ کو جنگِ احزاب کہا گیا ہے۔

اس کی وجہ بیان کی جاتی ہے کہ ربیع الاوّل چار ہجری میں یہود کا قبیلہ بنو نضیر اپنی عہد شکنی، بغاوت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے جیسی سازشوں کی وجہ سے مدینہ سے جلاوطن کر دیا گیا۔ اس عہد شکن باغی قبیلہ کی سزا تو اس سے کہیں سخت تھی لیکن ان کی درخواست پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عفو و درگزر اور رحم فرماتے ہوئے ان کو جلاوطن کر دیا جس پر یہ قبیلہ اپنا سارا ساز و سامان لے کر مدینہ سے کچھ دور خیبر جا کر آباد ہو گیا لیکن ابھی چار مہینے ہی گزرے تھے کہ احسان فراموش اور سازشی کردار کے حامل یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے خلاف ایک ایسا خوفناک منصوبہ بنایا کہ جس کے مطابق مسلمان مکمل طور پر تباہ ہو جائیں۔ منصوبے کے مطابق بنو نضیر کا سردار حُیَیّ بِن اَخْطَبْ جو اپنے غرور اور تکبر اور اسلام کے خلاف کینہ اور جوش کی وجہ سے یہود کا ابوجہل کہلائے جانے کا مستحق ہے اپنے سرکردہ ساتھیوں کے ساتھ مکہ گیا اور ابوسفیان اور دیگر قریشی عمائدین سے ملاقات کی اور قریش کو کہا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کا نام و نشان مٹانے کا عزم رکھتے ہیں۔ ہم تمہارے پاس آئے ہیں تا کہ ہم سب مل کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھیوں کے خلاف ایک معاہدہ کریں۔ مشرکین قریش کو اَور کیا چاہیے تھا وہ تو پہلے ہی یہ خونی عزائم رکھتے تھے اور بدر اور احد جیسی جنگی کارروائیاں کر چکے تھے لیکن اپنی دلی مراد پوری نہیں کر سکے تھے۔ بدر کے انتقام اور احد کی ندامت کے زخم پھر سے تازہ ہو گئے۔ ابوسفیان نے بنو نضیر کے ان سرداروں کو خوش آمدید کہتے ہوئے کہا کہ تم اپنے گھر آئے ہو اور تمام لوگوں میں سے ہمیں وہ زیادہ محبوب ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دشمنی پر ہماری مدد کرے۔ باہم گفت و شنید کے بعد قریش کے پچاس لوگوں اور ان یہود نے خانہ کعبہ کا پردہ پکڑتے ہوئے پختہ عہد کرتے ہوئے قسمیں کھائیں کہ وہ ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف ان سب کی بات ایک ہو گی اور ہم سب مل کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کو ملیامیٹ کر دیں گے۔

بہرحال ابوسفیان کے ساتھ مدینہ پر ایک زبردست حملہ کرنے کی سکیم اور تاریخ طے کرنے کے بعد بنو نضیر کا یہ وفد عرب کے ان دوسرے قبائل کی طرف گیا جو مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے اور

کئی ایک ناکام حملے بھی کر چکے تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے وہ بنو غطفان کے پاس گیا۔ یہ ملک عرب میں ایک بہادر قبیلہ شمار ہوتا تھا اور مسلمانوں کے خلاف بغض اور کینے میں نمایاں تھا۔ یہود نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کرنے کی دعوت دی اور ساتھ خیبر کی ایک سال کی کھجوریں دینے کا لالچ بھی دیا اور یہ بھی بتایا کہ قریش مکہ بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ اس پر بنو غطفان نے بھی حمایت کا وعدہ کر لیا اور اپنی طرف سے چھ ہزار فوج کی ضمانت دی۔ اس کے بعد یہود کا یہ گروہ بنو سلیم کے پاس گیا۔ یہ ایک دوسرا قبیلہ تھا جو مسلمانوں پر پہلے سے حملہ کرنے کے عزائم رکھتا تھا لیکن ناکام ہو چکا تھا۔ جب اتنے بڑے اتحادی فوجی حملہ کا اس قبیلے کو علم ہوا تو بخوشی اس نے بھی حامی بھر لی۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 364-363 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(غزوہ احزاب از علامہ محمد احمد باشمیل صفحہ 62 مطبوعہ نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی)

اسی طرح بنو فَزارہ اپنے سردار عُیَینہ کی سربراہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے اور عیینہ نے اپنے دوست قبیلے بنو اسد کو دعوت دی، چنانچہ بنو اسد کے سردار طُلَیحَہ اَسَدِی نے بھی یہ دعوت قبول کر لی اور بنو مُرَّہ اور بنو اشجع قبائل نے بھی اس جنگ کی افرادی قوت میں خاصہ اضافہ کیا۔ یہ سارے وہ قبائل تھے جو اپنی بہادری میں پورے عرب میں ایک نام رکھتے تھے۔

(ماخوذ از سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 07 صفحہ 271-270 دار السلام ریاض)

اس کی تفصیل لکھتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ:

"مکہ کے قریش اور نجد کے قبائل غَطَفَان و سُلَیم کو پہلے سے ہی مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے اور آئے دن مدینہ کے خلاف حملہ آوری کی فکر میں رہتے تھے مگر ابھی تک انہوں نے اپنی طاقتوں کو اسلام کے خلاف ایک میدان میں مجتمع نہیں کیا تھا۔ لیکن جب یہود کے قبیلہ بنو نضیر کے لوگ اپنی غداری اور فتنہ انگیزی کی وجہ سے مدینہ سے جلاوطن کیے گئے تو ان کے رؤساء نے اس شریفانہ بلکہ محسنانہ سلوک کو فراموش کرتے ہوئے۔" یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پہ بہت بڑا احسان کیا تھا۔ اس کو فراموش کرتے ہوئے "جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا آپس میں یہ تجویز کی کہ عرب کی تمام منتشر طاقتوں کو ایک جا جمع کر کے اسلام کو ملیامیٹ کرنے کی کوشش کی جاوے اور چونکہ یہودی لوگ بڑے ہوشیار وچالاک تھے اور اس قسم کے سازشی کاموں میں خوب مہارت رکھتے تھے اس لیے ان کی مفسدانہ کوششیں بارآور ہوئیں اور قبائل عرب ایک جان ہو کر مسلمانوں کے خلاف میدان میں نکل آئے۔

یہودی رؤساء میں سے سَلَّام بن اَبِی الحُقَیق، حُیَیّ بن اخطب اور کِنَانَہ بن اَلربیع نے اس اشتعال انگیزی میں خاص طور پر حصہ لیا۔ چنانچہ ان فتنہ پردازوں نے اپنے نئے وطن خیبر سے نکل کر حجاز اور نجد کے قبائل کا دورہ کیا اور سب سے پہلے مکہ میں پہنچ کر قریش کو اپنے ساتھ گانٹھا اور رؤسائے قریش کو خوش کرنے کے لیے اس بات تک کے کہنے سے دریغ نہیں کیا کہ مسلمانوں کے دین سے تمہارا دین (شرک وبت پرستی) اچھا ہے۔" یہ ان کو ان لوگوں نے کہا۔ "اس کے بعد انہوں نے نجد میں جاکر قبیلہ غَطَفَان کو اپنے ساتھ ملایا اور اس قبیلہ کی شاخہائے فَزَارَہ اور مُرَّہ اور اشجع وغیرہ کو اپنے ساتھ نکلنے کے لیے تیار کر لیا۔ پھر قریش اور غطفان کی انگیخت سے قبائل بنو سُلَیم اور بنو اسد بھی اس مخالفِ اسلام اتحاد کی کڑی میں منسلک

ہو گئے اور دوسری طرف یہود نے اپنے حلیف قبیلہ بنو سعد کو پیغام بھیج کر اپنی اعانت کے لیے کھڑا کر لیا۔ اس زبردست اتحاد کے علاوہ قریش نے اپنے گردونواح کے قبائل میں سے بھی بہت سے لوگوں کو جو ان کے توابع میں سے تھے اپنے ساتھ ملا لیا اور پھر پوری تیاری کے بعد صحرائے عرب کے یہ خونخوار قبائل مسلمانوں کو ملیامیٹ کرنے کے ارادے سے ایک سَیلِ عظیم کی طرح مدینہ پر امڈ آئے اور یہ عزم کیا کہ جب تک اسلام کو صفحہ دنیا سے مٹا نہیں لیں گے واپس نہیں لوٹیں گے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 574-573)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بارہ میں بیان کرتے ہیں کہ:

"یہود کے دو....." قبیلے "جو لڑائی، فساد، قتل اور قتل کرنے کے منصوبوں کی وجہ سے مدینہ سے جلاوطن کر دیئے گئے تھے۔ ان میں سے بنو نضیر کا کچھ حصہ تو شام کی طرف ہجرت کر گیا تھا اور کچھ حصہ مدینہ سے شمال کی طرف خیبر نامی ایک شہر کی طرف ہجرت کر گیا تھا۔ خیبر عرب میں یہود کا ایک بہت بڑا مرکز تھا اور ایک قلعہ بند شہر تھا۔ یہاں جا کر بنو نضیر نے مسلمانوں کے خلاف عربوں میں جوش پھیلانا شروع کیا۔ مکہ والے تو پہلے ہی مخالف تھے، کسی مزید انگیخت کے محتاج نہ تھے۔ اسی طرح غَطَفَان نامی نجد کا قبیلہ جو عرب کے قبیلوں میں بہت بڑی حیثیت رکھتا تھا وہ بھی مکہ والوں کی دوستی میں اِسلام کی دشمنی پر آمادہ رہتا تھا۔ اب یہود نے قریش اور غطفان کو جوش دلانے کے علاوہ بنو سُلَیم اور بنو اسد دو اَور زبردست قبیلوں کو بھی مسلمانوں کے خلاف اکسانا شروع کیا اور اسی طرح بنو سعد نامی قبیلہ جو یہود کا حلیف تھا اس کو بھی کفارِ مکہ کا ساتھ دینے کے لیے تیار کیا۔ ایک لمبی تیاری کے بعد عرب کے تمام زبردست قبائل کے ایک اتحادِ عام کی بنیاد رکھ دی گئی جس میں مکہ کے لوگ بھی شامل تھے۔ مکہ کے اِرد گرد کے قبائل بھی تھے اور نجد اور مدینہ سے شمال کی طرف کے علاقوں کے قبائل بھی شامل تھے اور یہود بھی شامل تھے۔ اِن سب قبائل نے مل کر مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لیے ایک زبردست لشکر تیار کیا۔" (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 267)

قریش اور دیگر قبائل کا اس جنگ کے لیے روانہ ہونا اور ان کی تعداد کے بارے میں مزید تفصیل اس طرح ہے۔ لکھا ہے کہ قریش مکہ چار ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ ان کی قیادت ابوسفیان کر رہا تھا۔ سواروں کی کمان خالد بن ولید کر رہا تھا۔ انہوں نے دارالندوہ میں جھنڈا باندھا جو قریش کی مجلس شوریٰ کی جگہ تھی اور اس کو عثمان بن طلحہ نے اٹھایا۔ انہوں نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور اپنے ساتھ تین سو گھوڑے لیے اور ان کے ساتھ پندرہ سو اونٹ تھے۔

بنو سلیم کے سات سو افراد قریش کے ساتھ آ ملے۔ ان کی قیادت اب سفیان بن عبد شمس کر رہا تھا۔ بنو اسد طلیحہ بن خویلد کی قیادت میں روانہ ہوئے اور بنو فزارہ کے ایک ہزار افراد نکلے جن کی قیادت عیینہ بن حِصن کر رہا تھا۔ بنو اشجع کے چار سو افراد نکلے اور ان کا قائد مسعود بن رُخَیلہ تھا۔ بنو مُرَّہ کے چار سو آدمی روانہ ہوئے اور ان کی قیادت حارث بن عوف مُری کر رہا تھا۔ بنو غطفان کی طرف سے چھ ہزار فوجیوں کا وعدہ تھا اور یہود کی طرف سے دو ہزار سے زائد کی ریزرو فوج تھی جو اس بڑے لشکر کے پیچھے ایک آخری ضرب لگانے کے لیے تیار کھڑی ہو گی اور یوں مختلف قبائل کے لوگ جو اس جنگ میں شریک ہوئے ان کی تعداد کم

سے کم دس ہزار اور بعض روایات کے مطابق چوبیس ہزار کے قریب تھی۔ ان سب کی قیادت ابوسفیان بن حرب کے ہاتھ میں تھی **جو اس وقت تک کی تاریخ عرب کی سب سے بڑی فوجی مہم تھی۔**

(حیات محمدؐ از محمد حسین ہیکل صفحہ 434 مطبوعہ بک کارنر جہلم)(فرہنگ سیرت صفحہ 299 زوار اکیڈیمی کراچی)

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد4 صفحہ364 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(غزوہ احزاب از علامہ محمد احمد باشمیل صفحہ 153 مطبوعہ نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اس بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"کفار کے اس عظیم الشان لشکر کا اندازہ دس ہزار نفوس سے لے کر پندرہ ہزار بلکہ بعض روایات کی رُو سے چوبیس ہزار تک لگایا گیا ہے۔ اگر دس ہزار کے اندازے کو ہی صحیح تسلیم کیا جاوے تو پھر بھی اس زمانہ کے لحاظ سے یہ تعداد اتنی بڑی تھی کہ غالباً اس سے پہلے عرب کی قبائلی جنگوں میں اتنی بڑی تعداد کبھی کسی جنگ میں شامل نہیں ہوئی ہوگی..... سارے لشکر کا قائد اعظم یعنی سپہ سالار ابوسفیان بن حَرْب تھا..... سامان خوردونوش اور سامانِ جنگ بھی ہر طرح کافی وشافی تھا۔ اس طرح یہ لشکر شوال پانچ ہجری مطابق فروری ومارچ 627ء میں مدینہ کی طرف بڑھنا شروع ہوا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 574)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بارے میں بیان کرتے ہیں کہ:

"مختلف مؤرخوں نے اس لشکر کا اندازہ دس ہزار سے چوبیس ہزار تک لگایا ہے لیکن ظاہر ہے کہ تمام عرب کے اجتماع کا نتیجہ صرف دس ہزار سپاہی نہیں ہو سکتا۔ یقیناً چوبیس ہزار والا اندازہ زیادہ صحیح ہے اور اگر اَور کچھ نہیں تو یہ لشکر اٹھارہ بیس ہزار کا تو ضرور ہو گا۔ مدینہ ایک معمولی قصبہ تھا۔ اِس قصبہ کے خلاف سارے عرب کی چڑھائی کوئی معمولی چڑھائی نہیں تھی۔ مدینہ کے مرد جمع کر کے (جن میں بوڑھے، جوان اور بچے بھی شامل ہوں) صرف تین ہزار آدمی نکل سکتے تھے۔ اس کے برخلاف دشمن کی فوج بیس اور چوبیس ہزار کے درمیان تھی اور پھر وہ سب کے سب فوجی آدمی تھے۔ جوان اور لڑنے کے قابل تھے کیونکہ جب شہر میں رہ کر حفاظت کا سوال پیدا ہوتا ہے تو اس میں بچے اور بوڑھے بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ مگر جب دور دراز مقام پر لشکر چڑھائی کر کے جاتا ہے تو اس میں صرف جوان اور مضبوط آدمی ہوتے ہیں۔ پس یہ بات یقینی ہے کہ کفار کے لشکر میں بیس ہزار یا پچیس ہزار، جتنے بھی آدمی تھے وہ سب کے سب مضبوط، جوان اور تجربہ کار سپاہی تھے۔ لیکن مدینہ کے کُل مردوں کی تعداد بچوں اور اپاہجوں کو ملا کر بمشکل تین ہزار ہوتی تھی۔ ظاہر ہے کہ ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر مدینہ کے لشکر کی تعداد تین ہزار سمجھی جائے تو دشمن کی تعداد چالیس ہزار سمجھنی چاہیے" کیونکہ مقابلہ کوئی نہیں "اور اگر دشمن کے لشکر کی تعداد بیس ہزار سمجھی جائے تو مدینہ کے سپاہیوں کی تعداد صرف ڈیڑھ ہزار فرض کرنی چاہیے۔" (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد20 صفحہ 268-267)

کیونکہ ان میں کمزور لوگ شامل تھے۔ بہرحال کفار اپنی جنگ کی نیت سے آگے بڑھتے رہے اور اس کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو اس وقت آپؐ نے فیصلہ کیا کہ خندق کھودی جائے۔ اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شعبہ جاسوسی یعنی انٹیلی جنس بھی اس ساری صورتحال سے بے خبر نہ تھا اور چاروں طرف سے خبریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ رہی تھیں۔ قریش اور یہود کے اس

خوفناک منصوبے کی اطلاعات مدینہ میں پہنچیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جمع کیا اور ان کو دشمن کے بدارادوں کی خبر دی اور مشورہ کیا کہ مدینہ سے نکل کر مقابلہ کریں یا اس میں رہ کر ان سے جنگ کریں۔ ایک بہت بڑے فوجی لشکر اور اس کے مقابلے میں بہت بڑی تعداد کے پیش نظر زیادہ تر رائے یہ سامنے آئی کہ مدینہ کے اندر رہتے ہوئے دفاع کیا جائے تو زیادہ مناسب ہو گا۔ روایات کے مطابق حضرت سلمانؓ کے مشورہ کا ذکر ملتا ہے کہ انہوں نے خندق کا مشورہ دیا اور کہا یا رسول اللہؐ! ہم فارس کی زمین میں جب گھوڑوں کی جماعت سے ڈرتے تو ان کے آگے خندق کھود دیتے تھے یعنی اگر گھوڑوں والی فوج آتی تھی تو خندق کھود دیتے تھے جس کی وجہ سے وہ اس کو عبور کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ تو یہ رائے سب کو اچھی لگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے اندر رہتے ہوئے دفاع کرنے کا فیصلہ فرمایا اور خندق کھودنے کا ارشاد فرمایا۔

بعض کتب سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ خندق کھودنے کا فیصلہ صرف حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ کی وجہ سے **نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے الہاماً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم** کو یہ طریق بتایا تھا کیونکہ عرب کے لیے یہ طریق بالکل نیا تھا۔ وہ دفاعی خندقیں کھودنے کے طریق سے ناواقف تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب ابوسفیان طاقت کے نشے سے چُور ایک لشکر جرار لے کر مدینہ کی طرف حملہ آور ہوا اور جب اسے اہلِ مدینہ کی طرف سے کہیں بھی کوئی روک نظر نہ آئی اور اس کو کوئی اسلامی فوج دکھائی نہ دی تو اول تو اس کو اپنے ایک بہت بڑے لشکر کی وجہ سے ہی یہ گھمنڈ تھا کہ آج اہلِ مدینہ کو ان کے ہاتھوں سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ اس نے کہا اب تو میں مدینہ کو ختم کر کے ہی جاؤں گا اور جب مدینہ تک کے راستے میں کہیں بھی کوئی مزاحمتی روک نظر نہ آئی تو غرور اور تکبر میں اَور بھی بڑھ گیا لیکن جب اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے وہ عین مدینہ کے قریب پہنچا تو اچانک اپنے سامنے پانچ کلو میٹر لمبی آٹھ نو فٹ گہری اور چوڑی خندق دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ یہ خندق اتنی گہری اور چوڑی تھی کہ گھوڑوں سے بھی اس کو عبور کرنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ جب یہ لوگ اس خندق کو عبور کرنے سے عاجز آ گئے تو اپنے شدید غصے اور بے بسی اور غرور اور تکبر کے ملے جلے جذبات میں اس نے یہاں سے ایک خط نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا جس میں اس نے لکھا کہ لات، عُزیٰ، اِساف، نائلہ اور ہبل کی قسم ہے کہ میں اپنے لشکر کے ساتھ آیا تھا کہ تب تک واپس نہ جاؤں گا جب تک تم لوگوں کا نام و نشان مٹا کر نہ رکھ دوں لیکن مَیں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ ہمارے مقابلے سے کترا رہے ہو اور اپنے گرد خندقیں کھود لی ہیں۔ اے کاش مجھے معلوم ہو کہ تمہیں یہ طریق کس نے بتایا ہے اور اگر ہم واپس چلے بھی گئے تو یاد رکھنا کہ جنگِ احد کا دن پھر ایک بار تمہیں یاد دلا دیں گے کہ جس میں اب تمہاری عورتیں بھی ذبح کی جائیں گی۔ یہ خط اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھجوایا۔ اس کے جواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کو خط لکھا اور فرمایا تمہارا خط ملا۔ میں جانتا ہوں کہ تم سدا سے اللہ تعالیٰ کے خلاف غرور میں مبتلا ہو اور یہ جو تم نے مدینہ پر اپنے لشکر جرار کے ساتھ ایسا حملہ کرنے کا ذکر کیا ہے کہ جس سے تم ہمارا نام و نشان مٹا دینے کا عزم کیے ہوئے ہو تو یہ تو اللہ کا حکم ہے کہ جو تیرے ناپاک عزائم کے درمیان حائل ہو گیا ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو ناپاک عزائم تھے ان کے درمیان حائل ہو گیا، تمہیں یہ موقع نہیں مل سکا۔ اور پھر لکھا کہ اور وہ اپنا ایسا فیصلہ کر دے گا یعنی اللہ تعالیٰ اپنا ایسا فیصلہ کر دے گا کہ تم لات اور عزیٰ کا

نام تک بھول جاؤ گے اور جو تم نے یہ کہا ہے کہ خندق کھودنے کا مجھے کس نے بتایا ہے تو فَاِنَّ اللّٰہَ اَلْھَمَنِیْ ذَالِکَ۔ یہ طریق مجھے اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا ہے۔ جب تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کا غیظ و غضب بڑھ گیا تھا تو اس وقت مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا۔ اور سنو! آگے آپؐ نے یہ لکھا کہ:

سنو! انجام کار خدا ہمیں کامیاب کرے گا اور اے بنو غالب کے احمق! یاد رکھو کہ ایک دن آئے گا کہ تمہارے لات، عُزیٰ، اِساف، نائلہ اور ہُبل ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں گے اور اس دن میں تمہیں یہ سب یاد دلاؤں گا۔

(سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 364 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (خاتم النبیین از ابو زہرۃ جلد 2 صفحہ 942 المؤتمر العالمی) (الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم جلد 10 صفحہ 197 المرکز الاسلامی للدراسات بیروت 2006ء)

تو بڑا واضح طور پر اس کو لکھا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ فتح ہماری ہو گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خط سے واضح ہوتا ہے کہ ہر چند کہ حضرت سلمان فارسیؓ نے مشورہ دیا ہو گا لیکن اس پر عمل کرنے کا فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے الہاماً ہی فرمایا ہو گا۔ واللہ اعلم۔ بہرحال ان کا مشورہ بھی تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے بھی آپؐ کو اس بارہ میں آگاہ کیا۔ باقی تفصیل ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

آجکل پاکستان کے احمدیوں کو خاص طور پر دعاؤں میں یاد رکھیں۔ پاکستانی احمدی خود بھی دعاؤں کی طرف توجہ دیں۔ صدقات کی طرف توجہ دیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت کرے اور مخالفین کے شر سے ان کو بچائے اور شریروں کے شر ان لوگوں پر الٹائے۔

عمومی طور پر دنیا کی بہتری کے لیے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ دنیا کو بھی فتنہ و فساد سے بچائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 27/ ستمبر 2024ء جلد 31 شمارہ 231 صفحہ 02 تا 04)

37

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 13/ ستمبر 2024ء بمطابق 13/ تبوک 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جنگِ اَحزاب کے حوالے سے گذشتہ خطبہ میں ذکر ہو رہا تھا کہ کس طرح خیبر کے یہودیوں کی عہد شکنی اور بغض کی وجہ سے کفار کا ایک لشکر تیار ہوا تا کہ مسلمانوں پر حملہ کر کے انہیں ختم کیا جا سکے۔ اس کی مزید تفصیل تاریخ سے یوں ملتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُلَیط اور سفیان بن عوف اسلمی کو لشکروں کی خبر لانے کے لیے بھیجا تو یہ دونوں گئے۔ جب یہ مقام بَیداء پر پہنچے۔ بَیداء مکہ اور مدینہ کے درمیان ذوالحلیفہ سے آگے ایک میدانی علاقہ ہے اور ذوالحلیفہ مدینہ سے چھ سات میل کے فاصلے پر ہے۔ بہرحال ان دونوں کی طرف ابوسفیان کے گھڑ سوار متوجہ ہوئے کہ دیکھیں۔ دشمن کی ان پر نظر پڑ گئی تو یہ دونوں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور ایک قبر میں دفن کیا گیا۔ لکھا ہے کہ جب خندق کھودنے کا فیصلہ ہو گیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئی مہاجرین اور انصار بھی تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کے پڑاؤ کے لیے جگہ تلاش کی تو سب سے موزوں جگہ یہ نظر آئی کہ آپ سَلع پہاڑ کو اپنی پشت کی طرف رکھیں اور نَذاذ سے ذُباب اور رَانج تک خندق کھودی جائے۔ نَذاذ جو ہے یہ مدینہ میں کوہ سَلع کے قریب ایک مقام تھا اور ذُباب مدینہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام تھا۔ رَانج مدینہ کے قلعوں میں سے ایک قلعہ تھا۔ یہ یہود کا قلعہ تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ذُباب کے مشرق میں واقع ایک چھوٹا پہاڑ تھا۔ تو اس دن خندق کا کام شروع ہوا اور مسلمانوں نے بنو قریظہ سے کھدائی کے بہت سے آلات، کدالیں، بڑے کلہاڑے، بیلچے وغیرہ مستعار لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کی ہر جانب کی کھدائی ایک قوم کے سپرد کر دی۔ آپؐ نے صحابہ کو دس دس کی ٹولیوں میں تقسیم فرمایا اور ہر دس افراد کے لیے قریباً چالیس گز کا ٹکڑا مقرر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی کھدائی میں حصہ لیا اور مٹی اپنی پیٹھ پر اٹھائی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت اور پیٹ غبار آلود ہو جاتے۔

جو مسلمان اپنے حصہ سے فارغ ہو جاتے وہ دوسرے کی مدد کے لیے پہنچ جاتے یہاں تک کہ خندق مکمل ہو گئی۔ یہ نہیں کہ ایک کا کام مکمل ہو گیا تو بیٹھ گئے بلکہ اپنے ساتھیوں کی مدد کے لیے پہنچ جاتے تھے۔ خندق کھودنے میں کوئی مسلمان پیچھے نہیں رہا اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو جب ٹوکریاں نہ ملتیں تو جلدی میں اپنے کپڑوں میں مٹی منتقل کرتے تھے، جو چادر ہوتی تھی اس میں مٹی ڈال کے لے جاتے تھے۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد4 صفحہ 365-364 دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(فرہنگ سیرت صفحہ 105، 125، 129، 265 زوار اکیڈمی کراچی)
(خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفیٰ صفحہ 554-553 مکتبہ العلمیۃ مدینہ منورہ)

اس کی تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی بیان فرمائی ہے۔ کہتے ہیں کہ ”اتنے بڑے لشکر کی نقل و حرکت کا مخفی رکھنا کفّار کے لیے مشکل تھا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جاسوسی کا انتظام بھی نہایت پختہ تھا۔ چنانچہ ابھی قریش کا لشکر مکہ سے نکلا ہی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خبر پہنچ گئی۔ جس پر آپؐ نے صحابہ کو جمع کر کے اس کے متعلق مشورہ فرمایا۔ اس مشورہ میں ایران کے ایک مخلص صحابی سلمان فارسیؓ بھی شریک تھے ... چونکہ سلمان فارسی عجمی طریقِ جنگ سے واقف تھے۔“یعنی جو غیر عربوں کا طریقِ جنگ تھا اس سے واقف تھے۔ ”انہوں نے یہ مشورہ پیش کیا کہ مدینہ کے غیر محفوظ حصہ کے سامنے ایک لمبی اور گہری خندق کھود کر اپنے آپ کو محفوظ کر لیا جاوے۔ خندق کا خیال عربوں کے لیے بالکل نیا تھا۔ لیکن یہ معلوم کر کے کہ یہ طریقِ جنگ دیارِ عجم میں عام طور پر کامیابی کے ساتھ رائج ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تجویز کو منظور فرمایا۔“

گذشتہ خطبہ میں ذکر بھی ہوا تھا کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے بھی بتایا تھا کہ یہ طریق ٹھیک ہے۔ بہرحال لکھا ہے کہ ”اور چونکہ مدینہ کا شہر تین طرف سے ایک حد تک محفوظ تھا یعنی مکانات کی مسلسل دیواروں اور گھنے درختوں اور چٹانوں کے سلسلے کی وجہ سے یہ اطراف لشکرِ کفار کے اچانک حملہ سے محفوظ تھیں اور صرف شامی طرف ایسی تھی جہاں دشمن ہجوم کر کے مدینہ پر حملہ آور ہو سکتا تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غیر محفوظ طرف میں خندق کے کھودے جانے کا حکم دیا اور آپؐ نے خود اپنی نگرانی میں موقعہ پر نشان لگا کر تقسیمِ کار کے اصول کے ماتحت خندق کو دس دس ہاتھ یعنی پندرہ پندرہ فٹ کے ٹکڑوں میں تقسیم کر کے ہر ٹکڑہ دس دس صحابیوں کے سپرد فرما دیا۔ ان پارٹیوں کی تقسیم میں یہ خوشگوار اختلاف رونما ہوا کہ سلمان فارسی کس گروہ میں شمار ہوں۔“ہر گروہ چاہتا تھا کہ سلمان فارسی اس میں شامل ہوں۔ ”آیا وہ مہاجر سمجھے جائیں یا بوجہ اس کے کہ وہ اسلام کی آمد سے پہلے ہی مدینہ میں آئے ہوئے تھے انصار میں شمار ہوں۔ بوجہ اس کے کہ سلمان اس طریق جنگ کے محرک تھے اور ویسے بھی ایک مستعد اور باوجود بوڑھے ہونے کے مضبوط آدمی تھے ہر فرقہ ان کو اپنے ساتھ ملانا چاہتا تھا۔ آخر یہ اختلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا اور آپؐ نے فریقین کے دعاوی سن کر۔“ دونوں نے، ہر ایک نے جو دعویٰ کیا تھا آپؐ نے سنا اور پھر ”مسکراتے ہوئے فرمایا کہ سلمان دونوں میں سے نہیں ہے۔“ نہ وہ مہاجروں میں سے ہے نہ انصار میں سے۔ ”بلکہ سَلْمَانُ مِنَّا اَھْلَ الْبَیْتِ ’یعنی سلمان میرے اہل بیت میں شمار کیے جائیں۔‘ اس وقت سے سلمان کو یہ شرف حاصل ہو گیا کہ وہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے آدمی سمجھے جانے لگے۔

الغرض خندق کی تجویز پختہ ہونے کے بعد صحابہؓ کی جماعت مزدوروں کے لباس میں ملبوس ہو کر میدانِ کارزار میں نکل آئی۔ کھدائی کا کام کوئی آسان کام نہیں تھا“بڑا مشکل کام تھا ”اور پھر یہ موسم بھی سردی کا تھا جس کی وجہ سے ان ایام میں صحابہؓ نے سخت تکالیف اٹھائیں اور چونکہ دوسرے کاروبار بالکل بند ہو گئے تھے اس لیے وہ لوگ جن کا کام روز کی روٹی روز کمانا تھا اور صحابہ میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں تھی۔“ روز کا روز کام کرتے تھے اور ان کو کھانے کے لیے پیسے ملتے تھے۔ ”ان کو تو ان دنوں میں بھوک اور فاقہ کشی کی مصیبت بھی برداشت کرنی پڑی اور چونکہ صحابہ کے پاس نوکر اور غلام بھی نہ تھے اس لیے سب صحابہ کو خود اپنے ہاتھ سے

کام کرنا پڑتا تھا۔ جو دس دس کی ٹولیاں مقرر ہوئی تھیں انہوں نے اپنے کام کی اندرونی تقسیم اس طرح کی تھی کہ کچھ آدمی کھدائی کرتے تھے اور کچھ کھدی ہوئی مٹی اور پتھروں کو ٹوکریوں میں بھر بھر کر اپنے کندھوں پر لاد کر باہر پھینکتے جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیشتر حصہ اپنے وقت کا خندق کے پاس گزارتے تھے اور بسا اوقات خود بھی صحابہ کے ساتھ مل کر کھدائی اور مٹی کی ڈھلائی کا کام کرتے تھے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 575-574)

خندق کی کھدائی کے دوران **تازہ دم رکھنے کے لیے شعر بھی پڑھے جاتے ہیں**۔ اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ سہل بن سعد اور انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم خندق کھود رہے تھے اور اپنے کندھوں پر مٹی منتقل کر رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری یہ مشقت اور بھوک دیکھی تو فرمایا:

اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْآخِرَہْ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَہْ

کہ اے اللہ! عیش تو صرف آخرت کا عیش ہے۔ پس تُو انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔ اس پر صحابہ کرامؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیتے ہوئے کہا۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدَا عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِیْنَا أَبَدَا

کہ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے جہاد پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی جب تک ہم زندہ ہیں۔ حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ:

خندق کے دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹی اٹھاتے دیکھا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم مبارک کی سفیدی مٹی میں چھپ گئی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن رَوَاحَہ کے یہ شعر پڑھتے سنا۔

وَاللّٰہِ لَوْلَا مَا اھْتَدَیْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا

فَأَنْزِلَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقِیْنَا

وَالْمُشْرِکُوْنَ قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا إِذَا أَرَادُوْا فِتْنَۃً أَبَیْنَا

یعنی ہمارے مولیٰ! اگر تیرا فضل نہ ہوتا تو ہمیں ہدایت نصیب نہ ہوتی اور ہم صدقہ و خیرات کرنے اور تیری عبادت کرنے کے قابل نہ بنتے۔ پس اے خدا! جب تُو نے ہمیں اس حد تک پہنچایا ہے تو اَب اس مصیبت کے وقت میں ہمارے دلوں کو سکینت عطا کر اور اگر دشمن سے مقابلہ ہو تو ہمارے قدموں کو مضبوط رکھ۔ تُو جانتا ہے کہ یہ لوگ ہمارے خلاف ظلم اور تعدی کے رنگ میں حملہ آور ہو رہے ہیں اور ان کی نیت ہمیں اپنے دین سے بے دین کرنا ہے مگر اے ہمارے خدا! تیرے فضل سے ہمارا یہ حال ہے کہ جب وہ ہمیں بے دین کرنے کے لیے کوئی تدبیر اختیار کرتے ہیں تو ہم ان کی تدبیر کو دور سے ہی ٹھکرا دیتے ہیں اور ان کے فتنہ میں پڑنے سے انکار کرتے ہیں اور اَبَیْنَا اَبَیْنَا پر آپؐ بلند آواز کرتے۔ ایک روایت میں ہے کہ شعر کے آخر پر آواز کو لمبا کرتے۔

بہرحال خندق کی کھدائی ایک مشقت طلب کام تھا اور دیگر صحابہ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بھی خندق کی کھدائی میں ساتھ ساتھ تھے۔ کبھی کدال چلاتے اور کبھی بیلچے سے مٹی جمع کرتے اور کبھی ٹوکری میں مٹی اٹھاتے۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ تھکاوٹ ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے۔ پھر آپؐ نے اپنے بائیں پہلو پر پتھر کا سہارا لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند آ گئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے کھڑے ہو کر لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرنے سے روکتے رہے کہ کہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جگا نہ دیں۔ جب کچھ دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو جلدی سے اٹھے اور فرمایا۔ تم نے مجھے بیدار کیوں نہیں کیا؟ مَیں سویا ہوا تھا مجھے جگایا کیوں نہیں؟ اور پھر آپؐ بڑا کلہاڑا اٹھا کر زمین پر مارنے لگے یعنی کام شروع کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کی برکت سے صحابہؓ تو گویا اپنے غم اور محنت کی کُلفت کو بھول ہی جاتے تھے اور جہاں ایک طرف پاکیزہ شعر خوانی ہوتی تو دوسری طرف ہلکا پھلکا مزاح بھی جاری رہتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابتؓ جو کہ کم سن نوجوان تھے خندق کھودتے کھودتے خندق کے اندر ہی سو گئے تو ان کے ایک ساتھی نے ان کا کھدائی کا سامان مذاق میں اٹھا لیا اور جب وہ بیدار ہوئے تو اپنا ساز و سامان نہ پا کر گھبرا گئے جبکہ دوسرے دوست اس پریشانی سے محظوظ ہونے لگے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب علم ہوا تو آپؐ نے حضرت زیدؓ کو فرمایا۔ لڑکے تم ایسے سوئے کہ اپنے سامان کی بھی خبر نہ ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت زیدؓ کے پاس تشریف لائے اور مسکراتے ہوئے فرمایا: یا اباَ قاد! اے نیند کے ماتے! البتہ ساتھ ہی اس طرح کے مذاق کی بھی حکیمانہ انداز میں اصلاح فرمائی اور فرمایا کہ زید کے سامان کی کسی کو خبر ہے؟ تو ایک شخص نے عرض کیا کہ حضورؐ میرے پاس اس کا سامان ہے اور مَیں نے ہی اٹھایا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کو اس طرح پریشان نہیں کرنا چاہیے کہ اس کے ہتھیار اور اوزار اٹھا لیے جائیں۔

(سیرت الحلبیہ جلد 2 صفحہ 420) (سبل الہدیٰ جلد 4 صفحہ 365 تا 367 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت) (امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 227 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

صحابہؓ کی مسلسل شبانہ روز محنت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کی برکت سے یہ خندق مکمل ہو گئی۔ مسلمانوں نے خندق کھود کر اس کو پختہ کر دیا۔ خندق کی تکمیل کتنی مدت میں ہوئی؟ اس کے متعلق روایات ہیں۔ چھ دن، دس دن، پندرہ دن، بیس دن اور ایک مہینہ۔ یہ مدت بیان کی جاتی ہے۔ پندرہ دن اور ایک ماہ کے متعلق زیادہ اتفاق کیا جاتا ہے۔ (سیرت الحلبیہ جلد 2 صفحہ 422 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس خندق کی لمبائی تقریباً چھ ہزار گز یا کوئی ساڑھے تین میل تھی، چوڑائی نو ہاتھ اور گہرائی سات ہاتھ۔ ایک ہاتھ ڈیڑھ فٹ کا بیان کیا جاتا ہے اس طرح چوڑائی تیرہ چودہ فٹ اور گہرائی دس گیارہ فٹ بنتی ہے۔ (اٹلس سیرت نبویؐ صفحہ 278 مطبوعہ دار السلام) (غزوہ احزاب از محمد احمد باشمیل صفحہ 171 نفیس اکیڈمی کراچی) (الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ﷺ جلد 10 صفحہ 208 المرکز الاسلامی للدراسات)

یہ طویل و عریض خندق صدیوں تک موجود رہی یہاں تک کہ وادی بطحان کے پانی کے مسلسل بہاؤ اور کاٹ کی وجہ سے وہ آہستہ آہستہ معدوم ہوتی گئی۔ بطحان جو ہے یہ بھی مدینہ کے تین مشہور وادیوں میں سے

ایک وادی ہے۔ باقی دو وادیاں عقیق اور وادی قناۃ ہیں۔ (فرہنگ سیرت صفحہ 59-58 زوار اکیڈمی کراچی)

وہ خندق کچھ تو لوگوں نے بھر دی تھی تا کہ اس کے آر پار جانے کے لیے رستے بن جائیں اور باقی ماندہ وادی بطحان کے نالے کی بھل سے بھر گئی۔ بھل کہتے ہیں دریا سے بارشوں کا جو پانی آتا ہے اس کے ساتھ مٹی آتی ہے وہ جمع ہوتی رہتی ہے اس سے بھر گئی۔ چھٹی صدی ہجری کے مشہور مؤرخ مدینہ حافظ ابن نجار لکھتا ہے کہ جہاں تک خندق کا تعلق ہے وہ آج بھی ہمارے دور میں موجود ہے۔ البتہ اس نے ایک نالے کی شکل اختیار کر لی ہے۔ اس کی دیوار بہت ساری جگہوں سے منہدم ہو چکی ہے اور کھجور کے درختوں کی کثیر تعداد اس کے اندر اُگ چکی ہے۔ نویں صدی ہجری کے ایک مصنف لکھتے ہیں کہ آج اس خندق میں سے کچھ بھی نہیں بچا۔ چھ سو سال تک تو یہ قائم رہی۔ نویں صدی میں وہ کہتا ہے کوئی نشان نہیں سوائے اس کے کہ اس کا محل وقوع اس ندی سے معلوم پڑ جاتا ہے جو کہ وادی بطحان کا حصہ ہے اور اس کی جگہ بہ رہی ہے۔

(جستجوئے مدینہ صفحہ 405 اوریئنٹل پبلی کیشنز پاکستان)

لکھا ہے کہ ہر چند کہ مدینہ میں یہ دن خوف و ہراس اور پریشانی کے تھے منافقین آنے بہانے بنا کر اپنے اپنے ڈیروں اور گھروں کی طرف جانا شروع ہو گئے تھے لیکن صحابہؓ کا عمومی جوش اور ولولہ قابلِ دید تھا۔ بچے اور عورتیں بھی ان کے شانہ بشانہ ان کی ہمت بندھانے اور ان کی معاونت کرنے میں پیش پیش تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات بھی خطرے کی اس گھڑی میں عزم و ہمت کے ساتھ مردانہ وار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑی نظر آتی ہیں۔ خندق چونکہ مدینہ سے باہر کھودی جا رہی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر یہیں رہتے تھے اور مدینہ کی عورتوں اور بچوں کو مدینہ میں بعض مضبوط قلعوں میں منتقل کر دیا گیا تھا اس لیے کبھی تو حضرت عائشہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے آتیں اور چند دن رہتیں۔ پھر حضرت ام سلمہؓ چند دن رہتیں۔ پھر حضرت زینبؓ چند دن رہتیں اور باقی تمام ازواجِ مطہرات بنو حارثہ کے مضبوط قلعہ میں تھیں اور بعض نے کہا کہ ازواجِ مطہرات بنو زریق کے قلعہ نَسر میں تھیں اور کہا گیا ہے کہ بعض ازواجِ مطہرات فارع میں تھیں۔ یہ مختلف روایتیں ہیں۔ فارع جو ہے یہ مدینہ میں حضرت حَسان بن ثابتؓ کا قلعہ تھا۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد4 صفحہ 367 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فرہنگ سیرت صفحہ 223 زوار اکیڈمی کراچی)

خندق کی کھدائی کے وقت بعض معجزات بھی ہوئے۔ ان میں سے کھدائی کے دوران چٹان نہ ٹوٹنے والا واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ روایت میں ہے کہ خندق کی کھدائی کے دوران ایک سخت اور پتھریلی جگہ آ گئی اور صحابہؓ سخت کوشش کے باوجود اس جگہ کی کھدائی سے عاجز آ گئے۔ آخر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر فریاد کی۔ آپؐ نے کدال لی اور اس جگہ ماری تو وہ پتھریلی زمین ریت کی طرح بھر بھرا گئی۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پانی منگوایا اور اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا پھر آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور اس کے بعد یہ پانی اس پتھریلی زمین پر چھڑک دیا۔ وہاں جو صحابہؓ اس وقت موجود تھے ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچائی دے کر ظاہر فرمایا ہے کہ یہ پانی پڑتے ہی وہ زمین ملائم ہو کر ریت کی طرح ہو گئی۔

(سیرت الحلبیہ جلد2 صفحہ 420 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

یہ واقعہ دوسرا ہے جہاں بادشاہتوں کی خوشخبریاں دی گئی تھیں۔ وہ دوسرا واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے۔ پہلا واقعہ جو تھا وہ تو پانی ڈالنے کا تھا اور یہ وہ ہے جس میں آپؐ کو آئندہ بادشاہتوں کی خوشخبریاں دی گئیں اس کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک اَور موقع پر ذکر ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ سے ایک چٹان ٹوٹ نہیں رہی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمانؓ سے کدال لے لی اور ایک ضرب لگائی تو ایک بجلی کی سی چمک نمودار ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اللہ اکبر! پاس کھڑے صحابہ نے بھی اللہ اکبر! کہا اور اس کا ایک حصہ ٹوٹ گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بار ضرب لگائی اور اس میں سے چمک نکلی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اللہ اکبر! اور چٹان کا کچھ حصہ اور ٹوٹ گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار ضرب لگائی تو چٹان کا باقی حصہ بھی ٹوٹ گیا اور اس میں سے پھر ایک چمک نکلی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر! کہا۔ صحابہ نے بھی ہر بار اللہ اکبر! کہا۔ حضرت سلمان فارسیؓ جو پاس ہی کھڑے تھے انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپؐ کدال سے ضرب لگاتے تھے تو چٹان سے ایک روشنی سی نکلتی تھی اور آپؐ نے اللہ اکبر بھی کہا تھا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سلمان! کیا تم نے بھی روشنی کو دیکھا ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں نے بھی دیکھی تھی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلی بار جب روشنی نکلی تھی تو حیرہ اور کسریٰ کے محلات مجھے دکھائے گئے تھے اور جبرئیل نے مجھے کہا کہ آپؐ کی امت اس پر قبضہ کرے گی۔

دوسری مرتبہ روشنی میں ارضِ روم کے سرخ محلات مجھے دکھائے گئے اور جبرئیل نے خبر دی کہ تمہاری امت اس پر قابض ہو گی اور تیسری بار جب روشنی نکلی تو صَنعاء کے محلات مجھے دکھائے گئے اور جبریل نے بتایا کہ تمہاری امت ان پر بھی غالب آ جائے گی۔ لہٰذا تمہیں خوشخبری ہو۔ اور سب نے کہا الحمد للہ! سچا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تنگی کے بعد ہم سے مدد کا وعدہ کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارس کے محلات کی نشانیاں سلمانؓ کو بیان کرنے لگے تو سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ کہا ہے یہ ہی اس کی نشانی ہے۔ یعنی جس جس طرح آپؐ نے بتایا تھا کہ یہ ان کی نشانیاں ہیں حضرت سلمانؓ نے اس کی تصدیق کی۔ کہنے لگے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سلمان! یہ فتوحات اللہ تعالیٰ میرے بعد دے گا۔ شام کو فتح کیا جائے گا اور ہرقل اپنی مملکت کے آخر تک بھاگ جائے گا اور تم شام پر غالب ہو گے۔ تم سے کوئی جھگڑا اور مزاحمت نہ کرے گا اور یہ مشرق فتح ہو گا اور کسریٰ قتل کیا جائے گا۔ اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہو گا۔ اس پر منافقین بڑا تمسخر اڑایا کرتے تھے۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ مصیبت اور بے کسی اور خوف و ہراس کے اس عالم میں اس عظیم الشان لیکن بظاہر غیر ممکن بشارت سے مومنوں کا ایمان تو اور بڑھ گیا اور ان کی بشاشت میں مزید اضافہ کا باعث بنا لیکن منافقین نے اس پر تمسخر کرنا شروع کر دیا۔ منافقین نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں یہ خبر دے رہے ہیں کہ وہ یثرب سے حیرہ کے محل اور کسریٰ کے شہر دیکھ رہے ہیں اور تم وہ فتح کرو گے حالانکہ تم یہاں اپنے بچاؤ کے لیے خندقیں کھود رہے ہو اور تم میں اتنی بھی طاقت نہیں ہے کہ تم یہاں سے نکل سکو اور کچھ دور قضائے حاجت کے لیے جا سکو۔

اس موقع پر منافقین کی اس کیفیت کا اظہار اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے۔ فرمایا کہ وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا (الاحزاب:13) اور جب منافقوں نے اور ان لوگوں نے جن کے دلوں میں مرض تھا کہا ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں کیا۔ لیکن دیکھنے والوں نے پھر دیکھا کہ چند ہی سالوں کے اندر اندر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں یہ سارے شہر اور محلات فتح ہوئے اور یہی بے بس اور بے کس فاقہ کش مومنین ان محلات کے وارث بنے۔ حضرت سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں کہ یہ تمام فتوحات میں نے دیکھی ہیں۔

(الاکتفاء جلد 1 صفحہ 422)

(ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 368 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ان واقعات کو جو پتھر توڑنے کے ہیں اور معجزات جو رونما ہوئے اس کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی اپنے انداز میں بیان کیا ہے، لکھتے ہیں کہ ”تنگی اور شدت کی حالت میں خندق کھودتے کھودتے ایک جگہ سے ایک پتھر نکلا جو کسی طرح ٹوٹنے میں نہ آتا تھا اور صحابہ کا یہ حال تھا کہ وہ تین دن کے مسلسل فاقہ سے سخت نڈھال ہو رہے تھے۔ آخر تنگ آکر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ایک پتھر ہے جو ٹوٹنے میں نہیں آتا۔ اس وقت آپ کا بھی یہ حال تھا کہ بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا تھا مگر آپؐ فوراً وہاں تشریف لے گئے اور ایک کدال لے کر اللہ کا نام لیتے ہوئے اس پتھر پر ماری۔ لوہے کے لگنے سے پتھر میں سے ایک شعلہ نکلا جس پر آپؐ نے زور کے ساتھ اللہ اکبر! کہا اور فرمایا کہ مجھے مملکت شام کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ اور خدا کی قسم! اس وقت شام کے سرخ محلات میری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اس ضرب سے وہ پتھر کسی قدر شکستہ ہو گیا۔ دوسری دفعہ آپؐ نے پھر اللہ کا نام لے کر کدال چلائی اور پھر ایک شعلہ نکلا جس پر آپ نے پھر اللہ اکبر! کہا اور فرمایا اس دفعہ مجھے فارس کی کنجیاں دی گئی ہیں اور مدائن کے سفید محلات مجھے نظر آرہے ہیں۔ اس دفعہ پتھر کسی قدر زیادہ شکستہ ہو گیا۔ تیسری دفعہ آپؐ نے پھر کدال ماری جس کے نتیجہ میں پھر ایک شعلہ نکلا اور آپ نے پھر اللہ اکبر! کہا اور فرمایا اب مجھے یمن کی کنجیاں دی گئی ہیں اور خدا کی قسم صنعاء کے دروازے مجھے اس وقت دکھائے جارہے ہیں۔ اس دفعہ وہ پتھر بالکل شکستہ ہو کر اپنی جگہ سے گر گیا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقعہ پر بلند آواز سے تکبیر کہی اور پھر بعد میں صحابہ کے دریافت کرنے پر آپ نے یہ کشوف بیان فرمائے۔ اور مسلمان اس عارضی روک کو دور کر کے پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ نظارے عالمِ کشف سے تعلق رکھتے تھے۔ گویا اس تنگی کے وقت میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مسلمانوں کی آئندہ فتوحات اور فراخیوں کے مناظر دکھا کر صحابہ میں امید و شگفتگی کی روح پیدا فرمائی مگر بظاہر حالات یہ وقت ایسا تنگی اور تکلیف کا وقت تھا کہ منافقین مدینہ نے ان وعدوں کو سن کر مسلمانوں پر پھبتیاں اڑائیں کہ گھر سے باہر قدم رکھنے کی طاقت نہیں اور قیصر و کسریٰ کی مملکتوں کے خواب دیکھے جارہے ہیں۔ مگر خدا کے علم میں یہ ساری نعمتیں مسلمانوں کے لیے مقدر ہو چکی تھیں۔ چنانچہ یہ وعدے اپنے اپنے وقت پر یعنی کچھ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں اور زیادہ تر آپ کے خلفاء کے زمانہ میں پورے ہو کر مسلمانوں کے

ازدیادِ ایمان و اتنان کا باعث ہوئے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 578-577)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس بارے میں لکھا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ "جب خندق کھودی جارہی تھی تو زمین میں سے ایک ایسا پتھر نکلا جو کسی طرح لوگوں سے ٹوٹتا نہیں تھا۔ صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس بات کی خبر دی تو آپؐ وہاں خود تشریف لے گئے۔ اپنے ہاتھ میں کدال پکڑا اور زور سے اس پتھر پر مارا۔ کدال کے پڑنے سے اس پتھر میں سے روشنی نکلی اور آپؐ نے فرمایا۔ اللہ اکبر! پھر دوبارہ آپؐ نے کدال مارا تو پھر روشنی نکلی۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ اللہ اکبر! پھر آپؐ نے تیسری دفعہ کدال مارا اور پھر پتھر سے روشنی نکلی اور ساتھ ہی پتھر ٹوٹ گیا۔ اس موقع پر پھر آپؐ نے فرمایا۔ اللہ اکبر! صحابہؓ نے آپؐ سے پوچھا۔ یارسول اللہؐ! آپؐ نے تین دفعہ اللہ اکبر کیوں فرمایا؟ آپؐ نے فرمایا پتھر پر کدال پڑنے سے تین دفعہ جو روشنی نکلی تو تینوں دفعہ خدا نے مجھے اسلام کی آئندہ ترقیات کا نقشہ دکھایا۔ پہلی دفعہ کی روشنی میں مملکت قیصر کے شام کے محلات دکھائے گئے اور اس کی کنجیاں مجھے دی گئیں۔ دوسری دفعہ کی روشنی میں مدائن کے سفید محلات مجھے دکھائے گئے اور مملکتِ فارس کی کنجیاں مجھے دی گئیں۔ تیسری دفعہ کی روشنی میں صنعاء کے دروازے مجھے دکھائے گئے اور مملکتِ یمن کی کنجیاں مجھے دی گئیں۔ پس تم خدا کے وعدوں پر یقین رکھو۔ دشمن تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔" (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد20 صفحہ 269)

ان معجزات میں جو ان دنوں میں **ہوتے رہے ایک کھانے کا معجزہ بھی** ہے۔ اَور بھی کھانے کے معجزے ہوں گے لیکن ایک واقعہ یوں بیان ہوتا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ نے کھانا پکوایا اور اس میں برکت پڑی۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ حضرت جابرؓ نے انہی دنوں میں سے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا ہے اور صحابہ کرامؓ تین دن سے وہاں ہیں، کوئی کھانے کی چیز چکھی بھی نہیں۔ تین دن ہو گئے کچھ کھانے کو نہیں ملا۔ جابر کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر جانے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی۔ میں نے گھر جا کر اپنی بیوی کو کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت بھوک کے آثار دیکھے ہیں جس کو دیکھ کر مجھ سے صبر نہیں ہو سکا۔ کیا گھر میں کچھ ہے؟ اس نے کہا گھر میں ایک صاع جَو کا یعنی اڑھائی سیر سے کچھ کم جَو ہے اور بکری کا بچہ ہے تو بیوی نے وہ برتن نکالا جس میں ایک صاع جَو تھا۔ اور کہتے ہیں میں نے بکری کا بچہ ذبح کیا۔ اہلیہ نے جَو پیسے اور میں نے گوشت کو ہنڈیا میں ڈال دیا۔ میری اہلیہ نے کہا چونکہ کھانا تھوڑا سا ہے اس لیے چپکے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے سامنے رسوائی کا سامنا کرنا پڑے یعنی لوگ زیادہ ہو جائیں اور کھانا تھوڑا رہ جائے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور چپکے سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے پاس تھوڑا سا کھانا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک یا دو آدمی تشریف لے چلیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو میری انگلیوں میں ڈالا اور پوچھا کتنا ہے؟ میں نے بتایا کہ اتنا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت ہے اور طیب ہے۔ تم گھر

جاؤ اور اپنی بیوی سے کہو کہ میرے آنے تک ہنڈیا کو نیچے نہ اتارے اور روٹی پکانا شروع نہ کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز لگائی۔ اے خندق والو! جابر نے تمہارے لیے کھانا تیار کیا ہے۔ آجاؤ! اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے آگے آگے چلنے لگے اور مجھے اتنی شرم آئی کہ اس کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جان سکتا ہے۔ مَیں نے دل میں کہا یہ تو بہت زیادہ لوگ آگئے ہیں۔ ایک صاع جَو اور بکری کے بچے پر اتنے لوگوں کا آنا اللہ کی قسم رسوائی ہے۔ میں گھر میں اپنی بیوی کے پاس گیا تو میں نے سارا ماجرا بیان کیا اس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ مہاجرین و انصار کو لے کے آرہے ہیں۔ اہلیہ نے کہا کہ تیرا بھلا ہو مَیں نے تمہیں کہا بھی تھا کہ چپکے سے عرض کرنا۔ شوہر نے بیوی کو بتایا کہ میں نے بالکل اسی طرح کہا تھا جیسا تم نے کہا تھا۔ بیوی نے کہا کہ باقی سب لوگوں کو تم نے دعوت دی تھی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دی تھی۔ اس پر ایمان و اخلاص کی پیکر بیوی نے کہا کہ پھر کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ اب فکر کی کوئی بات نہیں۔ یہ ایمان اس عورت کا ہے جو اپنے خاوند سے بھی اس وقت ایمان و اخلاص میں بڑھ گئی۔ جابر بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں داخل ہوئے اور فرمایا تم دس دس افراد داخل ہو۔ یعنی جو لوگ آئے تھے ان کو دس دس کی ٹولیوں میں بانٹا اور جابر کی اہلیہ نے آٹا نکالا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں لعاب ڈالا اور برکت کی دعا دی۔

پھر ہماری ہنڈیا میں لعاب ڈال کر برکت کی دعا کی۔ پھر ہمیں فرمایا روٹی پکاؤ اور سالن ڈالو اور ہنڈیا کو ڈھانپ دو۔ پھر روٹی تندور سے نکالو اور روٹیوں کو ڈھانپ دو تو ہم نے ایسا ہی کیا۔ ہم سالن نکالتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنڈیا کو ڈھانپ دیتے پھر اس کو کھولتے تو ہم نے دیکھا کہ اس سے کچھ کم نہیں ہوا اور تنور سے روٹی نکالتے پھر اس کو ڈھانپ دیتے تو اس سے بھی کچھ کم نہ ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روٹی کے ٹکڑے کرتے اور اس پر گوشت ڈالتے اور اپنے صحابہؓ کے قریب کر کے فرماتے کہ کھاؤ۔ جب ایک جماعت سیر ہو جاتی تو وہ چلے جاتے۔ پھر دوسرے کو بلاتے یہاں تک کہ ہزار افراد نے وہ کھانا کھایا اور سب چلے گئے اور ہماری ہنڈیا پہلے کی طرح جوش مار رہی تھی اور ہمارا آٹا پہلے کی طرح پڑا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تم کھاؤ اور لوگوں کو بھی بھیجو کیونکہ لوگ بہت زیادہ بھوکے ہیں۔

(سبل الہدیٰ و الرشاد جلد 4 صفحہ 369 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(لغات الحدیث جلد 2 صفحہ 648)

اس واقعہ کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی لکھا ہے۔ انہوں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ”ایک مخلص صحابی جابر بن عبد اللہ نے آپ کے چہرہ پر بھوک کی وجہ سے کمزوری اور نقاہت کے آثار دیکھ کر آپ سے اپنے گھر جانے کی اجازت لی۔ اور گھر آکر اپنی بیوی سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوک کی شدت کی وجہ سے سخت تکلیف معلوم ہوتی ہے۔ کیا تمہارے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے؟ اس نے کہا ہاں کچھ جَو کا آٹا ہے اور ایک بکری ہے۔ جابر کہتے ہیں کہ اس پر میں نے بکری کو ذبح کیا اور آٹے کو گوندھا اور پھر اپنی بیوی سے کہا کہ تم کھانا تیار کرو۔ میں رسول اللہ کی خدمت میں جا کر عرض کرتا ہوں کہ تشریف لے آئیں۔ میری بیوی نے کہا دیکھنا مجھے ذلیل نہ کرنا۔ کھانا تھوڑا ہے۔ رسول اللہؐ کے ساتھ زیادہ لوگ نہ آئیں۔ جابر کہتے

ہیں کہ میں گیا اور میں نے آہستگی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے پاس کچھ گوشت اور جَو کا آٹا ہے جن کے پکانے کے لیے میں اپنی بیوی سے کہہ آیا ہوں۔ آپ اپنے چند اصحاب کے ساتھ تشریف لے چلیں اور کھانا تناول فرمائیں۔

آپ نے فرمایا: کھانا کتنا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اس اس قدر ہے۔ آپ نے فرمایا بہت ہے۔ پھر آپ نے اپنے اردگرد نگاہ ڈال کر بلند آواز سے فرمایا: اے انصار و مہاجرین کی جماعت! چلو جابر نے ہماری دعوت کی ہے چل کر کھانا کھالو۔ اس آواز پر کوئی ایک ہزار فاقہ مست صحابی آپ کے ساتھ ہو لیے۔ آپؐ نے جابر سے فرمایا کہ تم جلدی جلدی جاؤ اور اپنی بیوی سے کہہ دو کہ جب تک میں نہ آلوں ہنڈیا کو چولہے پر سے نہ اتارے اور نہ ہی روٹیاں پکانا شروع کرے۔ جابر نے جلدی سے جا کر اپنی بیوی کو اطلاع دی اور وہ بیچاری سخت گھبرائی کہ کھانا تو صرف چند آدمیوں کے اندازہ کا ہے اور آرہے ہیں اتنے لوگ! اب کیا ہو گا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پہنچتے ہی بڑے اطمینان کے ساتھ ہنڈیا اور آٹے کے برتن پر دعا فرمائی اور پھر فرمایا اب روٹیاں پکانا شروع کر دو۔ اس کے بعد آپ نے آہستہ آہستہ کھانا تقسیم کرنا شروع فرما دیا۔ جابر روایت کرتے ہیں کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی کھانے میں سب لوگ سیر ہو کر اٹھ گئے اور ابھی ہماری ہنڈیا اسی طرح ابل رہی تھی اور آٹا اسی طرح پک رہا تھا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 578)

جنگ اَحزاب کے حوالے سے باقی باتیں انشاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

دعاؤں کی طرف میں توجہ دلاتا رہتا ہوں۔ اس طرف بہت توجہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمانوں کو مضبوط کرے۔

ہر جگہ، ہر ملک میں رہنے والے احمدی کو، بنگلہ دیش میں، پاکستان میں دوسری جگہوں پر ہر احمدی کو ہر شر سے بچائے۔ اور دنیا جس آگ میں پڑ رہی ہے اور جانے کی بڑی تیزی سے کوشش کر رہی ہے اس سے دنیا کو بھی بچائے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سب طاقتوں کا مالک ہے۔ اگر ابھی بھی یہ لوگ اصلاح کی طرف توجہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو مصیبتوں سے نکال سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ان کو عقل اور سمجھ آجائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 04/ اکتوبر 2024ء جلد 31 شمارہ 237 صفحہ 02 تا 06)

38

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 20/ ستمبر 2024ء بمطابق 20/ تبوک 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جنگ احزاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے حوالے سے ذکر ہو رہا تھا۔ میں نے گذشتہ خطبہ میں کھانے میں برکت کا معجزہ بیان کیا تھا۔ اسی طرح کا کھجوروں میں برکت کا بھی واقعہ ملتا ہے۔ لکھا ہے کہ تھوڑی سی کھجوریں جو تمام خندق کھودنے والوں نے کھائیں۔ اس کی تفصیل اس طرح بیان ہوئی ہے کہ غزوہ خندق کے موقع کی ایک روایت ہے۔ حضرت بشیر بن سعدؓ کی بیٹی بیان کرتی ہیں کہ میری ماں عَمرہ بنت رَوَاحَہ نے میرے کپڑوں میں تھوڑی سی کھجوریں دے کر کہا کہ بیٹی! یہ اپنے باپ اور ماموں کو دے آؤ اور کہنا یہ تمہارا صبح کا کھانا ہے۔ وہ کہتی ہیں مَیں ان کھجوروں کو لے کر چلی اور اپنے والد اور ماموں کو ڈھونڈتی ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے لڑکی! یہ تیرے پاس کیا چیز ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کھجوریں ہیں۔ میری ماں نے میرے والد بشیر بن سعد اور میرے ماموں عبد اللہ بن رواحہ کے لیے بھیجی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لاؤ مجھے دے دو۔ میں نے وہ کھجوریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں رکھ دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کھجوروں کو ایک کپڑے پر ڈال دیا اور پھر ان کو ایک اور کپڑے سے ڈھانپ دیا اور ایک شخص سے فرمایا کہ لوگوں کو کھانے کے لیے بلا لو۔ چنانچہ تمام خندق کھودنے والے جمع ہو گئے اور ان کھجوروں کو کھانے لگے اور وہ کھجوریں زیادہ ہوتی گئیں یہاں تک کہ جب سب کھا چکے تو کھجوریں کپڑے کے کنارے سے نیچے گر رہی تھیں۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ 624-623 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

کھانے میں برکت کے مزید واقعات بھی ہیں۔

عبید اللہ بن ابی بُردہ روایت کرتے ہیں کہ ام عامر اَشْھَلِیَہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک برتن بھیجا جس میں حَیس تھا۔ حَیس ایسا کھانا ہے جو کھجور، گھی اور پنیر سے بنایا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمے میں حضرت ام سلمہؓ کے پاس تھے۔ حضرت ام سلمہؓ نے اپنی ضرورت کے مطابق اس سے کھایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس برتن کو لے کر باہر تشریف لے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے کھانے کے لیے بلایا تو اہل خندق نے اس کو کھایا یہاں تک کہ اس سے سیر ہو گئے اور وہ کھانا پہلے کی طرح تھا جیسے کچھ بھی نہ کم ہوا ہو۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 370 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(لغات الحدیث جلد 1 صفحہ 542)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سالک کے مقام کا ذکر کرتے ہوئے کہ جہاں وہ خدا کا اس قدر قرب حاصل کر لیتا ہے کہ جیسے آگ لوہے کے رنگ کو اپنے نیچے ایسے چھپا لیتی ہے کہ ظاہر نظر میں بجز آگ کے کچھ نظر نہیں آتا اور جس کو لقا کا مرتبہ کہا جاتا ہے، اس کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ سالک کی اور جن کو لقا ملتا ہے ان کی تعریف بیان کرتے ہیں پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ:

"اس درجہ لقا میں بعض اوقات انسان سے ایسے امور صادر ہوتے ہیں کہ جو بشریت کی طاقتوں سے بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور الٰہی طاقت کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں جیسے ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد الرسل حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں ایک سنگریزوں کی مٹھی کفار پر چلائی اور وہ مٹھی کسی دعا کے ذریعہ سے نہیں بلکہ خود اپنی روحانی طاقت سے چلائی مگر اس مٹھی نے خدائی طاقت دکھلائی اور مخالف کی فوج پر ایسا خارق عادت اس کا اثر پڑا کہ کوئی ان میں سے ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ پر اس کا اثر نہ پہنچا ہو اور وہ سب اندھوں کی طرح ہو گئے اور ایسی سراسیمگی اور پریشانی ان میں پیدا ہو گئی کہ مدہوشوں کی طرح بھاگنا شروع کیا... اور اس قسم کے اور بھی بہت سے معجزات ہیں جو صرف ذاتی اقتدار کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلائے جن کے ساتھ کوئی دعا نہ تھی۔

کئی دفعہ تھوڑے سے پانی کو جو صرف ایک پیالہ میں تھا اپنی انگلیوں کو اس پانی کے اندر داخل کرنے سے اس قدر زیادہ کر دیا کہ تمام لشکر اور اونٹوں اور گھوڑوں نے وہ پانی پیا اور پھر بھی وہ پانی ویسا ہی اپنی مقدار پر موجود تھا اور کئی دفعہ دو چار روٹیوں پر ہاتھ رکھنے سے ہزارہا بھوکوں پیاسوں کا ان سے شکم سیر کر دیا اور بعض اوقات تھوڑے دودھ کو اپنے لبوں سے برکت دے کر ایک جماعت کا پیٹ اس سے بھر دیا اور بعض اوقات شور آب" یعنی کڑوا نمکین پانی کے "کنوئیں میں اپنے منہ کا لعاب ڈال کر اس کو نہایت شیریں کر دیا اور بعض اوقات سخت مجروحوں پر" یعنی زخمیوں پر "اپنا ہاتھ رکھ کر ان کو اچھا کر دیا اور بعض اوقات آنکھوں کو جن کے ڈیلے لڑائی کے کسی صدمہ سے باہر جا پڑے تھے اپنے ہاتھ کی برکت سے پھر درست کر دیا۔ ایسا ہی اور بھی بہت سے کام اپنے ذاتی اقتدار سے کیے جن کے ساتھ ایک چھپی ہوئی طاقت الٰہی مخلوط تھی۔"

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 66-65)

خندق کی کھدائی کے دوران منافقوں اور مومنوں کی حالت کا بیان بھی ہوا ہے۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ کئی منافقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے کام میں شرکت سے سستی کی اور وہ تھوڑا سا کام کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائے بغیر اور اجازت لیے بغیر گھر کھسک جاتے اور مسلمانوں میں سے کسی کو جب کوئی ضرورت پیش آتی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے اور جانے کی اجازت طلب کرتے۔ یہ مومنوں کی حالت تھی۔ منافقین بغیر پوچھے چلے جاتے تھے۔ مومن پوچھ کے جاتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومنین کو اجازت دیتے تھے۔ اور وہ جیسے ہی حاجت پوری کر لیتے تو واپس آ جاتے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 370 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائی کی تیاری کی مزید تفصیل بھی بیان ہوئی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ

روایات کے مطابق ابوسفیان کے لشکر کی آمد سے تین دن قبل خندق تیار ہو چکی تھی۔ اب منصوبے کے مطابق خندق میں کام کرنے والے بچوں اور نوجوانوں کو بھی ان قلعوں کی طرف بھیج دیا گیا جہاں عورتوں کو حفاظت کی غرض سے منتقل کیا گیا تھا۔ البتہ جن کی عمر پندرہ سال تھی ان کو اجازت دی گئی کہ چاہیں تو یہاں رہیں چاہیں تو واپس قلعوں میں چلے جائیں۔ ایسے جن نوجوانوں کو جنگ میں شامل ہونے کی اجازت دی گئی ان میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوسعید خُدریؓ اور حضرت بَراء بن عَازبؓ شامل تھے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 371 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(غزوہ احزاب از باشمیل صفحہ 175 نفیس اکیڈیمی کراچی)(ویکیپیڈیا، غزوہ خندق)

ابن ہشام کے قول کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پر اپنا نائب ابنِ اُم مکتومؓ کو بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سَلع پہاڑ کے سامنے پڑاؤ ڈالا۔ سلع مدینہ کے شمالی جانب ایک پہاڑ ہے جو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آجکل مسجد نبوی سے تقریباً پانچ سو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس پہاڑ کو اپنے پیچھے رکھا اور خندق کو سامنے رکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر بھی وہاں تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چمڑے کا خیمہ لگایا گیا۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن حارثہؓ کو اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہؓ کو دیا گیا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 371 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(ویکیپیڈیا، سلع پہاڑ)

مسلمانوں کی تعداد کے بارے میں مؤرخین کا فی مختلف روایات بیان کرتے ہیں۔ کسی کے نزدیک یہ تعداد نو سو سے زائد نہیں تھی اور کسی کے نزدیک سات سو تھی۔ کسی کے نزدیک دو ہزار اور کسی کے نزدیک تین ہزار تھی۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 371 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(غزوہ احزاب از باشمیل صفحہ 178 نفیس اکیڈیمی کراچی)

(الصحیح من سیرۃ النبی ﷺ الاعظم، جلد 10 صفحہ 297)(سیرت انسائیکلوپیڈیا صفحہ 300 مطبوعہ دار السلام)

مختلف جگہ مسلمانوں کی مختلف تعداد بیان ہوئی ہے۔ مؤرخین کو اس تعداد کے بیان میں کافی مشکل کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ وہ جب اس تعداد کا ذکر کرتے ہیں تو ایک روایت کو ترجیح دیتے ہوئے باقی روایات کو غلط قرار دیتے ہیں۔ لیکن حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمال فراست سے کسی کو بھی غلط کہنے کی بجائے ان تمام روایات کی جو آپس میں ایک دوسرے سے مطابقت رکھتی ہیں تطبیق کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ:

”اِس موقع پر مسلمانوں کے لشکر کی تعداد کے بارہ میں مؤرخین میں سخت اختلاف ہے۔ بعض لوگوں نے اس لشکر کی تعداد تین ہزار لکھی ہے بعض نے بارہ تیرہ سو اور بعض نے سات سو۔ یہ اتنا بڑا اختلاف ہے کہ اس کی تأویل بظاہر مشکل معلوم ہوتی ہے اور مؤرخین اسے حل نہیں کر سکے۔ لیکن مَیں نے اس کی حقیقت کو پالیا ہے اور وہ یہ کہ تینوں قسم کی روایتیں درست ہیں۔ یہ بتایا جا چکا ہے کہ جنگ اُحد میں منافقین کے واپس آجانے کے بعد مسلمانوں کا لشکر صرف سات سو افراد پر مشتمل تھا۔ جنگ احزاب اس کے صرف دو سال کے بعد ہوئی ہے اور اس عرصہ میں کوئی بڑا قبیلہ اسلام لا کر مدینہ میں آکر نہیں بسا۔ پس سات سو آدمیوں کا یکدم تین ہزار ہو جانا قرین قیاس نہیں۔“ یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ سات سو آدمی جو تھے وہ ایک دم تین ہزار ہو گئے جبکہ باہر سے بھی کوئی نہیں آیا۔ ”دوسری طرف یہ امر بھی قرین قیاس نہیں کہ اُحد کے دو سال بعد تک باوجود اسلام

کی ترقی کے قابلِ جنگ مسلمان اتنے ہی رہے جتنے احد کے وقت تھے۔" کچھ نہ کچھ تعداد بڑھی ہو گی۔ "پس اِن دونوں تنقیدوں کے بعد وہ روایت ہی درست معلوم ہوتی ہے کہ لڑنے کے قابل مسلمان جنگ احزاب کے وقت کوئی بارہ سو تھے۔

اب رہا یہ سوال کہ پھر کسی نے تین ہزار اور کسی نے سات سو کیوں لکھا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دو روایتیں الگ الگ حالتوں اور نظریوں کے ماتحت بیان کی گئی ہیں۔ جنگ احزاب کے تین حصے تھے۔ ایک حصہ اس کا وہ تھا جب ابھی دشمن مدینہ کے سامنے نہ آیا تھا اور خندق کھودی جا رہی تھی۔ اس کام میں کم سے کم مٹی ڈھونے کی خدمت بچے بھی کر سکتے تھے اور بعض عورتیں بھی اس کام میں مدد دے سکتی تھیں۔ پس جب تک خندق کھودنے کا کام رہا مسلمان لشکر کی تعداد تین ہزار تھی مگر اِس میں بچے بھی شامل تھے اور صحابیہ عورتوں کے جوش کو دیکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اِس تعداد میں کچھ عورتیں بھی شامل ہوں گی جو خندق کھودنے کا کام تو نہیں کرتی ہوں گی مگر اوپر کے کاموں میں حصہ لیتی ہوں گی۔ یہ میرا خیال ہی نہیں۔" آپؓ فرماتے ہیں یہ میرا خیال نہیں ہے بلکہ "تاریخ سے بھی میرے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب خندق کھودنے کا وقت آیا سب لڑکے بھی جمع کر لیے گئے اور تمام مرد خواہ بڑے تھے خواہ بچے خندق کھودنے یا اس میں مدد دینے کا کام کرتے تھے۔ پھر جب دشمن آگیا اور لڑائی شروع ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام لڑکوں کو جو پندرہ سال سے چھوٹی عمر کے تھے چلے جانے کا حکم دیا اور جو پندرہ سال کے ہو چکے تھے، انہیں اجازت دی کہ خواہ ٹھہریں خواہ چلے جائیں۔

اِس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خندق کھودنے کے وقت مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی اور جنگ کے وقت کم ہو گئی کیونکہ نابالغوں کو واپس چلے جانے کا حکم دے دیا گیا تھا۔ پس جن روایتوں میں تین ہزار کا ذکر آیا ہے وہ خندق کھودنے کے وقت کی تعداد بتاتی ہیں جس میں چھوٹے بچے بھی شامل تھے اور جیسا کہ میں نے دوسری جنگوں پر قیاس کر کے نتیجہ نکالا ہے کچھ عورتیں بھی تھیں۔" کیونکہ باقی جنگوں کی روایات میں ملتا ہے ناں کہ عورتیں شامل ہوتی تھیں "لیکن بارہ سو کی تعداد اس وقت کی ہے جب جنگ شروع ہو گئی اور صرف بالغ مرد رہ گئے۔

اب رہا یہ سوال کہ تیسری روایت جو سات سو سپاہی بتاتی ہے کیا وہ بھی درست ہے؟" تین ہزار سے بارہ سو تک تو مان لیا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ کیا سات سو والی روایت بھی درست ہے؟ "تو اِس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت ابن اسحٰق مؤرخ نے بیان کی ہے جو بہت معتبر مؤرخ ہے اور ابن حزم جیسے زبردست عالم نے اِس کی بڑے زور سے تصدیق کی ہے۔ پس اس کے بارہ میں بھی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔" یہ بھی صحیح ہو گی۔ "اور اس کی تصدیق اس طرح بھی ہوتی ہے کہ تاریخ کی مزید چھان بین سے معلوم ہوتا ہے کہ جب جنگ کے دوران میں بنو قُریظہ کفار کے لشکر سے مل گئے اور انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ مدینہ پر اچانک حملہ کر دیں اور ان کی نیتوں کا راز فاش ہو گیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی اس جہت کی حفاظت بھی ضروری سمجھی جس سمت بنو قریظہ تھے اور جو سمت پہلے اس خیال سے بے حفاظت چھوڑ دی گئی تھی کہ بنو قریظہ ہمارے اتحادی ہیں یہ دشمن کو اِس طرف سے نہ آنے دیں گے۔ چنانچہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بنو قریظہ کے غدر کا حال

معلوم ہوا تو۔ ''علیحدگی کا حال جب معلوم ہوا، دھوکے کا حال جب معلوم ہوا تو ''چونکہ مستورات بنو قریظہ کے اعتبار پر اس علاقہ میں رکھی گئی تھیں جدھر بنو قریظہ کے قلعے تھے اور وہ بغیر حفاظت تھیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اب ان کی حفاظت ضروری سمجھی اور دو لشکر مسلمانوں کے تیار کر کے عورتوں کے ٹھہرنے کے دونوں حصوں پر مقرر فرمائے۔ مسلمہ ابن اسلمؓ کو دو سو صحابہ دے کر ایک جگہ مقرر کیا اور زید بن حارثہؓ کو تین سو صحابہ دے کر دوسری جگہ مقرر کیا اور حکم دیا کہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد بلند آواز سے تکبیر کہتے رہا کریں تا کہ معلوم ہوتا رہے کہ عورتیں محفوظ ہیں۔ اِس روایت سے ہماری یہ مشکل کہ سات سو سپاہی جنگ خندق میں ابن اسحاق نے کیوں بتائے ہیں حل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بارہ سو سپاہیوں میں سے جب پانچ سو سپاہی عورتوں کی حفاظت کے لیے بھجوا دیئے گئے تو بارہ سو کا لشکر صرف سات سو رہ گیا اور اس طرح جنگ خندق کے سپاہیوں کی تعداد کے متعلق جو شدید اختلاف تاریخوں میں پایا جاتا ہے وہ حل ہو گیا۔''

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 269 تا 271)

مشرکین کے مدینہ پہنچنے اور اس کے بعد کے حالات کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے کہ ابوسفیان کی قیادت میں قریش مکہ اور دیگر قبائل کی فوج مدینہ پہنچ گئی اور مدینہ کے گرداگرد ڈیرے ڈال دیے۔ اس کی تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس طرح بیان کی ہے کہ ''کم و بیش بیس ایام یا ایک روایت کی رو سے چھ شبانہ روز ''صبح شام کی محنت '' کی مسلسل محنت سے یہ طویل خندق تکمیل کو پہنچی۔ اور اس غیر معمولی محنت ومشقت نے صحابہ کو بالکل نڈھال کر دیا۔ مگر اِدھر یہ کام اختتام کو پہنچا اور اُدھر یہود اور مشرکین عرب کا لاؤ لشکر اپنی تعداد اور طاقت کے نشہ میں مخمور افق مدینہ میں نمودار ہو گیا۔ سب سے پہلے ابو سفیان نے احد کی پہاڑی کی طرف رخ کیا مگر اس جگہ کو ویران وسنسان پا کر وہ مدینہ کی اس سمت کو بڑھا جو شہر پر حملہ کرنے کے لیے موزوں تھی مگر جس کے سامنے اب خندق کھود دی گئی تھی۔ جب کفار کا لشکر اس جگہ پہنچا تو خندق کو اپنے رستہ میں حائل پا کر سب لوگ حیران و پریشان ہو گئے اور اس بات پر مجبور ہوئے کہ خندق کے پار کھلے میدان میں ڈیرے ڈال دیں۔ دوسری طرف لشکر کفار کی آمد آمد کی خبر پا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تین ہزار مسلمانوں کو ساتھ لے کر شہر سے نکلے اور خندق کے پاس پہنچ کر شہر اور خندق کے درمیان سلع پہاڑی کو اپنے عقب میں رکھتے ہوئے ڈیرے ڈال دیے۔ اور چونکہ خندق زیادہ فراخ نہیں تھی اور بعض حصے یقیناً ایسے تھے کہ مضبوط اور ہوشیار سوار انہیں پھاند کر شہر کی طرف آسکتے تھے۔ اور پھر مدینہ کے وہ اطراف جہاں خندق نہیں تھی اور صرف مکانات اور باغات اور بے ترتیب چٹانوں کی روک تھی ان کی حفاظت بھی ضروری تھی تا کہ دشمن اس طرف سے مکانوں کو نقصان پہنچا کر یا کسی اور حکمت سے تھوڑے تھوڑے آدمیوں کی لائنوں میں ہو کر شہر پر حملہ آور نہ ہو جاوے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو مختلف دستوں میں منقسم کر کے خندق کے مختلف حصوں پر اور مدینہ کی دوسری اطراف میں مناسب جگہوں پر پہرے کی چوکیاں مقرر فرما دیں اور تاکید فرمائی کہ دن ہو یا رات کسی وقت میں یہ پہرہ سست یا غافل نہ ہونے پائے۔ دوسری طرف جب کفار نے یہ دیکھا کہ بوجہ خندق کی روک کے کھلے میدان کی باقاعدہ لڑائی یا شہر پر عام دھاوے کا حملہ ناممکن ہو گئے ہیں تو انہوں نے بھی محاصرہ کے رنگ میں مدینہ کا گھیر اڈال لیا اور

خندق کے کمزور حصوں سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ تلاش کرنے لگ گئے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 584-583)

بہر حال جب دشمن خندق عبور کرنے میں ناکام رہا تو پھر اَور چالیں چلنے لگا۔ اس کی تفصیل تاریخ میں اس طرح بیان ہوئی ہے کہ مشرکین نے مدینہ کے چاروں طرف سے محاصرہ تو کر لیا لیکن باوجود پوری کوشش کے وہ خندق کو کسی بھی جگہ سے نہ عبور کر سکے اور نہ ہی مسلمانوں پر کھل کر حملہ کر سکے۔ اس لاچارگی اور بے بسی کی کیفیت کو دیکھ کر ابوسفیان اور بنو نضیر کے سردار حُیَی بن اخطب وغیرہ نے ایک اَور سازش کا منصوبہ بنایا کہ مدینہ کے اندر موجود یہودی قبیلہ بنو قُریظہ کو کسی نہ کسی طرح آمادہ کیا جائے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کو توڑ دے اور ہمارے ساتھ مل جائے اور وہ اندر سے مدینہ والوں پر حملہ کر دے۔

چنانچہ اس بھیانک سازش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے حُیَی بن اخطب بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد قُرظی کے پاس آیا۔ جب کعب نے اس کے آنے کی خبر سنی تو قلعہ کا دروازہ بند کر دیا۔ حُیَی نے اندر داخل ہونے کی اجازت مانگی تو کعب نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ حُیَی نے آواز دے کر کہا کہ اے کعب! تیرا ناس ہو دروازہ کھول دے۔ کعب نے کہا اے حُیَی !تُو منحوس آدمی ہے۔ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کر چکا ہوں۔ میں اس وعدے کو نہیں توڑوں گا اور میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ سچا اور معاہدوں کی پاسداری کرنے والا پایا ہے۔ ایک طرف تو یہ بیان دیا لیکن آگے جا کر بدل گیا۔ پھر اس نے کہا دروازہ کھول۔ میں نے تجھ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ کعب نے کہا اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا۔ لیکن کچھ تکرار کے بعد آخر کار کعب نے دروازہ کھول دیا تو حُیَی نے کہا اے کعب! تیرا ناس ہو۔ میں تیرے پاس زمانے کی عزت اور ٹھاٹھیں مارتا سمندر لایا ہوں۔ میں تیرے پاس قریش کے قائدین اور سرداروں کو لایا ہوں اور اس نے ان تمام قبائل کی تفصیل بتائی جو اپنی فوجوں کو لے کر مدینہ کے چاروں طرف سے مسلمانوں کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور ساتھ یہ بھی بتایا کہ ہم نے آپس میں پختہ عہد کیا ہوا ہے کہ اب یہاں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھیوں کا قلع قمع کیے بغیر واپس نہیں جائیں گے اور ہم اس میں کامیاب بھی ہو چکے ہوتے اگر ہمارے راستے میں یہ خندق حائل نہ ہوتی۔ لیکن یہ ساری باتیں سن کر بھی بنو قریظہ کا سردار کعب معاہدہ توڑنے پر آمادہ نہ ہوا اور اس نے کہا کہ اللہ کی قسم!تُو میرے پاس زمانے کی ذلت اور ایسا بادل لایا ہے جس میں پانی نہیں ہے۔ وہ صرف گرج اور چمک دکھاتا ہے اس میں کوئی چیز نہیں ہے۔

اے حُیَی ! تیرا ناس ہو۔ مجھے میرے حال پہ چھوڑ دو کیونکہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ زبان کا سچا اور وعدہ وفا کرنے والا پایا ہے۔ بار بار یہی کہہ رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سچے اور وعدہ وفا کرنے والے ہیں۔ وہ نہ تو ہم پر کوئی جبر کرتے ہیں اور نہ ہی ہمارے دین میں کسی قسم کی مداخلت کرتے ہیں۔ وہ ہمارا بہترین ہمسایہ ہے۔ لہٰذا تم واپس چلے جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارا بھی وہی حشر ہو جو ہم سے پہلے تم لوگوں کا ہوا ہے۔

لیکن حُیَی کعب کو بہلاتا رہا اور پھسلاتا رہا یہاں تک کہ اس نے اپنے قبیلے اور بنو قینقاع کے دکھوں اور مصیبتوں کا ذکر کیا اور یہ کہ سب تکلیفیں انہی مسلمانوں کی وجہ سے ہمیں مل رہی ہیں۔ یہاں تک کہ آخر کار وہ کعب کے دل کو نرم کرنے میں کامیاب ہونے لگا اور کعب بھی آخر کار اس کی باتوں میں آ گیا۔ اس کی جو فطرت

عہد شکنی تھی وہ غالب آنے لگی اور حُیَی سے کہا کہ اچھا اگر میں تمہاری بات مان لوں لیکن اگر قریش اور غطفان واپس چلے گئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل نہ کر سکے تو پھر ہمارا کیا بنے گا؟ اس پر حُیَینے کہا کہ تُو پریشان نہ ہو۔ ایسی صورت میں مَیں تیرے ساتھ تیرے قلعہ میں داخل ہو جاؤں گا اور جو مصیبت تجھ پر آئے گی وہ مجھ پر بھی آئے گی۔ اس ساری گفت وشنید کے بعد آخر کار کعب بن اسد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے ہوئے معاہدے کو توڑ دیا۔ اس موقع پر کعب کے ساتھی عمرو بن سُعدٰی نے ان کو وعظ و نصیحت کی اور ان کے برے فعل سے ان کو ڈرایا اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پختہ عہد یاد دلایا اور ان کو کہا کہ اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہیں کرتے تو ان کو اور ان کے دشمنوں کو چھوڑ دو لیکن عہد شکنی کرتے ہوئے مخالف حملہ آوروں کا ساتھ مت دو لیکن اس نے انکار کر دیا۔

اس صورتحال کو دیکھ کر بنو قریظہ میں سے چند افراد جو ان یہودیوں میں سے نیک فطرت تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے اور اسلام بھی لے آئے۔

حضرت عمر بن خطابؓ کو بنو قریظہ کے عہد توڑنے کی خبر ملی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ کو بھیجا۔ یہ دونوں اپنی قوم کے سردار تھے اور ان دونوں کے ساتھ عبد اللہ بن رَوَاحہؓ اور خَوات بن جبیرؓ کو بھی بھیجا۔ ایک روایت کے مطابق ساتھ میں اُسَید بن حضیرؓ کو بھی بھیجا اور فرمایا کہ تم جاؤ اور جا کر دیکھو کہ اس قوم کے بارے میں جو ہمیں خبر ملی ہے وہ سچی ہے یا نہیں۔ اگر یہ خبر سچی ہو تو سب لوگوں کے سامنے یہ بات نہ بتانا بلکہ اشارے کنائے میں مجھے بتانا مَیں جان لوں کہ یہ خبر سچی ہے۔ اور اگر وہ معاہدے میں قائم ہوں اور یہ خبر جھوٹی ہو تو علی الاعلان یہ بات سب کے سامنے بتا دینا۔ چنانچہ یہ وفد بنو قریظہ کے پاس گیا۔ وہاں جب کعب اور اس کے ساتھیوں سے بات ہوئی تو ان کے تیور ہی بدلے ہوئے تھے۔ جب کعب سے کہا گیا کہ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کیا ہوا ہے تو اس نے بڑی حقارت سے کہا کہ کون رسول؟ ہمارا کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ میں نے اس معاہدے کو ایسے توڑ دیا جیسے جوتے کے تسمے کو توڑ دیا جاتا ہے۔ روایات کے مطابق اس موقع پر فریقین کی طرف سے سخت کلامی بھی ہوئی۔

بہر حال یہ وفد واپس آیا اور اشارے سے بات کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا تو ایسے اعصاب شکن اور ہوش و حواس کھو دینے والے لمحات کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر خاموشی کے بعد فرمایا۔ آپؐ پہ کوئی اثر نہیں ہوا۔ عام آدمی کے تو اعصاب ٹوٹ جاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:

أَبْشِرُوْا يَا مَعْشَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ عَوْنِهٖ۔

اے مومنوں کی جماعت! اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کے ساتھ خوش ہو جاؤ۔ پھر فرمایا:

مجھے یقین ہے کہ ایک وقت آئے گا جب میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہوں گا اور اس کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور کسریٰ اور قیصر ضرور ہلاک ہو جائیں گے اور ان کے مال اللہ کے راستے میں خرچ کیے جائیں گے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 374-373 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت **مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بنو قریظہ کی غداری کے** ضمن میں بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

''ابو سفیان نے یہ چال چلی کہ قبیلہ بنو نضیر کے یہودی رئیس حُیَی بن اخطب کو یہ ہدایت دی کہ وہ رات کی تاریکی کے پردے میں بنو قریظہ کے قلعہ کی طرف جاوے اوران کے رئیس کعب بن اسد کے ساتھ مل کر بنو قریظہ کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرے۔ چنانچہ حُیَی بن اخطب موقعہ لگا کر کعب کے مکان پر پہنچا۔ شروع شروع میں تو کعب نے اس کی بات سننے سے انکار کیا اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ہمارے عہد وپیمان ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیشہ اپنے عہد وپیمان کو وفاداری کے ساتھ نبھایا ہے اس لیے میں اس سے غداری نہیں کر سکتا۔ مگر حُیَی نے اسے ایسے سبز باغ دکھائے اوراسلام کی عنقریب تباہی کا ایسا یقین دلایا اور اپنے اس عہد کو جب تک ہم اسلام کو مٹا نہ لیں گے مدینہ سے واپس نہیں جائیں گے اس شدومد سے بیان کیا کہ بالآخر وہ راضی ہو گیا۔ اوراس طرح بنو قریظہ کی طاقت کا وزن بھی اس پلڑے کے وزن میں آکر شامل ہو گیا جو پہلے سے ہی بہت جھکا ہوا تھا۔'' یعنی ان کافروں کی تعداد تو پہلے ہی بہت زیادہ تھی ان میں ایک اور وزن ان یہودیوں کی عہد شکنی کا پڑ گیا۔ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب بنو قریظہ کی اس خطرناک غداری کا علم ہوا تو آپ نے پہلے تو دو تین دفعہ خفیہ خفیہ زُبیر بن العوامؓ کو دریافت حالات کے لیے بھیجا۔ اور پھر باضابطہ طور پر قبیلہ اوس وخزرج کے رئیس سعد بن مُعاذؓ اور سعد بن عُبادہؓ اور بعض دوسرے بااثر صحابہ کو ایک وفد کے طور پر بنو قریظہ کی طرف روانہ فرمایا اور ان کو یہ تاکید فرمائی کہ اگر کوئی تشویشناک خبر ہو تو واپس آکر اس کا برملا اظہار نہ کریں بلکہ اشارہ کنایہ سے کام لیں تاکہ لوگوں میں تشویش نہ پیدا ہو۔ جب یہ لوگ بنو قریظہ کے مساکن میں پہنچے اور ان کے رئیس کعب بن اسد کے پاس گئے تو وہ بدبخت ان کو نہایت مغرورانہ انداز سے ملا اور سعدینؓ کی طرف سے معاہدہ کا ذکر ہونے پر وہ اور اس کے قبیلہ کے لوگ بگڑ کر بولے کہ 'جاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ہمارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے۔' یہ الفاظ سن کر صحابہ کا یہ وفد وہاں سے اٹھ کر چلا آیا اور سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مناسب طریق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حالات سے اطلاع دی۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 585-584)

بعض اوقات ہمارے نوجوان بھی غیروں کی باتیں سن کے سوال کر دیتے ہیں کہ بنو قریظہ پہ اس وقت کیوں یہ ظلم کیا گیا؟ انہوں نے معاہدہ توڑا تھا اس لیے ان کو اس کی سزا دی گئی تھی۔ کوئی ظلم نہیں تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان پر ہو۔ بہرحال اس بارے میں مزید تفصیل بھی ہے اور حضرت مصلح موعودؓ نے بھی بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کا بیان انشاء اللہ آئندہ کروں گا۔

آج سے خدام الاحمدیہ کا اجتماع بھی شروع ہو رہا ہے۔ خدام اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ گو کہ موسم کی پیشگوئی یہی ہے کہ شاید بارشیں ہوتی رہیں لیکن بہرحال اللہ تعالیٰ فضل فرمائے اور آرام سے ان کے پروگرام ہو جائیں۔ ان دنوں میں خدام روحانی اور علمی معیاروں کو بڑھانے کی بھی کوشش کریں۔ جن دعاؤں اور درود کی طرف میں نے توجہ دلائی تھی اور اس کی تحریک کی تھی۔ ان دنوں میں اس طرف بھی خاص توجہ رکھیں اور ہمیشہ دہراتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شیطانی حملے سے ہر ایک کو بچائے۔

کچھ جنازہ غائب بھی آج پڑھاؤں گا۔ ان کا ذکر کر دوں۔

پہلا ذکر ہے **مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب** ربوہ کا جو گذشتہ دنوں تہتر (73) سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے اور واقف زندگی تھے۔ ان کے والد کا نام صوفی خدا بخش زیروی تھا۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والد صوفی خدا بخش زیروی صاحب کے ذریعہ ہوا جنہوں نے 1928ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔

حبیب الرحمٰن زیروی صاحب نے ابتدائی تعلیم ربوہ سے حاصل کی۔ پھر پنجاب یونیورسٹی سے لائبریری سائنس میں ایم ایس سی کی۔ 1981ء میں انہوں نے زندگی وقف کی اور ان کا وقف منظور ہوا۔ پھر 1981ء میں اسسٹنٹ لائبریرین کے طور پر ان کا تقرر ہوا۔ تین چار سال انچارج خلافت لائبریری کے طور پر بھی ان کو خدمت کی توفیق ملی ہے۔ پھر ان کا تقرر نظارت اشاعت میں ہوا۔ پھر طاہر فاؤنڈیشن میں ان کا تقرر ہوا اور اس وقت آپ بطور نائب ناظر دیوان صدر انجمن احمدیہ خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ خدام الاحمدیہ میں بھی مہتمم کے طور پر مختلف خدمات کا ان کو موقع ملا۔ انصار اللہ میں بھی مرکزی قائد کے طور پر ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ انہوں نے بڑی محنت سے حضرت مصلح موعودؓ کی بیان فرمودہ سیرت حضرت مسیح موعودؑ کو مختلف کتابوں سے یکجا کر کے ایک کتاب بھی مرتب کی جو ''تذکار مہدی'' کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ متعدد مسودات پر یہ کام کر رہے تھے جن میں سے کچھ مختلف مراحل میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک بیٹے اور دو بیٹیوں سے نوازا۔ خلافت کے ساتھ ان کا بڑا تعلق تھا۔ بڑے خاموش طبع اور اپنے کام سے کام رکھنے والے تھے۔ ان کے سپرد جو بھی خدمت کی جاتی اسے اچھی طرح نبھاتے۔ ہمیشہ وقف کا حق ادا کیا اور جنون سے کام کیا۔ بڑے ملنسار، خوش مزاج شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی نیکیوں پر قائم ہونے کی توفیق دے۔

دوسرا ذکر **ڈاکٹر سید ریاض الحسن صاحب** کا ہے۔ ان کی بھی گذشتہ دنوں وفات ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ بریگیڈیئر ڈاکٹر ضیاء الحسن صاحب کے یہ بیٹے تھے۔ انہوں نے زندگی وقف کی اور ڈاکٹر کے طور پر خدمت بجالاتے رہے۔ چھوٹی عمر سے ہی یہ جماعت کی خدمت کر رہے تھے۔ مجلس نصرت جہاں کے تحت تقریباً بیس سال سے زائد عرصہ یوگنڈا، کینیا، گیمبیا اور پاکستان میں بھرپور خدمت کی ان کو توفیق ملی۔ کینیا میں کئی سالوں کی خدمت کے بعد انہوں نے سپیشلائزیشن اور جنرل سرجن کی ٹریننگ کے لیے اجازت مانگی اور وہاں سے پاکستان چلے گئے اور کئی میڈیکل ڈپلومے اور سرٹیفکیٹ حاصل کیے۔ انہیں میڈیکل یونیورسٹی میں ڈاکٹروں کو اناٹومی پڑھانے کی بھی توفیق ملی۔ اچھے لائق ڈاکٹر تھے۔ گیمبیا کے مقامی طلبہ کی مالی مدد کرتے۔ ان کی تعلیم کو سپانسر کرتے۔ کام ڈھونڈنے میں ان کی مدد کرتے۔ غرباء اور ضرورتمند احباب کی مالی امداد کے لیے ہر وقت تیار رہتے۔ ان کی بہت بڑی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ بہت دعا گو اور تہجد گزار تھے۔ جوانی سے ہی تہجد کی ان کو عادت تھی۔ آپ کے جاننے والے لکھتے ہیں کہ انتہائی ملنسار، مریضوں سے سچی شفقت اور ہمدردی اور محبت کرنے والے تھے۔ محنتی، پُرجوش، متوکل علی اللہ انسان تھے۔ دعا گو اور شفقت

علی الناس کا پیکر تھے۔ آپ کی شخصیت میں کسر نفسی، عاجزی اور خدمت کا بے پناہ جذبہ تھا۔ بہت خوش اخلاق تھے۔ واقف زندگی کا بہت احترام کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

تیسرا ذکر مکرم **پروفیسر عبدالجلیل صادق صاحب** ربوہ کا ہے جن کی گذشتہ دنوں اسّی (80) سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ قریشی عبدالغنی صاحب ربوہ کے یہ بیٹے تھے۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا حضرت میاں قطب الدین صاحب آف گولیکی ضلع گجرات اور نانا حضرت مولوی محمد عثمان صاحب امیر جماعت ڈیرہ غازی خان کے ذریعہ ہوا۔ جلیل صادق صاحب نے پولیٹیکل سائنس میں ایم اے کیا۔ پھر 1964ء میں تعلیم الاسلام کالج میں استاد مقرر ہوئے۔ پھر 66ء میں انہوں نے ایم اے انگریزی کیا اور پھر ان کا تعلیم الاسلام کالج کے شعبہ انگریزی میں باقاعدہ تقرر ہو گیا۔ مسلسل انتالیس سال تک باقاعدہ تدریس میں خدمت بجالاتے رہے۔

مَیں بھی کالج میں ان کا شاگرد رہا ہوں۔ بڑے خاموش طبع اور بڑے پیار سے پڑھانے والے استاد تھے۔ شاگردوں سے بڑا اچھا تعلق رکھنے والے، شاگردوں کی عزت کرنے والے تھے۔

ریٹائرمنٹ کے بعد 2003ء میں انہوں نے زندگی وقف کر دی اور ان کا تقرر صدر، صدر انجمن احمدیہ کے شعبہ ترتیب و ریکارڈ کے انچارج کے طور پر ہوا جہاں وہ نائب ناظر تھے۔ مجلس خدام الاحمدیہ میں مختلف جگہوں پر بطور مہتمم ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ یہ صدر مجلس صحت پاکستان بھی تھے۔ پھر 1983ء سے یہ مرکزی قضاء میں پاکستان میں قاضی بھی تھے۔ اپنے محلے کی صدارت کی بھی ان کو توفیق ملی۔ دو بیٹیاں اور ایک ان کا بیٹا ہے۔ ان کے بارے میں لکھنے والے کہتے ہیں اور بڑا صحیح کہتے ہیں کہ بڑے نفیس طبع، درویش صفت انسان تھے۔ آپ اکثر خاموش رہنا پسند کرتے لیکن جب بولتے تو ہمیشہ سوچ سمجھ کر اور ناپ تول کر اور جانچ کر بولتے تھے۔ کردار کے صاف ستھرے اور بُردبار۔ کسی کے کام میں بے جا مداخلت نہ کرتے۔ جہاں ضرورت ہوتی اچھا مشورہ ضرور دیتے۔ نیک کاموں کی حوصلہ افزائی کرتے۔ کبھی کسی سے تکلیف پہنچتی تو شکوہ نہ کرتے۔ بڑے صابر، شاکر اور قانع شخصیت کے مالک تھے۔ ضرورتمند احباب کی خاموشی اور پوشیدہ ہاتھ سے مستقل مالی امداد کرتے تھے۔ خلافت سے بڑا گہرا تعلق تھا۔ یہ باقاعدہ خط لکھتے تھے۔ ان کے اپنے گھریلو تعلقات بھی بڑے خوشگوار تھے۔ گھر میں بیوی سے بھی اور والدین کی بھی خدمت کرنے والے، ان کا حق ادا کرنے والے تھے بلکہ ان کے بھائی لکھتے ہیں کہ بھائی بہنوں کا بھی بہت خیال رکھتے اور بڑا فرض سمجھ کر ان کی خدمت کرتے۔

اگلا ذکر **مکرم ماسٹر منیر احمد صاحب** جھنگ کا ہے۔ ان کی بھی گذشتہ دنوں بیاسی (82) سال کی عمر میں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے والد میاں غلام محمد صاحب نے 1930ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی تھی۔ ماسٹر صاحب پیدائشی احمدی تھے۔ خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ میں ان کو چالیس سال خدمت کا موقع ملا۔ قائد ضلع رہے۔ جھنگ کے ناظم ضلع رہے۔ پھر چنیوٹ ضلع بنا تو وہاں کے بھی یہ ناظم رہے۔ بڑے مخلص اور فدائی خادم سلسلہ تھے اور نافع الناس وجود تھے۔ بطور پرائمری سکول ٹیچر جھنگ میں ملازمت کی اور ہزاروں شاگرد ان کے ہیں جو ان کی بڑی عزت اور احترام کرتے ہیں۔ لوگوں کے بڑے کام آتے رہتے تھے۔ سرکاری دفتروں میں

جانے کے لیے یہ لوگوں کے خاص طور پر احمدیوں کے کام کرتے اور نہ صرف کام میں ان کی معاونت کرتے بلکہ اپنے گھر لا کر ان کی مہمان نوازی بھی کرتے۔ تعلقات عامہ کا دائرہ بہت وسیع تھا اور ان تمام تعلقات کو جماعت اور احباب جماعت کی خدمت کے لیے استعمال کرتے تھے، یہ نہیں کہ ذاتی فائدہ اٹھایا۔ اسیر ان خواہ وہ جماعتی اسیر ان ہوں یا غیر جماعتی ان کی بہبود اور خدمت کے لیے کمربستہ رہتے۔ جیل خانوں کے اہلکاروں سے آپ کے ذاتی مراسم تھے جن سے آپ جماعتی اسیر ان کی بہبود کا کام لیتے۔ جیلوں میں سہولتیں فراہم کرنے کے حوالے سے آپ کے وسیع روابط تھے۔

جب ہم، مَیں اور میرے ساتھی جیل میں تھے تو اس عرصہ میں ہماری بھی بڑی خدمت کی ہے۔ اور جیلر سے ذاتی تعلقات کی وجہ سے بعض بڑی سہولتیں بھی ہمیں مہیا کر دیں جو عام قیدیوں کو مہیا نہیں ہوتیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ نہیں ہے کہ انہوں نے کسی خاص آدمی کی خدمت کرنی ہے۔ چاہے وہ غریب احمدی ہے یا امیر ہے ہر ایک کی خدمت کے لیے ہر وقت کمربستہ رہتے تھے اور عمومی طور پر بھی قیدیوں کی بہبود کے لیے کام کیا کرتے تھے۔

قادیان کے ساتھ بھی آپ کو بہت محبت تھی۔ تقریباً ہر سال آپ قادیان جاتے اور وہاں ڈیوٹیوں میں بھی شامل ہوتے۔ مرکزی نمائندگان جب ان کے ضلع میں دورے پر جاتے تو وہاں بھی ان کے ساتھ بھرپور تعاون کرتے۔ ان پر پمفلٹ تقسیم کرنے کا ایک مقدمہ بھی 1988ء میں قائم ہوا تھا لیکن بہرحال بعد میں وہ خارج ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ ان کی اولاد نہیں تھی۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 11/ اکتوبر 2024ء جلد 31 شمارہ 243 صفحہ 02 تا 06)

39

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 27/ ستمبر 2024ء بمطابق 27/ تبوک 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جیسا کہ میں نے گذشتہ خطبہ میں بھی ذکر کیا تھا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ان حالات کا **ذکر فرمایا ہے جو جنگِ احزاب** میں پیش آئے۔ اس کی تفصیل بیان کرتا ہوں۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ

"چونکہ مدینہ کا ایک کافی حصہ خندق سے محفوظ تھا اور دوسری طرف کچھ پہاڑی ٹیلے، کچھ پختہ مکانات اور کچھ باغات وغیرہ تھے، اس لیے فوج یکدم حملہ نہیں کر سکتی تھی۔ پس انہوں نے مشورہ کر کے یہ تجویز کی" یعنی کافروں نے "کہ کسی طرح یہود کا تیسرا قبیلہ جو ابھی مدینہ میں باقی تھا اور جس کا نام بنو قریظہ تھا اپنے ساتھ ملا لیا جائے اور اس ذریعہ سے مدینہ تک پہنچنے کا راستہ کھولا جائے۔ چنانچہ مشورہ کے بعد حُیَی ابن اخطب جو جلاوطن کردہ بنو نضیر کا سردار تھا اور جس کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے سارا عرب اکٹھا ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوا تھا اسے کفار کی فوج کے کمانڈر ابوسفیان نے اس بات پر مقرر کیا کہ جس طرح بھی ہو بنو قریظہ کو اپنے ساتھ شامل کرو۔ چنانچہ حیی ابن اخطب یہودیوں کے قلعوں کی طرف گیا اور اس نے بنو قریظہ کے سرداروں سے ملنا چاہا۔ پہلے تو انہوں نے ملنے سے انکار کیا لیکن جب اس نے ان کو سمجھایا کہ اِس وقت سارا عرب مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے آیا ہے اور یہ بستی سارے عرب کا مقابلہ کسی صورت میں نہیں کر سکتی اِس وقت جو لشکر مسلمانوں کے مقابل پر کھڑا ہے اس کو لشکر نہیں کہنا چاہئے بلکہ ایک ٹھاٹھیں مارنے والا سمندر کہنا چاہئے تو اِن باتوں سے اس نے بنو قریظہ کو آخر غداری اور معاہدہ شکنی پر آمادہ کر دیا اور یہ فیصلہ ہوا کہ کفار کا لشکر سامنے کی طرف سے خندق پار ہونے کی کوشش کرے اور جب وہ خندق پار ہونے میں کامیاب ہو جائیں گے تو بنو قریظہ مدینہ کی دوسری طرف سے مدینہ کے اس حصہ پر حملہ کر دیں گے جہاں عورتیں اور بچے ہیں جو بنو قریظہ پر اعتبار کر کے بغیر حفاظت کے چھوڑ دیئے گئے تھے اور اس طرح مسلمانوں کی مقابلہ کی طاقت بالکل کچلی جائے گی" وہاں سے حملہ کیا جائے۔ "اور ایک ہی دم میں مسلمان مرد، عورتیں اور بچے سب مار دیئے جائیں گے۔ یہ یقینی بات ہے کہ اگر اِس تدبیر میں تھوڑی بہت کامیابی بھی کفار کو ہو جاتی تو مسلمانوں کے لیے کوئی جگہ حفاظت کی باقی نہیں رہتی تھی۔

بنو قریظہ مسلمانوں کے حلیف تھے اور اگر وہ کھلی جنگ میں شامل نہ بھی ہوتے تب بھی مسلمان یہ امید کرتے تھے کہ ان کی طرف سے ہو کر مدینہ پر کوئی حملہ نہیں کر سکے گا۔ اسی وجہ سے ان کی طرف کا حصہ بالکل غیر محفوظ چھوڑ دیا گیا تھا۔

بنو قریظہ اور کفار نے بھی اس صورت حالات کا جائزہ لیتے ہوئے یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ جب بنو قریظہ کفار کے ساتھ مل گئے تو وہ کھلے بندوں کفار کی مدد نہ کریں تا ایسا نہ ہو کہ مسلمان مدینہ کی اس طرف کی حفاظت کا بھی کوئی سامان کر لیں۔ ''بڑی ہوشیاری دکھائی انہوں نے۔ ''جو بنو قریظہ کے علاقہ کے ساتھ ملتی تھی۔ ''یعنی ادھر سے حملہ نہ ہو جائے۔ یہ خیال نہ آ جائے مسلمانوں کو۔ ''یہ تدبیر نہایت ہی خطرناک تھی۔ مسلمانوں کو غافل رکھتے ہوئے کسی ایسے وقت میں بنو قریظہ کا دشمن کے ساتھ جا ملنا جبکہ اسلامی فوج پر کفار کی فوج کا زبردست دھاوا ہو رہا ہو مدینہ کی اس طرف کی حفاظت کو جس طرف بنو قریظہ کے قلعے واقعہ تھے بالکل ناممکن بنا دیتا تھا۔'' (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 273-272)

بلکہ صرف حفاظت ہی نہیں جو ناممکن بنائی جاتی۔ اس کا تو سوال ہی نہیں بلکہ حملے کا خطرہ بھی بہت بڑھ گیا تھا۔ بہر حال ان حالات میں مسلمانوں کی فکر قدرتی تھی اور اس کے سدِّباب کے لیے بھی کوشش ضروری تھی۔ اس کے لیے مدینہ کی حفاظت کے لیے پانچ سو افراد کا تعین کرنے کا فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کی تفصیل سیرت نگاروں نے یوں بیان کی ہے کہ بنو قریظہ کے معاہدہ توڑنے کی خبر مسلمانوں تک پہنچ گئی تو ان کا خوف بڑھ گیا اور ان کو عورتوں اور بچوں کی فکر ہونے لگی اور مسلمانوں کی حالت ویسی ہو گئی جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا (الاحزاب: 11) جب وہ تمہارے پاس تمہارے اوپر کی طرف سے بھی اور تمہارے نشیب کی طرف سے بھی آئے اور جب آنکھیں پتھرا گئیں اور دل اچھلتے ہوئے ہنسلیوں تک جا پہنچے اور تم لوگ اللہ پر طرح طرح کے گمان کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان تو دشمن کے سامنے تھے اور مختلف جگہوں پر باری باری خندق کا پہرہ دیتے تھے۔ وہ وہاں سے نہیں ہٹ سکتے تھے۔ سیرت نگاروں نے خندق کے آٹھ مقامات کا ذکر کیا ہے جہاں پہرہ دیا جاتا تھا اور ان سب کا نگران حضرت زبیر بن عوامؓ کو بنایا گیا تھا۔

بنو قریظہ چونکہ اب معاہدہ ختم کر کے محاصرہ کرنے والے قبائل کے ساتھ مل چکے تھے اور ان کی بابت خبریں ملنے لگیں کہ وہ کسی بھی وقت مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمہ بن اسلمؓ کو دو سو افراد کے ساتھ اور حضرت زید بن حارثہؓ کو تین سو افراد کے ساتھ مدینہ کی حفاظت کے لیے بھیجا اور فرمایا کہ رات کے وقت وہ مختلف جگہوں پر پہرہ دیں اور وقتاً فوقتاً تکبیر یعنی اللہ اکبر کے نعرے لگاتے رہیں۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 375-374 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ﷺ صفحہ 288 جلد 10 مطبوعہ المرکز الاسلامی للدراسات بیروت 2006ء)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ

''اس وقت مدینہ کا مطلع ظاہری اسباب کے لحاظ سے سخت تاریک و تار تھا۔ شہر کے چاروں طرف ہزارہا خونخوار دشمن ڈیرہ ڈالے پڑے تھے جو ہر وقت اس تاک میں تھے کہ کوئی موقعہ ملے تو مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر ان کو ملیامیٹ کر دیں۔ شہر میں مسلمانوں کے پہلو میں غدّار بنو قریظہ تھے جن کے سینکڑوں مسلح

نوجوان اپنی ذات میں ایک جری لشکر سے کم نہ تھے اور جو جس وقت چاہتے یا موقعہ پاتے عقب کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ آور ہو سکتے تھے۔ اور مسلمان خواتین اور بچے جو شہر میں تھے وہ تو گویا ہر وقت ان کا شکار ہی تھے۔ اس صورت حال نے جس کی حقیقت کسی سمجھدار شخص پر مخفی نہیں رہ سکتی تھی کمزور مسلمانوں میں سخت پریشانی اور سراسیمگی پیدا کر دی اور منافق طبع لوگ تو برملا کہنے لگے کہ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا (الاحزاب: 13)۔ یعنی 'معلوم ہوتا ہے کہ خدا اور اس کے رسول کے وعدے مسلمانوں کی فتح و کامرانی کے متعلق یونہی جھوٹے ہی تھے'۔ بعض منافقین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو ہو کر یہ کہنا شروع کیا کہ یارسول اللہ! شہر میں ہمارے مکانات بالکل غیر محفوظ ہیں آپ اجازت دیں تو ہم اپنے گھروں میں ٹھہر کر ان کی حفاظت کریں۔ جس کے جواب میں خدائی وحی نازل ہوئی کہ وَ مَا هِيَ بِعَوْرَةٍ۔ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا (الاحزاب: 14)۔ یعنی 'یہ غلط ہے کہ ان لوگوں کو اپنے گھروں کے غیر محفوظ ہونے کا خیال ہے بلکہ بات یہ ہے کہ وہ میدان کارزار سے بھاگنے کی راہ ڈھونڈ رہے ہیں'۔ مگر یہی وقت مخلص مسلمانوں کے ایمان کے اظہار کا تھا۔ چنانچہ قرآن فرماتا ہے وَ لَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ۔ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ۔ وَ مَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا (الاحزاب: 23)۔ جب مومنوں نے کفار کے اس لاؤ لشکر کو دیکھا تو انہوں نے کہا کہ یہ تو سب کچھ خدا اور اس کے رسول کے وعدوں کے مطابق ہے اور خدا اور رسول ضرور سچے ہیں۔

پس اس حملہ سے بھی ان کے ایمان و تسلیم میں زیادتی ہی ہوئی مگر موقعہ کی نزاکت اور حالات کے خطرناک پہلو کا سب کو یکساں احساس تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا۔ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا۔ (الاحزاب: 12-11) یعنی 'یاد کرو جبکہ کفار کا لشکر تمہارے اوپر اور تمہارے نیچے کی طرف سے ہجوم کر کے تم پر آ گیا۔ جبکہ گھبراہٹ میں تمہاری آنکھیں پتھرانے لگیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور تم لوگ (اپنے اپنے رنگ میں یعنی کوئی کسی رنگ میں اور کوئی کسی رنگ میں) خدا کے متعلق مختلف خیالات میں پڑ گئے۔ وہ وقت واقعی مومنوں کے لیے ایک سخت امتحان کا وقت تھا اور مسلمانوں پر ایک نہایت شدید زلزلہ وارد ہوا تھا'۔

ایسے خطرناک وقت میں مسلمانوں کی قلیل جمعیت جن میں بعض کمزور طبیعت لوگ اور بعض منافق بھی شامل تھے کیا مقابلہ کر سکتی تھی۔ ان کے پاس تو اتنے آدمی بھی نہ تھے کہ کمزور مواقع پر خاطر خواہ پہرے کا انتظام کر سکیں۔ چنانچہ دن رات کی سخت ڈیوٹی نے مسلمانوں کو چُور کر رکھا تھا۔ دوسری طرف بنو قریظہ کی غداری کی وجہ سے شہر کی گلی کوچوں کے پہرے کو زیادہ مضبوط کرنا بھی ضروری تھا تا کہ مستورات اور بچے محفوظ رہ سکیں۔ کفار کے سپاہی مسلمانوں کو ہر رنگ میں پریشان کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ کبھی وہ کسی کمزور جگہ پر یورش کر کے جمع ہو جاتے اور مسلمان اس کی حفاظت کے لیے وہاں اکٹھے ہونے لگتے جس پر وہ فوراً رخ پلٹ کر کسی دوسرے موقعہ پر زور ڈال دیتے اور مسلمان بیچارے بھاگتے ہوئے وہاں پہنچتے۔ کبھی وہ ایک ہی وقت میں دو دو تین تین جگہوں پر دھاوا کر کے پہنچتے جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی جمعیت منتشر ہو

کر ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاتی اور بعض اوقات حالات بہت نازک صورت اختیار کر لیتے اور قریب ہوتا کہ کسی کمزور موقعے سے فائدہ اٹھا کر لشکر کفار حدود شہر کے اندر داخل ہو جاوے۔ ان دھاووں کا مقابلہ مسلمانوں کی طرف سے عموماً تیروں کے ذریعہ کیا جاتا تھا مگر بعض اوقات کفار کے سپاہی یہ طریق اختیار کرتے کہ ایک دستہ تو مسلمانوں پر تیروں کی باڑ مار کر انہیں پیچھے رکھتا اور دوسرا دستہ یورش کر کے خندق کے کسی کمزور حصہ پر دھاوا کر کے آجاتا اور اسے کود کر عبور کرنا چاہتا۔ یہ طریقِ جنگ صبح سے لے کر شام تک بلکہ بعض اوقات رات کے حصوں میں بھی جاری رہتا تھا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 586-585)

تاریخ میں یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **نے غطفان سے صلح کے** بارے میں بھی صحابہؓ، خاص طور پر انصار سے پوچھا۔ چنانچہ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ "یہ دن مسلمانوں کے لیے نہایت تکلیف اور پریشانی اور خطرے کے دن تھے اور جوں جوں یہ محاصرہ لمبا ہوتا جاتا تھا مسلمانوں کی طاقتِ مقابلہ لازماً کمزور ہوتی جاتی تھی اور گو ان کے دل ایمان واخلاص سے پُر تھے مگر جسم جو مادی قانونِ اسباب کے ماتحت چلتا ہے مضمحل ہوتا چلا جا رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حالات کو دیکھا تو آپؐ نے انصار کے رؤساء سعد بن معاذ اور سعد بن عُبادہ کو بلا کر انہیں سارے حالات جتلائے اور مشورہ مانگا کہ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہئے اور ساتھ ہی اپنی طرف سے یہ ذکر فرمایا کہ اگر تم لوگ چاہو تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قبیلہ غَطَفان کو مدینہ کے محاصل میں سے کچھ حصہ دینا کر کے اس جنگ کو ٹال دیا جاوے۔ سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ نے یک زبان ہو کر عرض کیا کہ 'یارسول اللہ! اگر آپ کو اس بارہ میں کوئی خدائی وحی ہوئی ہے تو سرِ تسلیم خم ہے۔ اس صورت میں آپؐ بے شک خوشی سے اس تجویز کے مطابق کارروائی فرمائیں۔' آپؐ نے فرمایا 'نہیں نہیں۔ مجھے اس معاملہ میں وحی کوئی نہیں ہوئی۔ میں تو صرف آپ لوگوں کی تکلیف کی وجہ سے مشورہ کے طریق پر پوچھتا ہوں۔' 'سَعْدَین' یعنی دونوں، سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ" نے جواب دیا کہ پھر ہمارا یہ مشورہ ہے کہ جب ہم نے شرک کی حالت میں کبھی کسی دشمن کو کچھ نہیں دیا تو اب مسلمان ہو کر کیوں دیں۔ واللہ ہم انہیں تلوار کی دھار کے سوا کچھ نہیں دیں گے۔" اب تو جنگ ہی ہے۔ "چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار ہی کی وجہ سے فکر تھا جو مدینہ کے اصل باشندہ تھے اور غالباً اس مشورہ میں آپ کا مقصد بھی صرف یہی تھا کہ انصار کی ذہنی کیفیت کا پتہ لگائیں کہ کیا وہ ان مصائب میں پریشان تو نہیں ہیں۔ اور اگر وہ پریشان ہوں تو ان کی دلجوئی فرمائیں۔ اس لیے آپ نے پوری خوشی کے ساتھ ان کے اس مشورہ کو قبول فرمایا" یعنی سعدین کے مشورہ کو "اور جنگ جاری رہی۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 590-589)

جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ باوجود یکہ خندق ایک مضبوط دفاعی دیوار کے طور پر کام تو دے رہی تھی لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ مسلمان پوری طرح محفوظ و مامون تھے۔

اوّل تو منافقین اور خاص طور پر بنو قریظہ جیسے جنگجو لوگ مدینہ کے اندر ہی موجود تھے اور معاہدہ ختم کرنے کے بعد وہ ایک خطرناک دشمن کے طور پر سامنے تھے۔ دوسری طرف خندق کے باوجود بعض جگہیں

ایسی تھیں کہ وہاں سے دشمن کے حملے کا خطرہ تھا اور اس جگہ دشمن کے خندق عبور کر کے اندر آنے کے امکانات تھے۔ اس پریشان کن صورتحال کے پیش نظر جگہ جگہ مسلسل پہرا دیا جارہا تھا اور اس پہرے میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بنفسِ نفیس موجود ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود نگرانی بھی کر رہے ہوتے اور صحابہ کی ڈھارس بھی بندھا رہے ہوتے اور یہ سارا عمل دن کو بھی جاری رہتا اور رات کو بھی جاری رہتا اور مدینے کی یہ راتیں سخت سردی کی راتیں تھیں اور بھوک کی مشکلات اس کے علاوہ تھیں۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کے شگاف تک پہرہ دینے جاتے۔** جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سردی تکلیف دیتی تو میرے پاس تشریف لاتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم گرم ہو جاتا تو پھر خندق کے شگاف کی طرف تشریف لے جاتے اور فرماتے مجھے ڈر ہے کہ لوگ اس طرف سے آسکتے ہیں۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح آرام فرما رہے تھے اور اتنا تھکے ہوئے تھے کہ فرمایا کہ کاش کوئی نیک آدمی آج رات اس جگہ کا پہرہ دیتا تو اسی دوران جب آپؐ نے یہ بات فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیاروں کی آواز سنی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون ہے؟ تو سعد بن ابی وقاصؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! میں سعد ہوں۔ آپؐ کی حفاظت کے لیے پہرہ دینے آیا ہوں تو آپؐ نے اپنی حفاظت کے بجائے فرمایا آپ فلاں جگہ جاؤ۔ وہاں خندق کا ایک حصہ کمزور ہے وہاں پہرہ دو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے **جاں نثار صحابہ کا بھی آپؐ سے عشق و وفا کا عجیب رنگ** تھا۔ کس طرح وہ اپنے آپ کو پیش کر رہے ہیں اور دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ اپنی ذات پر ان سب کو ترجیح دے رہے تھے۔ ایسے شجاع کہ اپنی جان کا کوئی فکر نہیں، اہلِ مدینہ کا فکر ہے اور اس کے لیے اکثر خود جگہ جگہ موجود ہوتے ہیں اور کبھی بظاہر آرام کرنے کے لیے خیمے میں تشریف لاتے بھی ہیں تو اس کا اکثر حصہ خدا کے حضور سربسجود ہو کے، دعائیں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

چنانچہ حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خندق کے موقع پر موجود تھی اور ہم شدید سردی میں تھے۔ مَیں نے ایک رات دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اپنے خیمہ میں جتنی اللہ تعالیٰ نے چاہا نماز پڑھی یعنی جس حد تک ممکن تھا بہت لمبی نماز پڑھی۔ پھر کچھ دیکھا تو خیمے سے باہر تھوڑی دیر تشریف لے گئے۔ پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔ یہ مشرکین کے شہسوار خندق کو پار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پھر عَبَّاد بن بشرؓ کو آواز دی تو انہوں نے کہا لبیک! میں حاضر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہارے ساتھ کوئی اَور بھی ہے۔ اس نے کہا جی ہاں۔ میرے ساتھ میرے چند ساتھی ہیں اور آپ کے خیمے کے ارد گرد پہرہ دے رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ساتھیوں کو لے جاؤ اور خندق کا چکر لگاؤ۔ یہ مشرکین کے شہسوار خندق کا چکر لگا رہے ہیں۔ ان کی یہ خواہش ہے کہ تم پر غفلت میں حملہ کریں۔ انہوں فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ فَادْفَعْ عَنَّا شَرَّھُمْ، وَانْصُرْنَا عَلَیْھِمْ، وَاغْلِبْھُمْ، فَلَا یَغْلِبُھُمْ اَحَدٌ غَیْرُکَ۔ اے اللہ! ہم سے ان کا شر دور کر دے اور ان کے خلاف ہماری مدد کر اور ان کو مغلوب کر۔ تیرے علاوہ کوئی ان کو مغلوب نہیں کر سکتا۔ عَباد اپنے ساتھیوں کے ساتھ گئے تو ابوسفیان بن حرب اپنے ساتھیوں کے ساتھ خندق کی تنگ جگہ کا چکر لگا رہا تھا۔ مسلمانوں کو ان کا پتہ چل

گیا تو ان کو پتھر اور تیر مارنے شروع کیے جس وجہ سے وہ اپنی جگہوں پر واپس چلے گئے یعنی دشمن وہاں سے پھر لَوٹ گیا۔ حضرت عَبَّادؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ عَبَّاد بن بشر پر رحم کرے۔ وہ تمام صحابہ کرام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کے ساتھ زیادہ رہتے تھے۔ ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دیتے تھے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 376-374 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جرأت اور مسلمانوں کی خیر خواہی کا یہ حال تھا کہ آپؐ سردی میں رات کو اٹھ اٹھ کر اس جگہ جاتے اور اس کا پہرہ دیتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ پہرہ دیتے ہوئے تھک جاتے اور سردی سے نڈھال ہو جاتے تو واپس آکر تھوڑی دیر میرے ساتھ لحاف میں لیٹ جاتے مگر جسم کے گرم ہوتے ہی پھر اس شگاف کی حفاظت کے لیے چلے جاتے۔ اِس طرح متواتر جاگنے سے آپ ایک دن بالکل نڈھال ہو گئے اور رات کے وقت فرمایا کاش! اِس وقت کوئی مخلص مسلمان ہوتا تو میں آرام سے سو جاتا۔ اتنے میں باہر سے سعد بن وقاص کی آواز آئی۔ آپؐ نے پوچھا کہ کیوں آئے ہو؟ انہوں نے کہا آپؐ کا پہرہ دینے کو۔ آپؐ نے فرمایا مجھے پہرہ کی ضرورت نہیں تم فلاں جگہ جہاں خندق کا کنارہ ٹوٹ گیا ہے جاؤ اور اس کا پہرہ دو تا مسلمان محفوظ رہیں۔

چنانچہ سعدؓ اس جگہ کا پہرہ دینے چلے گئے اور آپ سو گئے۔ (عجیب بات ہے اس کی وضاحت ایک جگہ یہ کی گئی ہے کہ جب آپ شروع شروع میں مدینہ تشریف لائے تھے اور خطرہ بہت بڑھا ہوا تھا تب بھی سعدؓ پہرہ دینے کے لیے تشریف لائے تھے۔) اِنہی ایام میں آپ نے ایک دن کچھ لوگوں کے اسلحہ کی آواز سنی اور پوچھا کون ہے؟ تو "عَبَّاد بن بشیر" حضرت مصلح موعودؓ نے یہاں عباد بن بشیر لکھا ہے۔ کیونکہ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ عباد بن بشیر، اس لیے انوار العلوم کی جلد بیس میں یہ نام عباد بن بشیر ہی لکھا گیا ہے جو سہو کتابت ہے بہرحال۔ انوار العلوم میں اس عبارت کا حوالہ سیرت الحلبیہ سے لیا گیا ہے اور سیرت حلبیہ میں ان کا نام عَبَّاد بن بِشْر لکھا ہے۔ یہ وضاحت میں اس لیے کر رہا ہوں کہ بعض لوگ پھر بعد میں مجھے لکھ دیتے ہیں کہ فلاں جگہ تو یوں لکھا تھا آپ نے یہ کہا ہے۔ اصل کیا ہے؟ تو بہرحال عَبَّاد بن بِشْر اصل نام ہے جو ہو سکتا ہے غلطی سے عَبَّاد بن بشیر لکھا گیا ہو۔ سہو کتابت ہے یا حضرت مصلح موعودؓ نے غلطی سے یہ فرمایا ہے۔ بہرحال آپ کہتے ہیں کہ عباد بن بشیر نے کہا میں ہوں یعنی عباد بن بشیر نے کہا۔ تو آپ نے فرمایا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ انہوں نے کہا ایک جماعت صحابہ کی ہے جو آپؐ کے خیمہ کا پہرہ دینے کے لیے آئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اِس وقت مشرکین خندق پھاندنے کی کوشش کر رہے ہیں وہاں جاؤ اور ان کا مقابلہ کرو۔ میرے خیمہ کو رہنے دو۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 279)

(سیرت الحلبیہ جلد 3 صفحہ 25 مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس جنگ کے **دوران حضرت صفیہؓ کی بہادری کا واقعہ** بھی ملتا ہے۔ اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبد المطلبؓ دیگر عورتوں کے

ساتھ ایک قلعہ میں تھیں جس کو فَارِع کہا جاتا تھا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج بھی، ان کی پھوپھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز رشتہ دار اور دوسری عورتیں بھی وہاں اس قلعہ میں تھیں اور حضرت حسان بن ثابتؓ وہاں کے نگران تھے۔ جب بنو قریظہ نے عہد شکنی کا اعلان کیا تو اب وہاں کے یہودی بھی کسی نہ کسی رنگ میں مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ حضرت صفیہؓ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ دس یہودی آئے۔ وہ ہمارے قلعہ کے گرد چکر لگانے لگے جیسے کسی موقع کی تلاش میں ہوں کہ کب اور کہاں سے اس کے اندر جایا جا سکتا ہے۔ اتنے میں ایک یہودی قلعہ کی دیوار کے بالکل قریب آیا۔ میں اس کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے حَسَّان کو کہا کہ اے حَسَّان! ادھر جاؤ اور اس یہودی کا مقابلہ کرو تو اس نے کہا اے عبدالمطلب کی بیٹی! اللہ کی قسم! آپ جانتی ہیں کہ میں ایسا آدمی نہیں ہوں۔ اگر مجھ میں یہ ہمت ہوتی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتا۔

حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں جب حسّان نے یہ کہا تو میں نے وہاں سے ایک لکڑی پکڑی، قلعہ سے اتری اور اس کے، اس آدمی کے سر پر جو چکر لگا رہا تھا وہ لکڑی اتنے زور سے ماری کہ اس کا سر پھاڑ دیا جس سے وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ میں واپس آ گئی اور حسان کو کہا کہ نیچے اتر کر اس کا سامان وغیرہ تو لے آؤ یعنی جو کچھ اس کے پاس ہے وہ بطور غنیمت کے تم لے آؤ۔ حسّان نے کہا اے عبدالمطلب کی بیٹی! مجھے اس کے سامان کی کوئی ضرورت نہیں۔ تو مَیں نے کہا اس کا سر کاٹ کر یہود پر ہی پھینک دو تا کہ وہ ڈر جائیں اور پھر ادھر کا رخ نہ کریں۔ حضرت حسانؓ کہنے لگے کہ مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے تو صفیہ نے اس کا سر کاٹ کر یہود کی طرف پھینک دیا۔ (پھر خود گئیں، سر کاٹا اس آدمی کا اور دیوار کے پار پھینک دیا۔) اس پر یہود خوفزدہ ہو گئے اور کہنے لگے ہم جانتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو تنہا نہیں چھوڑ سکتے یقیناً ان کے ساتھ یہاں محافظ موجود ہیں اور وہ لوگ وہاں سے بھاگ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی تو آپ نے غنیمت میں سے حضرت صفیہؓ کے لیے حصہ مقرر کیا جیسے مردوں کے لیے حصہ مقرر کیا جاتا ہے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد4 صفحہ372-371 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سیرت خاتم النبیینؐ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ ”شہر میں مستورات اور بچوں کا یہ حال تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عموماً شہر کے ایک خاص حصہ میں جو ایک گونہ قلعہ کا رنگ رکھتا تھا جمع کروا دیا۔ مگر ان کی خاطر خواہ حفاظت کے لیے کافی مسلمان فارغ نہیں کیے جا سکتے تھے اور خصوصاً ایسے اوقات میں جبکہ میدانِ جنگ میں دشمن کے حملوں کا زیادہ زور ہوتا تھا مسلمان خواتین اور بچے قریباً بالکل غیر محفوظ حالت میں رہ جاتے تھے اور ان کی حفاظت کے لیے صرف ایسے مرد رہ جاتے تھے جو کسی وجہ سے میدان جنگ کے قابل نہ ہوں۔ چنانچہ کسی ایسے ہی موقعہ سے فائدہ اٹھا کر یہودیوں نے شہر کے اس حصہ پر حملہ آور ہو جانے کی تجویز کی جس میں مستورات اور بچے جمع تھے اور جاسوسی کی غرض سے انہوں نے اپنا ایک آدمی اپنے آگے آگے اس محلہ میں بھیجا۔ اس وقت اتفاق سے عورتوں کے قریب صرف ایک صحابی حسان بن ثابت شاعر موجود تھے جو دل کی غیر معمولی کمزوری کی وجہ سے میدانِ جنگ میں جانے کے قابل نہیں تھے۔ عورتوں نے جب اس دشمن یہودی کو ایسے مشتبہ حالات میں اپنے جائے قیام کے

آس پاس چکر لگاتے دیکھا تو صفیہ بنت عبد المطلب نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں، حسان سے کہا کہ یہ شخص معاند یہودی ہے اور یہاں جاسوسی اور شرارت کے لیے چکر لگا رہا ہے۔ اسے قتل کر دو تا کہ واپس جا کر وہ کسی فتنہ کا موجب نہ بنے۔ مگر حسان کو اس کی ہمت نہ ہوئی جس پر حضرت صفیہ نے خود آگے نکل کر اس یہودی کا مقابلہ کیا اور اسے مار کر گرا دیا اور پھر انہی کی تجویز سے یہ قرار پایا کہ اس یہودی جاسوس کا سر کاٹ کر قلعہ کی اس سمت میں گرا دیا جاوے جہاں یہودی جمع تھے تا کہ یہودیوں کو مسلمان عورتوں پر حملہ آور ہونے کی ہمت نہ پڑے اور وہ یہ سمجھیں کہ ان کی حفاظت کے لیے اس جگہ کافی مرد موجود ہیں۔ چنانچہ یہ تدبیر کارگر ہوئی اور اس موقعہ پر یہودی لوگ مرعوب ہو کر واپس چلے گئے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 591-590)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کو بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

"بنو قریظہ اس بات کی تاک میں تھے کہ کوئی موقع مل جائے تو بغیر مسلمانوں کے شبہات کو ابھارنے کے وہ مدینہ کے اندر گھس کر عورتوں اور بچوں کو قتل کر دیں۔ چنانچہ ایک دن بنو قریظہ نے ایک جاسوس بھیجا تا کہ وہ معلوم کرے کہ عورتیں اور بچے اکیلے ہی ہیں یا کافی تعداد سپاہیوں کی ان کی حفاظت کے لیے مقرر ہے۔ جس خاص احاطہ میں وہ خاص خاص خاندان جن کو دشمن سے زیادہ خطرہ تھا جمع کر دیئے گئے تھے اس کے پاس اس جاسوس نے آ کر منڈلانہ اور چاروں طرف دیکھنا شروع کیا کہ مسلمان سپاہی کہیں اِرد گرد میں پوشیدہ تو نہیں ہیں۔ وہ ابھی اسی ٹوہ میں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہؓ نے اسے دیکھ لیا۔ اتفاقاً اس وقت صرف ایک ہی مسلمان مرد وہاں موجود تھا اور وہ بھی بیمار تھا۔ حضرت صفیہؓ نے اسے کہا کہ یہ آدمی دیر سے عورتوں کے علاقہ میں پھر رہا ہے اور جانے کا نام نہیں لیتا اور چاروں طرف دیکھتا پھرتا ہے۔ پس یہ یقیناً جاسوس ہے تم اس کا مقابلہ کرو ایسا نہ ہو کہ دشمن پورے حالات معلوم کر کے اِدھر حملہ کر دے۔ اس بیمار صحابی نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ تب حضرت صفیہؓ نے خود ایک بڑا بانس لے کر اس شخص کا مقابلہ کیا اور دوسری عورتوں کی مدد سے اس کو مارنے میں کامیاب ہو گئیں۔ آخر تحقیقات سے معلوم ہوا کہ وہ یہودی تھا اور بنو قریظہ کا جاسوس تھا۔ تب تو مسلمان اَور بھی زیادہ گھبرا گئے اور سمجھے کہ اب مدینہ کی یہ طرف بھی محفوظ نہیں۔ مگر سامنے کی طرف سے دشمن کا اتنا زور تھا کہ اب وہ اس طرف کی حفاظت کا کوئی سامان نہیں کر سکتے تھے لیکن باوجود اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی حفاظت کو مقدم سمجھا اور ... بارہ سو سپاہیوں میں سے پانچ سو کو عورتوں کی حفاظت کے لیے شہر میں مقرر کر دیا اور خندق کی حفاظت اور اٹھارہ بیس ہزار لشکر کے مقابلہ کے لیے صرف سات سو سپاہی رہ گئے۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 275-274)

حضرت علیؓ کا عمرو بن عَبْدِ وُدّ عامری کو قتل کرنے کا واقعہ بھی ملتا ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ کفار کے لشکر نے جب مدینہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو ان کے رؤساء نے اس امر پر اتفاق کیا کہ مل کر حملہ کیا جائے۔ وہ خندق میں کوئی ایسی تنگ جگہ تلاش کرنے لگے جہاں سے وہ اپنے گھڑ سوار نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب تک پہنچا دیں۔ آخر وہ لوگ ایسے تنگ مقام پر پہنچے جس سے مسلمان غافل تھے تو عکرمہ بن ابو جہل،

نَوفل بن عبد اللہ اور ضِرار بن خطاب اور ھُبَیْرَہ بن ابووہب اور عمرو بن عَبدِ وُدّ نے اس جگہ سے خندق کو پار کر لیا۔ عمرو بن عَبدِ وُدّ ایسا بہادر تھا کہ عرب میں ایک ہزار مردوں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ یہ جنگِ بدر میں زخمی ہوا تھا اور انہی زخموں کی وجہ سے وہ جنگِ احد میں شامل نہیں ہو سکا تھا اور اس نے یہ قسم کھائی تھی کہ اپنے سر پر تیل نہیں لگائے گا جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل نہ کر لے۔ اس نے بڑے متکبرانہ انداز سے آواز لگائی۔ خندق کراس (cross) کر کے وہاں آ کے اس نے نعرہ لگایا، اونچی آواز لگائی، مسلمانوں کو للکارا کہ اے جنت کی خواہش کرنے والو آؤ! کہ مَیں تمہیں جنت میں پہنچا دوں یا تم مجھے جہنم میں بھیج دو۔ جب اس کے مقابل پر کوئی نہ کھڑا ہوا تو حضرت علیؓ نے اٹھنا چاہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر انہیں بٹھا دیا کہ علی، مقابل پر عمرو بن عبد وُدّ ہے لیکن جب اس نے دوسری یا تیسری بار آواز دی تو حضرت علیؓ اٹھے۔ پھر آپؐ نے نہیں روکا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا عمامہ ان کے سر پر باندھا اور اپنی تلوار عنایت فرمائی اور دعا دیتے ہوئے مقابلے پر بھیج دیا۔

حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر عمرو سے کہا۔ میں نے سنا ہے کہ تم نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ اگر قریش میں سے کوئی شخص تم سے دو باتوں کی درخواست کرے گا تو تم ان میں سے ایک بات ضرور مان لو گے۔ عمرو نے کہا ہاں۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ پھر میں پہلی بات تم سے یہ کہتا ہوں کہ مسلمان ہو جاؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مان کر خدائی انعامات کے وارث بنو۔ عمرو نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ اگر یہ بات منظور نہیں ہے تو پھر آؤ میرے ساتھ لڑنے کو تیار ہو جاؤ۔ اس پر عمرو ہنسنے لگا اور کہنے لگا کہ مَیں نہیں سمجھتا تھا کہ کوئی شخص مجھ سے یہ الفاظ کہہ سکتا ہے۔ پھر اس نے حضرت علیؓ کا نام و نسب پوچھا اور ان کے بتانے پر کہنے لگا کہ تمہارا باپ میرا دوست تھا۔ اس لیے تم چلے جاؤ کسی بڑے کو بھیجو۔ حضرت علیؓ کو اس نے کہا کہ بھتیجے تم ابھی بچے ہو میں تمہارا خون نہیں گرانا چاہتا۔ اپنے بڑوں میں سے کسی کو بھیجو۔ حضرت علیؓ نے کہا تم میرا خون نہیں گرانا چاہتے مگر مجھے تمہارا خون گرانے میں تامل نہیں ہے۔ اس پر عمرو جوش میں اندھا ہو کر اپنے گھوڑے سے کود پڑا اور اس کی کونچیں کاٹ کر اسے نیچے گرا دیا۔ گھوڑے کو مار دیا اور مقابلے پہ نیچے آ گیا اور پھر ایک آگ کے شعلے کی طرح دیوانہ وار حضرت علیؓ کی طرف بڑھا اور اس زور سے حضرت علیؓ پر تلوار چلائی کہ وہ ان کی ڈھال کو قلم کرتی ہوئی ان کی پیشانی پر لگی اور انہیں کسی قدر زخمی کیا مگر ساتھ ہی حضرت علیؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے ایسا وار کیا کہ وہ دشمن اپنے آپ کو بچاتا رہ گیا اور حضرت علیؓ کی تلوار اسے شانے پر سے کاٹتی ہوئی نیچے اتر گئی اور عمرو تڑپتا ہوا گرا اور جان دے دی۔

بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ دو باتوں کی بجائے انہیں یہ کہا تھا کہ تین باتوں میں سے ایک ضرور مان لیتے ہو اور پہلی بات یہ تھی کہ تم واپس چلے جاؤ۔ جب حضرت علیؓ نے اس کو فرمایا تھا تو ان میں یہ بات بھی تھی کہ واپس چلے جاؤ۔ جس پر اس نے کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ تھا کہ مسلمان ہو جاؤ اور تیسرا تھا کہ اچھا پھر مقابلے کو آ جاؤ۔ عمرو کے قتل ہونے پر اس کے باقی ساتھی دہشت زدہ ہو کر اپنے گھوڑوں پر بھاگ گئے۔

حضرت زبیرؓ نے ان کا پیچھا کیا اور نوفل بن عبد اللہ کو مار گرایا۔ اس طرح ان میں سے ایک اور ھُبَیرہ بن ابو وہب، یہ حضرت علیؓ کی بہن ام ہانی کا شوہر تھا پر تلوار سے ایسا وار کیا کہ گھوڑے کی ہنسلی کی ہڈی کٹ گئی۔

ایک دوسری روایت کے مطابق عمرو کی ہلاکت کے بعد ھُبَیرہ اور ضِرار بن خطاب نے حضرت علیؓ پر حملہ کر دیا لیکن جوابی حملے پر یہ دونوں بھاگ گئے بلکہ ھُبَیرہ تو اپنی زرہ چھوڑ کر بھاگا حالانکہ ھُبَیرہ قریش کا بہترین گھڑ سوار سمجھا جاتا تھا۔ ایک روایت کے مطابق ضِرار بن خطاب جو کہ حضرت عمر کا بھائی تھا۔ (سیرت حلبیہ میں ضرار بن خطاب کو حضرت عمر بن خطاب کا بھائی لکھا گیا ہے لیکن مصنف کو سہو ہوا ہے۔ یہ ان کا بھائی نہیں تھا۔) یہ جب بھاگا تو حضرت عمرؓ نے اس کا تعاقب کیا۔ ضِرار اچانک رکا اور حضرت عمرؓ پر نیزے سے حملہ کرنے کو تھا کہ رک گیا اور حملہ نہیں کیا۔

بس حضرت عمرؓ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ کہا کہ عمر! میرا یہ احسان یاد رکھنا کہ مَیں نے تم پر حملہ نہیں کیا۔ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بھی اس احسان کو کیا یاد رکھا ہو گا۔ ضِرار کا کیا احسان تھا ہاں اللہ تعالیٰ کا یہ احسان اس پر ہوا اور شاید حضرت عمر کی یہ دعا ہی تھی جو اس کو لگی کہ آخر فتح مکہ کے موقع پر یہی ضِرار اسلام لے آئے اور پھر اسلامی جنگوں میں بھرپور شرکت کی اور خوب بہادری کے جوہر دکھائے اور جنگِ یمامہ میں شہادت پائی۔

بعض کے نزدیک شہادت نہیں پائی بلکہ دیر تک زندہ رہے اور اسلام پر وفات ہوئی۔ عمرو بن عَبدِ وُدّ کے قتل ہونے کے بعد کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ وہ اس کی لاش دس ہزار درہم کے بدلے میں خرید لیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے لے جاؤ ہم مُردوں کی قیمت نہیں کھاتے۔ بعض روایات کے مطابق نوفل بن عبداللہ الگ ایک موقع پر مارا گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک روز وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر دوڑا تا کہ خندق کو پھلانگ جائے مگر گھوڑا خندق کو پار نہ کر سکا اور سوار سمیت خندق میں گر گیا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا کیونکہ خندق میں گر کر اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 589-588) (البدایہ والنہایہ جلد 2 جزء 4 صفحہ 116 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (سبل الہدیٰ جلد 4 صفحہ 378-377 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (سیرت الحلبیہ جلد 3 صفحہ 20 دار المعرفہ بیروت) (طبقات الکبریٰ جزء 2 صفحہ 52 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (غزوہ احزاب از باشمیل صفحہ 225 نفیس اکیڈمی کراچی) (الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 03 صفحہ 392 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1995ء) (السیرۃ النبویۃ لابي الحسن الندوي (جزء اول صفحہ 353) از مکتبۃ الشاملۃ)

مشرکین نے اس کی لاش لینے کے لیے اپنا وفد بھیجا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیت کی پیشکش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں اس کی دیت کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور ہم تمہیں اس کو دفن کرنے سے نہیں روکتے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 380 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نوفل کے قتل کے واقعہ کو بھی اس طرح بیان فرمایا ہے آپؓ بیان فرماتے ہیں کہ:

”دشمن جو خندق پر حملہ کر رہا تھا بعض وقت وہ اس کے پھاندنے میں کامیاب بھی ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دن کفار کے بعض بڑے بڑے جرنیل خندق پھاند کر دوسری طرف آنے میں کامیاب ہو گئے لیکن مسلمانوں

نے ایسا جان توڑ حملہ کیا کہ سوائے واپس جانے کے ان کے لیے کوئی چارہ نہ رہا۔ چنانچہ اسی وقت خندق پھاندتے ہوئے کفار کا ایک بہت بڑا رئیس نوفل نامی مارا گیا۔ یہ اتنا بڑا رئیس تھا کہ کفار نے یہ خیال کیا کہ اگر اس کی لاش کی ہتک ہوئی تو عرب میں ہمارے لیے منہ دکھانے کی کوئی جگہ نہیں رہے گی۔

چنانچہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر آپ اِس کی لاش واپس کر دیں تو وہ دس ہزار درہم آپ کو دینے کے لیے تیار ہیں۔ ان لوگوں کا تو خیال یہ تھا کہ شاید جس طرح ہم نے مسلمان رؤساء بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے ناک اور کان احد کی جنگ میں کاٹ دیئے تھے اِسی طرح شاید آج مسلمان ہمارے اس رئیس کے ناک، کان کاٹ کر ہماری قوم کی بے عزتی کریں گے۔ مگر اسلام کے احکام تو بالکل اور قسم کے ہیں۔ اسلام لاشوں کی بے حرمتی کی اجازت نہیں دیتا۔ چنانچہ کفار کا پیغام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا۔ اِس لاش کو ہم نے کیا کرنا ہے۔ یہ لاش ہمارے کس کام کی ہے کہ اس کے بدلہ ہم تم سے کوئی قیمت لیں۔ اپنی لاش" جو اس آدمی کی ہے "بڑے شوق سے اٹھا کر لے جاؤ۔ ہمیں اس سے کوئی واسطہ نہیں۔" (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 278-277)

تو بہر حال اس کی مزید تفصیلات بھی آگے چلیں گی۔ انشاء اللہ۔

اس ہفتے آج سے لجنہ اور انصار کے اجتماع بھی شروع ہو رہے ہیں۔ خدام کو جس طرح میں نے کہا تھا، ان دونوں کو بھی لجنہ کو بھی، انصار کو بھی یہی کہتا ہوں کہ ان دنوں میں خاص طور پر دعاؤں میں بہت وقت گزاریں۔ درود پڑھنے کی طرف توجہ رکھیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق دے اور اجتماع کے مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کریں نہ یہ کہ صرف تفریحی پروگراموں میں یا باتوں میں وقت گزاریں۔ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے یہ بابرکت فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 18/ اکتوبر 2024ء جلد 31 شمارہ 249 صفحہ 02 تا 06)

40

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 04/ اکتوبر 2024ء بمطابق 04/ اخاء 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

خطبات میں آجکل جنگِ احزاب کا ذکر ہو رہا ہے۔

جنگِ احزاب کی مزید تفصیل یوں بیان ہوئی ہے کہ جب مشرکین کو خندق عبور کرنے کے باوجود کوئی کامیابی نصیب نہ ہوئی بلکہ سخت ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا تو انہوں نے اتحاد کیا کہ وہ سب صبح کو حملہ کریں گے کوئی پیچھے نہیں رہے گا۔ ساری رات وہ تیاری کرتے رہے اور سورج کے طلوع ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خندق پر آ گئے۔ مشرکین نے ہر طرف سے خندق کو گھیر لیا اور ایک لشکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کی طرف متوجہ کیا۔ اس میں خالد بن ولید تھے۔ خندق کو بار بار عبور کرنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ سخت تیر اندازی کا مقابلہ ہوا۔ کفار مسلمانوں کی طرف سے کسی بھی غفلت کے منتظر رہے کہ کہیں موقع ملے تو وہ خندق عبور کریں اور یہ حملے اور کوششیں وقفے وقفے سے ہوتی رہیں۔ اسی موقع پر وحشی بن حرب نے طفیل بن نعمانؓ کو اور بعض نے کہا ہے طفیل بن مالک بن نعمان انصاریؓ کو اپنا چھوٹا نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ حضرت سعد بن معاذؓ کو بھی ایک تیر لگا جس سے وہ زخمی ہوئے اور اسی زخم کی وجہ سے کچھ دنوں کے بعد ان کی شہادت ہوئی۔ (سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 4 صفحہ 380 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 7 صفحہ 345 مطبوعہ دار السلام)

جنگ احزاب میں نمازیں جمع کرنا

اور یہی وہ دن تھا کہ جس روز مسلمانوں کے لیے نماز بھی اپنے وقت پر پڑھنا مشکل ہو گیا۔ اس دن کی مسلسل مصروفیت اور بار بار کے حملوں کی وجہ سے جو واقعات بیان ہوئے، معلوم ہوتا ہے کہ بعد کے راوی ان باتوں کو صحیح طرح محفوظ نہیں رکھ سکے اور کچھ عرصہ بعد مضمون یہ بن گیا کہ اس دن مسلمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سمیت نہ ظہر کی نماز ادا کر سکے اور نہ عصر کی نماز ادا کر سکے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ اور یہ نمازیں سورج غروب ہونے کے بعد ادا کی گئیں۔ عموماً ایک قصہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔

بعض مؤرخین نے تو یہاں تک مبالغہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ڈوبے ہوئے سورج کو واپس بھیجا تا کہ مسلمان ظہر اور عصر کی نماز ادا کر سکیں جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دن بہت سخت دن تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام مسلمان مسلسل حملوں کی زد میں تھے لیکن ایسا بھی نہیں کہ یہ سب اور بالخصوص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بھی نماز نہ پڑھ سکے ہوں۔ سخت دن تو تھے لیکن اتنا نہیں تھا کہ نمازیں بالکل نہ پڑھ سکے ہوں۔ اس دن بھی نمازیں

تو ادا کرتے رہے لیکن ایک مسلسل خوف اور پریشانی کے عالم میں یہ نمازیں ادا ہوئیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ عصر کے وقت حملوں میں اتنی شدت آئی کہ عصر کی نماز ادا کرنے میں مشکل پیش آئی ہو گی اور وہ تنگ وقت میں پڑھی گئی ہو گی۔

سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ”اس دن مسلمانوں کی ساری نمازیں وقت پر ادا نہیں ہو سکیں۔ یہ درست نہیں ہے۔“ یہ کہا جاتا ہے کہ نمازیں ادا نہیں ہو سکیں۔ یہ درست نہیں ہے ”بلکہ جیسا کہ صحیح روایات سے ثابت ہوتا ہے بات صرف یہ ہوئی تھی کہ چونکہ اس وقت تک صلوٰۃِ خوف شروع نہیں ہوئی تھی اس لیے بوجہ مسلسل خطرے اور مصروفیت کے صرف ایک نماز یعنی عصر بے وقت ہو گئی تھی جو مغرب کے ساتھ ملا کر پڑھی گئی۔ اور بعض روایات کی رو سے صرف ظہر و عصر کی نماز بے وقت ادا ہوئی تھی۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 588)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کو بیان فرمایا ہے۔ لکھا ہے کہ ”ایک دن حملہ اتنا شدید ہو گیا کہ مسلمانوں کی بعض نمازیں وقت پر ادا نہ ہو سکیں جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا صدمہ ہوا کہ آپ نے فرمایا: خدا کفار کو سزا دے انہوں نے ہماری نمازیں ضائع کیں... اس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پر ایک بہت بڑی روشنی پڑتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ترین چیز آپ کے لیے خدا تعالیٰ کی عبادت تھی جبکہ دشمن چاروں طرف سے مدینہ کو گھیرے ہوئے تھا۔ جبکہ مدینہ کے مرد تو الگ رہے ان عورتوں اور بچوں کی جانیں بھی خطرہ میں تھیں۔ جب ہر وقت مدینہ کے لوگوں کا دل دھڑک رہا تھا کہ دشمن کسی طرف سے مدینہ کے اندر داخل نہ ہو جائے اس وقت بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہی تھی کہ خدا تعالیٰ کی عبادت اپنے وقت پر عمدگی کے ساتھ ادا ہو جائے۔“ یعنی انتہائی خوف کی حالت میں بھی آپ کی خواہش تھی تو صرف یہ کہ عبادت نہ کہیں ضائع ہو جائے۔ ”مسلمانوں کی عبادت یہودیوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں کی طرح ہفتہ میں کسی ایک دن نہیں ہوا کرتی بلکہ مسلمانوں کی عبادت دن رات میں پانچ دفعہ ہوتی ہے۔ ایسے خطرناک وقت میں تو دن میں ایک دفعہ بھی نماز ادا کرنا انسان کے لئے مشکل ہے چہ جائیکہ پانچ وقت اور پھر عمدگی کے ساتھ باجماعت نماز ادا کی جائے۔ مگر ان خطرناک ایام میں بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پانچوں نمازیں اپنے وقت پر ادا کرتے تھے اور اگر ایک دن دشمن کے شدید حملہ کی وجہ سے آپ اپنے ربّ کا نام اطمینان اور آرام سے اپنے وقت پر نہ لے سکے تو آپ کو شدید تکلیف پہنچی۔“ (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 274-273)

اس زمانے کے حکم و عدل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان تمام روایات کو جن میں ان نمازوں کو رات کے وقت ادا کرنے کا ذکر ہے ضعیف قرار دیتے ہوئے صرف ایک روایت کو درست قرار دیا ہے جس میں عصر کی نماز معمول سے تنگ وقت میں پڑھنے کا ذکر ہے۔

چنانچہ جنگ خندق میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نمازیں قضا کرنے پر ایک پادری کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”باقی رہا یہ کہ خندق کھودنے کے وقت

چار نمازیں جمع کی گئیں اس احمقانہ وسوسہ کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دین میں حرج نہیں ہے یعنی ایسی سختی نہیں جو انسان کی تباہی کا موجب ہو۔ اس لیے اس نے ضرورتوں کے وقت اور بلاؤں کی حالت میں نمازوں کے جمع کرنے اور قصر کرنے کا حکم دیا ہے مگر اس مقام میں ہماری کسی معتبر حدیث میں چار جمع کرنے کا ذکر نہیں۔'' یہ تو ٹھیک ہے کہ ہو سکتی ہیں لیکن کہیں کسی معتبر حدیث میں ذکر نہیں ہے کہ چار نمازیں جمع ہوئی ہوں ''بلکہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ واقعہ صرف یہ ہوا تھا کہ ایک نماز یعنی صلوٰۃ العصر معمول سے تنگ وقت میں ادا کی گئی۔''

آپؑ فرماتے ہیں کہ ''اگر آپ اس وقت ہمارے سامنے ہوتے تو ہم آپ کو ذرہ بٹھا کر پوچھتے'' کہ آپ نے کہاں سے لے لی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ مخالف کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں تم میرے سامنے ہوتے تو میں تمہیں پوچھتا کہ کس طرح کہاں سے تم نے یہ روایت لے لی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں ''کہ کیا یہ متفق علیہ روایت ہے کہ چار نمازیں فوت ہو گئی تھیں۔ چار نمازیں تو خود شرع کی رو سے جمع ہو سکتی ہیں یعنی ظہر اور عصر۔ اور مغرب اور عشاء۔ ہاں ایک روایت ضعیف میں ہے کہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء اکٹھی کر کے پڑھی گئی تھیں لیکن دوسری صحیح حدیثیں اس کو ردّ کرتی ہیں اور صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ عصر تنگ وقت میں پڑھی گئی تھی۔'' (نور القرآن نمبر 2، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 390)

بہرحال یہ واضح ہے کہ تمام دن کی نمازیں جمع نہیں کی گئیں بلکہ تنگ وقت میں عصر پڑھی گئی تھی، تھوڑا وقت تھا اس کا اور اس کا افسوس بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا کہ صحیح طریق پر آرام سے نماز ادا نہیں کی گئی۔

جنگِ احزاب کی تفصیل میں مزید لکھا ہے کہ جنگِ خندق مسلمانوں کے لیے اعصاب شکن جنگ تھی۔ جنگی خوف کے علاوہ بھوک اور موسم کی شدت بھی عروج پر تھی۔ کئی کئی وقت کے فاقے کرنے پڑ رہے تھے۔ اس دوران ایک غیبی مدد یوں ہوئی کہ مسلمانوں کا ایک مسلح دستہ جو کہ اپنے ایک عزیز کی تدفین کے لیے جا رہا تھا اس کو بیس اونٹ غلہ سے لدے ہوئے ملے جو کہ بنو قریظہ کی طرف سے سامانِ رسد کے طور پر قریش مکہ کی طرف جا رہے تھے۔ یہ راشن حُیَی بن اَخطب کی سفارش اور خصوصی کوشش سے بھیجے جا رہے تھے۔ ایک چھوٹی سی جھڑپ کے بعد یہ سارے اونٹ انہوں نے اپنے قبضہ میں کر لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ اہلِ خندق نے اس میں سے کھایا اور ان اونٹوں میں سے کچھ اونٹ ذبح کیے اور کچھ باقی رہ گئے جو مسلمان جنگ کے اختتام پر مدینہ لے گئے۔ قریشی سپہ سالار ابوسفیان کو جب یہ خبر ملی تو اس نے کہا حیی کتنا منحوس ثابت ہوا۔ اب جب ہم واپس جائیں گے تو اپنا سامان لادنے کے لیے کوئی جانور بھی ہمارے پاس نہیں۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 382 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

جنگ کی حالت میں یہ جائز تھا۔ جس طرح انہوں نے گھیرا ہوا تھا۔ اس میں اگر انہوں نے ان کے راشن پر قبضہ کیا تو بالکل جائز بات تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احزاب کے خلاف بددعا کرنے کا بھی ذکر یوں ملتا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بروز پیر، منگل اور بدھ ظہر اور عصر کے درمیان

تشریف لائے اور اپنے اوپر کی چادر رکھ دی اور کھڑے ہو کر ہاتھ بلند کیے۔ احزاب پر بد دعا کی۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے میں خوشی پہچان لی۔

عبد اللہ بن ابی بن اوفیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب پر بد دعا کی۔ ابو نُعیم نے اضافہ کیا ہے۔ یہ زائد بات اس میں بتائی ہے کہ آپؐ نے انتظار کیا جب سورج کا زوال ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو! تم دشمن سے مڈھ بھیڑ کی تمنا نہ کرو اور تم اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو اور اگر تمہاری دشمن سے مڈھ بھیڑ ہو جائے تو پھر صبر کرو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سایوں کے نیچے ہے۔

پھر فرمایا: اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتٰبِ سَرِیْعَ الْحِسَابِ اِھْزِمِ الْاَحْزَابَ، اَللّٰھُمَّ اھْزِمْھُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْھِمْ۔ اے اللہ! کتاب نازل کرنے والے!! جلد حساب لینے والے!!! تُو لشکروں کو شکست دے دے۔ اے اللہ! ان کو شکست دے دے اور ان کے خلاف ہماری مدد کر۔

ایک روایت میں یہ دعا بھی مذکور ہے کہ اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَنْشُدُکَ عَھْدَکَ وَوَعْدَکَ، اَللّٰھُمَّ إِنْ تَشَأْ لَا تُعْبَدْ۔ اے اللہ! میں تجھے تیرے عہد اور وعدے کا واسطہ دیتا ہوں اے اللہ! اگر تُو چاہے تو تیری یہ عبادت نہ کی جائے۔

ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کلیجے منہ کو آ گئے ہیں۔ بہت بری حالت ہو گئی ہے۔ کیا ہمارے کہنے کے لیے کچھ کلمات ہیں یا ایسی دعا سکھائیں کہ ہم کوئی دعا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ تم کہو اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَآمِنْ رَوْعَاتِنَا۔ اے اللہ! ہمارے عیب ڈھانپ دے اور ہمارے خوف دور فرما دے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بیان فرمایا ہے کہ ”بعض مسلمان گھبرا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! حالات نہایت خطرناک ہو گئے ہیں۔ اب بظاہر مدینہ کے بچنے کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔ آپ اِس وقت خدا تعالیٰ سے خاص طور پر دعا کریں اور ہمیں بھی کوئی دعا سکھلائیں جس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کا فضل ہم پر نازل ہو۔ آپؐ نے فرمایا تم لوگ گھبراؤ نہیں۔ تم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرو کہ تمہاری کمزوریوں پر وہ پردہ ڈالے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کرے اور گھبراہٹ کو دور فرمائے اور پھر آپ نے خود بھی اس طرح دعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتٰبِ سَرِیْعَ الْحِسَابِ اِھْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰھُمَّ اھْزِمْھُمْ وَزَلْزِلْھُمْ۔ اور اسی طرح یہ دعا فرمائی۔ یَا صَرِیْخَ الْمَکْرُوْبِیْنَ یَامُجِیْبَ الْمُضْطَرِّیْنَ اکْشِفْ ھَمِّیْ وَ غَمِّیْ وَکَرْبِیْ فَاِنَّکَ تَرٰی مَا نَزَلَ بِیْ وَ بِاَصْحَابِیْ۔

اے اللہ! جس نے قرآن کریم مجھ پر نازل کیا ہے، جو بہت جلدی اپنے بندوں سے حساب لے سکتا ہے یہ گروہ جو جمع ہو کر آئے ہیں اِن کو شکست دے۔ اے اللہ! میں پھر عرض کرتا ہوں کہ تُو انہیں شکست دے اور ہمیں اِن پر غلبہ دے اور ان کے ارادوں کو متزلزل کر دے۔ اے دردمندوں کی دعا سننے والے! اے گھبراہٹ میں مبتلا لوگوں کی پکار کا جواب دینے والے!“

اس دعا کا ترجمہ یہ ہے کہ ”اے دردمندوں کی دعا سننے والے! اے گھبراہٹ میں مبتلا لوگوں کی پکار کا

جواب دینے والے! میرے غم اور میری فکر اور میری گھبراہٹ کو دور کر کیونکہ تو اِن مصائب کو جانتا ہے جو مجھے اور میرے ساتھیوں کو درپیش ہیں۔'' (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 275)

جنگ احزاب ایک غیبی مدد

تاریخ میں لکھا ہے کہ جنگ اسی طرح اپنے عروج کی طرف پہنچ چکی تھی اور قریشِ مکہ اور ان کے حلیف قبائل اب طویل محاصرے سے تنگ آ چکے تھے اور جلد سے جلد کوئی حتمی وار کر کے مسلمانوں کا خاتمہ کرنے کی جلدی میں تھے کیونکہ حربی نکتہ نظر سے جس طرح مسلمان چاروں طرف سے محصور تھے اور بنو قریظہ جیسے ان کے حلیف مدینہ کے اندر موجود تھے یہ تمام عوامل کفار کی امیدوں اور حوصلوں کو بڑھانے کے لیے کافی تھے اور اب یہ چاہتے تھے کہ ہم سب مل کر ایک ہی دفعہ ہلّہ بول دیں اور مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں۔ کفار کے سردار یہ حکمتِ عملی طے کر رہے تھے کہ تدبیر کند بندہ یعنی بندہ تدبیر کرتا ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی تدبیر کیا تھی تقدیر کند خندہ کہ تقدیر اس پر ہنستی ہے کہ دیکھو میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والی ہوں یعنی اس کی کوئی پیش نہیں جاتی۔ اور پھر تقدیر کند خندہ کے مطابق **اللہ تعالیٰ نے ایک غیبی مدد کا آغاز فرما دیا۔**

اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ ''ایک شخص نُعیم بن مسعود جو قبائل غَطَفان کی شاخ قبیلہ اَشْجَع سے تعلق رکھتا تھا جو اس جنگ میں مسلمانوں کے خلاف لڑ رہے تھے مدینہ میں پہنچ گیا۔ یہ شخص دل میں مسلمان ہو چکا تھا مگر ابھی تک کفار کو اس کے مسلمان ہونے کی اطلاع نہیں تھی۔ اس حالت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے کمال ہوشیاری سے ایسی تدبیر اختیار کی جس سے کفار میں پھوٹ پیدا ہو گئی۔

سب سے پہلے نعیم بن مسعود قبیلہ بنو قریظہ کے پاس گیا۔ اور چونکہ ان کے ساتھ اس کے پرانے تعلقات تھے وہ ان کے رؤساء سے مل کر کہنے لگا کہ میرے خیال میں تم نے یہ اچھا نہیں کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدعہدی کر کے قریش وغطفان کے ساتھ مل گئے ہو۔ قریش وغطفَان تو یہاں مدینہ میں صرف چند دن کے مہمان ہیں مگر تم لوگوں نے بہرحال یہاں رہنا ہے کیونکہ تمہارا یہ وطن ہے اور یہاں مسلمانوں کے ساتھ ہی تمہارا واسطہ پڑنا ہے اور تم یہ یاد رکھو کہ قریش وغیرہ یہاں سے جاتے ہوئے تمہارا کوئی خیال نہیں کریں گے اور تمہیں یونہی مسلمانوں کے رحم پر چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ پس تم کم از کم ایسا کرو کہ قریش وغطفان سے کہو کہ بطور یرغمال کے اپنے کچھ آدمی تمہارے حوالے کر دیں تا کہ تمہیں اطمینان رہے کہ تمہارے ساتھ کوئی غداری نہیں ہو گی۔ رؤساء بنو قریظہ کو نعیم کی یہ بات سمجھ آ گئی اور وہ اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ قریش سے یرغمالوں کا مطالبہ کریں تا کہ بعد میں انہیں کسی مصیبت کا سامنا نہ ہو۔ اس کے بعد نعیم بن مسعود قریش کے رؤساء کی طرف گیا اور جا کر کہنے لگا کہ بنو قریظہ خائف ہیں کہ کہیں تمہارے چلے جانے کے بعد انہیں کسی مصیبت کا سامنا نہ ہو۔ اس لئے وہ تمہارے اس اتحاد میں متزلزل ہو رہے ہیں اور یہ ارادہ کر رہے ہیں کہ بطور ضمانت کے تم سے چند یرغمالوں کا مطالبہ کریں۔ مگر تم ان کو ہرگز یرغمال نہ دینا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے غداری کر کے تمہارے یرغمال مسلمانوں کے حوالہ کر دیں وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح اس نے اپنے قبیلہ غطفان کے پاس جا کر اسی قسم کی باتیں کیں۔ اب خدا کی طرف سے اتفاق ایسا ہوا کہ قریش وغَطَفان پہلے سے ہی یہ

تجویز کر رہے تھے کہ مسلمانوں پر پھر ایک متحدہ حملہ کیا جاوے اور یہ حملہ شہر کے چاروں اطراف میں ایک ہی وقت میں کیا جاوے تا کہ مسلمان اپنی قلتِ تعداد کی وجہ سے اس کا مقابلہ نہ کر سکیں اور کسی نہ کسی جگہ سے ان کی" لائن ٹوٹ جائے اور "لائن ٹوٹ کر حملہ آوروں کو راستہ دے دے۔ اس ارادے کے ماتحت انہوں نے بنو قریظہ کو کہلا بھیجا کہ "محاصرہ لمبا ہو رہا ہے اور لوگ تنگ آ رہے ہیں۔ پس ہم نے یہ تجویز کی ہے کہ سب قبائل مل کر کل کے دن ایک متحدہ حملہ مسلمانوں پر کریں۔ اس لیے تم بھی کل کے حملہ کے واسطے تیار ہو جاؤ۔ بنو قریظہ نے جن کے ساتھ نعیم بن مسعود کی پہلے سے بات ہو چکی تھی یہ جواب دیا کہ کل تو ہمارا سبت کا دن ہے اس لیے ہم معذور ہیں اور ویسے بھی جب تک آپ لوگ اس ضمانت کے طور پر کہ آپ کی طرف سے بعد میں ہمارے ساتھ غداری نہیں ہو گی اپنے کچھ آدمی ہمارے حوالے نہ کر دیں ہم اس حملہ میں شامل نہیں ہو سکتے۔ جب قریش وغَطَفان کو بنو قریظہ کا یہ جواب گیا تو وہ حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ واقعی نُعیم نے سچ کہا ہے کہ بنو قریظہ ہماری غداری پر تلے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف جب بنو قریظہ کو قریش وغَطَفان کا یہ جواب گیا کہ ہم یرغمال نہیں دیتے۔ تم نے مدد کو آنا ہے تو ویسے آؤ تو بنو قریظہ نے کہا کہ واقعی نُعیم نے ہمیں ٹھیک مشورہ دیا تھا کہ قریش وغطفان کی نیت بخیر نہیں ہے اور اس طرح نعیم کی حسن تدبیر سے کفار کے کیمپ میں انشقاق واختلاف کی صورت پیدا ہو گئی۔" دونوں ایک دوسرے سے مشکوک ہو گئے۔

"**یہ وہ تدبیر ہے جو نُعیم نے اختیار** کی مگر نعیم کا یہ کمال ہے کہ اس نے ایسے نازک مشن کی ادائیگی میں بھی حتی الوسع کوئی ایسی بات اپنے منہ سے نہیں نکالی جو معین طور پر کذب بیانی کے نام سے موسوم کی جا سکے۔ باقی لطائف الحیل کے طور پر کوئی" حیلہ اختیار کیا کوئی "تدبیر اختیار کرنا یا کوئی ایسا داؤ چلنا جس سے انسان دشمن کے شر سے محفوظ ہو سکے سو یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے بلکہ جنگی فن کا ایک نہایت مفید حصہ ہے جس سے ظالم دشمن کو خائب وخاسر کرنے اور بے جا کشت وخون کے سلسلے کو روکنے میں بہت مدد لی جا سکتی ہے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 593-591)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ "کچھ دن بعد دونوں فریق نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک وقت مقررہ پر یہودیوں اور مشرکوں کے لشکر یکدم مسلمانوں پر حملہ کر دیں مگر اس وقت اللہ تعالیٰ کی تائید ایک عجیب طرح ظاہر ہوئی جس کی تفصیل یہ ہے کہ نُعیم نامی ایک شخص غَطَفان کے قبیلہ کا دل میں مسلمان تھا۔ یہ شخص بھی کفار کے ساتھ آیا ہوا تھا لیکن اس بات کی انتظار میں تھا کہ اگر مجھے کوئی موقع ملے تو میں مسلمانوں کی مدد کروں۔ اکیلا انسان کر ہی کیا سکتا ہے مگر جب اس نے دیکھا کہ یہود بھی کفار سے مل گئے ہیں اور اب بظاہر مسلمانوں کی حفاظت کا کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا تو اِن حالات سے وہ اتنا متاثر ہوا کہ اس نے فیصلہ کر لیا کہ بہر حال مجھے اس فتنہ کے دور کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے۔ چنانچہ جب یہ فیصلہ ہوا کہ دونوں فریق مل کر ایک دن حملہ کریں تو وہ بنو قریظہ کے پاس گیا اور ان کے رؤسا سے کہا کہ اگر عربوں کا لشکر بھاگ جائے تو بتاؤ مسلمان تمہارے ساتھ کیا کریں گے؟ تم مسلمانوں کے معاہد ہو اور معاہدہ کر کے اس کے توڑنے کے نتیجہ میں جو سزا تم کو ملے گی اس کا قیاس کر لو۔ ان کے دل کچھ ڈرے اور انہوں نے پوچھا پھر ہم کیا کریں؟ نُعیم نے کہا جب عرب مشترکہ حملہ کے لئے تم سے خواہش کریں تو تم مشرکین سے مطالبہ کرو کہ

اپنے ستر آدمی ہمارے پاس یرغمال کے طور پر بھیج دو۔ وہ ہمارے قلعوں کی حفاظت کریں گے اور ہم مدینہ کے پچھواڑے سے اس پر حملہ کر دیں گے۔" یعنی مسلمان پہ۔ "پھر وہ وہاں سے ہٹ کر مشرکین کے سرداروں کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ یہ یہود تو مدینہ کے رہنے والے ہیں اگر عین موقع پر یہ تم سے غداری کریں تو پھر کیا کرو گے؟ اگر یہ مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے اور اپنے جرم کو معاف کروانے کے لیے تم سے تمہارے آدمی بطور یرغمال مانگیں اور ان کو مسلمانوں کے حوالے کر دیں تو پھر تم کیا کرو گے؟ تمہیں چاہیے کہ ان کا امتحان لے لو کہ آیا وہ پکے رہتے ہیں یا نہیں اور جلد ہی ان کو اپنے ساتھ باقاعدہ حملہ کرنے کی دعوت دو۔ کفار کے سرداروں نے اس مشورہ کو صحیح سمجھتے ہوئے دوسرے دن یہود کو پیغام بھیجا کہ ہم ایک اجتماعی حملہ کرنا چاہتے ہیں تم بھی اپنی فوجوں سمیت کل حملہ کر دو۔ بنو قریظہ نے کہا کہ اوّل تو کل ہمارا سبت کا دن ہے" اور سبت کے دن ہم حملہ نہیں کرتے "اس لیے ہم اس دن لڑائی نہیں کر سکتے۔ دوسرے ہم مدینہ کے رہنے والے ہیں اور تم باہر کے۔ اگر تم لوگ لڑائی چھوڑ کر چلے جاؤ تو ہمارا کیا بنے گا۔ اس لئے آپ لوگ ہمیں ستر آدمی یرغمال کے طور پر دیں گے تب ہم لڑائی میں شامل ہوں گے۔ کفار کے دل میں چونکہ پہلے سے شبہ پیدا ہو چکا تھا انہوں نے ان کے اِس مطالبہ کو پورا کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر تمہارا ہمارے ساتھ اتحاد سچا تھا تو اس قسم کے مطالبہ کے کوئی معنی نہیں۔ اِس واقعہ سے اُدھر یہود کے دلوں میں شبہات پیدا ہونے لگے اِدھر کفار کے دلوں میں شبہات پیدا ہونے لگے اور جیسا کہ قاعدہ ہے جب شبہات دل میں پیدا ہو جاتے ہیں تو بہادری کی روح بھی ختم ہو جاتی ہے۔" (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 281-280)

تیز آندھی

پھر اللہ تعالیٰ کی تقدیر ایک رات مسلمانوں کے حق میں تیز آندھی کی صورت میں بھی ظاہر ہوئی جس کی وجہ سے احزاب کو یا مختلف قبائل کو، مشرکین کو، حملہ آوروں کو راہ فرار اختیار کرنی پڑی۔ اس کی تفصیل میں لکھا ہے اور ابن اسحاق نے اسے یوں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سخت سردی کی رات میں ایسے زور کی آندھی بھیجی جس نے کفار کی ہانڈیوں کو پلٹ دیا اور برتن پھینک دیے۔ بلاذری نے لکھا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کفار کے خلاف مسلمانوں کی آندھی کے ذریعہ مدد کی۔ یہ زرد آندھی تھی اس نے ان کی آنکھیں بھر دیں۔ ان میں کمزوری اور بزدلی داخل کر دی اور مشرکین پسپا ہو گئے اور اپنے پڑاؤ کی جگہ چلے گئے اور ہوا ان پر چلتی رہی اور ان کو فرشتوں نے ڈھانپ لیا۔ ان کی آنکھوں کو پھوڑ دیا تو وہ لوٹ گئے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 387-386 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس کی تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں بیان کی ہے کہ "ممکن ہے کہ نعیم بن مسعود کی اس امن پسند کوشش کا نتیجہ ضائع چلا جاتا اور ایک عارضی لغزش و تزلزل کے بعد کفار میں پھر اتحاد و ثبات کی روح پیدا ہو جاتی مگر خدا کی طرف سے ایسا اتفاق ہوا کہ ان واقعات کے بعد رات کو ایک نہایت سخت آندھی چلی جس نے کفار کے وسیع کیمپ میں جو ایک کھلی جگہ میں واقع تھا ایک خطرناک طوفان بے تمیزی برپا کر دیا۔ خیمے اکھڑ گئے۔ قناتوں کے پردے ٹوٹ ٹوٹ کر اڑ گئے۔ ہنڈیاں الٹ الٹ کر چولہوں میں گر گئیں اور ریت اور کنکر کی بارش نے لوگوں کے کانوں اور آنکھوں اور نتھنوں کو بھر دیا اور پھر سب سے بڑھ کر غضب یہ ہوا

کہ وہ قومی آگیں جو عرب کے قدیم دستور کے مطابق رات کے وقت نہایت التزام کے ساتھ روشن رکھی جاتی تھیں اِدھر اُدھر خس وخاشاک کی طرح اڑ کر بجھنے لگ گئیں۔'' ان کا ان آگوں پر بڑا اعتقاد تھا کہ یہ بجھنے نہ پائیں۔ ''ان مناظر نے کفار کے وہم پرست قلوب کو جو پہلے ہی محاصرہ کے تکلیف دہ طول اور اتحادیوں کی باہمی بے اعتمادی کے تلخ تجربے سے متزلزل ہو رہے تھے ایک ایسا دھکا لگایا کہ پھر وہ سنبھل نہ سکے اور صبح سے پہلے پہلے مدینہ کا افق لشکرِ کفار کے گرد وغبار سے صاف ہو گیا۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ جب اس آندھی کا زور ہوا تو ابوسفیان نے اپنے آس پاس کے قریشی رؤساء کو بلا کر کہا کہ ہماری مشکلات بہت بڑھ رہی ہیں اب یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ ہم واپس چلے جائیں اور مَیں تو بہر حال جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے آدمیوں کو واپسی کا حکم دیا اور پھر اپنے اونٹ پر سوار ہو گیا مگر گھبراہٹ کا یہ عالم تھا کہ اونٹ کے پاؤں تک کھولنے یاد نہ رہے اور سوار ہونے کے بعد اونٹ کے حرکت نہ کرنے سے یہ یاد آیا کہ اونٹ کے پاؤں ابھی تک نہیں کھولے گئے۔ اس وقت عکرمہ بن ابوجہل ابوسفیان کے پاس کھڑا تھا اس نے کسی قدر تلخی سے کہا کہ ابوسفیان! تم امیر العسکر ہو کر ''لشکر کو چھوڑ کر بھاگے جا رہے ہو اور تمہیں دوسروں کا خیال تک نہیں ہے۔ اس پر ابوسفیان شرمندہ ہوا اور اونٹ سے اتر کر کہنے لگا۔ لو مَیں ابھی نہیں جاتا مگر تم لوگ جلدی تیاری کرو اور جس قدر جلد ممکن ہو یہاں سے نکل چلو۔ چنانچہ لوگ جلد جلد تیاری میں لگ گئے اور ابوسفیان تھوڑی دیر کے بعد اپنے اونٹ پر سوار ہو کر واپس روانہ ہو گیا۔ اس وقت تک بنو غطفان اور دوسرے قبائل کو قریش کے اس فرار کا علم تک نہیں تھا مگر جب قریش کا کیمپ سرعت کے ساتھ خالی ہونا شروع ہوا تو دوسروں کو بھی اس کی اطلاع ہوئی جس پر انہوں نے بھی گھبرا کر کوچ کا اعلان کر دیا اور بنو قریظہ بھی اپنے قلعوں کے اندر چلے گئے اور بنو قریظہ کے ساتھ بنو نضیر کا رئیس حُیَی بن اخطب بھی ان کے قلعوں میں چلا آیا اور اس طرح صبح کی سفیدی نمودار ہونے سے پہلے پہلے سارا میدان خالی ہو گیا اور ایک فوری اور محیّر العقول تغیر کے طور پر مسلمان مفتوح ہوتے ہوتے فاتح بن گئے۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 594-593)

جنگ احزاب اور فتح

کہاں تو یہ حال تھا کہ خطرہ تھا کہ ان پہ کفار قبضہ نہ کر لیں۔ اب یہ حالت تھی کہ وہ فاتح ہو گئے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کی تفصیل لکھی ہے۔ فرمایا ہے کہ ''شکوک و شبہات کو ساتھ لیے ہوئے کفار کا لشکر رات کو آرام کرنے کے لیے اپنے خیموں میں گیا تو خدا تعالیٰ نے آسمانی نصرت کا ایک اَور راستہ کھول دیا۔ رات کو ایک سخت آندھی چلی جس نے قناتوں کے پردے توڑ دیے۔ چولہوں پر سے ہنڈیاں گرا دیں اور بعض قبائل کی آگیں بجھ گئیں۔ مشرکینِ عرب میں ایک رواج تھا کہ وہ ساری رات آگ جلائے رکھتے تھے اور اِس کو وہ نیک شگون سمجھتے تھے۔ جس کی آگ بجھ جاتی تھی وہ خیال کرتا تھا کہ آج کا دن میرے لئے منحوس ہے اور وہ اپنے خیمے اٹھا کر لڑائی کے میدان سے پیچھے ہٹ جاتا تھا۔ جن قبائل کی آگ بجھی انہوں نے اِس رواج کے مطابق اپنے خیمے اٹھائے اور پیچھے کو چل پڑے تا کہ ایک دن پیچھے انتظار کر کے پھر لشکر میں آشامل ہوں لیکن چونکہ دن کے جھگڑوں کی وجہ سے سردارانِ لشکر کے دل میں شبہات پیدا ہو رہے تھے۔ جو

قبائل پیچھے ہٹے ان کے اِرد گرد کے قبائل نے سمجھا کہ شاید یہود نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر شبخون مار دیا ہے اور ہمارے آس پاس کے قبائل بھاگے جا رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی جلدی جلدی اپنے ڈیرے سمیٹنے شروع کر دیئے اور میدان سے بھاگنا شروع کیا۔ ابوسفیان اپنے خیمہ میں آرام سے لیٹا تھا کہ اِس واقعہ کی خبر اسے بھی پہنچی۔ وہ گھبرا کے اپنے بندھے ہوئے اونٹ پر جا چڑھا اور اس کو ایڑیاں مارنی شروع کر دی۔ آخر اس کے دوستوں نے اس کو توجہ دلائی کہ وہ یہ کیا حماقت کر رہا ہے۔ اِس پر اس کے اونٹ کی رسیاں کھولی گئیں اور وہ بھی اپنے ساتھیوں سمیت میدان سے بھاگ گیا۔" (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 281)

کفار کی جب یہ حالت ہو گئی تو اس کا جائزہ لینے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ بن یمان کو مشرکین کی خبر لینے کے لیے بھیجا۔ اس کی تفصیل میں سیرت خاتم النبیینؐ میں لکھا ہے کہ "اسی رات جبکہ کفار اس طرح خود بخود میدان جنگ سے بھاگ رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارد گرد کے صحابہ کو مخاطب فرما کر آواز دی کہ تم میں سے کوئی ہے جو اس وقت جائے اور لشکرِ کفار کا حال معلوم کرے؟ لیکن صحابہ روایت کرتے ہیں کہ اس وقت سردی کی اس قدر شدت تھی اور پھر خوف اور تھکان اور بھوک کا یہ عالم تھا کہ ہم میں سے کوئی شخص اپنے اندر یہ طاقت نہیں پاتا تھا کہ جواب میں کچھ عرض کر سکے یا اپنی جگہ سے حرکت کرے۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نام لے کر حذیفہ بن یمانؓ کو بلایا۔ جس پر وہ سردی سے ٹھٹھرتے ہوئے اٹھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔ آپؐ نے کمال شفقت سے ان کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی اور فرمایا تم بالکل ڈرو نہیں اور اطمینان رکھو۔ انشاء اللہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ بس تم چپکے چپکے کفار کے کیمپ میں چلے جاؤ اور کسی سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کرو اور نہ اپنے آپ کو ظاہر ہونے دو۔

حذیفہ کہتے ہیں کہ جب میں روانہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرے بدن میں سردی کا نام ونشان تک نہیں تھا۔" کہاں تو یہ حالت تھی کہ سردی سے بالکل ٹھٹھر رہے تھے۔ کہتے ہیں سردی کا نام و نشان نہیں تھا "بلکہ میں نے یوں محسوس کیا کہ گویا ایک گرم حمام میں سے گزر رہا ہوں اور میری گھبراہٹ بالکل جاتی رہی۔ اس وقت رات کی تاریکی پورے طور پر اپنی حکومت جمائے ہوئے تھی۔ میں بالکل نڈر ہو کر مگر چپکے چپکے کفار کے "کیمپ کے" اندر پہنچ گیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ ابوسفیان ایک جگہ کھڑا ہوا آگ سینک رہا تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر جھٹ اپنی تیر کمان سیدھی کر لی اور قریب تھا کہ میں اپنا تیر چلا دیتا مگر پھر مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد آگیا اور تیر چلانے سے رک گیا اور اگر اس وقت میں تیر چلا دیتا تو ابوسفیان اس قدر قریب تھا کہ وہ یقیناً بچ نہ سکتا۔ اس وقت ابوسفیان اپنے آدمیوں کو واپسی کا حکم دے رہا تھا اور پھر وہ میرے سامنے ہی اونٹ پر سوار ہو گیا مگر گھبراہٹ کی وجہ سے اسے اپنے اونٹ کے پاؤں تک کھولنے یاد نہیں رہے۔ اس کے بعد میں واپس چلا آیا۔" کہتے ہیں "جب میں اپنے کیمپ میں پہنچا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے آپ کے فارغ ہونے تک انتظار کیا اور پھر آپ کو سارے واقعہ کی اطلاع دی جس پر آپؐ نے خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ یہ ہماری کسی کوشش یا طاقت کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ محض خدا کے فضل کی

وجہ سے ہے جس نے اپنے دم سے احزاب کو پسپا کر دیا۔ اس کے بعد کفار کے فرار ہونے کی خبر فوراً سارے مسلمان کیمپ میں مشہور ہو گئی۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 595-594)

اس واقعہ کو حضرت مصلح موعودؓ نے بھی اس طرح بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ "رات کے آخری ثلث میں وہ میدان جس میں پچیس ہزار کے قریب کفار کے سپاہی خیمہ زن تھے وہ ایک جنگل کی طرح ویران ہو گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ بتایا کہ تمہارے دشمن کو ہم نے بھگا دیا ہے۔" اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا تبھی آپؐ نے صحابہ سے پوچھا تھا کون ہے جو آئے۔ "آپ نے حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے کسی شخص کو بھیجنا چاہا اور اپنے اِرد گرد بیٹھے ہوئے صحابہؓ کو آواز دی۔ وہ سردی کے ایام تھے اور مسلمانوں کے پاس کپڑے بھی کافی نہ ہوتے تھے۔ سردی کے مارے زبانیں تک جمی جا رہی تھیں۔" بول نہیں سکتے تھے۔ "بعض صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی اور ہم جواب بھی دینا چاہتے تھے مگر ہم سے بولا نہیں گیا۔ صرف ایک حذیفہؓ تھے جنہوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا کام ہے؟" یہاں حضرت مصلح موعودؓ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپؐ نے حضرت حذیفہؓ کو بلایا۔ حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا تھا تو "آپؐ نے فرمایا تم نہیں مجھے کوئی اَور آدمی چاہیے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کوئی ہے؟ مگر پھر سردی کی شدت کی وجہ سے جو جاگ بھی رہے تھے وہ جواب نہ دے سکے۔ حذیفہؓ نے پھر کہا میں یا رسول اللہ! موجود ہوں۔ آخر آپ نے حذیفہؓ کو یہ کہتے ہوئے بھجوایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ تمہارے دشمن کو ہم نے بھگا دیا ہے۔ جاؤ اور دیکھو کہ دشمن کا کیا حال ہے حذیفہؓ خندق کے پاس گئے اور دیکھا کہ میدان کلی طور پر دشمن کے سپاہیوں سے خالی تھا۔ واپس آئے اور کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی اور بتایا کہ دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد20 صفحہ 282-281)

باقی تفصیل انشاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

دنیا کے حالات جیسا کہ آپ کو پتہ ہے دن بدن خراب ہوتے جا رہے ہیں۔ تباہی کی طرف جا رہے ہیں۔ امریکہ اور بڑی طاقتیں انصاف سے کام لینا نہیں چاہتیں۔ جنگ وسیع ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ احمدیوں اور معصوموں کو اس کے خوفناک اور بد اثرات سے بچائے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے تعلق میں ہمیں بڑھنا ہو گا اور دعاؤں کی طرف بہت زیادہ توجہ دینی ہو گی۔ اس کی طرف ہر احمدی کو توجہ دینی چاہیے۔

پاکستان میں احمدیوں کے بھی حالات کافی زیادہ خراب ہو رہے ہیں۔ ان کے لیے بھی دعا کریں۔

بنگلہ دیش کے احمدیوں کے حالات کے لیے بھی دعا کریں۔ ان لوگوں پر بھی بڑی سختیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب پر رحم اور فضل فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 25/اکتوبر 2024ء جلد 31 شمارہ 255 صفحہ 02 تا 06)

41

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 11/ اکتوبر 2024ء بمطابق 11/ اخاء 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آجکل جنگِ احزاب کا ذکر چل رہا ہے۔ یہ بیان ہوا تھا کہ کفار نے رات کو آندھی اور طوفان کی وجہ سے میدان خالی کر دیا۔ کفار کے میدان خالی کر جانے کے بعد کی تفصیل میں تاریخ میں یوں بیان ہوا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لشکروں کو واپس بھگا دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلْآنَ نَغْزُوْھُمْ وَلَا یَغْزُوْنَنَا۔ یعنی آئندہ ہم قریش کے خلاف نکلیں گے مگر انہیں ہمارے خلاف نکلنے کی ہمت نہیں ہو گی۔ اور اس کے بعد واقعی ایسا ہوا۔ قریش کو ہمت اور جرأت نہیں ہوئی کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کریں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں مکہ فتح ہو گیا۔

بہرحال صبح ہوئی تو خندق کے پار کوئی مخالف موجود نہ تھا سب بھاگ چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اپنے گھروں کی طرف جانے کی اجازت دے دی۔ سب خوشی خوشی اپنے گھروں کو جانے لگے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد4 صفحہ390-389 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت1993ء)

بیان کیا جاتا ہے کہ خندق کا محاصرہ پندرہ دن رہا یا ایک قول کے مطابق یہ محاصرہ بیس دن رہا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک ماہ کے قریب محاصرہ رہا۔

(امتاع الاسماء جلد1 صفحہ242 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

غزوۂ خندق میں نو افراد شہید ہوئے تھے۔

ایک سعد بن معاذؓ ہیں۔ یہ اس جنگ میں زخمی ہوئے تھے اور کچھ دنوں کے بعد وفات ہوئی۔ انس بن اوسؓ پھر عبداللہ بن سہلؓ، طفیل بن نعمانؓ، ثعلبہ بن عنمہ بن عدیؓ، کعب بن زیدؓ، قیس بن زید بن عامرؓ، عبداللہ بن ابی خالدؓ، ابو سنان بن صیفی بن صخرؓ۔ اور دو صحابہؓ دراصل پہلے شہید ہو گئے تھے جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے جو ابوسفیان کے لشکر کا پتہ کرنے گئے تھے اور وہاں شہید ہوئے۔ یوں کُل گیارہ شہید ہوئے۔ یہ دو جو تھے یہ سلیطؓ اور سُفیان بن عَوف اسلمیؓ تھے۔ مشرکین کے تین افراد مارے گئے جو عَمرو بن عَبدوُدّ، نَوفل بن عبداللہ بن مُغیرہ اور عُثمان بن مُنبِّہ۔ اس کو خندق کے دن ایک تیر لگا تھا یعنی جس دن کفار نے پُرزور حملہ کیا تھا اور مسلمانوں نے بھی تیروں کا جواب تیروں سے دیا تھا جس کے زخم سے یہ مکہ جا کر مرا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد4 صفحہ364، 365، 390 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت1993ء)

معجزانہ انجام

جنگِ احزاب کا معجزانہ انجام ہوا جیسا کہ ہم نے تاریخ میں دیکھا۔ اس کے بارے میں حضرت مرزا بشیر

احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ ”کم و بیش بیس دن کے محاصرہ کے بعد کفار کا لشکر مدینہ سے بے نیل و مرام واپس چلا گیا اور بنو قریظہ جو ان کی مدد کے لیے نکلے تھے وہ بھی اپنے قلعہ میں واپس آ گئے۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کا جانی نقصان زیادہ نہیں ہوا۔ یعنی صرف پانچ چھ آدمی شہید ہوئے مگر قبیلہ اوس کے رئیس اعظم سعد بن معاذ کو ایسا کاری زخم آیا کہ وہ بالآخر اس سے جانبر نہ ہو سکے اور یہ نقصان مسلمانوں کے لیے ایک ناقابل تلافی نقصان تھا۔ کفار کے لشکر میں سے صرف تین آدمی قتل ہوئے لیکن اس جنگ میں قریش کو کچھ ایسا دھکا لگا کہ اس کے بعد ان کو پھر کبھی مسلمانوں کے خلاف اس طرح جتھہ بنا کر نکلنے یا مدینہ پر حملہ آور ہونے کی ہمت نہیں ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی لفظ بلفظ پوری ہوئی۔ لشکر کفار کے چلے جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابہ کو واپسی کا حکم دیا اور مسلمان میدانِ کارزار سے اٹھ کر مدینہ میں داخل ہو گئے...

جنگِ خندق یا احزاب جو اس طرح غیر متوقع اور ناگہانی طور پر اختتام کو پہنچی ایک نہایت ہی خطرناک جنگ تھی۔ اس سے بڑھ کر کوئی ہنگامی مصیبت اس وقت تک مسلمانوں پر نہیں آئی تھی اور نہ ہی اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کوئی اتنی بڑی مصیبت ان پر آئی۔

یہ ایک خطرناک زلزلہ تھا جس نے اسلام کی عمارت کو جڑ سے ہلا دیا اور جس کے مہیب مناظر کو دیکھ کر مسلمانوں کی آنکھیں پتھرا گئیں اور ان کے کلیجے منہ کو آنے لگ گئے اور کمزور لوگوں نے سمجھ لیا کہ بس اب خاتمہ ہے۔ اور اس خطرناک زلزلے کے دھکے کم و بیش ایک ماہ تک ان پر آتے رہے اور کئی ہزار خونخوار درندوں نے ان کے گھروں کا محاصرہ کر کے ان کی زندگیوں کو تلخ کیے رکھا اور اس مصیبت کی تلخی کو بنو قریظہ کی غداری نے دگنا کر دیا اور اس سارے فتنہ کی تہ میں بنو نضیر کے وہ محسن کش یہودی تھے جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کر کے ان کو مدینہ سے امن وامان کے ساتھ نکل جانے کی اجازت دے دی تھی۔ یہ انہی یہودی رؤساء کی اشتعال انگیزی تھی جس سے صحرائے عرب کے تمام نامور قبیلے عداوتِ اسلام کے نشے میں مخمور ہو کر مسلمانوں کو ملیا میٹ کرنے کے لیے مدینہ پر جمع ہو گئے تھے اور یہ قطعی طور پر یقینی ہے کہ اگر اس وقت ان وحشی درندوں کو شہر میں داخل ہو جانے کا موقع مل جاتا تو ایک واحد مسلمان بھی زندہ نہ بچتا اور کسی پاکباز مسلم خاتون کی عزت ان لوگوں کے ناپاک حملوں سے محفوظ نہ رہتی مگر یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی قدرت کا غیبی ہاتھ تھا کہ اس ٹڈی دل کو بے نیل مرام واپس ہونا پڑا اور مسلمان شکر و امتنان کے ساتھ امن واطمینان کا سانس لیتے ہوئے اپنے گھروں میں واپس آ گئے مگر بنو قُریظہ کا خطرہ ابھی تک اسی طرح قائم تھا۔ یہ لوگ نہایت خطرناک صورت میں اپنی غداری کا مظاہرہ کر کے اب امن وامان کے ساتھ اپنے قلعوں میں محفوظ ہو گئے تھے اور سمجھتے تھے کہ اب کوئی شخص ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا لیکن بہر حال ان کے فتنہ کا سدباب ضروری تھا کیونکہ ان کا وجود مدینہ میں مسلمانوں کے لیے ہر گز ایک مارِ آستین سے کم نہ تھا“ چھپے ہوئے دشمن سے کم نہیں تھا۔ ”اور دوسری طرف بنو نضیر کا تجربہ بتاتا تھا کہ یہ سانپ ایسا ہے کہ اسے گھر سے باہر نکالنا بھی ایسا ہی خطرناک ہے جیسا کہ اسے اپنے گھر میں رہنے دینا۔

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 596-595)

غزوۂ بنو قریظہ

بہر حال اس کے سدِّباب کے لیے بنو قریظہ کے خلاف بھی کارروائی ہوئی جسے غزوۂ بنو قریظہ کہتے ہیں جو ذوالقعدہ پانچ ہجری بمطابق مارچ اور اپریل 627ء میں ہوا۔ قرآن کریم میں بھی اس بارے میں ذکر آیا ہے۔
(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 597)

(حضورِ انور نے زیرِ لب تعوّذ پڑھا اور فرمایا) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَ اَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیْهِمْ وَ قَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ وَ تَاْسِرُوْنَ فَرِیْقًا۔ وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِیَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ وَ اَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا۔ (الاحزاب 28-27)

اور اس نے ان لوگوں کو جنہوں نے اہلِ کتاب میں سے ان کی مدد کی تھی ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ ان میں سے ایک فریق کو تم قتل کر رہے تھے اور ایک فریق کو قیدی بنا رہے تھے۔ اور تمہیں ان کی زمین اور ان کے مکانوں اور ان کے اموال کا وارث بنا دیا اور ایسی زمین کا بھی جسے تم نے اس وقت تک قدموں تلے پامال نہیں کیا تھا اور اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

بنو قریظہ کا مختصر تعارف یہ ہے کہ بنو قُریظہ یہود کا ایک قبیلہ ہے۔ یہ قریظہ کی اولاد تھی جو مدینہ کے قریب چند میل کے فاصلے پر ایک مضبوط قلعہ میں اتری تھی اور پھر اسی کے نام سے منسوب ہونے لگی۔ قریظہ اور نضیر دو بھائی تھے جن کا تعلق حضرت ہارون کی اولاد سے تھا۔ ایک کی اولاد بنو قریظہ کہلائی اور دوسرے کی اولاد بنو نضیر۔ (تاریخ الاسلام و وفیات المشاھیر و الاعلام جلد 1 صفحہ 220 دار الکتاب العربی 1990ء)
(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 18 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

اس غزوہ کا پس منظر جیسا کہ گذشتہ خطبات میں بھی بیان ہو چکا ہے اور غزوۂ خندق کی تفصیل میں بھی یہ بات گزر چکی ہے کہ بنو قریظہ نے عین جنگ کے دوران عہد شکنی کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف قریش کی مدد کی تھی اور ان معاہدوں کو توڑ دیا تھا جو اُن کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق سے فارغ ہونے کے بعد واپس تشریف لائے تو آپؐ نے اور صحابہ نے ہتھیار اتار دیے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے گھر میں داخل ہوئے اور پانی منگوایا اور اپنا سر دھونے لگے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا اور خوشبو منگوائی اور ظہر کی نماز ادا کی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک آدمی نے ہمیں سلام کیا جبکہ ہم گھر میں تھے۔ اس نے آواز دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے اس کی طرف گئے اور میں دروازے کے درمیان میں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہاں حضرت دِحْیَہ کلبیؓ تھے، وہ اپنے چہرے سے غبار جھاڑ رہے تھے اور انہوں نے عمامہ باندھا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری کی گردن سے ٹیک لگا کر کھڑے تھے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ نے ہتھیار اتار دیے۔ اللہ کی قسم! ہم نے ہتھیار نہیں اتارے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب سے آپؐ کا دشمن سے سامنا ہوا ہے تب سے فرشتوں نے اسلحہ نہیں اتارا اور ابھی تک ہم احزاب کے تعاقب سے واپس آ رہے ہیں۔ بات اس نے کہی کہ فرشتوں نے اسلحہ نہیں اتارا یہاں تک کہ ہم حمراء الاسد تک پہنچ گئے اور اللہ نے ان کو شکست دی۔ اب آپ ادھر کا رخ کریں۔ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کدھر؟ تو اس نے اشارہ سے کہا اُدھر یعنی بنو قریظہ کی طرف۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اندر واپس آ گئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ شخص کون تھا جس سے آپ بات کر رہے تھے؟ آپ نے فرمایا کیا تم نے اسے دیکھا تھا؟ تو میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا تم نے اسے کس شخص کے مشابہ پایا تو میں نے کہا۔ حضرت دِحْیَہ کلبیؓ کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جبرئیل تھے۔ یہاں وہ بات ظاہر ہو گئی کہ فرشتوں نے ہتھیار نہیں اتارے۔ یہ جبرئیل تھے جو مجھے کہہ رہے تھے کہ میں بنو قریظہ کی طرف جاؤں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اعلان کروایا کہ بنو قریظہ کی طرف نکل پڑیں اور عصر کی نماز وہیں پڑھیں۔ چنانچہ اعلان سنتے ہی صحابہ تیزی سے نکل پڑے۔ صحابہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا یہ عالم تھا کہ راستے میں جب عصر کی نماز کا وقت آیا اور قریب تھا کہ نماز کا وقت ختم ہو جائے تو بعض صحابہ نے سوچ کر کہ نماز کا وقت جاتا ہے اس لیے نماز پڑھ لینی چاہیے اور نماز پڑھ لی اور بخاری کی شرح فتح الباری کے مطابق بعض صحابہ نے کہا کہ چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عصر کی نماز بنو قریظہ میں جا کر پڑھنی ہے اس لیے وقت جاتا ہے تو جائے ہم وہیں جا کر پڑھیں گے۔ روایات کے مطابق یہ لوگ اس وقت پہنچے جب سورج غروب ہو چکا تھا اور اس وقت انہوں نے وہاں پہنچ کر عصر کی نماز ادا کی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں گروہوں کو کچھ نہیں کہا۔ نہ انہیں جنہوں نے نماز فوت ہو جانے کے خدشہ کی بنا پر راستے میں نماز پڑھ لی اور نہ انہیں جنہوں نے سورج غروب ہونے کے بعد بنو قریظہ میں پڑھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بلایا اور ان کو لشکر کا سیاہ رنگ کا عقاب نامی جھنڈا دیا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب... حدیث 4117، 4119، 4122)

(فتح الباری زیر حدیث کتاب المغازی جلد 7 صفحہ 520-519 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ -43 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

(الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ﷺ جلد 12 صفحہ 10 مطبوعہ المرکز الاسلامی للدراسات)

یہ تفصیل صحیح بخاری اور بعض تاریخی کتب میں بیان ہوئی ہے۔ مزید تفصیل یہ ہے کہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ایک جماعت کے ساتھ بطور ہراول دستے کے آگے روانہ فرما دیا اور پھر خود بھی ان کے پیچھے روانہ ہو گئے۔

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ جلد 3 صفحہ -6968 دار الکتب العلمیۃ 1996ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس بارے میں یوں تحریر فرمایا ہے کہ ”جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق سے فارغ ہو کر شہر میں واپس تشریف لائے تو ابھی آپ بمشکل ہتھیار وغیرہ اتار کر نہانے دھونے سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ آپ کو خدا کی طرف سے کشفی رنگ میں یہ بتایا گیا کہ جب تک بنو قریظہ کی غداری اور بغاوت کا فیصلہ نہ ہو جاتا آپ کو ہتھیار نہیں اتارنے چاہیے تھے۔ اور پھر آپؐ کو یہ ہدایت دی گئی کہ آپ بلا توقف بنو قریظہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔

اس پر آپ نے صحابہ میں عام اعلان کروا دیا کہ سب لوگ بنو قریظہ کے قلعوں کی طرف روانہ ہو جائیں اور نماز عصر وہیں پہنچ کر ادا کی جاوے اور آپ نے حضرت علیؓ کو صحابہ کے ایک دستے کے ساتھ فوراً آگے

روانہ کر دیا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 597)

پہلے حضرت عائشہؓ کے حوالے سے بھی یہ بیان ہوا ہے۔ بہر حال یہ کشفی نظارہ تھا جیسے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی لکھا اور ہو سکتا ہے کہ یہ نظارہ حضرت عائشہؓ نے بھی کشفی حالت میں دیکھا ہو اور اس طرح ہو جاتا ہے۔ بنو قریظہ کی طرف روانگی کا ذکر یوں ملتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پر حضرت ابن ام مکتومؓ کو نگران مقرر فرمایا اور بنو قریظہ کی طرف بدھ کے دن نکلے اور ذوالقعدہ کے سات دن باقی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار اور زرہ پہنی اور خود پہنا اور اپنے ہاتھ میں نیزہ لے لیا اور ڈھال گلے میں لٹکا لی اور اپنے گھوڑے لُحَیف پر سوار ہوئے۔ مسلمانوں کے پاس چھتیس گھوڑے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ تین ہزار افراد تھے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت علیؓ مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کے ساتھ پہلے ہی بنو قریظہ کے پاس پہنچ چکے تھے۔ حضرت ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ ہم بنو قریظہ کے پاس پہنچ گئے اور حضرت علیؓ نے قلعہ کے نیچے جھنڈا گاڑھ دیا۔ جب انہوں نے ہمیں دیکھا تو انہیں جنگ کا یقین ہو گیا۔ پھر وہ اپنے قلعوں میں بند ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی ازواج مطہرات کو گالیاں دینے لگے۔ حضرت ابو قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم خاموش رہے اور ان گالیوں کا کوئی جواب نہیں دیا اور کہا کہ اب تمہارے اور ہمارے درمیان تلوار ہی فیصلہ کرے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بنو قریظہ تک پہنچ گئے اور بنو قریظہ کے پہاڑ کے دامن میں بِئْرِ اَنَّا پر ان کے قلعہ کے قریب ٹھہر گئے۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 57 دار الکتب العلمیۃ 1990ء)

(سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 6-5 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اسے بِئْرِ اَنَّا بھی کہا جاتا ہے اور یہ بنو قریظہ کے کنوؤں میں سے ایک کنواں ہے۔

(معجم البلدان جلد 1 صفحہ 355 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس بارے میں سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے جو تفصیل لکھی ہے یوں ہے کہ "جب حضرت علیؓ وہاں پہنچے تو بجائے اس کے کہ بنو قریظہ (جن میں غزوۂ خندق کے بعد بنو نضیر کا رئیس اعظم اور فتنہ کا بانی مبانی حُیَی بن اخطب بھی اپنے وعدہ کے مطابق آ کر شامل ہو گیا تھا) اپنی غداری و بغاوت پر اظہارِ ندامت کر کے عفو اور رحم کے طالب بنتے انہوں نے برملا طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں اور کمال بے حیائی اور کمینگی کے طریق پر ازواجِ مطہرات کے متعلق بھی نہایت ناگوار بدزبانی کی۔

حضرت علیؓ اور ان کے دستے کے روانہ ہو چکنے کے تھوڑی دیر بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسلح ہو کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ اس وقت آپؐ ایک گھوڑے پر سوار تھے اور صحابہ کی ایک بڑی جماعت آپ کے ساتھ تھی۔ جب آپؐ بنو قریظہ کے قلعوں کے قریب پہنچے تو حضرت علیؓ نے جو تھوڑی دور تک آپ کے استقبال کے لیے واپس آ گئے تھے آپؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے خیال میں آپ کو خود آگے تشریف لے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم لوگ انشاء اللہ کافی ہوں گے۔ آپ سمجھ گئے اور فرمانے لگے "کیا بنو قریظہ نے میرے متعلق کوئی بدزبانی کی ہے؟" دیکھا کہ حضرت علیؓ روک رہے ہیں تو یقیناً کوئی غلط باتیں

کی ہوں گی۔ ’’حضرت علی نے عرض کیا کہ ہاں یارسول اللہ! آپؐ نے فرمایا خیر ہے، چلو۔ قَدْ اُوْذِیَ مُوْسٰی بِاَکْثَرَ مِنْ ھٰذَا۔ یعنی ’موسیٰؑ کو ان لوگوں کی طرف سے اس سے بھی زیادہ تکالیف پہنچی تھیں۔‘ غرض آپ آگے بڑھے اور بنو قریظہ کے ایک کنوئیں پر پہنچ کر ڈیرہ ڈال دیا۔‘‘

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 597-598)

ایک روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ ان میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ میرے سامنے مجھے برا بھلا کہیں۔ اور بڑے اطمینان اور وقار کے ساتھ آگے بڑھے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 6-5 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

مسلمانوں کے اس غزوہ میں کھانے کا بھی ایک ذکر ملتا ہے کہ تمام صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عشاء کے وقت تک جمع ہو گئے اور حضرت سعد بن عبادہؓ نے کھجوروں کا ایک اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لیے بھیجا۔ اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھجور کیا ہی اچھا کھانا ہے!

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 6 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

مسلمانوں کے بنو قُریظہ پر محاصرے کی مزید تفصیل یوں بیان ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سحری کے وقت آگے بڑھے اور تیر انداز دستے کو آگے رکھا۔ انہوں نے یہودیوں کے قلعوں کا احاطہ کر لیا اور ان پر تیر اندازی کی اور پتھر برسائے اور وہ یہودی بھی، اپنے قلعوں سے تیر اندازی کرتے رہے، یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ پھر قلعوں کے ارد گرد رات گزاری اور مسلمان یہود پر باری باری حملہ کرتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل ان پر تیر اندازی کرواتے رہے یہاں تک کہ یہود نے ہلاکت کا یقین کر لیا اور مسلمانوں پر تیر اندازی چھوڑ دی اور کہنے لگے کہ ہمیں چھوڑ دو ہم تم سے بات چیت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے۔ انہوں نے نَبَّاشؓ بن قَیس کو آپؐ کے پاس بھیجا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ انہیں یہاں سے چلے جانے کی اجازت دے دیں جیسے بنو نضیر یہاں سے گئے تھے اور آپؐ اموال اور ہتھیار لے لیں اور ہمارے خون معاف فرما دیں۔ ہم آپؐ کے شہر سے اپنی عورتوں اور بچوں کے ساتھ نکل جائیں گے۔ یہ یہود کی طرف سے پیشکش ہوئی۔ اور ہمارے لیے وہ سامان ہو گا جس کو ہمارا ایک اونٹ اٹھا سکے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا اور پھر نَبَّاشؓ نے کہا کہ ہمیں اموال کی ضرورت نہیں جس کو ہمارے اونٹ اٹھائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے مطابق اترنا ہو گا لیکن اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر اترنے سے انکار کر دیا اور اپنی قوم میں واپس چلا گیا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 6، دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

اس کے بعد بنو قریظہ کے سرداروں نے آپس میں مشاورت کی، مشورے کیے۔ جب نَبَّاشؓ نے اپنی قوم میں آکر ان کو تمام حالات کی خبر دی اور محاصرہ اب طول پکڑنے لگا تو بنو قریظہ کا سردار کعب بن اسد اپنی قوم کے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! تم پر ایک آزمائش آئی ہے جسے تم دیکھ رہے ہو۔ میں تمہارے سامنے تین باتیں پیش کرتا ہوں ان میں سے جس کو چاہو قبول کر لو۔ انہوں نے کہا کہ وہ کیا ہیں؟ کعب بن اسد نے کہا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کر لیں اور ان کو سچا مان لیں کیونکہ اللہ کی

قسم! تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ وہ نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں اور یہ وہی شخص ہیں جن کا ذکر تم اپنی کتابوں میں پڑھتے ہو۔ اور ہمارے ایمان لانے کی وجہ سے تمہارا خون تمہارے مال اور تمہاری عورتیں محفوظ ہو جائیں گی۔ بخدا تم جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں اور ہمیں ان کے ساتھ شامل ہونے سے صرف اس بات نے روکا ہے کہ وہ عرب سے ہیں اور بنی اسرائیل سے نہیں۔ پس اب جہاں وہ ہے اللہ نے ہی اس کو نبی بنایا ہے۔ یعنی اب تو وہ جو بھی ہیں انہیں ہی نبی بنایا ہے۔ یہ تو بڑا واضح ہے۔ اور کہنے لگا کہ مَیں تو عہد بھی توڑنا پسند نہیں کرتا تھا لیکن یہ مصیبت اور آزمائش اس حُیی بن اخطب کی طرف سے ہے۔ وہ پاس بیٹھا ہوا تھا۔

پھر کعب نے کہا کیا تمہیں یاد ہے کہ ابن جَوَّاس، یہ یہود کا ایک قدیم عالم تھا اس نے تمہیں کیا کہا تھا جب وہ تمہارے پاس آیا تھا؟ اس نے کہا تھا کہ مَیں نے شراب، سِرکے اور کھجور کی سرزمین یعنی بیت المقدس کی سرزمین چھوڑ دی اور میں پانی کھجور اور جَو کی سرزمین میں آ گیا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ ایسا کیوں؟ تب کعب بن اسد نے کہا کہ اس بزرگ نے یہ کہا تھا کہ اس بستی سے ایک نبی کا ظہور ہو گا اور اس وقت اگر میں زندہ ہوا تو اس کی اتباع اور مدد کروں گا اور اگر وہ میرے بعد آیا تو تم محتاط رہنا کہ کوئی تمہیں اس کے بارے میں دھوکے میں نہ ڈال دے۔ یعنی تم قبول کر لینا۔ انکار نہ کرنا۔ اس کی اتباع کرنا اور مددگار اور دوست بن جانا۔ میں تو دونوں کتابوں پر ایمان لے آیا ہوں پہلی پر بھی اور آخری پر بھی۔ یعنی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اترنے والی کتاب ہے اس پر بھی اور میرا اسلام اسے پہنچا دینا اور اسے کہنا کہ میں نے اس کی تصدیق کی تھی۔

پھر کعب کہنے لگا پس آؤ! ہم ان یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور تصدیق کریں تو یہ سن کر بنو قریظہ کے لوگ کہنے لگے۔ ہم تورات کے فیصلے سے یعنی تورات کا جو فیصلہ ہے اس سے کبھی بھی جدا نہیں ہوں گے جو حضرت موسیٰ کی کتاب ہے اور اس کو کسی اور کتاب سے ہرگز نہیں بدلیں گے۔

اس پر کعب نے کہا جب تم میری بات نہیں مانتے تو دوسری بات یہ ہے کہ آؤ! ہم اپنے بچوں اور بیویوں کو قتل کر دیں پھر تلواریں سونت کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ پر ٹوٹ پڑیں۔ ہمارا پیچھے کوئی بوجھ نہ ہو گا۔ حتی کہ اللہ ہمارے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان فیصلہ کر دے۔ اگر ہم مارے گئے تو ہم ہی ہلاک ہوں گے ہمارے پیچھے پوری نسل نہیں ہو گی جس کے بارے میں ہمیں خدشہ ہو گا اور اگر ہم غالب آ گئے تو میری عمر کی قسم! اولاد اور بیویاں تو ہمیں اور بھی مل جائیں گی۔ لوگوں نے کہا کہ کیا ہم ان مسکینوں کو قتل کر دیں۔ ان کے بعد زندگی میں کیا لذت رہ جائے گی۔

پھر کعب نے کہا اگر تم میری یہ بات بھی نہیں مانتے تو آج کی رات ہفتہ یعنی سبت کی ہے اور امید ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ اس رات ہماری طرف سے بے فکر ہوں گے۔ اس لیے تم ان پر حملہ کر دو۔ شاید کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ کو دھوکا دے سکیں۔ وہ کہنے لگے کہ ہم اپنے سبت کو خراب کر دیں اور اس میں ایسا کام کریں جو ہم سے پہلے کسی نے نہیں کیا سوائے اس کے جس کو تُو جانتا ہے اور پھر اس کا مسخ ہو جانا بھی تجھ پر مخفی نہیں اور یوں کعب کی تینوں باتوں میں سے کسی کو بھی ماننے سے انکار کر دیا۔ کعب کے بعد ایک اور یہودی عَمرو بن سُعدیٰ نے کہا۔ اے یہود کے گروہ! تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کیا اور تم نے اپنے اس وعدے کو توڑ دیا جو تمہارے اور ان کے درمیان تھا۔ نہ میں تمہارے اس

معاہدے میں شامل ہوا تھا اور نہ ہی میں تمہارے ساتھ تمہارے دھوکے میں شریک ہوں۔ اگر تم ان کے دین میں داخل ہونے سے انکار کرتے ہو تو یہودیت پر تو ثابت قدم رہو۔ اگر ان کا انکار کرنا ہے تو یہودیت کی جو تعلیم ہے اس پر تو ثابت قدم رہو اور ان کو جزیہ دے دو۔ اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ وہ اس کو قبول کریں گے یا نہیں۔ وہ کہنے لگے کہ ہم عرب کو اپنی گردنیں چھڑوانے کے لیے خراج نہیں دیں گے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا۔ ہم نے یہ نہیں دینا۔ اس سے بہتر تو قتل ہے۔ تو عمرو نے کہا پھر میں تم سے بری ہوں اور وہ اسی رات قلعہ سے باہر نکل گیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرے داروں کے پاس سے گزرا۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ ان پر نگران تھے۔ انہوں نے کہا کون ہے؟ اس نے کہا عَمرو بن سُعدٰی۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ گزر جاؤ اور کہا اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنِیْ اِقَالَۃَ عَثَرَاتِ الْکِرَامِ۔ یعنی اے اللہ! مجھے شریفوں کی غلطیوں پر پردہ ڈالنے کے نیک عمل سے محروم نہ کرنا۔ اور اس کا رستہ چھوڑ دیا۔ اور وہ نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آ گیا اور وہیں صبح کی اور صبح کے وقت وہ وہاں سے چلا گیا۔ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں گیا۔ اس کا ذکر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ایسا آدمی ہے جسے اللہ نے اس کی وفا کی وجہ سے نجات دے دی۔ (سبل الھدٰی والرشاد جلد 5 صفحہ 6 تا 8، دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

اسی طرح کعب کی یہ باتیں سن کر تین اَور افراد اسی رات قلعہ سے اتر آئے اور اسلام لے آئے اور اپنی جانیں اپنے خاندان اور اپنے اموال بچا لیے۔

(ماخوذ از سبل الھدٰی والرشاد جلد 5 صفحہ 6 تا 8، دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

حضرت ابولُبَابہؓ کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ اس بارے میں لکھا ہے کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلعوں پر سختی بڑھا دی۔ جب ان پر محاصرہ تنگ ہو گیا تو انہوں نے سبت کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ حضرت ابولُبَابہ بن عبد المُنْذِرؓ کو ہماری طرف بھیج دیں تا کہ ہم ان سے اپنے معاملے میں مشورہ کر لیں۔ یہ بنو قریظہ کے حلیف قبیلہ اوس کے ایک معزز فرد تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھیج دیا۔ جب انہوں نے حضرت ابولُبَابہؓ کو دیکھا تو مرد ان کی طرف آنے لگے اور عورتیں اور بچے ان کے سامنے رونے لگے۔ حضرت ابولُبَابہ ان کے لیے نرم ہو گئے۔ ان کے دل میں ان کے لیے نرمی پیدا ہوئی۔ یہ چال انہوں نے چلی تھی۔ کعب بن اسد نے کہا کہ اے ابولُبَابہ! ہم نے صرف آپ کو چنا ہے۔ بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا فیصلہ قبول کرانے کے سوا کسی بات پر تیار نہیں ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ ہم ان کے فیصلے کو قبول کر لیں تو حضرت ابولُبَابہؓ نے جواب دیا ہاں اور اپنے ہاتھ سے اپنے گلے کی طرف ذبح کا اشارہ کیا۔ یوں گردن پر ہاتھ پھیرا۔

حضرت ابولُبَابہؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میرے قدم ابھی تک اپنی جگہ پر تھے کہ میں نے محسوس کیا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسولؐ سے خیانت کی ہے۔ میں شرمندہ ہوا کہ مَیں نے یہ کیا اشارہ کر دیا ہے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ میں نیچے اترا تو میری داڑھی آنسوؤں سے تر تھی۔ لوگ میرے لوٹنے کا انتظار کر رہے تھے۔ مَیں نے قلعہ کے پیچھے سے ایک دوسرا راستہ لیا اور مسجد میں آ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں گیا۔ میں نے اپنے آپ کو ستون سے باندھ دیا۔ سزا کے طور پر باندھ دیا، پھر مَیں نے کہا میں

یہاں سے نہیں ہٹوں گا یہاں تک کہ مر جاؤں یا اللہ میرے اس فعل پر میری توبہ قبول کر لے اور مَیں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ میں بنو قریظہ کی زمین میں کبھی پاؤں نہیں رکھوں گا اور نہ اس بستی کو دیکھوں گا جس پر مَیں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب میرے چلے جانے اور میرے اس فعل کی خبر پہنچی تو فرمایا اس کو چھوڑ دو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں جو چاہے فیصلہ کر دے۔ اگر وہ میرے پاس آتا تو مَیں اس کے لیے استغفار کرتا۔ جب وہ میرے پاس نہیں آیا اور چلا گیا تو اس کو چھوڑ دو۔

حضرت ابولُبَابہؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں بڑی تکلیف میں تھا۔ کئی راتیں میں نے نہ کچھ کھایا اور نہ کچھ پیا اور یہی کہتا رہا کہ میں اسی حال میں رہوں گا اور یہاں تک کہ میں دنیا کو چھوڑ جاؤں یا اللہ میری توبہ قبول کر لے۔ اور میں اپنا خواب یاد کرتا تھا جو میں نے دیکھا تھا جب ہم نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا کہ گویا میں بدبودار سیاہ مٹی میں ہوں اور میں اس سے نکل نہیں پا رہا۔ قریب تھا کہ میں اس کی بدبو سے مر جاتا پھر میں نے ایک نہر دیکھی اور دیکھا کہ میں نے اس میں غسل کیا یہاں تک کہ مَیں صاف ہو گیا اور پھر میں نے اچھی خوشبو پائی۔ میں نے اس کی تعبیر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھی تو انہوں نے کہا کہ تم ایک ایسے معاملے میں مبتلا ہو گے جس کی وجہ سے تم غمگین ہو جاؤ گے پھر تمہیں اس سے نجات مل جائے گی۔ پس میں بندھا ہوا حضرت ابو بکرؓ کے قول کو یاد کرتا تھا اور امید کرتا تھا کہ اللہ میرے لیے توبہ نازل کر دے گا۔ آپ کہتے ہیں کہ میں اسی حال میں رہا یہاں تک کہ کمزوری کی وجہ سے آواز بھی نہیں سن سکتا تھا۔ بندھا ہوا تھا pillar کے ساتھ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھا کرتے تھے۔ ابنِ ہشام کہتے ہیں کہ وہ چھ راتوں تک بندھے رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابولُبَابہ کی توبہ کے متعلق آیت نازل فرمائی۔ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (التوبۃ:102) اور کچھ دوسرے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا۔ انہوں نے اچھے اعمال اور دوسرے بد اعمال ملا جلا دیئے۔ بعید نہیں کہ اللہ ان پر توبہ قبول کرتے ہوئے جھکے۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

حضرت ابولُبَابہؓ کی توبہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سحری کے وقت آیت نازل ہوئی تھی۔ آپؐ حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں تھے۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سحری کے وقت مسکراتے ہوئے دیکھا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ آپؐ کو ہمیشہ ہنستا مسکراتا رکھے آپؐ کس وجہ سے مسکرا رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ابولُبَابہ کے لیے خوشخبری ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں ان کو خوشخبری نہ دے دوں۔ فرمایا کیوں نہیں اگر چاہو تو خوشخبری دے دو۔ پھر وہ اپنے حجرے کے دروازے پر کھڑی ہو گئیں اور پھر فرمانے لگیں کہ اے ابولُبَابہ! خوش ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے۔ لوگ ان کو کھولنے کے لیے ان کی طرف گئے تو حضرت ابولُبَابہؓ نے کہا نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مجھے کھولیں گے۔ کہنے لگے نہیں اب تو مَیں بندھا ہوا ہوں۔ اب کھولنا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی کھولنا ہے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے لیے

تشریف لائے تو اپنے دستِ مبارک سے انہیں کھول دیا۔ حضرت ابولُبَابہؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری توبہ تو یہ ہے کہ میں اپنی قوم کے ان گھروں کو بھی چھوڑ دوں جن میں مجھ سے گناہ سرزد ہوا ہے اور میں اپنے سارے کا سارا مال اللہ اور اس کے رسولؐ کی راہ میں صدقہ کر دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابولُبَابہ! تمہارے لیے ایک تہائی کافی ہے۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 9-8 دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

بہرحال یہ واضح ہو کہ ابولُبَابہؓ کے متعلق جو مذکورہ واقعہ بیان ہوا ہے اس کی یہ تفصیل جو ہے صحاح ستہ میں نہیں ملتی۔ ممکن ہے کہ حضرت ابولُبَابہؓ کا لوگوں کے قتل کا اشارہ محض ان کی اپنی سوچ کا نتیجہ ہو لیکن بہرحال تاریخوں میں یہ ذکر ہوا ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی اس واقعہ کی تفصیل بیان کی ہے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ ”آخر جب بنو قریظہ محاصرہ کی سختی سے تنگ آ گئے تو انہوں نے یہ تجویز کی کہ کسی ایسے مسلمان کو جو ان سے تعلقات رکھتا ہو اور اپنی سادگی کی وجہ سے ان کے داؤ میں آ سکتا ہو اپنے قلعہ میں بلائیں اور اس سے یہ پتہ لگانے کی کوشش کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے متعلق کیا ارادہ ہے تاکہ وہ اس کی روشنی میں آئندہ طریق عمل تجویز کر سکیں۔ چنانچہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ایلچی روانہ کر کے یہ درخواست کی کہ ابولُبَابہ بن مُنذر انصاری کو ان کے قلعہ میں بھجوایا جاوے تاکہ وہ اس سے مشورہ کر سکیں۔ آپؐ نے ابولُبَابہ کو اجازت دی اور وہ ان کے قلعہ میں چلے گئے۔ اب رؤساء بنو قریظہ نے یہ تجویز کی ہوئی تھی کہ جونہی ابولُبَابہ قلعہ کے اندر داخل ہو سب یہودی عورتیں اور بچے روتے اور چلّاتے ہوئے ان کے اردگرد جمع ہو جائیں اور اپنی مصیبت اور تکلیف کا ان کے دل پر پورا پورا اثر پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ ابولُبَابہ پر یہ داؤ چل گیا اور وہ قلعہ میں جاتے ہی ان کی ’مصیبت‘ کا شکار ہو گئے اور بنو قریظہ کے اس سوال پر کہ اے ابولُبَابہ! تو ہمارا حال دیکھ رہا ہے۔ کیا ہم محمدؐ کے فیصلہ پر اپنے قلعوں سے اتر آویں؟ ابولُبَابہ نے بے ساختہ جواب دیا ’ہاں‘ مگر ساتھ ہی اپنے گلے پر ہاتھ پھیر کر اشارہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے قتل کا حکم دیں گے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعاً کوئی ایسا ارادہ ظاہر نہیں کیا تھا مگر ان کی مصیبت کے مظاہرہ سے متاثر ہو کر ابولُبَابہ کا خیال آلام و مصائب کی رو میں ایسا بہا کہ موت سے ورے ورے نہیں ٹھہرا اور ابولُبَابہ کی یہ غلط ہمدردی (جس کی وجہ سے وہ بعد میں خود بھی نادم ہوئے اور اس ندامت میں انہوں نے اپنے آپ کو جا کر مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف کرتے ہوئے خود جا کر انہیں کھولا) بنو قریظہ کی تباہی کا باعث بن گئی اور وہ اس بات پر ضد کر کے جم گئے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر نہیں اتریں گے۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 599-598)

بہرحال یہ تفصیل جاری ہے۔ انشاء اللہ باقی آئندہ۔

پاکستان کے احمدیوں کو خود بھی اپنے لیے دعا کرنی چاہیے۔ آجکل ان پر زمین تنگ سے تنگ تر کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی انہیں پہلے سے زیادہ کوشش کرنی چاہیے کیونکہ

حالات بدتر ہوتے چلے جا رہے ہیں جیسا کہ میں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ فضل اور رحم فرمائے۔

اسی طرح دنیا میں بسنے والے جو پاکستانی احمدی ہیں وہ بھی خاص طور پر اپنے پاکستانی بھائیوں کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو مشکلات سے نجات دے۔ اسی طرح بنگلہ دیش کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کریں اور وہ خود بھی اپنے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہر شر سے انہیں بھی بچائے۔ وہاں بھی احمدی بہت مشکلات میں گرفتار ہیں۔

الجزائر کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ہر شر سے بچائے۔ ان پہ بھی جرمانے اور قیدیں ہو رہی ہیں، ان کو بھی پکڑا جا رہا ہے۔ ان کا ایمان اللہ تعالیٰ مضبوط رکھے۔

سوڈان کے احمدی بھی وہاں کے جنگی حالات کی وجہ سے بُرے حالات میں ہیں ان کے لیے بھی دعا کریں۔

ہر جگہ کلمہ گو، کلمہ گو کے ہاتھوں مشکلات میں گرفتار ہے اور یہی وجہ ہے کہ غیر جو اسلام مخالف لوگ ہیں بے دھڑک مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

بہت دعا کریں۔

اللہ تعالیٰ اسرائیلی حکومت اور امریکہ کی حکومت اور بڑی طاقتوں کے ہاتھوں کو روک سکتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں سب طاقت ہے لیکن اس کے لیے مسلمانوں کو بھی اپنے عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ڈھالنے ہوں گے اور بھائی بھائی ہونے کا نمونہ بننا ہو گا۔ آپس کے اختلافات کو ختم کرنا ہو گا جو نظر نہیں آ رہا۔ تب کہیں اللہ تعالیٰ کی مدد کا وعدہ بھی پورا ہو گا۔

اس کے بغیر تو نہیں ہو سکتا۔ ایک مومن بن کے مسلمانوں کو رہنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور تمام مسلمانوں کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ یکم نومبر 2024ء جلد 31 شمارہ 261 صفحہ 02 تا 07)

42

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 18 / اکتوبر 2024ء بمطابق 18 / اخاء 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

کل یوکے جماعت مسجد فضل کے سو سال مکمل ہونے پر ایک تقریب منعقد کر رہی ہے جس میں غیر، مہمان، ہمسائے وغیرہ بھی مدعو کیے گئے ہیں۔ مسجد فضل کی ایک تاریخی حیثیت ہے اس لحاظ سے کہ یہ جماعت احمدیہ کی پہلی مسجد ہے جو عیسائیت کے گڑھ میں بنائی گئی تھی اور پھر یہاں سے اسلام کی حقیقی تعلیم اور تبلیغ لوگوں میں وسیع پیمانے پر شروع ہوئی۔ آج ہمیں ہمارے مخالف کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہے لیکن حیرت ہے کہ اس خود کاشتہ پودے کے ذریعہ سے ان لوگوں کی، مغرب میں رہنے والے لوگوں کی مذہب کی کمزوریاں ان کے ممالک میں ظاہر کر کے اسلام کی خوبصورتی کی تبلیغ کی جارہی ہے اور ان اعتراض کرنے والوں کو تو یہ توفیق نہیں ملی کہ اس طرح تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ ہاں مسجد فضل کی تعمیر سے پہلے ووکنگ (Woking) میں ایک مسجد بنائی گئی تھی اور اس کو بنانے والے مشہور مستشرق جی ڈبلیو لائٹنر (GW Leitner) تھے جو لاہور میں اورینٹل کالج کے پرنسپل کے عہدے سے ریٹائرڈ ہوئے۔ پھر انگلستان واپس آگئے اور اٹھارہ سو نواسی (1889ء) میں ووکنگ کے علاقے میں ایک مسجد تعمیر کروائی۔

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ یہ وہی سال ہے جب جماعت احمدیہ مسلمہ کا قیام عمل میں آیا اور بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت احمدیہ کا آغاز فرمایا۔ ان مشہور پروفیسر صاحب نے مشرقی علوم کا ایک ادارہ بھی اس کے ساتھ قائم کیا تا کہ مسلمان دینی علم بھی حاصل کر سکیں اور اپنی عبادت بھی کر سکیں۔ یہ مسجد جو بنائی گئی اس میں ایک خطیر رقم والیہ بھوپال بیگم شاہ جہاں نے دی تھی اور انہی کے نام پر اس کا نام بھی ہے۔ بہرحال ان پروفیسر صاحب کی 1899ء میں وفات ہو گئی اور یہ مسجد بھی مقفل ہو گئی۔ اس کو سنبھالنے والا کوئی نہیں تھا۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں خواجہ کمال الدین صاحب یہاں آئے۔ انہوں نے اسے کھلوانے کی کوشش کی اور کامیاب ہوئے اور انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ اب اس مسجد کا ایک ٹرسٹ بنایا گیا ہے جس کا مجھے نگران بنایا گیا ہے اور پھر دوبارہ اس میں عبادت شروع ہوئی۔ جب یہ کھولی گئی اس وقت خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ چودھری ظفر اللہ خان صاحب بھی اس مسجد میں گئے۔ وہاں جا کر انہوں نے نفل پڑھے۔ بڑی دعائیں کیں۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے مبلغین کی تحریک کی لیکن فنڈز مہیا نہیں ہو سکتے تھے لیکن بہرحال کسی طرح کوشش کر کے چودھری فتح محمد صاحب سیالؓ یہاں بھجوائے گئے اور انہوں نے پھر خواجہ صاحب کے ساتھ کچھ عرصہ کام کیا۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات کے بعد خواجہ

صاحب نے خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت نہیں کی تو اس پر چودھری فتح محمد صاحب سیالؓ انہیں چھوڑ کر دوسری جگہ چلے گئے۔ بہرحال یہ ووکنگ کی مسجد تھی لیکن باقاعدہ کسی مسلمان فرقے یا جماعت احمدیہ کی طرف سے جو مسجد ہے وہ مسجد فضل ہی ہے جو بنائی گئی۔

لندن کی پہلی مسجد

بیشک آج انگلستان میں بھی، لندن میں بھی اور مغربی ممالک میں بھی مسلمانوں کی بہت ساری مساجد ہیں **لیکن لندن میں پہلی مسجد ہونے کا اعزاز مسجد فضل کو ہی حاصل** ہے۔ لیکن جو مساجد یہاں ہیں وہ بھی اسلام کی وہ خوبصورت تعلیم دنیا میں نہیں پھیلا رہیں یا مغربی ممالک میں نہیں پھیلا رہیں جس سے پیار، محبت اور صلح اور آشتی کا پیغام ہر ایک کو پہنچتا ہو جس طرح کہ جماعت احمدیہ کی مساجد سے جارہا ہے اور پھر یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ باقی مغربی دنیا کی جو مساجد ہیں وہ بعض حکومتوں کی مدد سے یا بعض اسلامی حکومتوں نے بھی تھوڑی سی مدد کی ہے تو وہ تعمیر کی گئی ہیں یا ان کے اخراجات چل رہے ہیں لیکن جماعت احمدیہ کی یہ خوبی ہے کہ جماعت کوئی فنڈ نہیں لیتی بلکہ ان مساجد کو تو اب بھی حکومتی فنڈ ملتے ہیں اور یہاں مسلمانوں کی جو تنظیمیں بنی ہوئی ہیں ان کو حکومت کی طرف سے یہاں انگلستان میں بھی فنڈ ملتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کی یہ خوبی ہے کہ جماعت کی مساجد لوگوں کے چندوں سے اور قربانیوں سے تعمیر ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تو انگلستان میں بھی جماعت کی قربانی کی وجہ سے درجنوں مسجدیں بن چکی ہیں اور مغربی ممالک میں بھی بیشمار مساجد تعمیر ہو گئی ہیں۔

بہرحال آج مسجد فضل کے حوالے سے ہی مَیں کچھ ذکر کرنا چاہتا ہوں اور اس ذکر کی اہمیت کا اظہار اس وقت ہو گا یا ہم جو تقریب سو سال پورے ہونے پر کر رہے ہیں، اس کا فائدہ تب ہو گا جب ہم مسجد کے مقصد کو پورا کرنے والے ہوں گے جو کہ اس کی آبادی کا حق ہے۔ اپنی حالتوں کو بدلنے کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق میں بڑھنے کا حق ہے اپنی نسلوں کو مسجد سے جوڑنے کا حق ہے۔

ہم نے اسلامی حقوق پورے کرنے ہیں۔ پس اسے ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہیے کہ صرف ایک فنکشن کر کے یا چراغاں کر کے خوش نہ ہو جائیں **بلکہ اس مسجد کے حق کو پورا کریں**۔ اس کی تاریخ کو دیکھیں اور اس تاریخ پر غور کریں پھر اپنی حالتوں پر غور کریں۔ اس حوالے سے بنیادی بات جو پہلے میں کہنی چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کے مغرب میں پھیلنے کے بارے میں بہت کچھ بیان فرمایا ہے۔ یہی چیز ہے جو ہماری تبلیغی سرگرمیوں کی بنیاد ہے۔ ایک جگہ اسلام کے مغرب میں پھیلنے کے بارے میں ایک رؤیا کے حوالے سے آپؑ بیان فرماتے ہیں کہ ایسا ہی طلوعِ شمس جو مغرب کی طرف سے ہو گا ہم اس پر بہرحال ایمان لاتے ہیں لیکن اس عاجز پر جو ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغرب جو قدیم سے ظلمت کفر وضلالت میں ہیں آفتابِ صداقت سے منور کیے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔

(ماخوذ از ازالۂ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 376-377)

بڑی تحدّی سے آپؑ نے فرمایا، اس لیے ہمیں امید رکھنی چاہیے انشاء اللہ تعالیٰ ان ممالک میں بھی اسلام

پھیلے گا۔ پھر آپؑ کی ایک اور پیشگوئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: مَیں نے دیکھا کہ میں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہو گا۔ سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے۔

درحقیقت آج تک مغربی ملکوں کی مناسبت دینی سچائیوں کے ساتھ بہت کم رہی ہے گویا خدا تعالیٰ نے دین کی عقل تمام ایشیا کو دے دی اور دنیا کی عقل تمام یورپ اور امریکہ کو۔ فرمایا کہ نبیوں کا سلسلہ بھی اول سے آخر تک ایشیا کے ہی حصہ میں رہا اور ولایت کے کمالات بھی انہیں لوگوں کو ملے۔ اب خدا تعالیٰ ان لوگوں پر نظر رحمت ڈالنا چاہتا ہے۔ (ماخوذ از ازالۂ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 377)

یعنی مغربی ممالک کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ نظر رحمت ڈالنا چاہتا ہے۔ پس یہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد، خواہش اور دعا اور خوشخبری اور یہ ہے وہ کام جس کو جاری رکھنے کے لیے آج جماعت احمدیہ انگلستان میں بھی اور برطانیہ کے علاوہ دنیا کے مختلف ممالک میں بھی، امریکہ میں بھی اور دوسرے مغربی ممالک میں بھی اسلام کا حقیقی پیغام پہنچا رہی ہے اور مسجد فضل کی ابتدا بھی اسی غرض کو پورا کرنے کے لیے ہوئی تھی۔

جیسا کہ میں نے ذکر کیا تھا کہ ووکنگ کی مسجد میں پہلے خواجہ کمال الدین صاحب آئے تھے لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد خلافت کی بیعت انہوں نے نہیں کی اور اس وجہ سے چودھری فتح محمد صاحب سیالؓ جو اس وقت ان کے ساتھ تھے انہوں نے بھی ان کے ساتھ اکٹھا کام کرنے میں دقت محسوس کی اور علیحدہ ہو کر پھر ایک دوسری جگہ آ کر جماعت احمدیہ کی تبلیغ کا کام شروع کر دیا اور پیغام پہنچانے لگے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھر ان کو کامیابیاں بھی ہوئیں۔ غرض ہم کہہ سکتے ہیں کہ چودھری فتح محمد صاحب سیالؓ جماعت احمدیہ کے پہلے مبلغ ہیں جو باقاعدہ مبلغ بن کے یہاں آئے اور سب سے پہلا پھل بھی آپؓ کو ملا جن کا نام مسٹر کوریو تھا جو ایک جرنلسٹ تھے۔

یہ مسلمان ہوئے اور اس کے بعد پھر ایک درجن سے زائد لوگ احمدی مسلمان ہوئے۔ چودھری صاحب کی تبلیغ زیادہ تر لیکچروں کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ آپ اسلام کا پیغام اس طرح پہنچایا کرتے تھے کہ مختلف جگہوں پر کلبوں میں اور سوسائٹیوں میں جا کے تقریر کیا کرتے تھے پھر یہاں قادیان سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے چودھری فتح محمد صاحب سیالؓ کو واپس بلا کے قاضی عبداللہ صاحبؓ کو مبلغ بنا کے بھیجا۔ انہوں نے یہاں کچھ عرصہ کام کیا اور یہ قاضی صاحبؓ بھی صحابی تھے اور ان حالات میں جبکہ جنگ شروع ہو چکی تھی یہ بڑا مشکل کام تھا۔ پہلی جنگ عظیم شروع ہو گئی تھی۔ تبلیغ کا کام بہت مشکل تھا لیکن یہ لوگ تبلیغ کا کام کرتے رہے۔ قاضی صاحب کے زمانے میں مشن کو ایک مستقل جگہ بنانے کی غرض سے سٹار سٹریٹ کا مکان کرائے پر لیا گیا۔ پھر تاریخ میں یہ بھی لکھا ہے کہ قاضی صاحبؓ کے یہاں ہوتے ہوئے ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کو مبلغ کے طور پر بھجوایا۔ انہوں نے 1917ء سے

جنوری 1920ء تک یہاں قیام کیا۔ 1919ء میں دوبارہ چودھری فتح محمد صاحب سیالؓ کو اور مولوی عبدالرحیم صاحب نیر کو یہاں بھجوایا گیا اور ان دونوں نے بے لوث کام کیا اور احمدیت کی تبلیغ کی۔

مسجد کے لئے جگہ کی خرید

1920ء میں چودھری فتح محمد صاحب سیالؓ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف سے یہ کہا گیا کہ انگلستان میں کوئی زمین خریدیں جہاں مسجد بنائی جائے اور ایک باقاعدہ مشن ہاؤس بنا کے وہاں کام شروع کیا جائے جس کے لیے پھر کوشش ہوئی اور دو ہزار دو سو پاؤنڈ سے **اوپر کی رقم سے پٹنی کے علاقے میں یہ جگہ خریدی** گئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ اطلاع ملی تو اس وقت آپ ڈلہوزی میں تھے۔ آپ نے وہاں بڑا فنکشن کیا اور پھر وہاں مسجد فضل کے نام سے اس مسجد کا نام بھی معین فرمایا اور اس کے بعد چندے کی تحریک ہوئی تا کہ مسجد کی تعمیر کے لیے زیادہ سے زیادہ رقم اکٹھی ہو سکے۔

یہ قطعہ زمین ایک یہودی سے حضرت چودھری فتح محمد صاحب سیالؓ نے خریدا تھا۔ جیسا کہ ہمیں پتہ ہے جس میں اب تو نئی تعمیر ہو چکی ہے لیکن اس وقت ایک مکان تھا اور تقریباً ایک ایکڑ کے قریب زمین تھی۔ پھر تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اس مسجد کی مزید کس طرح آگے پیشرفت ہوئی، تعمیر کس طرح ہوئی کہ 1924ء میں نمائش کے دوران بعض معززین کو یہ خیال آیا کہ اس عالمگیر نمائش کے ساتھ ساتھ دنیا کے مختلف مذاہب کی بھی نمائش کی جائے اور عیسائی مذہب کو الگ رکھ کر جس کے حالات سے اہل مغرب خود ہی واقف ہیں دوسرے مذاہب کے بارے میں معلومات لی جائیں اور ان کے نمائندوں کو لندن بلا کر ان کے لیکچر دلوائے جائیں۔ اس کے لیے انہوں نے مولوی عبدالرحیم صاحب نیر کو بھی جو اس وقت یہاں مبلغ تھے جماعت احمدیہ کی طرف سے لیکچر دینے کے لیے مدعو کیا۔ مولانا نیر صاحب نے قادیان اطلاع کی۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس کو قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں سے کوئی نمائندہ ہم بھیجیں گے جو اسلام کی خوبیاں بیان کرے اور ساتھ ہی آپ نے خود، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک مضمون لکھنا شروع کر دیا جس میں اسلام کی خوبیاں بیان کی گئیں اور حقیقی تعلیم بیان کی گئی اور یہ لیکچر کے لیے بڑی ضخیم کتاب بن گئی جو آپ نے لکھ کے دی جو احمدیت یا حقیقی اسلام کے نام سے اب شائع بھی ہو چکی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح کا سفر یورپ

بہر حال اس کے بعد جماعتی نمائندگان کی شوریٰ بلائی گئی جس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور حضرت عبدالرحیم صاحب دردؓ نے تجویز کی کہ یہ ایک **ایسا موقع ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح خود وہاں جائیں** بجائے اس کے کہ کسی نمائندے کو بھیجا جائے اور چند رفقاء بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ اس کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ آپ خود انگلستان تشریف لے جائیں گے۔ دمشق اور مصر وغیرہ کے دورے کرتے ہوئے یورپ پہنچیں گے اور اپنے ساتھ چند افراد کو لے کے جائیں گے جن میں چودھری ظفر اللہ خان صاحبؓ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ بھی شامل تھے۔ یہ دونوں حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ اور چودھری ظفر اللہ خان صاحبؓ یہاں اپنے خرچ پہ آئے تھے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنا خرچ خود دیا تھا۔ بہر حال حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ دمشق اور مصر سے ہوتے ہوئے اٹلی اور سوئٹزرلینڈ اور فرانس کے راستے

سے انگلستان پہنچے۔ 22 اگست 1924ء کو یہاں پہنچے اور یہاں بھی ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ اس ورود مسعود کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو ایک رؤیا پہلے سے دکھلایا گیا تھا کہ وہ سمندر کے کنارے انگلستان کے ایک مقام پر اترے ہیں اور ایک لکڑی کے کُندے پر پاؤں رکھ کر ایک کامیاب جرنیل کی طرح چاروں طرف نظر کر **رہے ہیں کہ آواز آئی: ولیم دی کنکرر** (William the Conqueror)۔ گویا انگلستان کی روحانی فتح حضور کے ورود انگلستان کے ساتھ مقدر تھی جو اب ظہور میں آئی۔

اخبارات نے حضورؓ کے سفر اور انگلستان پہنچنے کو بڑا نمایاں طور پر شائع کیا اور آپؓ وہاں پہنچ کر پھر لندن وکٹوریہ سٹیشن پر اترے۔ پورٹ سے پھر وہاں وکٹوریہ گئے۔ یہاں آپ اترے۔ یہاں سے آپ اور آپ کی جماعت سینٹ پال کے عظیم الشان اور انگلستان کے سب سے بڑے گرجے کے سامنے پہنچے اور اس کے بعد اس کے سامنے ٹھہر کر آپ نے خدائے ذوالجلال سے اسلام اور توحید کی فتح کی دعا کی اور پھر آپ اپنے قافلے کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے۔ آپ کی رہائش کے لیے ایک اچھی جگہ کا پہلے سے ہی انتظام کر لیا گیا تھا۔ جو عمارت کرائے پر لی گئی تھی اس جگہ ایک بڑا گھر تھا۔ مذہبی کانفرنس کے مضمونوں اور پرائیویٹ ملاقاتوں اور پبلک لیکچروں اور اس دوران میں کابل سے یہ خبر بھی ملی تھی کہ نعمت اللہ خان صاحب شہید کو سنگسار بھی کیا گیا تھا۔ تو اس کے واقعات کی وجہ سے جماعت احمدیہ کو کافی شہرت ملی اور کافی اخباروں میں اس کا چرچا ہوا۔ بہرحال ان فنکشنوں کے بعد مسجد کے سنگِ بنیاد رکھنے کی باری آئی اور یہ کام بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت شاندار اور پر اثر طریقے سے ہوا۔

مسجد کے بارے میں تاریخ میں یہ لکھا ہے کہ اگرچہ ولایت میں تبلیغی سلسلہ جاری ہوتے ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجد کے وجود میں لانے کا خیال پیدا ہو گیا تھا کیونکہ وہاں بار بار مکانوں کے بدلنے سے تبلیغ کے اثر کو سخت نقصان پہنچتا تھا کہ بہرحال جماعت کا ایک مرکز ہونا چاہیے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ گھر کرائے پہ لیتے جائیں تو اس کی وہ باقاعدگی نہ رہنے سے اتنا اثر نہیں ہوتا۔ اس لیے آپ کا خیال تھا کہ مرکز بہرحال ہونا چاہیے مگر یہ کام بظاہر مشکل نظر آتا تھا اس کے لیے کوئی عملی تدبیر 1919ء تک پیدا نہیں ہو سکی۔ روپے کی فراہمی اور لندن میں موجود زمین کا ملنا جو کافی ہو اور شرفاء کے محلے میں ہو اور ایسی ہو کہ جس میں قانونی طور پر کوئی شرط اور پابندیاں عائد نہ ہوں اور یہ بات لندن کے مکانات اور قطعات اراضی خریدنے میں اور اس پر حسب منشاء عمارت بنانے میں بڑی سخت روک تھی۔ یہ ساری شرائط بھی پوری ہوں۔ پھر اس کی تعمیر و نگرانی پر سب سے بڑھ کر لوگوں کی توجہ کو اس طرف کھینچنا یہ وہ سب امور تھے جو اس کے راستے میں حائل تھے لیکن خدا نے ہر انتظام بہترین طریق پر اور بہترین صورت میں پورا کر دیا۔ سب سے پہلے روپے کی فراہمی تھی وہ اس طرح ہوئی کہ جنگ کے ختم ہونے کے بعد ایک زمانہ ایسا آیا کہ پاؤنڈ کا نرخ گرنا شروع ہوا۔

مسجد کے لئے چندہ کی تحریک

جب پاؤنڈ کی قیمت بہت زیادہ گر گئی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دل میں اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی تحریک بڑے زور سے پیدا ہوئی اور آپ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور 6 جنوری 1920ء کو آپ اس خیال

کے تحت ظہر کی نماز پڑھا کر واپس جا رہے تھے کہ وہاں اس وقت مسجد میں بعض لیٹ آنے والے نمازی نماز پڑھ رہے تھے جن کی وجہ سے رستہ رکا ہوا تھا تو آپ وہاں رک گئے اور پھر وہیں بیٹھ گئے اور وہاں بیٹھ کر آپ نے ناظر بیت المال کو فرمایا کہ اس وقت چودہ پندرہ ہزار روپیہ قرض لے کر انگلستان بھیج دیا جائے اور آجکل کیونکہ ریٹ گر رہا ہے تو روپیہ تبدیل ہونے سے کافی پاؤنڈ مل جائیں گے۔ ناظر بیت المال نے بھی یہ لکھا۔ لیکن اس کے بعد جب آپؓ گھر تشریف لائے اور اس تحریک کو تحریر میں آخری شکل دی تو پھر آپ نے بجائے چودہ پندرہ ہزار کے تیس ہزار رقم لکھ دی اور پہلے یہ تھا ناں کہ قرض بھیجو آپ نے بجائے قرض کے چندہ کا لفظ لکھ دیا۔ حضورؓ فرماتے تھے کہ گویا خود بخود ہی ایسا ہو گیا۔ یہ تحریک لکھ کر اس روز عصر کے وقت ناظر بیت المال کو دے دی اور آپ نے انہیں فرمایا کہ اس کے لیے مغرب کے بعد لوگوں کو جمع کیا جائے۔ مسجد مبارک میں وہاں گنجائش بہت کم تھی اور اعلان کے لیے وقت بھی تھوڑا تھا مگر پھر بھی حضورؓ کی اس پہلی تحریک پر چھ ہزار چندہ جمع ہو گیا۔ دوسرے دن مستورات میں تحریک فرمائی پھر اس دن عصر کے وقت مردوں کے درمیان مسجد اقصیٰ میں دوبارہ اور بالآخر 9 جنوری 1920ء جمعہ کے دن خطبہ میں عام اعلان کیا۔ اور دس، گیارہ جنوری تک صرف قادیان کا چندہ ہی بارہ ہزار تک پہنچ گیا اور اس غریب جماعت نے، قادیان کے لوگوں نے بڑی قربانی کر کے چندہ اکٹھا کیا۔

حضورؓ نے فرمایا کہ اس غریب جماعت سے اس قدر چندہ کی وصولی خاص تائیدِ الٰہی کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اس وقت چندہ کے ساتھ شامل ہے۔

آپ نے فرمایا کہ لوگوں کا جوش و خروش دیکھنے کے قابل تھا اور اس کا وہی لوگ ٹھیک اندازہ کر سکتے ہیں جنہوں نے اس کو آنکھوں سے دیکھا ہو۔ سب مرد عورتیں نشہ سے چُور ہو کر، قربانی کے جذبہ سے سرشار ہو کر چندے دے رہے تھے۔ ایک بچہ غریب اور محنتی آدمی کا بیٹا تھا اس نے کہا میں نے ساڑھے تیرہ روپے جوڑے ہیں۔ اس زمانے میں تو ساڑھے تیرہ روپے کی کچھ نہ کچھ قیمت تھی اور جو ریٹ گرا تھا اس کے مطابق بھی ایک ڈیڑھ پاؤنڈ تو ہو گا ہی۔ بہرحال کہتا ہے ساڑھے تیرہ روپے جوڑے ہیں اور چندہ میں بھجوا رہا ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ پتہ نہیں کن امنگوں کے ماتحت اس بچے نے وہ پیسے جمع کیے ہوں گے لیکن مذہبی جوش نے خدا کی راہ میں ان پیسوں کے ساتھ ان امنگوں کو بھی قربان کر دیا۔

بہرحال اس قربانی میں لوگ بیشمار بڑھتے چلے گئے۔ پھر آپ نے باہر گورداسپور لاہور وغیرہ میں تحریک کی اور خیال تھا کہ تیس ہزار روپیہ ان تین ضلعوں سے پورا ہو جائے گا۔ اس کے بعد پھر آپ نے کہا کہ مجھے ڈر ہوا کہ باقی جماعتوں کو شکوہ نہ ہو تو پھر میں نے اس کو مزید بڑھا دیا اور رقم بھی بڑھا کر ایک لاکھ کر دی تا کہ لوگ ثواب میں شامل ہوں بلکہ ایک شخص نے حضرت مصلح موعودؓ کو یہ لکھا کہ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ مجھے اپنے مقصد میں کامیاب کرے جو میں کوئی بزنس کر رہا ہوں۔ اس کے شکریہ میں مَیں ولایت میں احمدیہ مسجد بنانے پر جس قدر خرچ ہو گا سارا خرچ خود کروں گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا کہ میں نے اس کی اجازت تو نہیں دی کیونکہ میں کسی کو بھی محروم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بہرحال یہ رقم اکٹھی ہونا شروع ہوئی، جمع ہوئی اور یہ رقم بینک آف انڈیا کے ذریعہ سے انگلستان بھجوائی گئی جو تین ہزار چار سو اڑسٹھ پاؤنڈ بنتی ہے۔ اندازہ لگالیں آج

کے اپنے حالات کا اور اس وقت کے حالات کا۔ روپوں میں باون ہزار روپیہ بن جاتی تھی۔ ایک ہفتہ کے اندر اندر یہ رقم جمع ہو گئی پھر بعد میں مزید رقم بھیجی گئی اور اس طرح ان دنوں میں پاؤنڈ کی قیمت بھی دوبارہ گر گئی جس سے تھوڑے روپوں میں، کم روپوں میں زیادہ پاؤنڈ مل گئے۔ پندرہ روپے سے چھ روپے پہ پاؤنڈ آ گیا پھر۔ بہر حال اس مسجد کی تعمیر اور سنگِ بنیاد کا جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا تھا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے یہاں آنے سے آغاز بھی ہوا۔

سنگ بنیاد

19/اکتوبر 1924ء اتوار کے دن اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس وقت تاریخ میں لکھا ہے کہ اٹھارہ اکتوبر 1924ء کے روز اخبار نے لکھا تھا کہ 19 اکتوبر کے موسم کی پیشگوئی یہ تھی کہ موسم عمدہ رہے گا اور سورج نکلے گا مگر خدا تعالیٰ نے اس پیشگوئی کو غلط ثابت کر دیا اور اپنی ہستی کا ایک کھلا کھلا ثبوت دیا اور صبح سے بارش شروع ہو گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے سامنے یہ معاملہ پیش ہوا تو آپ نے فرمایا گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔ بڑا اچھا ہوا ہے۔ ایسی حالت میں جو لوگ آئیں گے افتتاح کے لیے وہ اخلاص سے ہی آئیں گے۔ کل بھی بارش کی پیشگوئی ہے اب دیکھیں پیشگوئی پوری ہوتی ہے کہ نہیں۔ بہر حال آپ نے فرمایا کہ جو لوگ آئیں گے اخلاص سے آئیں گے اور انشاء اللہ یہ تقریب کامیاب ہو گی۔ چھوٹا خیمہ یعنی مارکی لگائی گئی تا کہ مارکی میں بیٹھ کے لوگ پروگرام آرام سے سن سکیں اور دیکھ سکیں۔ مختلف لوگوں کو دعوتی کارڈ بھیجے گئے تھے۔ پارلیمنٹ کے ممبران تھے، لیڈر تھے، سیاستدان تھے، ڈپلومیٹس تھے۔ مختلف قسم کے لوگ شامل تھے۔ تھوڑا وقت تھا اس لیے خیال تھا کہ بہت کم لوگ آئیں گے لیکن پھر بھی بڑی تعداد میں مہمان آ گئے۔ مختلف ملکوں کے نمائندے شامل ہوئے اور یہ تقریب ہر لحاظ سے کامیاب ہوئی۔ اس تقریب کے وقت جہاں سنگ بنیاد نصب کرنا تھا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں کھڑے ہوئے اور آپ کے کھڑے ہونے پر حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ نے دو سورتوں کی، اللیل کی اور اعلیٰ کی تلاوت کی۔

اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خطاب فرمایا اور آپؓ نے فرمایا کہ آج ہم ایک ایسے کام کے لیے جمع ہوئے ہیں جو اپنی نوعیت میں بالکل نرالا ہے یعنی ایک ایسی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے جو محض اس ہستی کو یاد کرنے اور اس کے حضور میں اپنی عبودیت کا اظہار کرنے کے لیے بنائی جاتی ہے جو سب دنیا کی پیدا کرنے والی ہستی ہے۔ خواہ وہ کسی ملک کے رہنے والے ہوں اور کسی حکومت کے ماتحت بستے ہوں یا کوئی زبان بولتے ہوں وہاں جا کر ایک ہو جاتے ہیں۔ وہ ہستی وہ مرکزی نقطہ ہے جس کے حضور میں کُل انسان بڑے اور چھوٹے، کالے اور گورے، مشرقی اور مغربی کا سوال ہی نہیں رہتا کیونکہ جوں جوں اس کے نزدیک چلا جایا جاتا ہے اختلاف مٹتے جاتے ہیں اور اتحاد بڑھتا جاتا ہے۔ پس جس عمارت کی بنیاد رکھنے کے لیے ہم لوگ آج جمع ہوئے ہیں وہ اتحاد اور اتفاق کا ایک نشان ہے اور اپنے وجود سے ہمیں اس امر کی طرف توجہ دلا رہی ہے کہ ہمارا مبدا اور مرجع ایک ہے۔

پس ہمیں آپس کے اختلافات کی وجہ سے ایک دوسرے سے لڑنا اور فساد کرنا نہیں چاہیے۔ اور پھر آپؓ نے یہ بھی فرمایا کہ اختلاف تو ہوتے رہتے ہیں اور اختلاف تو دنیا میں کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ اختلاف نہ

ہوں یہ تو اچھی بات ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اختلافات رحمت کا نشان ہوتے ہیں۔ نقصان نہیں دیتے۔ لیکن جو بُری چیز ہے وہ عدم برداشت ہے۔ اختلاف ہو جائے اور پھر برداشت نہ ہو۔ یعنی اتفاق کی حد سے بڑھی خواہش۔ یعنی ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ جو میں کہہ رہا ہوں اس سے اتفاق کیا جائے۔ اختلاف نہ ہو صرف اتفاق ہی ہو۔ یہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ اختلافات بھی ترقی کی نشانی ہیں اور اگر یہ چیز انسان میں پیدا ہو جائے تو پھر کامیابیاں بہت قریب ہو جاتی ہیں۔ پھر آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ قوتِ برداشت انسان میں ہونی چاہیے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اختلاف تو بُری چیز ہے اگر اختلاف بُری چیز ہے تو پھر برداشت کے کیا معنی ہیں۔ برداشت تو اسی وقت ہو گا جب اختلاف ہو گا۔ برداشت ہو تا ہی اس وقت ہے جب کسی چیز سے اختلاف ہو۔ تب انسان برداشت کرے اور غلط رنگ میں کسی دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرے۔ پس اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔

آپؑ نے یہ فرمایا کہ پس **جس چیز کی دنیا کو ضرورت ہے وہ برداشت ہے** یعنی لوگ اختلافِ عقیدہ اور اختلافِ اصول رکھتے ہوئے پھر آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کے ساتھ رہیں۔ بیشک ہر ایک شخص کا حق ہے کہ وہ دوسروں کو اس امر کی طرف بلائے جسے وہ اس کے لیے اچھا سمجھتا ہے کیونکہ بغیر تبلیغ کے علوم کی ترقی نہیں ہو سکتی مگر جس چیز کا کسی کو حق نہیں وہ یہ ہے کہ دوسرے کے دل کے بدلنے سے پہلے اس کی زبان اور اس کے اعمال کو بدلنا چاہے یا بعض امور میں اس سے اختلاف رکھنے کی وجہ سے اس کو تکلیف دینے کی کوشش کرے۔ زبردستی کرنی، زبان اور اعمال کو بدلنا یہ چیز غلط ہے۔ دل بدلنا چاہیے۔ اگر زبردستی کی ہے تو یہ غلط ہے۔ پھر آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ مسجد اس قسم کی روح پیدا کرنے کے لیے بنائی جاتی ہے اور اسلام نے مسجد کا نام بیت اللہ رکھا ہے یعنی ایسا گھر جس میں انسان کا حق نہیں کہ وہ آپس کے اختلاف کی وجہ سے اس سے کسی کو نکال سکے یا کسی کو تکلیف دے سکے کیونکہ یہ اس کا گھر نہیں بلکہ خدا کا گھر ہے۔ لیکن پاکستانی ملّاں آجکل یہ سمجھتا ہے کہ یہ ہماری مرضی ہے ہم جو مرضی کہیں اور احمدیوں پر مسجدوں میں جانا بھی تنگ کیا گیا ہے۔ بہرحال آپ نے فرمایا کسی انسان کا گھر نہیں ہے یہ خدا کا گھر ہے جو اسی طرح اس کے دشمن کا خدا ہے جس طرح اس کا خدا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ (البقرہ:115) یعنی اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنائے جانے والے گھر سے لوگوں کو روکے اور اس کی عبادت نہ کرنے دے۔

یہ ظلم آجکل پاکستانی ملاں اسلام کے نام پہ کر رہا ہے۔ بہرحال آپؑ نے فرمایا کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دفعہ یمن کے مسیحیوں کا ایک وفد حاضر ہوا۔ آپؐ سے باتیں کر رہا تھا کہ نماز کا وقت آگیا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ باہر جا کر نماز پڑھ لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باہر جا کر نماز ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہماری مسجد میں نماز پڑھ لو۔

قرآن کریم کے حکم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے یہ ثابت ہے کہ اسلامی مساجد کا دروازہ ہر اس شخص کے لیے کھلا ہے جو خدا تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہے اور اسلامی مساجد مختلف مذاہب کے

لوگوں کو متحد کرنے کا نقطۂ مرکزی ہیں۔

اور پھر آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ اس روح کے ساتھ اور انہی جذبات کے ساتھ جو بیان کیے ہیں ہم نے یعنی جماعت احمدیہ نے اس مسجد کی تعمیر کا ارادہ کیا ہے اور اس کا میں افتتاح کر رہا ہوں اور آج اس سے پہلے کہ مَیں اس کا سنگ بنیاد رکھوں اس امر کا اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ مسجد صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنائی جاتی ہے تا کہ دنیا میں خدا تعالیٰ کی محبت قائم ہو اور لوگ مذہب کی طرف جس کے بغیر حقیقی امن اور حقیقی ترقی نہیں متوجہ ہوں۔ اور ہم کسی شخص کو جو خدا تعالیٰ کی عبادت کرنا چاہتا ہے ہرگز اس میں عبادت کرنے سے نہیں روکیں گے بشرطیکہ وہ ان قواعد کی پابندی کرے جو اس کے منتظم انتظام کے لیے مقرر کریں اور بشرطیکہ وہ ان لوگوں کی عبادت میں مخل نہ ہوں جو اپنی مذہبی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اس مسجد کو بناتے ہیں اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ رواداری کی روح ہے جو اس مسجد کے ذریعے سے پیدا کی جائے گی دنیا سے فتنہ و فساد دور کرنے اور امن و امان کے قیام میں مدد دے گی اور وہ دن جلد آئیں گے جب لوگ جنگ و جدال کو ترک کر کے محبت اور پیار سے آپس میں رہیں گے اور سب دنیا اس امر کو محسوس کرے گی کہ جب سب بنی نوع انسان کا خالق ایک ہی ہے تو ان کو آپس میں بھائیوں اور بہنوں سے بھی زیادہ محبت اور پیار سے رہنا چاہیے اور بجائے ایک دوسرے کی ترقی میں روک بننے کے ایک دوسرے کو ترقی کرنے میں مدد دینی چاہیے کیونکہ جس طرح باپ کبھی پسند نہیں کرتا کہ اس کے بچے آپس میں لڑتے رہیں اسی طرح خدا تعالیٰ بھی کبھی پسند نہیں کرتا کہ اس کی مخلوق آپس کے جنگ و جدال میں مشغول رہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا **ایک خدا تعالیٰ سے دُوری کی وجہ سے آپس میں جنگیں ہوتی ہیں** اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانیٔ جماعت احمدیہ کو اسی غرض کے لیے بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دوری کی وجہ سے جنگیں ہوتی ہیں اور سب کو اکٹھا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا ہے کہ وہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ کریں اور باہمی اختلافات کو دور کریں اور آپس میں اتحاد اور محبت پیدا کریں۔ پس جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ان تمام نسلی جنگوں اور سیاسی جنگوں کو مٹانے میں کوشاں رہے گی۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہر ملک کے مختلف مذاہب کے جو نیک دل لوگ ہیں ان کوششوں میں اس کے مددگار ہوں گے کہ امن قائم کیا جائے اور اس کے آثار بھی آپ نے فرمایا نظر آ رہے ہیں جیسا کہ اس وقت (وہاں مختلف لوگ آئے ہوئے تھے) آپ نے فرمایا کہ مختلف اقوام کے معزز لوگ آج اس اجتماع میں ہیں اس سے ظاہر ہے کہ ہم اکٹھے ہو رہے ہیں اور آج سو سال بعد اس زمانے میں بھی ہم نے یہی دیکھا ہے کہ آج بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سارے لوگ، مختلف قوموں کے لوگ، مختلف مذاہب کے لوگ جب آتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے پلیٹ فارم پر ہم سب ایک ہو جاتے ہیں۔

اس مسجد میں جیسا کہ آپ نے جو یہاں مسجد میں جانے والے ہیں، مسجد فضل کے نماز پڑھنے والے جو ہیں انہوں نے دیکھا بھی ہو گا کہ **حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک تختی بھی نصب کی تھی جس پر یہ لکھا ہوا ہے** کہ میں مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ جس کا مرکز قادیان پنجاب ہندوستان ہے خدا کی رضا کے حصول کے لیے اور اس غرض سے کہ خدا کا ذکر انگلستان میں بلند ہو اور انگلستان کے لوگ بھی

اس برکت سے حصہ پاویں جو ہمیں ملی ہے آج بیس ربیع الاول 1343ھ کو اس مسجد کی بنیاد رکھتا ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ جماعت احمدیہ کے مردوں اور عورتوں کی اس مخلصانہ کوشش کو قبول فرمائے اور اس مسجد کی آبادی کے سامان پیدا کرے اور ہمیشہ کے لیے اس مسجد کو نیکی، تقویٰ، انصاف اور محبت کے خیالات کے پھیلانے کا مرکز بنائے اور یہ جگہ حضرت محمد مصطفیٰ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت احمد مسیح موعود نبی اللہ بروز اور نائب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانی کرنوں کو اس ملک اور دوسرے ملکوں میں پھیلانے کے لیے روحانی سورج کا کام دے۔ اے خدا ایسا ہی کر۔ (19/اکتوبر 1924ء) یہ تمام تحریر لکھی ہوئی ہے۔ آپ پڑھ رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان دعاؤں کے ساتھ اس مسجد فضل کی بنیاد رکھی گئی اور مختلف اخباروں نے اس کی بہت زیادہ اشاعت کی اور حضرت مصلح موعودؓ کی تقریر کے مختلف حوالے اپنے اخباروں میں شائع کیے اور جماعت کے کام کو بڑا سراہا۔

میں نے جو بعض باتیں بیان کی ہیں وہ آپ کی تقریر میں سے مختصر خلاصہ بیان کیا ہے۔ تفصیل کافی ہے۔ بہرحال جنہوں نے پڑھنا ہے وہ اصل سے پڑھ سکتے ہیں۔

آخر یہ مسجد تعمیر ہوئی اور دو سال کے بعد 1926ء میں اس کا افتتاح ہوا۔ اس کا افتتاح کرنے تو شاہ فیصل نے آنا تھا جو کہ (اس وقت) شہزادہ فیصل تھے، ان کے والد نے کہا تھا جائیں اور ان کو آنے کی اجازت مل گئی تھی لیکن پھر مسلمانوں کے ردّعمل کی وجہ سے بادشاہ نے ان کو روک دیا اور پھر شیخ عبدالقادر صاحب نے اس کا افتتاح کیا اور انہوں نے بڑے واضح الفاظ میں بتایا کہ میں احمدی نہیں ہوں لیکن باوجود اس کے ہم اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں اس لیے ہمیں اختلافات سے بالا ہو کر ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے۔ بہرحال یہ ان کا حوصلہ اور کھلا دل ہے جس کا انہوں نے اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی اس کی جزا دے۔

(ماخوذ از تواریخ مسجد فضل لندن صفحہ 9 تا 14، 18 تا 35، 45 تا 48، 52، 78 مینیجر بک ڈپو تالیف واشاعت قادیان)
(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 377، 406)
(https://shahjahanmosque.org.uk/the-mosque/history/explore/)

بہرحال یہ تھی مختصر تاریخ جو مسجد فضل کی تھی اور یہی اس مسجد کے بنانے کی وجہ تھی کہ مغرب میں اشاعتِ اسلام ہو۔ پس آج ہم جیسا کہ میں نے بتایا تھا کہ سو سال پورا ہونے پر تقریب منعقد کر رہے ہیں تو یہ تقریب کوئی دنیاوی مقصد کے لیے نہیں ہے بلکہ جیسا کہ حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات اور باتوں سے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام سے اور باتوں سے میں نے بتایا ہے کہ یہ مسجد تو وہ جگہ ہے جہاں خدا تعالیٰ کی عبادت کے لیے لوگ اکٹھے ہوں اور خدائے واحد کی عبادت کریں اور آپس میں ایک دوسرے کے حق ادا کرنے والے ہوں۔ اپنی روحانی اصلاح بھی کریں اور اپنے اعلیٰ اخلاق کو بھی بلند کریں۔ اس زمانے میں جبکہ لوگ خدا کو بھول رہے ہیں مسجد کی اہمیت بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق انسان کی پیدائش کا مقصد عبادت ہے اور اسی سے ہم دور جا رہے ہیں۔ پس آج ہمیں اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ عبادت کا حق ادا کرنے والے ہوں اور اپنے ماحول میں بھی اپنے ارد گرد کے لوگوں کو بھی اپنی نسلوں کو بھی اس بات کی طرف توجہ دلائیں کہ حقیقی زندگی اور ہماری بقا اسی میں ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کا حق ادا کرنے والے ہوں اور اس کی مخلوق کا حق ادا کرنے والے ہوں۔ اس کے حکموں پر چلنے

والے ہوں تبھی ہم دنیا کو امن اور صلح اور آشتی کے ساتھ کامیابی سے چلا سکتے ہیں اور اس میں زندگی گزار سکتے ہیں ورنہ یہاں فسادوں اور جھگڑوں کے علاوہ کچھ نہیں جس کے نظارے ہم آجکل دیکھ رہے ہیں۔ پس اس مقصد کو ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے لیے پسند کرتے ہو وہ دوسروں کے لیے پسند کرو۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان باب من الایمان ان یحب لاخیہ مایحب لنفسہٖ حدیث 13)

تو اس تعلیم کی رو سے ہر احمدی کا فرض بنتا ہے کہ اس تبلیغ کو، اس پیغام کو جو اسلام کا پیار اور محبت اور امن سے رہنے کا پیغام ہے، صلح اور آشتی کا پیغام ہے دنیا کو بتائیں اور آشنا کریں اور پھیلائیں کہ یہی انسان کی بقا کا ضامن ہے اس کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں ورنہ آئندہ نسلیں تباہی اور بربادی کے گڑھے میں گرتی چلی جائیں گی اور ان جنگوں کی وجہ سے کوئی بعید نہیں کہ آئندہ پیدا ہونے والی نسلیں اپاہج اور لنگڑی اور لُولی پیدا ہوں۔

پس اس لحاظ سے بھی لوگوں کو آگاہ کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے کہ اس مسجد کے حق کو پورا کرنے والے ہوں اور ہر مسجد کے حق کو پورا کرنے والے ہوں۔ صرف یہی مسجد نہیں بلکہ ہر احمدی کو ہر جگہ ہر مسجد کو آباد کرنے اور اس کے حق کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ تاکہ وہ اپنی عبادتوں کے حق کو پورا کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانے کے حق کو پورا کرنے والے ہوں اور تبلیغ اسلام کا حق ادا کرنے والے ہوں اور حقیقی معنوں میں وہ مسلمان بن جائیں جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور اس زمانے میں آپ کے غلام صادق کو بھیجا تاکہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا دور دوبارہ شروع ہو اور دنیا میں اسلام اور خدائے واحد کی حکومت قائم ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا میں لہرائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 08و09/ نومبر 2024ء جلد 31 شمارہ 267، 268 صفحہ 02 تا 06)

43

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 25/ اکتوبر 2024ء بمطابق 25/ اخاء 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جنگِ احزاب میں بنو قریظہ کے عہد توڑنے پر جنگِ احزاب کے بعد ان کے قلعوں کے محاصرہ کا ذکر ہو رہا تھا تا کہ انہیں مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور عہد شکنی کرنے کی سزا دی جائے اس کی مزید تفصیل یوں ہے کہ جب محاصرہ شدید ہو گیا تو بنو قریظہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر قلعوں سے نیچے اتر آئے۔

(سبل الہدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 9، دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

بنو قریظہ کا یہ محاصرہ کتنے دن رہا اس بارے میں مختلف روایات ہیں۔ بعض روایات دس دن کی ہیں۔ بعض پندرہ دن کی، بعض چودہ دن اور بعض جگہ پچیس دن بیان کیے جاتے ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 57، 59۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

(سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 20، دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے مختلف تاریخوں کی روایات سے اخذ کر کے بیان فرمایا ہے کہ اس محاصرے کی مدت کم و بیش بیس دن تھی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 599)

حضرت سعدؓ بطور حکم

اس فیصلے میں حضرت سعد بن معاذؓ کو حَکَم بنایا گیا۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو قید کرنے کا حکم دیا تو ان کو رسیوں سے باندھ دیا گیا۔ اس کام کی نگرانی حضرت محمد بن مسلمہؓ نے کی۔ عورتوں اور بچوں کو قلعوں سے باہر نکالا اور ان کو بھی ایک طرف کر دیا اور ان پر حضرت عبد اللہ بن سلامؓ کو نگران مقرر کیا اور جو کچھ ان کے قلعوں میں تھا مثلاً ہتھیار، سامان اور کپڑا وغیرہ، وہ جمع کیا گیا۔ انہیں وہاں پندرہ سو تلواریں، تین سو زرہیں، دو ہزار نیزے، پندرہ سو چمڑے کی ڈھالیں اور بہت سا سامان ملا۔ بہت سے برتن، شراب، گھڑے، نشہ آور چیزیں ملیں جن کو بہا دیا گیا اور بہت سے اونٹ اور دوسرے جانور بھی پائے گئے جو سب کے سب جمع کر لیے گئے۔ اَوس قبیلے کے معززین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بنو قریظہ ہمارے حلیف ہیں۔ عہد شکنی کی وجہ سے ہمارے حلیف بھی نادم و پریشان ہیں۔ پس ان کو ہماری خاطر بخش دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھے رہے یہاں تک کہ اَوس کا اصرار بڑھنے لگا اور اَوس کے سارے لوگ ہی آ گئے اور التجا کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ ان کے بارے میں فیصلہ تم میں

سے ہی ایک شخص کے حوالے کر دیا جائے؟ سب نے کہا کیوں نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ معاملہ سعد بن معاذ کے سپرد کیا جاتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فیصلے کے لیے میرے صحابہ میں سے جس کو چاہو اختیار کر لو تو انہوں نے حضرت سعد بن معاذؓ کو اختیار کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر راضی ہو گئے۔ حضرت سعدؓ اوس قبیلے کے رئیس تھے اور بنو قریظہ کے حلیف تھے۔ یوں قبیلہ اوس کے لوگ نہ صرف مطمئن ہو گئے بلکہ خوش ہو گئے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اب معاملہ ہمارے ہاتھ میں ہے اور عرب کا دستور تھا کہ حلیف کی پاسداری کی جاتی تھی۔ لیکن خدائی تقدیر کچھ اَور ہی فیصلہ کیے ہوئے تھی اور حضرت سعدؓ کا پاکیزہ اور مخلص دل خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی سب رشتوں اور تعلقات پر مقدم کیے ہوئے تھا۔ حضرت سعدؓ اس وقت مدینہ کی مسجد میں رفیدہ اسلمیہ کے خیمہ میں تھے۔ وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور ان کا مسجد میں ہی ایک خیمہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کو اس خیمہ میں ٹھہرایا تھا تا کہ علاج معالجے کی نگرانی اور بسہولت ان کی، زخمیوں کی عیادت بھی کی جا سکے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملہ حضرت سعد بن معاذؓ کے سپرد کر دیا تو قبیلہ اوس والے ان کے پاس گئے اور انہیں ایک گدھے پر سوار کیا جس کی زین کھجور کی چھال کی تھی اور زین کے اوپر چمڑے کا گدا بچھایا ہوا تھا۔ اس کی لگام بھی کھجور کے ریشوں کی تھی۔ حضرت سعدؓ بھاری بھر کم جوان تھے۔ لوگ حضرت سعدؓ کے ارد گرد جمع ہو گئے اور کہنے لگے اے ابو عمرو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس کے حلیفوں کا معاملہ آپ کے سپرد کیا ہے تا کہ آپ ان کے ساتھ بھلائی کریں۔ پس آپ ان پر احسان کیجیے۔ اتنے میں اَور بھی بہت سے لوگ جمع ہو گئے لیکن حضرت سعدؓ خاموش رہے۔ جب لوگوں کا اصرار زیادہ ہو گیا تو حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہ کروں۔

حضرت سعدؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور لوگ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جب حضرت سعد بن معاذؓ آئے اور بخاری اور مسلم میں ہے کہ جب وہ اس مسجد کے قریب آئے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے اور جسے بنو قریظہ کے محاصرے کے وقت نماز پڑھنے کے لیے تیار کیا گیا تھا تو ان کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اپنے سردار کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے اس بہترین آدمی کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ بنو عبد الاشہل کے لوگ کہتے ہیں ہم حضرت سعدؓ کے لیے دو صفیں بنائے کھڑے ہوئے۔ ہم میں سے ہر شخص ان کو خوش آمدید کہتا رہا یہاں تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سعد! ان کے درمیان فیصلہ کرو۔ انہوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کے زیادہ حقدار ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم ان کے بارے میں فیصلہ کرو۔ اوس کے لوگ کہنے لگے کہ اے ابو عمرو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حلیفوں کا فیصلہ آپ کے سپرد کر دیا ہے۔

پس آپ ان کو یعنی ان کے ساتھ اچھا سلوک کیجیے اور ان کی مصیبتوں کو اپنے سامنے رکھیں۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا کیا تم بنو قریظہ کے متعلق میرے فیصلے پر راضی ہو گے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ ہم آپ کے فیصلے پر اس وقت سے راضی ہیں جبکہ آپ ہم میں موجود نہ تھے یعنی آپ کی غیر حاضری میں بھی ہم نے آپ کا نام تجویز کیا تھا۔ ہماری طرف سے آپ کو اختیار ہے اور امید کرتے ہیں کہ آپ ہم پر احسان فرمائیں گے جیسے آپ کے علاوہ کسی اور نے اپنے حلیف بنو قینقاع کے ساتھ کیا ہے اور ہماری ترجیح آپ ہی ہیں اور ہم آپ کے فیصلے کے آج کے دن بہت محتاج ہیں۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا میں پوری کوشش کروں گا۔ تو لوگوں نے پوچھا اس بات سے آپ کی کیا مراد ہے کہ میں پوری کوشش کروں گا؟ حضرت سعدؓ نے فرمایا تمہیں اللہ کے عہد و پیمان کی قسم کیا میرا فیصلہ ہی نافذ ہو گا؟ پکا کرنے کے لیے دوبارہ پوچھا۔ انہوں نے کہا جی ہاں۔

پھر حضرت سعدؓ اس طرف متوجہ ہوئے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال و عظمت کی وجہ سے آپؐ سے مخاطب نہ ہوئے اور یہ کہا کہ اور اِدھر بیٹھے ہوئے لوگ بھی یہ وعدہ کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ان لوگوں نے کہا جی ہاں۔ پھر حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ میں ان کے بارے میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو قید کر دیا جائے اور مال تقسیم کر دیا جائے اور گھر مہاجرین کو دے دیے جائیں نہ کہ انصار کو۔ انصار نے کہا کہ ہم ان کے بھائی ہیں، ان کے ساتھ ہی تھے۔ فرمایا میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ تم سے مستغنی ہو جائیں۔ یعنی مہاجرین کچھ آزادانہ طور پر اپنے کام کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **سعد! تمہارا فیصلہ اللہ کے اس فیصلے کے** مطابق ہے جو اللہ نے سات آسمانوں کے اوپر کیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کے فیصلے کے بارے میں فرمایا۔ اسی فیصلے کے متعلق مجھے فرشتے نے سحری کے وقت بتایا تھا۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 9 تا 11، دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 3 صفحہ 81 دار الکتب العلمیۃ 1996ء)

اس کی تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں لکھی ہے کہ ”آخر کم و بیش بیس دن کے محاصرہ کے بعد یہ بدبخت یہود ایک ایسے شخص کو حکم مان کر اپنے قلعوں سے اترنے پر رضامند ہوئے جو باوجود ان کا حلیف ہونے کے ان کی کارروائیوں کی وجہ سے ان کے لیے اپنے دل میں کوئی رحم نہیں پاتا تھا اور جو گو عدل وانصاف کا مجسمہ تھا مگر اس کے قلب میں رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِين کی سی شفقت اور رأفت نہیں تھی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ قبیلہ اَوس بنو قریظہ کا قدیم حلیف تھا اور اس زمانہ میں اس قبیلہ کے رئیس سعد بن معاذؓ تھے جو غزوۂ خندق میں زخمی ہو کر اب مسجد کے صحن میں زیر علاج تھے۔... سعدؓ سوار ہو کر آئے اور راستہ میں قبیلہ اَوس کے بعض لوگوں نے ان سے اصرار کے ساتھ اور بار بار یہ درخواست کی کہ قریظہ ہمارے حلیف ہیں جس طرح خزرج نے اپنے حلیف قبیلہ بنو قینقاع کے ساتھ نرمی کی تھی تم بھی قریظہ سے رعایت کا معاملہ کرنا اور انہیں سخت سزا نہ دینا۔ سعد بن معاذؓ پہلے تو خاموشی کے ساتھ ان کی باتیں سنتے رہے لیکن جب ان کی طرف سے زیادہ اصرار ہونے لگا تو سعد نے کہا کہ ’یہ وہ وقت ہے کہ سعد اس وقت حق وانصاف کے معاملہ میں

کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کر سکتا۔'

یہ جواب سن کر لوگ خاموش ہو گئے۔ جب سعدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچے تو آپؐ نے صحابہ سے فرمایا: قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ۔ یعنی 'اپنے رئیس کے لیے اٹھو اور سواری سے نیچے اترنے میں انہیں مدد دو۔' جب سعد سواری سے اتر کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آگے بڑھے تو آپؐ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: 'سعد! بنو قریظہ نے تمہیں حَکَم مانا ہے اور ان کے متعلق جو تم فیصلہ کرو انہیں منظور ہو گا۔' اس پر سعد نے اپنے قبیلہ اوس کے لوگوں کی طرف نظر اٹھا کر کہا۔ عَلَیْکُمْ بِذَا اِلَیْکَ عَھْدُ اللّٰہِ وَمِیْثَاقُہٗ اِنَّ الْحُکْمَ فِیْھِمْ بِمَا حَکَمْتُ۔ 'کیا تم خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ پختہ عہد کرتے ہو کہ تم بہر حال اس فیصلہ پر عمل کرنے کے پابند ہو گے جو میں بنو قریظہ کے متعلق کروں؟' لوگوں نے کہا ہاں ہم وعدہ کرتے ہیں۔ پھر سعدؓ نے اس جہت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے کہا۔ وَعَلٰی مَنْ ھٰھُنَا۔ یعنی 'وہ صاحب جو یہاں تشریف رکھتے ہیں کیا وہ بھی ایسا ہی وعدہ کرتے ہیں کہ وہ بہر حال میرے فیصلہ کے مطابق عمل کرنے کے پابند ہوں گے۔' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میں وعدہ کرتا ہوں۔

اس عہد و پیمان کے بعد سعدؓ نے اپنا فیصلہ سنایا جو یہ تھا کہ 'بنو قریظہ کے مقاتل یعنی جنگجو لوگ قتل کر دئے جائیں اور ان کی عورتیں اور بچے قید کر لیے جائیں اور ان کے اموال مسلمانوں میں تقسیم کر دئے جائیں۔' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ سنا تو بے ساختہ فرمایا۔ لَقَدْ حَکَمْتَ بِحُکْمِ اللّٰہِ۔ یعنی 'تمہارا یہ فیصلہ ایک خدائی تقدیر ہے۔' جو ٹل نہیں سکتی اور ان الفاظ سے آپ کا یہ مطلب تھا کہ بنو قریظہ کے متعلق یہ فیصلہ ایسے حالات میں ہوا ہے کہ اس میں صاف طور پر خدائی تصرف کام کرتا ہوا نظر آتا ہے اور اس لیے آپ کا جذبہ رحم اسے روک نہیں سکتا اور یہ واقعی درست تھا کیونکہ بنو قریظہ کا ابولبابہ کو اپنے مشورہ کے لیے بلانا اور ابولبابہ کے منہ سے ایک ایسی بات نکل جانا جو سراسر بے بنیاد تھی اور پھر بنو قریظہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ماننے سے انکار کرنا اور اس خیال سے کہ قبیلہ اوس کے لوگ ہمارے حلیف ہیں اور ہم سے رعایت کا معاملہ کریں گے سعد بن معاذ رئیس اوس کو اپنا حکم مقرر کرنا۔ پھر سعد کا حق وانصاف کے رستے میں اس قدر پختہ ہو جانا کہ عصبیت اور جتھہ داری کا احساس دل سے بالکل محو ہو جاوے۔ اور بالآخر سعد کا اپنے فیصلہ کے اعلان سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا پختہ عہد لے لینا کہ بہر حال اس فیصلہ کے مطابق عمل ہو گا۔ یہ ساری باتیں اتفاقی نہیں ہو سکتیں اور یقیناً ان کی تہ میں خدائی تقدیر اپنا کام کر رہی تھی اور یہ فیصلہ خدا کا تھا نہ کہ سعد کا۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 599 تا 601)

سعد بن معاذؓ کے فیصلہ کی تنفیذ کے بارے میں مزید لکھا ہے کہ جب حضرت سعدؓ نے فیصلہ کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو ذوالحجہ بروز جمعرات مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ ایک روایت میں ہے کہ پانچ ذوالحجہ کو واپس آئے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سات ذوالحجہ کو مدینہ واپس تشریف لائے اور وہ جمعرات کا دن تھا۔ ان قیدیوں کے بارے میں حکم دیا کہ ان کو مدینہ میں لایا جائے۔ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق قیدیوں کو حضرت اسامہ بن زیدؓ کے گھر لایا گیا۔ عورتوں اور بچوں کو حضرت رملہ بنت حارثؓ کے گھر لایا گیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان سب کو حضرت رملہ بنت حارثؓ کے گھر قید کیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے کھجوریں لانے کا حکم دیا تو وہ ساری زمین پر بکھیر دی گئیں۔ لوگ بیشمار کھجوریں لے آئے اور یہودی ساری رات وہ بافراغت کھاتے رہے۔ ہتھیار، سامان، کپڑے وغیرہ حضرت رملہ کے گھر لانے کا حکم دیا اور اونٹوں اور بکریوں کو وہیں درختوں کے نیچے چرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔
(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 1211-، دار الکتب العلمیۃ 1993ء)
(طبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 58، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ ”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بنو قریظہ کی بدعہدی اور غداری اور بغاوت اور فتنہ وفساد اور قتل وخونریزی کی وجہ سے خدائی عدالت سے یہ فیصلہ صادر ہو چکا تھا کہ ان کے جنگجو لوگوں کو دنیا سے مٹا دیا جاوے۔ چنانچہ ابتداءً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس غزوہ کے متعلق غیبی تحریک ہونا بھی یہی ظاہر کرتا ہے کہ یہ ایک خدائی تقدیر تھی مگر خدا کو یہ منظور نہ تھا کہ اس کے رسول کے ذریعہ سے یہ فیصلہ جاری ہو اور اس لیے اس نے نہایت پیچ در پیچ غیبی تصرفات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالکل الگ رکھا اور سعد بن معاذ کے ذریعہ اس فیصلہ کا اعلان کروایا اور فیصلہ بھی ایسے رنگ میں کروایا کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس میں بالکل دخل نہیں دے سکتے تھے کیونکہ آپؐ وعدہ فرما چکے تھے کہ آپ بہر حال اس فیصلہ کے پابند رہیں گے“ جو سعد بن معاذ کریں گے۔ آپؐ پر غیر اور اعتراض کرنے والے لوگ بعض دفعہ ہمارے نوجوانوں کو بھی یہ کہہ کے زہر آلود کرتے ہیں کہ آپؐ نے بنو قریظہ پر ظلم کیا۔ اس کا یہ بڑا واضح جواب ہے کہ آپؐ نے تو فیصلہ کیا ہی نہیں اور فیصلہ بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے حلیف سے کروایا اور اس نے بھی آپؐ سے پختہ عہد لیا۔

بہر حال ”اور پھر چونکہ اس فیصلہ کا اثر بھی صرف آپ کی ذات پر نہیں پڑتا تھا بلکہ تمام مسلمانوں پر پڑتا تھا اس لیے آپ اپنا یہ حق نہیں سمجھتے تھے کہ اپنی رائے سے خواہ وہ کیسی ہی عفو ورحم کی طرف مائل ہو اس فیصلہ کو بدل دیں۔ یہی خدائی تصرف تھا جس کی طاقت سے متاثر ہو کر آپ کے منہ سے بے اختیار طور پر یہ الفاظ نکلے کہ قَدْ حَکَمْتَ بِحُکْمِ اللّٰہِ۔ یعنی ’اے سعد! تمہارا یہ فیصلہ تو خدائی تقدیر معلوم ہوتی ہے۔‘ جس کے بدلنے کی کسی کو طاقت نہیں۔

یہ الفاظ کہہ کر آپ خاموشی سے وہاں سے اٹھے اور شہر کی طرف چلے آئے اور اس وقت آپ کا دل اس خیال سے دردمند ہو رہا تھا کہ ایک قوم جس کے ایمان لانے کی آپ کے دل میں بڑی خواہش تھی اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے ایمان سے محروم رہ کر خدائی قہر وعذاب کا نشانہ بن رہی ہے اور غالباً اسی موقعہ پر آپ نے یہ حسرت بھرے الفاظ فرمائے کہ لَوْ اٰمَنَ بِیْ عَشَرَۃٌ مِنَ الْیَھُوْدِ وَلَآمَنَتْ بِیَ الْیَھُوْدُ۔ یعنی ’اگر یہود میں سے مجھ پر دس آدمی (یعنی دس بارسوخ آدمی بھی ایمان لے آتے) تو میں خدا سے امید رکھتا تھا کہ یہ ساری قوم مجھے مان لیتی‘ اور خدائی عذاب سے بچ جاتی۔

وہاں سے اٹھتے ہوئے آپؐ نے یہ حکم دیا کہ بنو قریظہ کے مردوں اور عورتوں اور بچوں کو علیحدہ علیحدہ کر دیا

جاوئے۔ چنانچہ دونوں گروہوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے مدینہ میں لایا گیا اور شہر میں دو الگ الگ مکانات میں جمع کر دیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے ماتحت صحابہ نے (جن میں سے غالباً کئی لوگ خود بھوکے رہے ہوں گے) بنو قریظہ کے کھانے کے لیے ڈھیروں ڈھیر پھل مہیا کیا اور لکھا ہے کہ یہودی لوگ رات بھر پھل نوشی میں مصروف رہے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 601-602)

جب صبح ہوئی تو مدینہ کے ایک بازار میں گڑھے کھودنے کا حکم دیا جو ابو جَہم عَدَوی کے گھر آحْجَارُ الزَّیْت تک کھودے گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور آپ کے ساتھ بعض دیگر صحابہ بھی تھے۔ آپ نے بنو قریظہ کے مردوں کو بلایا۔ انہیں ٹولیوں کی شکل میں نکالا جاتا اور اس خندق میں قتل کر دیا جاتا۔ جب انہیں لے جایا جا رہا تھا تو انہوں نے کعب بن اسد سے کہا تیری کیا رائے ہے کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا کرنے لگے ہیں؟ کسی نے پوچھا ان سے۔ اس نے کہا جو تمہیں برا لگے۔ کعب بن اسد سے لوگوں نے کہا کہ تیری کیا رائے ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرنے لگے ہیں؟ اس نے کہا کہ جو تمہیں برا لگے۔ وہ کرنے لگے ہیں جو تمہیں اچھا نہیں لگے گا۔ ہلاکت ہو تم پر۔ تم کسی حالت میں بھی سمجھتے نہیں ہو۔ بلانے والا چھوڑتا نہیں اور جو چلا جاتا ہے وہ واپس نہیں آتا۔ اس کے لیے اللہ کی قسم! تلوار ہے۔ یعنی اب تو تمہاری زندگی کے بچنے کا کوئی بھی امکان نہیں ہے۔ میں نے تمہیں اس کے علاوہ کی طرف بلایا تھا لیکن تم نے انکار کر دیا۔ یہود کہنے لگے یہ غصہ کا وقت نہیں ہے۔ اگر ہم تمہاری رائے کو مان لیتے تو ہم اس عہد کو توڑنے کے مرتکب نہ ہوتے جو ہمارے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھا۔ حیی بن اخطب نے کہا اب اس ملامت کو چھوڑ دو۔ اب تم سے کچھ بھی دور نہیں کیا جائے گا۔ اب بس تلوار کے لیے صبر کرو۔ حضرت علی اور حضرت زبیر بن عوام کو یہود کے قتل پر مامور کیا گیا۔ بعض روایات کے مطابق کچھ قیدیوں کو قتل کرنے کے لیے مختلف صحابہ میں تقسیم کر دیا گیا۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 12، دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

اس کی تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں لکھی ہے کہ "دوسرے دن صبح کو سعد بن معاذؓ کے فیصلہ کا اجراء ہونا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند مستعد آدمی اس کام کی سرانجام دہی کے لیے مقرر فرما دیئے اور خود بھی قریب ہی ایک جگہ میں تشریف فرما ہو گئے تا کہ اگر فیصلہ کے اجراء کے دوران میں کوئی بات ایسی پیدا ہو جس میں آپ کی ہدایت کی ضرورت ہو تو آپ بلا توقف ہدایت دے سکیں۔ نیز یہ کہ اگر کسی مجرم کے متعلق کسی شخص کی طرف سے رحم کی اپیل ہو تو اس میں آپ فوراً فیصلہ صادر فرما سکیں۔ کیونکہ گو سعد کے فیصلہ کی اپیل عدالتی رنگ میں آپ کے سامنے پیش نہیں ہو سکتی تھی مگر ایک بادشاہ یا صدر جمہوریت کی حیثیت میں آپ کسی فرد کے متعلق کسی خاص وجہ کی بناء پر رحم کی اپیل ضرور سن سکتے تھے۔ آپ نے بتقاضائے رحم یہ بھی حکم صادر فرمایا کہ مجرموں کو ایک ایک کر کے علیحدہ علیحدہ قتل کیا جاوے۔ یعنی ایک کے قتل کے وقت دوسرے مجرم پاس موجود نہ ہوں۔ چنانچہ ایک ایک مجرم کو الگ الگ لایا گیا اور بموجب فیصلہ سعد بن معاذ قتل کیا گیا۔"

جب حیی بن اخطب رئیس بنو نضیر آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ ”اے محمدؐ! مجھے یہ افسوس نہیں ہے کہ میں نے تمہاری مخالفت کیوں کی لیکن بات یہ ہے کہ جو خدا کو چھوڑتا ہے خدا بھی اسے چھوڑ دیتا ہے۔“ پھر لوگوں کی طرف دیکھ کر کہنے لگا ”خدا کے حکم کے آگے کوئی چارہ نہیں ہے۔ یہ اسی کا حکم اور اسی کی تقدیر ہے۔“

اسی طرح کعب بن اسد کو جب قتل کیا گیا ”کعب بن اسد رئیس قریظہ کو میدانِ قتل میں لایا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اشارۃً مسلمان ہو جانے کی تحریک کی۔ اس نے کہا ”اے ابوالقاسم! میں مسلمان تو ہو جاتا مگر لوگ کہیں گے موت سے ڈر گیا۔ پس مجھے یہودی مذہب پر ہی مرنے دو۔۔۔“

ایک یہودی رُفَاعَہ کی معافی کا بھی ذکر ملتا ہے۔ اس کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ ”ایک اور یہودی رُفَاعَہ نامی تھا اس نے ایک رحم دل مسلمان خاتون کی منت سماجت کر کے اسے اپنی سفارش میں کھڑا کر لیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسلمان خاتون کی سفارش پر رفاعہ کو بھی معاف فرما دیا۔ غرض اس وقت جس شخص کی بھی سفارش آپؐ کے پاس کی گئی آپ نے اسے فوراً معاف کر دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپؐ سعدؓ کے فیصلہ کی وجہ سے مجبور تھے ورنہ آپ کا قلبی میلان ان کے قتل کیے جانے کی طرف نہیں تھا۔“ (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 602-603)

یہ اس الزام کا بڑا واضح طور پہ جواب ہے کہ آپؐ نے ظلم کیا۔ اسی طرح ہوتا رہا یعنی بنو قریظہ کے مردوں کو قتل کیا جاتا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فارغ ہو گئے اور ان کو شفق کے غائب ہونے تک قتل کیا جاتا رہا۔ پھر گڑھوں کو مٹی سے بھر دیا گیا۔ یہ سب کچھ حضرت سعد بن معاذؓ کی آنکھوں کے سامنے ہوا۔ اللہ نے ان کی دعا قبول کی اور ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب کی۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 13، دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

تاریخی روایات کے مطابق عورتوں میں سے صرف نُباتہ کو قتل کیا گیا جو بنو قریظہ کے ایک شخص حکم کی بیوی تھی اور اس نے ایک مسلمان صحابی حضرت خَلَّادؓ کو جو کہ بنو قریظہ کے قلعہ کی دیوار کے ساتھ بیٹھے تھے اوپر سے پتھر پھینک کر مار دیا تھا۔ اس قتل کی سزا میں اسے قتل کیا گیا تھا۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 13-14، دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

لیکن بعض سیرت نگار اس روایت سے اتفاق نہیں کرتے اور ان کے نزدیک بنو نضیر یا خیبر کی بعض روایات اس واقعہ کے ساتھ مل جل جانے کی وجہ سے اور بعض دیگر قرائن کی وجہ سے اس عورت کے قتل کا واقعہ درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

(الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ﷺ جلد 12 صفحہ 137-136۔ المرکز الاسلامی للدراسات)

ریحانہ کا ایک غلط واقعہ

ریحانہ بنت زید نضریّہ کے واقعہ کا ذکر بھی ملتا ہے۔ بنو قریظہ کی قیدی عورتیں اور بچے مدینہ کے مسلمانوں میں تقسیم کر دیے گئے۔ ان میں بنو نضیر کی ایک عورت ریحانہ بنت زید تھی اور بنو قریظہ میں حکم نام کے ایک شخص سے اس کی شادی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے لیے منتخب کیا۔ بعض کے نزدیک اس نے اسلام قبول کر لیا اور بعض کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بطور لونڈی کے رکھا اور بعض

کے نزدیک شادی کی تھی۔ (سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 15، دار الکتب العلمیۃ 1993ء)
(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 7 صفحہ 429-428 مطبوعہ دار السلام)

مختلف روایات ہیں۔ کیا سچ ہے کیا غلط ہے آگے اس کی وضاحت بھی ہو جاتی ہے جبکہ اس روایت کی تحقیق کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سیرت نگاروں کو اس میں غلطی لگی ہے اور اول تو یہ روایت ہی خلافِ واقعہ اور وضعی ہے اور اگر اس میں کچھ حقیقت ہے بھی تو صرف اتنی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آزاد کر دیا تھا اور وہ اپنے میکے واپس چلی گئی تھی اور وہیں وفات ہوئی۔ اور اگر بالفرض محال اس روایت کو تسلیم بھی کیا جائے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے شادی کی تھی نہ کہ بطور لونڈی کے رکھا تھا۔

چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کی تفصیل میں ریحانہ کا غلط واقعہ کے عنوان کے ساتھ لکھا ہے کہ ”بعض مورخین لکھتے ہیں کہ بنو قریظہ کے قیدیوں میں ایک عورت ریحانہ تھی جسے آنحضرتؐ نے لونڈی کے طور پر اپنے پاس رکھ لیا تھا اور اسی روایت کی بناء پر سر ولیم میور نے اس موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہایت دلآزار طعن کیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ اول تو صحیح بخاری کی محولہ بالا روایت جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کے قیدیوں کو صحابہ میں تقسیم فرما دیا تھا اس روایت کو غلط ثابت کرتی ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی قیدی عورت اپنے گھر کے لیے الگ کر لی تھی تو طبعاً اس موقع پر بخاری کی روایت میں اس کا ذکر ہونا چاہیے تھا مگر بخاری میں اس کا اشارہ تک نہیں ہے۔ علاوہ ازیں دوسری صحیح روایات سے معین طور پر ثابت ہے کہ ریحانہ ان قیدیوں میں سے تھی جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور احسان کے چھوڑ دیا تھا اور اس کے بعد ریحانہ مدینہ سے رخصت ہو کر اپنے میکے کے خاندان (بنو نضیر) میں چلی گئی تھی اور پھر وہیں رہی اور علامہ ابن حجر نے جو اسلام کے چوٹی کے محققین میں سے ہیں اسی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ لیکن اگر یہ تسلیم بھی کیا جاوے کہ ریحانہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی سرپرستی میں لے لیا تھا تو تب بھی یقیناً وہ آپ کی بیوی تھی نہ کہ لونڈی۔ چنانچہ جن مورخین نے ریحانہ کے متعلق یہ روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی سرپرستی میں لے لیا تھا ان میں سے اکثر نے ساتھ ہی یہ صراحت کی ہے کہ آپؐ نے اسے آزاد کر کے اس کے ساتھ شادی کر لی تھی۔ چنانچہ ابن سعد نے ایک روایت خود ریحانہ کی زبانی نقل کی ہے جس میں وہ بیان کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آزاد کر دیا تھا اور پھر میرے مسلمان ہو جانے پر میرے ساتھ شادی فرمائی تھی اور میرا مہر بارہ اوقیہ“ چالیس درہم ”مقرر ہوا تھا اور ابنِ سعد نے اس روایت کے مقابلہ میں اس دوسری روایت کو جس پر سر ولیم میور نے بنیاد رکھی ہے صراحت کے ساتھ غلط اور خلاف واقعہ قرار دیا ہے۔“ باقی یہ مشکوک روایات میں ہے بہر حال۔ ”اور لکھا ہے کہ یہی اہلِ علم کی تحقیق ہے۔

الغرض اول تو جیسا کہ بخاری کی روایت سے استدلال ہوتا ہے اور اصابہ میں تصریح کی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ریحانہ کو اپنی سرپرستی میں لیا ہی نہیں بلکہ اسے آزاد کر دیا تھا۔ جس کے بعد وہ اپنے خاندان میں جا کر آباد ہو گئی تھی۔ دوسرے اگر اس روایت کو تسلیم بھی کیا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی سرپرستی میں لے لیا تھا تو تب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آزاد کر کے اس

کے ساتھ شادی فرمائی تھی اور اسے لونڈی کے طور پر نہیں رکھا۔" جیسا کہ اس کی اپنی ایک روایت سے بعض لوگوں نے لکھا ہے۔ کہاں تک وہ صحیح ہے اللہ بہتر جانتا ہے۔ "علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ ریحانہ کے نام اور حسب نسب اور قبیلہ وغیرہ کے متعلق روایات میں اس قدر اختلاف ہے کہ اس کے وجود ہی کے متعلق شبہ کرنا غالباً غیر معقول نہیں سمجھا جا سکتا۔ خصوصاً جبکہ اس بات کو مد نظر رکھا جاوے کہ اسے ایک ایسے شخص کی بیوی کہا جاتا ہے جو دنیا میں یقیناً سب سے زیادہ تاریخی شخص ہے واللہ اعلم۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 604، 605)

(لغات الحدیث جلد 4 صفحہ 527)

مال غنیمت کی تقسیم کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ جب مال غنیمت جمع ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کا حصہ کر کے تقسیم کیا۔ اس غزوہ میں چھتیس گھوڑے تھے۔ ایک گھوڑے کے لیے دو حصے اور گھڑ سوار کے لیے ایک حصہ اور پیادہ کے لیے ایک حصہ مقرر کیا گیا۔ ایک ہزار عورتیں اور بچے قیدی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت تقسیم کرنے سے پہلے اس کا خمس نکالا۔ قیدیوں کے پانچ حصے کیے اور اس میں سے خمس رکھ لیا۔ آپ اس میں سے آزاد کرتے اور ہبہ کرتے اور خادم بناتے۔ اسی طرح کھجوروں میں سے بھی خمس نکالا اور ہر ایک چیز کا خمس نکال کر حصہ تقسیم کیا گیا۔ ان میں سے ہر ایک حصہ کے لیے قرعہ اندازی کی جاتی جو حصہ قرعہ اندازی میں خمس کا نکلتا وہ آپ لے لیتے اور حضرت محمیہ بن جَزءِ زُبیدی کو خمس پر نگران مقرر کیا۔ پھر بقیہ چار حصے تقسیم کیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں کو بھی عطا فرمایا جو جنگ کے وقت حاضر تھیں۔ ان عورتوں میں حضرت صفیہ بنت عبد المطلبؓ، حضرت ام عمارہؓ، حضرت ام سَلِیطؓ، حضرت ام عَلَاؓ انصاریہ، حضرت سمیراؓ بنت قیسؓ، حضرت ام سعد بن معاذؓ اور حضرت کَبشَہ بنت رافعؓ شامل تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عُبَادہؓ کو ایک گروہ کے ساتھ خمس کے اموال یعنی قیدی وغیرہ فروخت کرنے کے لیے شام کی طرف بھیجا کہ ان کے بدلے میں ہتھیار اور گھوڑے خرید کر لائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے اس میں سے ایک حصہ خرید لیا۔ (سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 1615-، دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

لیکن ایک رائے یہ بھی ہے کہ ان سب قیدیوں کو مدینہ میں ہی رکھا گیا تھا کہیں نہیں بھیجا گیا۔ پھر انہیں آہستہ آہستہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بطور احسان رہا بھی فرماتے رہے۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے مختلف تاریخ کی کتب سے اپنی تحقیق کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ بچے اور عورتیں جو سعد کے فیصلہ کے مطابق قید کر لیے گئے تھے ان کے متعلق بعض روایات سے پتہ لگتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نجد کی طرف بھجوا دیا تھا جہاں بعض نجدی قبائل نے ان کا فدیہ ادا کر کے انہیں چھڑا لیا تھا اور اس رقم سے مسلمانوں نے اپنی جنگی ضروریات کے لیے گھوڑے اور ہتھیار خریدے تھے۔ اگر ایسا ہوا ہو تو کوئی بعید نہیں کیونکہ نجدی قبائل اور بنو قریظہ آپس میں حلیف تھے اور غزوہ قریظہ سے صرف چند دن قبل ہی وہ غزوۂ احزاب میں مسلمانوں کے خلاف اکٹھے لڑ چکے تھے اور دراصل اہل نجد ہی کی انگیخت پر بنو قریظہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کیا تھا۔ پس اگر نجد والوں نے اپنے حلیف بنو قریظہ کے قیدیوں

کو مسلمانوں کے ہاتھ سے چھڑا لیا ہو تو جائے تعجب نہیں لیکن صحیح روایات سے پتہ لگتا ہے کہ یہ قیدی مدینہ میں ہی رہے تھے۔ ''کہیں نہیں گئے تھے'' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حسبِ دستور مختلف صحابیوں کی نگرانی میں تقسیم فرما دیا تھا۔ اور پھر ان میں سے بعض نے اپنا فدیہ ادا کر کے رہائی حاصل کر لی تھی۔ اور بعض کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یونہی بطور احسان کے چھوڑ دیا تھا۔ اور پھر یہ لوگ بعد میں آہستہ آہستہ بطیبِ خاطر خود مسلمان ہو گئے۔ چنانچہ ان میں سے عطیّہ قرظی اور عبد الرحمٰن بن زُبیر بن باطیا اور کعب بن سلیم اور محمد بن کعب کے نام تاریخ میں محفوظ ہیں اور یہ سب مسلمان ہو گئے تھے۔ اور ان میں جو مؤخر الذکر ہیں محمد بن کعب یہ شخص تو ایک بڑے پائے کے مسلمان گزرے ہیں۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 603-604)

یہ قیدی عورتیں تقسیم ہوئی ہوں یا فروخت کی گئی ہوں اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا حکم دیا جو آپ کی وسعت رحمت اور عورتوں کے محسن کے طور پر آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھی کوئی عورت تقسیم کی جائے یا فروخت کی جائے۔ اگر اس کے ساتھ چھوٹا بچہ یا بچی ہو تو اس کو اس کی ماں سے الگ نہ کیا جائے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے اور ایسا ہی اگر دو چھوٹی بہنیں ہوں تو انہیں بھی بالغ ہونے تک جدا نہ کیا جائے۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 16، دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

(غزوہ بنو قریظہ از ہاشمیل صفحہ 181 نفیس اکیڈمی کراچی)

یہ تھا رحمۃ للعالمینؐ کا عمل اور آپؐ کا عورتوں پر احسان اور قیدیوں پر احسان اور اپنے مخالفین پر احسان لیکن آجکل مسلمانوں کا کیا حال ہے کہ اللہ اور رسولؐ کے نام پر لوگوں کو گھروں سے بے گھر کر رہے ہیں، نکال رہے ہیں، قتل کر رہے ہیں اور پھر اس کا نتیجہ یہی نکل رہا ہے کہ مسلمانوں کی اپنی عزت ختم ہو رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کو بھی عقل اور سمجھ عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 15/ نومبر 2024ء جلد 31 شمارہ 273 صفحہ 02 تا 06)

44

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 01/ نومبر 2024ء بمطابق 01/ نبوت 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

غزوۂ بنو قریظہ کی تفصیل بیان ہو رہی تھی، اس کی مزید تفصیل یوں ہے۔

بنو قریظہ کے مقتول

اس میں شہداء کے، جو مسلمان شہید ہوئے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ اس غزوہ میں دو مسلمان شہید ہوئے۔ خلّاد بن سویدؓ اور حضرت منذر بن محمدؓ اور بنو قریظہ کے یہود کی تعداد جو قتل ہوئی اس کے بارے میں لکھا ہے کہ غزوۂ بنو قریظہ میں قتل ہونے والے یہودیوں کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ان کی تعداد چھ سو تھی۔ ایک روایت کے مطابق ان کی تعداد سات سو تھی۔ سُہیلی کہتے ہیں ان کی تعداد آٹھ سو سے نو سو تھی۔ امام ترمذی اور امام نسائی نے چار سو جنگجو لکھا ہے۔ ابن سعد نے بھی چھ سو سے سات سو کے درمیان بیان کیا ہے۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 16، 17، دار الکتب العلمیۃ 1993ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 58)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے جو اپنی مختلف تاریخوں سے تحقیق کی ہے اس کے مطابق وہ لکھتے ہیں کہ ”کم و بیش چار سو آدمی اس دن سعدؓ کے فیصلہ کے مطابق قتل کیے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دے کر ان مقتولین کو اپنے انتظام میں دفن کروادیا۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 603)

مخالفینِ اسلام مبالغہ کی حد تک تعداد بیان کر کے پھر اسلام کو ظالم مذہب ہونا قرار دیتے ہیں، یہ کوشش کرتے ہیں جبکہ حقائق اور شواہد کو دیکھا جائے تو مستند تاریخوں کے مطابق چار سو کے قریب تعداد بنتی ہے، وہ بھی وہ جو جنگجو تھے۔ اور تبھی تو وہ ایک گھر میں خندق کھود کر اس میں دفن بھی کر دیے گئے۔

اس زمانے کے ایک احمدی سکالر سید برکات صاحب نے بھی اس پر بڑی تحقیق کی ہے اور بڑا اچھا لکھا ہے انہوں نے۔ وہ اپنی کتاب ”رسول اکرمؐ اور یہودِ حجاز“ میں لکھتے ہیں کہ بنو قریظہ کے مقتولین کی تعداد کی بحث کو اگر دیکھا جائے تو، انہوں نے بعض سوال اٹھائے ہیں جن میں سے بعض کسی قدر معقولیت کا پہلو رکھتے ہیں۔ ایک تو وہی بنیادی اصول انہوں نے لیا ہے جو کہ بہت اہم اصول ہے کہ حدیث ہو یا تاریخ ان کی روایات ضعف و وضعی ہونے کی جرح سے خالی نہیں ہیں۔ اس لیے آنکھیں بند کر کے سب روایات کو مانتے چلے جانا کوئی دانشمندی نہیں۔ پھر چھ سو سے نو سو قتل ہونے والے مرد مع ان کی عورتوں اور بچوں کے جن کی تعداد محتاط اندازے کے مطابق پانچ چھ ہزار سے کم نہیں ہو گی ان کے بارے میں یہ کہنا کہ مدینہ میں ان کو رسیوں سے

باندھ کر لایا گیا اور دو گھروں میں رکھا گیا اور ان کے کھانے پینے کی سہولیات جبکہ مسلمان خود بھوکے پیاسے رہ رہے تھے، قضائے حاجت کے لیے اتنی بڑی تعداد کو لے جانا۔ اَور بھی ضروریات ہوتی ہیں اور کسی کا بھی فرار ہونے کی کوشش نہ کرنا نہ کوئی شور شرابہ کرنا اور راتوں رات مدینے کے ایک بازار میں ان چھ سو افراد کے قتل کے لیے گڑھے کھدوا دینا جبکہ ابھی نئی کھدی ہوئی خندق بھی موجود تھی پھر دو یا تین افراد یعنی حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کا ہی ان سب کو قتل کرنا اور ان دونوں اصحاب کا کبھی بھی اس واقعہ کا ذکر نہ کرنا اور بخاری اور مسلم میں مقتولین کی تعداد کا ذکر نہ کرنا اس طرح کی کچھ دیگر باتیں راہنمائی کرتی ہیں کہ ان روایات پر از سر نو غور کیا جانا چاہیے اور یہ دیکھا جائے کہ کہیں ان روایات میں زیادہ ہی مبالغہ آمیزی سے کام نہ لیا گیا ہو۔

لکھتے ہیں کہ درپردہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی یہود دشمنی کو ہوا دینے کے لیے ان واقعات میں بعد کے لوگوں نے رنگ بھر دیے ہیں کیونکہ بخاری میں جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت سعدؓ نے فیصلہ میں فرمایا تھا کہ تُقْتَلُ الْمُقَاتِلَہ۔ کہ ان کے مُقَاتِلَہ یعنی جنگ کرنے والے قتل کر دیے جائیں۔ اب عام مؤرخین اور شارحین و سیرت نگاروں نے اس کا ترجمہ یہ کیا کہ ہر وہ مرد جو جنگ کرنے کے قابل تھا وہ قتل کیا جائے بلکہ انہوں نے اس لفظ کو اتنا وسیع کر لیا کہ جنگ کے قابل سے مراد ہر بالغ مرد لے لیا گیا اور بلوغت کا معیار بھی خود ایسا وضع کیا کہ کچھ لوگوں کو کھڑا کر دیا جو ہر مرد کے بالغ ہونے کی علامت کو باقاعدہ چیک کیا کرتے تھے اور اعلان کرتے کہ یہ بالغ ہے اور یوں یہ تعداد بڑھتی چلی گئی۔ اس حد تک مبالغہ ہے اس میں لیکن جن کا رجحان تھوڑی تعداد کی طرف گیا ہے انہوں نے مقاتلہ کے لفظ کا ترجمہ محدود رکھا ہے اور مراد صرف اس جنگ میں شامل ہونے والے مرد لیے جو کہ ان کی تحقیق کے مطابق بیس سے زیادہ نہیں۔ یہ انہوں نے اَور زیادہ کم کر دیے اور یہ کسی حد تک معقولیت کا پہلو لیے ہوئے ہے۔

(ماخوذ از رسول اکرمؐ اور یہودِ حجاز صفحہ 132 تا 148، اردو ترجمہ محمد اینڈ داجیوز از سید برکات احمد، مترجم مشیر الحق، مکتبہ جامعہ نئی دہلی لمیٹڈ)

یہ بہرحال ان کی اپنی تحقیق ہے لیکن بعض باتیں ان کی بہرحال معقول ہیں اور تحقیق میں ان کو بنیاد بنایا جا سکتا ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے غزوۂ بنو قریظہ میں قتل ہونے والے یہودیوں کی تعداد پر ہونے والے غیر مسلم مؤرخین کے اعتراضات کے جواب میں بیان فرمایا ہے کہ ”بنو قریظہ کے واقعہ کے متعلق بعض غیر مسلم مؤرخین نے نہایت ناگوار طریقے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف حملے کیے ہیں اور ان کم و بیش چار سو یہودیوں کی سزائے قتل کی وجہ سے آپ کو ایک نعوذ باللہ ظالم و سفاک فرمانروا کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ اس اعتراض کی بناء محض مذہبی تعصب پر واقع ہے جس سے جہاں تک کم از کم اسلام اور بانیٔ اسلام کا تعلق ہے بہت سے مغربی روشنی میں تربیت یافتہ مؤرخ بھی آزاد نہیں ہو سکے۔“ یعنی بعض مسلمان بھی ان کے زیر اثر آ گئے ہیں۔

”اس اعتراض کے جواب میں“ لکھتے ہیں کہ ”اول تو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ بنو قریظہ کے متعلق جس فیصلہ کو ظالمانہ کہا جاتا ہے وہ سعدؓ بن معاذ کا فیصلہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرگز نہیں تھا۔ اور جب وہ آپ کا فیصلہ ہی نہیں تھا تو اس کی وجہ سے آپ پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ دوم یہ فیصلہ حالات پیش آمدہ کے ماتحت ہرگز غلط اور ظالمانہ نہیں تھا...“ جو حالات جن کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے کوئی ظالمانہ نہیں

تھا۔ ”سوم یہ کہ اس عہد کی وجہ سے جو سعدؓ نے فیصلہ کے اعلان سے قبل آپ سے لیا تھا آپ اس بات کے پابند تھے کہ بہر حال اس کے مطابق عمل کرتے۔ چہارم یہ کہ جب خود مجرموں نے اس فیصلہ کو قبول کیا اور اس پر اعتراض نہیں اٹھایا اور اسے اپنے لیے ایک خدائی تقدیر سمجھا جیسا کہ حیی بن اخطب کے الفاظ سے بھی ظاہر ہے جو اس نے قتل کیے جانے کے وقت کہے تو اس صورت میں آپ کا یہ کام نہیں تھا کہ خواہ نخواہ اس میں دخل دینے کے لیے کھڑے ہو جاتے۔

سعد کے فیصلہ کے بعد اس معاملہ کے ساتھ آپ کا تعلق صرف اس قدر تھا کہ آپ اپنی حکومت کے نظام کے ماتحت اس فیصلہ کو بصورت احسن جاری فرماویں اور یہ بتایا جاچکا ہے کہ آپ نے اسے ایسے رنگ میں جاری فرمایا کہ جو رحمت و شفقت کا بہترین نمونہ سمجھا جاسکتا ہے۔

یعنی جب تک تو یہ لوگ فیصلہ کے اجراء سے قبل قید میں رہے آپ نے ان کی رہائش اور خوراک کا بہتر سے بہتر انتظام فرمایا اور جب ان پر سعدؓ کا فیصلہ جاری کیا جانے لگا تو آپ نے اسے ایسے رنگ میں جاری کیا جو مجرموں کے لیے کم سے کم موجبِ تکلیف تھا۔ یعنی اول تو ان کے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے آپ نے یہ حکم دیا کہ ایک مجرم کے قتل کے وقت کوئی دوسرا مجرم سامنے نہ ہو۔ بلکہ تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ جن لوگوں کو مقتل میں لایا جاتا تھا ان کو اس وقت تک علم نہیں ہوتا تھا کہ ہم کہاں جارہے ہیں جب تک وہ عین مقتل میں نہ پہنچ جاتے تھے۔ اس کے علاوہ جس شخص کے متعلق بھی آپ کے سامنے رحم کی اپیل پیش ہوئی آپ نے اسے فوراً قبول کر لیا اور نہ صرف ایسے لوگوں کی جان بخشی کی بلکہ ان کے بیوی بچوں اور اموال وغیرہ کے متعلق بھی حکم دے دیا کہ انہیں واپس دیے جائیں۔ اس سے بڑھ کر ایک مجرم کے ساتھ رحمت و شفقت کا سلوک کیا ہو سکتا ہے؟ پس نہ صرف یہ کہ بنو قریظہ کے واقعہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قطعاً کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا بلکہ حق یہ ہے کہ یہ واقعہ آپ کے اخلاقِ فاضلہ اور حسنِ انتظام اور آپ کے فطری رحم و کرم کا ایک نہایت بین ثبوت ہے۔

اب رہا اصل فیصلہ کا سوال۔ سو اس کے متعلق بھی ہم بلا تامل کہہ سکتے ہیں کہ اس میں ہرگز کسی قسم کے ظلم و تعدی کا دخل نہیں تھا بلکہ وہ عین عدل و انصاف پر مبنی تھا۔

اس کے لیے سب سے پہلے تو ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ بنو قریظہ کا جرم کیا تھا اور وہ جرم کن حالات میں کیا گیا۔ سو تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ جب شروع شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو اس وقت مدینہ میں یہودیوں کے تین قبیلے آباد تھے یعنی بنو قینقاع، قبیلہ بنو نضیر اور قبیلہ بنو قریظہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد جو پہلا سیاسی کام کیا وہ یہ تھا کہ ان تینوں قبیلوں کے رؤساء کو بلا کر ان کے ساتھ امن وامان کا ایک معاہدہ کیا۔ اس معاہدہ کی شرائط یہ تھیں کہ مسلمان اور یہودی امن وامان کے ساتھ مدینہ میں رہیں گے اور ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھیں گے اور ایک دوسرے کے دشمنوں کو کسی قسم کی مدد نہیں دیں گے اور نہ ایک دوسرے کے دشمنوں کے ساتھ کوئی تعلق رکھیں گے اور اگر کسی بیرونی قبیلہ یا قبائل کی طرف سے مدینہ پر کوئی حملہ ہو گا تو سب مل کر اس کا مقابلہ کریں گے اور اگر معاہدہ کرنے والوں میں سے کوئی شخص یا کوئی گروہ اس معاہدہ کو توڑے گا یا فتنہ وفساد کا باعث بنے گا تو دوسروں کو اس کے خلاف ہاتھ اٹھانے کا حق ہو گا۔ اور تمام اختلافات اور تنازعات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش

ہوں گے اور آپ کا فیصلہ سب کے لیے واجب التعمیل ہو گا۔ مگر یہ ضروری ہو گا کہ ہر شخص یا قوم کے متعلق اسی کے مذہب اور اسی کی شریعت کے مطابق فیصلہ کیا جاوے۔" یہ اہم بات ہے کہ جو فیصلہ ہو ان کے مذہب اور ان کی شریعت کے مطابق ہو گا باوجود اس کے کہ مسلمانوں کی حکومت قائم کر دی گئی تھی۔

"اس معاہدہ پر یہود نے کس طرح عمل کیا؟..." اس کا جواب یہ ہے کہ "سب سے پہلے قبیلہ بنو قینقاع نے بدعہدی کی اور دوستانہ تعلقات کو قطع کر کے مسلمانوں سے جنگ کی طرح ڈالی اور مسلمان عورتوں کی بے حرمتی کا کمینہ طریق اختیار کیا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صدارتی پوزیشن کو جو بین الاقوام معاہدہ کی رو سے آپ کو حاصل تھی نہایت متمردانہ انداز میں ٹھکرا دیا۔" تکبر کے رنگ میں ٹھکرا دیا۔ "مگر جب وہ مسلمانوں کے سامنے مغلوب ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف فرما دیا اور صرف اس قدر احتیاطی تدبیر پر اکتفاء کی کہ بنو قینقاع مدینہ سے نکل کر کسی دوسری جگہ جا کر آباد ہو جائیں تا کہ شہر کا امن برباد نہ ہو اور مسلمان ایک مارِ آستین کے شر سے محفوظ ہو جائیں۔" چھپے ہوئے دشمن سے محفوظ ہو جائیں۔ "چنانچہ قبیلہ بنو قینقاع کے لوگ بڑے امن وامان کے ساتھ اپنے اموال اور بیوی بچوں کو اپنے ہمراہ لے کر مدینہ سے نکل کر دوسری جگہ آباد ہو گئے۔ مگر اس واقعہ سے یہود کے باقی دو قبائل نے سبق حاصل نہ کیا بلکہ آپ کے رحم نے ان کو اور بھی ناواجب جرأت دلا دی اور ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ یہود کے دوسرے قبیلہ بنو نضیر نے بھی سر اٹھایا اور سب سے پہلے ان کے ایک رئیس کعب بن اشرف نے معاہدہ کو توڑ کر قریش اور دوسرے قبائل عرب کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف ساز باز شروع کی اور عرب کے ان وحشی درندوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے خلاف خطرناک طور پر ابھارا اور مسلمانوں کے خلاف ایسے ایسے اشتعال انگیز شعر کہے کہ جس سے ملک میں مسلمانوں کے لیے ایک نہایت خطرناک صورت حال پیدا ہو گئی اور پھر اس بدبخت نے معزز مسلمان عورتوں کا نام لے لے کر اپنے اشعار میں ان پر پھبتیاں اڑائیں اور بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی اور جب آنحضرت صلعم کے حکم سے یہ شخص اپنے کیفر کردار کو پہنچا تو اس کا قبیلہ یک جان ہو کر مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا اور اس دن سے بنو نضیر نے معاہدہ کو بالائے طاق رکھ کر مسلمانوں کے خلاف ساز باز شروع کر دی اور بالآخر سارے قبیلہ نے مل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ باندھا اور یہ فیصلہ کر لیا کہ جس طرح بھی ہو آپ کو زندہ نہ چھوڑا جاوے۔" حالانکہ پہلے معاہدے میں یہ سب شامل تھے کہ اگر کوئی غلط کام کرے گا تو اس کو سزا دیں گے اور بخوشی دیں گے۔ بہرحال "اور جب ان کے ان خونی ارادوں کا علم ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تنبیہہ اور سزا کا طریق اختیار کیا تو وہ نہایت مغرورانہ انداز میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کو تیار ہو گئے اور اس جنگ میں بنو قریظہ نے ان کی اعانت کی مگر جب بنو نضیر مغلوب ہوئے۔" اب یہاں بنو نضیر کی بنو قریظہ نے اعانت بھی کی، انہوں نے بھی معاہدہ توڑا۔ لیکن "جب بنو نضیر مغلوب ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کو تو بالکل ہی معاف فرما دیا۔" باوجود اس کے کہ وہ بنو نضیر کے ساتھ شامل ہو گئے تھے آپؐ نے بنو قریظہ کو معاف کر دیا "اور بنو نضیر کو بھی مدینہ سے امن وامان کے ساتھ چلے جانے کی اجازت دے دی۔ البتہ اس قدر کیا کہ انہیں ان کے اسلحہ ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں دی مگر اس احسان کا بدلہ بنو نضیر نے یہ دیا کہ مدینہ سے باہر جا کر ان کے رؤساء نے تمام عرب کا چکر لگایا اور مختلف قبائل عرب

کو خطرناک طور پر اشتعال دے کر ایک ٹڈی دل لشکر مدینہ پر چڑھا لائے۔" بہت بڑا لشکر لے کر آ گئے "اور سب سے یہ پختہ عہد لیا کہ اب جب تک اسلام کو نیست و نابود نہ کر لیں گے واپس نہیں جائیں گے۔

ایسے خطرناک وقت میں جس کا ایک مختصر خاکہ اوپر گزر چکا ہے یہود کے تیسرے قبیلہ بنو قریظہ نے کیا کیا؟ اور یہ قبیلہ وہ تھا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بنو نضیر کے موقع پر ان کی غداری کو معاف کر کے خاص احسان کیا تھا۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بنو قریظہ سے احسان کا سلوک کیا تھا" اور پھر دوسرا احسان ان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ باوجود اس کے کہ وہ آنحضرت صلعم کی ہجرت سے قبل بنو نضیر سے مرتبہ اور حقوق میں ادنیٰ سمجھے جاتے تھے۔" اب یہ دونوں بنو نضیر اور بنو قریظہ قبائل جو تھے ان دونوں میں آپس میں بھی درجات میں فرق تھا۔ بنو قریظہ بنو نضیر سے ادنی سمجھے جاتے تھے۔" یعنی اگر بنو نضیر کا کوئی آدمی بنو قریظہ کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا تھا تو قاتل کو قصاص میں قتل کیا جاتا تھا۔" یہ قاعدہ تھا ان کا" لیکن اگر بنو قریظہ کا کوئی آدمی بنو نضیر کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا تھا تو محض دیت کی ادائیگی کافی سمجھی جاتی تھی۔" اس سے کچھ رقم لے کر ان کو چھوڑ دیا جاتا تھا۔ دیت لے کے چھوڑ دیا جاتا تھا۔" لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کو دوسرے شہریوں کے ساتھ برابری کے حقوق عطا کیے۔ مگر باوجود ان عظیم الشان احسانوں کے بنو قریظہ نے پھر بھی غداری کی اور غداری بھی ایسے نازک وقت میں کی جس سے زیادہ نازک وقت مسلمانوں پر کبھی نہیں آیا۔ بنو قینقاع کی مثال ان کے سامنے تھی، انہوں نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ بنو نضیر کا واقعہ ان کی آنکھوں کے سامنے ہوا تھا انہوں نے اس سے سبق حاصل نہیں کیا اور کیا تو کیا کیا؟ یہ کیا کہ اپنے معاہدہ کو بالائے طاق رکھ کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کو فراموش کر کے عین اس وقت جبکہ تین ہزار مسلمان نہایت بے سروسامانی اور بے بسی کی حالت میں کفار کے دس پندرہ ہزار جرار اور خونخوار لشکر سے گھرے ہوئے بیٹھے تھے اور اپنی بیچارگی کو دیکھ کر ان کے کلیجے منہ کو آ رہے تھے۔ اور" جنگِ احزاب کے وقت" موت انہیں اپنے سامنے دکھائی دیتی تھی۔ وہ اپنے قلعوں میں سے نکلے" بنو قریظہ" اور مسلمان مستورات اور بچوں پر عقب سے حملہ آور ہو گئے اور مسلمانوں کے اتحاد سے منحرف ہو کر اس خونی اتحاد کی شمولیت اختیار کی جس کا اصل الاصول اسلام اور بانیٔ اسلام کو نیست و نابود کرنا تھا۔ ہاں اس بانیٔ اسلام کو جس کا مدینہ میں آنے کے بعد پہلا کام یہ تھا کہ اس نے ان یہود کو اپنا دوست اور معاہد بنایا۔" یہ غور کرنے والی بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ آ کے یہود کو اپنا دوست اور معاہد بنایا۔" اور یہود کا پہلا کام یہ تھا کہ انہوں نے اسے اپنا دوست اور معاہد مان کر" انہوں نے مان بھی لیا اور" اسے اپنی جمہوریت کا صدر تسلیم کیا۔ اندریں حالات بنو قریظہ کا یہ فعل صرف ایک بدعہدی اور غداری ہی نہیں تھا بلکہ ایک خطرناک بغاوت کا بھی رنگ رکھتا تھا اور بغاوت بھی ایسی کہ اگر ان کی تدبیر کامیاب ہو جاتی تو مسلمانوں کی جانوں اور ان کی عزت و آبرو اور ان کے دین و مذہب کا یقیناً خاتمہ تھا۔

پس بنو قریظہ کسی ایک جرم کے مرتکب نہیں ہوئے بلکہ وہ بے وفائی اور احسان فراموشی کے مرتکب ہوئے۔ بدعہدی اور غداری کے مرتکب ہوئے۔ بغاوت اور اقدام قتل کے مرتکب ہوئے اور ان جرموں کا ارتکاب انہوں نے ایسے حالات میں کیا جو ایک جرم کو بھیانک سے بھیانک صورت دے سکتے ہیں اور دنیا کی کوئی غیر متعصب عدالت ان کے مقدمہ میں موجبات رعایت کا عنصر نہیں پا سکتی۔" کسی عدالت میں ایسے

حالات میں کوئی رعایت ملنے کا امکان نہیں۔

"ایسے حالات میں ان کی سزا سوائے اس کے کیا ہو سکتی تھی جو دی گئی۔ ظاہر ہے کہ امکانی طور پر صرف تین سزائیں ہی دی جا سکتی تھیں۔ اول مدینہ میں ہی قید یا نظر بندی۔ دوسرے جلاوطنی جیسا کہ بنو قینقاع اور بنو نضیر کے معاملہ میں ہوا تھا۔ تیسرے جنگجو آدمیوں کا قتل اور باقیوں کی قید یا نظر بندی۔ اب انصاف کے ساتھ غور کرو کہ اس زمانہ کے حالات کے ماتحت مسلمانوں کے لیے کون سا طریق کھلا تھا۔ ایک دشمن قوم کا اپنے شہر میں قید رکھنا اس زمانہ کے لحاظ سے بالکل بیرون از سوال تھا کیونکہ اول تو قید کے ساتھ ہی قیدیوں کی رہائش اور خوراک کی ذمہ داری مسلمانوں پر عائد ہوتی تھی جس کے برداشت کرنے کی ان میں ہرگز طاقت نہیں تھی۔ دوسرے اس زمانہ میں کوئی جیل خانے وغیرہ بھی نہیں ہوتے تھے اور قیدیوں کے متعلق یہی دستور تھا کہ وہ فاتح قوم کے آدمیوں میں تقسیم کر دئے جاتے تھے جہاں وہ عملاً بالکل آزاد رہتے تھے۔ ایسے حالات میں ایک پرلے درجہ کے معاند اور سازشی گروہ کا مدینہ میں رہنا اپنے اندر نہایت خطرناک احتمالات رکھتا تھا اور اگر بنو قریظہ پر یہ فیصلہ جاری کیا جاتا تو یقیناً اس کے معنے یہ ہوتے کہ فتنہ انگیزی اور مفسدہ پردازی اور شرارت اور خفیہ سازباز کے لیے تو ان کو وہی آزادی حاصل رہتی جو پہلے تھی البتہ ان کے اخراجات کی ذمہ داری مسلمانوں پر آجاتی۔ یعنی پہلے اگر وہ اپنا کھاتے تھے اور مسلمانوں کا گلا کاٹتے تھے" تو آئندہ اگر ان کو کھلی چھٹی دے دی کہ وہ یہاں شہر میں رہیں" تو آئندہ وہ کھاتے بھی مسلمانوں کا" اگر قیدی بنالیا جاتا تو مسلمانوں کا کھاتے اور" (جن کے پاس اس وقت اپنے کھانے کے لیے بھی نہیں تھا) اور گلا بھی مسلمانوں کا کاٹتے۔" سازشیں تو انہوں نے کرنی ہی تھیں" اور مسلمانوں کے گھروں میں اور ان کے ساتھ مخلوط ہو کر رہنے سہنے کی وجہ سے جو دوسرے خطرات ہو سکتے تھے وہ مزید برآں تھے۔"

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ مزید لکھتے ہیں کہ "اندریں حالات میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی عقلمند شخص یہ رائے رکھ سکتا ہے کہ بنو قریظہ کو یہ سزا دی جا سکتی تھی" کہ ان کو وہاں رکھا جائے۔

"**اب رہی دوسری سزا یعنی جلاوطنی**۔ سو یہ سزا بے شک اس زمانہ کے لحاظ سے دشمن کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے ایک عمدہ طریق سمجھی جاتی تھی مگر بنو نضیر کی جلاوطنی کا تجربہ بتاتا تھا کہ کم از کم جہاں تک یہود کا تعلق تھا یہ طریق کسی صورت میں پہلے طریق سے کم خطرناک نہیں تھا۔ یعنی یہود کو مدینہ سے باہر نکل جانے کی اجازت دے دینا سوائے اس کے کوئی معنی نہیں رکھتا تھا کہ نہ صرف یہ کہ عملی اور جنگجو معاندینِ اسلام کی تعداد میں اضافہ ہو جاوئے بلکہ دشمنان اسلام کی صف میں ایسے لوگ جا ملیں جو اپنی خطرناک اشتعال انگیزی اور معاندانہ پراپیگنڈا اور خفیہ اور سازشی کارروائیوں کی وجہ سے ہر مخالف اسلام تحریک کے لیڈر بننے کے لیے بے چین تھے۔ تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ یہود کے سارے قبائل میں سے بنو قریظہ اپنی عداوت میں بڑھے ہوئے تھے۔ پس یقیناً بنو قریظہ کی جلاوطنی اس سے بہت زیادہ خطرات کا موجب ہو سکتی تھی جو بنو نضیر نے غزوہ احزاب کو برپا کر کے مسلمانوں کے لیے پیدا کیے اور اگر مسلمان ایسا کرتے تو اس زمانہ کے حالات کے ماتحت ان کا یہ فعل ہرگز خودکشی سے کم نہ ہوتا۔ مگر کیا دنیا کے پردے پر کوئی ایسی قوم ہے جو دشمن کو زندہ رکھنے کے لیے آپ خودکشی پر آمادہ ہو سکتی ہے؟ اگر نہیں تو یقیناً مسلمان بھی اس وجہ سے زیر الزام نہیں سمجھے جا سکتے کہ انہوں نے بنو قریظہ کو زندہ رکھنے کے لیے خودکشی کیوں نہیں کی۔

پس یہ ہر دو سزائیں ناممکن تھیں اور ان میں سے کسی کو اختیار کرنا اپنے آپ کو یقینی تباہی میں ڈالنا تھا۔ اور ان دو سزاؤں کو چھوڑ کر صرف وہی رستہ کھلا تھا جو اختیار کیا گیا۔ بے شک اپنی ذات میں سعدؓ کا فیصلہ ایک سخت فیصلہ تھا اور فطرت انسانی بظاہر اس سے ایک صدمہ محسوس کرتی ہے مگر سوال یہ ہے کہ کیا اس کے بغیر کوئی اور راستہ کھلا تھا جسے اختیار کیا جاتا۔ جب ایک سرجن اپنے کسی بیمار کا جس کے لیے وہ اس قسم کا آپریشن ضروری خیال کرے ہاتھ کاٹ دیتا ہے یا ٹانگ جدا کر دیتا ہے یا کسی اور عضو کو جسم سے علیحدہ کر دینے پر مجبور ہو جاتا ہے تو ہر شریف انسان کے دل کو صدمہ پہنچتا ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا یعنی اگر حالات کی مجبوری اسے ضروری قرار نہ دیتی تو اچھا تھا مگر حالات کی مجبوری کے سامنے جھکنا پڑتا ہے بلکہ ایسے حالات میں سرجن کا یہ فعل قابلِ تعریف سمجھا جاتا ہے کہ اس نے تھوڑے یا کم قیمتی حصہ کی قربانی سے زیادہ قیمتی چیز کو بچا لیا۔

اسی طرح بنو قریظہ کے متعلق سعدؓ کا فیصلہ گو اپنی ذات میں سخت تھا مگر وہ حالات کی مجبوری کا ایک لازمی نتیجہ تھا جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مارگولیس جیسا مؤرخ بھی جو ہرگز اسلام کے دوستوں میں سے نہیں ہے اس موقعہ پر اس اعتراف پر مجبور ہوا ہے کہ سعدؓ کا فیصلہ حالات کی مجبوری پر مبنی تھا جس کے بغیر چارہ نہیں تھا۔ چنانچہ **مسٹر مارگولیس صاحب لکھتے ہیں** کہ:۔

''غزوہ احزاب کا حملہ جس کے متعلق محمدؐ صاحب کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ محض خدائی تصرفات کے ماتحت پسپا ہوا وہ بنو نضیر ہی کی اشتعال انگیز کوششوں کا نتیجہ تھا یا کم از کم یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ ان کی کوششوں کا نتیجہ ہے اور بنو نضیر وہ تھے جنہیں محمدؐ صاحب نے صرف جلاوطن کر دینے پر اکتفا کی تھی۔ اب سوال یہ تھا کہ کیا محمدؐ صاحب بنو قریظہ کو بھی جلاوطن کر کے اپنے خلاف اشتعال انگیز کوششیں کرنے والوں کی تعداد اور طاقت میں اضافہ کر دیں؟ دوسری طرف وہ قوم مدینہ میں بھی نہیں رہنے دی جاسکتی تھی جس نے اس طرح برملا طور پر حملہ آوروں کا ساتھ دیا تھا۔ ان کا جلاوطن کرنا غیر محفوظ تھا مگر ان کا مدینہ میں رہنا بھی کم خطرناک نہ تھا۔ پس اس فیصلہ کے بغیر چارہ نہ تھا کہ ان کے قتل کا حکم دیا جاتا۔'' یہ مارگولیس صاحب کہتے ہیں۔

''پھر یہ بات بھی خصوصیت کے ساتھ مدنظر رکھنی چاہیے کہ بنو قریظہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف حلیف اور معاہد ہی نہیں تھے بلکہ وہ اپنے ابتدائی معاہدہ کی رو سے مدینہ میں آپ کی حکومت کو تسلیم کر چکے تھے یا کم از کم آپ کی سوورینیٹی (Sovereignty) کو انہوں نے قبول کیا تھا۔ پس ان کی حیثیت صرف ایک غدار حلیف یا معمولی دشمن کی نہیں تھی بلکہ وہ یقیناً باغی بھی تھے اور باغی بھی نہایت خطرناک قسم کے باغی۔ اور باغی کی سزا خصوصاً جنگ کے ایام میں سوائے قتل کے کوئی اور نہیں سمجھی گئی۔

اگر باغی کو بھی انتہائی سزا نہ دی جاوے تو نظام حکومت بالکل ٹوٹ جاتا ہے اور شریر اور مفسدہ پرداز لوگوں کو ایسی جرأت حاصل ہو جاتی ہے جو امنِ عامہ اور رفاہِ عام کے لیے سخت مہلک ثابت ہوتی ہے اور یقیناً ایسے حالات میں باغی پر رحم کرنا دراصل ملک پر اور ملک کے امن پسند لوگوں پر ظلم کے ہم معنی ہوتا ہے۔

چنانچہ تمام متمدن حکومتیں اس وقت تک ایسے باغیوں کو خواہ وہ مرد ہوں یا عورت، قتل کی سزا دیتی چلی آئی ہیں اور کسی عقلمند انسان نے کبھی ان پر اعتراض نہیں کیا۔ پس سعدؓ کا فیصلہ بالکل منصفانہ اور عدل وانصاف کے قواعد کے بالکل مطابق تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ اپنے عہد کے اس فیصلہ کے متعلق رحم کے پہلو کو کام میں نہیں لاسکتے تھے سوائے افراد کے اور اس کے لیے آپ نے ہر ممکن کوشش کی۔''

یعنی اِکّا دُکّا جو افراد تھے اگر وہ معافی مانگتے تو کر سکتے تھے لیکن قوم کو معاف نہیں کر سکتے تھے کیونکہ حضرت سعدؓ سے انہوں نے پہلے وعدہ لے لیا تھا" مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے اس شرم سے کہ انہوں نے آپ کو جج ماننے سے انکار کر دیا تھا آپ کی طرف رحم کی اپیل کی صورت میں زیادہ رجوع نہیں کیا۔ اور ظاہر ہے کہ بغیر اپیل ہونے کے آپ رحم نہیں کر سکتے تھے کیونکہ جو باغی اپنے جرم پر ندامت کا اظہار بھی نہیں کرتا اسے خود بخود چھوڑ دینا سیاسی طور پر نہایت خطرناک نتائج پیدا کر سکتا ہے۔

ایک اور بات یاد رکھنی ضروری ہے کہ جو معاہدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود کے درمیان ابتداء میں ہوا تھا اس کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر یہود کے متعلق کوئی امر قابلِ تصفیہ پیدا ہو گا تو اس کا فیصلہ خود انہیں کی شریعت کے ماتحت کیا جائے گا۔

چنانچہ تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ اس معاہدہ کے ماتحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یہود کے متعلق شریعت موسوی کے مطابق فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔ اب ہم تورات پر نگاہ ڈالتے ہیں تو وہاں اس قسم کے جرم کی سزا جس کے مرتکب بنو قریظہ ہوئے بعینہٖ وہی لکھی ہوئی پاتے ہیں جو سعد بن معاذ نے بنو قریظہ پر جاری کی۔

چنانچہ بائیبل میں یہ خدائی حکم درج ہے کہ:۔

"اور جب تو کسی شہر کے پاس اس سے لڑنے کے لیے آ پہنچے تو پہلے اس سے صلح کا پیغام کر۔ تب یوں ہو گا کہ اگر وہ تجھے جواب دے کہ صلح منظور اور دروازہ تیرے لیے کھول دے تو ساری خلق جو اس شہر میں پائی جاوے تیری خراج گزار ہو گی اور تیری خدمت کرے گی اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے جنگ کرے تو اس کا محاصرہ کر اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضے میں کر دیوے تو وہاں کے ہر ایک مرد کو تلوار کی دھار سے قتل کر مگر عورتوں اور لڑکوں اور مواشی کو اور جو کچھ اس شہر میں ہو اس کا سارا لوٹ اپنے لیے لے۔" (استثناء باب 20 آیت 10 تا 15) یہودی شریعت کا یہ حکم محض ایک کاغذی حکم نہیں تھا جس پر کبھی عمل نہ کیا گیا ہو بلکہ بنو اسرائیل کا ہمیشہ اسی پر عمل رہا ہے اور یہودی قضیے ہمیشہ اسی اصل کے ماتحت تصفیہ پاتے رہے ہیں۔ چنانچہ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو:۔

"اور انہوں نے (یعنی بنو اسرائیل نے) مدیانیوں سے لڑائی کی جیسا خداوند نے موسیٰ کو فرمایا تھا اور سارے مردوں کو قتل کیا۔ اور انہوں نے ان مقتولوں کے سوا اِوِّی اور رَقم اور صُور اور حُور اور رِبع کو جو مدیان کے پانچ بادشاہ تھے جان سے مارا اور بعُور کے بیٹے بلعام کو بھی تلوار سے قتل کیا اور بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اور ان کے بچوں کو اسیر کیا اور ان کے مواشی اور بھیڑ بکری اور مال و اسباب سب لوٹ لیا... اور انہوں نے ساری غنیمت اور سارے اسیر انسان اور حیوان لیے اور وے قیدی اور غنیمت اور لوٹ موسیٰ اور الیعزر کاہن اور بنی اسرائیل کی ساری جماعت کے پاس خیمہ گاہ میں مواب کے میدانوں میں یردن کے کنارے جو یریحو کے مقابل ہے، لائے۔" (گنتی باب 31 آیت 7 تا 12 پاکستان بائبل سوسائٹی اردو بازار لاہور) حضرت مسیح ناصری کو (جو وہ بھی بنو اسرائیل میں سے ہی تھے) گو اپنی زندگی میں حکومت نصیب نہیں ہوئی اور نہ جنگ وجدال کے موقعے پیش آئے جن میں ان کا طریق عمل ظاہر ہو سکتا مگر ان کے بعض فقروں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شریر اور بدباطن دشمنوں کے متعلق ان کے کیا خیالات تھے۔" یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے "چنانچہ اپنے دشمنوں کو مخاطب کر کے حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں:۔

”اے سانپو! سانپوں کے بچو! تم جہنم کی سزا سے کیونکر بچو گے؟“(متی باب 23 آیت 33)یعنی اے لوگو! تم زہریلے سانپوں کی طرح بن کر ہلاک کیے جانے کے قابل ہو گئے ہو لیکن مجھے یہ طاقت حاصل نہیں ہے کہ تمہیں سزا دوں مگر تم خدا سے ڈرو اور جہنم کی سزا کا ہی خیال کر کے اپنی بد کرداریوں اور شرارتوں سے باز آجاؤ۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ جب حضرت مسیحؑ کے متبعین کو دنیا میں طاقت حاصل ہوئی تو انہوں نے حضرت مسیح کی اس تعلیم کے ماتحت کہ شریر اور بد کردار دشمن سانپوں اور بچھوؤں کی طرح ہلاک کیے جانے کے قابل ہیں جسے بھی بد کردار اور شریر سمجھا اور اپنے ارادوں میں رخنہ انداز پایا اسے ہلاک کرنے میں دریغ نہیں کیا۔“ یہ نظر آرہا ہے ہمیں ”چنانچہ مسیحی اقوام کی تاریخ اس قسم کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ سعدؓ کا فیصلہ گو اپنی ذات میں سخت سمجھا جاوے مگر وہ ہرگز عدل وانصاف کے خلاف نہیں تھا اور یقیناً یہود کے جرم کی نوعیت اور مسلمانوں کی حفاظت کا سوال دونوں اسی کے مقتضی تھے کہ یہی فیصلہ ہوتا اور پھر یہ فیصلہ بھی یہودی شریعت کے عین مطابق تھا بلکہ اس ابتدائی معاہدہ کے لحاظ سے ضروری تھا کہ ایسا ہی ہوتا کیونکہ اس کی رو سے مسلمان اس بات کے پابند تھے کہ یہود کے متعلق انہی کی شریعت کے مطابق فیصلہ کریں مگر جو کچھ بھی تھا یہ فیصلہ سعدؓ بن معاذ کا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں تھا اور سعدؓ پر ہی اس کی پہلی اور آخری ذمہ داری عائد ہوتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق بحیثیت صدر حکومت کے اس سے صرف اس قدر تھا کہ آپ اس فیصلہ کو اپنی حکومت کے انتظام کے ماتحت جاری فرماویں۔ اور یہ بتایا جا چکا ہے کہ آپ نے اسے ایسے رنگ میں جاری فرمایا جو موجودہ زمانہ کی مہذب سے مہذب اور رحم دل سے رحم دل حکومت کے لیے بھی ایک بہترین نمونہ سمجھا جا سکتا ہے۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 605 تا 613)

پس یہ ہے جواب آجکل کے ان معترضین کا، ان لوگوں کا جو اسلام پر اعتراض کرتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں بعض ہمارے اپنے لوگ بھی متاثر ہو جاتے ہیں۔ نوجوانوں میں بھی سوال اٹھتے ہیں کہ کیوں بنو قریظہ کو قتل کیا گیا، اس کا جواز بنا کر اب بعض سوال اٹھانے والے یہ بھی کہنے لگ گئے ہیں کہ جو فلسطینیوں کے خلاف کارروائی ہو رہی ہے وہ بھی اس لحاظ سے جائز ہے حالانکہ اس کی اس وقت جو حالت ہے اس کی تو اُن حالات سے اور آجکل کے حالات سے نسبت ہی کوئی نہیں اور جو بدلے لیے جا رہے ہیں اور پھر عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کیا جا رہا ہے۔ بہرحال یہ سب قصور بھی مسلمانوں کا ہی ہے جنہوں نے اپنے مفادات کے لیے اسلام کی ساکھ ختم کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی عقل عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 22/ نومبر 2024ء جلد 31 شمارہ 279 صفحہ 02 تا 06)

45

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 08/ نومبر 2024ء بمطابق 08/ نبوت 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ بِالَّیۡلِ وَ النَّہَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً فَلَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ۚ وَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ (البقرہ:275)

وہ لوگ جو اپنے اموال خرچ کرتے ہیں رات کو بھی اور دن کو بھی، چھپ کر بھی اور کھلے عام بھی ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر کوئی خوف نہیں ہو گا اور نہ وہ غم کریں گے۔

مالی قربانی اور احباب جماعت احمدیہ کا اخلاص و وفا

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق مالی قربانیوں میں بہت بڑھ چڑھ کر اپنے آپ کو پیش کرنے والی ہے۔ جماعت کے مختلف چندے ہیں۔ چندہ عام، چندہ وصیت وغیرہ لازمی چندہ جات ہیں۔ پھر تحریکِ جدید اور وقفِ جدید کی تحریکات ہیں۔ ہر جگہ جہاں بھی ضرورت پڑے جماعت احمدیہ کے افراد اخلاص و وفا کے ساتھ بڑھ چڑھ کر مالی قربانیوں میں حصہ لیتے ہیں اور چھپ کر بھی اور اعلانیہ طور پر بھی قربانی کر رہے ہوتے ہیں بلا اس خوف کے کہ انہیں کوئی مالی تنگی ہو جائے۔ یہ زمانہ جبکہ دنیا، دنیا کی لذتیں تلاش کرنے میں ڈوبی ہوئی ہے اور مال جمع کرنے میں ڈوبی ہوئی ہے احمدی ہیں جو مالی قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور اس بات پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو چھپ کر قربانیاں کرتے ہیں اور یہ اظہار کرتے ہیں کہ ان کی قربانیاں پتہ نہ لگیں۔ جماعت احمدیہ میں اکثریت تو کم آمدنی والوں کی ہے اور اوسط درجے کے کمانے والوں پر مشتمل ہے لیکن جیسا کہ میں نے کہا غیر معمولی قربانیاں دینے والے بھی لوگ ہیں اور کبھی اس بات کا اظہار نہیں کرتے کہ جماعت نے اتنی تحریکات شروع کی ہوئی ہیں، ہماری آمدنی محدود ہے کہاں سے دیں بلکہ ایک دلی جوش اور جذبہ سے یہ قربانیاں دیتے ہیں۔ مجھے پتہ ہے بعض لوگ ایسے ہیں جو بہت بڑی قربانی کر کے بھی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اپنا پیٹ کاٹ کر، اپنی خوراک کم کر کے، اپنے بچوں کے اخراجات کم کر کے یہ قربانیاں دیتے ہیں اور ان کو کبھی خیال نہیں آیا یا انہوں نے کبھی یہ اظہار نہیں کیا کہ ہماری یہ قربانیاں ہیں اور ہم پر کیوں اتنا بوجھ ڈالا جا رہا ہے۔ ہمیں بھی فلاں مقصد کے لیے ضرورت ہے۔ تو اب جبکہ ہمیں ضرورت ہے تو جماعت ہماری مدد کرے۔ کبھی کسی قسم کا احسان نہیں ہوتا۔ ضرورت بھی ہو تو انتہائی جھجک اور عاجزی کے ساتھ اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہیں اور وہ بھی قرضہ کی صورت میں۔

پھر بعض لوگوں نے قربانیاں کرنے کے لیے یہ طریق بھی اختیار کیا ہوا ہے کہ مالی قربانیوں کے لیے

ایک ڈبہ بنا لیتے ہیں جس میں ہر سال یا ہر وقت جو بھی آمد ہو جب بھی جہاں سے کوئی پیسے آتے ہیں اس میں ڈالتے رہتے ہیں اور اس طرح سال کے آخر میں جمع کر لیتے ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب تحریکِ جدید کی تحریک جاری فرمائی تو آپؓ نے سادہ زندگی کا مطالبہ کیا تھا اور آپؓ نے فرمایا تھا کہ سادہ زندگی کر کے اپنے پیسے جوڑو اور اس کے حساب سے خرچ کرو اور اس کے نتیجہ میں بعض لوگ ایسے ہیں جو خود سادہ سے سادہ زندگی گزارتے ہیں اور بڑی بڑی رقمیں دیتے ہیں۔ بظاہر ان کی حالت دیکھ کر لگتا ہے کہ وہ اتنی بڑی رقم نہیں دے سکتے لیکن ہزاروں ڈالروں یا ہزاروں پاؤنڈوں میں یا ہزاروں یورو میں قربانیاں دے رہے ہوتے ہیں۔ اس مادی دنیا میں ان ملکوں میں رہ کر اتنی قربانی کرنا بہت بڑی بات ہے اور جو غریب ممالک ہیں، پاکستان ہے، ہندوستان ہے یا افریقہ کے ممالک ہیں وہاں تو احمدیوں کے ذرائع بہت کم ہیں اور بڑی مشکل سے لوگوں کے گزارے ہوتے ہیں پھر بھی قربانیاں دیتے چلے جا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے چھپ کر بھی اور ظاہری طور پر بھی خرچ کرتے ہیں۔ کوشش یہ ہوتی ہے اور ہر وقت اسی فکر میں رہتے ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ایک جگہ کہ:

اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب

(نشان آسمانی، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 410)

پس یہ وہ لوگ ہیں جو حقیقی مومن ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہیں۔ بعض لوگ ایسے ہیں جب کوئی بھی تحریک کی جائے یا جب تحریکِ جدید اور وقفِ جدید کا اعلان ہوتا ہے تو قرض لے کر بھی رقم ادا کر دیتے ہیں حالانکہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ قرض لے کر ادا کریں۔ اور کوئی خوف نہیں ان کو ہوتا۔ ان کو پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ خود ہی پورا بھی کر دے گا۔ پس جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑے بڑے قربانی کرنے والے عطا فرمائے ہوئے ہیں۔

غیروں کی طرح یہ نہیں ہے کہ پانچ دس روپے دے کر پھر سو دفعہ مسجد میں اعلان کروائیں۔ ایسے بہت سے واقعات میرے سامنے آتے ہیں جہاں لوگ بڑھ چڑھ کر قربانیاں دینے کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ اس میں افریقہ کے ممالک بھی شامل ہیں۔ یورپ کے ممالک بھی شامل ہیں۔ ایشیا کے ممالک بھی شامل ہیں۔

غریب لوگ تو بہت بڑی قربانی کر کے چندے دیتے ہیں۔ گو ان کی قربانیاں بظاہر مالی لحاظ سے، رقم کے لحاظ سے بہت چھوٹی ہوتی ہیں لیکن وزن کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت بڑی قربانیاں ہیں۔

وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ فرمایا تھا کہ ایک درہم ہزار درہم سے سبقت لے گیا یا ایک لاکھ درہم سے سبقت لے گیا۔

(سنن النسائی، کتاب الزکاۃ باب جھد المقل حدیث 2528)

اور یہ روح دور دراز رہنے والے غریب ملکوں کے لوگوں میں بھی ہے کہ مالی قربانیاں دینے سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ انہیں ہر قسم کے خوف سے بھی دور کرتا ہے اور ان کی ضروریات کو بھی پورا کرتا ہے۔ مثلاً تنزانیہ کے امیر صاحب نے لکھا کہ ایک صاحب ہیں۔ نومبائع ہیں عبداللہ صاحب۔

انہوں نے کہا مجھے چندے دینے کے دو فائدے نظر آتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کے بعد سے میرے رزق میں اضافہ ہو گیا۔ دوسرے میں جب بھی کاروبار کرتا ہوں، ایک دکان چلاتا ہوں۔ میری دکان کی ساری چیزیں فوراً فروخت ہو جاتی ہیں اور جلدی سے پھر میری دکان خالی ہو جاتی ہے۔ پھر نیا مال لے کے آتا ہوں اور اس سے مجھے منافع ہوتا جاتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مالی قربانی کرنے کا نتیجہ ہے۔

قزاخستان سے ایک صاحب ہیں زادانوف صاحب، ہمیشہ بڑے جوش و خروش سے چندہ میں حصہ لیتے ہیں۔ سابق فوجی ہیں۔ ریٹائرڈ ہو چکے ہیں۔ پنشن ملتی ہے لیکن جب بھی پنشن ملتی ہے فوراً مرکز میں آ کر چندے ادا کر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چندوں سے اتنی برکت دی ہے کہ میرے کام جو رکے ہوتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کروا دیتا ہے۔ یہ ان کی ایمان کی حالت ہے۔ کہتے ہیں میں نے ایک تجارتی عمارت کی تعمیر شروع کی جو تجارتی مرکز کے لیے تھی۔ میرے پاس جو جمع پونجی تھی سب اس میں لگا دی۔ پیسے ختم ہو گئے، وہ کام مکمل نہیں ہوا۔ میرا ایک اپارٹمنٹ تھا میں نے سوچا کہ اس کو بیچ کر یہ پیسے یہاں لگا دیتا ہوں اور یہ کام پورا کر لوں۔ اب اپارٹمنٹ خریدنے کے لیے کوئی گاہک نہیں مل رہا تھا۔ بڑی ناامیدی کی صورتحال تھی۔ جو کچھ رقم آخری تھی وہ بھی ختم ہو رہی تھی۔ کہتے ہیں میں دعا کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی طرح برکت ڈالے اور میری یہ رقم مل جائے، پوری ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا گاہک بھیجا جس نے میرا اپارٹمنٹ خرید لیا اور اس سے جو مجھے آمد ہوئی وہ پھر میں نے اس تعمیر میں لگا دی۔ کہتے ہیں اب اپارٹمنٹ میں نے بیچ دیا، اب مسئلہ یہ تھا کہ میں نے رہنے کے لیے نیا گھر تلاش کرنا تھا وہ کس طرح کروں۔ لیکن وہی فرشتہ جو اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا اس نے کہا آپ فکر نہ کریں مجھے اتنی جلدی گھر کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ ایک سال تک بیشک اس گھر میں رہیں۔ اس طرح کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری رہائش کی ضرورت بھی پوری کر دی اور میری تعمیر کا کام بھی پورا ہو گیا اور یہ سب کچھ میں سمجھتا ہوں کہ چندوں کی برکات اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کرنے کا نتیجہ ہے۔

پھر قزاخستان سے ہی وہاں کی جماعت کے ایک عہدیدار لکھتے ہیں کہ جماعت کی ایک لجنہ، خاتون بائیوا روزہ صاحبہ ہیں۔ باقاعدگی سے تحریکِ جدید اور وقفِ جدید کے چندوں میں حصہ لیتی ہیں۔ ایک دن انہوں نے تحریک جدید اور وقف جدید کے چندے ادا کیے اور اپنی بیٹی کے لیے دعا کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ اسے اچھی نوکری دے دے۔ انہوں نے مجھے بھی خط لکھا۔ خلافت سے ان لوگوں کا بڑا مضبوط تعلق ہے۔ بہت خط آتے ہیں رشیا سے یا ان سٹیٹس سے۔ کہتی ہیں کہ جب چندہ ادا کیا تو اگلے دن ہی اس کو اچھی نوکری مل گئی جبکہ اس سے پہلے وہ ہزار کوشش کر رہی تھی مگر کوئی کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔ اب یہ حالت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت ڈالی، ان کے ایمان کو مضبوط کرنے کے لیے ایسے سامان کیے کہ وہاں ملازمت دینے والوں نے خود فون کیا کہ ہم ملازمت دینے کے لیے تیار ہیں، آ جاؤ۔ اور بڑی اچھی ملازمت دی۔ کہتی ہیں کہ میرے لیے تو یہ ایک معجزہ تھا اور میں حیران ہوں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اتنی جلدی اپنے فضل سے مجھے نوازا۔

جارجیا یورپ کا ایک ملک ہے۔ میڈیکل کے ایک طالبعلم ہیں۔ کہتے ہیں ہماری جماعت کی میٹنگ ہوئی۔ صدر جماعت نے ایک سٹوڈنٹ کا ذکر کیا جس نے تحریکِ جدید میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ کہتے ہیں مجھے احساس

ہوا کہ میں پیدائشی احمدی ہوں اور یہ سٹوڈنٹ جس کا ذکر کیا جا رہا ہے اس نے چار سال پہلے بیعت کی ہے اور مالی قربانی میں اتنا آگے نکل گیا ہے۔ مجھے بھی اپنا وعدہ بڑھانا چاہیے، مجھے شرم آئی۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ میں نے وعدہ بڑھا دینے کا ارادہ کیا اور پھر کہتے ہیں کہ وہاں عاملہ میں یہ بھی ذکر ہوا تھا جب صدر صاحب مالی قربانیوں کی تلقین کر رہے تھے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس طرح اپنی قربانی پیش کی تھی۔ سب کچھ پیش کر دیا تھا۔ کہتے ہیں اس مثال کو دیکھ کر میرے دل میں اَور جوش پیدا ہوا اور مجھے خیال آیا کہ مجھے بہر حال وعدہ بڑھانا چاہیے۔ چاہے میری حیثیت ہے کہ نہیں ہے میں قربانی کرتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ میں نے اتنا وعدہ کر دیا کہ مجھے فکر تھی کہ اب ادا کیسے کروں گا؟ اس کے لیے کہتے ہیں میں نے پارٹ ٹائم ٹیکسی شروع کر دی۔ میں سٹوڈنٹ کے ساتھ ساتھ ٹیکسی بھی چلاؤں گا اور اپنا وعدہ پورا کر دوں گا۔ کہتے ہیں اس کے بعد مجھے اس کام میں لطف آنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے، اس کی خاطر قربانی کرنے کے لیے میں یہ کام کر رہا ہوں۔ اپنا پیٹ بھرنے کے لیے نہیں کر رہا۔ کہتے ہیں بعض حالات ایسے مجھ پہ آتے تھے کہ پٹرول ڈلوانے کے لیے پیسے نہیں ہوتے تھے تو میں اپنے والد سے قرض لیتا تھا اور پھر کام کرتا تھا۔ پھر قرض بھی لوٹا دیتا تھا، چندہ بھی ادا کر دیتا تھا اس طرح میں اپنا وعدہ پورا کرتا جا رہا تھا اور کہتے ہیں کہ میں نے آخر وہ وعدہ پورا کر دیا جس کی کوئی امید نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ادائیگی کے سامان پیدا کر دیے۔

جرمنی کی جماعت روڈگاؤ (Rodgau) کے صدر کہتے ہیں ہماری جماعت کا ٹارگٹ جو تھا وہ ہم نے پورا کر لیا۔ وہاں آجکل مسجد بنا رہے ہیں۔ وہاں خدام الاحمدیہ کے قائد نے اس کا بھی ہمیں کہا کہ ہمیں اس کے لیے مزید رقم اکٹھی کرنی چاہیے اور ہمارے ہاں پوٹینشل (potential) ہے، لوگوں میں چندہ دینے کی صلاحیت ہے۔ اسی طرح ہمیں تحریکِ جدید کی قربانی میں بھی بڑھنا چاہیے۔ اس میں بھی ہمارا معیار بہتر ہو سکتا ہے۔ کہتے ہیں 2019ء سے ہم نے مالی قربانیوں کی طرف توجہ دینی شروع کی تھی۔ اس وقت ہمارا جو چندہ چند ہزار یورو تھا اب اتنا بڑھا کہ وہ لاکھوں میں چلا گیا اور لوگوں نے خوشی سے قربانی دی۔ بعض لوگوں کو اس طرح تحریک پیدا ہوئی کہ بعض واقفینِ زندگی نے یہ اعلان کیا کہ ہم اپنا ایک ماہ کا الاؤنس جماعت میں چندہ دے دیں گے۔ ایک صاحب کہتے ہیں مجھے یہ سوچ کر بڑی شرم آئی کہ ایک واقفِ زندگی اپنا الاؤنس دے رہا ہے اور میں بیشمار رقم کماتا ہوں میں کیوں نہیں ایسی بڑی قربانی کر سکتا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ جو رقم ملی بہت بڑی تھی وہ میں نے جماعت کو چندے میں دے دی۔ اگلے سال اپنے وعدے کو اَور بڑھا کر پیش کیا بلکہ دوگنا کر دیا بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھا دیا۔ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ مجھے بڑے اچھے کانٹریکٹ ملنے لگ گئے اور ہزاروں یورو جو تھا چالیس پچاس ہزار یوروتک مجھے چندہ ادا کرنے کی توفیق ملی۔ اس کا یہ اثر بھی ساتھ ہوا کہ کیونکہ نیکی کی جاگ لگ گئی تھی، اللہ تعالیٰ کی خاطر قربانی کرنے کا شوق پیدا ہو گیا تھا تو انہوں نے اپنے ذاتی اخراجات بہت کم کر دیے اور خود سادہ کپڑوں میں گزارا کرنے لگے اور بالکل سادہ زندگی گزارنے لگے اور مالی قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

سیکرٹری مال کہتے ہیں کہ ہم حیران ہوتے تھے کہ ان کی ظاہری حالت ایسی نہیں لیکن قربانیاں بیشمار کر رہے ہیں۔ اس پر مجھے ایک پرانا واقعہ بھی یاد آ گیا۔ کراچی میں ہمارے ایک بزرگ دوست شیخ مجید صاحب

تھے۔ وہ بہت بڑی مالی قربانیاں کیا کرتے تھے اور اپنے گھر کے اخراجات کے لیے رقم رکھ کر باقی تمام تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے زمانے میں انہوں نے قرآن کریم کی اشاعت کے لیے اور باقی تحریکات کے لیے بہت بڑھ چڑھ کر قربانی کی تھی اور وہ یہی کہا کرتے تھے کہ میں تو جو کاروبار کرتا ہوں وہ تو کرتا ہی جماعت کے لیے ہوں۔ پس ایسے لوگ بھی جماعت میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہوئے ہیں اور پیدا کرتا چلا جا رہا ہے جو کماتے بھی اس لیے ہیں کہ جماعتی ضروریات کو پورا کیا جائے نہ یہ کہ پیسے اکٹھے کیے جائیں۔

قادیان کے وکیل المال لکھتے ہیں کہ کیرالہ کے ایک صاحب ہیں وہ کہتے ہیں کہ میرے بڑے بُرے حالات تھے۔ کوئی کام نہیں مل رہا تھا۔ آخر میں نے سوچا کہ اَور تو کچھ نہیں، کپڑے کا کام شروع کرتا ہوں اور فٹ پاتھ پر ہی ایک میز لگا کر کام شروع کر دیا اور چندے کی ادائیگی باقاعدہ شروع کر دی۔ باقاعدہ حساب کر کے چندہ دیتے تھے۔ جو بھی آمد ہوتی تھی اس میں اللہ کے فضل سے بڑی برکت پڑی اور کہتے ہیں اب میں بڑی بڑی رقمیں چندے میں دیتا ہوں۔ کاروبار بھی دو تین سال میں وسیع ہو گیا۔ جہاں دوسرے لوگوں کے کاروبار متاثر ہو جاتے ہیں حالات کی وجہ سے لیکن ان کے کام میں اللہ تعالیٰ برکت ڈالتا رہا اور متاثر نہیں ہوئے۔

یہ ہیں چندہ دینے کی برکات۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی بھی کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے کام میں برکت ڈال دیتا ہے اور ہم کام کرتے ہیں ہماری برکت اتنی نہیں پڑتی۔ اگر نیک نیت ہو تو اللہ تعالیٰ فائدہ پہنچاتا چلا جاتا ہے۔

پس احمدی کو یہی فائدہ ہے کہ قربانی اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے اور ساتھ پھر جو دعائیں ہیں وہ قبول کرتا ہے اور اس کی برکات پھر ظاہر ہوتی ہیں۔

تو ان کی بھی یہ قربانی ہے۔ یہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی خاطر جو میں نے قربانی کی، چندہ باقاعدگی سے دیتا تھا اس کا نتیجہ ہے کہ میرے کاروبار میں برکت پڑی۔ دوسرے لوگوں کے معاشی حالات بگڑ رہے تھے حالات کی وجہ سے لیکن کہتے ہیں مجھے تو فائدہ ہی ہوتا چلا گیا۔ اب ان کی اپنی بڑی بڑی دکانیں ہیں۔ کہاں فٹ پاتھ پر ایک ٹھیلہ لگایا ہوتا تھا، میز رکھی ہوتی تھی، اَب دکانیں ہیں بڑی بڑی اور شوروم بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب وہ لاکھوں میں چندہ ادا کرتے ہیں۔ اسی سال انہوں نے تحریک جدید میں بھی دس لاکھ روپیہ ادا کیا۔

بنگلہ دیش سے ایک خاتون لکھتی ہیں واقفِ نو ہوں۔ چندے ادا کرتی ہوں، خطبے سنتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے میرے اندر ایمان پیدا کیا ہوا ہے اور مجھے جو وظیفہ ملتا ہے اس میں سے چندہ دیتی ہوں اور اللہ تعالیٰ اس میں اتنی برکت ڈالتا ہے کہ میرے تصور سے باہر ہے۔

اسی طرح سیریا کے ایک صاحب ہیں علی صاحب، کہتے ہیں مَیں نَومبائع ہوں۔ تحریکِ جدید کا پہلا وعدہ کیا۔ اپنے حالات کے لحاظ سے بڑا وعدہ لکھوا دیا۔ پھر دل میں کہا کہ رمضان سے پہلے میں یہ رقم جمع کروں گا۔ نوکری کرتا تھا، کوئی کانٹریکٹ وغیرہ نہیں تھا۔ سادہ سا کام تھا کارٹون وغیرہ کی ڈبنگ کر کے کام کیا کرتے تھے۔ تو کہتے ہیں مجھے پریشانی ہوئی کہ کس طرح میں یہ وعدہ پورا کروں گا تو بہرحال اسی سوچ میں ایک دن یہ مینیجر کے پاس گئے، اسے سلام کیا۔ مینیجر کہتے ہیں فون پہ کسی سے بات کر رہا تھا اس نے ہاتھ ہلا کر مجھے جواب دیا کہ

بعد میں بات کرتے ہیں۔ کہتے ہیں میں جا کے کینٹین میں بیٹھ گیا تو وہاں اس کمپنی کا جو فنانس افسر تھا میرے پاس آیا اور مجھے اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا اور اس نے کہا کہ مینیجر نے کہا ہے کہ تمہیں اتنی رقم دے دوں۔ تنخواہ کا گوشوارہ ابھی تیار نہیں ہوا لیکن مینیجر نے خود ہی میرے کام کا اندازہ کر کے مجھے اتنی رقم دے دی اور وہ اتنی رقم تھی جس سے میں تحریکِ جدید کا چندہ ادا کر سکوں۔ اور اس نے یہ بھی مجھے کہا کہ کسی اَور کو نہیں بتانا یہ رقم صرف تمہیں مل رہی ہے۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مدد کرتا ہے۔

کیلگری میں ایک طالبہ ہے اس نے اپنے ایمان میں مضبوطی کا ذکر اس طرح بیان کیا۔ کہتی ہے مجھے ہر کوئی کہتا تھا کہ پڑھائی کے دوران جاب ملنی مشکل ہے۔ میں نے بہت دعا کی اور تحریکِ جدید کے صف اول کے جو چندہ دینے والے تھے ان میں شامل ہونے کے لیے لکھ دیا جو ایک ہزار یا اس سے زائد ڈالر کا وعدہ ہے۔ کہتی ہیں کہ چندہ دینے کی برکت سے مجھ پر اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل فرمایا کہ تین دن میں جاب مل گئی اور میرا ایک سمسٹر بھی ضائع نہیں ہوا اور مجھے پیسے بھی مل گئے اور لوگ اس بات پر حیران تھے۔

بعض غریب ملک ہیں افریقہ کے۔ گنی کناکری ہے، وہاں کے مبلغ انچارج لکھتے ہیں کہ وہاں ایک جگہ کے صدر جماعت عبداللہ کمارا صاحب کہتے ہیں کہ مَیں نے احمدیت قبول کرنے کے بعد باقاعدگی سے چندہ ادا کرنا شروع کر دیا اور اس سال کہتے ہیں کُل جو ہمارا وعدہ تھا اس میں چالیس ہزار فرانک کی کمی تھی۔ تو جب مقامی معلم وصولی کے بعد واپس جانے لگے تو اس نوٹ کے ساتھ جانے لگے کہ اتنی کمی ہے تو کہتے ہیں مجھے بڑی شرمندگی ہوئی۔ میں اپنے گھر آیا تو میں نے جو اپنے اخراجات کے لیے رقم رکھی ہوئی تھی وہ ادا کر دی۔ کہتے ہیں کہ اگلے دن ہی مجھے اللہ تعالیٰ نے اس طرح return کیا کہ ایک شخص کا مجھے فون آیا۔ اس نے بتایا کہ فلاں وقت میں نے تم سے کام کروایا تھا اور میں اجرت دیے بغیر چلا گیا تھا اور میں بڑی معذرت چاہتا ہوں اس کے لیے۔ اب مجھے بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو؟ کیا لینا ہے؟ کہتے ہیں میں نے اس سے کہا کہ اس وقت تم نے جو اجرت نہیں دی تھی اتنے سالوں کے بعد تو پھر اب یہ ہے کہ میں نے ایک موٹر سائیکل خریدنی ہے اور گھر کی تعمیر کروا رہا ہوں اس کو مکمل کروانا ہے اس کے لیے مجھے رقم چاہیے۔ اس نے مجھے فوری طور پر ادا کر دیے کہ یہ تمہاری اجرت ہے حالانکہ کہتے ہیں مجھے پتہ ہے یہ میری اجرت سے بہت بڑھ کر تھا۔ کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس طرح کئی گنا بڑھ کر مجھے اپنے فضل سے نوازا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ چندے کی برکت ہے۔

سینٹرل افریقن ریپبلک کے مبلغ انچارج کہتے ہیں: عیسیٰ صاحب نے مجھے بتایا کہ میری زندگی میں بہت سے مسائل تھے۔ گھر کے حالات بھی خراب تھے۔ سوچ رہا تھا کہ جماعت سے قرض کی درخواست کروں۔ ایک دن چندہ تحریکِ جدید اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کرنے کے حوالے سے تقریر سنی کہ جو اللہ کی خاطر ایک دھیلا دیتا ہے اللہ تعالیٰ دس گنا بڑھا کر واپس کرتا ہے۔ کہتے ہیں میں نے کہا مَیں بھی یہ تجربہ کر لیتا ہوں۔ اسی روز سے چندے کی ادائیگی شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ کا ایسا کرنا ہوا کہ ترکی کے ایک تاجر نے جو ڈائمنڈ کا کاروبار کرتا تھا مجھے اپنی کمپنی میں لے لیا اور میرے حالات دن بدن بہتر ہونا شروع ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب میں نے اپنا گھر بھی تعمیر کر لیا ہے، سواری بھی، نیا موٹر سائیکل خرید لیا ہے۔ پہلے میرے پاس موٹر سائیکل ٹھیک کرانے کے پیسے نہیں ہوتے تھے۔

اب پھر یہی نہیں کہ غریب ملکوں کی بات ہے۔ جو ایمان کے مضبوط لوگ ہیں ان کی بات ہے بلکہ جو ایمان کے مضبوط لوگ ہیں وہ ہر جگہ یہ نظارے دیکھتے ہیں۔ جو نیک نیتی سے اللہ تعالیٰ کی خاطر قربانی کرنا چاہتے ہیں اور کرتے ہیں وہ نظارے دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو یہ نظارے دکھا کر چاہے وہ امیر ملکوں میں رہنے والے ہیں یا غریب ملکوں میں رہنے والے ہیں ان کے دین کو تقویت دینے کے سامان پیدا فرماتا ہے۔ ان کے ایمان کو مضبوط فرماتا ہے۔

امریکہ کے ایک سیکرٹری تحریک جدید ہیں انہوں نے لکھا کہ ڈیلس جماعت کے خادم کالج میں ہیں۔ والدین سے لنچ کے لیے پیسے ملتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس نوجوان نے سوچا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ ہر روز باہر سے کھانا کھا سکتا ہوں یہ رقم کسی اَور کام کے لیے استعمال ہونی چاہیے۔ تو سوچنے کے بعد مجھے خیال آیا کہ تحریکِ جدید میں شامل ہو جاؤں۔ چنانچہ انہوں نے وہ رقم تحریک جدید میں دے دی اور خود معمولی سے سیریل وغیرہ لے کر اپنا پیٹ بھر لیا۔ کہتے ہیں کہ اللہ کا فضل ایسا ہوا کہ میرے امتحانات کے نتائج بہت اچھے آئے اور مجھے زندگی میں بھی سکون آ گیا اور میں نے جس دن سے کم خوراک کھانا شروع کی مجھے ویسے بھی اپنی طبیعت میں ایک سکون محسوس ہوتا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کو بڑھانا ہوتا ہے جس کے ایمان کو بڑھائے اور میں سمجھتا ہوں میری زندگی کا یہ سب سے بہترین فیصلہ تھا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر قربانی کی طرف توجہ پیدا کی۔

پھر بیلجیم ہے۔ کسی نے اپنی قربانی کے بارے میں لکھا۔ ایک خاتون ہیں جنہوں نے لکھا ہے کہ میں ملازمت کی تلاش میں تھی۔ کئی جگہ میں نے درخواستیں دیں۔ ہر جگہ درخواستیں رد ہو جاتی تھیں، تجربہ نہیں تھا۔ یہ کہا جاتا تھا کہ تمہیں تجربہ نہیں ہے۔ کہتی ہیں مالی سال تحریکِ جدید کا ختم ہو رہا تھا۔ ذہن میں آیا کہ اگرچہ میں اپنا وعدہ تو ادا کر چکی ہوں لیکن اللہ کی خاطر اَور قربانی کروں تو ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ فضل کر دے اور میری جو مشکلات ہیں ان سے مجھے نکال دے۔ کہتی ہیں اس کے بعد میں نے چندے میں اضافہ کر دیا اور کچھ زائد رقم دے دی۔ ابھی چند دن گزرے تھے کہ دو جگہوں سے جاب کی آفر آ گئی اور وہیں انہیں جاب مل گئی جہاں ان کی دلی تمنا تھی اور گھر سے بھی چند منٹ کے فاصلے پر یہ جگہ تھی۔ تو کہتی ہیں کہ میرے لیے تو یہ قدرت کا ایک نشان تھا۔ اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں جو اللہ تعالیٰ لوگوں کے ایمان کو مضبوط کرنے کے لیے دکھاتا رہتا ہے اور اس کے بعد پھر جب دوسروں کو بھی پتہ لگتا ہے تو اس کو دیکھ کر ان میں بھی قربانی کی روح پیدا ہوتی ہے۔

بعض لوگ جماعت میں ایسے بھی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، ارشاد ہے کہ سِرًّا قربانی کرنے والے ہیں۔ ایسے ہیں جو چھپ کے قربانی کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اس کا کسی کو پتہ نہ لگے بلکہ بعض اس طرح کے ہیں کہ ایک جگہ سے ایک سیکرٹری مال نے لکھا اور وہاں کے مربی صاحب نے بھی لکھا کہ میں نے مشن ہاؤس کے سامنے جماعت کا لیٹر باکس کھولا تو اس میں ایک لفافہ پڑا ہوا تھا۔ اس میں ایک ہزار یورو تھا اور لکھا تھا تحریکِ جدید کا چندہ ہے اور نام پتہ کچھ نہیں تھا۔

پھر سیکرٹری مال صاحب نے یہ بھی لکھا کہ ایک شخص نے ہزاروں کی قربانی کی اور اس نے لکھا کہ میرا

نام ظاہر نہ کریں۔ آپ کو پتہ ہے کہ میں نے دے دیا ہے۔ بس یہ ٹھیک ہے لیکن کہیں بھی اعلان نہیں کرنا کہ مَیں نے یہ قربانی کی ہے۔ تو اس قسم کے لوگ بھی اللہ تعالیٰ نے جماعت کو عطا فرمائے ہوئے ہیں جو قربانیاں بھی کرتے ہیں اور اس میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ پچاس پچاس ہزار یورو جرمنی میں بعض لوگوں نے قربانیاں کیں اور کبھی اظہار نہیں کیا اور یہی کوشش ہوتی ہے کہ نام ظاہر نہ ہو۔ افریقہ میں بھی ایسے لوگ ہیں۔ یورپ میں بھی ہیں، امریکہ میں بھی ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس مادی دنیا میں جیسا کہ میں نے کہا جبکہ ہر طرف لوگ اپنی ذاتی خواہشات کو پورا کرنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ایسے قربانی کرنے والے عطا فرمائے ہیں جو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر قربانی دینے کی خواہش رکھتے ہیں۔

جیسا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے جب تحریک جدید شروع فرمائی تھی تو فرمایا تھا کہ سادہ زندگی اختیار کرو جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ بہت ساری مثالیں ایسی ہیں جو آج بھی اس زمانے میں بھی جبکہ دنیا ہاؤ ہو اور چکاچوند اور دکھاوا کی طرف مائل ہے اور خواہش ہوتی ہے کہ ہمارا اظہار ہو، ہمارا پتہ لگے لوگوں کو۔ لوگ سادہ زندگی گزار کے خاموشی سے قربانیاں دے رہے ہیں جن کی بعض مثالیں میں نے پیش کی ہیں۔ بے شمار مثالیں اس طرح کی ہمارے سامنے آتی ہیں۔

آج کے دن جیسا کہ ہمیں پتہ ہے تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان ہوتا ہے۔ آج میں اعلان کروں گا اور پہلے ہفتہ میں ہوتا ہے کیونکہ پہلا جمعہ یکم کو تھا اس لیے آج دوسرے جمعہ کر رہا ہوں۔ اس لیے میں نے قربانی کرنے والوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ آج بحیثیت جماعت دنیا میں صرف جماعت احمدیہ ہی ہے جس کے افراد يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ کے حقیقی مصداق بن رہے ہیں۔ عملی طور پر دن اور رات قربانی کر رہے ہیں اور جیسا کہ میں نے کہا چوبیس گھنٹے یہ قربانی کا سلسلہ جاری ہے۔

جماعت احمدیہ دنیا کے ہر خطہ میں پھیلی ہوئی ہے۔ آج دو سو بیس ممالک میں جماعت احمدیہ قائم ہے اور ہر جگہ ہمیں قربانی کرنے والوں کی مثالیں نظر آتی ہیں۔ اس وقت جب مَیں خطبہ دے رہا ہوں تو کہیں رات ہے، کہیں دن ہے لیکن ہر کوئی اس خطبہ کو سن رہا ہے اور جماعت احمدیہ ایک امتِ واحدہ کا نظارہ پیش کر رہی ہے۔ پس یہ چیز ہے جو جماعت احمدیہ کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔

یہی چیز ہے، یہی قربانی ہے، یہی اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی **خواہش ہے جو جماعت کی ترقی کا** باعث ہے اور جب تک یہ صورت جماعت کے افراد میں رہے گی انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کو اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں سے نوازتا بھی چلا جائے گا۔

اکثر مثالیں جو میں نے پیش کی ہیں یا بعض نومبائعین کی ہیں یا نوجوانوں کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ روح آج بھی لوگوں میں پیدا کرتا چلا جا رہا ہے۔ ہمیشہ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ یہ زمانہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے یہ اشاعتِ ہدایت کا زمانہ ہے، اس کی تکمیل کا زمانہ ہے، دنیا میں اسلام کی تعلیم کو پھیلانے کا زمانہ ہے، اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح محمدی کے آنے کے بارے میں ہمیں اطلاع دی تھی۔ پس ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو جو ہدایت آپ لائے تھے جس کی تکمیل اللہ تعالیٰ نے آپ

کے ہاتھ سے کی، اس کی اشاعت کی تکمیل کے لیے اللہ نے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو بنایا ہے۔

پس اگر ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہ کرتے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری ضروریات خود پوری فرماتا رہے گا۔ بغیر کسی خوف اور غم کے ہم اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر خوف سے نکالے گا۔ ہمیں ہر غم سے نکالے گا۔ ہماری مشکلات کو دور کرے گا۔ ہماری ضروریات کو پورا کرے گا اور یہی چیز ہے جس کے حصول کی ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو ہم نے راضی کرنا ہے

جیسا کہ مثالیں دی ہیں کہ جو احمدی اس بات کو سمجھتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ نے فضلوں کی بارش برسائی ہے۔ تبلیغِ اسلام کے جو کام ہو رہے ہیں اس کی برکات سے یہ سب قربانیاں کرنے والے فیض اٹھا رہے ہیں۔

جہاں بھی بیعتیں ہوتی ہیں یا جماعتی لٹریچر پر خرچ ہوتا ہے، جماعتی تبلیغ پر خرچ ہوتا ہے، جامعات پہ خرچ ہوتا ہے یہ سب اخراجات ان چندہ دینے والوں کو بھی اس ثواب میں شامل کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو فیض پہنچاتا ہے۔

اب میں تحریکِ جدید کے بعض کوائف بھی پیش کرتا ہوں جیسا کہ ہر سال پیش کیے جاتے ہیں جس سے صورتحال واضح ہوتی ہے۔ اور پھر آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اقتباس پیش کروں گا۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے تحریک جدید کا نوّے والا سال اختتام کو پہنچا ہے **اور اکانوے سال میں ہم شامل** ہوئے ہیں۔ تحریکِ جدید کے جو سال ہیں ان میں یہ بھی وضاحت ہونی چاہیے کہ دفتر اوّل کا سال اکانوے واں سال ہے، دفتر دوم کا سال اکاسیواں سال ہے، دفتر سوم کا سال ساٹھواں سال ہے، دفتر چہارم کا سال چالیسواں ہے، دفتر پنجم کا سال اکیسواں ہے۔

ہر انیس سال کے بعد نئے دفتر کا اجرا ہوتا تھا اور دفتر ششم کا دو سال پہلے اجرا ہوا تھا۔ اب جو بھی نئے مخلصین شامل ہوں گے چندہ تحریک جدید میں وہ دفتر ششم میں شمار ہوں گے جو پچھلے سال بھی ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کو 17.98 ملین پاؤنڈ کی مالی قربانی کی توفیق تحریک جدید میں ملی۔ یہ گذشتہ سال سے 7 لاکھ 89 ہزار پاؤنڈ زیادہ ہے۔

جماعت جرمنی نے اس سال پہلی پوزیشن حاصل کی ہے۔ امیر صاحب جرمنی کو فکر رہتی تھی بلکہ ہے کہ تحریک جدید میں اضافہ کی وجہ سے دوسرے چندوں میں کمی ہو جائے گی۔ انہیں اللہ تعالیٰ پہ توکّل کرنا چاہیے۔ تحریکِ جدید کی قربانی کی وجہ سے باقی چندوں میں اللہ تعالیٰ برکت ڈالے گا انشاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ جماعت جرمنی کے اخلاص و وفا میں ترقی دیتا چلا جائے۔ کرنسیوں میں اتار چڑھاؤ کے باوجود مجموعی لحاظ سے قربانیوں میں جماعتوں نے آگے بڑھنے کے نظارے ہی دکھائے ہیں۔ کینیڈا اور امریکہ بھی فاستبقوا الخیرات کے مطابق ایک مقابلہ کرتے ہیں۔ گذشتہ سال کینیڈا نے نمایاں وصولی کر کے تیسری پوزیشن حاصل کی تھی۔ اس دفعہ امریکہ نے تیسری پوزیشن حاصل کی ہے۔ دوسری پوزیشن برطانیہ کی ہے۔ گو دونوں کا معمولی فرق ہے۔ ذرا سا زور لگائیں کینیڈا والے تو دوبارہ اوپر آسکتے ہیں بہرحال مجموعی طور پر صورتحال اس طرح ہے کہ جرمنی نمبر ایک پہ ہے۔ برطانیہ نمبر دو پہ ہے۔ امریکہ نمبر تین پہ۔ کینیڈا نمبر چار

پہ۔ پھر مڈل ایسٹ کی جماعت نمبر پانچ پہ ہے۔ نمبر چھ پہ بھارت۔ سات پہ آسٹریلیا۔ آٹھ پہ انڈونیشیا۔ پھر مڈل ایسٹ کی ایک جماعت ہے۔ پھر گھانا ہے دسویں نمبر پہ۔

کرنسیوں میں بھی جو فی کس آمدنی کے حساب سے، فی کس چندے کے حساب سے لوگوں نے قربانی کی ہے اس میں بھی اللہ کے فضل سے بہت اضافہ ہے اور فی کس ادائیگی کے لحاظ سے تو امریکہ نمبر ایک پہ ہے۔ پھر سوئٹزرلینڈ نمبر دو اور پھر برطانیہ نمبر تین۔ کینیڈا نمبر چار۔ آسٹریلیا نمبر پانچ۔ بعض دوسری جماعتیں ہیں جو کارکردگی کے لحاظ سے قابل ذکر ہیں جن میں بنگلہ دیش۔ نائیجیریا۔ ہالینڈ۔ آسٹریا۔ فرانس۔ سوئٹزرلینڈ۔ آئرلینڈ اور مڈل ایسٹ کی جماعتیں ہیں۔

بنگلہ دیش باوجود وہاں کے جو آجکل حالات ہیں ملکی بھی ہیں اور جماعتی بھی سیاسی بھی بہت نامساعد حالات ہیں بلکہ بعض احمدیوں کو بلاوجہ اب پھر مقدموں میں گرفتار کیا جارہا ہے کہ گذشتہ گورنمنٹ کی وہ حمایت کر رہے تھے حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں۔ مخالفین نے احمدیوں کے گھروں کو بھی جلایا، بعض لوگوں کے گھر اس سال میں دو دفعہ جلائے گئے۔ ان کے ساتھ مار دھاڑ بھی کی گئی

لیکن ان لوگوں کے ایمان میں مزید اضافہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کے حالات بھی بہتر کرے اور ان کے ایمان و اخلاص کو بھی بڑھاتا چلا جائے۔ بنگلہ دیش کے لیے بھی دعا کرتے رہیں۔

افریقن ممالک میں وصولی کے لحاظ سے نمبر ایک پہ گھانا ہے۔ پھر ماریشس۔ پھر برکینا فاسو۔ پھر نائیجیریا۔ تنزانیہ۔ بینن۔ گیمبیا۔ لائبیریا۔ سیرالیون۔ یوگنڈا۔ یہ دس جماعتیں ہیں۔

شامل ہونے والوں کی مجموعی تعداد سولہ لاکھ اکاسی ہزار ہے اور بہت ساری رپورٹیں ابھی نہیں آئیں۔ برکینا فاسو کے بعض علاقوں کی رپورٹس نہیں آئیں۔ وہاں کے حالات خراب ہیں۔ رابطہ نہیں ہو سکا لیکن اس کے باوجود مجموعی طور پر قربانی کرنے والوں کی تعداد میں گذشتہ سال سے پچاس ہزار کا اضافہ ہوا ہے اور اضافہ کرنے میں جو قابل ذکر ہیں وہ ہیں نائیجیریا۔ کانگو برازاویل۔ نائیجر۔ گیمبیا۔ کانگو کنشاسا۔ کیمرون۔ گنی کناکری۔ گنی بساؤ۔ یوگنڈا اور سیرالیون۔

جرمنی کی پہلی دس جماعتیں جو ہیں ان میں روڈگاؤ(Rodgau)۔ روئڈر مارک (Rodermark)۔ اوسنابروک(Osnabruck)۔ پنے برگ (Pinneberg)۔ نیڈا (Nidda)۔ کولون (Koln)۔ مہدی آباد۔ فلورس ہائم(Florsheim)۔ نوئس(Neuss)۔ وائن گارٹن(Weingarten)۔

امارتیں جو ہیں ان میں ہیمبرگ(Hamburg)نمبر ایک پہ۔ پھر فرینکفرٹ(Frankfurt)۔ پھر ڈٹسن باخ (Dietzenbach)۔ گروس گیراؤ (Gross-Gerau)۔ ویزبادن (Wiesbaden)۔ مورفیلڈن وال ڈورف (Morfelden Walldorf)۔ ریڈشٹڈ(Riedstadt)۔ رُسلزہائم۔ ڈارمشٹڈ (Darmstadt)۔ من ہائم(Mannheim)۔

برطانیہ کے پہلے پانچ ریجنز جو ہیں ان میں اسلام آباد نمبر ایک پہ۔ پھر بیت الفتوح۔ پھر مسجد فضل۔ پھر مڈلینڈز۔ بیت الاحسان۔

اور دس بڑی جماعتیں جو ہیں ان میں ووسٹر پارک(Worcester Park) نمبر ایک۔ فارنہم

(Farnham) نمبر دو۔ اسلام آباد نمبر تین۔ ساؤتھ چیم (South Cheam)۔ والسال (Walsall)۔ ایش (Ash)۔ جلنگھم (Gillingham)۔ بریڈ فورڈ نارتھ۔ یول (Ewell)۔ آلڈر شاٹ ساؤتھ (Aldershot South)۔

مجموعی وصولی کے لحاظ سے امریکہ کی جماعتیں میری لینڈ (Maryland) نمبر ایک۔ پھر نارتھ ورجینیا۔ پھر لاس اینجلیس (Los Angeles)۔ سیئٹل (Seattle)۔ شکاگو (Chicago)۔ ڈیٹرائٹ (Detroit)۔ ساؤتھ ورجینیا (South Virginia)۔ ڈیلس۔ سیلیکون ویلی (Silicon Valley)۔ اوش کوش (Oshkosh)۔ پھر نارتھ جرسی۔ پھر ہیوسٹن۔ سینٹرل جرسی۔

کینیڈا کی وصولی کے لحاظ سے لوکل امارات ہیں نمبر ایک پہ وان (Vaughan) پھر کیلگری (Cal-gary)۔ پیس ولیج (Peace Village)۔ بریمپٹن ویسٹ (Brampton West)۔ وینکوور (Vancou-ver)۔ ٹورانٹو ویسٹ۔ بریمپٹن ایسٹ۔ ٹورانٹو (Toronto)۔

قابل ذکر جماعتیں جو ہیں۔ پہلے امارات تھیں اب یہ جماعتیں ہیں۔ جماعتوں میں ہملٹن ماؤنٹین نمبر ایک۔ پھر ایڈمنٹن ویسٹ۔ پھر حدیقہ احمد۔ پھر ہملٹن۔ بریڈ فورڈ ایسٹ۔ آٹوا ویسٹ۔ آٹوا ایسٹ۔ مونٹریال ویسٹ۔ رجائنا۔ مونٹریال ایسٹ۔ مارکھم (Markham)۔ لائیڈ منسٹر۔ سڈبری۔

پاکستان میں عمومی وصولی کے لحاظ سے نمبر ایک پہ لاہور۔ پھر ربوہ۔ پھر کراچی۔ باوجود انتہائی نامساعد حالات کے یہاں ہم دیکھتے ہیں ترقی ہے۔ جماعتیں جس طرح قربانی کر رہی ہیں باوجود یہ کہ مخالفت اپنے عروج پر ہے۔ لوگوں کے کاروبار بھی متاثر ہیں۔ ملازمتیں بھی متاثر ہیں۔ لیکن ایمان کی مضبوطی ہے کہ قربانی میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور بہت سارے لوگ جو ہیں جو اچھے کمانے والے تھے وہ نقل مکانی کر کے باہر بھی چلے گئے ہیں لیکن پھر بھی انہوں نے کافی قربانیاں کی ہیں۔ بڑی قربانیاں کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ جماعت کو وہاں بھی مخالفین کے شر سے بچائے اور اپنی حفاظت میں رکھے۔ پاکستان کی شہری جماعتوں میں ضلعی سطح پر جو قربانی کرنے والے اضلاع ہیں وہ فیصل آباد۔ گجرات۔ گوجرانوالہ۔ سرگودھا۔ عمر کوٹ۔ حیدرآباد۔ سیالکوٹ۔ حافظ آباد۔ کوٹلی آزاد کشمیر۔ خوشاب۔

اور وصولی کے اعتبار سے زیادہ قربانی کرنے والی پاکستان کی شہری جماعتیں دارالذکر لاہور۔ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور۔ بیت الفضل فیصل آباد۔ عزیز آباد کراچی۔ مغل پورہ لاہور۔ گوجرانوالہ شہر۔ کوئٹہ۔ لودھراں۔ رحیم یار خان۔ کریم نگر فیصل آباد۔

چھوٹی جماعتیں جو ہیں ان میں کھوکھر غربی۔ گوٹھ شریف آباد۔ چونڈہ۔ سانگھڑ۔ کھاریاں۔ بدین۔ پنڈی بھاگو۔ دارالفضل کنری۔ خیرپور اور چکوال۔

انڈیا کے دس بڑے صوبہ جات جو ہیں ان میں کیرالہ نمبر ایک پہ۔ پھر تامل ناڈو۔ پھر تلنگانہ۔ اُڈیشہ۔ کرناٹک۔ جموں وکشمیر۔ پنجاب۔ بنگال۔ مہاراشٹرا۔ دہلی۔ اور دس جماعتیں جو ہیں ان میں حیدرآباد نمبر ایک۔ پھر نمبر دو پہ قادیان۔ پھر کالی کٹ۔ کوئمبی ٹور۔ مینجری۔ میلاپالم۔ بنگلور۔ کلکتہ۔ کیرنگ۔ کیرولائی۔

آسٹریلیا کی جماعتیں ہیں میلبرن لانگ وارِن (Melbourne Lang warrin)۔ مارسڈن۔

میلبرن بیروِک (Melbourne Berwick)۔ پرتھ (Perth)۔ پین رتھ (Penrith)۔ ایڈیلیڈ ویسٹ (AdelaideWest)۔ میلبرن کلائیڈ۔ میلبرن ایسٹ اور کیمبل (Campbell) ٹاؤن۔ کینبرا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانیاں قبول فرمائے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ”**چندے کی ابتدا اس سلسلہ سے ہی نہیں** ہے“ یعنی صرف میں نے چندوں کی ابتدا نہیں کی ”بلکہ مالی ضرورتوں کے وقت نبیوں کے زمانہ میں بھی چندے جمع کیے گئے تھے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ ذرا چندے کا اشارہ ہوا تو تمام گھر کا مال لا کر سامنے رکھ دیا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسبِ مقدور کچھ دینا چاہیے اور آپ کی منشاء تھی کہ دیکھا جاوے کہ کون کس قدر لاتا ہے۔ ابو بکرؓ نے سارا مال لا کر سامنے رکھ دیا اور حضرت عمرؓ نے نصف مال۔ آپ نے فرمایا کہ یہی فرق تمہارے مدارج میں ہے۔“

آپؑ فرماتے ہیں کہ ”صحابہ کرامؓ کو پہلے ہی سکھایا گیا تھا لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران: 93) اس میں چندہ دینے اور مال صرف کرنے کی تاکید اور اشارہ ہے۔ یہ معاہدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاہدہ ہوتا ہے اس کو نبھانا چاہیے۔ اس کے برخلاف کرنے میں خیانت ہوا کرتی ہے۔“

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 42۔ ایڈیشن 1984ء)

پھر ایک جگہ آپؑ نے فرمایا۔ ”ایک آدمی سے کچھ نہیں ہوتا۔ جمہوری امداد میں برکت ہوا کرتی ہے۔ بڑی بڑی سلطنتیں بھی آخر چندوں پر ہی چلتی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ دنیاوی سلطنتیں زور سے ٹیکس وغیرہ لگا کر وصول کرتے ہیں اور یہاں ہم رضا اور ارادہ پر چھوڑتے ہیں۔ چندہ دینے سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے اور یہ محبت اور ایک خلوص کا کام ہے۔“ (ملفوظات جلد 6 صفحہ 43-42۔ ایڈیشن 1984ء)

پھر ایک جگہ آپؑ نے خوشخبری دیتے ہوئے جماعت کو فرمایا کہ ”تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لیے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں۔ یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائیگا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔“ (رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309-308)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس بات کو لوگوں نے سمجھا اور قربانیاں دیتے چلے جا رہے ہیں اور اس کا فضل حاصل کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہشات کے مطابق قربانیوں میں بڑھنے والے ہوں۔

مالی قربانیوں میں بھی اور اپنی روحانی حالتوں کو بہتر کرتے چلے جانے والے بھی ہوں۔ اپنے تعلق کو اللہ تعالیٰ سے بڑھانے والے بھی ہوں اور صرف مالی قربانیوں میں نہیں بلکہ ہر حالت میں ہم اپنا وہ عملی نمونہ پیش

کریں جو ایک حقیقی مسلمان کا نمونہ ہے اور جب یہ ہو گا تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم جماعت کی ترقیات کو بھی دیکھیں گے اور پہلے سے بڑھ کر ہم کامیابیاں دیکھتے چلے جائیں گے۔ انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو دیکھتے چلے جائیں گے اور دشمن کو ناکام و نامراد ہوتا دیکھتے چلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ وہ دن بھی جلد لائے کہ ہم یہ دن دیکھیں۔

اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کو جزا دے جنہوں نے مالی قربانیاں کی ہیں۔ ان کے اموال و نفوس میں برکت ڈالے اور آئندہ ہمیشہ وہ بہتر سے بہتر رنگ میں اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں۔ اپنی اولادوں سے، اپنی نسلوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک پانے والے ہوں اور خود بھی اللہ تعالیٰ کے قرب میں بڑھتے چلے جانے والے ہوں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔

نماز کے بعد میں دو جنازے پڑھاؤں گا ایک جنازہ **حاضر مکرمہ امینہ چقماق ساہی صاحبہ** کا ہے۔ مبارک ساہی صاحب مرحوم کی اہلیہ تھیں۔ ترکی نژاد تھیں۔ گذشتہ دنوں پچھتر سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ استنبول ترکی سے ان کا تعلق تھا۔ جلال شمس صاحب کے ذریعہ سے جب وہ وہاں تعلیم حاصل کر رہے تھے انہوں نے احمدیت قبول کی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر ان کو کامل یقین تھا اور اس وجہ سے انہوں نے احمدیت کو قبول کیا۔ بڑی نیک خاتون تھیں۔ انہوں نے خود اپنے حالات میں لکھا ہے کہ میں استنبول میں پہلی احمدی خاتون تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے خط و کتابت کا سلسلہ انہوں نے شروع کیا اور ایمان و وفا میں بڑھتی چلی گئیں۔ ایم ٹی اے کی نشریات شروع ہوئیں تو انہوں نے موقع پا کر اپنی والدہ محترمہ کو اپنی قبولِ احمدیت کا بتایا اور انہیں دعوت دی تو انہوں نے بھی احمدیت قبول کر لی۔ پھر اپنی بہن محترمہ سماء صاحبہ اہلیہ محمت اوندر صاحب کو بھی دعوت دی، انہوں نے بھی بیعت کر لی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھر اس خاندان میں احمدیت پھیل گئی۔

مرحومہ نے 1990ء میں وصیت کی اور اس طرح نظامِ وصیت میں شامل ہونے والی پہلی ٹرکش خاتون کہلائیں۔ بعد ازاں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کو صدر لجنہ ترکی مقرر فرمایا تو آپ کو ترکی کی پہلی صدر لجنہ ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ ایم ٹی اے دیکھتے وقت آپ کی خواہش ہوتی تھی کہ اس کا ترجمہ خود کریں اور پھر انہوں نے اس بات کا اظہار کیا اور 1995ء میں ان کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے یوکے بلایا اور یہ کام ان کے سپرد ہو گیا۔ پھر انہوں نے ٹرکش زبان میں ترجمہ شروع کر دیا۔ 1996ء میں انہوں نے زندگی وقف کر دی۔ اس طرح آپ اسلام اور احمدیت کے لیے اپنی زندگی وقف کرنے والی پہلی ٹرکش خاتون بھی بنیں۔ ان کی ایک تحریر ملی ہے جس میں وہ لکھتی ہیں کہ میں نے عہد کیا کہ اپنی آخری سانس تک اسلام احمدیت کے لیے کام کروں گی جسے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے احسن رنگ میں احسن طور پر نبھایا اور وفات کے دن تک یہ جماعت کی خدمت ہی کر رہی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے ایک حفاظتِ خاص کے ممبر مبارک ساہی صاحب کی پہلی اہلیہ کے فوت ہونے کے بعد امینہ صاحبہ سے مبارک صاحب کی شادی کر دی اور اس بندھن کو بھی انہوں نے بڑے احسن رنگ میں نبھایا۔ ان کے بچوں کا

بھی خیال رکھا۔ ٹرکش زبان میں انہوں نے ترجمہ قرآن بھی کیا اور اس کے علاوہ دیگر کتب اور خلفاء کے خطبات کا ترجمہ بھی کرتی رہیں۔

ان کے بہنوئی ہیں محمت اوندر صاحب۔ وہ ان کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انتہائی سخی دل خاتون تھیں۔ آپ کا علم، خوش مزاجی اور روحانیت خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اسلام احمدیت کی خدمت میں بہت آگے تھیں۔ جیب میں جتنے پیسے بھی ہوتے وہ جماعت کی راہ میں خرچ کر دیتیں۔ استنبول میں اپنی والدہ کے ساتھ رہتے ہوئے اپنے گھر کو جماعتی پروگرام کے لیے استعمال کیا۔ والدہ کی وفات کے بعد یہ گھر بطور مسجد استعمال ہونے لگا اور انہوں نے جماعت کو عطیہ کر دیا۔ باقاعدگی سے تہجد ادا کرتیں۔ نماز فجر تک قرآن کریم کی تلاوت کرتیں۔ صحت کی خرابی کے باوجود آخر دم تک اپنے وقف کو نبھایا اور ہمیشہ کہتی تھیں کہ ہم نے امام مہدی کو بہت دیر بعد پہچانا ہے اور مانا ہے اس لیے ہمارے پاس ضائع کرنے کے لیے وقت نہیں ہے، ہمیں بہت زیادہ محنت کرنی ہو گی۔ خلافت کے ساتھ ہمیشہ وفا کا تعلق رکھا تھا اور کہتی تھیں کہ اپنے ذاتی مسائل خلیفہ وقت کو پیش کر کے پریشان کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ خود ان کا حل نکالنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔

دوسرا جنازہ غائب ہے۔ **وہ محمود احمد ایاز صاحب ناروے کا** ہے جو خالد مسعود صاحب ناظر اشاعت ربوہ کے بڑے بھائی تھے۔ گذشتہ دنوں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم موصی تھے اور پسماندگان میں اہلیہ اور ایک بیٹا ہیں۔ مختلف وقتوں میں ان کو جماعت کی خدمت کی توفیق ملی۔ لمبے عرصہ تک ناروے کے سیکرٹری امورِ خارجہ کے طور پہ کام کیا۔ مختلف وقتوں میں قائم مقام امیر ناروے کے طور پر بھی ان کو خدمت کی توفیق ملتی رہی۔ کچھ عرصہ ان کو ربوہ میں وقف کرنے کی توفیق ملی۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کو ناروے کے حالات کے لحاظ سے ان کو واپس بھجوا دیا کہ وہاں جا کے کام کریں۔ جماعتی لٹریچر پر دسترس رکھتے تھے۔ کالج کے ابتدائی سالوں میں علاوہ دیگر کتب کے تفسیر کبیر کا دور مکمل کر لیا تھا یعنی جوانی میں پڑھ لیا تھا۔ دینی کتب اور جماعتی اخبار و رسائل کو باقاعدگی سے پڑھنے والے تھے۔ خلافت کے ساتھ عقیدت اور محبت ان کی روح میں رچی بسی تھی۔ بہت سادہ مزاج اور نرم دل اور باوفا انسان تھے۔ چندوں کی ہمیشہ بروقت اور باشرح ادائیگی کو یقینی بناتے تھے۔ طالبعلمی میں ہی نظامِ وصیت میں شامل ہونے کی سعادت پائی۔ پابندِ صوم و صلوٰۃ تھے۔ نوافل کا التزام کرنے والے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کرنے والے تھے۔ عاجزی اور انکساری والی ان کی طبیعت تھی۔ وقار اور متانت نمایاں وصف تھا۔ ظاہر اور باطن صاف اور پاک تھا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ یہ جنازہ بھی حاضر جنازے کے ساتھ ہو گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 29/ نومبر 2024ء جلد 31 شمارہ 285 صفحہ 02 تا 08)

46

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 15 / نومبر 2024ء بمطابق 15 / نبوت 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج صلح حدیبیہ کے حوالے سے ذکر شروع کروں گا۔ صلح حدیبیہ ذوالقعدہ چھ ہجری بمطابق مارچ 628ء کو ہوئی۔ اس کو غزوۂ حدیبیہ بھی کہا جاتا ہے۔ غزوہ حدیبیہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ایک پوری سورت سورۃ الفتح نازل فرمائی۔ اس کا آغاز ان آیات مبارکہ سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۔ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۔ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۔

(الفتح آیات 2 تا 4)

یقیناً ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح عطا کی ہے تا کہ اللہ تجھے تیری ہر سابقہ اور ہر آئندہ ہونے والی لغزش کو بخش دے اور تجھ پر اپنی نعمت کو کمال تک پہنچائے اور صراط مستقیم پر گامزن رکھے اور اللہ تیری وہ نصرت کرے جو عزت اور غلبہ والی نصرت ہو۔

غزوہ حدیبیہ کو کیوں غزوہ حدیبیہ کہا جاتا ہے اور اس کا کیا تعارف ہے؟ یہ مختصر بیان کرتا ہوں۔ حدیبیہ ایک کنویں کا نام تھا جس کی وجہ سے اس جگہ کا نام حدیبیہ پڑ گیا۔ آغازِ اسلام کے وقت یہ کنواں مسافروں اور حاجیوں کے کام آتا تھا لیکن کوئی آبادی نہیں تھی۔ حدیبیہ مکہ سے ایک مرحلے یعنی نو میل کے فاصلے پر واقع ہے اور مکہ سے مدینہ کا فاصلہ دو سو پچاس میل کے قریب ہے۔ اس طرح مدینہ سے حدیبیہ تک کا فاصلہ تقریباً دو سو اکتالیس میل بنتا ہے۔ حدیبیہ حرمِ مکہ کی مغربی حد ہے اور بعض کے نزدیک اس کا اکثر حصہ حرم میں داخل ہے اور کچھ حصہ حرم سے باہر ہے۔

یہیں، حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں اور قریش کے مابین معاہدہ ہوا تھا جسے صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔ روایت میں اسے غزوۂ حدیبیہ بھی کہا گیا ہے۔

ایک روایت میں اسے غزوۂ تہامہ بھی کہا گیا ہے۔ مکہ اور اس کے ارد گرد کے علاقے کو شدید گرمی اور لُو کی وجہ سے تہامہ کہتے تھے اس لحاظ سے اس کا نام تہامہ بھی پڑ گیا۔

(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 70 و 87 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (اٹلس سیرت نبویؐ صفحہ 326) (فرہنگ سیرت صفحہ 100 زوار اکیڈمی کراچی) (الصحیح من سیرۃ النبی الاعظمؐ جلد 15 صفحہ 59 المرکز الاسلامی للدراسات) (انسائیکلوپیڈیا سیرت النبی ﷺ صفحہ 188 زم زم پبلشرز) (المعجم الاوسط جلد 2 صفحہ 356 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس کی وجہ کیا تھی۔ روایات اور تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب

کی بناپر سفر حدیبیہ اختیار کیا۔ روایت ہے کہ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دکھایا گیا** کہ آپؐ اپنے صحابہ کے ساتھ امن کی حالت میں اپنے سروں کو منڈواتے ہوئے اور بالوں کو کتراتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے ہیں اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے ہیں اور اس کی چابی لے لی ہے اور میدانِ عرفات میں وقوف کرنے والوں کے ساتھ وقوف کیا۔ آپؐ وہاں ٹھہرے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ عرب اور اردگرد کے بادیہ نشین لوگوں کو بلایا تاکہ یہ سب لوگ آپؐ کے ساتھ نکلیں۔ اس سفر میں مسلمانوں کے پاس سوائے تلواروں کے کوئی اسلحہ نہیں تھا جو نیاموں میں تھیں، وہ بھی نیاموں میں تھیں تلواریں۔ تلوار اس زمانے میں گھر سے نکلتے وقت ہر شخص اپنے پاس رکھتا تھا۔ اس لیے اس کو یہ نہیں سمجھا جاتا تھا کہ جس کے پاس تلوار ہے وہ ضرور جنگ کرے گا۔ حضرت عمرؓ نے آپؐ سے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپؐ کو ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے مسلمانوں کے لیے خطرہ ہے تو آپؐ نے جنگ کے لیے سازو سامان ساتھ کیوں نہیں لیا۔ آپؐ نے فرمایا: چونکہ میں عمرے کی نیت سے جارہا ہوں اس لیے نہیں چاہتا کہ اپنے ساتھ ہتھیار لے کر چلوں۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیینؐ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خواب کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح بیان کیا ہے کہ ”آپؐ نے اس خواب کو دیکھنے کے بعد اپنے صحابہ سے تحریک فرمائی کہ وہ عمرہ کے واسطے تیاری کرلیں۔ عمرہ گویا ایک چھوٹی قسم کا حج تھا جس میں حج کے بعض مناسک کو ترک کرکے صرف بیت اللہ کے طواف اور قربانی پر اکتفا کی جاتی تھی۔“ جس میں مناسک کو ترک کرکے صرف بیت اللہ کے طواف اور قربانی کی جاتی ہے۔ ”اور بخلاف حج کے اس کے لیے سال کا کوئی خاص حصہ بھی معین نہیں تھا بلکہ یہ عبادت ہر موسم میں ادا کی جاسکتی تھی۔ اس موقع پر آپؐ نے صحابہ میں یہ بھی اعلان فرمایا کہ چونکہ اس سفر میں کسی قسم کا جنگی مقابلہ مقصود نہیں ہے بلکہ محض ایک پُرامن دینی عبادت کا بجالانا مقصود ہے اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ اس سفر میں اپنے ہتھیار ساتھ نہ لیں البتہ عرب کے دستور کے مطابق صرف اپنی تلواروں کو نیاموں کے اندر بند کرکے مسافرانہ طریق پر اپنے ساتھ رکھا جاسکتا ہے۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 749)

غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد کتنی تھی؟ اس میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک ہزار سے کچھ اوپر صحابہؓ تھے۔ ایک روایت میں ہے ایک ہزار تین سو تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ایک ہزار چار سو تھے۔ الغرض سترہ سو تک تعداد کی روایت بھی بیان کی جاتی ہے یعنی ایک ہزار سے لے کر سترہ سو تک مختلف روایتیں ہیں۔

(بخاری کتاب الحج باب من اشعر و قلد بذی الحلیفة ... الخ حدیث:1694)(بخاری کتاب المغازی باب غزوة الحدیبیه حدیث:4152، 4154، 4155)(فتح الباری جلد 7 صفحه 559 قدیمی کتب خانه)

جب روانگی کا وقت آیا تو قربانی کے جانور حضرت ناجیہ بن جُندُب اسلمیؓ کے سپرد کر دیے گئے جو انہیں ذوالحلیفہ لے گئے۔ ذوالحلیفہ بھی مدینہ سے چھ یا سات میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے۔

سفر پر نکلنے پر مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ قائمقام یا امیر مقامی مقرر کیا کرتے تھے۔

اس سفر پر نکلنے سے پہلے آپ نے ابن سعد کی روایت کے مطابق مدینہ پر حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کو نائب مقرر کیا۔ جبکہ ابن ہشام کی روایت ہے کہ حضرت نُمیلہ بن عبداللہؓ کو نائب مقرر کیا گیا اور بلاذری نے حضرت ابورھم کلثوم بن حصین کا ذکر کیا ہے اور بعض کے نزدیک حضرت ابن امّ مکتوم کو امام الصلوٰۃ مقرر کیا اور باقی سب کو نائب مقرر کیا۔ مختلف روایتیں ہیں۔

(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 33 دار الکتب العلمیۃ)(فرہنگ سیرت صفحہ 105)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی سفر کے لیے تیاری اور روانگی کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اعلان کرنے کے بعد اپنے گھر میں داخل ہوئے اور غسل کیا اور طُحار کے بنے ہوئے دو کپڑے پہنے۔ طُحار یمن میں ایک بستی ہے اور اس کے کپڑے اچھے ہوتے تھے۔ اور پھر اپنے دروازے کے پاس آپؐ باہر آئے اور اپنے دروازے کے پاس اپنی اونٹنی قَصواء پر سوار ہوئے۔ اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہؓ آپؐ کے ساتھ تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالقعدہ کے شروع میں پیر کے دن روانہ ہوئے اور ذوالحلیفہ میں پہنچ کر وہاں ظہر کی نماز ادا کی۔ پھر قربانی کے جانور منگوائے جن کی تعداد ستّر تھی۔ ان کو گانیاں یعنی ہار پہنائے۔ پھر آپؐ نے کچھ اونٹوں کو اِشْعَار کیا یعنی ان کی کوہان کو نشان لگایا تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ قربانی کے اونٹ ہیں۔ پھر آپؐ نے حضرت نَاجیہ بن جُندبؓ کو حکم دیا تو انہوں نے باقی جانوروں کا اِشعار کیا، ان پہ بھی نشان لگائے گئے اور ان کو ہار پہنا دیے۔ باقی مسلمانوں نے بھی اپنے جانوروں کو ہار پہنائے اور اِشعار کیا۔ مسلمانوں کے پاس اس سفر میں دو سو گھوڑے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے کے بارے میں تفصیل اس طرح ملتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی اور ذوالحلیفہ کی مسجد کے دروازے سے سوار ہوئے۔ آپؐ نے عمرہ کا احرام باندھا تا کہ لوگ جان لیں کہ آپ بیت اللہ کی زیارت اور اس کی تعظیم کے لیے نکلے ہیں۔ پھر آپؐ نے یہ تلبیہ پڑھا۔

لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔
اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔

میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں۔
سب تعریف اور نعمت تیری ہے اور بادشاہی تیری ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے حالات کا علم حاصل کرنے کے لیے کہ آیا وہ کسی شرارت کا ارادہ تو نہیں رکھتے ایک خبر رساں حضرت بُسر بن سفیانؓ کو آگے بھیجا اور مزید احتیاط کے طور پر آپؐ نے حضرت عَبَّاد بن بِشرؓ کو اور ایک روایت کے مطابق حضرت سَعْد بن زَید اَشْھَلِی کو بیس گھڑ سواروں پر امیر بنا کر آگے بھیجا۔

(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 34-33، 80 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

مختلف مقامات پر پڑاؤ کرتے ہوئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رَوْحَاء مقام پر پہنچے جو مدینہ سے تہتر

کلومیٹر کے فاصلے پر ہے تو آپؐ کو خبر ملی کہ بحیرۂ اَحمر کے ساتھ ساحل پر واقع وادی غَیْقَہ میں کچھ مشرکین ہیں اور ان کی طرف سے خطرہ ہے کہ وہ اچانک مسلمانوں پر حملہ کر دیں گے۔ تو آپؐ نے حضرت ابو قَتَادہ انصاریؓ کو جنہوں نے عمرے کا احرام نہیں باندھا تھا صحابہؓ کی ایک جماعت کے ساتھ ان کی طرف روانہ کیا۔

(فتح الباری جلد 4 صفحہ 28 قدیمی کتب خانہ) (سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 8 صفحہ 50-49 دار السلام)

اس سفر میں بعض معجزات کا بھی ذکر ہے۔ سفر کے دوران ایک جگہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے جبکہ آپؐ کے سامنے ایک پانی کا برتن تھا اور آپؐ اس سے وضو کر رہے تھے۔ آپؐ نے پوچھا کیا بات ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپؐ کے پاس اس برتن میں جو پانی ہے اس کے علاوہ ہم میں سے کسی کے پاس نہ پینے کو پانی ہے اور نہ وضو کرنے کے لیے پانی ہے۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھا۔ اسی وقت آپ کی انگلیوں کے درمیان میں سے اس طرح پانی کے فوارے پھوٹنے لگے جیسے پانی کے چشمے پھوٹ آئے ہوں۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ہم سب نے پانی پیا اور وضو کیا۔ اگر ہم تعداد میں ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہو جاتا جبکہ اس وقت ہماری تعداد صرف پندرہ سو تھی۔

(سیرت الحلبیہ جلد 3 صفحہ 14 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس واقعہ کو تاریخ کی کتابوں سے لے کر اس طرح بیان کیا ہے کہ:

”دورانِ سفر... ایک وقت ایسا آیا تھا کہ سوائے اس لوٹے کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر استعمال تھا ہر برتن پانی سے خالی ہو گیا تھا۔ اس موقعہ پر آپؐ نے صحابہؓ کی طرف سے پانی کی شکایت ہونے پر اپنے لوٹے کے منہ پر اپنا دست مبارک رکھا اور لوٹے کے منہ کو جھکاتے ہوئے صحابہ سے فرمایا کہ اب اپنے اپنے برتن لاؤ اور بھر لو۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اس وقت آپؐ کی انگلیوں کے اندر سے پانی اس طرح پھوٹ پھوٹ کر بہہ رہا تھا کہ گویا ایک چشمہ جاری ہے۔ حتیٰ کہ سب نے اپنی ضرورت کے مطابق پانی لے لیا اور مسلمانوں کی تکلیف جاتی رہی۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 751 حاشیہ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے، اس واقعہ کو آپؑ فرماتے ہیں ”درجہ لقاء میں بعض اوقات انسان سے ایسے امور صادر ہوتے ہیں کہ جو بشریت کی طاقتوں سے بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور الٰہی طاقت کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں... بہت سے معجزات ہیں جو صرف ذاتی اقتدار کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلائے جن کے ساتھ کوئی دعا نہ تھی۔ کئی دفعہ تھوڑے سے پانی کو جو صرف ایک پیالہ میں تھا اپنی انگلیوں کو اس پانی کے اندر داخل کرنے سے اس قدر زیادہ کر دیا کہ تمام لشکر اور اونٹوں اور گھوڑوں نے وہ پانی پیا اور پھر بھی وہ پانی ویسا ہی اپنی مقدار پر موجود تھا اور کئی دفعہ دو چار روٹیوں پر ہاتھ رکھنے سے ہزارہا بھوکوں پیاسوں کا ان سے شکم سیر کر دیا اور بعض اوقات تھوڑے دودھ کو اپنے لبوں سے برکت دے کر ایک جماعت کا پیٹ اس سے بھر دیا اور بعض اوقات شور آب کنوئیں میں اپنے منہ کا لعاب ڈال کر اس کو نہایت شیریں کر دیا۔ اور بعض اوقات سخت مجروحوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر ان کو اچھا کر دیا۔ اور بعض اوقات آنکھوں کو جن کے ڈیلے لڑائی کے کسی صدمہ سے باہر جا پڑے تھے اپنے ہاتھ کی برکت سے پھر

درست کر دیا۔ ایسا ہی اور بھی بہت سے کام اپنے ذاتی اقتدار سے کئے جن کے ساتھ ایک چھپی ہوئی طاقت الٰہی مخلوط تھی۔" (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 66-65)

ان باتوں کا یہ ذکر آپؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کی اطلاع پر قریش کا لشکر تیار کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا **صحابہؓ سے مشورہ کرنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔** قریش نے اس بات کا علم ہوتے ہوئے کہ مسلمان جنگ کے لیے نہیں بلکہ بیت اللہ کی زیارت کے لیے آرہے ہیں، مسلمانوں کو مکہ سے روکنے کا فیصلہ کیا اور ہر وہ شخص جو تلوار اٹھا سکتا تھا مسلمانوں کو روکنے کے لیے نکل آیا۔ باوجود اس کے ان کو پتہ تھا کہ جنگ کے لیے نہیں آرہے اور اپنے حلیفوں کو ساتھ ملا کر آٹھ ہزار کا لشکر تیار کر کے مکہ کے مغربی جانب ایک وادی بَلدَح میں پڑاؤ ڈال لیا اور خالد بن ولید کو دو سو سواروں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا راستہ روکنے کے لیے عُسفَان سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک وادی کُرَاعُ الغَمِیم بھیج دیا۔

(ماخوذ از صلح حدیبیہ از ہاشمیل صفحہ 114 تا 119 نفیس اکیڈمی) (فرہنگ سیرت صفحہ 61، 243)

حضرت مِسوَر بن مَخرَمہ اور مَروان بن حکم سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عُسفان کے قریب اَشطَاط کے تالاب پر پہنچے تو آپؐ کا سراغ رساں آپؐ کے پاس آیا۔ اس نے کہا کہ قریش نے آپؐ کے لیے بہت بڑا لشکر جمع کیا ہے اور آپ کے لیے متفرق قبیلوں کو جمع کیا ہے اور وہ آپؐ سے لڑنے والے ہیں اور آپؐ کو بیت اللہ سے روکنے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ جو لوگ ہمیں بیت اللہ سے روکنا چاہتے ہیں میں ان کے اہل و عیال اور بال بچوں سب پر چڑھائی کروں اور اگر وہ ہماری طرف آئیں تو ہم انہیں شکست خوردہ چھوڑ دیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ بیت اللہ کا عزم کر کے نکلے تھے، آپؐ نے کسی کو مارنے کا ارادہ نہیں کیا اور نہ کسی سے لڑنے کا۔ اس لیے آپؐ اسی گھر کی طرف چلیں۔ جس نے ہم کو اس سے روکا ہم اس سے لڑیں گے۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ حدیث: 4179-4178)

یعنی کہ ہمیں تو اپنا کام کرتے رہنا چاہیے۔ سفر جاری رکھنا چاہیے۔ حضرت اُسَید بن حُضَیرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی اس بات سے اتفاق کیا۔ حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت مِقدَادؓ نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپؐ سے وہ بات نہیں کہتے جو بنی اسرائیل نے اپنے نبی موسیٰ سے کہی تھی کہ تُو اور تیرا رب جا کر لڑو ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یا رسول اللہ! آپؐ جائیں۔ آپؐ اور آپؐ کا ربّ قِتَال کریں ہم بھی آپؐ کے ساتھ قتال کریں گے۔ (سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 37 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انداز میں اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "مکہ والوں کو پتہ لگ گیا۔ وہ لشکر لے کر آگئے اور انہوں نے مسلمانوں سے کہا کہ تم کو یہاں آنے کی کس نے اجازت دی ہے؟ انہوں نے کہا ہم لڑنے کے لیے تو نہیں آئے۔ صرف اِس لیے آئے ہیں کہ عمرہ کر لیں۔ یہ مقام تمہارے نزدیک بھی برکت والا ہے اور ہمارے نزدیک بھی۔ ہم اس کی زیارت کے لیے آئے ہیں۔ لڑائی کے لیے نہیں آئے۔ انہوں نے کہا طواف کا سوال نہیں۔" کافروں نے انکار کر دیا۔ "ہماری تمہاری لڑائی

ہے۔ اگر تم مکہ آئے اور طواف کر گئے تو تمام عرب میں ہماری ناک کٹ جائے گی کہ تمہارا دشمن آکر تمہارے گھر میں طواف کر گیا ہے۔ ہم ساری دنیائے عرب کو اجازت دے سکتے ہیں مگر تم کو نہیں دے سکتے۔"

(سیر روحانی (7)۔ انوار العلوم جلد 24 صفحہ 247)

جیسا کہ بیان ہوا ہے خالد بن ولید دو سو کے لشکر کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قافلے کو روکنے کے لیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آگے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالد بن ولید سے ہٹ کے، اس کے رستے سے ہٹ کے دوسرے رستے سے حدیبیہ پہنچ گئے جس کی تفصیل میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ "جب آپؐ چند روز کے سفر کے بعد عُسفَان کے قریب پہنچے جو مکہ سے قریباً دو منزل کے رستہ پر واقع ہے تو آپؐ کے خبر رساں نے واپس آکر آپؐ کی خدمت میں اطلاع دی کہ قریش مکہ بہت جوش میں ہیں اور آپ کو روکنے کا پختہ عزم کئے ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ ان میں سے بعض نے اپنے جوش اور وحشت کے اظہار کے لیے چیتوں کی کھالیں پہن رکھی ہیں اور جنگ کا پختہ عزم کر کے بہر صورت مسلمانوں کو روکنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ قریش نے اپنے چند جانباز سواروں کا ایک دستہ خالد بن ولید کی کمان میں جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے آگے بھجوا دیا ہے۔ اور یہ کہ یہ دستہ اس وقت مسلمانوں کے قریب پہنچا ہوا ہے اور اس دستہ میں عکرمہ بن ابو جہل بھی شامل ہے وغیرہ وغیرہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سنی تو تصادم سے بچنے کی غرض سے صحابہؓ کو حکم دیا کہ مکہ کے معروف رستہ کو چھوڑ کر دائیں جانب ہوتے ہوئے آگے بڑھیں۔ چنانچہ مسلمان ایک دشوار گزار اور کٹھن رستہ پر پڑ کر سمندر کی جانب ہوتے ہوئے آگے بڑھنا شروع ہوئے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 750)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے **ناپسند کیا کہ ان سے لڑائی** ہو کیونکہ آپؐ لڑائی کے لیے نہیں بلکہ عمرے کے لیے تشریف لے گئے تھے۔

بہر حال آپؐ وہاں سے نکل گئے اور اپنی جگہ پر پہنچ گئے۔ خالد بن ولید کو مسلمانوں کے رستہ بدل کر نکل جانے کا احساس تک نہ ہوا۔ یہاں تک کہ جب خالد بن ولید نے اسلامی لشکر کے غبار کو دیکھا تو دوڑے تا کہ قریش کو خبردار کریں۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 38 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (صلح حدیبیہ از ہاشمیل صفحہ 125 نفیس اکیڈمی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حدیبیہ میں نزول کے بارے میں روایت میں آتا ہے۔ حضرت مِسْوَر بن مَخْرَمہؓ اور مروان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے زمانے میں تشریف لے گئے یہاں تک کہ جب آپؐ اس گھاٹی میں پہنچے جہاں سے ان قریش پر اترا جاتا ہے، آپؐ کی اونٹنی آپ کو لیے ہوئے بیٹھ گئی۔ لوگوں نے اسے اٹھانے کے لیے آوازیں لگائیں مگر وہ اسی طرح رہی۔ لوگوں نے کہا قَصوَاء اڑ گئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قَصوَاء اڑی نہیں اور نہ یہ اس کی عادت ہے بلکہ ہاتھیوں کو روکنے والی پاک ذات یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو روک دیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! قریش جو بات بھی مانگیں گے جس میں وہ اللہ کی حرمتوں کی تعظیم چاہتے ہوں میں ان کو وہ

ضرور دوں گا۔ پھر آپؐ نے اونٹنی کو ڈانٹا تو وہ کھڑی ہو گئی۔ انہوں نے کہا جو بھی قریش مطالبہ کریں گے سوائے اللہ تعالیٰ کی حرمت پہ حرف نہ آتا ہو تو میں ان کی جو بھی ڈیمانڈز ہیں، پوری کروں گا۔ بہرحال اونٹنی کو دوبارہ آپؐ نے چلایا تو وہ کھڑی ہو گئی۔ آپ مکہ والوں کی طرف سے ہٹ گئے یہاں تک کہ حدیبیہ کے پرلے کنارے پر ایک تھوڑے پانی والے حوض پر پڑاؤ کیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد... حدیث 2732-2731)

حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ "یہاں آپ کی اونٹنی کھڑی ہو گئی اور اس نے آگے چلنے سے انکار کر دیا۔ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپ کی اونٹنی تھک گئی ہے آپ اس کی جگہ دوسری اونٹنی پر بیٹھ جائیں۔ مگر آپؐ نے فرمایا۔ نہیں نہیں یہ تھکی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا منشاء یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں ٹھہر جائیں اور میں یہیں ٹھہر کر مکہ والوں سے ہر طریقہ سے درخواست کروں گا کہ وہ ہمیں حج کی اجازت دے دیں اور خواہ کوئی شرط بھی وہ کریں میں اسے منظور کر لوں گا۔ اس وقت تک مکہ کی فوج مکہ سے دُور فاصلہ پر کھڑی تھی اور مسلمانوں کا انتظار کر رہی تھی۔

اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو بغیر مقابلہ کے مکہ میں داخل ہو سکتے تھے لیکن چونکہ آپؐ یہ فیصلہ کر چکے تھے کہ پہلے آپؐ یہی کوشش کریں گے کہ مکہ والوں کی اجازت کے ساتھ طواف کریں اور اسی صورت میں مقابلہ کریں گے کہ مکہ والے خود لڑائی شروع کر کے لڑنے پر مجبور کریں۔ اس لیے باوجود مکہ کی سڑک کے کھلا ہونے کے آپؐ نے حدیبیہ پر ڈیرہ ڈال دیا۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن۔ انوار العلوم جلد 20 صفحہ 307-306)

بخاری میں روایت ہے کہ حدیبیہ میں مسلمانوں نے جس تھوڑے پانی والے حوض پر پڑاؤ کیا تھا لوگ اس سے تھوڑا تھوڑا پانی لینے لگ گئے۔ ابھی لوگوں کو دیر نہیں ہوئی تھی کہ انہوں نے اس کا پانی نکال کر ختم بھی کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیاس کی شکایت کی۔

(بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد... حدیث 2732-2731)

حضرت نَاجِیَہ بن اَعْجَمؓ روایت کرتے ہیں کہ جب حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی **خدمت میں پانی کی قلت کی شدید شکایت** کی گئی تو آپ نے مجھے بلایا اور اپنی ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور مجھے دیا۔ پھر چشمے کا پانی ایک ڈول میں منگوایا۔ میں اس کو لے کر آیا آپ نے وضو فرمایا اور کلی کر کے ڈول میں انڈیل دیا۔ پھر آپؐ نے مجھے فرمایا کہ اس ڈول کو چشمے میں انڈیل دو جس کا پانی خشک ہو گیا ہے اور اس کے پانی میں تیر گاڑھ دو تو مَیں نے ایسا ہی کیا۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں بہت ہی مشکل سے باہر نکلا۔ مجھے پانی نے ہر طرف سے گھیر لیا۔ پانی ڈال کے، تیر گاڑھ کے میں وہاں کھڑا تھا کہ ایک دم کنویں میں پانی چڑھنا شروع ہو گیا اور پانی ایسے ابل رہا تھا جیسے دیگچی ابلتی ہے یہاں تک کہ پانی بلند ہوا اور کناروں تک برابر ہو گیا۔ لوگ اس کے کنارے سے پانی بھرتے تھے یہاں تک کہ ان میں سے آخری شخص نے بھی پیاس بجھالی۔ (سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 41 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس موقع پر ایک بارش کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے۔ یہ بھی تاریخ

کی کتابوں میں سے ہے کہ ”اسی رات یا اس کے قریب بارش بھی ہو گئی۔ چنانچہ جب صبح کی نماز کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میدان پانی سے تر بتر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ ’کیا تم جانتے ہو کہ اس بارش کے موقع پر تمہارے خدا نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟‘ صحابہ نے حسبِ عادت عرض کیا کہ خدا اور اس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ’خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں سے بعض نے تو یہ صبح حقیقی ایمان کی حالت میں کی ہے مگر بعض کفر کی حالت میں پڑ کر ڈگمگا گئے۔ کیونکہ جس بندے نے تو یہ کہا کہ ہم پر خدا کے فضل و رحم سے بارش ہوئی ہے وہ تو ایمان کی حقیقت پر قائم رہا مگر جس نے یہ کہا کہ یہ بارش فلاں فلاں ستارے کے اثر کے ماتحت ہوئی ہے تو وہ بیشک چاند سورج کا تو مومن ہو گیا لیکن خدا کا اس نے کفر کیا۔‘

اس ارشاد سے جو توحید کی دولت سے معمور ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو یہ سبق دیا کہ بے شک سلسلہ اسباب و علل کے ماتحت خدا نے اس کارخانہ عالم کو چلانے کے لیے مختلف قسم کے اسباب مقرر فرما رکھے ہیں اور بارشوں وغیرہ کے معاملہ میں اجرام سماوی کے اثر سے انکار نہیں مگر حقیقی توحید یہ ہے کہ باوجود درمیانی اسباب کے انسان کی نظر اس وراء الوراء ہستی کی طرف سے غافل نہ ہو۔ ”یعنی اللہ تعالیٰ سے کبھی غافل نہ ہو۔ اسباب تو اللہ تعالیٰ نے دیے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہی یہ اسباب بھی کام کرتے ہیں ”جو ان سب اسباب کی پیدا کرنے والی اور اس کارخانہ عالَم کی علت العلل ہے اور جس کے بغیر یہ ظاہری اسباب ایک مردہ کیڑے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 752-751)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عَمرو بن سَالِم اور بُسر بن سفیان کے تحفے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ لکھا ہے کہ عَمرو بن سالم اور بُسر بن سفیان جو کہ خُزَاعہ قبیلے سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکریاں اور اونٹنیاں تحفے میں دیں۔ عَمرو بن سالم نے حضرت سعد بن عُبادہؓ کو بھی اونٹ تحفے میں دیا۔ حضرت سعد عمروؓ کے دوست تھے۔ حضرت سعد بن عُبادہؓ اس تحفے کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور خبر دی کہ عَمرو نے ان کے لیے یہ اونٹ بطور تحفہ دیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمرو نے ہمیں بھی تحفہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عمرو کے مال میں برکت دے۔ پھر حکم دیا کہ اونٹوں کو ذبح کر کے ان کو صحابہ میں تقسیم کر دو اور بکریوں کو ان میں تقسیم کر دیا، ان کو ویسے دے دیا اور اس تقسیم میں اپنے آپ کو بھی آپؐ نے شامل کیا۔ پھر حضرت ام سَلَمہؓ کے پاس اونٹنی کا گوشت بھیجا گیا جیسے دوسروں کے پاس بھیجا گیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بکری میں سے کچھ گوشت بھی حضرت ام سَلَمہؓ کو دیا اور جو شخص تحفہ لے کر آیا تھا اس کو کپڑا تحفے کے طور پر دینے کا حکم دیا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 42 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اور یہ سارا تحفہ جو آپؐ کو ملا تھا آپؐ نے وہ بھی ایک جگہ اکٹھا کر کے سب صحابہؓ میں تقسیم کیا۔

یہ ذکر تو چل رہا ہے۔ حدیبیہ کے حوالے سے تفصیل کچھ اَور بھی ہے۔ کس طرح ہوا؟ کیا ہوا؟ سب کچھ باقی انشاء اللہ آئندہ بیان ہو گا۔

اس وقت میں کچھ مرحومین کا ذکر کروں گا اور نماز کے بعد جنازہ پڑھاؤں گا۔

پہلا ذکر تو ہے عزیزم شہریار رکین کا جو جناب محمد عبدالوہاب صاحب بنگلہ دیش کے بیٹے تھے۔

اس واقعہ کے بارے میں لکھا ہے کہ 5/ اگست کو حکومت کے معزول ہونے کے بعد بنگلہ دیش میں گذشتہ دنوں کافی فساد رہا ہے۔ جب حکومت معزول ہو گئی تو ملک میں انتشار پھیل گیا اور مخالفینِ احمدیت نے بھی اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے احمد نگر جماعت پر حملہ کر دیا۔ پہلے بھی یہاں حملہ ہو چکا ہے۔ مخالفین احمدیوں کے گھر جلاتے جا رہے تھے اور مسجد میں آگ لگا کر جامعہ اور جلسہ گاہ کی طرف آئے۔ وہ اگرچہ جامعہ میں گھسنے میں کامیاب نہ ہو سکے لیکن جلسہ گاہ کے پیچھے کی طرف سے آ کر جلسے کی حفاظت کے لیے وہاں ڈیوٹی پر موجود خدام کو گھیر لیا اور ان پر وار کرتے رہے۔ اسی دوران عزیزم شہریار کے سر پر شدید چوٹ آئی۔ اس کی وجہ سے تین مہینوں کے علاج کے بعد آخر آٹھ نومبر کو سولہ سال کی عمر میں اس کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اور اس طرح یہ شہادت کا مقام پا گیا۔

عزیزم شہریار وقفِ نو کی تحریک میں شامل تھے۔ پسماندگان میں والدین اور دادا دادی کے علاوہ ایک بہن اور دو بھائی شامل ہیں۔ مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے پڑدادا حضرت منشی سراج الاسلام صاحب کے ذریعہ ہوا جنہوں نے علامہ ظِلُّ الرحمٰن صاحب کے ذریعہ خاندان کے اکثر افراد سمیت بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کی۔ مرحوم خود بھی جماعت کا کام کرنے والے تھے۔ اطفال الاحمدیہ احمد نگر کی مجلس عاملہ میں بطور سیکرٹری مال خدمت کر رہے تھے۔

ان کی والدہ لکھتی ہیں کہ ان کا یہ بیٹا آغاز سے ہی نماز اور عبادت کا پابند اور جماعتی کاموں میں سب سے زیادہ دلچسپی لینے والا رہا ہے۔ بلکہ اگر اس کو پڑھائی کا واسطہ دے کر جماعتی کاموں میں بعد میں حصہ لینے کے لیے کہا جاتا تو ناراض ہو جاتا تھا۔ جب بھی احمد نگر میں کوئی اجتماع یا جلسے کا کوئی موقع ہوتا تو یہ سب سے آگے گھر سے نکل کر وہاں پہنچ جاتا۔ گھر کا چھوٹا بیٹا ہونے کے ناطے ماں کہتی ہیں میرا ہاتھ بھی بہت بٹاتا تھا۔ کچن اور پکائی کے کاموں میں بہت مدد کرتا تھا۔ یہ لڑکا بہت سوشل تھا کسی بھی اجنبی سے مل کر بہت جلد گھل مل جاتا تھا۔ والدہ کا کہنا ہے کہ یہ بھی اپنے بڑے بھائی کی طرح جامعہ میں داخلے کی تیاری کر رہا تھا۔ والدہ صاحبہ نے یہ بھی لکھا کہ ان کو پہلے سے ہی ایسی خوابیں آئی تھیں جس سے عزیزم شہریار کی شہادت کے بارے میں پیش از وقت خبر دی گئی تھی۔

خدام الاحمدیہ احمد نگر کے قائد نجم الثاقب صاحب ہیں۔ کہتے ہیں کہ قبل ازیں گذشتہ سال مارچ 2023ء کو جلسہ کے دوران ہونے والے حملوں کے نتیجہ میں انجینئر زاہد حسن صاحب شہید ہوئے تھے اور میں نے یہاں ان کا جنازہ غائب پڑھایا تھا۔ خطبہ میں ان کا ذکر بھی کیا تھا تو کہتے ہیں کہ ہم سب ڈیوٹی پر ناشتہ کرتے ہوئے خطبہ سن رہے تھے تو اس موقع پر عزیزم شہریار رکین نے کہا کہ آج اگر میں شہید ہوتا تو میرا بھی یہ ذکر ہو رہا ہوتا۔ تفصیل میں لکھتے ہیں کہ جب حملہ آور لوگوں نے 5/ اگست کو اچانک حملہ کیا۔ اس دفعہ ہنگاموں کے بعد جو حملہ ہوا ہے تو کثیر تعداد میں لوگ جامعہ کی حفاظت کے لیے موجود تھے اور سڑک کے دو طرف صرف پندرہ خدام جلسہ گاہ کی حفاظت کے لیے ڈیوٹی پر کھڑے رہے۔ شہریار ان ہی میں آ کر شامل ہوا۔ بڑی

دلیری سے پہرہ دیتے رہے اور حفاظتی اقدام میں قائد صاحب کا ہاتھ بٹاتا رہا۔ اچانک حملہ آور گیٹ توڑ پھوڑ کر اندر داخل ہو گئے اور داخل ہوتے ہی ہلّہ بول دیا اور ڈنڈوں سے لوگوں کو زدوکوب کیا، مارا، بہت ساروں کو زخمی کیا اور سب سے زیادہ زخم، چوٹ مرحوم کو لگی اور ان کو سر پر اس وقت بہت زیادہ چوٹیں لگیں، اتنی زیادہ چوٹیں تھیں کہ نچلا دھڑ بالکل سُن ہو گیا تھا جس کا اظہار انہوں نے وہیں کیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد آرمی کی گاڑی آئی اور فوج کے آجانے سے حملہ آوروں نے زخمی احمدیوں کو چھوڑ کر وہاں سے بھاگنے کی راہ لی۔

قائد صاحب لکھتے ہیں کہ کسی وقت بھی ڈیوٹی اور خدمت بجالانے کے لیے تیار رہتا تھا۔ مسجد کی صفائی اور وقارِ عمل میں خود بھی حصہ لیتا تھا اور دوسروں کو بھی شامل کرواتا تھا۔ فجر اور تہجد کی نماز پر لوگوں کو جگانے کا فریضہ ادا کرتا تھا۔ جامعہ بنگلہ دیش کے متعلم زُہیر صاحب ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب اس کی تدفین ہو رہی تھی اس دن اس علاقے میں جلسہ گاہ میں میری ڈیوٹی تھی تو مَیں نے احمد نگر کے ایک خادم سے پوچھا کہ آپ لوگ اکثر اس کے ساتھ ہوتے تھے اور کھیلتے بھی رہے ہیں۔ کون سی ایسی خصوصیت تھی جو اسے دوسروں سے بڑی ممتاز کرتی ہے تو انہوں نے کہا کہ وہی بات کہ تئیس کے جلسہ کے موقع پر شہید زاہد حسن کے متعلق نمائش لگائی اور ہم سب مل کر دیکھ رہے تھے تو اس وقت اچانک رکین کہنے لگا۔ کاش زاہد بھائی کی طرح میں بھی ایسے شہید ہو پاتا۔ میری تصویر بھی یہاں ہوتی اور میرا ذکر بھی خطبہ میں ہوتا۔ کہتے ہیں ہم اس بات کو اس سے سن کے بڑے حیران تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ خواہش پوری کر دی۔

مرحوم کی چچی زینت فوزیہ کہتی ہیں۔ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا۔ سب کی بات مانتا، سب کے کام کر دیتا تھا اور حملے کے دن جب گھر سے جا رہا تھا تو اس وقت کہہ رہا تھا کہ مسجد کی حفاظت کرنی ہے اگر کامیاب نہ ہو سکا تو شہید ہو جاؤں گا۔ بہرحال شہید مرحوم نے بڑوں کے لیے بھی قربانی کی ایک مثال قائم کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند فرمائے اور والدین اور لواحقین کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

دوسرا ذکر ہے۔ جنازہ غائب پڑھاؤں گا، یہ ہمارے ایک پرانے عرب دوست ہیں۔ **کبابیر کے عبداللہ اسعد عودہ صاحب** گذشتہ دنوں 94 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ان کی پرورش ایسے گھرانے میں ہوئی جو کبابیر میں احمدی مبلغین کرام کے ساتھ سب سے زیادہ محبت اور اخلاص کا تعلق رکھتا تھا۔ ان مبلغین کی مخلصانہ کوششوں اور دعاؤں اور ان سب سے بڑھ کر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعاؤں کے نتیجہ میں کبابیر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور امن میں رہا۔ خصوصاً فلسطین کی جنگ اور 1948ء میں بڑے پیمانے پر نقل مکانی کے دوران اللہ تعالیٰ نے کبابیر کو محفوظ رکھا۔ مرحوم حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے لے کر آخر عمر تک خلفائے احمدیت کے ساتھ خط و کتابت اور اطاعت اور اخلاص کا گہرا تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی موصیان میں شامل تھے۔ 1934ء میں حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری نے احمدیہ سکول کھولا تو اس میں مرحوم نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر 1948ء میں انگلش سکول میں داخل ہوئے، وہاں سے بھی میٹرک کیا۔ پھر القدس یونیورسٹی سے ایم اے کی ڈگری نمایاں کامیابی سے حاصل کی۔ بیس سال تک وزارتِ صنعت و تجارت میں کام کیا۔ اس کے بعد آڈٹ کے حکومتی شعبہ میں ایک بڑے عہدہ پر کام کرنے کی توفیق ملی۔ 1995ء میں وہاں سے ریٹائرڈ ہوئے۔

ریٹائرمنٹ کے بعد وزارت مذہبی امور میں ان کا نام اسلامی امور کے صدر کے طور پر پیش کیا گیا۔ بعض اسلامی ممالک نے احمدی ہونے کی وجہ سے آپ کی مخالفت کی۔ اس پر آپ اپنے اصولوں اور احمدیت پر کاربند رہتے ہوئے اس سے دستکش ہو گئے۔

1945ء میں حضرت چودھری ظفر اللہ خان صاحبؓ نے اقوامِ متحدہ کے نمائندے کے طور پر فلسطین کا دورہ کیا اور اس دوران مشن ہاؤس میں بھی آئے اور مرحوم ابو صلاح محمد صالح عودہ جو شریف عودہ کے دادا تھے ان کے گھر قیام کیا۔ اس وقت مرحوم عبد اللہ اسعد صاحب پندرہ سال کے تھے۔ آپ روزانہ چودھری صاحب کی خدمت کے لیے آتے، ان کو اخبار وغیرہ بھی مہیا کرتے۔

مرحوم ہمیشہ مبلغین کرام کے بہت قریب رہے اور جنرل سیکرٹری، سیکرٹری تعلیم و تربیت، سیکرٹری امور خارجہ، صدر مجلس انصار اللہ، سیکرٹری صد سالہ جوبلی کے عہدوں پر جماعت کی خدمت کی توفیق پائی۔

کبابیر میں مدرسہ احمدیہ کی تعمیر نو کے عظیم الشان منصوبے میں مبلغ سلسلہ جلال الدین قمر صاحب مرحوم کے معاون اور مددگار رہے۔ بلند پایہ مؤلف تھے۔ عربی رسالہ البشریٰ میں ستر سال تک دسیوں مضامین لکھے۔ آپ نے سورہ کہف کی تفسیر کا انگریزی سے عربی میں ترجمہ بھی کیا جو مبلغ سلسلہ مکرم فضل الٰہی بشیر صاحب کے عہد میں جماعت میں شائع ہوا۔

عرب ممالک میں جماعت مخالف پروپیگنڈا ہو رہا تھا کہ جماعت احمدیہ اور بہائیت ایک ہی سکّے کے دو رخ ہیں، ملا دیا جماعت کو بہائیوں کے ساتھ۔ عبد اللہ اسعد صاحب نے اس کا دندان شکن جواب دیتے ہوئے عربی زبان میں اَلْمُؤَامَرَةُ الکبریٰ کے عنوان سے ایک کتاب تالیف کی۔ اسی طرح کبابیر میں جماعت احمدیہ کی تاریخ کے موضوع پر اَلْکَبَابِیْر بَلَدِی کے عنوان سے کتاب لکھی۔ نہایت مخلص، غیور، احمدیت اور جماعت سے متعلق ہر بات پر فخر کرنے والے جماعت کے سچے خادم تھے۔ آپ کو ممبر پارلیمنٹ بھی بننے کی پیشکش ہوئی مگر آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ سیاست کا اپنا ایک اصول ہوتا ہے جبکہ میرا اصول احمدیت ہے۔

مرحوم کے بیٹے خالد عبد اللہ کہتے ہیں کہ بعض اوقات والد صاحب جماعتی کاموں میں مصروف ہوتے اور والدہ صاحبہ اکٹھے چائے پینے کا یا کہیں باہر جانے کا کہتیں تو والد صاحب جواب دیتے کہ میرے پاس اہم جماعتی کام ہیں وہ ختم کرنے کے بعد ہی اور طرف متوجہ ہوں گا۔ پہلی فوقیت جماعتی کام۔ پسماندگان میں تین بیٹے اور تین بیٹیاں اور چودہ پوتے پوتیاں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے اور ان کی نسل کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جیسا کہ میں نے کہا نماز کے بعد یہ جنازے غائب بھی ادا کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 06/ دسمبر 2024ء جلد 31 شمارہ 291 صفحہ 02 تا 06)

47

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 22/ نومبر 2024ء 22/ نبوت 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حدیبیہ کے بارہ میں بیان ہو رہا ہے۔ اس بارہ میں بُدَیل بن وَرقاء خُزاعی اور دیگر قریش کے قاصدوں کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اس کی تفصیل میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں بیان کیا ہے کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کی وادی میں پہنچ کر اس وادی کے چشمہ کے پاس قیام کیا۔ جب صحابہ اس جگہ ڈیرے ڈال چکے تو قبیلہ خُزَاعہ کا ایک نامور رئیس بُدیل بن وَرقاء نامی جو قریب ہی کے علاقہ میں آباد تھا اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لیے آیا اور اس نے آپؐ سے عرض کیا کہ مکہ کے رؤساء جنگ کے لیے تیار کھڑے ہیں اور وہ کبھی بھی آپ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ آپؐ نے فرمایا ’ہم تو جنگ کی غرض سے نہیں آئے بلکہ صرف عمرہ کی نیت سے آئے ہیں اور افسوس ہے کہ باوجود اس کے کہ قریش مکہ کو جنگ کی آگ نے جلا جلا کر خاک کر رکھا ہے مگر پھر بھی یہ لوگ باز نہیں آتے اور مَیں تو ان لوگوں کے ساتھ اس سمجھوتہ کے لیے بھی تیار ہوں کہ وہ میرے خلاف جنگ بند کر کے مجھے دوسرے لوگوں کے لیے آزاد چھوڑ دیں۔ لیکن اگر انہوں نے میری اس تجویز کو بھی ردّ کر دیا اور بہر صورت جنگ کی آگ کو بھڑکائے رکھا تو مجھے بھی اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ پھر مَیں بھی اس مقابلہ سے اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹوں گا کہ یا تو میری جان اس رستہ میں قربان ہو جائے اور یا خدا مجھے فتح عطا کرے۔‘

اگر میں ان کے مقابلہ میں آکر مٹ گیا تو قصہ ختم ہوا لیکن اگر خدا نے مجھے فتح عطا کی اور میرے لائے ہوئے دین کو غلبہ حاصل ہو گیا تو پھر مکہ والوں کو بھی ایمان لے آنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے۔ بُدیل بن وَرقاء پر آپؐ کی اس مخلصانہ اور دردمندانہ تقریر کا بہت اثر ہوا اور اس نے آپ سے عرض کیا کہ آپ مجھے کچھ مہلت دیں کہ میں مکہ جا کر آپ کا پیغام پہنچاؤں اور مصالحت کی کوشش کروں۔ آپ نے اجازت دی اور بُدَیل اپنے قبیلہ کے چند آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب بُدیل بن وَرقاء مکہ میں پہنچا تو اس نے قریش کو جمع کر کے ان سے کہا کہ میں اس شخص یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...کے پاس سے آرہا ہوں اور میرے سامنے اس نے ایک تجویز پیش کی ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کا ذکر کروں۔ اس پر قریش کے جوشیلے اور غیر ذمہ وار لوگ کہنے لگے کہ ہم اس شخص کی کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں۔“ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہیں ”مگر اہل الرائے اور ثقہ لوگوں نے کہا ہاں ہاں جو تجویز بھی ہے وہ ہمیں بتاؤ۔ چنانچہ بُدیل نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تجویز کا اعادہ کیا۔ اس پر ایک شخص عُروہ بن مسعود نامی جو قبیلہ ثقیف کا ایک بہت بااثر رئیس تھا اور اس وقت مکہ میں موجود تھا کھڑا ہو گیا اور قدیم عربی انداز میں قریش سے کہنے لگا۔ 'اے لوگو! کیا میں تمہارے باپ کی جگہ نہیں ہوں؟' ان لوگوں نے کہا 'ہاں'۔ پھر اس نے کہا 'کیا آپ لوگ میرے بیٹوں کی طرح نہیں ہیں؟' انہوں نے کہا 'ہاں'۔ ہم بھی بیٹوں کی طرح ہیں۔ 'پھر عُروہ نے کہا 'کیا تمہیں مجھ پر کسی قسم کی بے اعتمادی ہے؟' قریش نے کہا 'ہرگز نہیں' اس نے کہا 'تو پھر میری یہ رائے ہے کہ اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے آپ کے سامنے ایک عمدہ بات پیش کی ہے۔ آپ کو چاہیے کہ اس تجویز کو قبول کر لیں اور مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کی طرف سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاکر مزید گفتگو کروں۔' قریش نے کہا 'بے شک آپ جائیں اور گفتگو کریں'۔

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے 755 تا 756)

عُروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا۔ اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ عُروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے کعب بن لُوَی اور عامر بن لُوَی کو حدیبیہ کے پانیوں پر چھوڑا ہے۔ ان کے ساتھ دودھ دینے والی اونٹنیاں ہیں۔ انہوں نے اَحَابِیش، (احابیش قریش کے حلیف قبائل تھے انہوں نے حبشی نامی پہاڑی کے دامن میں حلف لیا تھا اس لیے ان لوگوں کو احابیش کہا جانے لگا) اور ان کے پیروکاروں کو بلایا ہے۔ کہنے لگا۔ اور انہوں نے چیتے کی کھالیں پہن رکھی ہیں یعنی ان کافروں نے چیتے کی کھالیں پہن رکھی ہیں، جنگ کے لیے تیار ہیں اور وہ قسم کھا چکے ہیں کہ وہ بیت اللہ اور آپ کے درمیان راستہ نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ آپ ان کو ہلاک کر دیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ہلاک کر دیں۔ وہ کہنے لگا کہ بیشک آپ اور جن کے ساتھ آپ جنگ کریں گے دو امور میں سے ایک امر طے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہنے لگا کہ یا تو آپ اپنی قوم کو ہلاک کر دیں گے اور آج تک یہ نہیں سنا گیا کہ کسی آدمی نے اپنی قوم کو ہلاک کیا ہو اور اپنے گھر والوں کو ہلاک کیا ہو۔ یا وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں وہ آپ کو رسوا کر دیں گے۔ یعنی اس نے اس طرح بھی ڈرانے کی کوشش کی کہ یہ لوگ تو بزدل لوگ ہیں جو آپ کے ساتھ ہیں۔ کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! مجھے جو مختلف چہرے آپ کے ساتھ نظر آ رہے ہیں، صحابہ پر بڑی بدظنی کی اس نے۔ کہتا ہے کہ مجھے جو چہرے نظر آ رہے ہیں وہ صرف بھاگنے والے ہی ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں میں سے وہ لوگ ہیں جن کے چہرے کو میں نہیں پہچانتا اور نہ ہی ان کے نسب کو اور اخلاق کو۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ بھاگ جائیں گے اور آپ کو چھوڑ دیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اگر آپ نے قریش سے جنگ کی تو یہ آپ کو قریش کے حوالے کر دیں گے۔ اس طرح اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو متاثر کرنے کی، ڈرانے کی کوشش کی۔ اور وہ آپ کو قیدی بنالیں گے تو پھر اس سے زیادہ کون سی چیز سخت ہو گی؟ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے تھے وہ غصے ہو گئے اور کہنے لگے اپنے بت لات کو چومتے پھرو یعنی اس کی پوجا کرو۔ یہ باتیں ہم سے نہ کرو تم۔ کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ جائیں گے؟

تو عُروہ نے کہا یہ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ ابو بکر ہیں۔ تو عُروہ نے کہا اللہ کی قسم! اگر مجھ پر

تیرا ایک احسان نہ ہوتا تو میں اس کا ضرور جواب دیتا۔ کسی زمانے میں عُروہ پر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا احسان بھی تھا۔ اس کے بارے میں لکھا ہے کہ عُروہ نے دیت ادا کرنے کے لیے تعاون مانگا تھا۔ کسی کو قتل کر دیا تھا اس کی دیت دینی تھی۔ تعاون مانگا تو کسی آدمی نے دو اور کسی نے تین اونٹ دے کر تعاون کیا جبکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس اونٹ دے کر تعاون کیا۔ یہ احسان تھا جو حضرت ابو بکرؓ نے عُروہ پر کیا تھا۔

پھر عُروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرنے لگا اور جب بات کرتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کو ہاتھ لگاتا۔ حضرت مُغیرہ بن شُعبہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تلوار لے کر کھڑے تھے اور اپنے سر پر خَود پہن رکھا تھا۔ عُروہ بات کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ پھر عُرْوَہ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تاکہ آپ کی داڑھی مبارک کو ہاتھ لگائے تو حضرت مُغیرہؓ نے اپنی تلوار کے کونے سے اس کو ہٹا دیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی سے اپنے ہاتھ کو روکو قبل اس کے کہ تلوار تم تک پہنچے کیونکہ کسی مشرک کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ آپؐ کی داڑھی کو چھوئے۔ عُروہ نے اپنا سر اٹھایا اور کہا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا مُغیرہ بن شُعبَہ۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمہارا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ ہے۔ اس نے کہا اے بدعہد۔ عُروہ مغیرہ بن شعبہ کو کہنے لگا کہ کیا مَیں نے تیری بدعہدی کی اصلاح کی کوشش نہیں کی تھی اور جس کا حوالہ وہ دے رہا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت مغیرہ زمانہ جاہلیت میں کچھ لوگوں کے ساتھ گئے اور انہوں نے ان کو قتل کر دیا اور ان کے مال لے لیے اور پھر آئے اور اسلام قبول کر لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تک اسلام کا تعلق ہے تو وہ مَیں قبول کرتا ہوں اور جہاں تک مال کا تعلق ہے تو میرا اس سے کچھ واسطہ نہیں ہے۔ بخاری کی یہ روایت ہے۔ بہرحال عُروہ نے بھی اس معاملے میں ان کی کوئی مدد کی ہو گی۔ پھر عُروہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو غور سے دیکھنے لگا۔ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوکتے تو صحابہ اس کو ہاتھ پر لے لیتے اور پھر اس کو اپنے چہرے اور سینے پر ملتے۔ جب آپؐ صحابہ کو کسی چیز کا حکم دیتے تو صحابہ فوری طور پر اس کو بجالاتے۔ جب آپ وضو کرتے تو صحابہ وضو کے پانی کو حاصل کرنے کے لیے ٹوٹ پڑتے۔ کسی بال کو بھی نیچے گرنے نہیں دیتے تھے بلکہ اس کو حاصل کر لیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی آواز کو نیچا رکھتے اور آپؐ کی تعظیم کی وجہ سے آپؐ کو ترچھی نگاہوں سے نہیں دیکھتے تھے، نظر اٹھا کے نہیں دیکھتے تھے۔ جب عُروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرنے سے فارغ ہوا تو آپؐ نے عُروہ سے بھی وہی بات کہی جو بُدَیل بن وَرقاء سے کہی تھی اور ایک مدت تک صلح کی تجویز پیش کی۔

پھر عُروہ قریش کے پاس آیا اور کہنے لگا اے میرے لوگو! میں سفارت کے لیے بادشاہوں کے درباروں میں، قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں گیا ہوں۔ **اللہ کی قسم! میں نے کبھی کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا** جس کی ایسی اطاعت کی جائے جیسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت گزاری اس کے صحابہؓ میں ہوتی ہے۔

کہاں تو وہ آیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں سے ڈرانے کے لیے اور کہاں جب یہ نظارے دیکھے تو متاثر ہو کر گیا اور یہی بات پھر اس نے جا کے ان کافروں کو بھی بتائی۔ کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! میں نے

کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا جس کے اصحاب اس کی اتنی عزت کرتے ہوں جتنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! ان جیسا کوئی بادشاہ نہیں۔ جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کے ساتھی اس کو اپنے ہاتھ پر لے لیتے ہیں پھر اس کو اپنے مونہوں، سینے پر مل لیتے ہیں اور پھر جب وہ حکم کرتے ہیں تو اس کو بجالانے میں جلدی کرتے ہیں۔ جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی کو لینے کے لیے اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور آپ کے بالوں کو نیچے نہیں گرنے دیتے بلکہ محفوظ کر لیتے ہیں۔ آپ کے سامنے اس کے ساتھی آہستہ آواز سے کلام کرتے ہیں اور تعظیم کی وجہ سے آپ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے اور کوئی آدمی بھی اجازت کے بغیر بات نہیں کرتا۔ جب وہ اجازت دیتے ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت ہوتی ہے تو پھر صحابہ بات کرتے ہیں اور اگر اجازت نہ دیں تو ہر ایک خاموش رہتا ہے۔ کہنے لگا کہ اس نے تم پر ایک بھلائی کی بات پیش کی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بھلائی کی بات پیش کی ہے لہٰذا اسے قبول کر لو۔ کہنے لگا کہ بیشک میں نے اپنی قوم کو محتاط کر دیا ہے اور تم خوب جان لو کہ اگر تم نے اس کے ساتھ تلوار کا ارادہ کر لیا تو وہ بھی تلوار کو تمہارے خلاف استعمال کریں گے اور جب تم ان کے صاحب کو روک دو گے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روک دو گے تو میں نے اس قوم کو دیکھا ہے وہ اس بات کی بالکل پروا نہیں کریں گے کہ ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ اللہ کی قسم! میں نے اس کے ساتھ ایسی عورتیں بھی دیکھی ہیں جو اس کو ہمارے سپرد نہیں کریں گی۔ اے میری قوم! اپنی رائے کو بدل لو اور اس کے پاس جاؤ اور تم وہ چیز قبول کر لو جو وہ تمہارے سامنے رکھتے ہیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صلح کی پیشکش کی ہے یا عمرے کی بات کی ہے اس کو مان لو۔ کہنے لگا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ اس کے ساتھ مجھے یہ خوف بھی ہے کہ تمہاری مدد اس شخص کے خلاف نہیں کی جائے گی جو بیت اللہ کی زیارت کے لیے آیا ہے۔ اس کے پاس قربانی کے جانور ہیں جن کو وہ ذبح کریں گے اور پھر لَوٹ جائیں گے۔ اس پر قریش نے کہا اے ابویَعفُور! یعنی عُروہ کو کہا۔ یہ بات نہ کرو۔ کیا تیرے علاوہ کسی اَور شخص نے بھی یہ بات کی ہے۔ اس کے برعکس ہم اس کو اس سال واپس بھیج دیں گے اور وہ آئندہ سال آئیں گے۔ تو عُروہ کہنے لگا کہ تم کو سخت مصیبت اٹھانا پڑے گی۔ پھر عُروہ اور اس کے ساتھی طائف کی طرف چلے گئے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 45-44 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد... الخ 2732-2731) (سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 8 صفحہ 93 مطبوعہ دار السلام) (مسند احمد مع حاشیہ سندی جلد 11 صفحہ 207 مکتبہ ادارۃ الشون الاسلامیہ)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی صلح حدیبیہ کے واقعات بیان کیے ہیں۔ آپؓ یہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خانہ کعبہ کے طواف کے لیے تشریف لے گئے تو کفارِ مکہ نے خبر پا کر اپنے ایک سردار کو آپ کی طرف روانہ کیا کہ وہ جا کر کہے کہ اس سال آپ طواف کے لیے نہ آئیں۔ وہ سردار آپ کے پاس پہنچا اور بات چیت کرنے لگا۔ بات کرتے وقت اس نے آپ کی ریشِ مبارک کو ہاتھ لگایا کہ آپ اس دفعہ طواف نہ کریں اور کسی اگلے سال پر ملتوی کر دیں۔“ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ ہاتھ لگانا کسی بے ادبی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ ”ایشیا کے لوگوں میں دستور ہے کہ جب وہ کسی سے بات منوانا چاہتے ہوں تو منت کے طور پر دوسرے کی داڑھی کو ہاتھ لگاتے ہیں یا اپنی داڑھی کو ہاتھ لگا کر

کہتے ہیں کہ دیکھو! میں بزرگ ہوں اور قوم کا سردار ہوں میری بات مان جاؤ۔ چنانچہ اس سردار نے بھی منت کے طور پر آپ کی داڑھی کو ہاتھ لگایا۔ یہ دیکھ کر ایک صحابی آگے بڑھے اور اپنی تلوار کا ہتھہ مار کر سردار سے کہا: اپنے ناپاک ہاتھ پیچھے ہٹاؤ۔ سردار نے تلوار کا ہتھہ مارنے والے کو پہچان کر کہا تم وہی ہو جس پر میں نے فلاں موقع پر احسان کیا تھا۔ یہ سن کر وہ صحابی خاموش ہو گئے اور پیچھے ہٹ گئے۔ سردار نے پھر منت کے طور پر آپ کی داڑھی کو ہاتھ لگایا۔ صحابہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس سردار کے اس طرح ہاتھ لگانے پر سخت غصہ آرہا تھا مگر اس وقت ہمیں کوئی ایسا شخص نظر نہ آتا تھا جس پر اس سردار کا احسان نہ ہو۔" یعنی اس کافر سردار نے بہت لوگوں پر احسان کیا ہوا تھا" اور اس وقت ہمارا دل چاہتا تھا کہ کاش! ہم میں سے کوئی ایسا شخص ہوتا جس پر اس سردار کا کوئی احسان نہ ہو۔ اتنے میں ایک شخص ہم میں سے آگے بڑھا جو سر سے پاؤں تک خَود اور زِرہ میں لپٹا ہوا تھا اور بڑے جوش کے ساتھ سردار سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ ہٹا لو اپنا ناپاک ہاتھ۔ یہ حضرت ابو بکرؓ تھے جنہوں نے یہ کہا۔ سردار نے جب ان کو پہچانا تو کہا ہاں میں تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ تم پر میرا کوئی احسان نہیں ہے۔" (ہندوستانی الجھنوں کا آسان ترین حل، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 560)

پھر حُلَیس بن عَلْقَمہ کِنانی جو اَحَابِیش کا سردار تھا جیسا کہ میں نے بتایا ہے احابیش قریش کے حلیف قبائل تھے اور انہوں نے حبشی نامی پہاڑی کے دامن میں حلف لیا تھا اس لیے ان کو احابیش کہتے ہیں۔ اس نے کہا مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے دو تو قریش نے کہا جاؤ۔ جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلندی سے دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ فلاں شخص ہے جو ایسے قبیلے سے تعلق رکھتا ہے جو قربانی کے جانوروں کا احترام کرتے ہیں اور صحابہ کو فرمایا کہ اس کو دکھانے کے لیے قربانی کے جانور آگے گزارو۔ تو انہوں نے جانوروں کو آگے بھیج دیا۔ جب اس نے وادی کے کنارے ان جانوروں کو دیکھا جن کی گردن میں ہار تھے جن کے زیادہ عرصہ رہنے کی وجہ سے یعنی ہاروں کے زیادہ عرصہ گردن میں رہنے کی وجہ سے ان کی گردن کے بال جھڑ چکے تھے۔ وہ جانور بار بار آوازیں نکال رہے تھے۔ صحابہ نے تلبیہ کہتے ہوئے ان کا استقبال کیا اور وہ آدھا مہینہ سے یہاں مقیم تھے۔ انہوں نے خوشبو نہیں لگائی ہوئی تھی یعنی صحابہ نے کوئی خوشبو نہیں لگائی ہوئی تھی اور ان کے بال بھی پراگندہ تھے۔ جب اس نے یہ دیکھا تو اس نے کہا کہ سبحان اللہ! ان لوگوں کے لیے مناسب نہیں کہ وہ بیت اللہ سے روکے جائیں۔ فوراً اس کا دل نرم ہو گیا۔ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی اجازت نہیں دی کہ لَخْم، جُذَام، کِنْدَہ اور حِمْیَر قبائل توچ کریں اور عبد المطلب کے بیٹے کو روکا جائے۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ قریش ان کو بیت اللہ سے روکیں۔ رب کعبہ کی قسم! قریش ہلاک ہو جائیں گے۔ بیشک یہ لوگ عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں۔ اِس نے مسلمانوں کی حمایت میں یہ بات کہی۔ یہ باتیں سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کی قسم! اے بَنُو کِنَانَہ کے بھائی! بالکل ایسی ہی بات ہے۔ آپ نے اس کو یہ جواب دیا۔ وہ اس قدر متاثر ہوا کہ قریش کی طرف جا کر کہنے لگا کہ میں نے ایسی چیز دیکھی ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں کو روکنا جائز نہیں ہے۔ میں نے جانوروں کو دیکھا ہے۔ گلے میں ہاروں کی وجہ سے ان کے بال جھڑ چکے ہیں اور وہ ہار ان کی گردنوں میں کافی دیر سے پڑے ہوئے ہیں۔ لوگوں کے سر پراگندہ ہو چکے ہیں اور یہ سب اس لیے ہے کہ وہ بیت اللہ کا طواف کر سکیں اور اللہ کی قسم! ہم نے اس بات

پر تم سے معاہدہ نہیں کیا تھا۔ اس نے کافروں کو کہا کہ ہم نے تم سے اس بات پر معاہدہ نہیں کیا تھا اور نہ ہی ہم نے تم سے اس بات پر عقد کیا ہے کہ تم ہر اس شخص کو روکو گے جو اس بیت اللہ کی حرمت اور تعظیم کو قائم کرنے والا ہو گا اور اس کا حق ادا کرنے والا ہے۔ اور وہ قربانی کے جانور لے کر انہیں ان کے مقام تک لے جانا چاہتا ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم ان کے راستے کو کعبہ تک جانے کے لیے خالی کر دو ورنہ میں اپنے لوگوں کو لے کر تمہارا ساتھ چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔

اس نے کہا ان کو جانے کی، عمرہ کرنے کی اجازت دو۔ قریش نے کہا کہ اے حُلَیس! تم خاموش رہو تا کہ ہم اپنی مرضی کی شرائط ان سے منوالیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ قریش نے کہا کہ تُو بیٹھ جا، تُو اَعرابی یعنی دیہاتی ہے تجھے کچھ پتہ نہیں ہے۔ تُو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنا ہے اور دیکھا ہے وہ مکر و فریب ہے نعوذ باللہ۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 45 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس سفر میں حضرت کَعب بن عُجْرَہ کے لیے احرام میں سر منڈوانے کی رخصت کا ذکر ملتا ہے۔ اس کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے کہ حضرت کَعب بن عُجْرَہ سے روایت ہے کہ ہم حُدیبیہ مقام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ہم حالتِ احرام میں تھے۔ مشرکین نے ہمارا محاصرہ کر رکھا تھا۔ میرے بال لمبے تھے، جوئیں میرے چہرے پر گرنے لگیں۔ آپؐ میرے پاس سے گزرے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تمہارے سر کی جوئیں تمہیں اذیت دے رہی ہیں؟ میں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا یہ میرا گمان نہ تھا کہ تمہاری یہ اذیت اس قدر زیادہ ہو جائے گی۔ آپ نے مجھے سر منڈوانے کا حکم دیا کہ تم پہلے ہی سر منڈوا سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ (البقرہ:197) پس اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو کچھ روزوں کی صورت میں یا صدقہ دے کر یا قربانی پیش کر کے فدیہ دینا ہو گا۔ ایسی حالت میں، تکلیف کی صورت میں یہ کیا جا سکتا ہے، سر منڈوایا جا سکتا ہے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 35 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس دوران قریش کا مِکْرَز بن حَفْص کو بطور سفیر بھیجنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے کہ قریش سے اجازت لے کر مختلف لوگ بطور سفیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے۔ بہر حال ان میں مِکْرَز بن حَفص کا بھی ذکر ہے۔ اس نے بھی قریش کو کہا کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے دو۔ جب وہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا: یہ ایک دھوکے باز شخص ہے اور روایت میں فاجر کا لفظ بھی ملتا ہے۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی وہی بات کی جو عُروہ اور بُدَیل سے کی تھی۔ پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور ان کو ان باتوں کی خبر دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس معاملے میں حضرت خِرَاشْ بن اُمَیَّہؓ کو قریش کی طرف بھیجنے کا ذکر بھی ملتا ہے یعنی آپ نے اپنا بھی ایک سفیر بھیجا۔ محمد بن اسحاق نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ پر حضرت خِرَاش بن اُمَیَّہ کو قریش کی طرف بھیجا۔ اس اونٹ کا نام ثَعْلَب تھا تا کہ قریش کے لوگوں تک وہ پیغام پہنچا دیں جس کے لیے وہ آئے ہیں تو عکرمہ بن ابی جہل نے اونٹ کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ عکرمہ

نے اس نمائندے کے قتل کا بھی ارادہ کیا لیکن احابیش نے روک دیا تو انہوں نے حضرت خِراش کو جانے دیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آ گئے اور جو اُن کے ساتھ ہوا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 46 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بہرحال قریش نقص امن کی صورتحال پیدا کرتے رہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درگزر فرماتے رہے۔

اس کی تفصیل میں ایک جگہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں لکھا ہے کہ ”قریشِ مکہ نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اپنے جوش میں اندھے ہو کر اس بات کا بھی ارادہ کیا کہ اب جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ مکہ سے اس قدر قریب اور مدینہ سے اتنی دور آئے ہوئے ہیں تو ان پر حملہ کر کے جہاں تک ممکن ہو نقصان پہنچایا جائے۔ چنانچہ اس غرض کے لیے انہوں نے چالیس پچاس آدمیوں کی ایک پارٹی حدیبیہ کی طرف روانہ کی اور اس گفت وشنید کے پردے میں جو اس وقت فریقین میں جاری تھی ان لوگوں کو ہدایت دی کہ اسلامی کیمپ کے ارد گرد گھومتے ہوئے تاک میں رہیں اور موقع پاکر مسلمانوں کا نقصان کرتے رہیں۔ بلکہ بعض روایتوں سے یہاں تک پتہ لگتا ہے کہ یہ لوگ تعداد میں اسّی تھے اور اس موقع پر قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی بھی سازش کی تھی مگر بہرحال خدا کے فضل سے مسلمان اپنی جگہ ہوشیار تھے۔ چنانچہ قریش کی اس سازش کا راز کھل گیا اور یہ لوگ سب کے سب گرفتار کر لیے گئے۔ مسلمانوں کو اہلِ مکہ کی اس حرکت پر جو اَشْہُر حرم میں اور پھر گویا حرم کے علاقہ میں کی گئی، سخت طیش تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو معاف فرما دیا اور مصالحت کی گفتگو میں روک نہ پیدا ہونے دی۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 760-759)

پھر یہ ذکر ملتا ہے۔ بڑا مشہور واقعہ ہے جب **حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی بطور سفیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھجوایا۔**

علامہ بیہقی نے عُروہ سے روایت کی ہے کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطابؓ کو بلایا تا کہ انہیں قریش کی طرف بھیجیں تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قریش میری دشمنی سے واقف ہیں۔ اس لیے مجھے اپنی جان پر خوف ہے اور بنو عَدی میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو میری حفاظت کرے۔ اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہؐ! اگر آپ چاہتے ہیں تو میں چلا جاتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کچھ نہ کہا۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! میں آپ کو ایک ایسے شخص کا بتلاتا ہوں جس کی مکہ میں مجھ سے زیادہ عزت ہے اور زیادہ بڑا خاندان ہے جو اس کی حفاظت کریں گے اور وہ آپ کے پیغام کو جو آپ چاہتے ہیں پہنچا دیں گے اور وہ شخص حضرت عثمان بن عفانؓ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کسی جان کے خوف سے یہ بات نہیں کہی تھی۔ انہوں نے کہا تھا میں جاؤں گا تو مجھے مار دیں گے اور جو پیغام پہنچانے کا مقصد ہے وہ پورا نہیں ہو گا۔ ایک فتنہ پیدا ہو جائے گا اس لیے بہتر یہی ہے کہ میں نہ جاؤں، حضرت عثمان جائیں۔ تو بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو بلایا اور فرمایا تم قریش کے پاس جا کر انہیں خبر دو کہ ہم قتال کرنے کے لیے نہیں آئے بلکہ عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 46 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس کی تفصیل سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں لکھی ہے کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے... حضرت عثمانؓ سے ارشاد فرمایا کہ وہ مکہ جائیں اور قریش کو مسلمانوں کے پرامن ارادوں اور عمرہ کی نیت سے آگاہ کریں اور آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو اپنی طرف سے ایک تحریر بھی لکھ کر دی جو رؤساء قریش کے نام تھی۔ اس تحریر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آنے کی غرض بیان کی اور قریش کو یقین دلایا کہ ہماری نیت صرف ایک عبادت کا بجالانا ہے اور ہم پُرامن صورت میں عمرہ بجالا کر واپس چلے جائیں گے۔ آپؐ نے حضرت عثمانؓ سے یہ بھی فرمایا کہ مکہ میں جو کمزور مسلمان ہیں انہیں بھی ملنے کی کوشش کرنا اوران کی ہمت بڑھانا اور کہنا کہ ذرا اور صبر سے کام لیں۔ خدا عنقریب کامیابی کا دروازہ کھولنے والا ہے“ بڑا یقین تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

”یہ پیغام لے کر حضرت عثمانؓ مکہ میں گئے اور ابوسفیان سے مل کر جو اس زمانہ میں مکہ کا رئیسِ اعظم تھا اور حضرت عثمانؓ کا قریبی عزیز بھی تھا اہلِ مکہ کے ایک عام مجمع میں پیش ہوئے۔ اس مجمع میں حضرت عثمانؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر پیش کی جو مختلف رؤساء قریش نے فرداً فرداً بھی ملاحظہ کی مگر باوجود اس کے سب لوگ اپنی اس ضد پر قائم رہے کہ بہرحال مسلمان اس سال مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ حضرت عثمانؓ کے زور دینے پر قریش نے کہا کہ اگر تمہیں زیادہ شوق ہے تو ہم تم کو ذاتی طور پر طوافِ بیت اللہ کا موقع دے دیتے ہیں۔“ حضرت عثمانؓ کو آفر کی کہ آپ کر لیں طواف۔ ”مگر اس سے زیادہ نہیں۔ حضرت عثمانؓ نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ تو مکہ سے باہر روکے جائیں اور مَیں طواف کروں؟ مگر قریش نے کسی طرح نہ مانا اور بالآخر حضرت عثمانؓ مایوس ہو کر واپس آنے کی تیاری کرنے لگے۔ اس موقع پر مکہ کے شریر لوگوں کو یہ شرارت سوجھی کہ انہوں نے غالباً اس خیال سے کہ اس طرح ہمیں مصالحت میں زیادہ مفید شرائط حاصل ہو سکیں گے حضرت عثمانؓ اوران کے ساتھیوں کو مکہ میں روک لیا۔ اس پر مسلمانوں میں یہ افواہ مشہور ہوئی کہ اہلِ مکہ نے حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا ہے۔“

یہ خبر جب پہنچی تو پھر وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بیعت لی جو **بیعتِ رضوان** کہلاتی ہے۔ اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ ”یہ خبر“ یعنی حضرت عثمان کی شہادت کی خبر ”حدیبیہ میں پہنچی تو مسلمانوں میں سخت جوش پیدا ہوا کیونکہ عثمانؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور معزز ترین صحابہ میں سے تھے اور مکہ میں بطور اسلامی سفیر کے گئے تھے۔ اور یہ دن بھی اشہرِ حرم کے تھے اور پھر مکہ خود حرم کا علاقہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً تمام مسلمانوں میں اعلان کر کے انہیں ایک ببول (کیکر) کے درخت کے نیچے جمع کیا۔ اور جب صحابہ جمع ہو گئے تو آپؐ نے اس خبر کا ذکر کر کے فرمایا کہ ’اگر یہ اطلاع درست ہے تو خدا کی قسم! ہم اس جگہ سے اس وقت تک نہیں ٹلیں گے کہ عثمان کا بدلہ نہ لے لیں۔‘ پھر آپؐ نے صحابہ سے فرمایا ’آؤ اور میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر (جو اسلام میں بیعت کا طریق ہے) یہ عہد کرو کہ تم میں سے کوئی شخص پیٹھ نہیں دکھائے گا اور اپنی جان پر کھیل جائے گا مگر کسی حال میں اپنی جگہ نہیں چھوڑے گا۔‘

اس اعلان پر صحابہ بیعت کے لیے اس طرح لپکے کہ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ اوران چودہ پندرہ سو مسلمانوں کا (کہ یہی اس وقت اسلام کی ساری پونجی تھی) ایک ایک فرد اپنے محبوب آقا کے ہاتھ پر

گویا دوسری دفعہ بِک گیا۔ جب بیعت ہو رہی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بایاں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا 'یہ عثمان کا ہاتھ ہے کیونکہ اگر وہ یہاں ہوتا تو اس مقدس سودے میں کسی سے پیچھے نہ رہتا، لیکن اس وقت وہ خدا اور اس کے رسول کے کام میں مصروف ہے۔" اس طرح یہ بجلی کا سا منظر اپنے اختتام کو پہنچا۔

اسلامی تاریخ میں یہ بیعت "بیعت رضوان" کے نام سے مشہور ہے۔ یعنی وہ بیعت جس میں مسلمانوں نے خدا کی کامل رضامندی کا انعام حاصل کیا۔

قرآن شریف نے بھی اس بیعت کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا (الفتح: 19) یعنی 'اللہ تعالیٰ خوش ہو گیا مسلمانوں سے جب کہ اے رسول! وہ ایک درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے کیونکہ اس بیعت سے ان کے دلوں کا مخفی اخلاص خدا کے ظاہری علم میں آ گیا سو خدا نے بھی ان پر سکینت نازل فرمائی اور انہیں ایک قریب کی فتح کا انعام عطا کیا۔'

صحابہ کرامؓ بھی ہمیشہ اس بیعت کو بڑے فخر اور محبت کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے اور ان میں سے اکثر بعد میں آنے والے لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ تم تو مکہ کی فتح کو فتح شمار کرتے ہو۔" بڑا سمجھتے ہو "مگر ہم بیعتِ رضوان ہی کو فتح خیال کرتے تھے۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ یہ بیعت اپنے کوائف کے ساتھ مل کر ایک نہایت عظیم الشان فتح تھی۔ نہ صرف اس لیے کہ اس نے آئندہ فتوحات کا دروازہ کھول دیا بلکہ اس لیے بھی کہ اس سے اسلام کی اس جاں فروشانہ روح کا جو دین محمدیؐ کا گویا مرکزی نقطہ ہے ایک نہایت شاندار رنگ میں اظہار ہوا اور فدائیانِ اسلام نے اپنے عمل سے بتا دیا کہ وہ اپنے رسول اور اس رسول کی لائی ہوئی صداقت کے لیے ہر میدان میں اور اس میدان کے ہر قدم پر موت و حیات کے سودے کے لیے تیار ہیں۔ اسی لیے صحابہ کرامؓ بیعتِ رضوان کا ذکر کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ یہ بیعت موت کے عہد کی بیعت تھی یعنی اس عہد کی بیعت تھی کہ ہر مسلمان اسلام کی خاطر اور اسلام کی عزت کی خاطر اپنی جان پر کھیل جائے گا مگر پیچھے نہیں ہٹے گا۔ اور اس بیعت کا خاص پہلو یہ تھا کہ یہ عہد و پیمان صرف منہ کا ایک وقتی اقرار نہیں تھا جو عارضی جوش کی حالت میں کر دیا گیا ہو بلکہ دل کی گہرائیوں کی آواز تھی جس کے پیچھے مسلمانوں کی ساری طاقت ایک نقطۂ واحد پر جمع تھی۔" (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 760 تا 763)

حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر اور بیعت رضوان کا ذکر حضرت مصلح موعودؓ نے بھی فرمایا ہے۔ آپ اپنی ایک تقریر میں بیان فرماتے ہیں کہ "اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو جمع کیا" جب حضرت عثمان کے واقعہ کی اطلاع ملی" اور فرمایا سفیر کی جان ہر قوم میں محفوظ ہوتی ہے۔ تم نے سنا ہے کہ عثمانؓ کو مکہ والوں نے مار دیا ہے۔ اگر یہ خبر درست نکلی تو ہم بزور مکہ میں داخل ہوں گے (یعنی ہمارا پہلا ارادہ کہ صلح کے ساتھ مکہ میں داخل ہوں گے جن حالات کے ماتحت تھا وہ چونکہ تبدیل ہو جائیں گے اِس لیے ہم اِس ارادہ کے پابند نہ رہیں گے) جو لوگ یہ عہد کرنے کے لیے تیار ہوں کہ اگر ہمیں آگے بڑھنا پڑا تو یا ہم فتح کر کے لوٹیں گے یا ایک ایک کر کے میدان میں مارے جائیں گے وہ اس عہد پر میری بیعت کریں۔ آپ کا یہ اعلان کرنا تھا کہ پندرہ سو زائر جو آپ کے ساتھ آیا تھا یکدم پندرہ سو سپاہی کی شکل میں بدل گیا اور دیوانہ وار ایک دوسرے پر

پھاندتے ہوئے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر دوسروں سے پہلے بیعت کرنے کی کوشش کی۔ یہ بیعت تمام اسلامی تاریخ میں بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے اور درخت کا عہد نامہ کہلاتی ہے کیونکہ جس وقت بیعت لی گئی اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 308-307)

صلح حدیبیہ کے حوالے سے مزید ان شاء اللہ کچھ اور تفصیل ہے جو آئندہ بیان کروں گا۔

اس وقت میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ یورپ میں بھی حالات بڑی تیزی سے جنگ کی طرف جا رہے ہیں۔

یوکرین اور روس کی جنگ پھیلنے کا خطرہ بڑھتا جا رہا ہے۔ دھمکیاں مل رہی ہیں یورپ کے باقی ملکوں کو بھی۔ اکثر جو عقل رکھنے والے اور امن پسند لوگ، لیڈر ہیں اس بارے میں پریشان بھی ہیں۔ بہرحال دعا کریں اللہ تعالیٰ احمدیوں اور امن پسند لوگوں کو جنگ کے بداثرات سے محفوظ رکھے اور یہ لوگ جنگ میں ایسے ہتھیار استعمال نہ کریں جن کے استعمال سے آئندہ نسلیں متاثر ہوتی ہوں۔

مسلمان ممالک کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی عقل اور سمجھ دے اور وہ لوگ بھی حق پہچاننے والے ہوں۔ اللہ ان کو حق پہچاننے کی توفیق دے۔

دوسرے اس بات کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ یہ حالات جس طرح تیزی سے بگڑے ہیں اور بگڑ رہے ہیں۔ ان حالات کی وجہ سے پہلے ہی لوگوں میں توجہ ہے لیکن مزید دوبارہ یاددہانی کرا دوں کہ گھروں **میں دو، تین مہینے کا راشن رکھنے کی کوشش** کریں لیکن سب سے اہم نکتہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اس کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اس سے تعلق پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اس میں بڑھنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 13/ دسمبر 2024ء جلد 31 شمارہ 297 صفحہ 02 تا 06)

48

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 29/ نومبر 2024ء بمطابق 29/ نبوت 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

صلح حدیبیہ کے واقعہ کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس کی مزید تفصیل بیان کروں گا۔ اس موقع پر صحابہؓ کی پہرے پر ڈیوٹی لگائی گئی تھی۔ اس بارے میں ذکر ملتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو رات کے وقت پہرے کا حکم دیا ہوا تھا۔ روزانہ پہرہ ہوتا تھا۔ تین آدمی باری باری پہرہ دیا کرتے تھے۔ جن میں حضرت اَوس بن خَولیؓ، عَبَّاد بن بِشرؓ اور محمد بن مَسْلَمَہؓ تھے۔ ایک رات حضرت محمد بن مَسْلَمَہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرے پر مامور تھے تو قریش نے مِکْرَز بن حَفْص کی نگرانی میں پچاس آدمیوں کو بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد چکر لگائیں اس امید پر کہ مسلمانوں میں سے کسی کو قتل کر دیں یا اچانک ان کو کوئی نقصان پہنچائیں۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے ان کو پکڑ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ مکرز بھاگ گیا اور اس نے اپنے ساتھیوں کو خبر دار کیا۔ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول بھی ظاہر ہو گیا جس کا ذکر گذشتہ خطبہ میں ہوا تھا کہ مکرز دھوکہ باز شخص ہے۔ یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ مسلمانوں میں سے چند آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے تھے جن میں کُرز بن جابر فِہری، عبد اللہ بن سُہَیل، عبد اللہ بن حُذَافَہ سَہمی، ابورُوم بن عُمَیر عَبْدَرِی، عَیَّاش بن اَبِی رَبِیعہ، ہِشَام بن عاص، ابُو حاطِب بن عَمْرو، عُمَیر بن وَہب، حَاطِب بن ابی بَلْتَعَہ اور عبد اللہ بن اُمَیَّہ شامل تھے۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی امان میں مکہ میں داخل ہوئے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چھپ کر داخل ہوئے تھے۔ مختلف روایتیں ہیں۔

جب ان مسلمانوں کی خبر قریش کو ہوئی تو قریش نے ان کو پکڑ لیا اور قریش کو اپنے ساتھیوں کی گرفتاری کی خبر بھی مل گئی تھی جن کو حضرت محمد بن مسلمہؓ نے روک لیا تھا۔ جب قریش کو خبر ملی کہ ان کے پچاس آدمی مسلمانوں کے قیدی ہو گئے ہیں۔ پھر قریش کا ایک اَور مسلح دستہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحابؓ کی طرف آیا اور مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ وہ تیر اور پتھر پھینکنے لگے۔

مشرکین کے بارہ شہ سواروں کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا اور مسلمانوں میں سے حضرت اِبنِ زُنَیمؓ شہید ہو گئے۔ قریش نے ان کو تیر مار کر قتل کر دیا تھا۔

پھر قریش نے ایک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجی جن میں سُہَیل بن عمرو بھی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی دُور سے اس کو دیکھا تو صحابہؓ سے فرمایا کہ سُہَیل کے ذریعہ تمہارا معاملہ

سَہل یعنی آسان ہو گیا۔

اس وقت سُہَیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر کہا کہ آپ کے ساتھیوں یعنی عثمان اور دوسرے دس صحابہ کو قید کرنے اور ہمارے کچھ لوگوں کے آپ سے مقابلہ کرنے کا جو معاملہ ہے اس میں ہمارا کوئی ذی رائے آدمی شریک نہیں ہے۔ ہمیں جب اس بات کا پتہ چلا تو ہمیں بہت ناگواری ہوئی۔ ہمیں اس کے بارے میں کچھ خبر نہیں ہے۔ وہ ہم میں سے اوباش لوگوں کا کام تھا۔ اس لیے ہمارے جو آدمی آپ نے دونوں مرتبہ میں پکڑے ہیں انہیں ہمارے پاس واپس بھیج دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا: میں ان کو اس وقت تک نہیں بھیجوں گا جب تک تم میرے ساتھیوں کو نہیں چھوڑو گے۔

اس پر ان سب لوگوں نے کہا اچھا ہم انہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ اس پر قریش نے حضرت عثمانؓ اور باقی دس صحابہؓ کو واپس بھیج دیا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے آدمیوں کو چھوڑ دیا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 48-47 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

جیسا کہ ابھی ذکر بھی ہوا ہے اور پہلے بھی گذشتہ خطبہ میں حضرت عثمانؓ کے بارے میں بتا چکا ہوں کہ ان کو کافروں نے پکڑ لیا تھا اور جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے ایک بیعت لی تھی۔ ایک عہد لیا تھا جسے بیعتِ رضوان کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب قریش کو حدیبیہ کی اس بیعت کا حال معلوم ہوا تو وہ لوگ بہت خوفزدہ ہوئے۔ ان کو بھی پتہ لگ گیا کہ یہ بیعت ہو گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عہد لیا ہے سب مسلمانوں سے۔ اور ان کے ذی رائے لوگوں نے مشورہ دیا کہ صلح کرنا مناسب ہو گا۔ یعنی اس سال اس طرح صلح کی جائے، یہ کہا جائے کہ اس سال آپ واپس لوٹ جائیں اور آئندہ سال آ کر تین روز مکہ میں ٹھہر سکتے ہیں مگر آپ کے ساتھ صرف ایک سوار کے ضروری ہتھیار یعنی میانوں میں پڑی تلوار اور کمانوں کے علاوہ کچھ نہیں ہو گا۔ اس مشورے کے بعد قریش نے دوسری دفعہ سُہَیل بن عمرو کو بھیجا۔ اس کے ساتھ مِکرِز بن حَفص اور حُوَیطِب بن عبد العُزّٰی بھی تھے۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ تجویز لے کر آئے کہ اس سال تو آپ بغیر عمرہ کیے ہی واپس چلے جائیں تا کہ عرب یہ نہ کہیں کہ آپ طاقت کے زور پر قریش کی مرضی کے خلاف مکہ میں داخل ہو گئے ہیں اور اگلے سال عمرہ کے لیے دوبارہ آ جائیں۔ چنانچہ جب سُہیل سامنے آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دُور سے دیکھ کر فرمایا: اس شخص کو دوبارہ بھیجنے کا مطلب ہے کہ قریش نے صلح کا ارادہ کیا ہے۔

(سیرت الحلبیہ جلد 3 صفحہ 27 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

صلح کا معاہدہ

حدیبیہ کے موقع پر صلح کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس طرح لکھا ہے کہ ”جب سُہَیل بن عمرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا تو آپؐ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا: یہ سُہَیل آتا ہے۔ اب خدا نے چاہا تو معاملہ سہل ہو جائے گا۔“ آسان ہو جائے گا۔ ”بہر حال سُہَیل آیا اور آتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کہ آؤ جی (اب لمبی بحث جانے دو) ہم معاہدہ کے لیے تیار ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم بھی تیار ہیں۔ اور اس ارشاد کے ساتھ ہی آپؐ نے اپنے سیکرٹری (حضرت علیؓ)

کو بلوا لیا۔ (اور چونکہ شرائط پر ایک عمومی بحث پہلے ہو چکی تھی اور تفاصیل نے ساتھ ساتھ طے پانا تھا) اس لیے کاتب کے آتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لکھو" حضرت علیؓ کو فرمایا کہ لکھو۔ خود آپؐ نے لکھوانا شروع کیا۔ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم" سے شروع کیا۔ "سُہَیل صلح کے لیے تو تیار تھا مگر قریش کے حقوق کی حفاظت اور اہل مکہ کے اکرام کے لیے بھی بہت چوکس رہنا چاہتا تھا۔ فوراً بولا یہ رحمٰن کا لفظ کیسا ہے ہم اسے نہیں جانتے۔ جس طرح عرب لوگ ہمیشہ سے لکھتے آئے ہیں اس طرح لکھو یعنی بِاسْمِكَ اَللّٰهُمَّ۔ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم نہیں لکھنا بلکہ بِاسْمِكَ اَللّٰهُمَّ لکھو۔ "دوسری طرف مسلمانوں کے لیے بھی قومی عزت اور مذہبی غیرت کا سوال تھا وہ بھی اس تبدیلی پر فوراً چونک پڑے اور کہنے لگے ہم تو ضرور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ہی لکھیں گے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر مسلمانوں کو خاموش کرا دیا کہ نہیں نہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ جس طرح سُہَیل کہتا ہے اسی طرح لکھ لو۔ چنانچہ بِاسْمِكَ اَللّٰهُمَّ کے الفاظ لکھے گئے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لکھو "یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کیا ہے۔" سُہَیل نے پھر ٹوکا کہ یہ رسول اللہ کا لفظ ہم نہیں لکھنے دیں گے۔ اگر ہم یہ بات مان لیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں تو پھر تو یہ سارا جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے اور ہمیں آپ کو روکنے اور آپ کا مقابلہ کرنے کا کوئی حق نہیں رہتا۔ بس جس طرح ہمارے ہاں طریق ہے صرف یہ الفاظ لکھو کہ محمد بن عبداللہ نے یہ معاہدہ کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آپ لوگ مانیں نہ مانیں میں خدا کا رسول تو ہوں" مگر چونکہ میں محمد بن عبداللہ بھی ہوں اس لیے چلو یہی سہی۔ "اس طرح لکھ لو۔ "لکھو کہ محمدؐ بن عبداللہ نے یہ معاہدہ کیا ہے۔" مگر اس اثنا میں آپ کے کاتب حضرت علیؓ معاہدہ کی تحریر میں "محمد رسول اللہ" کے الفاظ لکھ چکے تھے۔ آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: محمدؐ رسول اللہ کے الفاظ مٹا دو اور ان کی جگہ محمد بن عبداللہ کے الفاظ لکھ دو۔ مگر اس وقت جوش کا عالم تھا حضرت علیؓ نے غیرت میں آکر عرض کیا "یا رسول اللہؐ! میں تو آپ کے نام کے ساتھ سے رسول اللہ کے الفاظ کبھی نہیں مٹاؤں گا۔" آپؐ نے ان کی از خود رفتہ حالت کو دیکھ کر فرمایا اچھا تم نہیں مٹاتے تو مجھے دو میں خود مٹا دیتا ہوں۔ پھر آپؐ نے معاہدہ کا کاغذ (یا جو کچھ بھی وہ تھا) ہاتھ میں لے کر اور حضرت علیؓ سے ان الفاظ کی جگہ پوچھ کر رسول اللہ کے الفاظ اپنے ہاتھ سے کاٹ دیے اور ان کی جگہ ابن عبداللہ کے الفاظ لکھ دیے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 765-764)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اس بات کو اپنی کتاب میں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ "اس کے بعد آپؐ نے لکھوایا کہ "معاہدہ یہ ہے کہ اہل مکہ ہمیں بیت اللہ کے طواف سے نہیں روکیں گے۔" سُہَیل فوراً بولا "خدا کی قسم! اس سال تو یہ ہرگز نہیں ہو سکے گا ورنہ عربوں میں ہماری ناک کٹ جائے گی۔ ہاں اگلے سال آپ لوگ آکر طواف کر سکتے ہیں۔" آپؐ نے فرمایا اچھا یہی لکھو۔ پھر سُہَیل نے اپنی طرف سے لکھایا کہ یہ بھی شرط ہو گی کہ اہل مکہ میں سے کوئی شخص مسلمانوں کے ساتھ جا کر شامل نہیں ہو سکے گا خواہ وہ مسلمان ہو۔ اور اگر ایسا کوئی شخص مسلمانوں کی طرف جائے گا تو اسے واپس لوٹا دیا جائے گا۔ صحابہ نے اس پر شور مچایا کہ سبحان

اللہ! یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک شخص مسلمان ہو کر آئے اور ہم اسے لوٹا دیں۔"
(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 766)

اے ابو جندل! صبر کر

بہر حال یہ معاہدہ لکھوایا جا رہا تھا۔ اسی دوران اچانک حضرت اَبُوجَنْدَلؓ بن سُہَیل آ گئے۔ ان کے پاؤں میں زنجیریں تھیں۔ وہ مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقے سے نکلے اور خود کو مسلمانوں کے سامنے پھینک دیا۔ سُہَیل جو معاہدہ لکھوا رہا تھا اس کے بیٹے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کے باپ سُہَیل نے ان کو زنجیروں میں باندھ کر قید رکھا ہوا تھا اور وہ قید خانے سے نکل کر عام راستے سے بچتے ہوئے پہاڑوں پر سے ہوتے ہوئے حدیبیہ آ گئے تھے۔ مسلمان انہیں خوش آمدید کہنے لگے اور مبارکباد دینے لگے۔ جب حضرت اَبُوجَنْدَلؓ کے باپ سُہَیل نے انہیں دیکھا تو ان کی طرف کھڑا ہوا اور ان کے چہرے پر کانٹے دار ٹہنی ماری اور گریبان سے پکڑ لیا۔ پھر کہنے لگا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ پہلا معاملہ ہے جس کے بارے مَیں نے آپ کے ساتھ معاہدہ کیا ہے۔ اب تم اس کو واپس کر دو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی تک صلح نامہ مکمل نہیں ہوا تو سُہَیل نے کہا اللہ کی قسم! تب میں کسی چیز پر بھی آپ سے صلح نہیں کروں گا۔ پھر آپؐ نے کہا آپ اس کو میرے لیے چھوڑ دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارش کی کہ اچھا میرے لیے چھوڑ دو اس کو۔ سُہَیل نے کہا میں اس کو کسی صورت چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ آپؐ نے کہا نہیں تم اسے چھوڑ دو۔ دوبارہ کہا۔ سُہَیل نے کہا میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ مِکرِز بن حفص اور حُویطِب بن عبد العزّٰی جو اس کے ساتھ تھے انہوں نے کہا کہ ہم نے اس کو آپ کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ دونوں نے حضرت اَبُوجَنْدَلؓ کو پکڑ کر ایک خیمہ میں داخل کر دیا اور اس کو اجازت دے دی لیکن اس کے باپ سُہَیل نے انکار کر دیا۔ حضرت اَبُوجَنْدَلؓ نے کہا اے مسلمانوں کے گروہ! کیا اب مجھے مشرکین کی طرف لوٹا دیا جائے گا حالانکہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ تم ان مصیبتوں کو نہیں دیکھتے جو مجھے پیش آئی ہیں اور مجھے سخت عذاب دیا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز بلند کر کے فرمایا

اے ابو جندل! صبر کر اور ثواب کی امید رکھ۔ بیشک اللہ تعالیٰ تیرے لیے اور تیرے کمزور ساتھیوں کے لیے کشادگی اور نجات کا راستہ پیدا کر دے گا۔ ہم نے قوم کے ساتھ صلح کا معاہدہ کیا ہے اور ہم نے ان کو اور انہوں نے ہم کو عہد دیا ہے اور ہم دھوکا نہیں کرتے۔

(سبل الهدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 56-55 دار الکتب العلمیة بیروت)

اس موقع پر حضرت عمرؓ کے جوش و خروش کا ذکر بھی ملتا ہے۔ لکھا ہے کہ مسلمانوں نے ان شرائط کو ناپسند کیا اور غضبناک ہو گئے۔ سُہَیل نے ان شرائط کے علاوہ سے صلح کا انکار کر دیا۔ جب انہوں نے صلح طے کر لی تو صرف لکھنا باقی تھا کہ عمر بن خطابؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے اور کہا یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور وہ کافر باطل پر نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں! تو انہوں نے کہا کہ کیا ہمارے مقتول جنت میں نہیں اور ان کے مقتول آگ میں نہیں؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں! تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہم حدیبیہ کے دن جو صلح کر رہے ہیں تو اپنے دین سے متعلق ایسی ذلت کیوں برداشت کریں۔ کیا ہم یہاں سے یونہی لوٹ

جائیں یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ نہ کر دے۔ بغیر لڑے چلے جائیں بغیر حق لیے چلے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَیں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں اور میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ اور وہ میری مدد کرنے والا ہے۔ تو عمر بن خطاب نے کہا کیا آپ نے ہم کو نہیں بتایا تھا کہ ہم بیت اللہ میں عنقریب آئیں گے اور بیت اللہ کا طواف کریں گے؟ تو آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں! کیا میں نے تمہیں یہ بتایا تھا کہ تم اس سال آؤ گے؟ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں۔ پھر فرمایا: بیشک تم بیت اللہ آؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ پھر حضرت عمرؓ غصہ کی حالت میں حضرت ابو بکرؓ کی طرف گئے اور صبر نہیں کیا۔ کہنے لگے اے ابو بکر! کیا یہ اللہ کے نبی حق پر نہیں ہیں؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کیوں نہیں! پھر حضرت عمرؓ نے کہا کیا وہ باطل پر اور ہم حق پر نہیں ہیں؟ کیا ہمارے مقتولین جنت میں اور ان کے مقتولین جہنم میں نہیں جائیں گے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کیوں نہیں! اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: پھر کیوں ہم اپنے دین میں کمزوری اختیار کریں اور ہم اس حال میں واپس لوٹ جائیں کہ اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ نہیں کیا تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ وہ اللہ کے رسولؐ ہیں اور اپنے ربّ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اور اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے والا ہے۔ پھر حضرت عمرؓ کو کہا کہ پس تُو اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ساتھ مرتے دم تک منسلک رکھ۔ اللہ کی قسم! وہ حق پر ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ کہا وہ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسولؐ ہیں۔ پھر کہا کیا وہ ہم سے بیان نہیں کرتے تھے کہ عنقریب ہم بیت اللہ آئیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا کیوں نہیں! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں یہ خبر دی تھی کہ اسی سال طواف کرو۔ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں۔ تو حضرت ابو بکر نے کہا کہ تو تم ضرور بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ بہرحال حضرت عمرؓ پر یہ شرائط بہت گراں گزریں۔

بخاری میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عمرؓ نے بیان کیا کہ اللہ کی قسم! جب سے میں اسلام لایا تو میں نے کبھی شک نہیں کیا سوائے حدیبیہ کے دن کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کا جواب دیتا رہا۔ یعنی کہ میں کبھی آگے سے بولا نہیں تھا لیکن اس وقت بولتا رہا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جَرَّاحؓ نے کہا اے ابن خطاب! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو کیوں نہیں سنتا جو وہ کہتے ہیں۔ تُو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگ اور اپنی رائے درست کر۔ حضرت عمرؓ نے کہا پھر میں اللہ کی پناہ طلب کرنے لگا۔ مجھے اتنی شرم کبھی بھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ پھر میں نیک اعمال بھی کرتا رہا تا کہ اس گناہ کی معافی ہو سکے جو میں نے حکم بجالانے میں ابتدا میں توقف کیا تھا۔ میں اس گفتگو کی وجہ سے جو میں نے حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کی تھی صدقہ کرتا رہا، روزے رکھتا رہا اور غلام آزاد کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے امید ہو گئی کہ اب خیر ہو گی۔ یعنی کہ احساس ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اب بخش دے گا۔

(سبل الهدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 53-52 دار الکتب العلمیة بیروت)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ”ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے تم کو بہت حکم دیئے مگر میں نے تم

سے مخلص ترین لوگوں کے اندر بھی بعض دفعہ احتجاج کی روح دیکھی مگر ابو بکرؓ کے اندر میں نے یہ روح کبھی نہیں دیکھی۔" حضرت ابو بکرؓ کی یہ صفت بیان کی کہ کبھی انہوں نے میری بات کا انکار نہیں کیا، چاہے پسند ہے یا نہیں ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ "چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا انسان بھی گھبرا گیا اور وہ اسی گھبراہٹ کی حالت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے اور کہا کہ کیا ہمارے ساتھ خدا کا یہ وعدہ نہیں تھا کہ ہم عمرہ کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں خدا کا وعدہ تھا۔ انہوں نے کہا کیا خدا کا ہمارے ساتھ یہ وعدہ نہیں تھا کہ وہ ہماری تائید اور نصرت کرے گا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں تھا۔ انہوں نے کہا تو پھر کیا ہم نے عمرہ کیا؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا عمرؓ! خدا نے کب کہا تھا کہ ہم اسی سال عمرہ کریں گے؟ پھر انہوں نے کہا کہ کیا ہم کو فتح و نصرت حاصل ہوئی؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا خدا اور اس کا رسول فتح و نصرت کے معنے ہم سے بہتر جانتے ہیں مگر عمر کی اس جواب سے تسلی نہ ہوئی اور وہ اسی گھبراہٹ کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا خدا کا ہم سے یہ وعدہ نہ تھا کہ ہم مکہ میں طواف کرتے ہوئے داخل ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے عرض کیا کہ کیا ہم خدا کی جماعت نہیں؟ اور کیا خدا کا ہمارے ساتھ فتح و نصرت کا وعدہ نہیں تھا؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں، تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا تو یا رسول اللہ! کیا ہم نے عمرہ کیا؟ آپ نے فرمایا کہ خدا نے کب کہا تھا کہ ہم اسی سال عمرہ کریں گے۔ یہ تو میرا خیال تھا کہ اس سال عمرہ ہو گا۔ خدا نے تو کوئی تعیین نہیں کی تھی۔ انہوں نے کہا تو پھر فتح و نصرت کے وعدے کے کیا معنے ہوئے؟" حضرت عمرؓ نے یہ سوال کیا۔ "آپؐ نے فرمایا نصرت خدا کی ضرور آئے گی اور جو وعدہ اس نے کیا ہے وہ بہر حال پورا ہو گا۔ گویا جو جواب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا تھا وہی جواب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا۔" (خطبات محمود جلد 20 صفحہ 382)

حضرت عمرؓ کے بارے میں یہ مختلف روایات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے اور اپنے جذبات کا اظہار کرنے اور حضرت ابو بکر کے پاس جا کر یہی بات کرنے کی ملتی ہیں۔ ترتیب مختلف ہے جیسے پہلے بیان کی اور اب بیان کی لیکن واقعہ بہر حال ایک ہی ہے اور اس واقعہ کی صداقت پر ان کے آگے پیچھے ہونے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔

صلح کے معاہدے کی تحریر کے بارے میں سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ "بہر حال بڑی رَدّوکَدْ کے بعد یہ معاہدہ تکمیل کو پہنچا اور قریباً ہر امر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کو چھوڑ کر قریش کا مطالبہ مان لیا اور خدائی منشاء کے ماتحت اپنے اس عہد کو پوری وفاداری کے ساتھ پورا کیا کہ بیت اللہ کے اکرام کی خاطر قریش کی طرف سے جو مطالبہ بھی ہو گا اسے مان لیا جائے گا اور بہر صورت حرم کے احترام کو قائم رکھا جائے گا اس معاہدہ کی شرائط حسب ذیل تھیں:۔

1۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھی اس سال واپس چلے جائیں۔

2۔ آئندہ سال وہ مکہ میں آکر رسم عمرہ ادا کر سکتے ہیں مگر سوائے نیام میں بند تلوار کے کوئی ہتھیار ساتھ نہ ہو اور مکہ میں تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں۔

3۔ اگر کوئی مرد مکہ والوں میں سے مدینہ جائے تو خواہ وہ مسلمان ہی ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے

مدینہ میں پناہ نہ دیں اور واپس لوٹا دیں۔ چنانچہ اس تعلق میں صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں کہ لَا يَأْتِيكَ مِنَّا رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ عَلٰى دِيْنِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا۔ یعنی 'ہم میں سے اگر کوئی مرد آپ کے پاس جائے تو آپ اسے واپس لوٹا دیں گے' لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ کو چھوڑ کر مکہ میں آجائے تو اسے واپس نہیں لوٹایا جائے گا۔'' انہوں نے اپنی شرط منوالی کہ مسلمان ہو کے اگر کوئی مدینہ جاتا ہے تو واپس ہو گا لیکن اگر مسلمان کسی طرح مکہ میں آجائے اور پکڑا جائے تو وہ واپس نہیں لوٹایا جائے گا۔'' اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر مکہ والوں میں سے کوئی شخص اپنے ولی یعنی گارڈین (guardian) کی اجازت کے بغیر مدینہ آجائے تو اسے واپس لوٹا دیا جائے گا۔

4۔ قبائل عرب میں سے جو قبیلہ چاہے مسلمانوں کا حلیف بن جائے اور جو چاہے اہل مکہ کا۔''

اور پانچویں شرط یہ تھی کہ ''5۔ یہ معاہدہ فی الحال دس سال تک کے لیے ہو گا اور اس عرصہ میں قریش اور مسلمانوں کے درمیان جنگ بند رہے گی۔''

صلح حدیبیہ کے گواہ کے بارے میں تفصیل اس طرح ہے کہ ''اس معاہدہ کی دو نقلیں کی گئیں اور بطور گواہ کے فریقین کے متعدد معززین نے ان پر اپنے دستخط ثبت کیے۔ مسلمانوں کی طرف سے دستخط کرنے والوں میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ (جو اس وقت تک مکہ سے واپس آچکے تھے) عبد الرحمن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ اور ابو عبیدہؓ تھے۔ معاہدہ کی تکمیل کے بعد سُہَیل بن عمرو معاہدہ کی ایک نقل لے کر مکہ کی طرف واپس لوٹ گیا اور دوسری نقل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہی۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 769-768)

صحابہؓ میں اضطراب کا بھی ذکر ملتا ہے جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ جب آپؐ اس تحریر کے قضیہ سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ اٹھو اپنے اونٹوں کو ذبح کرو۔ پھر سر منڈواؤ۔ تو ان میں سے کوئی ایک بھی کھڑا نہ ہوا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بات تین دفعہ کہی۔

(سبل الهدى والرشاد جلد 5 صفحہ 56 دار الكتب العلمية بيروت)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ''جب سُہَیل واپس جا چکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ **'لو اب اٹھو اور یہیں اپنی قربانیاں ذبح کر کے** سروں کے بال منڈوا دو۔ (قربانی کے بعد سر کے بالوں کو منڈوایا یا کتروایا جاتا ہے) اور واپسی کی تیاری کرو' مگر صحابہ کو اس بظاہر رسوا کن معاہدہ کی وجہ سے سخت صدمہ تھا اور ساتھ ہی جب انہیں اس طرف خیال جاتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایک خواب کی بنا پر یہاں لائے تھے اور اللہ تعالیٰ نے خواب میں طواف بیت اللہ کا نظارہ بھی دکھایا تھا تو ان کی طبیعت'' صحابہ کی طبیعت ''بہت ہی مضمحل ہونے لگتی اور وہ قریباً بے جانوں کی طرح بے حس و حرکت پڑے تھے۔ انہیں خدا کے رسول پر پورا پورا ایمان تھا اور اس کے وعدہ پر بھی کامل یقین تھا مگر لوازمات بشریت کے ماتحت'' بشری تقاضے ہیں ''ان کے دل اس ظاہری ناکامی پر غموں سے نڈھال تھے۔'' فوری ری ایکشن یہ تھا۔ ''اس لیے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ فرمایا کہ اب یہیں قربانی کے جانور ذبح کر دو۔'' مکہ میں ہم داخل ہوئے ہیں یا نہیں، کعبہ میں گئے ہیں یا نہیں، طواف کیا ہے یا نہیں۔

یہاں بیٹھے ہیں قربانی کر دو" اور واپس لوٹ چلو تو کسی صحابی نے سامنے سے حرکت نہ کی۔" کوئی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ جو قربانیاں کرنے لائے تھے سب بیٹھے رہے۔ "اس لیے نہیں کہ وہ نعوذ باللہ اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمان تھے کیونکہ صحابہ سے بڑھ کر دنیا کے پردے پر کوئی فرمانبردار جماعت نہیں گزری۔ پس ان کی طرف سے یہ عدم تعمیل بغاوت یا نافرمانی کے رنگ میں نہ تھی بلکہ اس لیے تھی کہ غم اور ظاہری ذلت کے احساس نے انہیں اتنا نڈھال کر رکھا تھا کہ وہ گویا سنتے ہوئے نہ سنتے تھے اور دیکھتے ہوئے بھی ان کی آنکھیں کام نہ کرتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد کو دوبارہ، سہ بارہ دہرایا مگر کسی صحابی نے سامنے سے حرکت نہ کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا صدمہ ہوا" کہ میرے حکم پر کوئی عمل نہیں کر رہا۔" اور آپؐ خاموش ہو کر اپنے خیمہ کے اندر تشریف لے گئے۔ اندرونِ خیمہ آپؐ کی حرم محترم حضرت ام سَلَمہؓ جو ایک نہایت زیرک خاتون تھیں یہ سارا نظارہ دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے اپنے مؤقّر اور محبوب خاوند کو فکر مند حالت میں اندر آتے دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے آپؐ کے فکر و تشویش کی تفاصیل معلوم کیں تو ہمدردی اور محبت کے انداز میں عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ رنج نہ فرمائیں۔ آپ کے صحابہ خدا کے فضل سے نافرمان نہیں۔ مگر اس صلح کی شرائط نے انہیں غم سے دیوانہ بنا رکھا ہے۔ پس میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ ان سے کچھ نہ فرمائیں بلکہ خاموشی کے ساتھ باہر جا کر اپنے قربانی کے جانور کو ذبح فرما دیں اور اپنے سر کے بالوں کو منڈوا دیں۔ پھر آپ کے صحابہ خود بخود آپ کے پیچھے ہو لیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تجویز پسند آئی اور آپؐ نے باہر تشریف لا کر بغیر کچھ کہے اپنے قربانی کے جانور کو ذبح کر کے اپنے سر کے بال منڈوانے شروع کر دیے۔

صحابہؓ نے یہ منظر دیکھا تو جس طرح ایک سویا ہوا شخص کوئی شور وغیرہ سن کر اچانک بیدار ہوتا ہے وہ چونک کر اٹھ کھڑے ہوئے اور دیوانہ وار اپنے جانوروں کو ذبح کرنا شروع کر دیا اور ایک دوسرے کے سر کے بال مونڈنے لگے۔ مگر غم نے اس قدر بے چین کر رکھا تھا کہ راوی بیان کرتا ہے کہ اس وقت ایسا عالم تھا کہ ڈر تھا کہ مسلمان کہیں ایک دوسرے کے بال مونڈتے مونڈتے ایک دوسرے کا گلا ہی نہ کاٹ دیں۔

بہرحال حضرت ام سلمہؓ کی تجویز کارگر ہوئی اور جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے الفاظ وقتی طور پر ناکام رہے تھے آپؐ کے عمل نے سوئے ہوؤں کو چونکا کر بیدار کر دیا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 770-769)

یہ حوالہ بھی سیرت خاتم النبیینؐ کا ہے۔

چنانچہ جب حُدَیبیہ مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کے اونٹ کو ذبح کر دیا تو قربانی کے جانوروں میں سے ابوجہل کا اونٹ جو بدر کے مال غنیمت میں سے تھا اس وقت بھاگ گیا جب وہ چَر رہا تھا۔ وہ چھوڑا ہوا تھا چلا گیا اور اس کو ہار پہنایا گیا تھا اور اس کا اِشعار کیا گیا۔ وہ کچھ عرصہ کے لیے دوڑ گیا لیکن بہرحال آخر میں اس وقت پکڑا گیا تو قربانی کے لیے لایا گیا تھا۔ آپؐ نے اس اونٹ کو سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کیا۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستّر جانوروں کو ذبح کیا۔ ایک جانور سات آدمیوں کی طرف سے تھا اور اس دن ہم چودہ سو آدمی تھے۔ قربانی کرنے والے لوگوں سے زیادہ وہ لوگ تھے

جنہوں نے قربانی نہیں کی تھی۔ اتنی حیثیت نہیں تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرم سے باہر مقیم تھے لیکن نمازیں حرم میں ادا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلم قبیلہ کے ایک آدمی کے ہاتھ اپنے قربانی کے جانوروں میں سے بیس جانور بھیجے تا کہ وہ ان جانوروں کو مَرُوَہ کے قریب ذبح کر دے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانوروں کو ذبح کرنے سے فارغ ہو گئے تو خیمے میں تشریف لے گئے اور حضرت خِرَاشْ بن اُمَیّہؓ کو بلایا اور اپنے سر کا حلق کروایا اور اپنے بالوں کو ایک جانب میں سبز خاردار درخت کے اوپر ڈال دیا۔ لوگ درخت کے اوپر سے بال اٹھانے لگے اور آپس میں تقسیم کرنے لگے۔ حضرت اُمِّ عُمَارہؓ نے آپؐ کے کچھ بال لیے۔ وہ مریض کے لیے انہیں پانی میں ڈالتیں اور مریض کو بھی علاج کے لیے پلاتیں۔ تو کہتے ہیں کہ جن کا علاج کیا جاتا ان میں سے بعض مریض تندرست ہو جاتے تھے۔ ان میں برکت تھی۔ صحابہؓ میں سے بعض بعض کا سر مونڈنے لگے۔ بعض نے بال منڈوائے اور بعض نے بال کتروائے جن میں حضرت عثمانؓ اور حضرت ابو قتادہؓ بھی شامل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر خیمہ سے باہر نکالا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں پر رحم کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ اور قصر کروانے والے۔ یعنی کٹوانے والوں سے؟ تو تین دفعہ آپؐ نے فرمایا اللہ سر منڈوانے والوں پر رحم کرے اور چوتھی مرتبہ فرمایا اور قصر کرنے والوں یعنی بال کتروانے والوں پر بھی رحم کرے۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں انیس (19) دن تک مقیم رہے اور کہا جاتا ہے کہ بیس (20) راتیں قیام کیا۔ محمد بن عمر واقدی اور ابن سعد نے اس کا ذکر کیا ہے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 57 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیرت الحلبیہ جلد 3 صفحہ 34 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

فتح مبین

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ”قربانی وغیرہ سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف واپسی کا حکم دیا۔ اس وقت آپؐ کو حدیبیہ میں آئے کچھ کم بیس یوم ہو چکے تھے۔ جب آپؐ واپسی سفر میں عُسفَان کے قریب کُرَاعُ الغَمِیم میں پہنچے اور یہ رات کا وقت تھا تو اعلان کرا کے صحابہ کو جمع کروایا اور فرمایا کہ آج رات مجھ پر ایک سورۃ نازل ہوئی ہے جو **مجھے دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ محبوب** ہے اور وہ یہ ہے:۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۔ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۔ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ... ” یہ دوسے چار تک آیتیں ہیں سورت فتح کی۔ پھر اٹھائیسویں آیت بھی اس کے بارے میں ہے کہ ” لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا (الفتح: 2 تا 4 و 28)

یعنی ’اے رسول! ہم نے تجھے ایک عظیم الشان فتح عطا کی ہے تا کہ ہم تیرے لیے ایک ایسے دور کا آغاز

کرا دیں جس میں تیری اگلی اور پچھلی سب کمزوریوں پر مغفرت کا پردہ پڑ جائے اور تا خدا اپنی نعمت کو تجھ پر کامل کرے اور تیرے لیے کامیابی کے سیدھے رستے کھول دے اور ضرور خدا تعالیٰ تیری زبردست نصرت فرمائے گا... حق یہ ہے کہ خدا نے اپنے رسول کی اس خواب کو پورا کر دیا جو اس نے رسول کو دکھائی تھی۔ کیونکہ اب تم انشاء اللہ ضرور ضرور امن کی حالت میں مسجد حرام میں داخل ہو گے اور قربانیوں کو خدا کی راہ میں پیش کر کے اپنے سر کے بالوں کو منڈواؤ گے یا کتراؤ گے اور تم پر کوئی خوف نہیں ہو گا۔ یعنی اگر تم اس سال مکہ میں داخل ہو جاتے تو یہ داخلہ امن کا نہ ہوتا بلکہ جنگ اور خون ریزی کا داخلہ ہوتا مگر خدا نے خواب میں امن کا داخلہ دکھایا تھا۔ اس لیے خدا نے اس سال معاہدہ کے نتیجہ میں امن کی صورت پیدا کر دی اور اب عنقریب تم خدا کی دکھائی ہوئی خواب کے مطابق امن کی حالت میں مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

جب آپؐ نے یہ آیات صحابہ کو سنائیں تو چونکہ بعض صحابہؓ کے دل میں ابھی تک صلح حدیبیہ کی تلخی باقی تھی وہ حیران ہوئے کہ ہم تو بظاہر ناکام ہو کر واپس جا رہے ہیں اور خدا ہمیں فتح کی مبارک باد دے رہا ہے حتّٰی کہ بعض جلد باز صحابہؓ نے اس قسم کے الفاظ بھی کہے کہ کیا یہ فتح ہے کہ ہم طواف بیت اللہ سے محروم ہو کر واپس جا رہے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپؐ نے بہت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ایک مختصر سی تقریر میں جوش کے ساتھ فرمایا: ”یہ بہت بیہودہ اعتراض ہے کیونکہ غور کیا جائے تو واقعی حدیبیہ کی صلح ہمارے لیے ایک بڑی بھاری فتح ہے۔“

فرمایا کہ ”قریش جو ہمارے خلاف میدان جنگ میں اترے ہوئے تھے انہوں نے خود جنگ کو ترک کر کے امن کا معاہدہ کر لیا ہے اور آئندہ سال ہمارے لیے مکہ کے دروازے کھول دینے کا وعدہ کیا ہے اور ہم امن و سلامتی کے ساتھ اہل مکہ کی فتنہ انگیزیوں سے محفوظ ہو کر اور آئندہ فتوحات کی خوشبو پاتے ہوئے واپس جا رہے ہیں۔ پس یقیناً یہ ایک عظیم الشان فتح ہے۔ کیا تم لوگ ان نظاروں کو بھول گئے کہ یہی قریش اُحُد اور احزاب کی جنگوں میں کس طرح تمہارے خلاف چڑھائیاں کر کر کے آئے تھے۔ اور یہ زمین باوجود فراخی کے تم پر تنگ ہو گئی تھی اور تمہاری آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور کلیجے منہ کو آتے تھے۔ مگر آج یہی قریش تمہارے ساتھ امن وامان کا معاہدہ کر رہے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم سمجھ گئے۔ ہم سمجھ گئے۔ جہاں تک آپؐ کی نظر پہنچی ہے وہاں تک ہماری نظر نہیں پہنچتی۔ مگر اب ہم نے سمجھ لیا ہے کہ واقعی یہ معاہدہ ہمارے لیے ایک بھاری فتح ہے۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے 770 تا 772)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ

”حدیبیہ کے قصہ کو خدا تعالیٰ نے فتح مبین کے نام سے موسوم کیا ہے اور فرمایا ہے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا۔ (الفتح:2) وہ فتح اکثر صحابہؓ پر بھی مخفی تھی بلکہ بعض منافقین کے ارتداد کی موجب ہوئی مگر دراصل وہ فتح مبین تھی۔ گو اس کے مقدمات نظری اور عمیق تھے۔“

(انوار الاسلام، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 90)

علامہ بَلَاذُرِی نے لکھا ہے کہ صلح کے بہت سے نتائج اور ثمرات ظاہر ہوئے۔ بالآخر مکہ مکرمہ فتح ہوا۔

سارے مکہ والے اسلام میں داخل ہو گئے۔ لوگ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس صلح سے قبل لوگ باہم مل نہیں سکتے تھے نہ ان کے سامنے آپؐ کا معاملہ عیاں تھا۔ ان کے پاس ایسا شخص نہ آتا جو تفصیل سے آپؐ کے حالات بتاتا۔

جب صلح حدیبیہ ہوئی تو لوگ باہم ایک دوسرے سے ملے۔ مشرکین مدینہ آئے۔ مسلمان مکہ گئے۔ وہ اپنے اہل خانہ دوستوں اور خیر خواہوں سے ملے۔ ان سے حضور اکرمؐ کے ارشادات اور معجزات کا ذکر سنا۔ نبوت کی علامتیں جانیں۔ آپ کی حسن سیرت اور اسوہ حسنہ سے آگاہ ہوئے۔ بہت سے امور کا بنظر خود جائزہ لیا تو ان کے نفس ایمان کی طرف مائل ہوئے حتی کہ بہت سے لوگوں نے ایمان لانے کی طرف جلدی کی اور صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان اسلام لے آئے۔ دوسروں کا اسلام کی طرف میلان ہو گیا حتی کہ مکہ کے روز سارے ایمان لے آئے۔ اہل عرب قریش کے اسلام لانے کے ہی منتظر تھے۔ جب قریش ایمان لے آئے تو سارا عرب ایمان لے آیا۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 80 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صلح حدیبیہ کی ہے تو صلح حدیبیہ کے مبارک ثمرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں کو آپ کے پاس آنے کا موقع ملا اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنیں تو ان میں صدہا مسلمان ہو گئے۔

جب تک انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں نہ سنی تھیں ان میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک دیوار حائل تھی جو آپؐ کے حُسن و جمال پر ان کو اطلاع نہ پانے دیتی تھی اور جیسا دوسرے لوگ کذاب کہتے تھے (معاذ اللہ) وہ بھی کہہ دیتے تھے اور ان فیوض و برکات سے بے نصیب تھے جو آپؐ لے کر آئے تھے اس لیے کہ دُور تھے۔ لیکن جب وہ حجاب اٹھ گیا اور پاس آکر دیکھا اور سنا تو وہ محرومی نہ رہی اور سعیدوں کے گروہ میں داخل ہو گئے۔“ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 371۔ ایڈیشن 2022ء)

باقی انشاء اللہ آئندہ۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 20/ دسمبر 2024ء جلد 31 شمارہ 203 صفحہ 02 تا 06)

49

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 06/ دسمبر 2024ء بمطابق 06/ فتح 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

صلح حدیبیہ کے ذکر میں آج بھی کچھ مزید تفصیل بیان کروں گا۔

سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ”معاہدوں میں رخنے رہ جایا کرتے ہیں جو بعض اوقات بعد میں اہم نتائج کا باعث بن جاتے ہیں۔ چنانچہ صلح حدیبیہ میں بھی یہ رخنہ رہ گیا تھا کہ اس میں گو مسلمان مردوں کی واپسی کے متعلق صراحتاً ذکر تھا مگر ایسی عورتوں کا کوئی ذکر نہیں تھا جو اہلِ مکہ میں سے اسلام قبول کر کے مسلمانوں میں آ ملیں۔ مگر جلد ہی ایسے حالات رونما ہونے لگے جن سے کفار مکہ پر اس رخنہ کا وجود کھلے طور پر ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ ابھی اس معاہدہ پر بہت تھوڑا وقت گزرا تھا کہ مکہ سے بعض مسلمان عورتیں کفار کے ہاتھ سے چھٹ کر مدینہ میں پہنچ گئیں۔ ان میں سب سے اوّل نمبر پر مکہ کے ایک فوت شدہ مشرک رئیس عقبہ ابن ابی معیط کی لڑکی ام کلثوم تھی جو ماں کی طرف سے حضرت عثمانؓ بن عفان کی بہن بھی لگتی تھی۔ ام کلثوم بڑی ہمت دکھا کر پاپیادہ مدینہ پہنچی۔“ اتنا لمبا سفر اس عورت نے پیدل کیا۔ ”اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ مگر اس کے پیچھے پیچھے اس کے دو قریبی رشتہ دار بھی اس کے پکڑنے کے لیے پہنچ گئے اور اس کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ ان لوگوں کا دعویٰ یہ تھا کہ (گو معاہدہ میں مرد کا لفظ استعمال ہوا ہے مگر) دراصل معاہدہ عام ہے اور عورت مرد دونوں پر مساوی اثر رکھتا ہے۔ مگر امِ کلثوم معاہدہ کے الفاظ کے علاوہ اس بنا پر بھی عورتوں کے معاملہ میں استثناء کی مدعی تھی کہ عورت ایک کمزور جنس سے تعلق رکھتی ہے اور ویسے بھی وہ مرد کے مقابلہ پر ایک ماتحت پوزیشن میں ہوتی ہے اس لیے اسے واپس کرنا گویا روحانی موت کے منہ میں دھکیلنا اور اسلام سے محروم کرنا ہے۔ پس عورتوں کا اس معاہدہ سے مستثنیٰ سمجھا جانا نہ صرف عین معاہدہ کے مطابق بلکہ عقلاً بھی قرین انصاف اور ضروری تھا۔ اس لیے طبعاً اور انصافاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امِ کلثوم کے حق میں فیصلہ فرمایا اور اس کے رشتہ داروں کو واپس لوٹا دیا اور خدا تعالیٰ نے بھی اس فیصلہ کی تائید فرمائی۔ چنانچہ انہی دنوں میں یہ قرآنی آیات نازل ہوئیں کہ جب کوئی عورت اسلام کا اِدّعا کرتی ہوئی مدینہ میں آئے تو اس کا اچھی طرح سے امتحان کرو اور اگر وہ نیک بخت اور مخلص ثابت ہو تو پھر اسے کفار کی طرف ہرگز نہ لوٹاؤ، لیکن اگر وہ شادی شدہ ہو تو اس کا مہر اس کے مشرک خاوند کو ضرور ادا کر دو۔ اس کے بعد جب بھی کوئی عورت مکہ سے نکل کر مدینہ میں پہنچتی تھی تو اس کا اچھی طرح سے امتحان لیا جاتا تھا اور اس کی نیت اور اخلاص کو اچھی طرح پرکھا جاتا تھا۔ پھر جو عورتیں نیک نیت اور مخلص ثابت ہوتی تھیں اور ان کی ہجرت میں کوئی دنیوی یا نفسانی

غرض نہیں پائی جاتی تھی تو انہیں مدینہ میں رکھ لیا جاتا تھا اور اگر وہ شادی شدہ ہوتی تھیں تو ان کا مہر اُن کے خاوندوں کو ادا کر دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد وہ مسلمانوں میں شادی کرنے کے لیے آزاد ہوتی تھیں۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 773-772)

معاہدے کی شرائط کے ضمن میں ہی ایک واقعہ کا **ذکر ملتا ہے جو حضرت ابو بصیر کا** ہے۔ اس کی تفصیل بھی یوں بیان ہوئی ہے کہ "معاہدہ حدیبیہ کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ تھی کہ اگر قریش میں سے کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ کی طرف آوے تو مدینہ والے اسے پناہ نہیں دیں گے بلکہ واپس لوٹا دیں گے لیکن اگر کوئی مسلمان اسلام سے منحرف ہو کر مکہ کا رخ کرے تو مکہ والے اسے واپس نہیں کریں گے۔ بظاہر یہ شرط مسلمانوں کے لیے موجبِ ہتک سمجھی گئی تھی اور اسی لیے کئی مسلمان اس پر دل برداشتہ تھے۔ حتّٰی کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر اور فہیم صحابی کو بھی اس وقت کی برق زدہ فضا میں "یعنی اس ماحول میں لوگوں کے اس فیصلے سے دل جل رہے تھے، بجلی پڑی ہوئی تھی کہ ہم اپنا حق چھوڑ رہے ہیں۔" اس شرط پر ناراضگی اور بے چینی پیدا ہوئی تھی۔ مگر اس کے بعد جلد ہی ایسے حالات پیدا ہو گئے جن سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ دراصل یہ شرط قریش کے لیے کمزوری کا باعث اور مسلمانوں کی مضبوطی کا موجب تھی۔ کیونکہ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں ہی فرما دیا تھا اگر کوئی مسلمان مدینہ سے منحرف ہو کر جائے گا تو وہ ایک گندا عضو ہو گا"۔ منافق یا ایسے لوگ جن کے دلوں میں کجی تھی وہی اسلام لا کے پھر چھوڑ سکتے تھے، مرتد ہوتے تھے۔ اس لیے اگر وہ جاتا ہے تو بیشک جائے۔ کیا ضرورت ہے اسے واپس مدینہ لانے کی۔ اس لیے آپ نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ٹھیک ہے ہمیں اس پہ کوئی اعتراض نہیں کیونکہ وہ ایک گندا عضو ہے "جس کا کاٹا جانا ہی بہتر تھا۔ لیکن اس کے مقابل پر اگر کوئی شخص سچے دل سے مسلمان ہو کر مکہ سے نکلے گا تو خواہ اسے مدینہ میں جگہ ملے یا نہ ملے وہ جہاں بھی رہے گا اسلام کی مضبوطی کا باعث ہو گا اور بالآخر اللہ اس کے لیے کوئی نہ کوئی رستہ کھول دے گا۔

اس نظریہ نے جلد ہی اپنی صداقت کو ثابت کر دیا کیونکہ ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں تشریف لائے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ایک شخص ابو بصیر عُتْبہ بن اُسَید ثَقَفِی جو مکہ کا رہنے والا تھا اور قبیلہ بنو زُہرَہ کا حلیف تھا مسلمان ہو کر اور مکہ والوں کی حراست سے بھاگ کر مدینہ پہنچا۔ قریش مکہ نے اس کے پیچھے پیچھے اپنے دو آدمی بھجوائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ ابو بصیر کو معاہدہ کی شرائط کے مطابق ان کے حوالہ کر دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بصیر کو بلایا اور واپس چلے جانے کا حکم دیا۔ ابو بصیر نے سامنے سے واویلا کیا" شور مچانے لگ گیا "کہ مَیں مسلمان ہوں اور یہ لوگ مجھے مکہ میں تنگ کریں گے اور اسلام سے منحرف ہو جانے کے لیے جبر سے کام لیں گے۔ آپ نے فرمایا "ہم معاہدہ کی وجہ سے معذور ہیں اور تمہیں یہاں نہیں رکھ سکتے اور اگر تم خدا کی رضا کی خاطر صبر سے کام لو گے تو خدا خود تمہارے لیے کوئی رستہ کھول دے گا مگر ہم مجبور ہیں اور کسی صورت میں معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معاہدوں پر کتنی پابندی تھی! "ناچار ابو بصیر ان لوگوں کے ساتھ واپس روانہ ہو گیا مگر چونکہ اس کے دل میں اس بات کی سخت دہشت تھی کہ مکہ میں پہنچ کر اس پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے جائیں گے

اور اسے اسلام جیسی نعمت کو چھپا کر رکھنا پڑے گا بلکہ شاید جبر و تشدد کی وجہ سے اس سے ہاتھ ہی دھونا پڑے۔ اس لیے جب یہ پارٹی ذوالحلیفہ میں پہنچی جو مدینہ سے چند میل کے فاصلہ پر مکہ کے رستہ پر ہے تو ابو بصیر نے موقع پاکر اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو جو اس پارٹی کا رئیس تھا قتل کر دیا اور قریب تھا کہ دوسرے کو بھی نشانہ بنائے مگر وہ اپنی جان بچا کر اس طرح بھاگا کہ ابو بصیر سے پہلے مدینہ پہنچ گیا۔ پیچھے پیچھے ابو بصیر بھی مدینہ میں آ پہنچا۔ جب یہ شخص مدینہ میں پہنچا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ اس کی خوف زدہ حالت کو دیکھ کر آپؐ نے فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے اسے کوئی خوف وہراس کا سخت دھکا لگا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس نے خود بھی ہانپتے کانپتے آپؐ سے عرض کیا کہ 'میرا ساتھی مارا گیا ہے اور میں بھی گویا موت کے منہ میں ہوں۔' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے واقعہ سنا اور تسلی دی۔ اتنے میں ابو بصیر بھی ہاتھ میں تلوار تھامے آن پہنچا اور آتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا 'یارسول اللہ! آپ نے مجھے قریش کے حوالہ کر دیا تھا اور آپ کی ذمہ داری ختم ہو گئی مگر مجھے خدا نے ظالم قوم سے نجات دے دی ہے اور اب آپ پر میری کوئی ذمہ داری نہیں۔' آپ نے بے ساختہ فرمایا: وَيْلُ اُمِّهٖ مِسْعَرُ حَرْبٍ لَّوْ كَانَ لَهٗ اَحَدٌ۔ یعنی اس کی ماں کے لیے خرابی ہو (یہ الفاظ عربوں کے محاورہ میں لفظی معنوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ملامت یا تعجب کے موقع پر بولے جاتے ہیں)۔'' فرمایا کہ ''یہ شخص تو جنگ کی آگ بھڑکا رہا ہے کاش! کوئی اسے سنبھالنے والا ہو۔

ابو بصیر نے یہ الفاظ سنے تو سمجھ لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے بہر حال معاہدہ کی وجہ سے واپس جانے کا ارشاد فرمائیں گے۔ چنانچہ اس بارے میں بخاری کے الفاظ یہ ہیں:۔ فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ عَرَفَ اَنَّهٗ سَيَرُدُّهٗ اِلَيْهِمْ۔ یعنی 'جب ابو بصیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ سنے تو جان لیا کہ آپؐ بہر حال اسے مکہ والوں کی طرف واپس بھجوا دیں گے۔' اس پر وہ چپکے سے وہاں سے نکل گیا اور مکہ جانے کی بجائے جہاں اسے جسمانی اور روحانی دونوں موتیں نظر آتی تھیں بحیرۂ احمر کے ساحل کی طرف ہٹ کر سیف البحر میں پہنچ گیا۔ جب مکہ کے دوسرے مخفی اور کمزور مسلمانوں کو یہ علم ہوا کہ ابو بصیر نے ایک علیحدہ ٹھکانا بنالیا ہے تو وہ بھی آہستہ آہستہ مکہ سے نکل نکل کر سیف البحر میں پہنچ گئے۔

انہی لوگوں میں رئیسِ مکہ سُہَیل بن عَمرو کا لڑکا ابو جَنْدَل بھی تھا... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حدیبیہ سے واپس لوٹا دیا تھا۔'' اس کا ذکر پچھلی دفعہ ہوا تھا۔ ''آہستہ آہستہ ان لوگوں کی تعداد ستّر کے قریب یا بعض روایات کے مطابق تین سو تک پہنچ گئی اور اس طرح گویا مدینہ کے علاوہ ایک دوسری اسلامی ریاست بھی معرضِ وجود میں آ گئی جو مذہباً تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت تھی مگر سیاستاً جدا اور آزاد تھی۔ چونکہ ایک طرف حجاز کی حدود میں ایک علیحدہ اور آزاد سیاسی نظام کا موجود ہونا قریش کے لیے خطرہ کا باعث تھا اور دوسری طرف سیف البحر کے مہاجر قریش مکہ سے سخت زخم خوردہ تھے اس لیے ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ ان مہاجرینِ سیف البحر اور قریش مکہ کے تعلقات نے قریباً قریباً وہی صورت اختیار کر لی جو ابتداء میں مہاجرینِ مدینہ کے متعلق پیدا ہوئی تھی اور چونکہ سیف البحر اس رستہ کے بالکل قریب واقع تھا جو مدینہ سے شام کو جاتا تھا اس لیے قریش کے قافلوں کے ساتھ ان مہاجرین کی مٹھ بھیڑ ہونے لگی۔ اس نئی جنگ نے

جلد ہی قریش کے لیے خطرناک صورت اختیار کر لی کیونکہ اول تو قریش سابقہ جنگ کی وجہ سے کمزور ہو چکے تھے اور دوسرے اب وہ پہلے کی نسبت تعداد میں بھی بہت کم تھے اور ان کے مقابل پر سیف البحر کی اسلامی ریاست جو ابو بصیر اور ابو جندل جیسے جان فروشوں کی کمان میں تھی۔ ایمان کے تازہ جوش اور اپنے گزشتہ مظالم کی تلخ یاد میں اس برقی طاقت سے معمور تھی جو کسی مقابلہ کو خیال میں نہیں لاتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے عرصہ میں ہی قریش نے ہتھیار ڈال دیئے اور ابو بصیر کی پارٹی کے حملوں سے تنگ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک سفارت کے ذریعہ درخواست کی اور اپنی رشتہ داری کا واسطہ دے کر "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "عرض کیا کہ سیف البحر کے مہاجرین کو مدینہ میں بلا کر اپنے سیاسی انتظام میں شامل کر لیں اور ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صلح حدیبیہ کی اس شرط کو کہ مکہ کے نومسلموں کو مدینہ میں پناہ نہیں دی جائے گی اپنی خوشی سے منسوخ کر دیا۔" یہ شرط بھی انہوں نے خود ختم کر دی کہ جو مسلمان ہو کے مدینہ آئے اس کو واپس لوٹایا جائے۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے آپ رکھیں بیشک۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخواست کو منظور فرما لیا اور ابو بصیر اور ابو جندل کو ایک خط کے ذریعہ اطلاع بھجوائی کہ چونکہ قریش نے اپنی خوشی سے معاہدہ میں ترمیم کر دی ہے۔ اس لیے اب انہیں مدینہ میں چلے آنا چاہیے۔" تم لوگ یہاں مدینہ آ جاؤ۔ "جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلچی سیف البحر پہنچا تو اس وقت ابو بصیر بیمار ہو کر صاحبِ فراش تھا اور حالت نازک ہو رہی تھی۔ ابو بصیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب مبارک کو بڑے شوق کے ساتھ اپنے ہاتھ میں تھامے رکھا اور تھوڑی دیر بعد اسی حالت میں جان دے دی۔" ان کی وفات ہو گئی "اور اس کے بعد ابو جندل اور اس کے ساتھی اپنے اس باہمت اور جوانمرد امیر کو سیف البحر میں ہی دفن کر کے خوشی اور غم کے مخلوط جذبات کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ غم اس لیے کہ ان کا بہادر لیڈر ابو بصیر جو اس واقعہ کا ہیرو تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی سے محروم رہا اور خوشی اس بات پر کہ وہ خود اپنے آقا کے قدموں میں پہنچ گئے اور قریش کے خونی مقابلہ سے نجات ملی۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 774 تا 777)

غیر مسلم مؤرخین حسب عادت تاریخ کو توڑ مروڑ کر اسلام پر اعتراض کرتے رہتے ہیں۔

صلح حدیبیہ کے تعلق میں عیسائی مؤرخین کے اعتراضات کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اس ضمن میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ "غالباً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح کا کوئی اہم واقعہ ایسا نہیں ہے جسے مسیحی مؤرخین نے بغیر اعتراض کے چھوڑا ہو اور صلح حدیبیہ کا واقعہ بھی اسی کلیہ کے نیچے آتا ہے۔ بعض ضمنی اور غیر اہم اعتراضات کو نظر انداز کرتے ہوئے عیسائی مصنفین نے صلح حدیبیہ کے تعلق میں دو اعتراض کئے ہیں:۔

اوّل یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صلح حدیبیہ کی شرائط سے عورتوں کو مستثنیٰ قرار دیا یہ شرائط معاہدہ کی رو سے جائز نہیں تھا کیونکہ معاہدہ کے الفاظ عام تھے جس میں مرد عورت سب شامل تھے۔

دوم یہ کہ ابو بصیر کے واقعہ کے تعلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کی روح کو توڑا بلکہ ابو بصیر کو یہ اشارہ دے کر کہ وہ مکہ میں واپس جانے کی بجائے ایک الگ پارٹی بنا کر اپنا کام کر سکتا ہے اس معاہدہ

کی خلاف ورزی کی۔

ان اعتراضوں کے جواب میں **سب سے پہلی بات تو یہ یاد رکھنی** چاہیے کہ یہ معاہدہ قریش مکہ کے ساتھ ہوا تھا اور قریش مکہ وہ قوم تھی جو ابتداء اسلام سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف برسرپیکار چلی آتی تھی" اور جب معاہدہ ہو رہا تھا تو اس وقت بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جو ان کے نمائندے تھے وہ کس طرح چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپ کو ٹوک رہے تھے لیکن بہرحال "اور بات بات پر اعتراض کرنے اور طعنہ دینے کی عادی تھی اور ویسے بھی وہ کوئی دور دراز کی غیر قوم نہ تھی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ہی قوم تھی جسے سب حالات کا پورا پورا علم تھا۔" قریش جن کے ساتھ معاہدہ ہوا تھا وہ تو اپنے ہی لوگ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے ہی تھے۔ ہر چیز کا ان کو علم بھی تھا اور بڑی تفصیل سے انہوں نے معاہدہ بھی طے کیا تھا۔ اس لیے یہ کہنا کہ عورت مرد شامل تھے ان کو بھی پتہ تھا کہ شامل تھے یا نہیں شامل تھے۔

بہرحال پھر لکھتے ہیں کہ "اور پھر شرائط معاہدہ کی تمام تفصیلات اور ان کا مکمل پس منظر بھی ان کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ پس جب مکہ کے قریش نے جو فریق معاہدہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل پر اعتراض نہیں کیا اور اسے معاہدہ کے خلاف نہیں سمجھا تو تیرہ سو سال بعد میں آنے والے لوگوں کو جن کی آنکھوں سے بہت سی جزئی تفاصیل پوشیدہ ہیں اور انہیں اس معاہدہ کے پس منظر پر بھی پوری طرح آگاہی نہیں اعتراض کا حق کس طرح پیدا ہو سکتا ہے؟" ان مشرکین نے تو اعتراض نہیں کیا۔ آجکل کے اسلام پر اعتراض کرنے والے مستشرقین اعتراض کرتے ہیں۔

"یہ تو مدعی سست گواہ چست والا معاملہ ہوا کہ جن کے ساتھ یہ سارا قصہ گزرا ہے وہ تو اسے درست قرار دے کر خاموش رہتے ہیں مگر تیرہ سو سال بعد میں آنے والوں نے گویا آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے۔

آخر یہ کیا وجہ ہے کہ باوجود اس کے کہ قرآن وحدیث اور عرب کی تاریخ ان اعتراضوں سے بھرے پڑے ہیں جو کفار مکہ اور دوسرے کفار عرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے خلاف کیا کرتے تھے مگر یہ ذکر کسی جگہ نہیں آتا کہ مسلمانوں پر صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کا الزام لگایا گیا ہو۔" ایک لمبے عرصہ تک کوئی اعتراض نہیں لگا۔ آج ان کو پتہ لگ رہا ہے کہ اعتراض کرو۔

"**علاوہ ازیں یہ بات مضبوط ترین شہادت سے ثابت** ہے کہ جب صلح حدیبیہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کی طرف تبلیغی خط ارسال کیا اور اس وقت اتفاق سے ابوسفیان بن حرب رئیس مکہ بھی شام میں گیا ہوا تھا اور ہرَقل شہنشاہ روم نے اسے اپنے دربار میں بلا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بعض سوالات کئے جن میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ 'کیا تمہاری قوم کے اس مدعی نبوت نے کبھی کسی معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے؟' تو اس سوال کے جواب میں ابوسفیان نے جو اس وقت رأس المنکرین" منکرین کا سردار تھا" اور اسلام کا اشد ترین دشمن تھا جو الفاظ کہے وہ یہ تھے ... 'نہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کبھی کسی معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کی ہاں آج کل اس کے ساتھ ہمارے ایک معاہدہ کی میعاد چل رہی ہے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ اس معاہدہ کے اختتام تک اس کی طرف سے کیا امر ظاہر ہو۔ ابوسفیان کہتا ہے کہ اس ساری گفتگو میں میرے لیے اس فقرہ کے بڑھا دینے کے سوا کوئی اَور موقع نہیں تھا کہ میں آپؐ کے خلاف ہرقل کے

دل میں کوئی امکانی شبہ پیدا کر سکوں۔'

ابوسفیان اور ہرقل کی یہ گفتگو صلح حدیبیہ کے معاً بعد نہیں ہوئی تھی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہرقل کے نام تبلیغی خط تیار کر کے روانہ کرنے اور پھر اس خط کے ہرقل تک پہنچنے اور پھر ہرقل کی طرف سے دربار منعقد ہونے اور ابوسفیان کو تلاش کر کے اپنے دربار میں بلانے وغیرہ میں لازماً وقت لگا ہو گا" کیونکہ سفر بھی اس زمانے میں کوئی آسان نہیں تھے "اور قرین قیاس یہ ہے کہ اس وقت تک ابوبصیر کے مدینہ میں بھاگ آنے اور ام کلثوم وغیرہ مسلمان عورتوں کے مکہ سے نکل کر مدینہ پہنچ جانے کے واقعات ہو چکے ہوں گے۔ اسی لیے سب مؤرخ ابوبصیر اور ام کلثوم والے واقعہ کو پہلے اور قیصر روم والے خط کے واقعہ کو اس کے بعد بیان کرتے ہیں مگر باوجود اس کے ابوسفیان ہرقل کے دربار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف عہد شکنی کا الزام نہیں لگا سکا حالانکہ اس کے الفاظ بتاتے ہیں کہ اس کی یہ خواہش تھی کہ اگر کوئی ہاتھ پڑ سکے تو دریغ نہ کروں۔ مگر باوجود اس کے تیرہ سو سال بعد میں پیدا ہونے والے نقاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عہد شکنی کا الزام لگاتے ہوئے خدا کا خوف محسوس نہیں کرتے۔ افسوس صد افسوس! پھر اگر ان اعتراضوں کی تفصیل میں جائیں تو ان کا بودا پن اَور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے۔

مثلاً پہلا اعتراض یہ ہے کہ دراصل معاہدہ میں مرد اور عورتیں دونوں شامل تھیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبردستی سے کام لے کر عورتوں کو مستثنیٰ قرار دے دیا، لیکن جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں" یہاں پہلے بیان ہوا ہے کہ "یہ اعتراض بالکل غلط اور بے بنیاد ہے کیونکہ معاہدہ کے وہ الفاظ جو صحیح ترین روایت میں بیان ہوئے ہیں ان میں صراحتاً مذکور ہے کہ معاہدہ میں صرف مرد مراد تھے نہ کہ مرد اور عورتیں دونوں۔ چنانچہ جیسا کہ..." یہ بیان ہوا ہے پہلے بھی کہ "صحیح بخاری میں معاہدہ کے یہ الفاظ درج ہیں:۔ لَا یَاْتِیْكَ مِنَّا رَجُلٌ وَاِنْ كَانَ عَلٰی دِیْنِكَ اِلَّا رَدَدْتَّهٗ اِلَیْنَا۔ یعنی 'ہم میں سے جو مرد بھی آپ کی طرف جائے گا وہ خواہ مسلمان ہی ہو گا اسے ہماری طرف لوٹا دیا جائے گا۔'

ان واضح اور غیر مشکوک الفاظ کے ہوتے ہوئے یہ اعتراض کرنا کہ دراصل معاہدہ میں مرد و عورت دونوں مراد تھے صرف بے انصافی ہی نہیں بلکہ انتہائی بددیانتی ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ تاریخ کی بعض روایتوں میں معاہدہ کے الفاظ میں رجل (مرد) کا لفظ مذکور نہیں بلکہ عام الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جن میں مرد و عورت دونوں شامل سمجھے جاسکتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو بہرحال مضبوط روایت کو مقدم سمجھا جائے گا اور جب صحیح ترین روایت میں رجل (مرد) کا لفظ آتا ہے تو لازماً اسی کو صحیح لفظ قرار دینا ہو گا۔ علاوہ ازیں جو الفاظ تاریخی روایت میں آتے ہیں وہ بھی اگر غور کیا جائے تو اسی تشریح کے حامل ہیں جو ہم نے اوپر بیان کی ہے مثلاً تاریخ کی سب سے زیادہ مشہور اور معروف کتاب سیرۃ ابن ہشام میں یہ الفاظ آتے ہیں:۔ مَنْ اَتٰی مُحَمَّدًا مِنْ قُرَیْشٍ بِغَیْرِ اِذْنِ وَلِیِّهٖ رَدَّهٗ عَلَیْهِمْ۔ یعنی 'جو شخص قریش میں سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس اپنے گارڈین کی اجازت کے بغیر پہنچے گا اسے قریش کی طرف واپس لوٹا دیا جائے گا۔' عربی کے ان الفاظ میں بے شک 'مرد' کا لفظ صراحتاً بیان نہیں ہوا مگر عربی زبان کا ابتدائی علم رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ عربی میں بخلاف بعض دوسری زبانوں کے عورت اور مرد کے لیے علیحدہ علیحدہ صیغے اور علیحدہ علیحدہ

ضمیریں استعمال ہوتی ہیں اور اوپر کی عبارت میں شروع سے لے کر آخر تک مردوں والے صیغے اور مردوں والی ضمیریں استعمال کی گئی ہیں۔ پس جیسا کہ معاہدوں کی زبانوں کی تشریح کا اصول ہے لازماً اس عبارت میں صرف مرد ہی شامل سمجھے جائیں گے نہ کہ عورت اور مرد دونوں۔ بیشک بعض اوقات عام محاورہ میں مردانہ صیغہ بول کر اس سے مرد و عورت دونوں مراد لے لیے جاتے ہیں مگر ظاہر ہے کہ زیرِ بحث عبارت اس قسم کی عبارت نہیں ہے بلکہ معاہدہ کی عبارت ہے جسے قانون کا درجہ بلکہ اس سے بھی اوپر کا درجہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ اس کا ایک ایک لفظ سوچ سمجھ کر رکھا جاتا ہے اور الفاظ کا انتخاب دونوں فریقوں کی جرح اور منظوری کے بعد ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسی عبارت میں لازماً وہی معنی لیے جائیں گے جو محدود ترین اور مخصوص ترین پہلو رکھتے ہوں۔" اور جرح کا قصہ اور اس کی تفصیل تو آپ پچھلے خطبہ میں سن ہی چکے ہیں۔ کس تفصیل سے کافروں کے نمائندے نے جرح کی تھی۔ "پس اس جہت سے بھی بہر حال یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس معاہدہ میں صرف مرد شامل تھے نہ کہ مرد اور عورت دونوں۔

علاوہ ازیں جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے عورت جو ایک کمزور جنس ہے اور عموماً اپنے خاوند یا مرد رشتہ داروں کے رحم پر ہوتی ہے، اسے واپس لوٹانے کے یہ معنی تھے کہ اسے اسلام لانے کے بعد پھر اپنے ہاتھوں سے کفر اور شرک کی طرف لوٹا دیا جائے جو نہ صرف رحم و شفقت بلکہ عدل و انصاف کے جذبہ سے بھی بعید تھا۔ بیشک ایک مرد کو واپس لوٹانے میں بھی اس کے لیے یہ خطرہ تھا کہ مکہ کے کفار اسے مختلف قسم کے عذابوں اور دکھوں میں مبتلا کریں گے مگر مرد پھر بھی مرد ہے۔ وہ نہ صرف تکلیفوں کا زیادہ مقابلہ کر سکتا ہے بلکہ حسبِ ضرورت اِدھر اُدھر چھپ کر یا بھاگ کر یا جتھہ وغیرہ بنا کر اپنے لیے بچاؤ کے کئی رستے کھول سکتا ہے" جیسا کہ ابو بصیر نے کیا تھا۔ "مگر ایک بے بس عورت کیا کر سکتی ہے؟ اس کے لیے ایسے حالات میں یا تو اسلام سے جبری محرومی کی صورت تھی اور یا موت۔ اندریں حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسی رحیم و کریم ہستی سے بالکل بعید تھا کہ بے کس اور بے بس مسلمان عورتوں کو ظالم کفار کے مظالم کی طرف لوٹا دیتے۔ پس جو کچھ کیا گیا وہ نہ صرف معاہدہ کے الفاظ کی رو سے بالکل صحیح اور درست تھا بلکہ عدل و انصاف اور رحم و شفقت کے مسلمہ اصول کے لحاظ سے بھی عین مناسب اور درست تھا اور اعتراض کرنے والوں کے حصہ میں اس قابل افسوس شرم کے سوا کچھ نہیں آیا کہ انہوں نے مظلوم اور بے بس عورتوں کی حفاظت کے انتظام پر بھی زبان طعن دراز کرنے سے دریغ نہیں کیا۔

دوسرا اعتراض ابو بصیر کے واقعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ مگر غور کرنے سے یہ اعتراض بھی بالکل بودا اور کمزور ثابت ہوتا ہے۔ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معاہدہ فرمایا تھا کہ کفار مکہ میں سے جو شخص یعنی جو مرد مدینہ بھاگ کر آجائے گا تو وہ خواہ مسلمان ہی ہو گا اسے مدینہ میں پناہ نہیں دی جائے گی اور واپس لوٹا دیا جائے گا۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی؟ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپؐ نے اس معاہدہ کے ایفاء کا ایسا کامل اور شان دار نمونہ دکھایا کہ دنیا اس کی نظیر لانے سے عاجز ہے۔ غور کرو اور دیکھو کہ ابو بصیر اسلام کی صداقت کا قائل ہو کر مکہ سے بھاگتا ہے۔ اور کفار کے مظالم سے محفوظ ہونے اور اپنا ایمان بچانے کے لیے چھپتا چھپاتا مدینہ میں پہنچ جاتا ہے مگر اس کے ظالم رشتہ دار بھی

اس کے پیچھے پیچھے پہنچتے ہیں اور اسے تلوار کے زور سے اسلام کی صداقت سے منحرف کرنے کے لیے جبراً واپس لے جانا چاہتے ہیں۔ اس پر یہ دونوں فریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ ابو بصیر بھرائی ہوئی آواز اور سہمے ہوئے انداز میں عرض کرتا ہے کہ یارسول اللہ! مجھے خدا نے اسلام کی نعمت سے نوازا ہے اور مکہ واپس جانے میں جو دکھ اور خطرہ کی زندگی میرے سامنے ہے اسے آپ جانتے ہیں۔ خدا کے لیے مجھے واپس نہ لوٹائیں۔ مگر اس کے مقابل پر ابو بصیر کے رشتہ دار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ کا اور ہمارا معاہدہ ہے کہ ہمارا جو آدمی بھی مدینہ آئے گا اسے واپس لوٹا دیا جائے گا۔ ابو بصیر کا دکھ اور اپنے صحابہ کی غیرت آپؐ کی آنکھوں کے سامنے ہے اور خود آپؐ کے اپنے جذبات آپؐ کے دل میں تلاطم برپا کر رہے ہیں۔ ''سخت صدمہ تھا آپ کو دل میں ''مگر یہ امانت و دیانت کا مجسمہ'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ''اپنے عہد پر چٹان کی طرح قائم رہتے ہوئے فرماتا ہے اور کن پیارے الفاظ میں فرماتا ہے...:''آپؐ فرماتے ہیں: ''اے ابو بصیر! تم جانتے ہو کہ ہم ان لوگوں کو اپنا عہد و پیمان دے چکے ہیں اور ہمارے مذہب میں عہد شکنی جائز نہیں ہے۔'' دیکھیں کسی کی جان کا سوال ہے لیکن آپ فرما رہے ہیں کہ ہمارے مذہب میں عہد شکنی جائز نہیں ہے۔ اب ہم جو چھوٹے چھوٹے عہدوں کو توڑ دیتے ہیں ہمیں غور کرنا چاہیے کہ کیا ایمانی حالت ہے ہماری۔ پھر آپؐ نے فرمایا''پس تم ان لوگوں کے ساتھ چلے جاؤ۔ پھر اگر تم صبر واستقلال کے ساتھ اسلام پر قائم رہو گے تو خدا تمہارے لیے اور تم جیسے دوسرے بے بس مسلمانوں کے لیے خود کوئی نجات کا رستہ کھول دے گا۔''اور وہ نجات کا رستہ پھر ہم نے دیکھا کہ کھل گیا۔''اس ارشاد نبویؐ پر ابو بصیر مکہ والوں کے ساتھ واپس چلا گیا اور جب وہ مکہ کے رستہ میں اپنے قید کرنے والوں کے ساتھ لڑائی میں غالب ہو کر پھر دوبارہ واپس آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھتے ہی غصہ کے ساتھ فرمایا:۔ وَیۡلُ اُمِّہٖ مُسۡعِرُ حَرۡبٍ لَوۡ کَانَ لَہٗ اَحَدٌ۔ یعنی ''خرابی ہو اس ماں کے لیے۔ یہ شخص تو لڑائی کی آگ بھڑکا رہا ہے۔ کاش اسے کوئی سنبھالنے والا ہو۔''

یہ الفاظ سنتے ہی ابو بصیر یہ یقین کر لیتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے بہر حال واپس لوٹا دیں گے اور مدینہ سے چپکے چپکے نکل آتا ہے اور ایک دُور کی علیحدہ جگہ میں اپنا ٹھکانا بنا لیتا ہے۔ اب اس سارے واقعہ کو انصاف کی نظر سے دیکھو کہ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا ذمہ واری عائد ہوتی ہے اور آپ کے خلاف کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ بلکہ حق یہ ہے کہ آپؐ نے اس معاملہ میں اپنے جذبات کو کچلتے ہوئے معاہدہ کو پورا کیا اور نہ صرف ایک دفعہ بلکہ دو دفعہ ابو بصیر کو واپس لوٹایا اور واپس بھی ایسے شان دار الفاظ میں لوٹایا کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپؐ نے اپنے جذبات کو کچلا۔ اپنے صحابہ کے جذبات کو کچلا اور ابو بصیر کے جذبات کو کچلا اور ہر حال میں معاہدہ کو پورا کیا۔ پھر اگر ابو بصیر خود اہل مکہ سے آزاد ہو کر کسی اَور جگہ چلا گیا تو اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے اور معاہدہ کی وہ کون سی شرط ہے جس کے مطابق آپؐ اس بات کے پابند تھے کہ خواہ مکہ سے بھاگا ہوا شخص کہیں بھی ہو آپ اسے مکہ میں واپس پہنچا دینے کے ذمہ دار ہوں گے۔ افسوس! افسوس!! اسلام کے دشمنوں نے کسی بات میں بھی اسلام سے انصاف نہیں کیا۔

اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو بصیر کو اس کے قائم کردہ کیمپ میں حکم بھجوا سکتے تھے کہ تم مدینہ واپس چلے آؤ اور یہ کہ چونکہ آپؐ نے ایسا نہیں کیا اس لیے آپؐ نے گویا معاہدہ کے

الفاظ کو تو نہیں مگر ان کی روح کو توڑا۔" یہ بھی ایک بودا سا اعتراض کیا جاتا ہے۔

"سو یہ اعتراض بھی ایک سراسر جہالت کا اعتراض ہے اور خود معاہدہ کے الفاظ اور ان الفاظ کی روح اسے رد کرتے ہیں۔ معاہدہ کی یہ شرط کہ اگر کوئی مکہ کا رہنے والا مسلمان بھاگ کر مدینہ میں پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے واپس لوٹا دیں گے صاف طور پر ثابت کرتی ہے کہ اس شرط کی غرض وغایت یہ تھی کہ ایسے شخص کو باوجود اس کے مسلمان ہونے کے مدینہ کی اسلامی سیاست کے دائرہ میں قبول نہیں کیا جائے گا یعنی گو وہ عقیدہ کی رو سے مسلمان ہو گا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنی مدنی سیاست میں شریک نہیں کریں گے۔ تو جب ایسا شخص خود معاہدہ کی شرائط کے ماتحت مدینہ کی اسلامی سیاست سے خارج قرار دیا گیا تھا تو اس کے متعلق یہ مطالبہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ وہ جہاں بھی ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے حکم دے کر واپس لوٹا دیں گے۔ پس یہ کتنا بھاری ظلم ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کو مدینہ میں رکھتے ہیں تو آپؐ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آپ کا معاہدہ تھا کہ مسلمان ہونے کے باوجود آپؐ اسے اپنی سیاست میں شامل نہیں کریں گے اور اگر آپ اسے اپنی مدنی سیاست سے خارج کر کے اہل مکہ کے سپرد کرتے اور مدینہ سے نکالتے ہیں تو پھر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپؐ اسے اپنی سیاست میں شامل کر کے حکم کیوں نہیں بھجواتے۔ پس سیاسی لحاظ سے یہ ایک ایسا بودا اور ایسا کمزور اور ایسا لایعنی اعتراض ہے کہ کوئی سمجھ دار شخص اس کی طرف توجہ نہیں کر سکتا۔ اور حق یہ ہے کہ یہ نامعقول شرط جو کفار کی طرف سے معاہدہ میں شامل کی گئی تھی کہ کسی مسلمان مہاجر کو مدینہ میں پناہ نہ دی جائے خدا نے اسی کو ان کے لیے عذاب بنا کر بتا دیا کہ ہمارے رسولؐ نے تو بہر حال معاہدہ کی پابندی کی مگر تم نے اپنے رستہ میں خود کانٹے بوئے اور خود اپنے ہی بنائے ہوئے ہتھیار سے اپنے ہاتھ کاٹے۔

جب تم نے خود کہا کہ مکہ کا جو نوجوان بھی مسلمان ہو کر مدینہ جائے گا اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں نہیں رکھیں گے اور یہ کہ وہ مدینہ کی سیاست سے خارج سمجھا جائے گا تو پھر اسی منہ سے تم یہ مطالبہ کس طرح کر سکتے ہو کہ یہ مدنی سیاست سے خارج لوگ جہاں جہاں بھی ہوں انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حکم دے کر اور ان پر اپنی سیاست قائم کر کے مکہ پہنچائیں؟" بالکل جاہلانہ بات ہے۔ "تم نے خود یہ شرط پیش کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کی روحوں پر اور ان کے امور اخروی پر تو بیشک حکومت کریں مگر ان کی سیاست اور دنیوی امور پر حاکم نہ بنیں۔" سیاسی لحاظ سے، حکومتی لحاظ سے، قانونی لحاظ سے آپ کا ان پر حق نہیں ہو گا۔ ہاں بیشک وہ مسلمان ہیں روحانی طور پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت میں شامل ہوئے، مسلمان ہوئے، مومن کہلائیں گے۔ لیکن خود انہوں نے شرط رکھی تھی کہ سیاسی لحاظ سے تمہارے نہیں ہوں گے جو آپ نے مان لیا کہ ٹھیک ہے نہیں ہوں گے۔ "اور جب تم نے خود انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست سے نکال دیا تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیسا؟ بہر حال یہ قریش مکہ کا اپنا مکر تھا جو خود انہی پر لوٹ کر گرا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن بہر صورت پاک تھا اور پاک رہا۔ آپؐ نے معاہدہ کے الفاظ کو بھی پورا کیا اور ابو بصیر کو مکہ والوں کے سپرد کرتے ہوئے مدینہ سے رخصت کر دیا اور پھر آپؐ نے معاہدہ کی روح کو بھی پورا کیا کہ جیسا کہ اس شرط کا اصل منشاء تھا۔ آپ نے ابو بصیر اور

اس کے ساتھیوں کو اپنی سیاست کے دائرہ سے خارج رکھا۔ پس آپ ہر جہت سے سچے رہے اور کفار مکہ اپنے ہی پھیلائے ہوئے جال کا خود شکار ہو کر رہ گئے اور بالآخر خود ذلیل ہو کر آپؐ کے پاس آئے کہ ہم اس شرط کو معاہدہ سے خارج کرتے ہیں۔

اور یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ کہہ کر کہ وَيْلُ اُمِّهٖ مُسْعِرُ حَرْبٍ لَوْكَانَ لَهٗ اَحَدٌ۔ (یعنی اس کی ماں کے لیے خرابی ہو۔ یہ شخص تو جنگ کی آگ بھڑکا رہا ہے۔ کاش کوئی اسے سنبھالنے والا ہو) ابو بصیر کو یہ اشارہ کیا تھا۔'' یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ ان الفاظ میں ابو بصیر کو اشارہ کیا تھا ''کہ تم الگ پارٹی بنا کر قریش سے جنگ شروع کر دو۔ کتنا ظلم اور کتنی گندی ذہنیت ہے اور حالات پیش آمدہ سے کتنی جہالت ہے! یہ الفاظ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور ناواجب جنگ سے آپؐ کی بیزاری کا بین ثبوت ہیں۔'' آپ نے کہا۔ کیا یہ جنگ بھڑکانا چاہتا ہے؟ نہ یہ کہ اشارہ ہے کہ تم جنگ بھڑکاؤ۔ ''اور اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ آپؐ ابو بصیر کے اس فعل سے بریت اور بیزاری کا اظہار فرما رہے ہیں نہ یہ کہ اسے کوئی مخفی اشارہ دے کر جنگ پر ابھارنا چاہتے ہیں۔

اور اگر کوئی شخص یہ خیال کرے جیسا کہ سر ولیم میور نے خیال کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری الفاظ لَوْكَانَ لَهٗ اَحَدٌ کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ 'اگر اسے کوئی ساتھی مل جائے۔' اور اس سے پتہ لگتا ہے کہ آپؐ کا یہی منشاء تھا کہ اگر ابو بصیر کو کوئی ساتھی مل جائے تو وہ جنگ کی آگ بھڑکا سکتا ہے اور اس طرح اس کلام میں گویا جنگ کی انگیخت کا اشارہ پایا جاتا ہے۔

تو اس کا یہ جواب ہے کہ اول تو جو معنی ہم نے کئے ہیں وہ عربی محاورہ کے عین مطابق ہیں۔'' جو ہم نے تاریخ سے بیان کئے ہیں۔ ''جس کی مثالیں حدیث میں بھی کثرت سے ملتی ہیں۔ علاوہ ازیں اگر بالفرض دوسرے معنی جائز بھی ہوں'' کئے بھی جائیں جس طرح ولیم میور کرنا چاہتے ہیں ''تو پھر بھی عبارت کے سیاق وسباق کے ماتحت اس فقرہ کا مطلب اس کے سوا کوئی اور نہیں لیا جا سکتا کہ اگر ابو بصیر کو اس کا کوئی ہم خیال ساتھی مل جائے تو یہ جنگ کی آگ بھڑکا دے مگر شکر ہے کہ اسے مدینہ میں کوئی ایسا ساتھی میسر نہیں۔'' پس اس سے یہ بھی تو نکلتا ہے ناں کہ اگر مل جائے تو ٹھیک ہے مگر ہمارے پاس تو کوئی ایسا ساتھی نہیں ہے کہ اس کی مدد کرے۔ ''پس خواہ کوئی معنی لیے جائیں اس عبارت کا سیاق وسباق اور اس کے ابتدائی ٹکڑے اس بات کا کافی وشافی ثبوت ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء ابو بصیر کو ملامت کرنا تھا نہ کہ جنگ کے لیے ابھارنا۔

کیا اپنے کلام کو اس غصہ اور ملامت کے الفاظ سے شروع کرنے والا شخص کہ 'فلاں شخص کی ماں کے لیے خرابی ہو وہ تو جنگ کی آگ بھڑکانے والا ہے۔' اس کے معاً بعد اس قسم کے الفاظ منہ پر لا سکتا ہے کہ 'ہاں ہاں جنگ کی آگ بھڑکاؤ؟' آخر اعتراض کرنے کے شوق میں عقل کو تو ہاتھ سے نہیں دینا چاہیے!'' لیکن بظاہر یہ جو اورینٹلسٹ (orientalist) ہیں، مستشرقین ہیں، اپنے آپ کو پڑھے لکھے کہتے ہیں لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا سوال آتا ہے، اسلام کی تاریخ کا سوال آتا ہے تو یہاں بالکل عقل سے عاری باتیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ ''پھر سب سے بڑی بات یہ دیکھنے والی ہے کہ خود ابو بصیر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ نے کیا اثر کیا اور اس نے آپؐ کا کیا مطلب سمجھا۔ سو اس کے متعلق اسی روایت میں یہ الفاظ آتے

ہیں کہ:۔ فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ عَرَفَ اَنَّهٗ سَيَرُدُّهٗ اِلَيْهِمْ۔ یعنی ’جب ابو بصیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ سنے تو اس نے سمجھ لیا کہ آپ بہر حال اسے مکہ والوں کی طرف واپس لوٹا دیں گے۔‘ جس پر وہ چپکے سے بھاگ کر دوسری طرف نکل گیا۔

افسوس! صد افسوس!! کہ جس شخص کو مخاطب کر کے یہ الفاظ کہے گئے وہ خود تو ان کا یہ مطلب سمجھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اس فعل کو ناپسند کیا ہے اور آپؐ بہر حال اسے مکہ کی طرف واپس لوٹا دیں گے مگر ہمارے تیرہ سو سال بعد آنے والے مہربان یہ کہہ رہے ہیں کہ دراصل آپؐ نے ابو بصیر کو الگ پارٹی بنا کر جنگ کرنے کی انگیخت کی تھی۔ تعصب کا ستیاناس ہو۔ بے انصافی کی بھی کوئی حد ہونی چاہیے۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 778 تا 785)

انصاف کے دعویداروں کے ہمیشہ سے یہی دوہرے معیار ہیں جس نے دنیا میں فساد پیدا کیا ہوا ہے اور آج بھی یہی فساد چل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آج بھی دنیا کو اور خاص طور پر مسلمانوں کو خود بھی عقل دے اور ان دجالی فتنوں سے بھی بچائے رکھے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 27/ دسمبر 2024ء جلد 31 شمارہ 309 صفحہ 02 تا 06)

50

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 13 / دسمبر 2024ء بمطابق 13 / فتح 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

سریہ قرطاء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے حوالے سے آج ایک سریہ کا ذکر کروں گا جو سَرِیَّہ قُرْطَاء کہلاتا ہے۔ یہ سریہ دس محرم چھ ہجری کو ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مَسْلَمَہؓ کو تیس سواروں کے ہمراہ قُرْطَاء کی جانب بھیجا۔ قرطاء بنو بکر بن کِلَاب کی ایک شاخ تھی جو ضَرِیَّہ کے نواح میں بَکْرَات نامی جگہ پر رہتے تھے۔ بکرات مدینہ سے سات راتوں کی مسافت پر تھا۔ اور ضریّہ بنو کلاب کی ایک قدیم بستی تھی۔ یہ بھی پرانی تاریخوں میں جو روایات ملتی ہیں ان کے مطابق مدینہ سے سات راتوں کی مسافت پر تھی۔ آجکل تو فاصلے کم ہو گئے ہوں گے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ضریہ مدینہ سے ایک یا دو راتوں کی مسافت پر تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد2 صفحہ60 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 663-662)(فرہنگ سیرت صفحہ 60، 235۔ زوار اکیڈمی کراچی)
(سبل الھدیٰ والرشاد جلد6 صفحہ 71 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ان تیس صحابہؓ میں حضرت عَبَّاد بن بِشرؓ، حضرت سَلَمَہ بن سَلَامہؓ اور حضرت حارث بن خزیمہؓ شامل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جماعت کو رات کو چلنے اور دن کو چھپنے اور ان پر اچانک حملہ کرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ جب وہ شَرَبَّہ نامی جگہ پر تھے۔ (شَرَبَّہ نجد میں ایک جگہ تھی) تو انہیں کچھ سواریاں ملیں۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے اپنے ایک ساتھی کو بھیجا کہ وہ ان سے پوچھیں کہ وہ کون لوگ ہیں۔ وہ گئے اور واپس آکر بتایا کہ وہ قبیلہ مُحَارِب کے لوگ ہیں۔ انہوں نے قریب ہی پڑاؤ ڈالا ہوا ہے اور اپنے جانوروں کو چرنے کے لیے چھوڑا ہے یہاں تک کہ مسلمانوں نے ان کو اتنی مہلت دی کہ ان کے جانور پانی کے گرد بیٹھ گئے تو مسلمانوں نے ان لوگوں پر حملہ کر دیا۔ ان میں سے کچھ کو قتل کر دیا اور باقی سب بھاگ گئے۔ جو بھاگ گئے ان کا تعاقب نہ کیا گیا۔ صحابہؓ نے اونٹوں اور بکریوں کو ہانکا اور عورتوں کو کچھ نہ کہا۔ پھر وہاں سے چل پڑے اور جب ایک ایسی جگہ پر پہنچے جہاں سے وہ بنو بکر کو دیکھ سکتے تھے تو حضرت محمد بن مسلمہؓ نے حضرت عَائِذ بن بُسرؓ کو بنو بکر کی طرف حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ حضرت عائذؓ نے واپس آکر حضرت محمد بن مسلمہؓ کو حالات سے آگاہ کیا۔ پھر حضرت محمد بن مسلمہؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نکلے اور بنو بکر پر حملہ کیا۔ ان میں سے دس آدمیوں کو قتل کر دیا اور اونٹ اور بکریوں کو ہانک لائے اور مدینہ کی طرف تیزی سے چلے۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے اپنے چند ساتھیوں کو بکریوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ دیا اور اونٹوں کو ہانک کر رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے پاس مدینہ پہنچ گئے۔ اس کے بعد بکریاں بھی پہنچ گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے خُمُس نکالا اور باقی حضرت محمد بن مسلمہؓ کے ساتھیوں میں تقسیم فرما دیا۔ ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر رکھا گیا۔ (ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 71 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فرہنگ سیرت صفحہ 217۔ زوار اکیڈمی کراچی)

یہ پوری روایت تاریخ کی ایک کتاب میں ہے کیونکہ تفصیل نہیں ہے اس لیے لگتا ہے اتنا بڑا ظلم ہوا۔ آگے اس کی وضاحت بھی آ جائے گی۔ کل ڈیڑھ سو اونٹ اور تین ہزار بکریاں تھیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 2 صفحہ 60 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس مہم کے لیے حضرت محمد بن مسلمہؓ انیس راتیں مدینہ سے باہر رہے اور انتیس محرم چھ ہجری کو مدینہ واپس آئے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 71 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس کی تفصیل میں مختلف کتابوں سے تواریخ سے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے جو تحریر فرمایا ہے وہ اس طرح ہے کہ ”ابھی چھ ہجری شروع ہی ہوا تھا اور قمری سال کے پہلے مہینہ یعنی محرم کی ابتدائی تاریخیں تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اہلِ نجد کی طرف سے خطرہ کی اطلاعات پہنچیں۔ یہ اندیشہ قبیلہ قُرْطَاء کی طرف سے تھا جو قبیلہ بنو بکر کی ایک شاخ تھا اور نجد کے علاقہ میں بمقام ضَرِیَّہ آباد تھا جو مدینہ سے سات یوم کی مسافت پر واقع تھا۔ یہ خبر پاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً تیس سواروں کا ایک ہلکا سا دستہ اپنے ایک صحابی محمد بن مَسْلَمہ انصاری کی کمان میں نجد کی طرف روانہ فرما دیا مگر اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں میں کچھ ایسا رعب پیدا کر دیا کہ وہ معمولی سے مقابلہ کے بعد ہی بھاگ نکلے اور گو اس زمانہ کے طریق جنگ کے مطابق مسلمانوں کے لیے یہ موقع تھا کہ وہ دشمن کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیتے کیونکہ دشمن انہیں چھوڑ کر بھاگ نکلا تھا مگر محمد بن مسلمہ نے عورتوں اور بچوں سے کوئی تعرض نہیں کیا اور عام سامانِ غنیمت لے کر جو اونٹوں اور بکریوں پر مشتمل تھا مدینہ کی طرف واپس لوٹ آئے۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 663-662)

یہ وضاحت ہو گئی کہ جو دشمن قوم تھی وہ مدینہ پر حملہ کرنے کی planning کر رہے تھے، اس کے سدّ باب کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اور وہاں بھی یہ نرمی دکھائی کہ عورتوں اور بچوں کو کچھ نہیں کہا گیا۔

اس موقع پر ثُمامہ بن اُثال کا قیدی بننا اور اسلام قبول کرنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ سَرِیَّہ قُرْطَاء سے واپسی پر ثُمامہ بن اُثال کے قید ہونے کا واقعہ پیش آیا۔ اس کی تفصیل میں سیرت خاتم النبیینؐ میں لکھا ہے کہ ”اس مہم“ یعنی سَرِیَّہ قُرْطَاء ”کی واپسی پر ثُمامہ بن اُثال کے قید کیے جانے کا واقعہ پیش آیا۔ یہ شخص یمامہ کا رہنے والا تھا اور قبیلہ بنو حنیفہ کا ایک بہت بااثر رئیس تھا اور اسلام کی عداوت میں اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ہمیشہ بے گناہ مسلمانوں کے قتل کے درپے رہتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایلچی اس کے علاقہ میں گیا تو اس نے تمام قوانین جنگ کو بالائے طاق رکھ کر اس کے قتل کی سازش کی بلکہ ایک دفعہ اس نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا بھی ارادہ کیا تھا۔ جب محمد بن مسلمہ کی پارٹی ثُمامہ کو قید کر کے لائی تو انہیں یہ علم نہیں تھا کہ یہ کون شخص ہے بلکہ انہوں نے اسے محض شبہ کی بنا پر قید کر لیا تھا اور معلوم ہوتا

ہے کہ ثُمامہ نے بھی کمال ہوشیاری کے ساتھ ان پر اپنی حقیقت ظاہر نہیں ہونے دی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ میں اسلام کے خلاف خطرناک جرائم کا مرتکب ہو چکا ہوں اور اگر اسلام کے ان غیرت مند سپاہیوں کو یہ پتہ چل گیا کہ میں کون ہوں تو وہ شاید مجھ پر سختی کریں یا قتل ہی کر دیں۔ ''کیونکہ خود یہ بہت سارے ایسے کام کر چکا تھا جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچتا تھا'' مگر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ بہتر سلوک کی توقع رکھتا تھا۔ ''اس کا خیال تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاؤں تو وہاں مجھ سے بہتر سلوک ہو گا۔'' چنانچہ مدینہ کی واپسی تک محمد بن مسلمہ کی پارٹی پر ثُمامہ کی شخصیت مخفی رہی۔

مدینہ پہنچ کر جب ثُمامہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو آپؐ نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا اور محمد بن مسلمہ اوران کے ساتھیوں سے فرمایا: جانتے ہو یہ کون شخص ہے؟ انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا جس پر آپؐ نے ان پر حقیقت حال ظاہر کی۔ اس کے بعد آپؐ نے حسبِ عادت ثُمامہ کے ساتھ نیک سلوک کئے جانے کا حکم دیا اور پھر اندرونِ خانہ تشریف لے جا کر گھر میں ارشاد فرمایا کہ جو کچھ کھانے کے لیے تیار ہو ثُمامہ کے لیے باہر بھجوا دو۔ اس کے ساتھ ہی آپؐ نے صحابہ سے یہ ارشاد فرمایا کہ ثُمامہ کو کسی دوسرے مکان میں رکھنے کی بجائے مسجد نبوی کے صحن میں ہی کسی ستون کے ساتھ باندھ کر قید رکھا جائے جس سے آپؐ کی غرض یہ تھی کہ تا آپؐ کی مجالس اور مسلمانوں کی نمازیں ثُمامہ کی آنکھوں کے سامنے منعقد ہوں اور اس کا دل ان روحانی نظاروں سے متاثر ہو کر اسلام کی طرف مائل ہو جائے۔ ''تو اُسے اس طرح باندھا گیا تھا۔ یہ نہیں کہ اس طرح باندھا جاتا کہ وہ متاثر نہ ہوتا اور غصہ میں رہتا بلکہ نرمی سے آرام سے ہی باندھا گیا ہو گا جس طرح ایک قیدی کو باندھا جاتا ہے کہ وہ ہاتھ پاؤں بھی ہلا سکے۔

''ان ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز صبح کے وقت ثُمامہ کے قریب تشریف لے جاتے اور حال پوچھ کر دریافت فرماتے کہ ثُمامہ! بتاؤ اب کیا ارادہ ہے؟ ثُمامہ جواب دیتا۔ 'اے محمدؐ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو آپ کو اس کا حق ہے کیونکہ میرے خلاف خون کا الزام ہے لیکن اگر آپ احسان کریں تو آپ مجھے شکر گزار پائیں گے اور اگر آپ فدیہ لینا چاہیں تو میں فدیہ دینے کے لیے بھی تیار ہوں۔' تین دن تک یہی سوال وجواب ہوتا رہا۔ آخر تیسرے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازخود صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ 'ثُمامہ کو کھول کر آزاد کر دو۔' صحابہؓ نے فوراً آزاد کر دیا اور ثُمامہ جلدی جلدی مسجد سے نکل کر باہر چلا گیا۔ غالباً صحابہؓ یہ سمجھے ہوں گے کہ اب وہ اپنے وطن کی طرف واپس لوٹ جائے گا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ چکے تھے کہ ثُمامہ کا دل مفتوح ہو چکا ہے۔'' اب اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ کا اثر ہو چکا ہے۔ اور نتیجہ بھی یہی نکلا۔ آگے لکھا ہے کہ ''چنانچہ وہ ایک قریب کے باغ میں گیا اور وہاں سے نہا دھو کر واپس آیا اور آتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

'یارسول اللہؐ! ایک وقت تھا کہ مجھے تمام دنیا میں آپؐ کی ذات سے اور آپؐ کے دین سے اور آپؐ کے شہر سے سب سے زیادہ دشمنی تھی **لیکن اب مجھے آپؐ کی ذات اور آپؐ کا دین اور آپؐ کا شہر سب سے زیادہ** محبوب ہیں۔'

اس دن شام کو جب حسبِ دستور ثُمامہ کے لیے کھانا آیا تو اس نے تھوڑا سا کھانا کھا کر چھوڑ دیا۔ جس پر صحابہؓ نے تعجب کیا کہ آج صبح تک تو ثُمامہ بہت زیادہ کھاتا رہا ہے۔ ''قید کیا ہوا تھا، باندھا ہوا تھا اس سے بھی یہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس طرح قید تھا کہ وہ کھا پی سکتا تھا اور باندھا اس طرح ہوا تھا کہ کھا پی سکتا تھا اور اس کے کھانے میں خوب خاطر مدارت کی جاتی تھی۔ بہر حال اس نے تھوڑا کھایا اور پہلے بہت زیادہ کھایا کرتا تھا'' اور گویا پیٹو تھا لیکن اب اس نے بہت تھوڑا کھانا کھایا ہے۔ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا۔ 'صبح تک ثُمامہ کافروں کی طرح کھانا کھاتا تھا اور اب اس نے ایک مسلمان کی طرح کھایا ہے۔' اور آپؐ نے اس کی تشریح یوں فرمائی کہ 'کافر سات آنتوں میں کھانا کھاتا ہے مگر مسلمان صرف ایک آنت میں کھانا کھاتا ہے۔' اس سے آپؐ کی مراد یہ تھی کہ جہاں ایک کافر کو دنیوی لذات میں انہماک ہوتا ہے اور گویا وہ اسی میں غرق رہتا ہے وہاں ایک سچا مسلمان اپنی جسمانی ضروریات کو صرف اس حد تک محدود رکھتا ہے جو زندگی کے قیام کے لیے ضروری ہے کیونکہ اسے حقیقی لذت صرف دین میں حاصل ہوتی ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس جگہ سات کے عدد سے حسابی عدد مراد نہیں ہے بلکہ عربی محاورہ کی رو سے سات کا عدد کثرت اور تکمیل کے اظہار کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ گویا مراد یہ ہے کہ ایک کافر دنیوی لذات میں غرق رہتا ہے اور اس کی ساری توجہ دنیا میں صرف ہوتی ہے مگر ایک مومن اپنے آپ کو دنیوی لذات سے روک کر رکھتا ہے اور ضرورت حقہ کی حد سے آگے نہیں گزرتا کیونکہ اس کی حقیقی لذات کا میدان اَور ہے۔ یہ تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فطری میلان اور آپؐ کے ذاتی خلق کا ایک نہایت سچا آئینہ ہے۔

مسلمان ہونے کے بعد ثُمامہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ 'یارسول اللہؐ! جب آپؐ کے آدمیوں نے مجھے قید کیا تھا تو اس وقت میں خانہ کعبہ کے عمرہ کے لیے جا رہا تھا۔ اب مجھے کیا ارشاد ہے؟' آپؐ نے اس کی اجازت مرحمت فرمائی اور دعا کی اور ثُمامہ مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر ثُمامہ نے جوشِ ایمان میں۔'' اب اس کا جوشِ ایمان بالکل اَور شکل اختیار کر گیا تھا۔ کہاں مخالفت تھی کہاں ایمان کا جوش تھا۔ مکہ پہنچ کے وہاں اس نے ''قریش کے اندر برملا تبلیغ شروع کر دی۔ قریش نے یہ نظارہ دیکھا تو ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور انہوں نے ثُمامہ کو پکڑ کر ارادہ کیا کہ اسے قتل کر دیں مگر پھر یہ سوچ کر کہ وہ یمامہ کے علاقے کا رئیس ہے اور یمامہ کے ساتھ مکہ کے گہرے تجارتی تعلقات ہیں وہ اس ارادہ سے باز آ گئے اور ثُمامہ کو برا بھلا کہہ کر چھوڑ دیا مگر ثُمامہ کی طبیعت میں سخت جوش تھا اور قریش کے وہ مظالم جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ پر کرتے رہے تھے وہ سب ثُمامہ کی آنکھوں کے سامنے تھے۔ اس نے مکہ سے رخصت ہوتے ہوئے قریش سے کہا 'خدا کی قسم! آئندہ یمامہ کے علاقہ سے تمہیں غلہ کا ایک دانہ نہیں آئے گا جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اجازت نہ دیں گے۔' اپنے وطن میں پہنچ کر ثُمامہ نے واقعی مکہ کی طرف یمامہ کے قافلوں کی آمد و رفت روک دی اور چونکہ مکہ کی خوراک کا بڑا حصہ یمامہ کی طرف سے آتا تھا اس لیے اس تجارت کے بند ہو جانے سے قریش مکہ سخت مصیبت میں مبتلا ہو گئے اور ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ انہوں نے گھبرا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خط لکھا کہ آپ ہمیشہ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں اور ہم آپ کے بھائی بند ہیں۔ ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائیں۔ اس وقت قریش

مکہ اس قدر گھبرائے ہوئے تھے کہ انہوں نے صرف اس خط پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ اپنے رئیس ابوسفیان بن حرب کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھجوایا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر زبانی بھی بہت آہ وپکار کی" بہت شور مچایا" اور اپنی مصیبت کا اظہار کر کے رحم کا طالب ہوا۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثُمامہ بن اُثال کو ہدایت بھجوادی کہ قریش کے ان قافلوں کی جن میں اہلِ مکہ کی خوراک کا سامان ہو روک تھام نہ کی جاوے۔ چنانچہ اس تجارت کا سلسلہ پھر جاری ہو گیا اور مکہ والوں کو اس مصیبت سے نجات ملی۔ یہ واقعہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر شفقت اور رحم اور عفو کا ایک بین ثبوت ہے وہاں اس بات کو بھی ثابت کرتا ہے کہ شروع شروع میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے قافلوں کی روک تھام کا سلسلہ شروع کیا تھا تو اس کی اصل غرض وغایت یہ نہیں تھی کہ قریش کو قحط میں مبتلا کر کے تباہ کیا جائے بلکہ اصل مقصد یہ تھا کہ مدینہ کے قرب وجوار کو قریش کے خطرہ سے محفوظ کر لیا جائے۔ اس واقعہ سے یہ بھی استدلال ہوتا ہے کہ اسلامی تعلیم کی رو سے حربی دشمن کے متعلق بھی یہ بات پسندیدہ نہیں ہے کہ عام حالات میں اس کے سلسلہ رسل ورسائل کو اس حد تک بند کر دیا جائے کہ وہ نانِ جویں تک سے محروم ہو جائے۔" روٹی پانی سے محروم ہو جائے۔ خوراک سے محروم ہو جائے۔" ہاں سامانِ حرب کی آمدورفت یا ضروری سامان خورونوش کے علاوہ دوسری اشیا کی برآمد ودرآمد کا سلسلہ جنگی ضروریات کے ماتحت روکا جاسکتا ہے۔"

لیکن آج کی دنیا نے عجیب تماشا بنایا ہوا ہے کہ جنگ میں غریب عوام تک، محروم عوام تک خوراک بھی نہیں پہنچنے دیتے اور پھر بہانہ بنا دیتے ہیں کہ وہاں دہشت گرد تھے یا فلاں تھا یا فلاں تھا۔ بہرحال یہ تو ان لوگوں کا کام ہے جو دنیادار ہیں لیکن اسلام کی تعلیم یہ نہیں ہے۔" اور اگر یہ صورت ہو کہ دشمن مسلمانوں کی خوراک کے سلسلہ کو روکے" اگر یہ صورت آتی ہے کہ دشمن مسلمانوں کے خوراک کے سلسلہ کو روکے "تو پھر قرآن کی اصولی تعلیم جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (الشوریٰ 41) کے ماتحت اس کے اس سلسلہ کو بھی روکنا جائز ہو گا۔" کہ ادلے کا بدلہ ہو گا۔

"جیسا کہ اُوپر ذکر کیا گیا ہے ثُمامہ بن اُثال اپنے علاقہ کا ایک ذی اثر رئیس تھا۔ اس کی پرجوش تبلیغ کے ذریعہ یمامہ کے بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے قریب اور حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے شروع میں مسیلمہ کذاب جھوٹے مدعی نبوت کے پیچھے لگ کر یمامہ سے بہت سے بادیہ نشین اسلام سے مرتد ہو گئے تو ثُمامہ نہ صرف خود نہایت پختگی کے ساتھ اسلام پر قائم رہا بلکہ اس نے اپنی والہانہ جدوجہد سے بہت سے لوگوں کو مسیلمہ کے شر سے محفوظ کر کے اسلام کے جھنڈے کے نیچے جمع رکھا اور مسیلمہ کے فتنہ کے مٹانے میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 663 تا 666)

یہ اس سریہ کا کُل ذکر ہے۔

آج کچھ میں نے جنازے بھی پڑھانے ہیں۔ ایک حاضر جنازہ ہے۔ (اس موقع پر حضور نے استفسار فرمایا کہ جنازہ آ گیا؟ اور پھر مثبت جواب ملنے پر ارشاد فرمایا کہ) حاضر جنازہ **مکرم عبداللطیف خان صاحب** کا ہے جو

مڈل سیکس کے ریجنل امیر بھی رہے ہیں۔ 11/ دسمبر کو پچاسی سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ حضرت محمد ظہور خان صاحب پٹیالویؓ کے بیٹے اور حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ معالج حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے تھے۔ ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب حضرت مصلح موعودؓ کے ڈاکٹر تھے۔ عبداللطیف خان صاحب یوکے جماعت کے ابتدائی ممبران میں سے تھے۔ پچپن سال تک ان کو مقامی اور مرکزی سطح پر خدمت کی توفیق ملی۔ ہنسلو جماعت کے پہلے صدر رہے۔ اس کے علاوہ نیشنل سطح پر سیکرٹری وصایا، سیکرٹری تبلیغ، سیکرٹری رشتہ ناطہ اور ریجنل امیر کے طور پر خدمات بجالاتے رہے۔

مرحوم صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ ہمدرد، ملنسار، خوش گفتار، بڑے محنتی، اطاعت گزار، نیک اور مخلص انسان تھے۔ خلافت کے ساتھ بھی بڑا گہرا پختہ تعلق تھا، عقیدت کا تعلق تھا۔ جماعتی خدمت کے لیے ہر وقت مستعد رہتے تھے۔ اپنے ریجن میں بننے والی تمام مساجد کے لیے عطیات اکٹھا کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ تبلیغ کا بھی بڑا شوق تھا۔ ہنسلو میں ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ اچھے تعلقات تھے اور ہمیشہ جماعتی پروگراموں میں کثیر تعداد میں ان کو لے کر آیا کرتے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں دو بیٹیاں اور چار بیٹے ہیں۔ ان کے بیٹے بھی جماعت کے کام کر رہے ہیں۔ اور کئی پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں ہیں۔ اچھا خاندان ہے ان کا۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور بچوں کو بھی اور ان کی نسل کو بھی وفا کے ساتھ خلافت اور جماعت سے وابستہ رکھے۔

دوسرا جنازہ غائب ہے جو **طیب احمد صاحب شہید** ابن منظور احمد صاحب راجن پور حال راولپنڈی کا ہے۔ طیب احمد صاحب کو راولپنڈی میں ایک معاند احمدیت نے پانچ دسمبر کو کلہاڑی کے وار کر کے شہید کر دیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

تفصیلات کے مطابق طیب احمد شہید چند روز قبل راجن پور سے راولپنڈی اپنے بھائی طاہر احمد قمر کی کاروباری معاونت کے سلسلہ میں پہنچے تھے۔ شہید مرحوم بھائی کی دکان پہ بیٹھے تھے کہ ایک شخص وہاں آیا اور شہید مرحوم سے بحث شروع کر دی۔ شہید مرحوم نے مذکورہ شخص کو بتایا کہ آپ میرے ساتھ کیوں الجھ رہے ہیں۔ میں تو یہاں مہمان ہوں اس کے باوجود حملہ آور نے پروا نہیں کی اور سر، گردن اور پشت پر کلہاڑی سے وار کئے جس سے طیب احمد صاحب موقع پر شہید ہو گئے۔

طاہر احمد قمر صاحب جو ذرا دور تھے وہ اپنے بھائی کی مدد کو وہاں پہنچے، تو حملہ آور ان کی طرف بھی کلہاڑی لے کر بڑھا۔ انہوں نے بہر حال بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی اور اس واقعہ کے دوران قاتل جماعت مخالفانہ نعرے بازی کرتا رہا۔ یہ بھی کہا کہ قادیانیو! تم لوگوں کو کئی بار کہا ہے کہ یہ علاقہ چھوڑ دو اور بہر حال یہ وار کر کے وقوعہ کے بعد فرار ہو گیا۔ تاہم بعد میں پولیس نے قاتل کو حراست میں لے لیا ہے۔ اب دیکھیں مقدمہ کہاں تک پہنچتا ہے۔

شہید مرحوم کے بھائی طاہر احمد اور خاندان کے دیگر افراد کاروبار کے سلسلہ میں راولپنڈی مقیم ہیں اور گذشتہ ایک سال کے دوران کہتے ہیں کہ مخالفانہ حالات اور دھمکیوں کی بنا پر اس خاندان کو چار مرتبہ کاروبار

کی جگہ تبدیل کرنی پڑی۔ تین ماہ قبل ان سے مکان بھی خالی کروالیا گیا۔ متعدد مرتبہ مخالفین کی طرف سے پتھراؤ اور کاروباری نقصان کا سامنا رہا۔ بے بنیاد الزامات عائد کر کے ان کے خلاف درخواستوں پر پولیس کی طرف سے بھی انہیں بلایا جاتا رہا۔ ان سب حالات کا انہوں نے بلند حوصلے سے مقابلہ کیا۔

شہید مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے پڑدادا عمر دین صاحب آف قادیان کے ذریعہ سے ہوا۔ شہید مرحوم کے دادا احمد دین صاحب کو بطور مستری منارۃ المسیح کی تعمیر میں حصہ لینے کی سعادت ملی۔ فرقان بٹالین میں بھی خدمت کی توفیق پائی۔ قیامِ پاکستان کے وقت ہجرت کے موقع پر خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قافلے میں بھی شامل تھے۔ انہوں نے پاکستان آکر بستی قندھارا سنگھ ضلع رحیم یار خان میں جماعت قائم کی اور صدر جماعت کے طور پر خدمت کی توفیق پائی اور احمدیہ بیت الذکر کی تعمیر میں نمایاں کردار ادا کیا۔

شہید بوجہ بیماری تعلیم حاصل نہ کر سکے تاہم لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ کھیتی باڑی اور محنت مزدوری کے پیشے سے وابستہ تھے۔ شہید پنجگانہ نماز اور تہجد کے پابند تھے۔ گھر کے سب افراد کو نمازوں کی ادائیگی کی تلقین کرتے۔ خلافت سے بے پناہ عشق اور والدین کی خدمت بہت زیادہ کرتے تھے۔ رشتہ داروں کی ہمدردی کا جذبہ نمایاں تھا۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کا خاص اہتمام کرتے۔ اول وقت میں مسجد پہنچ جاتے۔ شہید مرحوم کے والد منظور احمد صاحب نے بتایا کہ ابتدائی عمر میں ایک مرتبہ شہید عشاء کی نماز کی ادائیگی کے بغیر سو گئے۔ خواب میں شہید نے دیکھا کہ ان کو کسی نے سختی سے اٹھایا اور کہا کہ نماز کیوں نہیں ادا کی؟ کہتے ہیں اس کے بعد شہید نے شاید ہی کبھی کوئی نماز چھوڑی ہو بلکہ تہجد کی ادائیگی کے پابند تھے۔

ان کی اہلیہ غزالہ صاحبہ کہتی ہیں کہ پانچ چھ سال پہلے شادی ہوئی اور مجھے ہمیشہ جس بات کی وہ خاص طور پر تلقین کرتے تھے یہ تھی کہ نماز کی ادائیگی باقاعدہ کرو۔

محمود احمد رند صاحب مربی ضلع کہتے ہیں کہ شہید مرحوم سے پہلی ملاقات کے دوران انہوں نے کہا کہ مَیں جماعتی خدمت کے لیے ہر وقت حاضر ہوں۔ اگر میری ضرورت ہو تو مجھے ضرور بتائیں۔ شہید مرحوم واقفینِ زندگی سے بہت محبت کرنے والے سادہ اور کم گو انسان تھے۔ جب مسجد میں آتے تو سنتوں کی ادائیگی کے بعد ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے۔ مرحوم کے پسماندگان میں والد، والدہ مقصودہ بی بی صاحبہ، اہلیہ غزالہ صاحبہ اور دو بھائی ہیں۔ ان کے ایک بھائی معلم وقف جدید ہیں۔ مرحوم کی اولاد کوئی نہیں تھی۔ اسی طرح مرحوم کی دو ہمشیرگان بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ **غائب جو ہے وہ عزیزم مُہنّد مُؤید ابو عَواد** غزہ فلسطین کا ہے۔ یہ بھی ایک ڈرون حملے میں بیس سال کی عمر میں شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

شریف عودہ صاحب امیر کبابیر لکھتے ہیں کہ مُہنّد مُؤید ابو عَواد بیس سالہ شرمیلا، کم گو اور جنگی حالات کے باوجود ہمیشہ خوش پوشاک رہنے والا نوجوان تھا۔ وہ اپنے والدین کے ساتھ غزہ کے جنوب میں خان یونس کے قریب ہیومینٹی فرسٹ کے کیمپ میں ایک خیمے میں رہتا تھا اور ہیومینٹی فرسٹ میں یہ کام بھی کرتے تھے۔

وہاں لوگوں کی خدمت بھی کرتے تھے، صرف خود کیمپ میں نہیں رہتے تھے بلکہ ہیومینٹی فرسٹ والے کہتے ہیں کہ یہ ہمارا بہت اچھا کارکن تھا۔ ان کے خاندان میں احمدیت ان کے والد مؤید صاحب کے ذریعہ آئی تھی جنہوں نے غالباً 2009ء یا 2010ء میں اپنے خاندان سمیت بیعت کی تھی۔ مُھَنَّد مرحوم کو جیسا کہ پہلے میں نے بتایا ہے ہیومینٹی فرسٹ کی ٹیم میں بطور رضاکار خدمت کی توفیق ملی۔ بہت سرگرم رکن تھے۔ مُھَنَّد اپنے خاندان میں تکالیف اور ضروریات کو محسوس کرتا اور ان کے ازالے کے لیے کوشاں رہتا تھا۔ کھانے کے لیے اس علاقے میں کچھ نہیں تھا۔ اس لیے وہاں کہیں سے غذا کا کوئی لقمہ مل جانا کسی نعمت سے کم نہیں ہوتا تھا۔ آجکل وہاں بہت برا حال ہے۔ اسرائیل کی حکومت نے غذا جانے کی پابندی لگائی ہوئی ہے۔ مدد کے ٹرک جو جاتے ہیں ان کو روکا جاتا ہے۔ شہادت کے وقت سے کچھ دن پہلے مُھَنَّد غزہ کے جنوب میں رفح کے علاقے میں کھانے کی تلاش میں گیا۔ اس علاقے سے کھانے کی امدادی سامان سے بھری گاڑیاں گزرتی ہیں لیکن اکثر ان پر حملہ کر کے سب کو تباہ کر دیا جاتا ہے یا لوٹ لیا جاتا ہے۔ اس لیے بعض نوجوان اس علاقے میں جاتے ہیں کہ شاید انہیں تباہ حال ملبہ میں کہیں کچھ کھانے کا سامان مل جائے۔ بعض اوقات یہاں مٹی کے ساتھ ملا ہوا آٹا مل جاتا ہے۔ ملتا بھی ہے تو مٹی میں ملا ہوا لیکن یہ بھی ان کے لیے ایک غیر معمولی نعمت بن جاتا ہے۔ مھند ایک دفعہ جب وہاں گیا تو خوش قسمتی سے اُسے وہاں اپنے خاندان اور پڑوسیوں کے لیے کچھ آٹا مل گیا، وہ گھر لے آیا۔ والدہ بھی خوش تھیں کہ کئی لوگوں کو اس سے زندہ رہنے میں مدد ملے گی لیکن اس کے والد نے ڈانٹا کہ دوبارہ نہیں جانا کیونکہ وہاں سے واپس لوٹنا کسی معجزے سے کم نہیں ہے۔ تم ابھی نوجوان ہو اور زندگی میں آگے ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ اس لیے کوئی معقول فیصلہ نہیں ہے کہ تم وہاں چند کلو گرام آٹے کے لیے چلے جایا کرو اور اپنی جان کو خطرے میں ڈالو۔ بہرحال وہ تین دسمبر کو پھر اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ غذا کی تلاش میں وہاں چلا گیا۔ جب اس علاقے میں گیا تو وہاں ایک فلسطینی بھائی کی لاش دیکھی۔ آس پاس کچھ آوارہ کتے تھے جو لاش کو نوچ رہے تھے تو ان لوگوں کو بڑا دکھ ہوا۔ اصل مقصد بھول گئے اور انہوں نے لاش اٹھائی اور اسے ایک ایمبولینس تک پہنچایا تا کہ یہاں سے محفوظ جگہ پہنچ جائے، دفنائی جائے۔ اس دوران انہیں ایک زخمی عورت اور اس کی بیٹی کی چیخیں سنائی دیں جو مدد کے لیے پکار رہی تھیں، وہ بھی زخمی تھیں۔ یہ تینوں لاش کو ایمبولینس تک پہنچا کر سٹریچر لے کر زخمی ماں بیٹی کو لینے واپس گئے۔ ابھی ایک زخمی کو اٹھا کر لے جا رہے تھے کہ اسرائیلی طیارے نے اچانک ان پر میزائل چلا دیا۔ مھند اور اس کا ایک ساتھی اور دونوں زخمی عورتیں موقع پر شہید ہو گئے جبکہ تیسرا ساتھی بچ گیا۔ اس نے یہ ساری دردناک کہانی بیان کی۔ اور کہتے ہیں کہ اس کا بھی بڑا افسوس ہے کہ جو بھی مھند اور اس کے ساتھیوں کی لاش اٹھانے گیا تھا وہ بھی وہیں مارا گیا۔ آخر کار ان کی لاش ایک دن پہلے، کل ایک ہسپتال سے ملی ہے۔

شہید کے والد مؤید صاحب جماعت کے بہت ہی مخلص اور عاجز ممبر ہیں۔ وہ ہمیشہ جماعت کی خدمت کے لیے کام تلاش کرتے رہتے ہیں۔ یہاں ہیومینٹی فرسٹ کے کیمپ میں وہ کسی کو نماز کے لیے مختص جگہ کی صفائی وغیرہ نہیں کرنے دیتے بلکہ خود صفائی کرتے ہیں۔ ہمیشہ اخلاص اور دیانتداری سے کام کرتے ہیں۔

ان کے والد کو بھی احمدیت قبول کرنے کے بعد بہت تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا اور کیونکہ وہ بڑے جرأت

والے تھے اس لیے بڑی بلند آواز سے مختلف مساجد میں جا کے اعلان کرتے تھے کہ مسیح آ گیا ہے۔ اکثر اس وجہ سے ان کو مار پیٹ کا سامنا کرنا پڑتا بلکہ حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانے کی پاداش میں مقامی حکومت نے انہیں ارتداد کا الزام لگا کر کئی کئی ہفتوں تک جیل میں رکھا لیکن وہ ان تمام مصائب میں مضبوط رہے۔ ان کا ایمان ذرہ برابر بھی کم نہیں ہوا۔

گرفتاری کے دوران ایک تفتیشی نے ان کے کان پر مکا مارا جس کے بعد وہ اس کان سے بالکل کچھ نہیں سن سکتے تھے۔ بہرحال شہید مرحوم کے والد نے بھی بڑی قربانی دی ہے۔ اس خاندان نے جماعت کی خاطر، اپنے ایمان کی خاطر بڑی قربانی دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو آئندہ ہر شر سے محفوظ رکھے اور شہید مرحوم کے بھی درجات بلند کرے۔

اگلا **جنازہ مولوی محمد ایوب بٹ صاحب** درویش قادیان کا ہے جو گذشتہ دنوں قادیان میں سو سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ایوب بٹ صاحب نے اپنے ایک بیان میں لکھوایا تھا کہ ان کی والدہ مکرمہ کریم بی بی صاحبہ کے ذریعہ ان کے خاندان میں احمدیت آئی تھی۔ وہ میر پور کشمیر کی رہنے والی تھیں اور ان کے ایک بھائی سید ارشد علی صاحب قادیان سے تعلیم حاصل کر کے گئے تھے۔ ان کی تبلیغ سے والدہ نے احمدیت قبول کر لی۔ بعد میں والد نے بھی بیعت کر لی۔ ایوب بٹ صاحب درویش کی تحریر کے مطابق مرحوم نے عین جوانی میں خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑے پر سوار دیکھا۔ اس خواب کی تعبیر آپ کی والدہ صاحبہ نے یہ بتائی کہ ان کو اللہ تعالیٰ دین کا کام کرنے کی توفیق دے گا۔ 1939ء میں مولوی صاحب نے اپنی زندگی وقف کر دی اور انتظامیہ کی طرف سے آپ کو ایران جانے کا حکم ہوا۔ وہاں پانچ سال تک خدمت دین بجالاتے رہے۔ اس کے بعد کابل افغانستان جانے کا حکم ہوا۔ کابل جانے کے لیے آپ کوئٹہ میں تھے تو امیر صاحب جماعت احمدیہ کوئٹہ نے کہا کہ آپ کو قادیان بلایا گیا ہے۔ تقسیم ملک کا زمانہ تھا۔ انڈیا پاکستان کی تقسیم ہو رہی تھی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت فرما کر لاہور میں مقیم تھے۔ جب مولوی صاحب لاہور پہنچے تو ان کو بتایا گیا کہ قادیان جانے کے لیے یہ آخری ٹرک جا رہا ہے اور اس کے بعد شاید اور کوئی ٹرک نہ جا سکے اس لیے آپ قادیان چلے جائیں۔ جہاں پہنچ کے مولوی صاحب کو قادیان میں مختلف مقامات پر حفاظتی ڈیوٹیاں دینے کا موقع ملا۔ پھر حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر جب ہندوستان میں تبلیغی جگہوں پر معلمین کو بھجوایا گیا تھا تو ان کو بھی بھجوایا گیا۔ جھانسی صوبہ یوپی میں بھجوا دیا گیا۔ وہاں انہوں نے بڑے احسن رنگ میں تبلیغ کی اور ہندوؤں سے بھی اچھے مراسم تھے۔ کہتے ہیں ایک دفعہ ایک ہندو گُروجی بیمار ہو گئے۔ ان کے مرید نے مولوی صاحب کو کہا کہ کوئی دوائی دیں۔ انہوں نے کہا اچھا صبح آنا۔ کہتے ہیں میں نے دعا کی تو رات کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا اور انہوں نے اپنا دوائیوں کا بکس کھولا اور بتایا کہ یہ دوائی دے دو۔ مولوی صاحب مرحوم نے بیان کیا کہ جب میں صبح بیدار ہوا تو وہ شیشی میرے ہاتھ میں تھی۔ پھر میں نے اس میں سے تین خوراکیں گُروجی کو دے دیں اور وہ ٹھیک بھی ہو گئے۔

ہندوستان میں مختلف مقامات پر ان کو خدمت کی توفیق ملی اور اس دوران میدان عمل میں ہی انہوں نے

ہومیو پیتھی کی ڈگری بھی حاصل کی۔ بہت سے سعید الفطرت احباب کو ان کے ذریعہ سے قبول احمدیت کی توفیق بھی ملی۔ ان کے ایک بیٹے ڈاکٹر محمود احمد بٹ صاحب اور ان کی اہلیہ یعنی بٹ صاحب کی بہو، درویش صاحب کی بہو ڈاکٹر منجو بٹ یہ واقفِ زندگی ہیں۔ انہوں نے ایک لمبا عرصہ گھانا میں خدمت کی ہے اور آجکل نور ہسپتال قادیان میں خدمت بجا لا رہے ہیں۔ اسی طرح ان کے ایک دوسرے بیٹے بھی امریکہ میں ڈاکٹر ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند کرے اور ان کی اولاد اور نسل کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا ذکر مکرم ڈاکٹر مسعود احمد ملک صاحب کا ہے جو نائب امیر جماعت یو ایس اے تھے۔ یہ بھی گذشتہ دنوں میں چھیاسی سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔

آپ حضرت الحاج مولوی محمد عبداللہ صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پڑپوتے اور ملک عبدالرحمٰن صاحب کے پوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے اور سنہ دو ہزار میں، 2000ء میں ان کو فریضہ حج ادا کرنے کی بھی توفیق ملی۔ انہوں نے پاکستان سے تعلیم مکمل کی۔ پھر امریکہ چلے گئے وہاں سے University of Nebraska سے Animal Nutrition میں پی ایچ ڈی کی۔ پھر مختلف جگہوں پر ملازمت کرتے رہے۔ جماعتی خدمات میں مرحوم کو 2013ء سے وفات تک بطور نائب امیر جماعت امریکہ اور 1988ء سے 2013ء تک بطور جنرل سیکرٹری جماعت امریکہ خدمت کی توفیق ملی۔ اس کے علاوہ مختلف جماعتوں میں جہاں یہ رہے صدر جماعت بھی رہے۔ واشنگٹن میں بھی صدر جماعت رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب Revelation Rationality Knowledge and Truth کے لیے مختلف سائنسی جرائد سے حوالہ جات ڈھونڈنے کے کام میں انہیں اپنی ٹیم کے ساتھ خدمت کی توفیق ملی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس میں ان سے بھی کام لیا تھا اور یہ کام کچھ سالوں کے عرصہ پر محیط تھا۔

امیر صاحب جماعت امریکہ لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے کئی دہائیوں تک جماعت امریکہ کی پورے اخلاص اور وفا کے ساتھ خدمت کی۔ خلافت کے مطیع اور فرمانبردار اور خلیفہ وقت کے ارشادات پر ہمیشہ لبیک کہنے والے اور نظام جماعت کا علم رکھنے والے اور اس کی اہمیت کو سمجھنے والے تھے اور ہمیشہ ان کو نظام جماعت کی پابندی کرتے ہوئے پایا۔

ان کی اہلیہ فریدہ صاحبہ کہتی ہیں۔ ملک صاحب اپنا زیادہ سے زیادہ وقت خدمت دین میں گزارنے کی کوشش کرتے تھے۔ ہفتے میں چار دن دس گھنٹے جاب کرتے تھے تا کہ جمعہ ہفتہ اتوار کو باقاعدگی سے تمام دن دفتر جنرل سیکرٹری میں کام کر سکیں اور اپنی جاب پہ بھی دس گھنٹے کام کرنے کے بعد بعض دفعہ سیدھے مسجد چلے جاتے تھے۔ رات دیر تک کام میں مصروف رہتے۔ ناشتہ بھی کہتی ہیں اس خیال سے دفتر جاتے ہوئے گاڑی میں لے جاتے کہ وقت بچے گا اور جماعتی کام کر سکوں گا۔

جماعتی اموال کی حفاظت اور ان کا خرچ کرنے میں بھی بہت احتیاط سے کام لیا کرتے تھے بلکہ انہوں نے ایک دوست کو، وہاں کارکن کو کہا کہ کشائش تو جماعت میں پیدا ہو گئی ہے لیکن جو درد سے خرچ کرنا چاہیے وہ

بعض لوگ اس طرح خرچ نہیں کرتے۔ غیر ضروری خرچ کر جاتے ہیں۔ جو پرانے لوگ ہیں ان کو اس بات کا بھی بڑا درد رہتا ہے کہ جس طرح جماعتی اموال کا استعمال ہونا چاہیے اس طرح بعض دفعہ استعمال نہیں ہوتا۔ اس بارے میں بھی سب عہدیداروں کو خیال رکھنا چاہیے۔

ان کی بیٹی سارہ کہتی ہیں کہ مرحوم کو ہمہ وقت جماعتی خدمت میں مصروف دیکھا۔ آپ نے گھر میں اپنی میز کے سامنے ایک بڑا سائن لگایا ہوا تھا جس پر یہ تحریر تھا کہ

What have I done today in the service of my Jama'at?

اور مرحوم نے حقیقی رنگ میں ہر دن جماعت کی خدمت میں مصروف گزارا۔

ان کے بھائی ملک مبارک صاحب کہتے ہیں کہ بیت الرحمٰن کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد روزانہ کام سے سیدھے مسجد آتے اور رات دیر تک جماعت کے کاموں میں مصروف رہتے اور خاص طور پر مجلس شوریٰ کے دنوں میں ان کی ذمہ داریوں میں بہت اضافہ ہو جاتا تھا۔ کئی ہفتے بہت دیر تک جماعت کے کاموں میں گزارتے۔

آپ کے جاننے والے لکھتے ہیں اور یہ بہت سارے لوگوں نے لکھا ہے کہ نظام جماعت کے لیے آپ کے دل میں بے حد عزت و احترام تھا اور اپنے بچوں میں بھی آپ نے جماعت کی محبت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ خود بھی تقویٰ کی راہوں پر چلتے اور اپنے بچوں کو بھی اس کی تلقین کرتے۔ قریبی اور دور کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی آپ کا اعلیٰ وصف تھا۔ ضرورتمندوں کی ہمیشہ مدد کرتے اور مریضوں کی سب سے پہلے عیادت کے لیے جاتے۔ بہت محنتی، عاجز، مہمان نواز، علمی صلاحیت رکھنے والے ایک مخلص اور باوفا انسان تھے۔ ہر کام کو بڑی تفصیل اور باریکی سے کرنے والے اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھ کر پورا کرنے والے تھے۔ مسجد میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے کی کوشش کرتے۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے، درجات بلند فرمائے۔ ان کے بچوں اور نسلوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔

اگلا ذکر مکرم شبیر احمد لودھی صاحب کا ہے جو میاں محمد شفیع صاحب مرحوم کے بیٹے تھے اور ہمارے ایک مربی سلسلہ فرخ شبیر لودھی کے والد ہیں۔ ان کی گذشتہ دنوں میں باسٹھ سال کی عمر میں وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا میاں شہاب الدین صاحب آف لودھی ننگل کے ذریعہ ہوا۔ ان کو اوائل زمانہ خلافت ثانیہ میں بیعت کر کے جماعت میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ مرحوم موصی تھے۔ سب سے بڑے بیٹے فرخ شبیر لودھی مبلغ سلسلہ لائبیریا ہیں اور گذشتہ کئی سال سے وہ وہاں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں اور میدان عمل میں ہونے کی وجہ سے اپنے والد کے جنازے اور تدفین میں شامل نہیں ہو سکے۔

فرخ شبیر لودھی مبلغ سلسلہ اپنے والد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تہجد گزار، پنجوقتہ نمازوں کے پابند، حتی الوسع نماز باجماعت کا اہتمام کرنے والے، دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے، تلاوت قرآن کریم اور جماعتی لٹریچر کا مطالعہ کرنے والے، خلافت سے بے پناہ محبت کرنے والے، باقاعدگی سے خطبات سننے والے، تحریکات پر لبیک کہنے والے، نفلی روزہ کا بحالتِ صحت باقاعدگی سے اہتمام کرنے والے،

ہر وقت جماعتی خدمت کے لیے تیار رہنے والے، واقفینِ زندگی سے خاص محبت کرنے والے، عہدیداران کا احترام کرنے والے، نظام جماعت کے لیے غیرت رکھنے والے، پیار سے تربیت کرنے والے، درگزر کرنے والے مشکلات میں صبر اور حوصلہ دکھانے والے، اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ رکھنے والے، اپنی مشکلات اللہ تعالیٰ کے حضور خشوع و خضوع سے بیان کرنے والے، دوسروں کی مشکلات میں ہر ممکن مدد کرنے والے، کسی کے لیے بھی دل میں ناراضگی کے جذبات نہ رکھنے والے، کسی بھی کامیابی کو محض اللہ کا خاص فضل قرار دینے والے، انصاف کرنے والے، صائب الرائے، مہمان نواز اور دل کھول کر مالی معاونت کرنے والے تھے۔ اپنے عملہ کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آتے۔ یہ صرف بیٹے کی باتیں نہیں ہیں اَور لوگوں نے بھی اس بارے میں لکھا ہے۔ اچھے نیک آدمی تھے۔

گوجرانوالہ میں ایک زمانہ میں جب کلمہ مٹانے کی تحریک شروع ہوئی ہے تو مسجد سے ہمارا کلمہ مٹایا جاتا تھا اور ان کو مقرر کیا گیا تھا کہ ہر دفعہ جب کلمہ مٹایا جاتا ہے تو آپ نے لکھنا ہے۔ چنانچہ جب مٹایا جاتا یہ فوراً جا کے دوبارہ کلمہ لکھ دیتے۔ بڑی ہمت سے انہوں نے اس وقت کام کیا۔ پھر یہ لکھتے ہیں کہ ایک خوبی بڑی نمایاں تھی کہ ان کو اگر کسی سے کوئی تکلیف بھی پہنچتی تو کبھی پلٹ کے جواب نہیں دیتے تھے بلکہ صبر اور حوصلہ دکھاتے تھے اور اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے تھے۔ اپنی دعاؤں سے اپنی تکلیف کا مقابلہ کرتے تھے۔

سکول میں جہاں یہ پڑھاتے تھے ساتھیوں نے بہت زیادہ مخالفت کی بلکہ ایک سٹوڈنٹ کو بعض ساتھیوں نے کہا کہ ان کو گولی مار دو تو ہم تمہیں انعام دیں گے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ حفاظت میں رکھتا رہا اور بڑی جرأت سے وہاں کام کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ ان کے بچوں کا بھی حافظ و ناصر ہو۔

نماز کے بعد میں جنازہ پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 03 / جنوری 2025 جلد 32 شمارہ 03 صفحہ 02 تا 06)

51

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 20/ دسمبر 2024ء بمطابق 20/ فتح 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے پہلو غزوات اور سرایا کے واقعات کے حوالے سے بیان ہو رہے ہیں۔ اس تعلق میں سَریہ عکّاشہ بن مِحْصِن کا بھی تاریخ میں ذکر ملتا ہے۔ یہ **سریہ عکاشہ بن محصن** کا غَمْر مَرُّذُوق کی جانب ہے۔ یہ سریہ ربیع الاوّل چھ ہجری میں ہوا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد6 صفحہ 77 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک مہاجر صحابی عکاشہ بن محصنؓ کو چالیس مسلمانوں پر افسر بنا کر قبیلہ بنی اسد کے مقابلہ کے لیے روانہ فرمایا۔ یہ قبیلہ اس وقت ایک چشمہ کے قریب ڈیرہ ڈالے پڑا تھا جس کا نام غَمْر تھا جو مدینہ سے مکہ کی سمت میں چند دن کے فاصلہ پر واقع تھا۔ عکاشہ کی پارٹی جلدی جلدی سفر کر کے غمر کے قریب پہنچی تا کہ انہیں شرارت سے روکا جا سکے۔“ جو منصوبہ بنا رہے تھے وہ لوگ اس سے روکا جائے۔ ”تو معلوم ہوا کہ قبیلہ کے لوگ مسلمانوں کی خبر پا کر اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے تھے۔ اس پر عکاشہؓ اور اس کے ساتھی مدینہ کی طرف واپس لوٹ آئے اور کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔“ (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 666)

اسی طرح سریہ محمد بن مَسْلَمہ کا ذکر ملتا ہے۔ یہ سریہ ربیع الثانی چھ ہجری کو پیش آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو بنو ثَعْلَبَہ اور بَنُو عُوَال کی طرف بھیجا جو ذُوالقَصَّہ میں رہتے تھے۔ اور ذوالقصہ مدینہ سے رَبَذَہ کے راستے پر چوبیس میل کے فاصلے پر ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد2 صفحہ 65، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو دس آدمی دے کر بھیجا۔ یہ جماعت رات کے وقت وہاں پہنچی۔ ان لوگوں نے حضرت محمد بن مسلمہؓ اور آپ کے ساتھیوں کو گھیر لیا اس حال میں کہ یہ سوئے ہوئے تھے اور دشمن کے سو آدمی تھے۔ مسلمانوں کو اس وقت تک علم نہ ہوا جب تک کہ دشمن نے ان کا تیروں سے محاصرہ نہ کر لیا۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ جلدی سے اٹھے اور آپ کے پاس کمان تھی۔ آپ نے اپنے ساتھیوں میں زور سے آواز لگائی کہ ہتھیار سنبھال لو۔ وہ سب بھی جلدی سے اٹھے۔ رات کی ایک گھڑی تیر اندازی ہوتی رہی۔ کچھ وقت تک تیر اندازی آپس میں ہوئی۔ پھر بدوؤں نے نیزوں سے حملہ کر کے باقی سب کو شہید کر دیا اور حضرت محمد بن مسلمہؓ زخمی ہو کر گر پڑے۔ آپ کے ٹخنے پر ایسی چوٹ لگی کہ آپ حرکت نہیں کر سکتے تھے اور ان لوگوں نے آپ کے کپڑے اتار لیے اور چلے گئے۔ ایک مسلمان آدمی

کا مقتولین پر سے گزر ہوا اس نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ جب حضرت محمد بن مسلمہؓ نے اس کو سنا تو حرکت کی۔ اس نے آپؓ کو کھانا دیا اور آپؓ کو سواری پر بٹھا کر مدینہ لے آیا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 79 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

محمد بن مسلمہؓ کے ساتھیوں کی شہادت کے ذمہ دار دشمنوں سے بدلہ کے لیے بھی ایک سریے کا ذکر ملتا ہے۔

یہ سَریہ حضرت ابو عبیدہ بن جَرَّاح کہلاتا ہے۔ اس کی تفصیل میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان حالات کا علم ہوا۔“ یعنی ذُوالقَصَّہ میں محمد بن مسلمہؓ کے ساتھیوں کی شہادت کا علم ہوا ”تو آپؐ نے ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو جو قریش میں سے تھے اور کبار صحابہ میں شمار ہوتے تھے محمد بن مسلمہؓ کے انتقام کے لیے ذوالقصہ کی طرف روانہ فرمایا اور چونکہ اس عرصہ میں یہ بھی اطلاع موصول ہو چکی تھی کہ قبیلہ بنوثعلبہ کے لوگ مدینہ کے مضافات پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں اس لیے آپؐ نے ابوعبیدہؓ کی کمان میں چالیس مستعد صحابہ کی جماعت بھجوائی اور حکم دیا کہ راتوں رات سفر کر کے صبح کے وقت وہاں تک پہنچ جائیں۔ ابوعُبَیدہؓ نے تعمیل ارشاد میں یلغار کر کے عین صبح کی نماز کے وقت انہیں جا دبایا اور وہ اس اچانک حملہ سے گھبرا کر تھوڑے سے مقابلہ کے بعد بھاگ نکلے اور قریب کی پہاڑیوں میں غائب ہو گئے۔ ابوعُبَیدہؓ نے مال غنیمت پر قبضہ کیا اور مدینہ کی طرف واپس لوٹ آئے۔

اس مہم میں جن دو صحابہؓ کا ذکر ہے یعنی محمد بن مَسْلَمہؓ اور ابوعبیدہؓ بن الجراح وہ دونوں کبار صحابہ میں سے تھے۔ محمد بن مسلمہؓ اپنے ذاتی اوصاف اور قابلیت کے علاوہ قتل کعب بن اشرف یہودی کے ہیرو تھے کیونکہ یہ مفسد انہی کے ہاتھ سے اپنے کیفر کردار کو پہنچا تھا۔ محمد بن مسلمہؓ انصار کے قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت عمرؓ کی خلافت میں ان کے خاص معتمد سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ عموماً انہی کو اپنے عُمّال کی شکایتوں کی تحقیق کے لیے بھجوایا کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کی وفات کے بعد جب مسلمانوں میں اندرونی فتنوں کا دروازہ کھلا تو محمد بن مسلمہؓ نے اپنی تلوار کو ایک پتھر پر توڑ کر اپنے ہاتھ میں صرف ایک چھڑی لے لی اور جب کسی نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے یہی سنا ہوا ہے کہ جب مسلمانوں کے اندر باہمی قتل وغارت کا دروازہ کھلے تو تم تلوار کو توڑ کر گھر میں اس طرح دبک کر بیٹھ جانا جس طرح کسی کمرہ میں اس کا فرش پڑا ہوا ہوتا ہے۔ یہ حکم غالباً محمد بن مسلمہؓ کے لیے یا اس فتنہ کے لیے خاص تھا ورنہ بعض اوقات اندرونی فتنوں کا مقابلہ بھی ایک اعلیٰ دینی خدمت کا رنگ رکھتا ہے۔

دوسرے صحابی ابوعبیدہؓ بن الجراح تھے۔ یہ چوٹی کے صحابہ میں سے تھے اور قریشی تھے۔ ان کی رفعتِ شان اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں امین المِلّت کا خطاب عطا فرمایا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے جن دو صحابہ کو خلافت کا اہل سمجھا تھا ان میں سے ایک یہ بھی تھے۔ ابوعبیدہؓ حضرت عمرؓ کے عہد میں مرض طاعون سے وفات پا کر شہید ہوئے۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 669-668)

پھر ایک سَریہ ہے سَریہ زید بن حارِثہ جو بنو سُلَیم کی طرف بھیجا گیا۔ اس کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ ”ماہ ربیع الآخر 6ھ ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام...

زید بن حارثہؓ کی امارت میں چند مسلمانوں کو قبیلہ بنی سُلَیم کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ قبیلہ اس وقت نجد کے علاقہ میں بمقام جَمُوم آباد تھا اور ایک عرصہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف برسرپیکار چلا آتا تھا۔ چنانچہ غزوۂ خندق میں بھی اس قبیلہ نے مسلمانوں کے خلاف نمایاں حصہ لیا تھا۔ جب زید بن حارثہؓ اور ان کے ساتھی جَمُوم میں پہنچے جو مدینہ سے قریباً پچاس میل کے فاصلہ پر تھا تو اسے خالی پایا مگر انہیں قبیلہ مُزَیْنَہ کی ایک عورت حلیمہ نامی سے جو مخالفین اسلام میں سے تھی اس جگہ کا پتہ لگ گیا جہاں اس وقت قبیلہ بنو سلیم کا ایک حصہ اپنے مویشی چرا رہا تھا۔ چنانچہ اس اطلاع سے فائدہ اٹھا کر زید بن حارثہؓ نے اس جگہ پر چھاپا مارا۔ اس اچانک حملہ سے گھبرا کر اکثر لوگ تو اِدھر اُدھر بھاگ کر منتشر ہو گئے مگر چند قیدی اور مویشی مسلمانوں کے ہاتھ آ گئے جنہیں وہ لے کر مدینہ کی طرف واپس لوٹ آئے۔ اتفاق سے ان قیدیوں میں حلیمہ کا خاوند بھی تھا اور ہر چند کہ وہ حربی مخالف تھا" جنگ لڑنے والا تھا۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلیمہ کی اس امداد کی وجہ سے "یعنی جو اس نے معلومات مہیا کی تھیں اس کی وجہ سے "نہ صرف حلیمہ کو بلا فدیہ آزاد کر دیا بلکہ اس کے خاوند کو بھی احسان کے طور پر چھوڑ دیا اور حلیمہ اور اس کا خاوند خوشی خوشی اپنے وطن کو واپس چلے گئے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 669)

اسی طرح سریہ زید بن حارثہ کا ذکر ملتا ہے جو عِیْص کی طرف بھیجا گیا۔ اس کی تفصیل میں سیرت خاتم النبیینؐ میں اس طرح بیان ہوا ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جُمَادِیَ الاولیٰ" چھ ہجری" کے مہینہ میں انہیں "یعنی زید بن حارثہؓ کو "ایک سو ستّر صحابہ کی کمان میں پھر مدینہ سے روانہ فرمایا۔ اس مہم کی وجہ اہلِ سِیَر نے "سیرت لکھنے والوں نے "یہ لکھی ہے کہ شام کی طرف سے قریش مکہ کا ایک قافلہ آ رہا تھا اس کی روک تھام کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دستہ کو روانہ فرمایا تھا... قریش کے قافلے ہمیشہ مسلح ہوتے تھے اور مکہ اور شام کے درمیان آتے جاتے ہوئے وہ مدینہ کے بالکل قریب سے گزرتے تھے جس کی وجہ سے ان کی طرف سے ہر وقت خطرہ رہتا تھا۔ علاوہ ازیں... یہ قافلے جہاں جہاں سے گزرتے تھے قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف اکساتے جاتے تھے۔ جس کی وجہ سے سارے ملک میں مسلمانوں کے خلاف عداوت کی ایک خطرناک آگ مشتعل ہو چکی تھی اس لیے ان کی روک تھام ضروری تھی۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ کی خبر پا کر زید بن حارثہؓ کو اس طرف روانہ فرمایا اور وہ اس ہوشیاری سے گھات لگاتے ہوئے بڑھے کہ بمقام عِیْص قافلہ کو جا دبایا۔ عِیْص ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے چار دن کی مسافت پر سمندر کی جانب واقع ہے چونکہ یہ اچانک حملہ تھا اہل قافلہ مسلمانوں کے حملہ کی تاب نہ لا سکے اور اپنے سازوسامان کو چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ زیدؓ نے بعض قیدی پکڑ کر اور سامان قافلہ اپنے قبضہ میں لے کر مدینہ کی راہ لی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 670)

ان واقعات میں اَبُوالْعَاص بن رَبِیع کے قید ہونے اور قبول اسلام کا بھی ذکر ملتا ہے۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ فتح مکہ سے پہلے ابو العاص بن ربیع تجارت کی غرض سے اپنا مال اور قریش

کے لوگوں کے مالوں کو لے کر شام کی طرف نکلا۔ جب تجارت سے فارغ ہو گیا اور قافلے کو لے کر واپس لوٹا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک لشکر سے سامنا ہوا۔ صحابہؓ نے اس کے پاس موجود سارا سامان اپنے قبضہ میں لے لیا اور قافلے کے لوگوں کو قیدی بنالیا۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت زیدؓ نے اس قافلے کو جس میں ابوالعاص بھی تھا گرفتار کیا اور انہیں مدینہ لے آئے۔

امام زُہری اور ابن عُقْبَہ کے نزدیک اَبُوبَصِیرؓ، ابو جَنْدَلؓ اور ان دونوں کے ساتھیوں نے ابوالعاص کے اس قافلے سے مال پکڑا اور ان کو قیدی بنایا۔ ان کا ٹھکانہ سِیْفُ البحر تھا۔ سِیْفُ البحر کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ یہ عیص کے نواح میں سمندر کا ساحل تھا۔ آپ دونوں نے ان قافلے والوں میں سے کسی کو بھی قتل نہیں کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوالعاص کا سسرالی رشتہ تھا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ابوالعاص سریہ والوں سے یعنی زید بن حارثہ کے لشکر سے بھاگ گیا۔ جب مسلمان اس قافلے کے اموال لے کر واپس آ گئے تو ابوالعاص رات کو مدینہ آیا یہاں تک کہ اپنی زوجہ حضرت زینبؓ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؓ سے پناہ طلب کی۔ حضرت زینبؓ نے ابوالعاص کو پناہ دے دی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تکبیر کہی تو حضرت زینبؓ نے صُفَّۃُ النِّسَاء جو عورتوں کے لیے جگہ تھی، وہاں سے زور سے آواز لگائی اور ایک روایت میں ہے کہ آپؓ نے اپنے دروازے پر کھڑے ہو کر بآواز بلند فرمایا: اے لوگو! میں نے ابوالعاص کو پناہ دی ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! کیا تم نے وہ سنا جو میں نے بھی سنا۔ انہوں نے عرض کیا ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! میں اس امر میں سے کسی چیز کے بارے میں نہیں جانتا۔ مجھے اس کا پہلے نہیں پتہ تھا۔ ابھی زینب سے ہی سنا ہے حتیٰ کہ میں نے وہ سنا ہے جو تم نے بھی سنا ہے۔ مسلمان اپنے دشمن کے خلاف ایک ہاتھ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ مسلمان اپنے دشمن کے خلاف ایک ہاتھ ہیں۔ ان کا ادنیٰ شخص بھی پناہ دے سکتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نے بھی اس کو پناہ دی جس کو زینب نے پناہ دی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں داخل ہوئے تو حضرت زینبؓ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داخل ہوئیں اور ابوالعاص سے جو کچھ چھینا گیا تھا اسے لوٹانے کا مطالبہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بیٹی! اس کی اچھی طرح خاطر تواضع کرو لیکن وہ تمہیں خلوت میں نہ ملے۔ بیشک تم اس کے لیے حلال نہیں ہو کیونکہ وہ کافر ہے اور تم مسلمان ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سریہ والوں کی طرف پیغام بھیجا جنہوں نے ابوالعاص سے مال لیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ یہ شخص ہم میں سے ہے جیسا کہ تم جانتے ہو۔ یعنی کہ رشتہ داری ہے میرے ساتھ اس کی اور تم نے اس سے مال چھینا ہے۔ اگر تم احسان کرو اور اس کا مال اس کو لوٹا دو۔ حکم نہیں

دیا آپؐ نے۔ فرمایا کہ احسان کرو اور اس کا مال اس کو لوٹا دو تو یہ ہمیں پسند ہے اور اگر تم انکار کر دو تو یہ اللہ تعالیٰ کی غنیمت ہے جو اس نے تمہیں دی ہے۔ مجھے اس پہ کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اور تم اس کے زیادہ حقدار ہو۔ تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم یہ مال اس کو واپس لوٹاتے ہیں۔

ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ ابوالعاص نے حضرت زینبؓ سے اپنے ان ساتھیوں کے بارے میں بات کی جن کو ابو بصیرؓ اور ابو جندلؓ نے قید کیا تھا اور ان سے مال لے لیا تھا۔ حضرت زینبؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں بات کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور لوگوں سے خطاب کیا۔ آپؐ نے فرمایا: ہم نے چند لوگوں کو داماد بنایا اور ہم نے ابوالعاص کو بھی داماد بنایا۔ اور اس کو ہم نے اچھا داماد پایا۔ وہ شام سے اپنے چند قریشی ساتھیوں کے ساتھ آ رہا تھا۔ ابو جندل اور ابو بصیر نے ان کو پکڑ لیا اور ان کو قیدی بنایا اور ان کے پاس جو کچھ تھا اسے چھین لیا اور ان میں سے کسی ایک کو قتل نہ کیا اور زینب نے مجھ سے سوال کیا کہ میں اس کو پناہ دوں۔ کیا تم ابوالعاص اور اس کے ساتھیوں کو پناہ دیتے ہو؟ تو لوگوں نے کہا جی ہاں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ابو جندلؓ اور آپ کے ساتھیوں کو ابوالعاص اور اس کے قید ساتھیوں کے بارے میں پہنچا تو انہوں نے سب کو آزاد کر دیا اور ہر چیز ان کی طرف لوٹا دی یہاں تک کہ رسی بھی لوٹا دی۔ ابن اسحاق اور محمد بن عمر کے نزدیک صحابہؓ نے ان کی ہر چیز لوٹا دی یہاں تک کہ کوئی آدمی ڈول لے کر آ رہا تھا، کوئی مشک اور کوئی لوٹا لے کر آ رہا تھا اور کوئی کجاوہ کی لکڑی لے کر آ رہا تھا۔ انہوں نے سب کچھ قیدیوں سمیت واپس کر دیا اور اس میں سے کوئی چیز بھی گم نہ پائی۔

پھر ابوالعاص مال لے کر مکہ کی طرف چلا گیا اور ہر حق والے کو اس کا حق دے دیا۔ پھر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا مکہ والوں کے سامنے، ابوالعاص نے کہا کہ اے اہل مکہ! کیا تم میں سے کسی ایک کا کوئی مال میرے پاس باقی رہ گیا جسے اس نے نہ لیا ہو؟ اے اہل مکہ! کیا میں نے اپنی ذمہ داری کو پورا پورا ادا کر دیا؟ تو ان سب نے کہا ہاں۔ اللہ تعالیٰ تجھے بہتر بدلہ دے ہم نے تجھے بہت اچھا وفادار پایا ہے۔ تب ابوالعاص نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کرتے ہوئے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی چیز مجھے اسلام لانے سے نہیں روک سکتی تھی۔ یعنی جب میں مدینہ تھا وہاں بھی اسلام لا سکتا تھا لیکن مجھے ڈر ہوا کہ تم گمان کرو گے کہ میں نے تمہارے اموال کھانے کا ارادہ کیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان اموال کو تمہاری طرف پہنچا دیا۔ جو امانتیں تھیں میں نے تمہیں واپس کر دیں اور میں ان سے فارغ ہو گیا تو میں اسلام لے آیا۔ پھر وہاں سے چل پڑے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آ گئے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 84-83 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(ماخوذ از طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 2 صفحہ 66، 67 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فرہنگ سیرت صفحہ 160 زوار اکیڈمی کراچی)

اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں لکھا ہے کہ ”ان قیدیوں میں جو سریہ بطرف عِیص میں پکڑے گئے ابوالعاص بن الربیع بھی تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے اور حضرت خدیجہؓ

مرحومہ کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھے۔ اس سے قبل وہ جنگِ بدر میں بھی قید ہو کر آئے تھے مگر اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس شرط پر چھوڑ دیا تھا کہ وہ مکہ پہنچ کر آپؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو مدینہ بھجوا دیں۔ ابوالعاص نے اس وعدہ کو تو پورا کر دیا تھا مگر وہ خود ابھی تک شرک پر قائم تھے۔ جب زید بن حارثہ انہیں قید کر کے مدینہ میں لائے تورات کا وقت تھا مگر کسی طرح ابوالعاص نے حضرت زینبؓ کو اطلاع بھجوا دی کہ میں اس طرح قید ہو کر یہاں پہنچ گیا ہوں تم اگر میرے لیے کچھ کر سکتی ہو تو کرو۔ چنانچہ عین اس وقت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ صبح کی نماز میں مصروف تھے زینبؓ نے گھر کے اندر سے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ 'اے مسلمانو! میں نے ابوالعاص کو پناہ دی ہے۔' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ 'جو کچھ زینب نے کہا ہے وہ آپ لوگوں نے سن لیا ہو گا۔ واللہ! مجھے اس کا علم نہیں تھا مگر مومنوں کی جماعت ایک جان کا حکم رکھتی ہے اگر ان میں سے کوئی کسی کافر کو پناہ دے تو اس کا احترام لازم ہے۔' پھر آپؐ نے زینبؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا 'جسے تم نے پناہ دی ہے اسے ہم بھی پناہ دیتے ہیں۔' اور جو مال اس مہم میں ابوالعاص سے حاصل ہوا تھا وہ اسے لوٹا دیا۔ پھر آپؐ گھر میں تشریف لائے اور اپنی صاحبزادی زینبؓ سے فرمایا 'ابوالعاص کی اچھی طرح خاطر تواضع کرو مگر اس کے ساتھ خلوت میں مت ملو کیونکہ موجودہ حالت میں تمہارا اس کے ساتھ ملنا جائز نہیں ہے۔' چند روز مدینہ میں قیام کر کے ابوالعاص مکہ کی طرف واپس چلے گئے مگر اب ان کا مکہ میں جانا وہاں ٹھہرنے کی غرض سے نہیں تھا کیونکہ انہوں نے بہت جلد اپنے لین دین سے فراغت حاصل کی اور کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر مسلمان ہو گئے جس پر آپؐ نے حضرت زینبؓ کو ان کی طرف بغیر کسی جدید نکاح کے لوٹا دیا۔۔۔'' یعنی اب ان کو اجازت دے دی کہ وہ بیوی کے طور پر رہ سکتی ہیں۔ ''بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ اس وقت حضرت زینبؓ اور ابوالعاص کا دوبارہ نکاح پڑھا گیا تھا مگر پہلی روایت زیادہ مضبوط اور صحیح ہے۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 671-670)

حضرت ابوالعاصؓ کا تجارتی کاروبار مکہ میں تھا اس لیے وہ مدینہ میں قیام نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ قبول اسلام کے بعد وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر پھر مکہ لوٹ آئے۔ مکہ کے قیام کی وجہ سے انہیں غزوات میں شرکت کا موقع نہ مل سکا۔ صرف ایک سریہ میں جو دس ہجری میں حضرت علیؓ کی سرکردگی میں بھیجا گیا تھا اس میں شریک ہوئے تھے۔ حضرت علیؓ نے یمن سے واپسی میں انہیں یمن کا عامل بنایا تھا۔ حضرت زینبؓ کے آٹھ ہجری میں انتقال کے بعد ابوالعاص بھی زیادہ عرصہ زندہ نہ رہے اور بارہ ہجری میں انہوں نے وفات پائی۔ (سیر الصحابہ جلد 4 صفحہ 491 دار الاشاعت کراچی)

(اسد الغابۃ جلد 6 صفحہ 183-182 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(اسد الغابہ جلد 7 صفحہ 132 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر ایک غزوہ کا ذکر **ملتا ہے جو غزوہ بنو لَحیان** کہلاتا ہے۔ یہ نام لِحیان اور لَحیان دونوں طرح آتا ہے۔

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 677 حاشیہ)

بنو لحیان بنو ھُذَیل کی ایک شاخ تھے۔ مکہ سے تین مرحلوں پر وادی عُسْفَان تھی جس کے شمال مشرق میں

پانچ میل کے فاصلے پر وادی غُرَانْ میں بنو لحیان رہتے تھے۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 30 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فرہنگ سیرت صفحہ 219، 200 زوار اکیڈمی کراچی)

غزوہ بنو لحیان کے متعلق اختلاف ہے کہ یہ کس مہینے اور سال میں ہوا۔

علامہ ابن سعد کے مطابق یہ غزوہ ربیع الاول چھ ہجری کے بالکل آغاز میں ہوا۔ محمد بن عمر کے مطابق رجب چھ ہجری اور علامہ ابن اسحاق کے مطابق یہ غزوہ، غزوہ بنو قریظہ کے چھ ماہ بعد جمادی الاولیٰ چھ ہجری میں ہوا۔ علامہ حاکم نے اسے ماہ شعبان کا غزوہ لکھا ہے۔ علامہ ابن حزم نے پانچ ہجری، علامہ ذھبی نے چھ ہجری اور بعض سیرت نگاروں نے اسے چار ہجری کا غزوہ لکھا ہے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 31-30 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیرۃ النبیؐ لابن ھشام صفحہ 663 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے اس میں اسے جمادی الاولیٰ چھ ہجری بمطابق ستمبر 627ء کا غزوہ لکھا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ ”غزوہ بنو لحیان کی تاریخ کے متعلق مؤرخین میں اختلاف ہے۔ ابن سعد نے اسے ربیع الاول چھ ہجری میں بیان کیا ہے مگر ابن اسحاق اور طبری نے تصریح کی ہے کہ وہ جمادی الاولیٰ چھ ہجری میں ہوا تھا۔“ آپؓ کہتے ہیں کہ ”میں نے اس جگہ ابن اسحاق کی پیروی کی ہے“ یعنی ان کے نزدیک وہ صحیح ہے۔ ”واللہ اعلم“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 676)

غزوہ بنو لحیان کے پس منظر کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اصحاب رَجِیع کے المناک واقعہ کا حوالہ دے کر ذکر کرتے ہیں کہ ”اس موقع پر دس بے گناہ مسلمان جو اسلام کی پُرامن تبلیغ کے لیے بھجوائے گئے تھے نہایت بے دردی اور دھوکے کے ساتھ قتل کر دئے گئے تھے اور اس سارے فتنہ کی تہ میں بنو لحیان کا ہاتھ تھا جو اس زمانہ میں مکہ اور مدینہ کے درمیان وادی غُرَان میں آباد تھے۔ طبعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا سخت صدمہ تھا اور چونکہ بنو لحیان کا رویہ ابھی تک اسی طرح معاندانہ اور مفسدانہ تھا اور ان کی طرف سے آئندہ کے لیے بھی اندیشہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کسی مزید فتنہ انگیزی کا باعث نہ بنیں اس لیے آپؐ نے انتظامی لحاظ سے مناسب خیال فرمایا کہ ان کی کسی قدر گوشمالی ہو جائے تا کم از کم آئندہ کے لیے مسلمان ان کے فتنوں سے محفوظ ہو جائیں۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 675-674)

اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن اُمِّ مکتوم کو مدینہ پر نائب مقرر کیا۔ اس گوشمالی کی مہم کے لیے آپ نکلے اور ابن اُمِّ مکتومؓ کو نائب مقرر کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ دو سو صحابہؓ اور بیس گھوڑے لے کر مدینہ سے شمال کی طرف شام کے رستے پر روانہ ہوئے جبکہ بنو لحیان مدینہ کے جنوب میں حجاز میں مکہ کے رستے کے قریب رہتے تھے۔ شمال کی طرف جانے کی وجہ یہ تھی کہ آپ بنو لحیان پر ان کی لاعلمی میں اچانک حملہ کرنا چاہتے تھے تا کہ وہ حملہ کی اطلاع پا کر کہیں بھاگ نہ جائیں۔ اسی مقصد کے لیے آپؐ نے ایسا رستہ استعمال کیا جو عام طور پر استعمال نہ ہوتا

تھا اور تیزی سے سفر کرتے ہوئے بنو لحیان کی بستی غران میں پہنچ گئے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ شہید ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے شہید صحابہ کے لیے رحمت کی دعا کی۔ بنو لحیان کو آپؐ کے آنے کا علم ہوا تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف بھاگ گئے۔ اس لیے ان میں سے کوئی بھی نہ پکڑا گیا۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 30 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(الرحیق المختوم صفحہ 284)

آپؐ نے ایک یا دو دن وہاں قیام فرمایا اور ہر طرف گروہ روانہ کئے لیکن پھر بھی کوئی نہ پکڑا گیا۔ ”آپؐ نے منزل مقصود پر پہنچ کر وہاں کچھ وقت قیام فرمایا اور روایت آتی ہے کہ جب اس سفر میں آپؐ اس مقام پر پہنچے جہاں آپؐ کے صحابہؓ شہید کئے گئے تھے تو آپؐ پر سخت رقت طاری ہو گئی اور آپؐ نے نہایت الحاح کے ساتھ ان شہداء کے لیے دعا مانگی۔“ (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 675)

پھر لکھا ہے کہ جب بنو لحیان پر اچانک حملے کا ارادہ ان کے پہاڑوں پر بھاگ جانے کی وجہ سے پورا نہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عُسْفَان تک گئے تا کہ مکہ والے سمجھیں کہ آپؐ مکہ آنے والے ہیں لہٰذا آپ اپنے صحابہؓ کے ساتھ عُسْفَان چلے گئے۔ ابن اسحاق کے مطابق پھر آپ نے دو گھڑ سوار بھیجے اور ابن سعد کے مطابق آپ نے حضرت ابو بکرؓ کو دس گھڑ سواروں کے ساتھ بھیجا تا کہ قریش ان کے بارے میں سنیں اور ان سے خوفزدہ ہو جائیں۔ حضرت ابو بکرؓ کُرَاعُ الغَمِیْم تک گئے جو عسفان سے آٹھ میل پر ایک وادی ہے پھر حضرت ابو بکرؓ عسفان کی طرف واپس آ گئے اور کسی سے ان کا سامنا نہ ہوا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ واپسی کا سفر شروع کیا اور چودہ دن باہر رہنے کے بعد واپس آ گئے۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 30 دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

(فرہنگ سیرت صفحہ 243 زوار اکیڈمی کراچی)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ ”واپسی سفر کے دوران میں آپؐ نے ایک دعا فرمائی جسے بعد میں مسلمان اپنے اہم سفروں سے واپسی کے موقع پر عموماً پڑھا کرتے تھے۔ وہ دعا یہ ہے:۔ آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔ یعنی ’ہم لوگ اپنے خدا کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اسی کی طرف جھکنے والے۔ اسی کی عبادت کرنے والے۔ اسی کے سامنے گرنے والے اور اپنے ربّ کی تعریف کے گیت گانے والے۔‘

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اپنے بعد کے سفروں میں عموماً یہ دعا فرمایا کرتے تھے اور بعض اوقات اس کے ساتھ یہ الفاظ زیادہ فرماتے تھے کہ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَ حَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ۔ یعنی ’ہمارے خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی نصرت فرمائی اور دشمن کے لشکروں کو خود اپنے دم سے پسپا کر دیا۔‘

یہ دعا جو غزوہ بنو لحیان کے تعلق میں اہل سِیَر نے بیان کی ہے اور محدثین نے بھی اس کی تصدیق کی ہے اپنے اندر ایک خاص کیفیت کی حامل ہے اور اس کے مطالعہ سے ان جذبات کے اندازہ کرنے کا موقع ملتا ہے جو اس پُر آشوب زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فِدَاہُ نَفْسِی کے قلب مطہر میں موجزن تھے اور جنہیں آپؐ اپنے صحابہ کے اندر پیدا کرنا چاہتے تھے۔

اس دعا میں یہ تڑپ مخفی ہے کہ دشمن کی طرف سے جو روک مسلمانوں کی عبادت گزاری اور اسلام کی پُرامن تبلیغ کے رستے میں ڈالی جارہی ہے اللہ تعالیٰ اسے دور فرمائے اور جس حد تک اللہ تعالیٰ نے اس روک کو دور کیا ہے اس پر شکر گزاری کا گیت گایا گیا ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص اپنے ایک نہایت دل پسند کام میں منہمک ہو اور پھر یکلخت کوئی دوسرا شخص اس کے کام میں مخل ہو کر اس کی توجہ کو منتشر کر دے مگر کچھ وقت کے بعد خدائی فضل کے ماتحت یہ روک دور ہو جائے اور وہ شخص پھر اپنے محبوب مشغلہ میں مصروف ہونے کا موقع پالے۔ ایسے موقع پر جو جذبات اس شخص کے دل میں اٹھیں گے وہی اس دعا میں مخفی ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہم اس سفر کی عارضی رخنہ اندازی سے آزاد ہو کر پھر اس کیفیت کی طرف واپس آرہے ہیں کہ جس میں ہم اپنے خدا کی یاد میں وقت گزار سکیں گے اور اس کی حمد کے گیت گانے کا موقع پائیں گے۔ ہاں وہی خدا جو اس سے پہلے بھی متعدد موقعوں پر ہمیں دشمن کے فتنہ سے محفوظ کر کے امن عطا کرتا رہا ہے۔ یہ جذبہ کیسا مبارک اور کیسا دلکش اور کیسا پُرامن ہے! مگر افسوس کہ پھر بھی بعض دشمنان اسلام اعتراض سے باز نہیں آتے اور یہی کہتے چلے جاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کی اصل غرض جارحانہ فوج کشی اور دنیا طلبی تھی۔" (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 676-675)

پھر ایک سریہ، سریہ زید بن حارثہ ہے۔ یہ سریہ جُمَادیَ الآخِرچھ ہجری میں ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کو بنو ثعلبہ بن سعد کی جانب طَرِف مقام کی طرف بھیجا۔ طَرِف بنو ثعلبہ کے ایک کنویں کا نام ہے جو عراق کے رستے میں مدینہ سے چھتیس میل دور ہے۔ حضرت زید بن حارثہؓ پندرہ آدمیوں کے ہمراہ نکلے یہاں تک کہ جب طَرِف میں پہنچے تو وہاں اونٹوں اور بکریوں کو پکڑ لیا اور وہاں پر موجود بادیہ نشین ڈر گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف چل پڑے ہیں اور وہ وہاں سے بھاگ گئے۔ حضرت زید بن حارثہؓ جانوروں کو ہانک کر مدینہ لے آئے۔ بنو ثعلبہ کے لوگ ان صحابہؓ کی تلاش میں نکلے لیکن وہ صحابہؓ کو نہ پکڑ سکے۔ صحابہؓ کل بیس اونٹ لے کر آئے۔ چار راتیں اس مہم کے لیے باہر رہے اور لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ اس سریہ میں مسلمانوں کا شعار اَمِتْ اَمِتْ تھا۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 06 صفحہ 87 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

باقی انشاء اللہ آئندہ۔

آجکل جو دنیا کے حالات ہیں وہ سب جانتے ہیں۔ شام میں جو حالات ابھرے ہیں جو ابھی واضح نہیں ہیں۔ کہنے کو تو ایک ظالم جابر حکومت ختم ہوئی لیکن دعا کریں کہ آنے والی حکومت بھی انصاف سے کام لینے والی ہو۔ یہ آنے والے کہتے تو بہت ہیں کہ ہم انصاف کریں گے لیکن عموماً یہی دیکھا گیا ہے کہ جب طاقت مل جائے تو کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان علاقوں کے احمدیوں کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

تجزیہ نگار تو لکھتے ہیں کہ عوام بظاہر ظلم ختم ہونے پر خوشیاں منا رہے ہیں لیکن آئندہ کیا ہو گا کچھ پتہ نہیں ہے۔ اسی طرح اسرائیل بھی ان علاقوں پر بلاوجہ حملہ کر رہا ہے۔

بظاہر اسلامی دنیا کے خلاف ان کے ارادے خطرناک لگتے ہیں اور اس لحاظ سے کوئی ملک بھی محفوظ نہیں ہے۔ پاکستان کے لیے بھی اس حوالے سے دعا کیا کریں، ایران کے لیے، باقی ملکوں کے لیے بھی۔ اللہ تعالیٰ

مسلمانوں کو عقل اور شعور دے اور فرقہ واریت اور حکومت کی ہوس ان میں ختم ہو جائے اور یہ ایک ہو جائیں۔ اگر اس طرح کی یہی حرکتیں مسلمانوں کی طرف سے جاری رہیں تو پھر ایسے ظالموں کی اللہ تعالیٰ کس طرح مدد کر سکتا ہے جو اپنے لوگوں کو ہی مار رہے ہوں؟ بہرحال بہت دعائیں کریں۔

اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ احمدی نہ تو ان نام نہاد مسلمانوں کے ہاتھوں محفوظ ہیں نہ ہی غیروں کے ہاتھ سے جو مسلمانوں کے خلاف ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور ہمیں ہر لحاظ سے اپنی حفاظت میں رکھے۔

اسی طرح دنیا میں آجکل طوفان بھی بہت آ رہے ہیں۔ گذشتہ دنوں مایوٹ (Mayotte) میں طوفان آیا وہاں بھی احمدی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے محفوظ ہیں اور جماعت بھی وہاں خدمت کر رہی ہے اور اس کو وہاں حکومت نے بھی سراہا ہے۔ اور جہاں لوگ کھانا منہ مانگے دام بیچ رہے ہیں اور بھوکوں کو کھانا نہیں مل رہا وہاں جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدمت کر رہی ہے اور کھانا کھلا رہی ہے لیکن بہرحال دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان جزیروں کو آسمانی آفات سے محفوظ رکھے۔

اس کے بعد، نماز کے بعد، میں جنازے پڑھاؤں گا۔ **یہ پہلا جنازہ امیر حسن مرڑانی صاحب شہید** کا ہے یہ دُر محمد صاحب، نصرت آباد (ضلع میر پور خاص) کے بیٹے تھے۔ گذشتہ دنوں انہیں شہید کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مسجد سے گھر جا رہے تھے۔ فائرنگ کر کے انہیں شہید کیا گیا۔ مرحوم موصی تھے۔ ان کے پسماندگان میں والدہ اور اہلیہ اور دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ بہن بھائی ہیں۔

تفصیل کے مطابق امیر حسن صاحب 13/ دسمبر کی صبح نماز تہجد اور نماز فجر کی باجماعت ادائیگی کے بعد واپس اپنے گھر جا رہے تھے۔ ان کے بیٹے عزیز تیمور عمر بارہ سال بھی ہمراہ تھے۔ ان کے گھر اور مسجد کے درمیان ایک سڑک ہے۔ انہوں نے سڑک ابھی کراس ہی کی تھی کہ دو نامعلوم موٹر سائیکل سوار افراد جو پہلے سے وہاں موجود تھے اپنے چہرے ڈھانکے ہوئے تھے۔ انہوں نے قریب آ کے نام پوچھا۔ شناخت ہونے پر فائرنگ کر دی۔ شہید مرحوم کو پانچ گولیاں لگیں جس کے نتیجہ میں موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اس کے بعد حملہ آور موقع سے فرار ہو گئے۔ ان کے بیٹے عزیز تیمور کو اللہ تعالیٰ نے معجزانہ رنگ میں محفوظ رکھا۔ بیٹے نے نہایت ہمت اور حوصلے کا مظاہرہ کرتے ہوئے احباب جماعت کو وقوعہ کی اطلاع دی۔

مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے پڑنانا مکرم دھنی بخش صاحب کے ذریعہ سے ہوا تھا، جنہوں نے 1937ء میں خلافت ثانیہ کے دور میں بیعت کی تھی۔ شہید مرحوم کے دادا احمدی نہیں تھے لیکن باقی خاندان نے، چچاؤں نے احمدیت قبول کر لی۔ شہید مرحوم کے والد دُر محمد نے خلافت ثانیہ کے دور میں 1964ء میں بیعت کی تھی مکرم سید داؤد مظفر شاہ صاحب کے ذریعہ سے جو اُن دنوں میں وہاں تھے اور زمیندارہ کرتے تھے، شہید کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے اور کچھ عرصہ سے نصرت آباد میں بطور سیکیورٹی گارڈ بھی ڈیوٹی دے رہے تھے۔ مرحوم کو قائد مجلس خدام الاحمدیہ کی خدمت کی توفیق ملی اور وقت شہادت سیکرٹری وقف نو کی خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ خلافت سے اخلاص و وفا کا بڑا تعلق تھا۔ مہمان نواز تھے۔ حلیم طبیعت کے مالک تھے۔ ان کی والدہ کہتی ہیں کہ ہمارے لیے یہ بڑا اعزاز ہے کہ میرے بیٹے کو شہادت ملی۔ مجھے تو اگر دوسرا بیٹا

بھی قربان کرنا پڑے تو جماعت کے لیے قربان کر دوں۔ بڑے حوصلے والی ماں ہیں۔ ان کے والد فوت ہوئے تو اس کے بعد ہمیشہ بہن بھائیوں کا خیال رکھتے تھے۔ کسی سوالی کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تھے۔ ہمسائیگی میں ایک غیر احمدی خاتون تھی جو نابینا تھی۔ اس کی بکریوں کو اور اس کے بچوں کا خیال رکھتے۔ ان کے بچوں کو سکول لے کے جاتے۔ نماز باجماعت کے بڑے پابند تھے۔

امیر صاحب ضلع میر پور خاص لکھتے ہیں کہ ہر جماعتی پروگرام کے لیے سارے کام چھوڑ کر ڈیوٹی پر حاضر ہو جاتے تھے اور گذشتہ ایک ماہ سے کہتے ہیں کہ مرحوم میں نمایاں تبدیلی میں نے دیکھی ہے کہ فجر سے پہلے آ کر مسجد کھولنا، نوافل ادا کرنا روزانہ کا معمول تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے ایک نئے امیر حسن نے جنم لیا ہے۔

خالد بلوچ جامعہ کے استاد ہیں، ان کے رشتہ دار ہیں۔ کہتے ہیں ان کی خوبیوں میں بہادری اور دوسروں کے کام آنا بہت زیادہ ہے۔ جب بھی ان سے ملاقات ہوتی ہمیشہ روحانی امور زیر بحث لاتے۔ اکثر خدا اور بندے کے تعلق کو کیسے بہتر کیا جا سکتا ہے اس بات پر بات کرتے۔

ایک اَور مربی صاحب ہیں لکھتے ہیں کہ ہمارے علاقے میں ان کے غیر از جماعت لوگوں سے اچھے تعلقات تھے۔ ان کی وفات پر دُور دُور سے لوگ اظہارِ تعزیت کے لیے آئے اور سبھی کا یہ کہنا تھا کہ یہ سب سے پیار محبت کرنے والا وجود تھا۔ ہر کسی کا مشکل میں ساتھ دینے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے، درجات بلند کرے، ان کے بچوں کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

دوسرا جنازے کا ذکر ہے **مکرم مولانا عبدالستار رؤوف صاحب** مبلغ سلسلہ ملائیشیا۔ یہ بھی گذشتہ دنوں پچھتر (75) سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ 15/ جنوری 1973ء میں ان کو احمدیت قبول کرنے کی سعادت ملی۔ اکتوبر 77ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخل ہوئے۔ مبشر کا کورس مکمل کیا۔ مختلف ممالک میں خدمت کی توفیق پائی۔ بطور مبلغ 85ء میں انڈونیشیا میں ان کا تقرر ہوا۔ پھر فجی بھیجا گیا، وہاں کچھ سال رہے۔ پھر انڈونیشیا چلے گئے۔ پھر ملائیشیا بھیجا گیا وہاں تبلیغ کی۔ پھر ویتنام ان کا تقرر ہوا وہاں چند سال رہے۔ پھر انہوں نے ملائیشیا خدمت کی توفیق پائی۔ اور بڑے خدمت کرنے والے تھے۔ ان کے لواحقین میں اہلیہ، ایک بیٹی اور تین بیٹے ہیں۔ ان کے جاننے والے لکھتے ہیں کہ جماعت کے لیے مکمل طور پر وقف تھے اور احباب جماعت کو بھی قربانیوں کی اور وقف کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ بہت پیار کرنے والے اور ہر ایک کی کمزوریوں پر پردہ ڈالنے والے انسان تھے۔ تبلیغی کوششوں سے کئی لوگوں کو جماعت میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا محبت کرتے۔ جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا ان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے۔ دوسرے ملکوں میں جا کر جماعت کی خدمت کے لیے کہا جاتا تو اپنی بیوی اور بچوں کو پیچھے چھوڑ کر بغیر کسی فکر کے چلے جاتے تھے اور ہمہ وقت جماعت کے لیے قربانی کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے، درجات بلند فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی یہ نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 10/ جنوری 2025ء جلد 32 شمارہ 09 صفحہ 02 تا 06)

52

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 27/ دسمبر 2024ء بمطابق 27/ فتح 1403 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج بھی بعض سرایا کا ذکر کروں گا۔ تاریخ میں ایک سریہ کا ذکر ملتا ہے **جو سریہ زید بن حارثہؓ کہلاتا ہے۔** یہ سریہ جُمَادَی الآخِرَۃ چھ ہجری کو بنو جُذام کی جانب حِسْمٰی میں ہوا۔ حِسْمٰی بنو جُذام کا ایک شہر تھا اور مدینہ سے آٹھ راتوں کی مسافت پر واقع تھا۔ اس زمانے کے سفر کے ذریعہ سے اس لحاظ سے سفر کافی لمبا تھا۔

علامہ ابن قیّم نے زاد المعاد میں کہا ہے کہ یہ سریہ بلاشبہ صلح حدیبیہ کے بعد کا ہے یعنی سات ہجری کا ہے۔

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 681)

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 06 صفحہ 89 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (فرہنگ سیرت صفحہ 102 زوار اکیڈمی کراچی)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی مختلف تاریخ کی کتابوں سے لے کر اس پر تبصرہ کیا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ ”اس سریہ کی تاریخ کے متعلق ایک اِشکال ہے جس کا ذکر ضروری ہے۔ ابن سعد اور اس کی اتباع میں دیگر اہل سِیَر“ سیرت کے لکھنے والے ”نے اس سریہ کی تاریخ جمادی الآخرۃ چھ ہجری لکھی ہے اور اسی کو صحیح قرار دیا گیا ہے مگر علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں تصریح کی ہے کہ یہ سریہ سات ہجری میں صلح حدیبیہ کے بعد ہوا تھا۔ اور غالباً ابن قیم کے قول کی بنیاد یہ ہے کہ اس سریہ کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ دِحْیَہ کَلْبی قیصر سے مل کر مدینہ کو واپس آ رہے تھے کہ انہیں راستہ میں بنو جذام نے لوٹ لیا اور یہ مسلّم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دِحْیَہ کو قیصر کی طرف خط دے کر صلح حدیبیہ کے بعد بھجوایا تھا۔ اس لیے یہ واقعہ کسی صورت میں حدیبیہ سے پہلے نہیں ہو سکتا۔ یہ دلیل اپنی ذات میں بالکل صاف اور واضح ہے اور اس کی روشنی میں ابن سعد کی روایت یقیناً قابل ردّ قرار پاتی ہے مگر“ آپؓ لکھتے ہیں کہ ”خاکسار کی رائے میں ایک توجیہہ ایسی ہے جسے علامہ ابن قیم نے نظر انداز کر دیا ہے اور وہ یہ کہ ممکن ہے کہ قیصر کی ملاقات کے لیے دحیہ شام میں دو دفعہ گئے ہوں۔ یعنی پہلی دفعہ وہ صلح حدیبیہ سے قبل از خود تجارتی غرض کے لیے گئے ہوں اور قیصر سے بھی ملے ہوں اور دوسری دفعہ صلح حدیبیہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر گئے ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قیصر کی طرف پیغامبر بننے کے لیے اسی غرض سے چنا ہو کہ وہ پہلے قیصر سے مل چکے ہیں۔ اس توجیہہ کی تائید اس طرح بھی ہوتی ہے کہ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس سفر میں دِحْیَہ کے پاس تجارتی سامان تھا اور صلح حدیبیہ کے بعد والے سفر میں بظاہر تجارتی سامان کا تعلق نظر نہیں آتا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دحیہ کا یہ سفر محض تجارتی غرض سے ہو اور ابن سعد کے راوی نے اس کے دوسرے سفر کے ساتھ اس

سفر کو خلط کر کے قیصر کی ملاقات اور خلعت کے ذکر کو قیاساً شامل کر لیا ہو۔ واللہ اعلم"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 682)

سَریّے کے حالات و واقعات کے **بارے میں مزید تفصیل یوں بیان ہوئی ہے**۔ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رِفَاعَہ بن زید جُذَامی اپنی قوم کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اسی عرصہ میں حضرت دِحْیَہ بن خلیفہ کَلْبی قیصر شاہِ روم کے پاس سے واپس آ رہے تھے۔ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کی طرف بھیجا تھا۔ قیصر نے آپؓ کو تحائف دیئے اور پوشاک پہنائی۔ آپؓ کو ھُنَید بن عُوص اور اِس کا بیٹا عُوص بن ھُنَید رستے میں ملے۔ ابنِ سعد کے نزدیک ھُنَید بن عَارِض اور اس کا بیٹا عارض بن ھُنید صُلَیْعِی ملے اور صُلَیْع قبیلہ جُذام کی ایک شاخ ہے۔ ان دونوں نے حملہ کر کے ہر چیز حضرت دحیہ سے چھین لی اور آپؓ کے پاس ایک پرانے کپڑے کے سوا کچھ بھی نہ چھوڑا۔ یہ بات بنو ضُبَیْب کو پہنچی جو رِفاعہ بن زید کا قبیلہ تھا۔ یہ قبیلہ اسلام لا چکا تھا۔ اس قبیلے کے لوگ ھُنید اور اس کے بیٹے کی طرف نکلے۔ انہوں نے ان دونوں کے ساتھ لڑائی کی اور حضرت دِحیہ کا مال چھڑا لیا۔ حضرت دِحیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے واقعہ کی خبر دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ھُنَید اور اس کے بیٹے سے انتقام لینے کے لیے درخواست کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کو پانچ سو آدمی دے کر بھیجا اور حضرت دحیہ کو بھی لشکر کے ساتھ واپس بھیج دیا۔ حضرت زیدؓ رات کو چلتے اور دن کو چھپ جاتے اور ان کے ساتھ بَنُو عُذْرَہ کا ایک رہبر بھی تھا۔ ادھر بنو جُذَام کے کچھ قبائل اکٹھے ہو گئے۔ ان میں سے غَطَفَان قبیلہ سارا تھا۔ قبیلہ وَائِل اور کچھ سَلَامَان سے اور سعد بن ھُذَیم تھے۔ جس وقت رِفَاعَہ بن زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر اپنی قوم کے پاس آئے تو اس وقت وہ لوگ حَرَّۃُ الرَّجْلَا میں تھے۔ حرّۃ الرَّجْلَا جذام کے علاقے میں سیاہ پتھریلی زمین تھی اور رِفاعہ کُرَاع رَبَّہ مقام میں تھے۔ کُرَاع رَبّہ کے بارے میں لکھا ہے کہ بنو جذام کے علاقے میں ایک جگہ تھی۔ رِفاعہ کو اس واقعہ کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔ بنو عُذْرَہ کے رہبر نے حضرت زید بن حارثہؓ اور آپ کے ساتھیوں کو صبح کے وقت ھُنَید اور اس کے بیٹے اور ان لوگوں کی رہائش گاہوں پر اچانک پہنچا دیا۔ صحابہؓ نے ان لوگوں پر حملہ کر کے ان کو قتل کیا اور خوب خونریزی ہوئی اور ھُنَید اور اس کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ ان کے جانوروں اور اونٹوں اور عورتوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ ایک ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں تھیں۔ عورتوں اور بچوں میں سے سو قیدی بنائے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 88 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فرہنگ سیرت صفحہ 101، 243 زوار اکیڈمی کراچی)

اس حملے کے بعد قبیلہ جُذَام کی شاخ بنو ضُبَیْب کے مدینہ آنے کا ذکر ملتا ہے۔ "ابھی زید مدینہ میں پہنچے نہیں تھے کہ قبیلہ بنو ضُبیب کے لوگوں کو جو قبیلہ بنو جذام کی شاخ تھے زید کی اس مہم کی خبر پہنچ گئی اور وہ اپنے رئیس رِفاعہ بن زید کی معیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! ہم مسلمان ہو چکے ہیں اور ہماری بقیہ قوم کے لیے امن کی تحریر ہو چکی ہے۔" جو نہیں مسلمان ہوئے ان کے لیے بھی امن کی تحریر ہو چکی ہے جبکہ آپ کا جو بھیجا ہوا لشکر تھا اس نے حملہ کر کے ان میں سے بعضوں کو

قتل کر دیا، کچھ کو قیدی بنالیا، غنیمت حاصل کرلی اور ہم تو مسلمان ہو چکے ہیں اور ان کے بارے میں بھی امن کی تحریر ہے۔ ”تو پھر ہمارے قبیلہ کو اس حملہ میں کیوں شامل کیا گیا ہے؟“ ہم پر کیوں حملہ کیا؟ ”آپؐ نے فرمایا ہاں یہ درست ہے۔“ آپؐ نے کوئی دلیل نہیں دی۔ آپ نے فرمایا تم ٹھیک کہہ رہے ہو ”مگر زید کو اس کا علم نہیں تھا اور پھر جو لوگ اس موقع پر مارے گئے تھے ان کے متعلق آپؐ نے بار بار افسوس کا اظہار کیا۔ اس پر رِفَاعہ کے ساتھی ابو زید نے کہا یا رسول اللہ! جو لوگ مارے گئے ہیں ان کے متعلق ہمارا کوئی مطالبہ نہیں۔ یہ ایک غلط فہمی کا حادثہ تھا جو ہو گیا مگر جو لوگ زندہ ہیں اور جو سازو سامان زید نے ہمارے قبیلہ سے پکڑا ہے وہ ہمیں واپس مل جانا چاہیے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں یہ بالکل درست ہے“ اور وہ جو ہزاروں بھیڑیں اونٹ اور سامان وغیرہ تھا سو قیدی بھی تھے ”آپؐ نے فوراً حضرت علی کو زید کی طرف روانہ فرمایا اور بطور نشانی کے انہیں اپنی تلوار عنایت فرمائی اور زید کو کہلا بھیجا کہ اس قبیلہ کے جو قیدی اور اموال پکڑے گئے ہیں وہ چھوڑ دیئے جائیں۔ زید نے یہ حکم پاتے ہی فوراً سارے قیدیوں کو چھوڑ دیا اور غنیمت کا مال بھی واپس لوٹا دیا۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 682-681)

بے شمار مال تھا۔ یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ مال غنیمت اکٹھا کرنے کے لیے حملے کرتے تھے۔ یہ ایسی مثال ہے جس سے اس معیار کا پتا لگتا ہے جو اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔ آجکل تو مسلمان بھی دشمنی میں ایک دوسرے کو قتل کرتے رہتے ہیں کجا یہ کہ صرف معاہدے والے لوگوں سے اتنا حسن سلوک ہو رہا ہے۔

پھر زید بن حارثہؓ کے ایک اور سریہ کا بھی ذکر ملتا ہے۔ یہ سریہ وادی القریٰ میں رجب چھ ہجری میں ہوا۔

(شرح زرقانی جلد 3 صفحہ 133 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سریہ حِسْمیٰ کے قریباً ایک ماہ بعد یہ ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر زید بن حَارِثَہ کو وادی القریٰ کی طرف روانہ فرمایا۔

وَادِی الْقُریٰ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ مدینہ کے شمال میں شام کی طرف تقریباً تین سو پچاس کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

(معجم المعالم الجغرافیہ فی السیرۃ النبویہ صفحہ 250۔ دار مکۃ للنشر والتوزیع 1982ء)

ایک روایت میں ہے کہ اس جگہ قبیلہ بَنُو جُذَامْ اور قُضَاعَہ کے لوگ جمع تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قبیلہ مُضَر کے کچھ خاندان وہاں جمع تھے مگر لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 93 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

لیکن ابن ہشام نے بیان کیا ہے کہ وَادِی الْقُریٰ میں بنو فَزَارَہ سے صحابہؓ کا مقابلہ ہوا اور کئی صحابہ شہید ہوئے اور زید بھی شدید زخمی ہوئے۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ 875 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

مگر خدا تعالیٰ نے انہیں بچا لیا اور سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی اسی کو بیان فرمایا ہے کہ یہ مقابلہ ہوا تھا۔

پھر سریہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ذکر ملتا ہے۔ یہ سریہ شعبان چھ ہجری کو دُوْمَۃُ الْجَنْدَل کی جانب ہوا۔ دومۃ الجندل مدینہ کے شمال میں شامی سرحد کے قریب ترین مقام، مدینہ سے تقریباً 450 کلو میٹر کے فاصلہ پر تھا۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 7 صفحہ 249)

ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے حضرت عبداللہ بن عمر بن خطابؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بلایا اور فرمایا کہ تم تیاری کر لو میں تمہیں آج یا کل ان شاءاللہ تعالیٰ ایک سریہ میں بھیجنے والا ہوں۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد6 صفحہ 93 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس کی تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں لکھی ہے کہ ”اس سریہ کی تیاری اور روانگی کے متعلق ابن اسحاق نے عبداللہ ابن عمر سے یہ دلچسپ روایت نقل کی ہے کہ ایک دفعہ جب ہم چند لوگ جن میں حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی شامل تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ ایک انصاری نوجوان نے حاضر ہو کر آپؐ سے دریافت کیا کہ ”یارسول اللہ! مومنوں میں سے سب سے افضل کون ہے؟“ آپؐ نے فرمایا۔ ”وہ جو اخلاق میں سب سے افضل ہے۔“ ”مومن کی یہ نشانی ہے۔ اخلاق اعلیٰ ہیں وہ افضل ہے۔

اسی ضمن میں عام باتیں بھی ہو رہی ہوتی تھیں۔ گو سریوں کا ذکر ہے، جنگوں کا ذکر ہے لیکن بعض نصائح بھی اس دوران ہوتی رہی ہیں جو ہمارے لیے بھی بڑی ضروری ہیں۔

آپؐ نے فرمایا افضل وہ ہے جو اخلاق میں سب سے افضل ہے۔ ”اس نے کہا“ اور یارسول اللہ! سب سے زیادہ متقی کون ہے؟“ آپؐ نے فرمایا ”وہ جو موت کو زیادہ یاد رکھتا اور اس کے لیے وقت سے پہلے تیاری کرتا ہے۔“ تیاری کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہو اس کا حق ادا کیا جائے اور اس کے حکموں پر عمل کیا جائے۔ یہ ہے موت کی تیاری۔ ”اس پر وہ انصاری نوجوان خاموش ہو گیا اور آپؐ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے مہاجرین کے گروہ۔“ پھر آپؐ نے کچھ نصیحت فرمائی کہ ”پانچ بدیاں ایسی ہیں جن کے متعلق میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ کبھی میری امت میں پیدا ہوں“ یہ پناہ مانگتا ہوں کہ وہ کبھی پیدا نہ ہوں۔ ”کیونکہ وہ جس قوم میں رونما ہوتی ہیں اسے تباہ کر کے چھوڑتی ہیں۔

اول یہ کہ کبھی کسی قوم میں فحشاء اور بدکاری نہیں پھیلی اس حد تک کہ وہ اسے برملا کرنے لگ جائیں کہ اس کے نتیجہ میں ایسی بیماریاں اور وبائیں نہ ظاہر ہونی شروع ہو گئی ہوں جو اُن سے پہلے لوگوں میں نہیں تھیں۔“ یہ تو ہم آجکل دنیا میں عام دیکھتے ہیں۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی۔ مسلمانوں کو خاص طور پر اس پر غور کرنا چاہیے۔

”دوم کبھی کسی قوم میں تول اور ناپ میں بددیانتی کرنے کی بدی نہیں پیدا ہوئی کہ اس کے نتیجہ میں اس قوم پر قحط اور محنت اور شدت اور حاکمِ وقت کے ظلم وستم کی مصیبت نازل نہ ہوئی ہو۔“

اس پر بھی بہت غور کی ضرورت ہے۔ یہ بددیانتی تو مسلمانوں میں بھی بہت زیادہ پیدا ہو چکی ہے۔ کاش کہ اس کو سمجھیں اور احمدیوں کو خاص طور پر اس طرف توجہ دینی چاہیے۔

”سوم کبھی کسی قوم نے زکوٰۃ اور صدقات کی ادائیگی میں سستی وغفلت نہیں اختیار کی کہ اس کے نتیجہ میں ان پر بارشوں کی کمی نہ ہو گئی ہو۔ حتیٰ کہ اگر خدا کو اپنے پیدا کردہ جانوروں اور مویشیوں کا خیال نہ ہو تو ایسی قوم پر بارشوں کا سلسلہ بالکل ہی بند ہو جائے۔“

یہ بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب کی نشانی ہے اس سے بھی پناہ مانگنی چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: پناہ مانگو۔ میں بھی مانگتا ہوں۔

''چہارم کبھی کسی قوم نے خدا اور اس کے رسول کے عہد کو نہیں توڑا کہ ان پر کوئی غیر قوم ان کے دشمنوں میں سے مسلّط نہ کر دی گئی ہو جو ان کے حقوق کو غصب کرنے لگ جائے۔''

یہ بھی آجکل جو مسلمانوں کی حالت ہے اس سے ظاہر ہے کہ یہ اپنے عہد کو توڑنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے اور ان کو سمجھ دے۔

''پنجم کبھی کسی قوم کے علماء اور ائمہ نے خلافِ شریعت فتوے دے دے کر شریعت کو اپنے مطلب کے مطابق نہیں بگاڑنا چاہا کہ ان کے درمیان اندرونی لڑائی اور جھگڑوں کا سلسلہ شروع نہ ہو گیا ہو۔''

یہ بھی مسلمانوں میں اب فرقہ بندی میں عام نظر آتا ہے۔ جن چیزوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی تھی وہی ہمیں آجکل مسلمانوں میں نظر آ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ زرّیں تقریر قوموں کی ترقی و تنزل کے اسباب پر بہترین تبصرہ ہے اور اگر مسلمان چاہیں تو ان کے لیے موجودہ زمانہ میں بھی یہ ایک بہترین سبق ہے۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 714-713)

کاش کہ مسلمان اس پر غور کریں! سریہ کے حالات و واقعات کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو حکم دیا کہ رات کو دُومۃ الجندل کی طرف روانہ ہوں۔ آپ کے لشکر کا پڑاؤ جُرُف مقام پر تھا اور وہ سات سو افراد تھے۔ جُرُف کے بارے میں لکھا ہے کہ مدینہ منورہ سے تین میل شمال کی جانب ایک جگہ تھی۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 94 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (فرہنگ سیرت صفحہ 114 زوار اکیڈمی کراچی)

اس سریہ کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ ''اب بڑی سرعت کے ساتھ اسلامی اثر کا دائرہ وسیع ہو رہا تھا اور عرب کے دور دراز کناروں میں بھی اسلام کی تبلیغ پہنچ رہی تھی مگر اس کے ساتھ دور کے علاقوں میں مخالفت بھی بڑھ رہی تھی اور جو لوگ اسلام کی طرف مائل ہوتے تھے انہیں اپنے ہم قبیلہ لوگوں کی طرف سے سخت مظالم سہنے پڑتے تھے اور ان مظالم سے ڈر کر بہت سے کمزور طبع لوگ اسلام کے اظہار سے رکے رہتے تھے۔ اس لیے اب جنگی مہموں کی اغراض میں اس غرض کا اضافہ ہو گیا کہ ایسے قبائل کی طرف فوجی دستے روانہ کیے جائیں جن میں بعض لوگ دل میں اسلام کی طرف مائل تھے مگر مظالم کے ڈر کی وجہ سے وہ اسلام کو قبول کرنے سے رکتے تھے۔ گویا ان دستوں کے بھجوانے کی غرض مذہبی آزادی کا قیام تھا جس پر اسلام خاص طور پر زور دیتا ہے۔ اس غرض و غایت کے ماتحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ شعبان 6ھ میں ایک فوجی دستہ عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی کمان میں دومۃ الجندل کے دور دراز مقام کی طرف روانہ فرمایا... اسی جگہ کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی 4ھ میں قیامِ امن کی غرض سے تشریف لے گئے تھے اور اس طرح یہ علاقہ آج سے دو سال قبل اسلامی دائرہ اثر میں داخل ہو چکا تھا اور وہاں کے باشندے اسلامی تعلیم سے غیر مانوس نہیں رہے تھے بلکہ غالباً ان میں سے ایک حصہ اسلام کی طرف مائل تھا مگر اپنے رؤوسا اور اہلِ قبیلہ کی مخالفت کی وجہ سے جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ بہر حال آپؐ نے ہجری کے

چھٹے سال میں ایک بڑا فوجی دستہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی امارت میں جو کبار صحابہؓ میں سے تھے دومۃ الجندل کی طرف روانہ فرمایا...

آپؐ اپنے مقرب صحابی عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا۔ 'ابن عوف! میں تمہیں ایک سریہ پر امیر بنا کر بھیجنا چاہتا ہوں تم تیار رہو۔' چنانچہ دوسرے دن صبح کے وقت عبدالرحمٰن بن عوفؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ نے اپنے ہاتھ سے ان کے سر پر انہی کا عمامہ لے کر باندھا اور بلالؓ کو حکم دیا کہ ایک جھنڈا ان کے سپرد کر دیا جائے۔ اور پھر آپؐ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے ماتحت صحابہؓ کا ایک دستہ متعین کر کے ان سے فرمایا...

'اے ابنِ عوف! اس جھنڈے کو لے لو اور پھر تم سب خدا کے رستہ میں جہاد کے لیے نکل جاؤ اور کفار کے ساتھ لڑو مگر دیکھنا کوئی بد دیانتی نہ کرنا اور نہ کوئی عہد شکنی کرنا اور نہ دشمن کے مُردوں کے جسموں کو بگاڑنا اور نہ بچوں کو قتل کرنا۔ یہ خدا کا حکم ہے اور اس کے نبی کی سنت۔'

اس روایت میں غالباً راوی نے سہواً عورتوں کا ذکر چھوڑ دیا ہے ورنہ دوسری جگہ صراحت آتی ہے کہ آپؐ جب کوئی دستہ بھجواتے تھے تو یہ بھی تاکید فرماتے تھے کہ عورتوں کو قتل نہ کرنا اور نہ بوڑھے پیر فرتوت لوگوں کو قتل کرنا اور نہ ایسے لوگوں کو قتل کرنا جن کی زندگی مذہبی خدمت کے لیے وقف ہو۔

اس کے بعد آپؐ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو ہدایت فرمائی کہ وہ دُومۃ الجندل کی طرف جائیں اور کوشش کریں کہ صلح صفائی سے فیصلہ ہو جائے کیونکہ اگر وہ لوگ جنگ و جدال سے دستکش ہو کر اطاعت قبول کر لیں تو یہ سب سے اچھی بات ہے اور آپؐ نے عبدالرحمٰن بن عوف سے فرمایا کہ اگر وہ قبول کر لیتے ہیں تو" اس صورت میں مناسب ہو گا کہ تم ان لوگوں کے رئیس کی لڑکی سے شادی کر لو۔

اس کے بعد آپؐ نے اس سریہ کو رخصت فرمایا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سات سو صحابیوں کو ساتھ لے کر دومۃ الجندل کی طرف جو عرب کے شمال میں تبوک سے شمال مشرق کی طرف شام کی سرحد کے قریب واقع ہے، روانہ ہو گئے۔ جب یہ اسلامی لشکر دومہ میں پہنچا تو شروع شروع میں تو دومہ کے لوگ جنگ کے لیے تیار نظر آتے تھے اور مسلمانوں کو تلوار کی دھمکی دیتے تھے مگر آہستہ آہستہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سمجھانے پر وہ اس ارادے سے باز آ گئے اور چند دن کے بعد ان کے رئیس اَصْبَغْ بن عُمَر کَلْبی نے جو عیسائی تھا عبدالرحمٰن بن عوف کی تبلیغ سے بطیبِ خاطر اسلام قبول کر لیا اور اس کے ساتھ اس کی قوم میں سے بھی بہت سے لوگ جو غالباً پہلے سے دل میں اسلام کی طرف مائل ہو چکے تھے مسلمان ہو گئے اور جو لوگ اپنے دین پر قائم رہے انہوں نے بھی بشرحِ صدر اسلامی حکومت کے ماتحت آجانا منظور کر لیا۔" زبردستی نہیں منایا کسی کو۔ بہت سارے لوگ تھے جنہوں نے قبول نہیں کیا۔ لیکن حکومت کی فرمانبرداری کا عہد کر لیا۔

"اس طرح بڑی خیر وخوبی کے ساتھ یہ مہم اختتام کو پہنچی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق عبدالرحمٰن بن عوف دومۃ الجندل کے رئیس اَصْبَغْ بن عمر کی لڑکی تُماضِر کے ساتھ شادی کر کے مدینہ میں واپس لوٹ آئے اور خدا کے فضل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ کی برکت سے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے ہاں اسی تُماضِر کے بطن سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوا جو خاص فدائیان اسلام میں سے نکلا اور علم و فضل

کے اس مرتبہ کو پہنچا کہ وہ اپنے وقت میں اسلام کے چوٹی کے علماء میں سے سمجھا جاتا تھا۔ اس کا نام ابو سلمہ زُہری تھا۔" (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 713 تا 716)

ابن سعد نے ابو سلمہ زہری کے بارے میں لکھا ہے کہ کَانَ ثِقَةً فَقِيهًا كَثِيرَ الْحَدِيثِ۔ یعنی ابو سلمہ ایک ثقہ فقیہ اور کثرت سے احادیث بیان کرنے والے ہیں۔

سعید بن عاص بن اُمَیَّہ جب پہلی مرتبہ معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے والی مدینہ ہوئے تو انہوں نے ابو سلمہ کو قاضی مدینہ بنایا۔ ابو سلمہ کی عمر 72 سال تھی اور 94 ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 5 صفحہ 118، 120 دار الکتب العلمیة بیروت)

پھر سریہ حضرت علی ابن ابی طالبؓ جو فَدَکْ کی طرف گیا اس کا ذکر ملتا ہے۔ یہ سریہ شعبان چھ ہجری کو ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو سو آدمیوں کے ساتھ فَدَک میں بنو سعد بن بکر کی طرف بھیجا۔ فدک کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ مدینہ سے چھ رات کی مسافت پر خیبر کے قریب ایک بستی ہے۔ سات ہجری میں غزوۂ خیبر کے موقع پر یہ علاقہ جنگ کے بغیر فتح ہوا تھا۔ اب یہ ایک بڑا شہر ہے جہاں کھجور اور زراعت کی کثرت ہے۔ آجکل اس کو الحائط کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی کہ انہوں نے ایک لشکر جمع کر رکھا ہے، ان لوگوں نے، دشمنوں نے اور وہ خیبر کے یہود کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت علیؓ رات کو چلتے تھے اور دن کو چھپتے تھے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 97 دار الکتب العلمیة بیروت)

(فرہنگ سیرت صفحہ 298 زوار اکیڈمی کراچی)

(معجم المعالم الجغرافیه فی السیرة النبویة۔ صفحہ 235۔ دار مکة للنشر والتوزیع 1982ء)

اس کی تفصیل میں سیرت خاتم النبیینؐ میں لکھا گیا ہے کہ "مدینہ میں یہودی قوم پر ان کی اپنی غداریوں اور فتنہ انگیزیوں کی وجہ سے جو تباہی آئی تھی وہ تمام عرب کے یہودیوں کے دل میں ایک کانٹا بن کر کھٹک رہی تھی اور غزوۂ بنو قریظہ کے بعد سے جب کہ مدینہ میں یہود کا خاتمہ ہو گیا۔ خیبر کی بستی جو حجاز کے یہودیوں کا سب سے بڑا مرکز تھی اسلام کے خلاف خفیہ سازشوں کا اڈہ بن گئی اور اس جگہ کے یہودی جو عادتاً سخت کینہ ور اور حاسد و ظالم واقع ہوئے تھے اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو نیست نابود کرنے کی کوشش میں سرگرم رہتے تھے۔

... شعبان 6ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع موصول ہوئی کہ قبیلہ بنو سعد بن بکر اور خیبر کے یہودیوں میں مسلمانوں کے خلاف باہم سرگوشیاں ہو رہی ہیں اور یہ کہ بنو سعد اہل خیبر کی اعانت میں اپنی طاقتوں کو جمع کر رہے ہیں۔ اس اطلاع کے ملتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی کمان میں صحابہ کا ایک دستہ روانہ فرمایا جو دن کو چھپتے اور رات کو سفر کرتے ہوئے فدک کے پاس پہنچ گئے جس کے قریب یہ لوگ جمع ہو رہے تھے۔ یہاں مسلمانوں کو ایک بدوی شخص ملا جو بنو سعد کا جاسوس تھا۔ حضرت علیؓ نے اسے پکڑ کر قید کر لیا اور اس سے بنو سعد اور اہل خیبر کے حالات دریافت کیے۔ پہلے تو اس نے بالکل لاعلمی اور بے تعلقی کا اظہار کیا مگر آخر وعدہ معافی لے کر اس نے سارا راز کھول دیا اور پھر مسلمان لوگ اس شخص کو اپنا گائیڈ بنا کر اس جگہ کی طرف بڑھے جہاں بنو سعد جمع ہو رہے تھے اور اچانک حملہ کر دیا۔ اس اچانک حملہ کی وجہ سے بنو سعد گھبرا کر میدان سے بھاگ نکلے اور حضرت علیؓ مالِ غنیمت لے کر مدینہ کی طرف واپس لوٹ

آئے اور اس طرح یہ خطرہ وقتی طور پر ٹل گیا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 716)

پھر سریہ حضرت ابو بکرؓ کا ذکر ملتا ہے جو بنو فَزَارَہ کی طرف تھا۔ یہ سریہ چھ ہجری میں ہوا۔ بنو فزارہ نجد میں وادی القریٰ میں آباد تھے اور وادی القریٰ مدینہ کے شمال میں شام کی طرف تقریباً تین سو پچاس کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

(معجم المعالم الجغرافیہ فی السیرۃ النبویۃ، صفحہ 250 دار مکۃ للنشر والتوزیع 1982ء)

(فرہنگ سیرت صفحہ 300 زوار اکیڈمی کراچی)

طبقات الکبریٰ میں اور سیرت ابنِ ہشام میں لکھا ہے کہ یہ سریہ حضرت زید بن حارثہؓ کی کمان میں بھیجا گیا تھا۔

(ماخوذ از الطبقات الکبریٰ جزء 2 صفحہ 69 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(ماخوذ از ابن ہشام صفحہ 875 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

لیکن صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سریہ کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ اِیَاسُ بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد حضرت سَلَمہ بن اَکْوَعؓ نے بیان کیا۔ ہم نے فَزَارَہ قبیلہ سے جنگ کی اور ہمارے امیر حضرت ابو بکرؓ تھے۔ آپؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر امیر بنایا تھا۔ جب ہمارے اور پانی کے درمیان، وہاں جو کنواں تھا، جو بھی پانی کی جگہ تھی ایک گھنٹے کا فاصلہ رہ گیا تو حضرت ابو بکرؓ نے حکم دیا تو ہم نے رات کے پچھلے پہر پڑاؤ کیا۔ وہاں پانی سے ایک گھنٹہ پہلے حکم دیا تو ہم نے وہاں پڑاؤ کر لیا۔ پھر ہم اور وہ پانی پر پہنچے اور انہوں نے یعنی حضرت ابو بکرؓ نے ہر طرف سے حملہ کیا اور اس پر جن کو قتل کیا ان کو قتل کیا اور قیدی بنائے اور میں لوگوں کی جماعت کو جس میں بچے اور عورتیں تھیں دیکھتا تھا۔ میں ڈرا کہ وہ مجھ سے پہلے پہاڑ پر نہ چڑھ جائیں، ان کے ساتھ جو صحابی تھے وہ ذکر کر رہے ہیں کہ ڈر تھا کہ یہ لوگ دوڑ کے پہاڑ پر نہ چڑھ جائیں اور غائب نہ ہو جائیں۔ کہتے ہیں تو مَیں نے ان کے اور پہاڑ کے درمیان تیر چلایا۔ تیر اندازی شروع کی تا کہ وہ ڈر کے پیچھے رہیں۔ جب انہوں نے تیر دیکھا تو ٹھہر گئے۔ میں انہیں ہانکتے ہوئے لایا ان میں بنی فَزَارہ کی ایک عورت تھی جس پر پرانی پوستین تھی اور اس کے ساتھ اس کی بیٹی تھی جو بہت خوبصورت تھی۔ میں انہیں گھیر کر لایا یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس لے آیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس کی بیٹی مجھے عطیہ کے طور پر دے دی۔ ہم مدینہ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لڑکی لے کر اسے مکہ والوں کی طرف بھجوا دیا۔ حضرت ابو بکر نے تو ان کو دی تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لے لی اور مکہ بھجوا دیا اور اس لیے بھجوایا کہ اس کے بدلے میں مسلمانوں کے بہت سے لوگ آزاد کروائے جائیں جو مکہ میں قید ہو گئے تھے۔ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الجہاد باب التنفیل وفداء المسلمین بالاساری۔ حدیث 4573)

اس سَرِیّہ میں مسلمانوں کا شعار اَمِتْ اَمِتْ تھا۔ حضرت سَلَمہ بن اکوع بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس دن اپنے ہاتھ سے سات آدمیوں کو قتل کیا۔ ایک روایت کے مطابق نو آدمیوں کو قتل کیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 92 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

باقی انشاء اللہ آئندہ۔

اس وقت میں کچھ مرحومین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ **پہلا ذکر ہے مکرم طیب علی صاحب بنگالی** جو درویش قادیان تھے۔ 11/ دسمبر کو ستانوے سال کی عمر میں انہوں نے وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ بنگلہ دیش میں ان کی پیدائش ہوئی تھی۔ 1942ء میں آپ کو ڈھاکہ میں باقاعدہ بیعت فارم پُر کر کے احمدیت میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ 1945ء میں پہلی بار جلسہ قادیان میں شامل ہوئے اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ قادیان سے اتنی محبت دل میں پیدا ہو گئی کہ پھر واپس اپنے وطن نہیں گئے۔ آپ نے وہاں قادیان میں رہ کے دو سال دیہاتی مبلغین کی خصوصی کلاس میں تعلیم حاصل کی۔ اس دوران 1947ء میں تقسیمِ ملک کا واقعہ ہوا اور آپ نے قادیان میں مقیم رہنے کے لیے درخواست کی جو کہ منظور کر لی گئی۔

زمانہ درویشی میں ان کو مختلف مقامات پر حفاظتی ڈیوٹیاں دینے کا موقع ملا۔ صدر انجمن احمدیہ کے مختلف دفاتر میں ان کو مختلف خدمات کی توفیق ملی۔ 55ء، 56ء میں جماعت کے مالی حالات کمزور تھے۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان نے یہ اعلان کیا کہ جو درویشان کوئی کام کر کے اپنی آمد پیدا کر سکتے ہیں انہیں اپنا کوئی روزگار تلاش کرنا چاہیے کیونکہ جماعت الاؤنس نہیں دے سکتی اور ان کا مالی بوجھ فی الحال برداشت نہیں کر سکتی۔ اس ہدایت کی روشنی میں انہوں نے دارالمسیح کے باہر بازار میں ایک چائے کی دکان کھول لی اور اکثر اوقات یہ ہوتا تھا کہ مہمانوں اور غریب لوگوں کو مفت چائے پلایا کرتے تھے۔

ان کی شادی کیرالہ کی ایک مطلقہ خاتون آمنہ صاحبہ سے ہوئی تھی۔ ان کی پہلے سے ایک بیٹی تھی۔ اس بیٹی کو انہوں نے پالا۔ کچھ عرصہ قبل ان کو گھٹنوں کی شدید تکلیف ہو گئی اور چلنا پھرنا مشکل ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے ان کو آپریشن کا مشورہ دیا لیکن انہوں نے اسے قبول نہیں کیا بلکہ دعا کی۔ بڑی گریہ وزاری سے اور بہت رِقّت اور درد سے دعا کرتے تھے۔ ایک رات یہ کہتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور بہشتی مقبرہ کی چند جڑی بوٹیاں کھلائی ہیں۔ اس کے بعد کہتے ہیں آہستہ آہستہ گھٹنوں کی تکلیف ختم ہو گئی اور اپنی خواہش کے مطابق یہ دوبارہ باقاعدہ نماز میں مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک میں آنا شروع ہو گئے۔ خلافت سے بے انتہا تعلق اور محبت تھی ان کو۔ کھیلوں سے دلچسپی تھی۔ اس لیے نوجوانوں کو بھی ان سے خاص تعلق تھا۔ ان کی حوصلہ افزائی کیا کرتے تھے۔ کھیل کے میدانوں میں آجاتے تھے۔ اس لحاظ سے بچوں کی تربیت بھی ہو جاتی تھی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے مطابق تقسیم ملک کے وقت تین سو تیرہ درویش قادیان میں مقیم رہے۔ آپ ان درویشان میں سے آخری تھے جن کی وفات ہو گئی۔ اب قادیان میں مزید کوئی درویش نہیں رہا۔ اور قادیان کا یہ جلسہ پہلا جلسہ ہے جو کسی بھی درویش کے بغیر ہو رہا ہے، آج سے شروع ہے۔ اب قادیان میں رہنے والی نئی نسل کا کام ہے کہ اپنے ان قربانی کرنے والے بزرگوں کی روایات کو قائم رکھتے ہوئے وفا اور اخلاص سے قادیان میں اپنی زندگیاں گزارے۔ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق بھی دے۔

اگلا ذکر **جو ہے وہ مرزا محمد الدین ناز صاحب** صدر صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان کا ہے۔ مرزا احمد دین صاحب کے بیٹے تھے۔ گذشتہ دنوں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والد صاحب کے ذریعہ سے ہوا جو ایک احمدی پٹواری

حشمت اللہ صاحب کی تبلیغ سے 1942ء میں احمدی ہوئے تھے۔ محمد الدین صاحب کا نکاح سیدہ نصرت جہاں صاحبہ بنت سید عبدالہادی صاحب سے ہوا۔ ان کا ایک بیٹا تھا جو جوانی میں فوت ہو گیا۔ پھر انہوں نے ایک بھانجا اور ایک بھانجی لے کر پالے اور بچوں کی طرح ان کو رکھا۔ بھانجا بھی بیمار ہے اللہ تعالیٰ اسے شفا دے۔

1965ء میں انہوں نے جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا۔ بی اے کیا۔ کچھ عرصہ باہر نوکری بھی کرتے رہے۔ پھر جامعہ میں داخل ہوئے اور جامعہ میں داخلہ لے کر 1971ء میں جامعہ پاس کرنے کے بعد ان کی پہلی تقرری وہیں فیلڈ میں ہوئی۔ پھر ان کو استاد جامعہ مقرر کیا گیا۔ صرف و نحو پڑھاتے تھے۔ ادب اور فقہ اور تاریخ اور تصوّف بھی پڑھایا۔ جامعہ میں نائب پرنسپل کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ سینتیس سال آپ نے جامعہ میں خدمت کی توفیق پائی۔ پھر ان کا تقرر ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد تعلیم القرآن اور وقف عارضی کے طور پر ہوا۔ پھر 2018ء میں ان کو مَیں نے صدر صدر انجمن احمدیہ مقرر کیا اور آخری سانس تک اسی عہدے پر یہ قائم رہے۔

خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ میں بھی ان کو مرکزی طور پر کافی خدمات کی توفیق ملی۔ انصار اللہ میں صف دوم کے نائب صدر بھی رہے۔ ماہنامہ خالد اور ماہنامہ انصار اللہ کے ایڈیٹر بھی رہے۔ 1994ء میں قریباً ایک مہینہ سے زیادہ سوا مہینہ ان کو اسیر راہ مولیٰ ہونے کی بھی سعادت ملی۔ دارالقضاء میں بطور ممبر قضا بورڈ خدمات بجالاتے تھے۔ مجلس افتاء کے ممبر تھے۔ تدوین فقہ کمیٹی کے ممبر تھے۔ بیوت الحمد کے سیکرٹری تھے۔ عربی بورڈ کے صدر بھی رہے۔ عربی ان کی بڑی اچھی تھی۔

ان کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ ان کی ساری زندگی کا نچوڑ یہ تھا اور میں گواہ ہوں اس بات پر کہ وہ نچوڑ یہ تھا کہ محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں۔

ان کے ایک بھانجے نے بتایا کہ مجھے یاد ہے کہ ان کو مرزا ناز صاحب نے کہا کہ دس یا بارہ سال کی عمر سے میں نے تہجد شروع کی تھی اور آج تک سوائے اس کے کہ کوئی بیماری آ گئی ہو مستقل تہجد ادا کرتا چلا آ رہا ہوں۔ اسی طرح دس یا گیارہ سال کی عمر ہی میں باجماعت نماز ادا کرنی شروع کی تھی اور اس عادت پر سوائے اس کے کہ ڈاکٹروں نے منع کیا ہو یا کوئی بیماری ہو گئی ہو باجماعت نماز مسجد میں جا کے ادا کرتا تھا۔ بلکہ ان کے ایک دوسرے عزیز نے کہا کہ میں نے ان کے ساتھ ایک دفعہ رات گزاری۔ سردیوں کی راتیں تھیں، رات لمبی تھی تو میں نے دیکھا رات کو یہ اٹھ گئے اور تقریباً چار گھنٹے تک باقاعدہ لگاتار یہ تہجد پڑھتے رہے اور کہتے تھے سردیوں کی لمبی راتوں میں تو لمبی تہجد پڑھنی چاہیے۔ مرزا صاحب ان کے ماموں تھے۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ دو نوافل کی بابت انہوں نے بتایا کہ خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے دور سے شروع کیا ہے اور پھر اس پر مستقل مزاجی سے ابھی تک عمل کر رہا ہوں۔

یہاں جلسہ پہ آتے تھے۔ بڑے اخلاص اور وفا کا اظہار کرتے تھے۔ یہاں ملتے تھے تو ہمیشہ میں نے ان کی آنکھوں میں محبت اور پیار دیکھا ہے اور اطاعت کا عمدہ معیار دیکھا ہے۔ یہاں بھی آ کے اگر کوئی ان کو بلاتا تو شرط یہ ہوتی تھی کہ میں نے نمازیں یہاں خلیفہ وقت کے پیچھے باجماعت پڑھنی ہیں۔ اگر اس سے پہلے پہلے تم مجھے پہنچا سکتے ہو تو تمہارے ساتھ جا سکتا ہوں۔ نہیں تو نہیں۔

ان کے بھائی مشتاق بیگ صاحب یہاں رہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ والد کی خواہش پر میرے بھائی نے اپنی زندگی جماعت کے لیے وقف کی اور آخر دم تک اس وقف کو خوب نبھایا۔ انہوں نے بی اے کی تعلیم مکمل کی کیونکہ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے اپنی زندگی وقف کرنا چاہتے تھے۔ جامعہ سے فارغ ہونے کے بعد مصر کی ایک یونیورسٹی نے ان کو اعلیٰ نوکری کی پیشکش کی اور بڑی اچھی تنخواہ دینے کا اظہار کیا لیکن انہوں نے اسے ردّ کر دیا اور فرمایا کہ میں نے اپنی زندگی اللہ کی راہ میں وقف کر دی ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ ان کا جو الاؤنس تھا مربی کو صرف چالیس روپے ملا کرتا تھا۔ مشکل سے گزارہ ہوتا تھا۔

مبشر ایاز صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ ان کے کام کو ذمہ داری سے ادا کرنے کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہتے ہیں مجھے یاد ہے کہ ہم ثانیہ یا ثالثہ میں پڑھتے تھے۔ ناز صاحب ہمیں عربی پڑھاتے تھے۔ ان دنوں ان کی ایک ہمشیرہ شاید بلڈ کینسر سے بیمار تھیں۔ ڈاکٹر نے جواب دے دیا تھا۔ جامعہ کے اندر ہی وہ ان کے پاس رہ رہی تھیں۔ خون کی بوتل ایک دن لگی۔ تو وہ لگوا کے جامعہ ہماری کلاس لینے کے لیے آ گئے، کلاس مِس نہیں کی۔ ان کی اس وقت کافی حالت خراب تھی۔ وہ کہتے ہیں کلاس پڑھا رہے تھے کہ ان کا ایک عزیز آیا۔ کلاس روم کے باہر کھڑا ہوا اور انہیں بلایا۔ ناز صاحب نے اس کی بات سنی اور پھر واپس آ کے ہمیں پڑھانا شروع کر دیا اور کہتے ہیں کہ اس دن جب ہمیں پڑھا رہے تھے تو وہ عربی کی ایک نظم تھی جس میں غمگین اشعار بھی تھے۔ وہ شعر پڑھاتے ہوئے ناز صاحب کی آواز بھرا گئی اور آنکھوں سے آنسو آئے۔ اور کہتے ہیں ہمیں اس وقت بڑی حیرت ہوئی کہ ناز صاحب بڑے حوصلہ مند آدمی ہیں۔ ان کی یہ کیفیت کیوں پیدا ہوئی ہے۔ بہر حال کہتے ہیں بڑے وقار سے پورا پیریڈ پڑھایا اور پیریڈ ختم ہونے کے بعد تیزی سے کلاس سے باہر نکلے اور سیدھے اپنے گھر کی طرف چلے گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ آدمی جو ان کو کلاس کے باہر ملنے آیا، بات کرنے آیا تھا ان کا عزیز تھا جو ان کی ہمشیرہ کی انتہائی خراب حالت کے بارے میں اطلاع دینے آیا تھا لیکن ناز صاحب نے اپنے فرض کی ادائیگی کو مقدم کیا اور تدریس کے بعد گئے اور شاید تھوڑی دیر بعد ہی ان کی اس بہن کی وفات ہو گئی۔

بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ انہوں نے اپنا وقف نبھانے کا حق ادا کیا۔ خلافت سے بے انتہا اخلاص و وفا کا تعلق تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت و رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔

تیسرا ذکر ہے۔ مکرم اَک مرات خاکیئیف (Akmurat Khakiev) صاحب۔ یہ نیشنل صدر جماعت ترکمانستان تھے۔ ان کی گذشتہ دنوں میں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب کے ذریعہ ان کو تعارف ہوا۔ راویل بخاریو صاحب اور عبدالعلیم صاحب کی مشترکہ تبلیغ سے انہوں نے بیعت کی کیونکہ ان کی تبلیغ سے دل میں وہ احمدی ہو چکے تھے لیکن بیعت نہیں کی تھی۔ 2010ء میں پہلی مرتبہ جلسہ میں شامل ہوئے اور یہاں مجھے ملے اور اس کے بعد عالمی بیعت میں حصہ لیا اور اس بات پر خوش تھے کہ میں خلیفہ وقت کے ہاتھ پر بیعت کر رہا ہوں۔

لکھنے والے کہتے ہیں کہ جب بیعت کے الفاظ دہرائے جا رہے تھے تو اخلاص و وفا اور ایمان کی مضبوطی کی وجہ سے ان کے چہرے کے آثار ایسے متغیر ہوتے جاتے تھے کہ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہی اَک مرات صاحب ہیں جو کچھ دیر پہلے ہم سے ہنس ہنس کے باتیں کر رہے تھے۔ چند سال قبل ترکمانی زبان میں قرآن کریم

کے ترجمہ کا کام انہوں نے شروع کیا اور گذشتہ سال مکمل کر لیا تھا۔ گذشتہ سال جلسہ سالانہ یوکے میں شرکت کے بعد انہوں نے مجھ سے اجازت لی کہ یہاں میں زیادہ قیام کر لوں اور پھر میری اجازت کے بعد انہوں نے یہاں قیام کیا۔ نمازوں کی طرف انہوں نے ان دنوں میں خاص پابندی رکھی اس کے علاوہ قرآن کریم کے ترجمہ کو مرکزی رشین ڈیسک کی مدد سے کتابی شکل میں تیار کیا۔

اَک مرات صاحب نہ صرف ترکمانستان سے پہلے احمدی تھے بلکہ اپنی وفات تک بطور صدر جماعت احمدیہ ترکمانستان خدمت کی توفیق پانے والے بھی تھے۔ انہوں نے اپنے ایک انٹرویو میں لکھا کہ میں پیدائشی مسلمان ہوں لیکن میں ایک روایتی مسلمان تھا۔ یہ سوویت یونین کا زمانہ تھا اور کمیونزم کا حامی بھی تھا لیکن مخصوص اسلامی اقدار اس وقت بھی ہمارے اندر محفوظ تھیں۔ میں نے ریاضی میں تعلیم حاصل کی لیکن بنیادی طور پر میں ہمیشہ خدا کو ڈھونڈا کرتا تھا۔ کون سا خدا؟ اللہ تعالیٰ یا کوئی اَور۔ یہ الگ سوال ہے لیکن میں خدا کو ڈھونڈا کرتا تھا۔ کہتے ہیں میں بنیادی طور پر قرآن کریم کی کچھ آیات عربی میں بھی جانتا تھا۔ اپنے والد صاحب کی وفات کے بعد کہتے ہیں میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک بزرگ آئے ہیں جو انتہائی سفید لباس میں تھے۔ وہ لباس شدید سفید تھا اتنا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ کہتے ہیں وہی بزرگ جو آئے تھے انہوں نے ایک ہاتھ سے مجھے اشارہ کر کے اپنی طرف بلایا اور انہوں نے کچھ نہیں کہا بس مجھے اپنی طرف آنے کی دعوت دی۔ میری طرف آجاؤ۔ کہتے ہیں یہ 2001ء کی بات ہے۔ اس کے بعد راویل صاحب اور ڈاکٹر علیم صاحب کی تبلیغ سے ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا پتہ لگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دکھائی گئی تو انہوں نے کہا کہ انہوں نے ہی مجھے اپنی طرف بلایا تھا۔ اس طرح انہوں نے احمدیت کو تسلیم کیا اور پھر جس طرح انہوں نے بتایا ہے 2010ء میں آ کے باقاعدہ بیعت بھی کر لی۔ کہتے ہیں جو جذبات میرے اندر موجزن ہیں میری زبان ان کو ادا کرنے سے قاصر ہے کیونکہ وہ روشنی جو احمدیت نے مجھے دی ہے میرا دل اسے ان تمام الفاظ سے بہت زیادہ محسوس کر رہا ہے جو اَب میں اپنی زبان میں ادا کر سکتا ہوں۔

بہت اخلاص و وفا دکھانے والے شخص تھے یہ۔ کہتے ہیں ہر خطبہ اور ہر خطاب کو اپنے دل اور اپنی روح میں سے گزارتا ہوں۔ اتنے غور سے سنتا ہوں کہ زبانی یاد ہو جاتا ہے اور پھر کہتے تھے میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کی بقا اور دنیا میں مساوی حقوق کی فراہمی جماعت احمدیہ کے ساتھ وابستہ ہے۔

یہاں گذشتہ سال جلسہ سالانہ یوکے میں رکنا ان کے لیے آسان نہیں تھا۔ انہوں نے بتایا کہ ترکمانستان میں گھر میں ایک شادی ہے جس میں تمام رشتہ دار موجود ہیں۔ گھر کے سربراہ کی حیثیت سے مجھے وہاں ہونا چاہیے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت قرآن کریم کے اس ترکمانی ترجمہ کے کام سے زیادہ ضروری میرے لیے اَور کوئی کام نہیں ہے۔ سب سے زیادہ یہی ہے کہ میں قرآن کریم کی خدمت کروں۔ اللہ تعالیٰ ان پر مغفرت اور رحم فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان کے بچوں کو بھی احمدیت قبول کرنے اور عمل کرنے کی توفیق دے اگر انہوں نے بیعت نہیں کی۔

نمازوں کے بعد ان کا غائبانہ جنازہ پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 17/ جنوری 2025ء جلد 32 شمارہ 15 صفحہ 02 تا 07)

انڈیکس خطبات مسرور جلد22

آیات قرآنیہ.....1-2
احادیث نبویہؐ.....3-4
الہامات حضرت مسیح موعودؑ.....4
مضامین.....5تا13
اسماء.....14تا36
مقامات.....37تا53
کتابیات.....54تا57

آیات قرآنیہ

الفاتحہ

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ(5)391

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ (6)167

البقرة

الٓمّٓ ۔ ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَیۡبَ.....(3-2)134

هُدًى لِّلۡمُتَّقِیۡنَ..... (3)133

الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ.....(4)134،135

وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ مَّنَعَ .....(115)475

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا كُتِبَ عَلَیۡكُمُ...(184)130

وَعَلَى الَّذِیۡنَ یُطِیۡقُوۡنَهٗ.....(185)130،139

شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ.....(186)142،141،143

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ.....(187)155،158،159

وَ اَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا...(196)2

فَمَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ مَّرِیۡضًا...(197)528

رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً .....(202)172،173

رَبَّنَاۤ اَفۡرِغۡ عَلَیۡنَا صَبۡرًا.....(251)173

لَاۤ اِكۡرَاهَ فِی الدِّیۡنِ.....(257)304

وَمَثَلُ الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمُ.....(266)2

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ.....(275)498،505

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَاۤ اِنۡ نَّسِیۡنَاۤ..... (287)173،174

آل عمران

رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا..... (9)174

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ.....(93)509

بَلٰۤى اِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَ تَتَّقُوۡا.....(126)43

لَیۡسَ لَكَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ.....(129)41

وَلَا تَهِنُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا.....(140)119

وَ لَقَدۡ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعۡدَهٗ.....(153)43

ثُمَّ اَنۡزَلَ عَلَیۡكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ الۡغَمِّ ..... (155)19

وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا.....(170)190،193

اَلَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِلّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ..... (173)210

النساء

خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِیۡفًا ..... (29)168

المائدة

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ.....(12)291

رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ.....(120)126

الاعراف

لَا یَسۡتَاۡخِرُوۡنَ سَاعَةً وَّلَا یَسۡتَقۡدِمُوۡنَ.....(35)138

التوبة

وَاٰخَرُوۡنَ اعۡتَرَفُوۡا بِذُنُوۡبِهِمۡ.....(102)465

یونس

اٰمَنۡتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیۡۤ اٰمَنَتۡ بِهٖ... (91)138

یوسف

فَصَبۡرٌ جَمِیۡلٌ وَاللّٰهُ الۡمُسۡتَعَانُ .....(19)382

النحل

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا ..... (129)137

بنی اسرائیل

وَمَنۡ كَانَ فِیۡ هٰذِهٖۤ اَعۡمٰى.....(73)148

النور

اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡكِ..... (12)383،404،405

وَلۡیَعۡفُوۡا وَلۡیَصۡفَحُوۡا.....(23)397

وَلَا یَاۡتَلِ اُولُوا الۡفَضۡلِ.....(23)383

الۡخَبِیۡثٰتُ لِلۡخَبِیۡثِیۡنَ وَالۡخَبِیۡثُوۡنَ.....(27)403

رِجَالٌ لَّا تُلۡهِیۡهِمۡ تِجَارَةٌ..... (38)389

وَ لَیُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِیۡنَهُمُ..... (56)250

الفرقان

یٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِی اتَّخَذُوۡا.....(31)146

النمل

اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ..... (63)170

الاحزاب

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اذۡكُرُوۡا.....(10)407

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ ..... (11)407، 437، 438

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ .....(12)407، 438

وَ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ .....(13)407، 421، 438

وَ اِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ .....(14)407، 438

وَ لَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ .....(15)407

وَ لَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ .....(16)407

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ .....(17)407

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ .....(18)407

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ .....(19)407

اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ .....(20)407

يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا .....(21)407

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ .....(22)407

وَ لَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ .....(23)407، 438

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا ..... (24)106، 407

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ .....(24)125

لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ ..... (25)407

وَ رَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا .....(26)122، 407

وَ اَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ ..... (27)459

وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ .....(28)459

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ .....(42)389

الشوریٰ

جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (41)559

الفتح

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ...(2تا4)512، 541، 542

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ .....(19)531

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا ...(28)541

النجم

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ..... (9)193

الواقعة

لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ..... (80)133

الحدید

اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ .... (11)2

الحشر

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ .....(6)300

وَ مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ .....(7)306

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا .....(12)294

الصف

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ .....(13)1

وَ اُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ ..... (14)1

المنافقون

لَئِنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ ....(9)363

الطلاق

وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ ..... (3)136

وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ .....(4)136

احادیث

اَللّٰھُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ 60
اَللّٰھُمَّ أَحْصِھِمْ عَدَدًا 261
اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ 40
اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ .....174، 175
اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ، وَوَسِّعْ لِي 178
اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا 178
اَللّٰھُمَّ أَلْھِمْنِيْ رُشْدِيْ وَأَعِذْنِيْ 180
اَللّٰھُمَّ إِنَّ عَبْدَكَ وَنَبِيَّكَ یَشْھَدُ ...191
اَللّٰھُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَیْرِ 179
اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ 180
اَللّٰھُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِیْرًا 174
اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ.....175
اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.....176
اللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْھَرَمِ 176
اللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ ...178
اَللّٰھُمَّ اِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ 180
اللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ 177
إِنَّ اللّٰہَ قَدْ صَدَّقَكَ366
رَبِّ اغْفِرْلِيْ خَطِیْئَتِيْ وَ جَھْلِيْ 179
رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاھْدِنِيْ لِلطَّرِیْقِ الْأَقْوَمِ 176
صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلٰی قَتْلٰی أُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِيَ سِنِیْنَ 89
كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَتَعَوَّذُ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ 180
لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ.....174
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ 180-179
لَا إِلٰہَ إِلَّا أَنْتَ، سُبْحَانَكَ، اللّٰھُمَّ أَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِيْ... 175
ھٰؤُلَاءِ أَشْھَدُ عَلَیْھِمْ 191
یَا حَيُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِیْثُ 175
آیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ ...574
صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ ...574
آگ سے بچو خواہ آدھی کھجور ہی خرچ کرنے کی استطاعت ہو3
بخل سے بچو.....3
ایک درہم ایک لاکھ درہم کے مقابلے میں آج سبقت لے گیا.....4
تیر چلاؤ تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں57، 119
شہدائے اُحد کا جنازہ غزوہ اُحد کے آٹھ سال بعد پڑھا88
عورت کو خاوند سے ایسا تعلق ہے جو کسی اَور سے نہیں121
یہ (رمضان) بہت عظیم اور برکتوں والا مہینہ ہے130
اللہ کو زیادہ یاد کرو اور ذکر کی مثال171
ذکر الٰہی کرنے والے اور ذکر الٰہی نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی172
اے اللہ کے بندو! دعا کو اپنے اوپر لازم کر لو172
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رِعل اور ذکوان قبیلوں پر ایک ماہ تک بددعا کی278
رسول اللہؐ کی بنولَحیان، رِعل، ذکوان اور عُصَیَّہ کے خلاف بددعا278
سلام کو رواج دو346
جو اپنے لیے پسند کرتے ہو وہ دوسروں کے لیے پسند کرو478

احادیث بالمعنیٰ

آنحضرت ﷺ کی مالی تحریک پر صحابہ مزدوری کر کے کمائی رسول اللہ ﷺ کو پیش کرتے۔3
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے علاوہ رسول اللہؐ کو کبھی کسی کے لیے اپنے ماں باپ فدا کرنے کی دعا دیتے نہیں سنا57
غزوہ احد میں رسول اللہؐ اور ابوسفیان کا مکالمہ 60-59
غزوۂ اُحد کے شہداء کی نماز جنازہ اور تدفین کا ذکر 88-87
غزوہ احد کے شہداء میں سے دس دس کا جنازہ پڑھاتے اور حضرت حمزہؓ کی میت رسول اللہؐ کے پاس ہی رہی88
کسی مرنے والے کا ماتم اور بَین نہ کریں106
احد کے دن حضرت سعدؓ کا بغیر پھل والا تیر ایک مشرک کو مارنا، اس کا ستر کھل جانا اور رسول اللہ ﷺ کا ہنسنا111
غزوہ احد میں ایک انصاری عورت کو اس کے بھائی، بیٹے اور

شوہر کی لاش دکھانا مگر اس کا رسول اللہ ؐ کا حال دریافت کرنا124-123
جو خوشی ماں کو اس کے گمشدہ بچے کے ملنے کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کو اس سے زیادہ خوشی اپنے گمشدہ بندے کے ملنے سے ہوتی ہے۔131
تمہیں بھوکا رکھنے کا اللہ تعالیٰ کو کوئی شوق نہیں 131
رمضان میں مسافروں اور مریضوں کے لئے روزہ نہ رکھنا صدقہ ہے140
حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان میں قرآن کریم کا ایک دَور مکمل کروایا کرتے تھے اور آخری سال میں مکمل قرآن کریم کا دو مرتبہ دَور مکمل کیا142
اللہ تعالیٰ بندے کے گمان کے مطابق اس سے سلوک کرتا ہے155
اللہ تعالیٰ بڑا حیاوالا ہے۔ بڑا کریم اور سخی ہے۔ وہ بندے کو خالی اور ناکام واپس کرنے سے شرماتا ہے156
آٹھ سال بعد اُحد کے شہیدوں پر نماز جنازہ پڑھی گئی190
اُحد میں شہداء کی روحوں کو اللہ نے سبز پرندوں کے پیٹ میں رکھا190
رسول اللہ ﷺ کی احد کے شہداء کے ساتھ شہید ہونے کی خواہش191
حضرت جابر بن عبد اللہؓ کے والد سے اللہ تعالیٰ کے کلام کا واقعہ 192
حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کی وفات کے بعد ان پر جو قرض تھا اس کی ادائیگی کا واقعہ197
آنحضرتؐ نے جنگ میں بچے، بوڑھے، عورت اور مذہبی شخص کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے234
عَضَل اور قَارَہ قبیلہ کے ساتھ دس افراد اسلام کی تبلیغ کے لئے بھیجے236
تم لوگ قطع تعلق کرنے والے سے بھی تعلق قائم رکھو...345
رسول اللہ ﷺ کا حضرت زید بن ارقمؓ کے کان کو سہلانا اور مسکرانا366
ایک مسلمان سے دوسرے مسلمان کو اس کی زبان اور ہاتھ سے کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچے392
رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میں چاہتا تھا کہ ابو بکرؓ کو اپنے بعد نامزد کر دوں400
ایک درہم ہزار درہم سے سبقت لے گیا.....499
رسول اللہ ﷺ جب بیت اللہ کے لئے نکلے تو آپؐ کے سراغ رساں کا آپ کو آکر اطلاع دینا اور رسول اللہ ﷺ کا صحابہؓ سے مشورہ کرنا...516
قَصواء اڑی نہیں اور نہ یہ اس کی عادت ہے بلکہ ہاتھیوں کو روکنے والی پاک ذات یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو روک دیا ہے517

الہامات حضرت مسیح موعودؑ

میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں.....91
سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ.....133
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے.....133
یَدْعُوْنَ لَکَ صُلَحَاءُ الْعَرَبِ.....152

مضامین

اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ پر یقین ہے تو پھر اس کا تقاضا یہی ہے کہ اس کے راستے میں قربانیاں کرو2

اللہ تعالیٰ کسی کا ادھار نہیں رکھتا2

اللہ تعالیٰ نیک نیتی سے کی گئی قربانی کو نوازتا ہے3

اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا معیار جذبے اور نسبت کا ہے، مقدار کا نہیں4

اللہ تعالیٰ اس شخص پر سخت غضبناک ہوتا ہے جو اس کے نبی کے چہرے کو زخمی کر دے35

ایک صحابیؓ کا اللہ تعالیٰ سے پیار کا عجیب انداز84

رمضان کے مہینے میں **اللہ تعالیٰ اپنے بندوں** کو اپنے فضلوں سے نوازنے کے لیے بہت مہربان ہو جاتا ہے130

اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھیں تو احسان کے دروازے پہلے سے زیادہ کھلے ہوئے پاتے ہیں130

ہم خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی کتاب ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ عطا فرمائی ہے جس کے ذریعہ ہم اس کی قربتوں کے حاصل کرنے والے بن سکتے ہیں131

اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا اظہار اور آنحضرت ﷺ کا واسطہ دعاؤں کی قبولیت کے لئے ضروری ہے133

تقویٰ ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے133

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی کتاب پر عمل کرنا ہی اللہ تعالیٰ کی صحیح پہچان کروائے گا135

خدا کا خوف اور اس کی یاد135

اللہ اور اسکے بندوں کا حق ادا کرو136

خدا تعالیٰ متقی کو اس کے مانگنے سے پہلے عطا کر دیتا ہے136

اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی بھی اہم ہے136

ہر ایک کو چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ پوشیدہ علاقہ رکھے137

اللہ تعالیٰ کے ساتھ پوشیدہ تعلق قائم کرنے کا طریق137

اللہ تعالیٰ کو کوئی حکم ایسا نہیں جو مشکل ہو138

خدا تعالیٰ کی کسی بھی نعمت کا شکر ادا نہ کرنا گناہ ہے اور غفلت کرنا بھی گناہ ہے147

مبارک وہ جو خدا کے لئے اپنے نفس سے جنگ کرتے ہیں150

اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کے لیے ہم اس کی طرف ایک بالشت، ایک ہاتھ اور تیز چل کر جانے والے ہوں گے تو پھر اللہ تعالیٰ ہماری طرف اس سے بڑھ کر توجہ فرمائے گا اور دَوڑ کر ہماری مدد کو آئے گا156

دعا خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت اور دعا کی شرائط159

جلسہ سالانہ اللہ کے انعاموں میں سے ایک بہت بڑا انعام386

احمدی

آج احمدی ہے جو مالی قربانی کی اہمیت کو سمجھتا ہے2

غریب احمدی زیادہ قربانی کرتے ہیں آسودہ حال احمدی توجہ کریں2

جماعت احمدیہ پر جھوٹا الزام کہ قرآن کی تحریف کرتے ہیں، اس کی تردید148

قبول احمدیت کے ایمان افروز واقعات 251 تا256

انتظامیہ یا خلیفہ اگر سزا دیتا ہے تو جماعت کے تقدس کو قائم رکھنے کے لئے392

اسلام

ضِرار بن خطاب کا قبول اسلام اور شہادت445

ثمامہ بن اثال کا قیدی بننا اور قبول اسلام557

ابو العاص بن ربیع کا سریہ زید حارثہ میں قید ہونا، قبولِ اسلام 569، 570، 571، 572

اطاعت

صحابہؓ پر اطاعت کا نمونہ دکھانے اور صبر کرنے پر فرشتوں کی حفاظت 42

اصل تقویٰ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کی جائے139

قرآن کی پوری اطاعت اور آنحضرت ﷺ کی پیروی کئے بغیر نجات ممکن نہیں148

غزوہ حمراء الاسد میں دو انصاری بھائیوں کی اطاعت کا نمونہ212

خلیفہ وقت کے ہر لفظ کی حرف بہ حرف اطاعت کی جائے268

خلافت کی اطاعت میں ہی برکتیں ہیں 326
صحابہؓ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا ایک واقعہ 460

اعتراض

اس اعتراض کا جواب کہ آنحضرتؐ نے جھوٹ بولنا یا غلط بیانی کرنا جائز قرار دیا 15 تا 17
اس اعتراض کا جواب کہ جب سالگرہ نہیں مناتے تو حضرت مصلح موعودؓ کی سالگرہ کیوں مناتے ہیں 91
جماعت احمدیہ پر جھوٹا الزام کہ قرآن کی تحریف کرتے ہیں، اس کی تردید 148
اسلامی جنگوں پر اعتراض کا جواب 234
صلح حدیبیہ کے تعلق میں عیسائی مؤرخین کے اعتراضات اور ان کے جوابات 547

افک

واقعہ افک اور اسکی تفصیلات 376 تا 384، 397 تا 405

امام

امام کی آواز کو سنیں اور مانیں 13
حضرت ابن ام مکتومؓ کو آنحضرت ﷺ کا غزوہ بنو نضیر کے موقع پر مدینہ میں امام الصلوٰۃ مقرر فرمانا 299
امام جماعت جب کچھ بولتے ہیں تو سامعین کی خاموشی اور توجہ حیران کن ہوتی 357

انتظامیہ

انتظامیہ کی طرف سے کوشش ہوتی ہے کہ سب مہمانوں کے ساتھ ایک طرح سے سلوک کیا جائے 343
جلسہ کی انتظامیہ کی ایک دقّت کا ذکر 344
جلسہ سالانہ پر آنے والے مہمانوں کو نصیحت کہ مہمان نوازی میں کوئی کمی رہ جائے تو درگزر کریں انتظامیہ کو مورد الزام نہ ٹھہرائیں 347
جلسہ کے مقصد کو پورا کرنا انتظامیہ اور شاملین کا بھی مقصد ہونا چاہئے 385
انتظامیہ یا خلیفہ اگر سزا دیتا ہے تو جماعت کے تقدس کو قائم رکھنے کے لئے 392

انسان

انسان اپنی بہت سی خواہشات کو پس پشت ڈال کر دین کی ترقی کی خاطر قربانیاں دیتا ہے تو یہ نفس کا جہاد ہے 2
جنگ کی آگ پھیلتی جارہی ہے انسانیت کے تباہی سے بچنے کے لئے دعاؤں کی ضرورت ہے 90
روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے 133
تقویٰ ہی ہے جس سے انسان کی جسمانی اور روحانی ہر قسم کی ضرورت پوری ہوتی ہے 133
عقلمند انسان خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو محفوظ رکھتا ہے 137
عالمی جنگ سے انذار اور انسانیت کی تباہی سے بچنے کی دعا 90

ایمان

اگر ایمان ہے، اگر اللہ تعالیٰ پر یقین ہے تو پھر اس کا تقاضا یہی ہے کہ اس کے راستے میں قربانیاں کرو 2
تم ایمان بالغیب کی بنیاد بنا کر پھر قرآنی احکامات پر عمل کرو، محنت کرو، غور کرو، پھر دیکھو تم مشاہدہ بھی کر لوگے 135
بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کی طرف التفات نہ کرے 143
مسلمانوں کی فتوحات اور کامیابیوں کی کلید بھی ایمان تھا 145
جب تک مسلمانوں کا رجوع قرآن شریف کی طرف نہ ہو گا ان میں وہ ایمان پیدا نہ ہو گا 146
اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کریں۔ اس پر ایمان میں کامل ہونے کی کوشش کریں تو نجات ہے 149
ایمان میں کامل ہونے کی نشانی 161
اگر ترقیات دیکھنی ہیں تو ہمیں بھی وہ ایمان پیدا کرنا ہو گا... 187
چندہ دینے سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے 509

بہادر

لڑائی میں سب سے بہادر وہ شخص سمجھا جاتا تھا جو آنحضرتؐ کے پاس ہوتا 21
حضرت علیؓ کے غزوۂ احد میں بہادری کے واقعات 53
حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کی احد کے روز بہادری 55
ابن قمئہ کا آنحضرت ﷺ پر وار اور حضرت امّ عُمارہؓ کی بہادری 59

بیعت

صحابہؓ کا جنگ احد کے دن آپ ﷺ کے ہاتھ پر موت کی بیعت

کرنے کا بیان 15
حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر طلیحہ بن خُویلد کا بیعت کرنا 230
بیعت رضوان 530
پیشگوئی مصلح موعودؓ
اس کا جواب کہ جب سالگرہ نہیں مناتے تو حضرت مصلح موعودؓ کی سالگرہ کیوں مناتے ہیں 91
پیشگوئی مصلح موعودؓ میں جن باتوں کا ذکر ہے اس کے متعلق غیروں کی گواہیاں 92 تا 103
تحریکات
حضرت مصلح موعودؓ کی تحریرات و کتب کو پڑھنے کی تحریک 104-103
حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کی تحریک 172 تا 183، 390، 396
دنیا کے بدلتے ہوئے حالات اور تین ماہ کا راشن رکھنے کی تحریک 532
تحریک جدید
مالی قربانی اور جماعت احمدیہ کا اخلاص و وفا تحریک جدید اور واقعات 498 تا 506
تحریک جدید کے 90 سال ختم، اعداد و شمار 506 تا 509
تیر
حضرت طلحہؓ کا غزوۂ احد میں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے تیروں کو اپنے ہاتھوں پر لینا 55، 56
جلسہ
حضور انور کا برطانیہ کے جلسہ سالانہ کے متعلق ذکر 337
جلسہ سالانہ برطانیہ، کارکنان اور مہمانوں کو نصائح 341 تا 348
جلسہ اور سیکیورٹی کا نظام 348
جلسہ پر غیر ضروری چیزیں ساتھ نہ لائیں اس سے انتظامیہ کا وقت ضائع ہوتا ہے 345
اسماعیل بیلن صاحب کے جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تأثرات 350
جلسہ سالانہ یوکے، اختتام پر شکریہ اور تفصیل اور غیر از جماعت مہمانوں کے تاثرات 349 تا 362
جلسہ جرمنی، کارکنان کو نصائح 385
جلسہ سالانہ اللہ کے انعاموں میں سے ایک بہت بڑا انعام 386
جلسہ سالانہ کے مقاصد 386
جلسہ کوئی میلہ نہیں 392
جلسہ اور سیکیورٹی 395
جلسہ سالانہ جرمنی کے اختتام پر شاملین کے مثبت تاثرات 405
جنت
حضرت ابو ہریرہؓ کی نماز پڑھے بغیر جنت میں جانے والے شخص کے متعلق روایت 82
آنحضرت ﷺ کا ایک صحابیؓ کو عصا دینا اور فرمانا کہ جنت میں یہ میری نشانی ہوگی 233
جنگ / غزوہ
جنگ احد
مسیح موعودؑ صلح اور آشتی کی اسلامی تعلیم کے ساتھ اور مذہبی جنگوں کے خاتمہ کے لیے آئے 1
صحابہؓ کی جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدمی 15-14
جنگ احد کے موقعہ پر نیند اور غنودگی طاری ہونا اور اس سے مراد 19
جنگ احد میں آنحضرتؐ کا زخمی ہونا اور دانت مبارک شہید ہونا 33
حضرت فاطمہؓ کا غزوۂ احد کے دن آپؐ کے زخم دھونا 34
جنگ احد میں فرشتوں کا حاضر ہونا 41
جنگ احد میں آنحضرتؐ کی سیرت 14، 26، 40
حضرت علیؓ کے غزوۂ احد میں بہادری کے واقعات 53
حضرت ابو طلحہؓ غزوہ احد میں ڈھال سے آنحضرت ﷺ کی حفاظت کرتے 54
حضرت طلحہؓ کا غزوۂ احد میں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے تیروں کو اپنے ہاتھوں پر لینا 55، 56
حضرت ابو دجانہؓ کی جنگ احد کے موقع پر قربانی 57
جنگ احد کے موقعہ پر صحابہؓ کی قربانیوں کا تذکرہ 53 تا 59
حضرت ام عُمارہؓ کی جنگ احد میں بہادری و خدمات 58، 59، 109، 110
ابو سفیان کے ساتھ جنگ احد کے دن مکالمہ 59 تا 62
ابو سفیان کے جنگ احد کے دن نعرے 64 تا 66
جنگ احد میں صحابہؓ کی شہادت اور عشق و وفا کا تذکرہ 78
امام شافعیؒ کے نزدیک آپؐ کا غزوہ احد کے شہداء کا جنازہ نہ پڑھنا 89

امّ سُلیم کی احد کے روز میدانِ جنگ میں خدمات 108، 110
جنگ احد کا تذکرہ 105 تا 113
جنگ احد کے دن آنحضرتؐ کی ایک خاص دعا 107
جنگ احد کے میدان میں صحابیات کی خدمات 108 تا 113
احد کی جنگ کی تفصیلات اور آنحضرتؐ کی قبولیت دعا 118
شہداء احد اور عورتوں کے صبر و رضا کا نمونہ 121
جنگ احد کے شہیدوں کے لئے دعا 197
جنگ احد کا انجام، فتح یا شکست 223
اسلامی جنگوں پر اعتراض کا جواب 234

غزوہ حمراء الاسد

غزوہ حمراء الاسد 202، 209، 221

غزوہ بدر الموعد

غزوہ بدر الموعد 308

غزوہ دومۃ الجندل

غزوہ دومۃ الجندل 315

غزوہ بنو نضیر

امام بخاریؒ کے نزدیک غزوہ بنو نضیر غزوہ احد سے پہلے کا واقعہ ہے 280
ابن اسحاق کے مطابق غزوۂ بنو نضیر کی تاریخ 280
غزوہ بنو نضیر 280 تا 286
ابو لیلیٰ مازنی کا غزوۂ بنو نضیر میں رسول اللہ ﷺ کے حکم پروں کو جلانا 299، 300

غزوہ بنو مصطلق / مریسیع

غزوہ بنو مصطلق 318 تا 322، 329 تا 337، 363
ابن اسحاق کے نزدیک غزوہ بنو مصطلق کی تاریخ 318
حضرت بُریدہ بن حُصیب اسلمیؓ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوہ بنو مصطلق کی تیاری معلوم کرنے کیلئے بھیجنا 319، 320
ابن ہشام کے نزدیک غزوہ بنو مصطلق میں مسلمانوں کا شعار 321
حضرت عمرؓ کا غزوہ بنو مصطلق کے موقع پر کفار کے ایک جاسوس کو قتل کرنا 321
غزوہ بنو مصطلق میں فرشتوں کی تائید 330
غزوہ بنو مصطلق سے واپسی، عبد اللہ بن ابی کے نفاق کا اعلانیہ اظہار 333

جنگ احزاب / خندق

غزوہ خندق / احزاب کی تفصیل اور سیرت النبیؐ 407 تا 458
خندق کا کھودا جانا الہامی طور پر تھا 413
حضرت سلمان فارسیؓ کا خندق کھودنے کا مشورہ دینا 416
خندق کی کھدائی کے دوران اشعار پڑھا جانا 417
خندق کھودتے وقت بعض معجزات 419
جنگ احزاب میں نمازیں جمع کرنا 447

غزوہ بنو قریظہ

غزوہ بنو قریظہ 459

غزوہ حدیبیہ

غزوہ حدیبیہ 512 تا 554
غزوہ حدیبیہ کے معجزات 515 تا 518
غزوہ حدیبیہ کے موقع پر صحابہؓ کی محبت کا ایک واقعہ اور قریش کے نمائندہ کا متاثر ہونا 525

غزوہ بنو لحیان

غزوہ بنو لحیان 572

عالمی جنگ

عالمی جنگ سے انذار اور انسانیت کی تباہی سے بچنے کی دعا 90

جہاد

تلوار کے جہاد کا زمانہ اب نہیں ہے 1
اب قلم اور تبلیغ کا جہاد ہے اس کے لئے جان، مال، وقت اور عزت کی قربانی کی ضرورت ہے 1
مسیح موعودؑ کے زمانہ میں مالی جہاد ایک اہم کام ہے 1

چندہ

مالی قربانی اور چندہ حقیقت میں وہی ہوتا ہے جو انسان پہلے ہی ادا کرے اور سیکرٹری مال کو یاددہانی کا موقع ہی نہ دیا جائے 289
مسجد فضل کیلئے چندہ کی تحریک 472
چندہ کی وصولی بغیر تائید الٰہی کے نہیں ہو سکتی 473
جماعت کے مختلف چندے 498
چندہ کی برکات کے واقعات 499 تا 505
بعض لوگوں کو اس طرح چندہ کی تحریک پیدا ہوئی کہ بعض واقفینِ زندگی نے یہ اعلان کیا کہ ہم اپنا ایک ماہ کا الاؤنس جماعت میں چندہ دے دیں گے 501
چندہ تحریک جدید کے بعض کوائف 506 تا 509
چندے کی ابتداء اس سلسلہ سے ہی نہیں بلکہ نبیوں کے زمانہ سے جمع ہو رہا ہے 509

چندہ دینے سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے 509

حکم

حضرت سعدؓ کا بطور حکم فیصلہ 479

خلافت

یوم خلافت اور جماعت کی ترقی 248

اللہ تعالیٰ کا خلافت کے ذریعہ لوگوں کی راہنمائی کرنا، اس کے واقعات 257-251

خلافت تبلیغ کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے 255

اللہ تعالیٰ کی خلافت کی تائید میں لوگوں کے دلوں کو کھولنے کی مثالیں 256

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ خلافت کے ذریعہ سے لوگوں کی راہنمائی کر رہا ہے 256

واقعہ افک کا حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے ساتھ تعلق 402

خلافت بادشاہت نہیں 403

خلافت ایک نور ہے جو نور اللہ کے ظہور کا ایک ذریعہ ہے 403

خلیفہ

خلیفہ وقت کے خطبات قرآن کریم کی صحیح تفسیر 254

خلیفہ وقت کے ارشادات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہنے کی مثال 265

خلیفہ وقت جماعت کی روحانی اور اخلاقی بہتری کے لئے اور انتظامی بہتری کے لئے کوشش کرتے ہیں 352

آپ کے خلیفہ اور بانی جماعت تو سچے عاشق رسول ﷺ ہیں 361

انتظامیہ یا خلیفہ اگر سزا دیتا ہے تو جماعت کے تقدس کو قائم رکھنے کے لئے 392

عہدیداران اپنے آپ کو خلیفۂ وقت کا مقرر کردہ کارکن سمجھیں 393

دانت

عتبہ بن ابی وقاص کے پتھر سے آنحضرت ﷺ کے دانت مبارک کا شہید ہونا 27، 112

جنگ احد میں آنحضرتؐ کا زخمی ہونا اور دانت مبارک شہید ہونا 33

ابو عبیدہ بن الجرّاحؓ کا دانتوں کے ذریعے آپؐ کے رخسار سے کڑیاں نکالنا 33، 34، 41

درخت

ازدواجی رشتے درخت کے پیوند کی مانند ہوتے ہیں 36

ابو لیلیٰ مازنی کا غزوۂ بنو نضیر میں رسول اللہ ﷺ کے حکم پر درختوں کو جلانا 299، 300

غزوہ بنو نضیر میں صرف چھ درخت جلائے گئے 301

احمدیت ایک بہت بڑا مضبوط درخت ہے جس کی بہت سی پھلدار شاخیں ہیں 358

بیعت رضوان ایک ببول کے درخت کے نیچے ہوئی 530

درود شریف

زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے کی تلقین 183

محرم کے حوالے سے دعا اور درود شریف کی تلقین 322

دنیا کے حالات کے پیشِ نظر درود شریف پڑھنے کی بابت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی ایک رؤیا 390

درود شریف پڑھنے کی بابت حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کی تحریک 396

دعا

حضرت عبد اللہ بن جحشؓ کی اپنی شہادت سے قبل ایک دعا 84

عالمی جنگ سے انذار اور انسانیت کی تباہی سے بچنے کی دعا 90

جنگ احد کے دن آنحضرتؐ کی ایک خاص دعا 107

احد کی جنگ کی تفصیلات اور آنحضرتؐ کی قبولیت دعا 118

دعا اور رمضان 155

دعا بھی کوئی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ وہ بھی ایک موت ہی ہے 163

دعا کی قبولیت کے نہ ہونے پر شکوہ کرنے والوں کو جواب 167

دعا کی اہمیت اور قبولیت دعا کی شرائط 170

ہمیشہ اپنی زبانوں کو دعاؤں اور ذکرِ الٰہی سے تر رکھنا چاہیے 172-171

سورۃ فاتحہ کی دعا کی اہمیت 172

آنحضرت ﷺ کی دعائیں 174

اَللّٰھُمَّ اِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا ۔۔۔ 174

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ 174

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ 174

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِيْ، وَارْحَمْنِيْ، وَاهْدِنِيْ، وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ 175

لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، سُبْحَانَكَ ۔۔۔ 175

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ 175

اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ أَنْ تَغْفِرَ لِیْ175
رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاھْدِنِیْ لِلطَّرِیْقِ الْاَقْوَمِ176
اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔۔۔176
اللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکَسَلِ وَالْھَرَمِ وَالْمَغْرَمِ وَالْمَأْثَمِ۔۔۔176
اللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ۔۔۔177
اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ، وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا رَزَقْتَنِیْ178
اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا، وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا۔۔۔178
اللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنْ مُنْکَرَاتِ الْأَخْلَاقِ وَالْأَعْمَالِ وَالْأَھْوَاءِ178
اَللّٰھُمَّ إِنَّا نَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَأَلَکَ مِنْہُ۔۔۔179
رَبِّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ وَ جَھْلِیْ وَاِسْرَافِیْ۔۔۔179
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ۔۔۔179،180
کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَتَعَوَّذُ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ۔۔۔180
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَأَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُبْنِ۔۔۔180
اَللّٰھُمَّ أَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَ أَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ180
اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ180
اے اللہ! ہم تجھے ان کے سینوں کے مقابل پر رکھتے ہیں اور ان کے شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں181

حضرت مسیح موعودؑ کی بعض دعائیں181

بعض دعائیں جن کے پڑھنے کی احباب جماعت کو تحریک کی گئی183-172
اے خدائے تعالیٰ قادر ذوالجلال! مَیں گنہگار ہوں۔۔۔181
اے میرے محسن اور میرے خدا! مَیں ایک تیرا ناکارہ بندہ۔۔۔181
اے رب العالمین! تیرے احسانوں کا مَیں شکر نہیں کر سکتا۔۔۔181
اے میرے قادر خدا! اے میرے پیارے رہنما!! تُو ہمیں وہ راہ دکھا۔۔۔182
سب سے عمدہ دعا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی اور گناہوں سے نجات حاصل ہو۔۔۔182
اے خداوند قادر مطلق! اگرچہ قدیم سے تیری یہی عادت اور یہی سنت ہے۔۔۔182
اے رب العالمین! تیرے احسان کا مَیں شکر نہیں کر سکتا۔۔۔183

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ

آپؒ کی عمومی حالات کے پیشِ نظر پڑھی جانیوالی دعاؤں اور درود کی بابت رؤیا390، 391
سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔۔۔200 دفعہ 390، 396
رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ 100 دفعہ 390، 396
جنگ احد کے شہیدوں کے لئے دعا197
دعاؤں کی تحریک203
حضرت خبیبؓ کی شہادت کے وقت مانگی جانے والے دعا261
محرم کے حوالے سے دعا اور درود شریف کی تلقین322
آنحضرت ﷺ کی نمازِ تہجد میں پڑھی جانیوالی ایک دعا177
آنحضرت ﷺ کی تکلیف کی حالت میں پڑھنی جانیوالی دعا180
حضرت عمرؓ کی ضرار کے حق میں دعا445
حضور انور کا الجزائر کے احمدیوں کیلئے دعا کی تحریک467
علی صاحب کی مالی قربانی اور اس کی برکات502
حضور انور کی فلسطین کیلئے دعا کی تحریک 15، 35، 62، 104، 127، 150، 169، 194، 227، 237، 264، 279، 371، 384
حضور انور کی یمن کے اسیران کیلئے دعا کیلئے تحریک 47، 63، 104، 127، 150، 169، 194، 237، 264
حضور انور کی پاکستان کے احمدیوں کیلئے دعا کی تحریک 63، 104، 150، 237، 264، 279، 286، 307، 371، 384، 414، 424، 456، 466
حضور انور کی اسیران کیلئے دعا کی تحریک 140، 150، 169، 183
حضور انور کی دنیا کے حالات کے پیشِ نظر کچھ دعاؤں کے ورد کی تحریک173
حضور انور کی بنگلہ دیش کے حالات کیلئے دعا کی تحریک371،

467،456،424،384

حضور انور کی بعض دعاؤں کے پڑھنے کی بابت تحریک390،396

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔۔۔200 دفعہ 390، 396

رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ 100 دفعہ 390، 396

دفتر

حضرت مصلح موعودؓ کا مربیان کو دفاتر میں لگانے کا منصوبہ 267

دل

حضور انور ایدہ اللہ کے دل کے والو valve کے پروسیجر کی تفصیل بیان کرنا227

راشن

دنیا کے بدلتے ہوئے حالات اور تین ماہ کا راشن رکھنے کی تحریک532

رمضان

رمضان کی اہمیت، اس سے استفادہ کے طریق اور دیگر نصائح130

رمضان میں قرآن پڑھنے پڑھانے کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہئے132

رمضان کی اہمیت 141

رمضان میں قرآن کریم کی تلاوت کی اہمیت 142 تا150

دعا اور رمضان 155

روزہ

روزہ کی حقیقت از حضرت مسیح موعودؑ132

روزہ رکھنے کے احکام اور دیگر تفصیلات138

سفر میں روزہ139

روزے، نوافل اور تلاوت کی اہمیت 141

روزہ تجلی قلب کرتا ہے 143

روزہ دار کی افطار کے وقت کی دعا ردّ نہیں کی جاتی 175

رؤیا

حضرت خلیفہ ثالثؒ کی ایک رؤیا اور کچھ دعائیں، روزانہ پڑھنے کی تحریک390

سریہ

سریہ ابو سلمہؓ 231-228

سریہ عبد اللہ بن انیس 231

سریہ رجیع 234

حضرت عاصم بن ثابتؓ کو آنحضرت ﷺ کا سریہ رجیع کے حالات معلوم کرنے کیلئے امیر بنا کر بھیجنا238

سریہ بئر معونہ 269 تا279

سریہ قرطاء 555

سریہ عکاشہ بن محصن 567

سریہ زید بن حارثہ 568، 575، 578

سریہ عبد الرحمٰن بن عوف 580

سریہ حضرت علی بن ابی طالبؓ 584

سریہ حضرت ابو بکرؓ 585

سزا

دعا سے اگلے جہان میں جو سزائیں ملنی ہیں یا اس دنیا میں بعض دفعہ مل جاتی ہیں اللہ تعالیٰ بچالیتا ہے 163

بنو قریظہ کو ملنے والی سزا پر جرح 490 تا497

شہید

حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک آنحضرت ﷺ کے دانت مبارک کے شہید ہونے کا واقعہ 33

قتل

کلمہ لا الٰہ الا اللہ جس نے کہا اس کے قتل سے منع کیا گیا ہے190

حضرت خبیب بن عدیؓ کی قید اور قتل کا واقعہ 247-246

حضرت خبیبؓ پہلے تھے جنہوں نے قتل سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں 261

قذف

آپؐ کے نزدیک حضرت عائشہؓ پر قذف لگانے والوں کی تعداد 404

قرآن

رمضان میں قرآن پڑھنے پڑھانے کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہئے132

قرآن کریم کی تلاوت اور پڑھنے کی اہمیت 141 تا148

جماعت احمدیہ پر جھوٹا الزام کہ قرآن کی تحریف کرتے ہیں، اس کی تردید 148

رمضان میں قرآن کریم کی تلاوت کی اہمیت 142 تا150

قربانی

اب قلم اور تبلیغ کا جہاد ہے اس کے لئے جان، مال، وقت اور

عزت کی قربانی کی ضرورت ہے 1
آج احمدی ہے جو مالی قربانی کی اہمیت کو سمجھتا ہے 2
حضرت مسیح موعودؑ کے عہد میں مالی قربانی کرنے والوں کے اخلاص کی تعریف اور حیرت کا اظہار 3
اس زمانے میں مالی قربانی کرنے والے مخلصین کی مثالیں 5، 10
جنگ احد کے موقعہ پر صحابہؓ کی قربانیوں کا تذکرہ 53 تا 59
صلح حدیبیہ پر قربانی ذبح کرنا 539

قرون اولیٰ

قرون اولیٰ کی خواتین اور آنحضرت ﷺ سے محبت 187

قنوت

آنحضرت ﷺ کا نماز میں قنوت فرمانا 278

کارکن

جلسہ سالانہ برطانیہ، کارکنان اور مہمانوں کو نصائح 341
جلسہ جرمنی، کارکنان کو نصائح 385

کلمہ

کلمہ لا الٰہ الا اللہ جس نے کہا اس کے قتل سے منع کیا گیا ہے 190
اسلام یہ نہیں کہ رسمی طور پر اپنے تئیں کلمہ گو کہلاؤ 394

کھیل

آنحضرت ﷺ کا صحابہؓ کے مابین کھیل کے مقابلے کروانا 374
آنحضرت ﷺ کا حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑ لگانا ہمارے لئے نمونہ 375

مال

اب قلم اور تبلیغ کا جہاد ہے اس کے لئے جان، مال، وقت اور عزت کی قربانی کی ضرورت ہے 1
مسیح موعودؑ کے زمانہ میں مالی جہاد ایک اہم کام ہے 1
آج احمدی ہے جو مالی قربانی کی اہمیت کو سمجھتا ہے 2
حضرت مسیح موعودؑ کے عہد میں مالی قربانی کرنے والوں کے اخلاص کی تعریف اور حیرت کا اظہار 3
اس زمانے میں مالی قربانی کرنے والے مخلصین کی مثالیں 5 تا 10
بنو قریظہ کے مال غنیمت کی تقسیم 487
مالی قربانی اور جماعت احمدیہ کا اخلاص و وفا تحریک جدید اور واقعات 498 تا 506

مثلہ

حضرت جابرؓ کی اپنے والد کے مثلہ کئے جانے کے بارے روایت 86

محبت

حضرت ام عمارہؓ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت 112، 113
حضرت حمنہ بنت جحشؓ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت، جذبات 121، 122، 199
قرون اولیٰ کی خواتین اور آنحضرت ﷺ سے محبت 187
حضرت بشرؓ سے رسول اللہ ﷺ کی محبت کا واقعہ 192
حضرت معاذؓ کی والدہ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت 197
غزوہ حدیبیہ کے موقع پر صحابہؓ کی محبت کا ایک واقعہ اور قریش کے نمائندہ کا متاثر ہونا 525

محرم

محرم کے حوالے سے دعا اور درود شریف کی تلقین 322

مُردے

مردوں پر نوحہ کرنے کی ممانعت 106

مسجد فضل لندن

مسجد فضل لندن کی تعمیر کے سو سال مکمل ہونے پر اسکی تفصیلات 468
مسجد فضل کو لندن میں پہلی مسجد ہونے کا اعزاز 469

معاہدہ

بنو نضیر کے ساتھ معاہدہ کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جانے والے صحابہؓ 285

صلح حدیبیہ کا معاہدہ 534

صلح حدیبیہ کے معاہدہ پر دستخط کرنے والے صحابہؓ 539

معجزات

خندق کھودتے وقت بعض معجزات 419
غزوہ حدیبیہ کے معجزات 515 تا 518

منافقین

مدینہ کے منافقین اور یہود کا طرز عمل 189

مہمان

جلسہ سالانہ برطانیہ، کارکنان اور مہمانوں کو نصائح 341 تا 348
جلسہ سالانہ یوکے، اختتام پر شکریہ اور تفصیل اور غیر از جماعت مہمانوں کے تاثرات 349 تا 362

میلہ

جلسہ کوئی میلہ نہیں 392

نصائح

حضرت مصلح موعودؓ کی ایک نصیحت 37
آنحضرت ﷺ کی بعض اہم نصائح 581

نعش

حضرت خبیبؓ کی نعش کو سولی سے اتارنا 263

نماز

حضرت ابو ہریرہؓ کی نماز پڑھے بغیر جنت میں جانے والے شخص کے متعلق روایت 82
نماز دعا ہی ہے جو ہم پڑھتے ہیں 160
نماز میں مانگی جانی والی دعا کی بابت آنحضرتؐ کا ذکر 174
نماز میں توجہ پیدا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں 181
آنحضرت ﷺ کا نماز میں قنوت فرمانا 278
نماز میں بہت دعا کرو تا خدا تمہیں اپنی طرف کھینچے 394
نمازیں جمع، جنگِ احزاب میں 447 تا 449

نوحہ

مردوں پر نوحہ کرنے کی ممانعت 106

واقعہ

واقعہ افک اور اسکی تفصیلات 376 تا 384، 397 تا 405
ریحانہ بنت زید کا غلط واقعہ 485

وقف جدید

وقف جدید کے لئے 67 ویں سال کا اعلان اور اعداد و شمار 11 تا 14

یہود

مدینہ کے منافقین اور یہود کا طرز عمل 189
مدینہ پہنچ کر آنحضرت ﷺ کی یہود کے قبیلہ بنو نضیر کے خلاف کارروائی 293
یہود کے قبیلہ بنو نضیر کی جلاوطنی 302
حضرت علیؓ کو یہود کے قتل پر مامور کیا گیا 484

اسماء

آ۔ا

آئیون سیسے کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 358
پروفیسر آربیئر زِیکراج کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 359
آصف محمود بٹ صاحب 76
آصفہ صاحبہ 25
آگاتھے مَیری صاحبہ کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 357
آمالیہ کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 359
آمنہ صاحبہ کو خواب میں حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت اور گھٹنوں کی بیماری سے شفا 586
آمنہ صاحبہ کی مالی قربانی 10
ابان بن سعید کا حضرت نعمان بن مالکؓ کو شہید کرنا 80
الحاج ابراہیم بدیگا صاحب 38
ابلیس 26
ابن ابی شیبہ 109
ابن ابی ملیکہ 175
ابن اثیر 110، 259
ابنِ اسحاق 17، 32، 44، 120، 211، 234، 235، 275، 283، 370، 380، 426، 453، 489، 571، 573، 574، 579، 581
ابنِ اسحاق کی ثابت بن وقشؓ کی شہادت کے بارے روایت 82
ابن اسحاق کے مطابق حُجیر بن ابو اھاب نے حضرت خبیبؓ کو خریدا تھا 242
ابن اسحاق کے مطابق سریہ رجیع میں حضرت زیدؓ کو حضرت صفوان بن امیہؓ نے خریدا تھا 243
ابن اسحاق کے مطابق غزوۂ بنو نضیر کی تاریخ 280
ابن اسحاق کے مطابق رسول اللہ ﷺ ماہِ شعبان چار ہجری میں بدر کی طرف روانہ ہوئے 308
ابن اسحاق کے نزدیک غزوہ بنو مصطلق کی تاریخ 318
ابن اسحاق کی بدر کے شاملین کی تعداد کے متعلق روایت 428
ابن اسحاق کی ابو العاص بن ربیع کے قید اور قبولِ اسلام کے متعلق روایت 569
ابن جوّاس 463
علامہ ابن جوزی 375
ابن حزم 428، 573
ابن دثنہؓ 238
ابن رواحہؓ 417
حضرت ابن زُنیمؓ کی صلح حدیبیہ کے موقع پر شہادت 533
ابن سعد 42، 236، 243، 247، 283، 461، 482، 486، 489، 514، 541، 570، 573، 574، 578، 579، 584
ابن شہاب 244
حضرت ابنِ عباسؓ 40، 88، 190
آنحضرت ﷺ کی نمازِ تہجد میں پڑھی جانیوالی ایک دعا 177
آنحضرت ﷺ کی تکلیف کی حالت میں پڑھی جانیوالی دعا 180
آپؓ کے نزدیک حضرت عائشہؓ پر قذف لگانے والوں کی تعداد 404
علامہ ابن عبد البرّ 247
ابن عساکر کی احد کے دن فرشتوں کے نزول کے متعلق روایت 42
ابن عیینہ 306، 404، 410
ابن حجر عسقلانی 21، 87، 89، 112، 235، 318، 321، 329، 330، 380، 486
ابن حجر کے نزدیک حضرت خبیبؓ کی شہادت کے وقت مانگی جانے والے دعا 261
ابن عقبہ 243، 570، 571
ابن عمرؓ 211
ابنِ قمئہ 18، 21، 26، 53، 61، 109، 211
ابن قمئہ کا حضرت مصعب بن عمیرؓ کو شہید کرنا 17
ابن قمئہ کا آنحضرت ﷺ کو احد کے دن پتھر مار کر زخمی کرنا 27
ابن قمئہ کا حضرت امّ عُمارہؓ کو زخمی کرنا 58
ابن قمئہ کا آنحضرت ﷺ پر وار اور حضرت امّ عُمارہؓ کی بہادری 59

حضرت ابن قوقلؓ کو صفوان بن امیہ کا شہید کرنا 78
علامہ ابن قیّم 578
حضرت ابن ام مکتومؓ کو آنحضرت ﷺ کا غزوہ حمراء الاسد کے موقع پر مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمانا209، 573
حضرت ابن ام مکتومؓ کو آنحضرت ﷺ کا غزوہ بنو نضیر کے موقع پر مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمانا297
حضرت ابن ام مکتومؓ کو آنحضرت ﷺ کا غزوہ خندق کے موقع پر مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمانا427، 461
حافظ ابن نجار 419
ابن ہشام 222، 234، 235، 236، 243، 270، 308، 318، 319، 333، 379، 383، 427، 465، 514، 580
ابن ہشام کے نزدیک غزوہ بنو مصطلق میں مسلمانوں کا شعار 321
حضرت ابو ابی بن کعبؓ 320
ابو اسحاق 43
ابو اسید ساعدی 375
ابو العاص بن ربیع کا سریہ زید حارثہ میں قید ہونا، قبولِ اسلام 569، 570، 571، 572
مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری 52، 521
حضرت ابو اُمامہ 178
ابو اھاب کا حضرت خُبیبؓ کو خریدنا 242
ابو ایوب خالد بن انصاریؓ 380
حضرت ابو بکرؓ 32، 34، 55، 59، 60، 62، 65، 66، 174، 191، 209، 210، 214، 250، 272، 273، 274، 290، 291، 297، 310، 311، 320، 321، 366، 374، 375، 378، 379، 382، 383، 397، 399، 400، 402، 403، 404، 415، 418، 421، 501، 509، 516، 524، 525، 527، 537، 538، 539، 559، 574، 581، 585
حضرت ابو بکرؓ کی رسول اللہؐ کے ساتھ جنگِ احد میں ثابت قدمی 14، 15
حضرت ابو بکرؓ کا غزوہ احد کے دن آپؐ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کرنا 15
حضرت ابو بکرؓ کا جبلِ احد کی گھاٹی میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ پناہ گزین ہونا29
حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک آنحضرت ﷺ کے دانت مبارک کے شہید ہونے کا واقعہ 33
حضرت ابو بکرؓ کا یومِ احد کا تذکرہ کرنا119
حضرت ابو بکرؓ کا معاہدۂ بنو نضیر کے وقت رسول اللہؐ کے ساتھ جانا 285
آپؐ نے فرمایا کہ میں چاہتا تھا کہ ابو بکرؓ کو اپنے بعد نامزد کر دوں400
آپؐ کے نزدیک خلافت کے اہل حضرت ابو عبیدہؓ 568
ابو براء عامری 269، 270، 271، 274، 275، 277، 278
ابو بُردہ 26
حضرت ابو بُردہ بن عبد اللہؓ 181
حضرت ابو بصیرؓ 546، 547، 549، 550، 551، 552، 553، 554، 570، 571
حضرت ابو بصیرؓ کا صلح حدیبیہ کی شرائط کے موقع پر ایک واقعہ 545
حضرت ابو دجانہؓ 201، 298، 306
حضرت ابو دجانہؓ کا عبیدہ پر حملہ 30
حضرت ابو دجانہؓ کی جنگ احد کے موقع پر قربانی 57
حضرت ابو دجانہؓ کی رسول اللہؐ کے ساتھ جنگِ احد میں ثابت قدمی 14، 15
حضرت ابو دُجانہؓ کا غزوہ احد کے دن آپؐ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کرنا 15
حضرت ابو ذر غفاریؓ 319، 320
ابو جندل بن سہیلؓ 536، 546، 547، 570
ابو جہل 66، 409، 540
ابو جہم عدوی 484
ابو حاطب بن عمرو 533
ابو حذیفہ بن عتبہ 229
ابو حسین 246
ابو حلمی محمد عکاشہ صاحب کا ذکرِ خیر 22، 23
ابو روم بن عمیرؓ 18، 533
حضرت ابو روم بن عمیرؓ کا احد کے موقع پر حضرت مصعبؓ کو قبر میں اتارنا106
ابو رھم بن مطلب بن عبد مناف 378
ابو رھم کلثوم بن حصینؓ 514
ابو سبرہ بن ابی رھمؓ 229

حضرت ابو سعد خیثمہ بن ابو خیثمہؓ کی شہادت 85
ابو سعید خدریؓ 34، 109، 427، 450
ابو سعد بن وہب 302
ابو سفیان 67، 68، 202، 203، 212، 213، 214، 215، 216، 222، 223، 243، 244، 308، 309، 310، 311، 312، 313، 409، 411، 412، 413، 415، 427، 429، 430، 436، 449، 454، 455، 457، 513، 530، 548، 549، 559
ابو سفیان کے ساتھ جنگ احد کے دن مکالمہ 59 تا 62
ابو سفیان کے جنگ احد کے دن نعرے 64 تا 66
ابو سفیان کا غزوہ بدر کے روز حضرت سلمہ بن ثابتؓ کو شہید کرنا 83
ابو سفیان کا بنو قریظہ کی غداری میں کردار 432
ابو سلمہ زہری 584
حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومیؓ 228، 229، 230
ابو سنان بن صیفی بن صخرؓ کی غزوۂ خندق میں شہادت 457
حضرت ابو شیخ بن ابی ثابتؓ 275
ابو صالح محمد صالح عودہ 522
حضرت ابو طلحہ انصاریؓ 59
حضرت ابو طلحہؓ کی غزوہ احد کے دن غنودگی کے طاری ہونے کے متعلق روایت 20
حضرت ابو طلحہؓ غزوہ احد میں ڈھال سے آنحضرت ﷺ کی حفاظت کرتے 54
حضرت طلحہؓ کا غزوۂ احد میں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے تیروں کو اپنے ہاتھوں پر لینا 55، 56
ابو قتادہ انصاری 229، 311، 320، 461، 515، 541
ابو عامر راہب 67، 293
ابو عامر فاسق کا میدانِ احد میں گڑھے کھودنا 21
ابو عبس 229، 320
ابو عبیدہؓ 29، 119، 216، 229، 537
ابو عبیدہ بن الجرّاحؓ کا دانتوں کے ذریعے آپؐ کے رخسار سے کڑیاں نکالنا 33، 34، 41
حضرت ابو عبیدہ بن جرّاحؓ کی رسول اللہؐ کے ساتھ جنگِ احد میں ثابت قدمی 14
ابو عبیدہؓ صلح حدیبیہ کے گواہان میں شامل تھے 539
ابو عبیدہؓ کو آنحضرت ﷺ کا محمد بن مسلمہؓ کے انتقام کیلئے بھجوانا 568
حضرت ابو عبیدہ بن عمروؓ 275
ابو عِزّہ جُمحی 217، 222
ابو عزّہ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوۂ حمراء الاسد کے موقع پر گرفتار کرنا 216
ابو علی 78
ابو عیّاش زُرقی 229
ابو لبابہؓ 482
ابو لبابہؓ کا غزوۂ بنو قریظہ کے موقع پر لوگوں کے قتل کا اشارہ اور توبہ کا واقعہ 464، 465، 466
ابو لہب 228
ابو مالک اشجعیؓ 175
ابو لیلیٰ مازنی کا غزوۂ بنو نضیر میں رسول اللہ ﷺ کے حکم پر ان کو جلانا 299، 300
حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ 179
ابو میسرہ عبدری کا حضرت خبیبؓ پر وار کرنا 260
ابو نائلہ انصاری 229
ابو نُعیم 450
حضرت ابو ہریرہؓ 178، 180، 238، 261
حضرت ابو ہریرہؓ کی نماز پڑھے بغیر جنت میں جانے والے شخص کے متعلق روایت 82
ابیّ بن خلف 30، 31
ابیّ بن خلف کا آنحضرتؐ پر حملہ کرنا 30
حضرت ابی بن کعبؓ 68، 69
حضرت ابیّ بن معاذؓ 275
اخنس بن شَریق 243
ادریس صاحب کا ذکرِ خیر 258
ارقم بن ابی ارقم 229
مرزا احسان 207
احسان اللہ صاحب 76
ڈاکٹر احسان اللہ ظفر صاحب کا ذکرِ خیر 205 تا 208
مکرم میاں احمد صاحب 218
احمد ابراہیم 219
مرزا احمد دین صاحب 586

احمد دین صاحب 561
حافظ احمد دین صاحبؓ 372
احمد وصاحب 256
سید ارشد علی صاحب 563
آزَبُّ الْعَقَبَہ کا جنگ احد کے روز آپؐ کی شہادت کے بابت اعلان کرنا 26
اساف 413، 414
حضرت اسامہ بن زیدؓ 259، 379، 483
اسحاق بن سعد بن ابی وقاص 84
حضرت اسماعیلؑ 313
شیخ اسماعیل صاحب پانی پتی 92، 93
اسماعیل بیلن صاحب کے جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تاثرات 350
حضرت اُسید بن حُضیرؓ 210، 229، 302، 320، 336، 364، 369، 381، 431، 516
حضرت اسید بن حضیرؓ کا معاہدۂ بنو نضیر کے وقت رسول اللہؐ کے ساتھ جانا 285
اصبغ بن عمر کلبی 583
اُصیرم 81، 82
اعجاز احمد صاحب 220
چودھری اعجاز الرحمٰن صاحب 326
ڈاکٹر علامہ اقبال صاحب 97، 98
مکرم اکرات خاکیئیف کا ذکرِ خیر 588
الکمیدہ آگ محمد صاحب کی وفات کا ذکر 38
الماسی سیبے صاحب 49
حضرت ملک اللہ بخش صاحبؓ 373
الیعزر کاہن 496
ام اسحاق، حضرت طلحہؓ کی بیٹی 55
ام ایمنؓ 380
ام ایمنؓ، رسول کریم ﷺ کی دایہ 110
ام ایمنؓ کی احد کے روز امدادی کاروائی 110
ام ایمنؓ کو احد کے روز تیر لگنا 111
ام ایوب، حضرت ابو ایوب خالد بن زید انصاریؓ کی بیوی 380
ام رومان 379
امّ سعد 185
حضرت ام سعد بن معاذؓ 487
حضرت ام سلمہؓ 79، 84، 108، 176، 228، 321، 419، 425، 440، 441، 465، 514، 519، 540
ام سلیطؓ 109، 487
امّ سُلیم کی احد کے روز میدانِ جنگ میں خدمات 108، 110
ام طفیل 380
حضرت سیدہ امّ طاہر صاحبہؓ 35
ام عامر اشہلیہ 425
حضرت ام عطیہؓ 109
حضرت ام عمارہؓ 487، 541
حضرت ام عُمارہؓ کی جنگ احد میں بہادری و خدمات 58، 59، 109، 110
حضرت ام عمارہؓ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت 112، 113
ام علاؓ انصاری 487
ام کلثوم 544، 549
ام مسطحؓ 378، 379
ام ہانیؓ 444
امام احمد بن حنبل 109
امام الدین کشمیری 03
امان اللہ صاحب 287
امیر عودہ صاحب 74
مکرمہ امۃ البصیر صاحبہ 195
امۃ الجمیل غزالہ صاحبہ 339
صاحبزادی امۃ الحکیم صاحبہ 35، 36
حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ 194، 195
امۃ الحفیظ نگہت صاحبہ کا ذکرِ خیر 339
صاحبزادی امۃ الرشید بیگم صاحبہ 150، 195
ڈاکٹر امۃ الشکور صاحبہ 204
امۃ الصبور 325
امۃ المتین علیم محمود صاحب 339
امۃ المنان قمر صاحبہ 204
امۃ النصیر ظفر صاحبہ کی وفات کا ذکر 23
امۃ النور صاحبہ 288

حضرت چودھری امین اللہ صاحبؓ 24
امینہ چقماق ساہی صاحبہ کا ذکرِ خیر 510
امیہ بن ابو عتبہ حضرمی 243
امیہ بن خلف 78، 243
انس 417
حضرت انسؓ 108، 213، 278
انس بن اوسؓ 457
حضرت انس بن مالکؓ 44، 54، 88، 123، 175، 274، 278
حضرت انس بن معاذؓ 275
حضرت انس بن نضر انصاریؓ 43، 45، 46، 47
انعام الحق کوثر صاحب 117، 204
حضرت اوس بن ارقمؓ 78، 330
اوس بن خولی 335، 366، 533
ایاس بن سلمہ 585
ایڈون سموئیل مونٹیگو 98
ایمان ہدایت صاحب کی مالی قربانی 07
ایمن 71، 72، 75
ایمن عودہ 338
اینا پیتروسکا صاحبہ کے جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تاثرات 360

ب

بائیو اروزہ صاحبہ 500
امام بخاریؒ 89، 284
امام بخاریؒ کے نزدیک غزوہ بنو نضیر غزوہ احد سے پہلے کا واقعہ ہے 280
بُدیل بن ورقاء خزاعی 523، 525، 528
بجیر 192
حضرت براء بن عازبؓ 60، 417، 427
ملک برکت علی صاحب 97
سید برکات صاحب 489
بَرَّہ بنتِ حارث 331
بَرَّہ بنت عبد المطلب 228
حضرت بُریدہ بن حُصیب اسلمیؓ 331
حضرت بُریدہ بن حُصیب اسلمیؓ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوہ بنو مصطلق کی تیاری معلوم کرنے کیلئے بھیجنا 319، 320
بریرہؓ 379
حضرت بُسر بن سفیانؓ 514، 519
حضرت بِشرؓ سے رسول اللہ ﷺ کی محبت کا واقعہ 192
بِشر بن براء بن معرورؓ 19، 20
بشریٰ بیگم صاحبہ کا ذکرِ خیر 116
بشریٰ کوثر صاحبہ 338
بشیر 192
بشیر صاحب کی مالی قربانی 09
بشیر احمد شاہ 71
بشیر احمد صاحب 218، 286، 372
حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے 15، 17، 18، 27، 31، 32، 36، 41، 44، 54، 57، 59، 60، 68، 90، 106، 118، 119، 121، 191، 207، 221، 224، 233، 239، 240، 241، 242، 244، 245، 260، 269، 274، 277، 278، 283، 291، 296، 299، 300، 301، 305، 308، 310، 313، 314، 316، 318، 319، 320، 322، 329، 332، 337، 363، 365، 367، 397، 398، 410، 412، 416، 421، 423، 429، 432، 437، 439، 442، 448، 451 466، 460، 461، 457، 453، 471 ،479، 481، 483، 484، 485، 486، 487، 489، 490، 494، 513، 515، 517، 518، 523، 529، 530، 534، 535، 538، 539، 541، 544، 547، 556، 567، 568، 571، 573، 574، 578، 580، 581، 582
حضرت مرزا بشیر الدین محمودؓ احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ 91، 96، 98، 99، 101، 102، 103، 106، 475
آپؓ کا غزوہ احد کے دن صحابہؓ کی ثابت قدمی کے متعلق ذکر 15
حضرت مصلح موعودؓ کی ایک نصیحت 37
حضرت مصلح موعودؓ کا مربیان کو دفاتر میں لگانے کا منصوبہ 267
آپؓ کی تحریرات و کتب کو پڑھنے کی تحریک 103-104
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا سفر یورپ 471
پیشگوئی مصلح موعودؓ
اس کا جواب کہ جب سالگرہ نہیں مناتے تو حضرت مصلح موعودؓ کی سالگرہ کیوں مناتے ہیں 91
پیشگوئی مصلح موعودؓ میں جن باتوں کا ذکر ہے اس کے متعلق غیروں کی گواہیاں 92 تا 103

حضرت بشیر بن سعدؓ 425
بشیر عابدین کا ذکر خیر 152
بشیر الدین محمود عودہ 74
بعور 496
بلاذری 83، 453، 514، 542
بلال 71، 83، 203
حضرت بلالؓ 120، 200، 209، 297، 583
حضرت بلال بن رباحؓ 375
حضرت بلال بن حارثہؓ مزنی 374
بلعام 496
بلقیس بیگم صاحبہ 195
بون صاحب کی احمدیت قبول کرنے کا واقعہ 253
بونجا محمود صاحب شہید کا ذکر خیر 323
بہاول حق صاحب 25
بیہقی 41، 42، 43، 529
لالہ بھیم سین صاحب 93
علامہ بیضاوی 308

پ، ت، ٹ، ث

مسز پیٹریشیا صاحب کے جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تأثرات 352
امام ترمذی 489
تُماضر 583
ٹامس رینل کے جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تأثرات 352
ٹومی کالون 48
ٹیمو اینڈرسن ہوئس کے جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تأثرات 357
ثابت بن ثعلبہ خزرجی 212
حضرت ثابت بن دَحداحؓ 26، 27، 80، 81
ثابت بن ضحّاک 212
حضرت ثابت بن قیس بن شمّاسؓ 306، 331
حضرت ثابت بن وقشؓ 81، 82، 83
ثعلبہ بن عنمہ بن عدیؓ 457
ثقیف بن عمرو 87
ثُمامہ بن اُثال 556، 557، 558، 559
ثمامہ بن اثال کا قیدی بننا اور قبول اسلام 557
ثویبہ 228

ج، چ، ح، خ

حضرت جابرؓ 85، 191، 192، 197، 210، 211، 213، 422، 423، 424، 449، 450، 515، 540
حضرت جابرؓ کی اپنے والد کے مثلہ کئے جانے کے بارے روایت 86
حضرت جابرؓ کی غزوہ احد کے شہداء کے جنازہ اور تدفین کے متعلق روایت 87، 89
حضرت جابر بن سمرہؓ 81
حضرت جابر بن عبد اللہؓ کے والد سے اللہ تعالیٰ کے کلام کا واقعہ 192
جبار بن سلمٰی کا حضرت عامر بن فُہیرہؓ کو شہید کرنا 272، 274
حضرت جبار بن صخر انصاریؓ 264
جبرائیلؑ 41، 53، 142، 259، 263، 420، 460
جُبیر بن مطعم 262
جد اماطاہر صاحب 323
جُدیّ بن اخطب 296
جُعال 26
جُعیل بن سراقہ 26
مولانا جلال الدین شمسؓ 50، 52، 76، 510
جلال الدین قمر صاحب 522
جلیس احمد 114، 115
میاں جمال الدین 03
جمیلہ 67
سید حاجی جنود اللہ صاحب 71
جویریہؓ 329، 330، 332، 333
جویریہ 288
حضرت جویریہؓ کا آنحضرتؐ کے عقد میں آنا 331
جھجاہ بن مسعود غفاری 333، 334، 363
جی ڈبلیو لائٹنر 468
جیکولینی صاحبہ کے جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تأثرات 356
مسٹر چرک فان کے جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تأثرات 360
حارث بن ابی ضرار 332، 331، 319
حارث بن برصاء 261
حضرت حارث بن حزمہؓ 320
حضرت حارث بن خزیمہؓ 554

حضرت حارث بن صمہؓ 29،30،31،32،42،201،270،276،275
حضرت حارث بن صمہؓ کی رسول اللہؐ کے ساتھ جنگِ احد میں ثابت قدمی 14
حضرت حارث بن صمہؓ کا غزوہ احد کے دن آپؐ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کرنا 15
حارث بن عامر 238،242،244،245
حارث بن عوف مری 411
حارث بن عمیر 228
حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ 22،87،112،374،533
علامہ حاکم 573
حُباب، عبد اللہ بن ابی کا لڑکا 365
حضرت حباب بن منذرؓ 311،320
حضرت حباب بن منذرؓ کی رسول اللہؐ کے ساتھ جنگِ احد میں ثابت قدمی 14
حضرت حُباب بن منذرؓ کا غزوہ احد کے دن آپؐ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کرنا 15
حبّان بن عرقہ 110،111
سید حبیب صاحب 97
مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب کا ذکر خیر 433
حبیب اللہ کاہلوں صاحب 24
حُجیر بن ابو اھاب تمیمی 242،244،246،247
حضرت حذیفہ بن یمانؓ 82
حضرت حذیفہؓ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوہ احزاب کے موقع پر دشمن کے حالات دریافت کرنے کیلئے بھیجنا 455،456
حضرت حرام بن ملحانؓ 271،272،274،275،276
حسام النقیب 113
حضرت حسان بن ثابتؓ 377،381،398،404،419،442
امیر حسن مرڑانی صاحب شہید کا ذکر خیر 576
حسن عابدین آغا صاحب کا ذکر خیر 152
حسیل بن جابرؓ 82
پٹواری حشمت اللہ صاحب 586،587
حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ 560
حصور احمد 220
حُصین 180
حفیظ اللہ صاحب 288
حکم 485
حضرت حکم بن کیسانؓ 275
حضرت حکم دین صاحبؓ 128
حکیم بن حِزام 262
حُلیس بن علقمہ کنانی 527،528
حلیمہ 569
حلیمہ بانو صاحبہ 71
حماد صاحب 268
حضرت حمزہؓ 35،87،88،121،122،199،200،201،214،226،228
حضرت حمزہؓ کے جگر کو ہند کا چبانا 60
حضرت حمزہؓ کی میت کے پاس نو شہداء کو لا کر رسول اللہ ﷺ کا نمازِ جنازہ پڑھانا 89
حضرت حمزہؓ کی تدفین و تکفین 105
حضرت حمزہؓ کی لاش کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کا غم کرنا 106
حمزہ صاحب کی مالی قربانی 07
حمزہ بن عبد المطلب 68
حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ کا حضرت عبد اللہ بن جحشؓ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کئے جانا 84
حضرت حمنہ بنت جحشؓ 198،200،377،380،398
حضرت حمنہ بنت جحشؓ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت، جذبات 121،122،199
حمنہ بنت جحش، واقعۂ اَفک کو ہوا دینا 404
ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب 267
حمید کوثر صاحب، ناظر دعوت الی اللہ شمالی ہند 337
چودھری حمید اللہ صاحب 115
حضرت حنظلہؓ 67
حضرت حنظلہؓ کی شہادت 66
مرزا حنیف احمد صاحب 195
حنیف محمود صاحب، مربی سلسلہ 38
حور (مدیان کا بادشاہ) 496
حویطب بن عبد العزّٰی 262،534،536

حیدر علی ظفر صاحب 23، 24
حیی بن اخطب 280، 285، 291، 292، 294، 295، 296، 297، 302، 304، 305، 409، 410، 430، 431، 432، 436، 449، 454، 461، 463، 484، 485، 491
حضرت خارجہ بن زیدؓ 68، 78
حضرت خارجہ بن زیدؓ کی شہادت 78
ڈاکٹر خالد ادیب 73
خالد بن ابو مالک جعدی 80
خالد بلوچ صاحب کا امیر حسن مرڑانی صاحب کے متعلق اظہارِ خیال 577
حضرت خالد بن ثابتؓ 275
خالد بن سفیان 231
حضرت خالد بن کعبؓ 275
خالد بن ولید 26، 32، 81، 111، 447، 516، 517
خالد بن ولید کا احد کے روز حملہ کرنا 55
خالد بن ولید کے حملہ کو حضرت عمرؓ کا ناکام بنانا 119
ڈاکٹر خالد تسلیم صاحب 195
خالد عبد اللہ 522
خالد محمود صاحب 49
خالد مسعود صاحب ناظر اشاعت ربوہ 511
خُبیب 58، 112
حضرت خُبیبؓ 235، 236، 238، 239، 243، 244، 245، 246، 247، 260، 261، 262، 263، 264
حضرت خُبیبؓ کی شہادت کا ذکر 244، 259
حضرت خبیب بن عدیؓ 241، 242
حضرت خبیب بن عدیؓ کی قید اور قتل کا واقعہ 247-246
حضرت خبیبؓ پہلے تھے جنہوں نے قتل سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں 261
حضرت خبیبؓ کو عقبہ بن حارث نے شہید کیا 260
حضرت خبیبؓ کی شہادت کے وقت مانگی جانے والی دعا 261
حضرت خبیبؓ کی نعش کو سولی سے اتارنا 263
خُبیب بن یساف 229
صوفی خدا بخش زیروی 433
حضرت خدیجہؓ 571
حضرت خراش بن امیہؓ 528، 529، 541
خراش بن صمہؓ 210
خضر حیات چیمہ صاحب 127
خلّاد بن سویدؓ کی غزوہ بنو قریظہ میں شہادت 489
خلّاد بن عمروؓ 109، 122، 123، 485
خلیل احمد سولنگی صاحب شہید 372
خوّات بن جُبیر 26، 431
خوشی محمد صاحب 154، 327
خیثمہ 85
میاں خیر الدین 03

د، ڈ، ذ، ر، ز

ڈاکٹر داؤد احمد صاحب مرحوم کا ذکرِ خیر 195
سید داؤد مظفر شاہ صاحب 35، 36، 576
داعس 294
داورین صاحب کی مالی قربانی 05
حضرت دحیہ کلبیؓ 459، 460، 578، 579
دُر محمد صاحب 576
دومان 313
دُومہ 313
مسٹر دولت احمد خاں صاحب 95
مکرم دھنی بخش صاحب 576
ذکاء الرحمان صاحب شہید کا ذکر خیر 371، 372
علامہ ذہبی 573
راحت احمد باجوہ صاحب 286، 288
راغب ضیاء الحق صاحب 338، 339
حضرت رافع بن سہلؓ 212
راویل بخاریو صاحب 588، 589
رِبع (مدیان کا بادشاہ) 496
ربیعہ 277
ربیکا آئیورس کے فراز احمد طاہر کے بارے تأثرات 219
حضرت مولانا غلام رسول راجیکیؓ 207، 266، 287، 327، 328
رشید احمد صاحب 288
رشید احمد صاحب کا ذکر خیر 324، 325
رشید احمد چودھری صاحب کا ذکر خیر 116

رشید احمد ضمیر صاحب 25
چودھری رشید الدین صاحب 50، 51
رشید علی 95، 96
رضوانہ صاحبہ 151
رضیہ بیگم 218
رضیہ سلطانہ صاحبہ کا ذکر خیر 115
رقم (مدیان کا بادشاہ) 496
رُفاعہ یہودی 485
رفاعہ بن رافع زُرقیؓ 107
رفاعہ بن زید جُذامی 579، 580
رفاعہ بن وقشؓ 81، 82، 83
رفیدہ اسلمیہ 480
حضرت رملہ بنت حارثؓ 483
رنا عودہ جہانگیر صاحبہ 76
پروفیسر روبرٹو کاتالونو کے جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تأثرات 357
رَوْزَامَامَت کا چندہ کی برکت کے متعلق ذکر 07
حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ 474
رونلڈ ہائیڈ کے جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تأثرات 353
مکرم ریاض الحسن صاحب کا ذکر خیر 433
ریحانہ بنت زید نضریہ کا ایک غلط واقعہ 485، 486، 487
ریحانہ فرحت صاحبہ کا ذکر خیر 76
زاد انوف 500
زاہد حسن صاحب 520، 521
زبدہ 51
زبیدہ صاحبہ 152
حضرت زبیرؓ 14، 29، 32، 61، 263، 320، 490
حضرت زبیرؓ کی رسول اللہؐ کے ساتھ جنگِ احد میں ثابت قدمی 14، 15
حضرت زبیرؓ کا غزوہ احد کے دن آپؐ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کرنا 15
حضرت زبیرؓ کا معاہدۂ بنو نضیر کے وقت رسول اللہؐ کے ساتھ جانا 285
حضرت زبیرؓ کا نوفل بن عبد اللہ کو مارنا 444
حضرت زبیر بن عوامؓ 29، 31، 32، 57، 210، 263، 311، 432، 437، 484، 490
حضرت زبیر بن عوامؓ کی غزوہ احد کے دن غنودگی کے طاری ہونے کے متعلق روایت 19
علامہ زِمخشری 15
زمل راحت 288
امام زُہری 283، 284
زیاد بن سکنؓ 17
زیاد بن عِلاقہ 178
حضرت زیاد بن لبیدؓ 320
زیب النساء صاحبہ 115
حضرت زید بن ارقمؓ 334، 335، 336، 337، 364، 365، 366
حضرت زید بن ارقمؓ کے کان کو رسول اللہ ﷺ کا سہلانا اور مسکرانا 366
حضرت زید بن ثابتؓ کا خندق کھودتے سونا 418
حضرت زید بن ثابتؓ کو جنگ احزاب میں شامل ہونے کی اجازت نہ ملنا 427
حضرت زید بن دثنہؓ 241، 242، 243، 244، 247
حضرت زید بن حارثہؓ 217، 235، 236، 319، 320، 427، 429، 569، 570، 572، 575، 578، 579، 580، 585
حضرت زید بن حارثہؓ کا غزوہ حمراء الاسد سے واپسی پر قتل 216
حضرت زید بن ثابتؓ کو رسول اللہ ﷺ کا تین سو افراد کے ساتھ جنگ احزاب کے وقت مدینہ کی حفاظت کیلئے بھیجنا 437
حضرت زید بن عاصمؓ 58، 112
زید بن لُصیت 369، 370
زینب 72، 229
حضرت زینب بنت جحشؓ 198، 380، 398، 400، 419
حضرت زینبؓ بنت رسول اللہ ﷺ 570، 571، 572
زینت فوزیہ 521
زہری 21، 57، 118، 284، 306، 570
زہیر صاحب 521

س

سائمن صاحب کی مالی قربانی 08
ساجدہ پروین صاحبہ 287
ساروق بن ابی حُقیق 295، 296

سارہ565
سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ229
سامبا صاحب کا قبول احمدیت 251
سامبے (Samba) صاحب کا قبول احمدیت 255
حضرت سباع بن عرفطہ غفاریؓ314
حضرت منشی سراج الاسلام صاحب520
سراج صاحب کی مالی قربانی09
سرجیل صاحب کی مالی قربانی08
حضرت سردار بیگم صاحبہؓ 258
سعادت احمد صاحب25
سعادت احمد اشرف صاحب کا ذکر خیر 327
سعد (غلام حاطب بن ابی بلتعہؓ)87
حضرت سعدؓ84،118
حضرت سعدؓ کا غزوہ احد کے دن آپؐ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کرنا15
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ 15، 21، 22، 27، 41، 42، 56، 57، 61، 110، 111، 112، 118، 119، 123، 229، 440، 441، 539
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی رسول اللہؐ کے ساتھ جنگِ احد میں ثابت قدمی 14
سعد بن خیثمہ85
حضرت سعد بن زید اشہلیؓ320، 514
حضرت سعد بن ربیعؓ68، 69، 78
حضرت سعد بن ربیعؓ کی شہادت67
حضرت سعد بن عبادہؓ 29، 120، 297، 306، 321، 336، 381، 403، 404، 427، 431، 432، 439، 487، 519
حضرت سعد بن عبادہؓ کی رسول اللہؐ کے ساتھ جنگِ احد میں ثابت قدمی 14، 18
حضرت سعد بن عبادہؓ کی سخاوت 213
حضرت سعد بن عبادہؓ کا معاہدۂ بنو نضیر کے وقت رسول اللہؐ کے ساتھ جانا285
حضرت سعد بن عمروؓ275
حضرت سعد بن معاذؓ 29، 44، 120، 185، 186، 189، 306، 320، 381، 403، 431، 432، 439، 447، 457، 458، 462، 479، 480، 481، 482، 483، 484، 485، 487، 489، 490، 491، 495، 496، 497
حضرت سعد بن معاذؓ کی رسول اللہؐ کے ساتھ جنگِ احد میں ثابت قدمی 14، 15
حضرت سعد بن معاذؓ کا معاہدۂ بنو نضیر کے وقت رسول اللہؐ کے ساتھ جانا285
سعود احمد37
سعید احمد وڑائچ صاحب کا ذکر خیر 154
سعید الحسن شاہ48
حضرت سعید بن زیدؓ311
سعید بن عامر262
سعید بن عاص بن امیہ 584
سعید بن مسیبؒ53
سعیدہ بشیر صاحبہ کا ذکر خیر 372
سفیان212
حضرت سفیان بن ثابتؓ 275
حضرت سفیان بن حاطبؓ 275
سفیان بن خالد 233، 234، 236، 237، 240
سفیان بن خالد کا احد کے موقع پر مدینہ پر حملہ کیلئے لشکر جمع کرنا231، 232
سفیان بن عبد شمس سلمی78، 411
سفیان بن عوف اسلمی415، 457
سفیر احمد صاحب48
حضرت شُتَیر انؓ 331
سُلافہ بنت سعد241
سلام بن ابی حُقیق، ابو رافع 302، 303، 304، 305، 307، 410
سلام بن مشکم 286، 291، 292، 294، 295، 297
سلطان صاحب کا قبول احمدیت 253
حضرت سلمانؓ 413، 414، 420، 421
حضرت سلمان فارسیؓ کا خندق کھودنے کا مشورہ دینا416
سلمان طاہر129
سلمانہ151
حضرت سلمہ بن اسلمؓ437
حضرت سلمہ بن اکوعؓ585

سلمہ بن ثابتؓ 81، 83
سلمہ بن خُویلد 228
سلمہ بن سلامہ 369، 554
سلیط 212، 415، 457
سلیم الدین صاحب، ناظر امور عامہ ربوہ 52
حضرت سلیم بن ملحانؓ 275
سلیمان باہ صاحب کے جلسہ سالانہ کے متعلق تأثرات 355
سلیمہ بانو صاحبہ کا ذکر خیر 337
سماء صاحبہ 510
سمیراء بنت قیس 124، 487
سنان بن وبر جُہنی 333، 334، 363
حضرت سویبط بن سعدؓ 106
سویبط بن سعد بن حرملہؓ 18
سوید 294
حضرت سہل بن حنیفؓ 58، 201، 298، 306
حضرت سہل بن حنیفؓ کی رسول اللہؐ کے ساتھ جنگِ احد میں ثابت قدمی 14
حضرت سہل بن حُنیفؓ کا غزوہ احد کے دن آپؐ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کرنا 15
سہل بن سعدؓ 34، 35، 417
حضرت سہل بن عامرؓ 275
سہیل بن بیضاء 229
حضرت سہیل بن عامرؓ 275
سہیل بن عمرو 546
سہیل بن عمرو کا صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کی طرف سے صلح کیلئے آنا 309، 533، 534، 535، 536، 539
سہیلی 83، 489
سیف الدین ابو عصب 75

ش

امام شافعیؒ کے نزدیک آپؐ کا غزوہ احد کے شہداء کا جنازہ نہ پڑھنا 89
مولوی شاہ احمد نورانی 205
شاہ رخ نسرین 71، 72
شبیر احمد لودھی صاحب کا ذکر خیر 565
شجر احمد 219
شدّاد بن اسود 67
شدّاد بن اوس 67
شردھانند (ہندو لیڈر) 101
حضرت شرف دین صاحبؓ 286
حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ 471
شریف عودہ صاحب 22، 73، 74، 75، 338، 522، 561
حضرت شماس بن عثمانؓ 79، 80، 87
شمس الدین صاحب 76
شمس الدین مالاباری صاحب 268
شمشاد ناصر صاحب 266
سردار شوکت حیات خان صاحب 101، 100
شیبہ 66
شیبہ بن مالک 53
شیراز احمد 219
میاں شہاب الدین صاحب 565
شہباز گوندل صاحب کا ذکر خیر 154
شہریار رکین کا ذکر خیر 520

ص۔ض

صخر بن عامر 378
صفوان بن امیہ 203، 215، 242، 243
صفوان بن امیہ کا حضرت خارجہؓ کو شہید کرنا 78
صفوان بن امیہ کا نعمان بن مالکؓ کو شہید کرنا 80
صفوان بن امیہ کا اپنے غلام کو زیدؓ کو قتل کرنے کا حکم دینا 244
صفوان بن معطل سلمی ذکوانی 377، 380، 381، 398، 399
حضرت صفیہؓ 280، 487
حضرت صفیہؓ کی جنگ احزاب میں بہادری 441، 442، 443
صلاح الدین (بادشاہ) 145
صلاح الدین محمد صالح عبد القادر عودہ کا ذکر خیر 73، 74، 75
صلاح محمد صاحب 204
صُور (مدیان کا بادشاہ) 496
صُوریّا 292
صوفی احمد یار صاحب 218
سید صہیب صاحب 38

ضحّاک بن سفیان کلابی274، 277
حضرت ضحّاک بن عبد عمروؓ275
ضِرار بن خطاب26، 81
ضِرار بن خطاب کا خندق کو پار کرنا444
ضِرار ابن خطاب کا حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ پر حملہ کرنا445
ضِرار بن خطاب کا قبول اسلام اور شہادت 445
ڈاکٹر ضیاء الحق صاحب 433

ط

طاہر احمد قمر560
مکرم طاہر اقبال چیمہ صاحب کا ذکر خیر 127، 128
طاہر محمود بھٹی صاحب326
طاہرہ رشید الدین50، 52
طاہرہ نذیر بیگم صاحبہ کی وفات کا ذکر50
علامہ طبری 318
حضرت طفیل بن سعدؓ275
طفیل بن نعمانؓ210، 447، 457
طفیل بن مالک بن نعمان انصاریؓ447
حضرت طلحہؓ 15، 34، 55، 79، 119، 120، 199
حضرت طلحہؓ کی رسول اللہؐ کے ساتھ جنگِ احد میں ثابت قدمی14، 15
حضرت طلحہؓ کا غزوہ احد کے دن آپؐ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کرنا15
حضرت طلحہؓ کا معاہدۂ بنو نضیر کے وقت رسول اللہؐ کے ساتھ جانا285
حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ14، 29، 32، 44، 55، 211، 320
آنحضرت ﷺ کی احد کے روز حفاظت کرنا21
طلحہ کیلئے جنت واجب ہو گئی33
حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کی احد کے روز بہادری55
طلیب بن عمیر بن وہبؓ229
طلیحہ اسدی410
طلیحہ بن خُویلد228، 230
طیب احمد صاحب شہید کا ذکر خیر560
طیب علی صاحب کا ذکر خیر586
طیبہ 51

ظ

حضرت سر ظفر اللہ خان صاحبؓ 98، 99، 257، 258، 468، 471، 522
ظفر سرور صاحب267
علامہ ظلّ الرحمٰن صاحب520
ظہینل بیگ صاحب کی مالی قربانی08
ظہیر الدین منصور احمد صاحب کا ذکر خیر 150
ظہیر باجوہ صاحب 207

ع

حضرت عائذ بن بُسرؓ555
حضرت عائذ بن ماعصؓ275
حضرت عائشہؓ 33، 55، 79، 108، 109، 110، 119، 122، 123، 175، 176، 192، 210، 321، 332، 376، 377، 378، 379، 381، 382، 383، 397، 398، 399، 400، 419، 440، 441، 459، 460، 461
حضرت عائشہؓ نے احد کے دن جنگ میں شامل ہونے والوں کو پانی پلایا108
آپؓ کی آنحضرتؐ کے ساتھ دوڑ375
آپؓ پر ایک جھوٹی تہمت 376
آپؓ پر الزام لگانے کی اصل غرض402، 403، 404
عائشہ بنت سعد56، 118
عابد محمود بھٹی صاحب326
عابدہ 51
عارض بن ھُنید صلیعی 579
حضرت عاصم بن ثابتؓ 201، 236، 239
حضرت عاصم بن ثابتؓ کی رسول اللہؐ کے ساتھ جنگِ احد میں ثابت قدمی 14
حضرت عاصم بن ثابتؓ کا غزوہ احد کے دن آپؐ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کرنا15
حضرت عاصمؓ کا ابو عزّہ کو احد کے روز گرفتار کرنا217
آپؓ کو آنحضرت ﷺ کا سریہ رجیع کے حالات معلوم کرنے کیلئے امیر بنا کر بھیجنا238
آپؓ کی شہادت240
آپؓ کی نعش کی خدائی شہادت 241
حضرت عامر بن ربیعہؓ106
عامر بن طُفیل 271، 272، 274، 275، 276، 277، 283

حضرت عامر بن فُہیرہؓ 272، 273، 275
حضرت عامر بن فہیرہؓ کی شہادت 272
عامر بن لوی 524
حضرت عباس بن عُبادہؓ 78
عبّاد بن ابی صالح 191
حضرت عباد بن بِشرؓ 213، 229، 311، 369، 514، 533
حضرت عباد بن بشرؓ کو آپؐ کا خندق کا چکر لگانے کا حکم دینا 440، 441
عباد بن بشیر 441
عبادہ بربوش صاحب 114
حضرت عبادہ بن حسحاسؓ 80
حضرت عبادہ بن صامتؓ 330، 334
پروفیسر عبد الجلیل صاحب کا ذکر خیر 434
ڈاکٹر عبد الحفیظ 204
عبد الحئی وڑائچ 154
عبد الحئی بھٹی 113
حافظ عبد الحئی بھٹی صاحب 152
عبد الحئی کروما 48
حافظ ڈاکٹر عبد الحمید گامانگا کا ذکر خیر 47، 48، 49
عبد الرحمٰن صاحب 371، 564
عبد الرحمٰن صاحب کا قبول احمدیت 252
عبد الرحمٰن بن زبیر بن باطیا 488
حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ 42، 320، 487، 580، 582، 583
حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی رسول اللہؐ کے ساتھ جنگِ احد میں ثابت قدمی 14
حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی بدر کے اصحاب سے دلجوئی 192
حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا صلح حدیبیہ کے معاہدہ پر دستخط ثبت کرنا 539
مکرم عبد الرحمٰن کٹی (Kutty) صاحب کا ذکر خیر 268
حضرت میاں عبد الرحیم احمد صاحب 150، 195
امام عبد الرحیم جگو 205
مولوی عبد الرحیم صاحب نیر 471
علامہ عبد الرزاق 21
مولانا عبد الستار رووٗف صاحب کا ذکر خیر 577
سید عبد الستار شاہ صاحبؓ 35، 36
میاں عبد العزیز پٹواری 03
ڈاکٹر عبد العلیم صاحب 588، 589
عبد الغنی صاحب مرحوم 337
عبد القیس 215، 216
شیخ عبد القادر صاحب 477
سید عبد القادر صاحب ایم اے 98
عبد القادر عابدین کا ذکر خیر 152
عبد القادر عودہ، فلسطین کے اولین احمدی 74
عبد القیوم پاشا صاحب 115، 116
عبد اللطیف خان صاحب کا ذکر خیر 559، 560
سید عبد الہادی صاحب 587
عبد اللہ 58، 84، 228
عبد اللہ صاحب کی مالی قربانی اور اس کی برکات 499
عبد اللہؓ 112، 193، 296، 365، 366، 367، 368، 369
قاضی عبد اللہ صاحب 470
عبد اللہ اسعد عودہ صاحب کا ذکر خیر 521، 522
عبد اللہ کمارا صاحب کی مالی قربانی، برکات کا ذکر 503
عبد اللہ بن ابی بن اوفیؓ 450
عبد اللہ بن اُبی بن سلول (سردارِ منافقین) 67، 80، 210، 224، 280، 294، 296، 297، 299، 311، 334، 335، 336، 337، 363، 364، 365، 366، 367، 368، 369، 376، 377، 380، 401، 402، 403، 404، 405
عبد اللہ بن ابی بن سلول کا غزوہ بنو مصطلق سے واپسی پر نفاق کا اعلان اور باغیانہ اظہار 333
عبد اللہ بن ابی خالدؓ 457
عبد اللہ بن ابی فروہ 191
حضرت عبد اللہ بن ام مکتومؓ 514
عبد اللہ بن امیہ 533
حضرت عبد اللہ بن انیسؓ 231، 232، 233، 234
عبد اللہ بن جُبیر 111
حضرت عبد اللہ بن جحشؓ 69، 83، 87، 122، 199
حضرت عبد اللہ بن جحشؓ کی اپنی شہادت سے قبل ایک دعا 84
حضرت عبد اللہ بن جحشؓ کو حضرت حمزہؓ کے ساتھ ایک ہی قبر

میں دفن کیا گیا105
عبد اللہ بن حارث 332
حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ 311، 425، 431
عبد اللہ بن زید انصاری 229
عبد اللہ بن حذیفہ سہمی 533
عبد اللہ بن حنظلہ 67
عبد اللہ بن سلام 299، 300، 479
حضرت عبد اللہ بن سہلؓ کا غزوہ احد کے موقع پر آنحضرت ﷺ کی کامل اطاعت کا نمونہ دکھانا212
حضرت عبد اللہ بن سہلؓ کی غزوہ خندق میں شہادت 457
عبد اللہ بن سہیل 533
عبد اللہ بن سہیل بن عمرو 229
عبد اللہ بن شہاب زہری 22، 27
عبد اللہ بن طارق 238، 241، 242
عبد اللہ بن عبد اللہ 311
عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی بن سلول 67
عبد اللہ بن عمرؓ 105، 329، 427، 582
عبد اللہ بن عمر خطمی 81
عبد اللہ بن عمروؓ 109، 123، 193، 203
حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کی احد کے روز شہادت 85، 86
حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کی وفات کے بعد ان پر جو قرض تھا اس کی ادائیگی کا واقعہ 197
حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ 175، 197
عبد اللہ بن عَوَض قاسم صاحب 405
عبد اللہ بن فضل بن عباسؓ 42
عبد اللہ بن قمئہ کا احد کے روز آپؐ پر وار کرنا 59
حضرت عبد اللہ بن قیسؓ 275
عبد اللہ بن مخرمہ عامری 229
عبد اللہ بن مسعودؓ 40، 109
حضرت نواب عبد اللہ خان صاحبؓ 194، 195
عبد اللہ محمد عثمان شبوطی 71
شیخ عبد الماجد صاحب 92
مولانا عبد الماجد دریا آبادی صاحب 97
عبد المجید خان صاحب 115
مولانا عبد المجید سالک 92
عبد المطلب 16، 442، 527
عبد الملک بن مروان 216
ڈاکٹر عبد المنان شہید صاحب 194
عبد الوہاب صاحب 520
عبید اللہ بن ابی بُردہ 425
عبید اللہ بن جابر عامری 30
عبید اللہ بن عیاض 244
عُبیدہ بن حکیم 243
عتبہ 66
عتبہ بن ابی وقاص 21، 22
عتبہ بن ابی وقاص کے پتھر سے آنحضرت ﷺ کے دانت مبارک کا شہید ہونا 27، 112
حضرت عثمانؓ 27، 98، 191، 214، 222، 223، 320، 374، 487، 531، 533، 534، 541، 544، 568، 581
حضرت عثمانؓ کا معاویہ کیلئے آنحضرت ﷺ سے پناہ طلب فرمانا216
آپؓ کو آنحضرت ﷺ کا حدیبیہ کے موقع پر قریش کی طرف سفیر بنا کر بھیجنا 529، 530
عثمان احمد صاحب 25
عثمان صاحب کا قبول احمدیت 254
عثمان احمد طالع صاحب 327
عثمان بالڈے صاحب کا قبول احمدیت 253
عثمان حسین محمد خیر صاحب کا ذکر خیر 153
عثمان بن طلحہ 411
عثمان بن عبد اللہ بن مُغیرہ 30
عثمان بن مُنبّہ 457
عدنان قادر 218
عُرمت صاحب کی مالی قربانی 05
عُروہ 377
حضرت عُروہ بن اسماءؓ بن صلت 275
عروہ بن مسعود 524، 525، 526، 528، 529
عَزوَک 297، 298
چودھری عزیز احمد صاحب باجوہ 258
عزیز تیمور 576

عزیز نذیری صاحب کے جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تأثرات 351
عزیزہ ماریہ 38
عُزّیٰ 31، 60، 61، 64، 413، 414
عقبہ بن ابی معیط 544
عقبہ بن حارث 242، 243، 247، 260
عقبہ بن حارث نے حضرت خبیبؓ کو شہید کیا 260
حضرت عقبہ بن عامرؓ 88، 89، 190
حضرت عقبہ بن وھبؓ 34
حضرت عقربہؓ 192
عکّاظ 216
عکاشہ بن محصن 567
عکرمہ بن ابو جہل 26، 81، 243، 443، 454، 517
عکرمہ بن ابو جہل کا رسول اللہ ﷺ کے اونٹ کی کونچیں کاٹ ڈالنا 528
چودھری عطا محمد علوی صاحب 326
عطاء المجید مبشر کوثر 338
عطیہ قرظی 488
علی صاحب کی مالی قربانی اور اس کی برکات 502
حضرت علیؓ 15، 24، 29، 32، 34، 35، 41، 54، 57، 61، 109، 201، 214، 311، 320، 379، 460، 461، 462، 465، 490، 534، 535، 572، 580
حضرت علیؓ کا غزوہ احد کے دن آپؐ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کرنا 15
حضرت علیؓ کو رسول اللہ ﷺ کا احد کے روز اسلامی لشکر کا جھنڈا عنایت فرمانا 18
حضرت علیؓ کی احد کے روز آپؐ کی حفاظت کرنا 21، 59
حضرت علیؓ کے غزوۂ احد میں بہادری کے واقعات 53
حضرت علیؓ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوہ حمراء الاسد کے روز جھنڈا دینا 209
حضرت علیؓ کا معاہدۂ بنو نضیر کے وقت رسول اللہؐ کے ساتھ جانا 285
حضرت علیؓ کا عزوک کو قتل کرنا 297، 298
حضرت علیؓ کا عمرو بن عبد ودّ کو قتل کرنا 443، 444، 445
حضرت علیؓ کو یہود کے قتل پر مامور کیا گیا 484
حضرت علیؓ کو رسول اللہ ﷺ کا فدک کی طرف روانہ فرمانا 584
حضرت پروفیسر علی احمد صاحبؓ 151
چودھری علی اکبر صاحب 325، 326
سید علی رضا 286، 288
ڈاکٹر علیم الدین صاحب 51
حضرت عمار بن یاسرؓ کا حمراء الاسد سے واپسی پر معاویہ کا قتل کرنا 216
قتل کرنے کی وجہ 216
حضرت عمار بن یاسرؓ کو رسول اللہؐ کا مہاجرین کا جھنڈا عنایت فرمانا 321
عُمارہ مازنیہ 58
عمارہ بن یزید بن سکنؓ 17، 120
عمر صاحب کی خلافت سے محبت 254
عمر دین صاحب 561
عمر گیبور صاحب کے جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تأثرات 351
حضرت عمرؓ بن خطاب 29، 32، 44، 45، 46، 47، 59، 60، 62، 65، 66، 189، 191، 209، 212، 214، 262، 241، 308، 310، 311، 320، 322، 333، 336، 363، 364، 366، 367، 374، 415، 418، 421، 509، 513، 529، 536، 537، 538، 545، 581
حضرت عمرؓ کی رسول اللہؐ کے ساتھ جنگِ احد میں ثابت قدمی 14
حضرت عمرؓ کا غزوہ احد کے دن آپؐ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کرنا 15، 18
حضرت عمرؓ کا احد میں خالد بن ولید کے حملہ کو ناکام بنانا 119
حضرت عمرؓ کا معاہدۂ بنو نضیر کے وقت رسول اللہؐ کے ساتھ جانا 285
حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر طلیحہ بن خُویلد کا بیعت کرنا 230
حضرت عمرؓ کا غزوہ بنو مصطلق کے موقع پر کفار کے ایک جاسوس کو قتل کرنا 321
حضرت عمرؓ کا بنو قریظہ کے عہد توڑنے کی خبر رسول اللہؐ کو بھجوانا 431
حضرت عمرؓ پر ضِرار کا حملہ اور رُک جانا 445
حضرت عمرؓ کی ضِرار کے حق میں دعا 445
حضرت عمرؓ کا صلح حدیبیہ کے معاہدہ پر دستخط کرنا 539
حضرت عمرؓ کا محمد بن مسلمہؓ کو عُمّال کی شکایتوں کی تحقیق کیلئے بھجوانا 568
مولوی عمر الدین صاحب شملوی 93

عمران 287
عمران بن حُصینؓ 180
عمرو 275
حضرت عمرو بن امیہؓ 264، 270، 275
حضرت عمرو بن امیہؓ کو رسول اللہؐ کا سریہ رجیع کے موقع پر قریش کی طرف بطور جاسوس بھیجنا 263
حضرت عمرو بن امیہؓ کی گرفتاری 276
حضرت عمرو بن امیہؓ کا بئر معونہ سے واپسی پر دو افراد کو قتل کرنا 282
حضرت عمرو بن امیہؓ کا بئر معونہ کے موقع پر قید ہونا 272، 283
عمرو بن ثابتؓ 81، 82، 83
عمرو بن ثابت اَقیش 82
عمرو بن جحاش کا غزوہ بنو نضیر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کرنا 290، 291، 293
عمرو بن جحاش کا قتل 303
عمرو بن جموح 109، 122، 123
عمرو بن جموح کو احد کے روز عبد اللہ بن عمرو کے ساتھ ہی دفن کیا گیا 86
عمرو بن سالم 519
عمرو بن سُعدٰی 431، 463، 464
عمرو بن طفیل 277
عمرو بن عاص 26، 81
عمرو بن عبد اللہ جمحی 53
عمرو بن عبد وُدّ عامری کا قتل 443، 444، 445
عمرو بن عبد وُدّ کا غزوہ خندق میں مارا جانا 457
حضرت عمرو بن معاذؓ 185، 189
عمرہ بنت رواحہ 425
عمیر بن اسحاق 42
حضرت عمیر بن عبد اللہؓ 217
حضرت عمیر بن معبدؓ 275
عوص بن ھُنید 579
عوض صاحب 23
حضرت عویم بن ساعدہؓ 320
عِوّی (مدیان کا بادشاہ) 496
عیاش بن ابی ربیعہ 533
عیسیٰ صاحب کی مالی قربانی کے نتیجہ میں برکات کا ذکر 503
حضرت عیسیٰؑ 01، 16، 17، 28
امام عیسیٰ عبد اللہ بن لیل صاحب 405، 406
عیسیٰ صاحب کی مالی قربانی 05
عیینہ بن حِصن 411

غ

غالب خان 267
غزالہ 340، 561
غَزوَل 297
غسان خالد النقیب کا ذکر خیر 113
ملک غلام احمد صاحب 372، 373
مولانا غلام احمد صاحب نسیم 204، 205
حضرت چودھری غلام حسین صاحبؓ 50، 326
چودھری غلام حسین (اوورسیئر) 116، 117
حضرت چودھری غلام حیدر صاحب دھاریوالؓ 50
مولانا غلام رسول صاحب مہر 92
غلام سرور صاحب شہید کا ذکر خیر 286، 287
ڈاکٹر سید غلام مجتبیٰ 36
میاں غلام محمد صاحب 434
چودھری غلام نبی علوی صاحب 326

ف

الحاجی فائے صاحب کے قبول احمدیت کا واقعہ 252
رانا فاروق صاحب 39
حضرت فاطمہؓ 41، 54، 109، 201
حضرت فاطمہؓ کا غزوۂ احد کے دن آپؐ کے زخم دھونا 34
حضرت فاطمہؓ کی غزوۂ اُحد کے روز خدمات 110
حضرت فاطمہ بنت عمروؓ 86
حضرت چودھری فتح محمد سیال صاحبؓ 257، 468، 469، 470، 471
مکرم فراز احمد طاہر صاحب شہید کا ذکر خیر 217، 218، 219، 220
فرح خانم 71
فرخ شبیر لودھی 565
حضرت فروہ بن عمروؓ 320

ڈاکٹر فریحہ 49
فریدہ صاحبہ کا اپنے خاوند کے متعلق ذکر خیر 564
ڈاکٹر فرینک صاحب کے جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تأثرات 353
فرہاد احمد رانا صاحب 151
فضالہ 213
مولانا فضل الٰہی بشیر صاحب مرحوم 75، 522
حضرت مولوی فضل دین صاحبؓ 265
شاہ فیصل 477

ق

قائداعظمؒ 100، 101
قادیاتا گمانگا (KadieYattaGamanga) 48، 49
قاضی عیاض 83
قتادہ بن نعمان 229، 320
امام قرطبی 404
قریشی عبدالغنی صاحب 434
حضرت میاں قطب الدین صاحب گولیکی 434
قُطبہ بن عامرؓ 210
حضرت قطبہ بن عبد عمروؓ 275
قُطبہ بن مالک 178
قیس 229
قیس بن ابو حازم 55
قیس بن زید بن عامرؓ 457
قیصر 69، 421، 422، 431، 525، 578، 579
قیصر محمود بھٹی صاحب 327
قیوم صاحبہ 326

ک

کارلوس ہیگو صاحب کے جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تأثرات 354
کاش سانکوفا صاحب کا ایمان افروز واقعہ 358
کامران شاہد 115
کامران مبشر صاحب 219
حضرت کبشہ بنت رافعؓ 487
کرامت اللہ خادم صاحب 76
کرز بن جابر فِہری 533
کرس مرفی (Chris Murphy) کا فراز طاہر کے متعلق ذکر خیر 219
ڈاکٹر کرسٹی چانگ صاحبہ کے جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تأثرات 352
کریم بی بی صاحبہ 563
کسریٰ 69، 420، 421، 431، 525
کشور ناہید صاحبہ 128
کعب بن اسد قرظی 294، 430، 431، 432، 462، 463، 464، 484، 485
کعب بن اشرف کی غزوہ بنو قریظہ کی موقع پر مسلمانوں کے خلاف سازباز کرنا 492
کعب بن اشرف کا قاتل محمد بن مسلمہؓ 568
کعب بن زیدؓ 271، 275، 276، 457
کعب بن سلیم 488
حضرت کعب بن عُجرہ کے لئے احرام میں سر منڈوانے کی رخصت 528
حضرت کعب بن عمرو انصاریؓ 19
کعب بن لوی 524
حضرت کعب بن مالکؓ 29، 32
حضرت کعب بن مالکؓ کا حضرت حمزہؓ کی شہادت پر مرثیہ 106
حضرت کعب بن مالکؓ کو جنگ احد میں نو زخم لگنا 210
خواجہ کمال الدین صاحب 468، 470
کنانہ بن ربیع 304، 305، 410
کنانہ بن صوبیراء 292، 297
مکرم کنور ادریس صاحب کا ذکر خیر 258
کوثر صاحب 337، 338
مسٹر کوریو 470

گ

گل سائیراں مینگالی صاحبہ کے جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تأثرات 358

ل

لئیق مشتاق صاحب 205، 266
لات 31، 413، 414
لالہ کرم 99
لالہ کنور سین صاحب 93

لبنیٰ شاہوار 36
لقمان احمد 129
لورینا ویلا کے جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تأثرات 354

م

مارگولیس مؤرخ 495
ماریہ سولس فرینکو صاحبہ کے جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تأثرات 354
مارینہ پلازا کے جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تأثرات 356
حضرت مالک بن ثابتؓ 275
مالک بن دخشم 78
مالک بن زُہیر کا احد کے روز رسول اللہ ﷺ کو تیر مارنا 55
مالک بن سِنانؓ کا رسول اللہ ﷺ کے خون کو چوسنا 34
ماما بیلو صاحب 323
علامہ ماوردی 404
مامونؒ 246، 247
ملک مبارک صاحب 565
مبارک تنویر صاحب 339
مبارکہ بیگم صاحبہ کی وفات کے متعلق ذکر 25
مبارک ساہی صاحب 510
مبشر ایاز صاحب 588
مبشر گوندل صاحب 328
ڈاکٹر مبشر ممتاز صاحب 206
مجاہد 42، 404
حضرت مجذر بن زیادؓ کا احد کے موقع پر حضرت نعمانؓ اور حضرت عبادہؓ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا جانا 80
شیخ مجید صاحب 501
محمت اوندر صاحب 510، 511
حضرت محمیہ بن جزءؓ 331، 487
مدثر بشیر 218
مدیحہ طاہر کا اپنی والدہ کے متعلق ذکر خیر 129
مذکور 314
مرثد بن ابی مرثد 234، 236
مروان بن حکم 516، 517
مروہ شبوطی صاحبہ 72
مریم بشریٰ 25
مریم مگدلینی 189
مزنی 209
محمد ادریس نصر اللہ خان صاحب کا ذکر خیر 257
مرزا محمد افضل صاحب 267
چودھری محمد اکبر خان بھٹی صاحب 99
مرزا محمد الدین ناز صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ کا ذکر خیر 586 تا 587
محمد ایوب بٹ صاحب کا ذکر خیر 563
محمد بن اسحاق 528
محمد بن ثابت 42
امام محمد بیلو صاحب کا ذکر خیر 405، 406
مولوی محمد حسین صاحب 337
چودھری محمد حسین صاحبؓ 258
نواب محمد دین صاحب 101
منشی محمد دین صاحب 338
محمد زہراوی صاحب الجزائر کا ذکر خیر 153
محمد سو (Sowe) صاحب کی قبول احمدیت کا واقعہ 256
محمد سلیم صاحب 116
میاں محمد شفیع 102، 565
محمد شفیع صاحب مرحوم 339
حضرت محمد ظہور خان صاحب پٹیالویؓ 560
حضرت الحاج محمد عبد اللہ صاحبؓ 564
چودھری محمد عبد اللہ علوی صاحب 326
محمد عثمان صاحب 434
محمد علاونہ صاحب 76
مولانا محمد علوی صاحب 268
مولانا محمد علی جوہر صاحب 96
حضرت نواب محمد علی خان صاحب 182
محمد عودہ 74
محمد مسالیو جالو صاحب کی قبول احمدیت کا واقعہ 255
حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ / رسول اللہ ﷺ 18، 26، 45، 53، 59، 79، 81، 177، 179، 189، 202، 214، 215، 217، 232، 234، 236، 243، 272، 290، 291، 292، 293، 294، 295، 296، 302، 312، 430، 431، 432، 442، 444، 448،

466،484،526،528،536،548،549،570،571
جنگ احد میں آنحضرتؐ کی سیرت 14،26،40
احد کے دن رسول اللہ ﷺ دشمن سے سب سے زیادہ قریب 14
احد کے دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کی ایک جماعت سے موت پر بیعت لی 15
اس اعتراض کا جواب کہ آنحضرتؐ نے جھوٹ بولنا یا غلط بیانی کرنا جائز قرار دیا 15 تا 17
رسول اللہ ﷺ ہی دنیا کی جنگی تاریخ میں بہترین سپہ سالار اور پر حکمت فوری فیصلوں کے مالک تسلیم کئے جاتے ہیں 18
رسول اللہ ﷺ کے رخ انور پر احد کے دن تلوار سے ستر وار کئے گئے 21
رسول اللہ ﷺ کی شجاعت 21، 112-111
لڑائی میں سب سے بہادر وہ شخص سمجھا جاتا تھا جو آنحضرتؐ کے پاس ہوتا 21
رسول اللہ احد کے دن دو زرہیں پہنے ہوئے تھے 32
آپؐ کے دانت مبارک کا احد کے دن شہید ہونا 33
احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے دائیں اور بائیں دو آدمی سفید لباس میں بڑی سخت لڑائی کر رہے تھے 41
آپؐ کا زخمی ہو کر بے حوش ہونا 62
احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے 55
عشق رسول کے حیرت انگیز نظارے 70
آپؐ کی جنگ احد کے دن ایک خاص دعا 107
آپؐ کی حضرت زیاد بن سکنؓ سے محبت و شفقت 120
آپؐ کی بعض دعائیں 174
جنگ احد اور آنحضرت ﷺ کی سیرت 185
اہل مدینہ کی آنحضرت ﷺ سے فدائیت 185
قرون اولیٰ کی خواتین اور آنحضرت ﷺ سے محبت 187
آپؐ کی شہداء اُحد کی قبور کی زیارت 191
آپؐ کا ایک صحابیؓ کو عصا دینا اور فرمانا کہ جنت میں یہ میری نشانی ہوگی 233
آپؐ کا نماز میں قنوت فرمانا 278
آپؐ کو قتل کرنے کا منصوبہ 290
مدینہ پہنچ کر آنحضرت ﷺ کی یہود کے قبیلہ بنو نضیر کے خلاف کارروائی 293
آپؐ کا حضرت زید بن ارقمؓ کے کان کو سہلانا اور مسکرانا 366
آنحضرت ﷺ کا نقیع مقام کو سرکاری چراہ گاہ بنانا 374
آنحضرت ﷺ کا صحابہؓ کے مابین کھیل کے مقابلے کروانا 374
آپؐ کی حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑ 375
رسول اللہ ﷺ جب کسی سفر کا ارداہ فرماتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ ڈالتے 376
آپؐ نے فرمایا کہ میں چاہتا تھا کہ ابو بکرؓ کو اپنے بعد نامزد کر دوں 400
رسول اللہ ﷺ خندق کے شگاف تک پہرہ دینے جاتے 440
رسول اللہ ﷺ کا احزاب کے خلاف بددعا کرنے کا ذکر 450-449
رسول اللہ ﷺ کو حضرت سعدؓ کے فیصلہ کے بارے میں فرشتے نے سحری کے وقت بتایا 481
رسول اللہ ﷺ کا بیت اللہ کے طواف کے متعلق خواب 513
محمد مطیع اللہ جوئیہ صاحب 288
محمد نعیم اظہر صاحب 116
محمد نواز صاحب 220
محمد بن طلحہؓ 199
محمد بن عبد اللہ 535
محمد بن عمر 42، 85، 571، 573، 581
محمد بن عمر اسلمی 83
محمد بن عمر واقدی 541
محمد بن کعب 488
حضرت محمد بن مسلمہؓ 35، 293، 296، 301، 302، 305، 314، 336، 464، 479، 533، 554، 556، 557، 567، 568
حضرت محمد بن مسلمہؓ کی رسول اللہؐ کے ساتھ جنگِ احد میں ثابت قدمی 14
چودھری محمد شریف صاحب 74
محمد شریف عودہ صاحب 74
مفتی محمد صادق صاحبؓ 94
محمود احمد ایاز صاحب کا ذکر خیر 511
ڈاکٹر محمود احمد بٹ صاحب 564
محمود احمد بھٹی صاحب 326
محمود احمد رند صاحب 561
سید محمود اللہ شاہ صاحب 35
محمود اللہ شبوطی 71

مکرم محسن خان صاحب 128
مخشی بن عمرو ضمری 311
مُخیریق، یہود میں سبقت لے گیا 83
مسافع بن صفوان غزوہ مریسیع میں مارا گیا 331
حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
01، 14، 26، 40، 64، 78، 91، 105، 118، 130، 141، 155، 170، 185، 197، 209، 221، 228، 238، 248، 259، 269، 280، 299، 308، 318، 329، 341، 349، 363، 374، 385، 397، 415، 425، 436، 447، 457، 468، 479، 489، 498، 512، 523، 533، 544، 554، 567، 578
حضور انور کی الجزائر کے احمدیوں کیلئے دعا کی تحریک 467
حضور انور کی فلسطین کیلئے دعا کی تحریک 15، 35، 62، 104، 127، 150، 169، 194، 227، 237، 264، 279، 371، 384
حضور انور کی یمن کے اسیران کیلئے دعا کیلئے تحریک 47، 63، 104، 127، 150، 169، 194، 237، 264
حضور انور کی پاکستان کے احمدیوں کیلئے دعا کی تحریک 63، 104، 150، 237، 264، 279، 286، 307، 371، 384، 414، 424، 456، 466
حضور انور کی دنیا کے حالات کے متعلق ذکر 90، 140، 150، 194، 203، 217، 227، 279، 307، 317 371، 395، 414، 456، 466، 575
حضور انور کی اسیران کیلئے دعا کی تحریک 140، 150، 169، 183
حضور انور کی سوڈان کی عوام کیلئے دعا کی تحریک 150، 264، 317، 467
حضور انور کی دنیا کے حالات کے پیشِ نظر کچھ دعاؤں کے ورد کی تحریک 173
حضور انور ایدہ اللہ کے دل کے والو valve کے پروسیجر کی تفصیل بیان کرنا 227
حضور انور ایدہ اللہ کا ارشاد کہ صف بناتے ہوئے کندھے سے کندھا ملا ہو 298
حضور انور کا محرم کے حوالے سے ذکر 322
حضور انور کا برطانیہ کے جلسہ سالانہ کے متعلق ذکر 337
حضور انور کا جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر کارکنان اور مہمانوں سے نصائح 341 تا 348
حضور انور کا جلسہ سالانہ برطانیہ پر کارکنان کا شکریہ ادا کرنا 349
حضور انور کا جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر افتتاحی خطاب 385
حضور انور کی بنگلہ دیش کے حالات کیلئے دعا کی تحریک 371، 384، 424، 456، 467
حضور انور کی بعض دعاؤں کے پڑھنے کی بابت تحریک 390، 396
حضور انور کا تین ماہ کا راشن اکٹھا کرنے کی طرف تلقین 531
مسرور منیر عودہ صاحب 74
مسروق 398
مسطح بن اثاثہ کا حضرت عائشہؓ پر الزام لگانا 377، 378، 383، 398، 404
ڈاکٹر مسعود احمد ملک صاحب کا ذکر خیر 564
مسعود رُخیلہ 411
حضرت مسعود بن سعدؓ 275
حضرت مسعود بن ھُنیدؓ 320
مسلمہ بن اسلمؓ 429
حضرت مسور بن مخرمہؓ 516، 517
مسیلمہ کذّاب 559
مسیح 147، 176، 177، 189، 496، 497
حضرت مسیح موعودؑ
مسیح موعودؑ صلح اور آشتی کی اسلامی تعلیم کے ساتھ اور مذہبی جنگوں کے خاتمہ کے لیے آئے 01
مسیح موعودؑ کے زمانہ میں مالی جہاد ایک اہم کام ہے 01
غریب احمدی زیادہ قربانی کرتے ہیں آسودہ حال احمدی توجہ کریں 02
حضرت مسیح موعودؑ کے عہد میں مالی قربانی کرنے والوں کے اخلاص کی تعریف اور حیرت کا اظہار 03
حضرت مسیح موعودؑ کی بعض دعائیں 181
مشتاق بیگ صاحب 588
ڈاکٹر میر مشتاق احمد صاحب 195
مشتاق احمد باجوہ 288
مصطفیٰ صاحب کی قبول احمدیت کا واقعہ 254
مصطفیٰ احمد خان صاحب کا ذکر خیر 194
حضرت مصعب بن سعدؓ 174، 180
حضرت مصعب بن عمیرؓ 42، 58، 87، 121، 198

حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شہادت کا واقعہ 17، 18
آپؓ کی احد کے روز رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرنا 31
آپؓ کو ابن قمئہ کا شہید کرنا 53
آپؓ کی تدفین 106، 107
مصلح شنبور صاحب 152
حضرت مطلب بن عبد اللہ بن حنطبؓ 84، 108
مطلب سُلمی 270
چودھری مطیع الرحمٰن صاحب کا ذکر خیر 325، 326
مظفر احمد صاحب 218
مظفر چودھری صاحب 117
ملک مظفر خان جوئیہ کا ذکر خیر 288
حضرت معاذؓ کی والدہ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت 197
حضرت معاذ بن جبلؓ 320
حضرت معاذ بن رفاعہ بن رافعؓ 320
حضرت معاذ بن ماعصؓ 275
حضرت معاویہ بن ابو سفیانؓ 262، 584
معاویہ بن مغیرہ 216، 222
معبد خزاعی 213، 214، 215، 216، 222
معتب بن فضل 229
معتب بن قُشیر 19
حضرت معتب بن عبیدؓ کی شہادت 241
حضرت معن بن عدیؓ 320
حافظ معین الدین صاحب کی مالی قربانی 03
مرزا مغفور احمد صاحب 208، 265
حضرت مُغیرہ بن شعبہؓ 525
مفلحہ 151
مقداد 56، 118، 263
حضرت مقداد بن اسودؓ 311، 516
حضرت مقداد بن عمروؓ 320
مقیس بن صُبابہؓ 330
مقصودہ بی بی صاحبہ 561
مکرز بن حفص 533، 534، 536
مکرز بن حفص کو حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کا قریش کی طرف سفیر بنا کر بھیجنا 528
ملاوے صاحب کی مالی قربانی 06
ممتاز دولتانہ صاحب 101
منال عودہ 74
ڈاکٹر منجوبٹ 564
حضرت منذر بن عمروؓ 269، 270، 271، 275، 276
منذر بن محمد 270، 271، 275، 489
ڈاکٹر منصور شبوطی صاحب کا ذکر خیر 71، 72، 73
منظور احمد صاحب 560، 561
منظور بیگم صاحبہ کا ذکر خیر 326
منور چودھری 117
چودھری منیر احمد صاحب کا ذکر خیر 265، 267، 268
منیر شمس صاحب 268
منیر عودہ صاحب 74
ماسٹر منیر احمد صاحب کا ذکر خیر 434
حضرت موسیٰؑ 280، 293، 462، 463، 496، 516
موسیٰ بن عقبہ 272، 282، 318
موسیٰ میوہ صاحب 47، 48
مولا بخش صاحب 24
سید مولود احمد صاحب کی وفات کا ذکر 35، 36، 37، 38
مونسؓ 213
میکائیلؑ 41
مُہنّد مؤید ابو عواد کا ذکر خیر 561، 562
مؤید صاحب 562

ن

نائلہ 413، 414
حضرت ناجیہ بن اعجمؓ 518
حضرت ناجیہ بن جندب اسلمیؓ 513، 514

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ

آپؒ کی عمومی حالات کے پیشِ نظر پڑھی جانیوالی دعاؤں اور درود کی بابت رؤیا 390، 391
سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔۔۔200 دفعہ 390، 396
رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ 100 دفعہ 390، 396

ناصر شبوطی 71، 72
حضرت نافع بن بدیل بن ورقاءؓ 275
نُباتہ 485
نبّاش بن قیس 462
مرزا نبیل احمد 151
نجاشی 525
نجم الثاقب صاحب 520
خواجہ نذیر احمد 102
مولوی نذید حسین صاحب سخادہلوی کا حصول حضور کیلئے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں خط لکھنا 181
امام نسائی 489
نسطاس 243
نسطاس کا حضرت زیدؓ کو شہید کرنا 244
مولانا نسیم صاحب 205
نسیم اختر صاحبہ کی وفات کا ذکر 24
ڈاکٹر نسیم رحمت اللہ صاحب 206
نُسیبہ 58
نُسیبہ مازنیہ 110، 112
حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ (حضرت اماں جانؓ) 373
سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ بنت سید عبد الہادی صاحب 587
چودھری نصر اللہ خان صاحبؓ 257
نصیر احمد علوی صاحب 326
حضرت نظام الدین صاحبؓ 115
نضر بن حارث 229
نضیر بن نحّام 280
نعمان 212
نعمان بن عبد عمرو 124
حضرت نعمان بن مالکؓ کی شہادت 80
نعمانہ نصرت کا اپنی والدہ کے متعلق ذکر خیر 77
نعمت اللہ خان صاحب شہید 472
نعیم اظہر صاحب کا اپنی والدہ کے متعلق ذکر خیر 116
نعیم بن مسعود کا غزوہ بدر سے پہلے مسلمانوں میں خوف و ہراس پھیلانا 309، 310، 312، 313
نعیم بن مسعود کا جنگ احزاب کے موقع پر کمال ہوشیاری کے ساتھ کفار میں پھوٹ پیدا کرنا 451، 452، 453
نفیلی 404
نگینہ رفیق صاحبہ 372
نمر عجوہ صاحبہ 76
حضرت نُمیلہ بن عبد اللہؓ 319، 514
نُمیلہ کا فتح مکہ کے روز مقیس کو قتل کیا 330
نور الحق مظہر صاحب 338، 339
حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ
151، 195، 248
نور حسین صاحب 324
نوشابہ مبارک کا ذکر خیر 114
نوفل بن عبد اللہ کا خندق کو پار کرنا اور مارا جانا 444، 445، 446، 457
نوفل بن معاویہ دِیلی فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے 262
نوید عادل صاحب مربی سلسلہ 24
نوید نعیم صاحب 323

و

واقدی 308
والیہ بھوپال بیگم شاہ جہاں 468
وحشی بن حرب کا طفیل بن نعمانؓ کو شہید کرنا 447
وحشی بن حرب کا نعمان انصاریؓ کو شہید کرنا 447
وُدَمبَالا (Vdambala) کی مالی قربانی اور اس کی برکات 05
چودھری وسیم احمد صاحب 151
وسیم محمد صاحب 114
ولید بن زُہیر 229
سر ولیم میور 398، 553
سر ولیم میور کے بقول اُحد کے روز مسلمانوں کی نعشوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا گیا 60
ولیم میور کا ریحانہ کے تعلق میں آنحضرتؐ پر نہایت دلآزار طعن کرنا 486

ہ

حضرت ہارونؑ 280، 292، 304، 459
ڈاکٹر ہانہ مریم کا اپنے والد کی وفات پر ذکر خیر 206
ہبل 60، 61، 62، 65، 413، 414
ہرقل 548

ہرقل کا اپنی مملکت سے بھاگ جانے کی بابت رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی 420
ہرقل کا ابوسفیان سے آنحضرت ﷺ کے متعلق سوالات کرنا 549
حضرت ہشام بن صُبابہؓ کی شہادت کا واقعہ 330
ہشام بن عاص 533
ہند کا حضرت حمزہؓ کا جگر نکال کر چبانا 60
ہند کا حمزہ بن عبد المطلبؓ کی نعش کو بگاڑنا 68
ہند بنت عمروؓ 109
حضرت ہندؓ کی رسول اللہؐ سے عشق و محبت کا واقعہ 122، 123

ھ

ھاتونگیمانا پوتینے کے جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تأثرات 355
ھبیرہ بن ابو وہب کا خندق کو عبور کرنا 444
ھبیرہ بن ابو وہب کا حضرت علیؓ پر حملہ کرنا اور بھاگ جانا 445
ھُنید بن عارض 579
ھُنید بن عُوص 579

ی

یاسر شاہین کا ابو حلمی کی وفات پر ذکر خیر 22
ڈاکٹر یاسمین 75
یاسین احمدی صاحب کے جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تأثرات 353
یامین بن عمیر 302
یامین بن عمیر کا عمرو بن جحاش کو قتل کروانا 303
یعقوب صاحب 324
یمان 82
حضرت یوسفؑ 382
ڈاکٹر یوسف صاحب کا ابو حلمی کی وفات پر ذکر خیر 23
یوسف صاحب کی مالی قربانی 06
یوشید اصاحب کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 350

مقامات

آ۔ا

آئرلینڈ51
آئرلینڈ تحریک جدید میں کارکردگی کے لحاظ سے امریکہ کی قابل ذکر جماعتوں میں شامل 507
آئس لینڈ355
آئیوری کوسٹ115، 116
آٹوا ویسٹ وقف جدید میں کینیڈا کی بڑی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر12
آٹوا ایسٹ تحریک جدید میں قابل ذکر امارتوں میں نمبر چھ پر 508
آسٹریا تحریک جدید میں کارکردگی کے لحاظ سے امریکہ کی قابل ذکر جماعتوں میں شامل 507
آسٹریلیا204، 117، 07
آسٹریلیا کی جماعتیں تحریک جدید میں 508
آسٹن وقف جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر12
آسٹن وقف جدید میں امریکہ کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر چھ پر13
آسٹریلیا 217، 218، 219، 507
آسٹریلیا اس سال وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے سات ایک پر11
آسٹریلیا کے بالغان کی وقف جدید میں دس جماعتیں13
آسٹریلیا اس سال تحریک جدید میں نمبر سات پر 507
آلٹن (ہمشئر)341
آلڈر شاٹ ساؤتھ وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر ایک پر12
آلڈر شاٹ ساؤتھ تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر508
آلڈر شاٹ نارتھ وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر تین پر12
اَذرعات304
ابُوجا، تنزانیہ کے گاؤں کے امام کا جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تأثرات361
اٹلی95، 471
اٹلی کے پروفیسر کا جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تأثرات357
احجار الزیت484
احمدیہ چک84 فتح 127، 128
احمد نگر204، 520، 521
اڈیشہ تحریک جدید میں بھارت کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر چار پر508
ارجنٹائن کے ایک مہمان کے جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تأثرات352
ارجنٹائن کی ایک سفیر کی جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تأثرات356
اردن72
اڑیشہ وقف جدید میں بھارت کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر چھ پر13
استنبول ترکی510
اسرائیل100
اسرائیل حکومت کے متعلق حضور انور کا ذکر 13، 23، 63، 90، 127، 150، 169، 184، 203، 237، 467، 562، 575
اسلام آباد01، 14، 26، 38، 40، 53، 64، 78، 91، 105، 118، 130، 141، 155، 170، 185، 197، 209، 221، 228، 238، 248، 259، 269، 280، 290، 299، 308، 318، 329، 349، 363، 374، 385، 397، 407، 415، 425، 436، 447، 457، 468، 479، 489، 498، 508، 512، 523، 533، 544، 555، 567، 578
اسلام آباد وقف جدید میں برطانیہ کی بڑی جماعتوں میں نمبر پانچ پر12
اسلام آباد ریجن وقف جدید میں اس سال نمبر دو پر12
اسلام آباد وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر پانچ پر12

اسلام آباد وقف جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر ایک پر 13
اسلام آباد وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے بالغان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر ایک پر 13
اسلام آباد وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر ایک پر 13
اسلام آباد تحریک جدید میں برطانیہ کے ریجن میں نمبر ایک پر 507
اسلام آباد تحریک جدید میں برطانیہ کے بڑی جماعتوں میں نمبر تین پر 508
اشطاط 516
اعواف، بنو نضیر کا باغ 307
افریقہ 02، 04، 06، 07، 37، 51، 103، 251، 256، 361، 499، 503، 505
افریقہ کی جماعتیں وقف جدید میں 11
افریقہ (مشرقی) 06
افریقہ (مغربی) 36، 07
افغانستان 563
مسجد اقصیٰ 473، 586
الجزائر 153، 154
حضور انور کا الجزائر کے احمدیوں کیلئے دعا کی تحریک 467
النخیل 76
امریکہ 13، 23، 63، 93، 94، 127، 150، 151، 195، 196، 204، 205، 206، 208، 227، 264، 265، 266، 267، 268، 352، 356، 467، 470، 504، 505، 564
امریکہ اس سال وقف جدید میں برطانیہ کی جماعتوں میں شاملین میں اضافہ کے لحاظ سے نمبر چار پر 11
امریکہ کی جماعتیں وقف جدید میں 12
امریکہ اس سال تحریک جدید میں نمبر تین پر 506
امریکہ اس سال تحریک جدید فی کس ادئیگی کے لحاظ سے نمبر ایک پر 507
امریکہ کی جماعتیں تحریک جدید میں 508
امریکہ (جنوبی) 266
امریکہ (ساؤتھ) 265، 267
امریکہ (نارتھ) 265، 267
انڈونیشیا 07، 352، 577
انڈونیشیا اس سال وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر نو پر 11
انڈونیشیا اس سال تحریک جدید میں نمبر آٹھ پر 507
انڈیا 09، 95، 96، 97، 98، 153، 338، 473، 563
انڈیا کے صوبہ جات تحریک جدید میں 508
انڈیا کے دس جماعتیں تحریک جدید میں 508
انڈیانا وقف جدید میں امریکہ کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر نو پر 13
انسفل وقف جدید میں کینیڈا کی بڑی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 12
انگلستان 248، 257، 469، 470، 471، 472، 473
اوسنابروک وقف جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 12
اوسنابروک اس سال تحریک جدید میں جرمنی کی جماعتوں میں نمبر تین پر 507
اوش کوش اس سال تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر دس پر 508
اوش کوش وقف جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 12
اوش کوش وقف جدید میں امریکہ کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 13
اورنگی ٹاؤن 220
ایسٹس فورڈ وقف جدید میں کینیڈا کی بڑی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 12
ایڈمنٹن ویسٹ وقف جدید میں کینیڈا کی بڑی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 12
ایڈمنٹن ویسٹ اس سال تحریک جدید میں کینیڈا کی امارتوں میں نمبر دو پر 508
ایڈیلیڈ ویسٹ وقف جدید میں آسٹریلیا کے بالغان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 13
ایڈیلیڈ ویسٹ اس سال تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں میں نمبر چھ پر 509
ایران 28، 35، 203، 575

ایش اس سال وقف جدید میں برطانیہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر سات پر 12
ایش وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر چار پر 12
ایش اس سال تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں میں نمبر چھ پر 508
ایشیا 11، 196، 470، 499

ب

بئرِ آنّا 461
بحیرۂ احمر 515، 546
بخت الرضا جامعہ 405
بدر 308، 309، 311، 312، 313
بدین 508
برازیل 356
برزبن 219
برشتینا 351
برطانیہ 12، 23، 98، 337، 341، 349، 359، 385، 470، 507
برطانیہ اس سال وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر ایک پر 11
برطانیہ کی دس جماعتیں وقف جدید میں 12
برطانیہ اس سال تحریک جدید میں نمبر دو پر 506
برطانیہ کے پانچ ریجن تحریک جدید میں 507
بُرقہ 307
برکینا فاسو 38، 25، 251، 253، 266، 323
برکینا فاسو اس سال افریقہ کی جماعتوں کے لحاظ سے وقف جدید میں نمبر تین پر 11
برکینا فاسو اس سال تحریک جدید میں افریقہ کی وصولی کے لحاظ سے نمبر تین پر 507
برلن وقف جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 12
برمنگھم ویسٹ وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر نو پر 12
برونڈی 355
بریڈ فورڈ ایسٹ اس سال تحریک جدید میں کینیڈا کی امارتوں میں نمبر پانچ پر 508
بریڈ فورڈ ساؤتھ وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر ایک پر 12
بریڈ فورڈ نارتھ اس سال تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں میں نمبر آٹھ پر 508
بریمپٹن ایسٹ اس سال تحریک جدید میں کینیڈا کی وصولی کے لحاظ سے لوکل امارتوں میں نمبر سات پر 508
بریمپٹن ویسٹ وقف جدید میں کینیڈا کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 12
بریمپٹن ویسٹ اس سال تحریک جدید میں کینیڈا کی وصولی کے لحاظ سے لوکل امارتوں میں نمبر آٹھ پر 508
بشیر آباد 25، 327
بطحان 418، 419
بغداد 100
بقعاء 369
بکرات 555
بلانی 76
بلدح وادی 516
بمبئی 337
بنڈائی 217
بنگال 95
بنگلہ دیش 502، 507، 520، 586
بنگلور 508
حضور انور کا بنگلہ دیش کے حالات کیلئے دعا کی تحریک 371، 384، 424، 456، 467
بنگلور وقف جدید میں بھارت کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 13
بوسٹن وقف جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 12
بولیویا 354
بہاولپور 127، 128، 129
بھارت کے وقف جدید میں دس بڑے صوبہ جات 13
بھارت اس سال وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر چھ پر 11

بھارت اس سال تحریک جدید میں نمبر چھ پر 507
بھدروہ 337
بیت الرحمان مسجد 196، 565
بیت الاحسان 507
بیت الاحسان ریجن وقف جدید میں اس سال نمبر پانچ پر 12
بیت السبوح 24
بیت الفتوح ریجن وقف جدید میں اس سال نمبر ایک پر 12
بیت الفتوح اس سال تحریک جدید میں برطانیہ کے ریجنز میں نمبر دو پر 507
بیت الفضل فیصل آباد 508
بیت المقدس 463
بیت النصر مسجد (Willingboro) 208
بیروت 13
بیجنگ 353
بیداء 415
بیلجیم 254
بیلجیئم کی ایک خاتون کی مالی قربانی 504
بیلجیم اس سال وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر گیارہ پر 11
بیلیز 353، 358
بینن 361
بینن اس سال تحریک جدید میں افریقہ کی جماعتوں میں وصولی کے لحاظ سے نمبر چھ پر 507

پ، ت، ٹ، ث

پاکستان 02، 35، 36، 51، 52، 77، 96، 98، 100، 101، 114، 128، 148، 170، 183، 204، 205، 218، 219، 248، 253، 265، 324، 326، 328، 361، 387، 388، 433، 467، 475، 499، 561، 563، 564، 575، 586
پاکستان کی وقف جدید میں پوزیشنیں 13
پاکستان اس سال وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 11
پاکستان میں وصولی کے لحاظ سے تحریک جدید میں جماعتیں 508
حضور انور کا پاکستان کے احمدیوں کیلئے دعا کی تحریک 63، 104، 150، 237، 264، 279، 286، 307، 371، 384، 414، 424، 456، 466
پانی پتی 93
پرشٹینا (Prishtina) 360
پرتھ وقف جدید میں آسٹریلیا کے بالغان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 13
پرتھ اس سال تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں میں نمبر چار پر 509
پنڈی بھاگو اس سال تحریک جدید میں پاکستان کی چھوٹی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 508
پنجاب 204، 475
پنجاب وقف جدید میں بھارت کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر سات پر 13
پنجاب اس سال تحریک جدید میں انڈیا کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر سات پر 508
پنے برگ اس سال تحریک جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 507
پورٹ لوکو 48
پورٹ لینڈ وقف جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 12
پولینڈ 360
پیراماٹا وقف جدید میں آسٹریلیا کے بالغان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 13
پیر کوٹ ثانی 115
پیس ویلج 508
پیس ویلج وقف جدید میں کینیڈا کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 12
پیس ویلج وقف جدید میں دفتر اطفال کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 12
پین رتھ اس سال تحریک جدید میں آسٹریلیا جماعتوں میں نمبر پانچ پر 509
پینرتھ وقف جدید میں آسٹریلیا کے بالغان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 13
تائیوان 352، 353

تامانجوارے 323
تامل ناڈو وقف جدید میں بھارت کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر دو پر 13
تامل ناڈو اس سال تحریک جدید میں انڈیا کے صوبہ جات میں نمبر ایک پر 508
تبوک 583
ترکمانستان 588، 589
ترکی 510
تلنگانہ اس سال تحریک جدید میں انڈیا کے صوبہ جات میں نمبر تین پر 508
تلنگانہ وقف جدید میں بھارت کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر چار پر 13
تنزانیہ 06، 10، 11، 76، 204، 326، 338، 339، 357، 360، 361، 499
تنزانیہ اس سال افریقہ کی جماعتوں کے لحاظ سے وقف جدید میں نمبر چار پر 11
تنزانیہ اس سال مجموعی وصولی کے لحاظ سے وقف جدید میں نمبر دو پر 13
تنزانیہ اس سال تحریک جدید میں افریقہ کے ممالک میں وصولی کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 507
ٹلفورڈ (سرے) 01، 14، 26، 40، 53، 64، 78، 91، 105، 118، 130، 141، 155، 170، 185، 197، 209، 221، 228، 238، 248، 259، 269، 280، 290، 299، 308، 318، 329، 349، 363، 374، 385، 397، 407، 415، 425، 436، 447، 457، 468، 479، 489، 498، 512، 523، 533، 544، 555، 567، 578
تنعیم 31، 243، 247
ٹورانٹو وقف جدید میں کینیڈا کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 12
ٹورانٹو ویسٹ وقف جدید میں دفتر اطفال کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 12
ٹورانٹو اس سال تحریک جدید میں کینیڈا کی وصولی کے لحاظ سے لوکل امارتوں میں نمبر آٹھ پر 508
ٹورانٹو ویسٹ اس سال تحریک جدید میں کینیڈا کی وصولی کے لحاظ سے لوک امارتوں میں نمبر چھ پر 508
ٹوگو 07، 323

ج، چ، ح، خ

جاپان 350
جار 308
جارجیا 501
جالندھر 92
جبالیا 22
جُرف 582
جرمنی 09، 26، 72، 95، 125، 129، 251، 339، 372، 385، 396، 397، 405، 501، 505
جرمنی کی وقف جدید میں پوزیشنز 12
جرمنی اس سال وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر تین پر 13
جرمنی اس سال تحریک جدید میں نمبر ایک پر 506
جرمنی کی دس جماعتیں تحریک جدید میں 507
جلسہ سالانہ برطانیہ، کارکنان اور مہمانوں کو نصائح 341
جلسہ جرمنی، کارکنان کو نصائح 385
جلسہ سالانہ جرمنی کے اختتام پر شاملین کے مثبت تاثرات 405
جِسر 303
جلنگھم وقف جدید میں برطانیہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 12
جلنگھم تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 508
جموم 569
جموں کشمیر 337
جموں کشمیر وقف جدید میں بھارت کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر تین پر 13
جموں کشمیر اس سال تحریک جدید میں انڈیا کے صوبہ جات میں نمبر چھ پر 508
جہلم 287، 372
جھانسی 563
جھنگ 434
جینیوا 357

چک سکندر 372
چکوال تحریک جدید میں پاکستان کی چھوٹی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر گیارہ پر 508
چلّی 351
چنیوٹ 325،434
چونڈہ اس سال تحریک جدید میں پاکستان کی چھوٹی جماعتوں میں نمبر تین پر 508
چیچہ وطنی 326
چیم ساؤتھ (Cheam South) وقف جدید میں برطانیہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 12
چینو (Chino) 267
حافظ آباد 115
حافظ آباد اس سال تحریک جدید میں پاکستان کی شہری جماعتوں میں ضلعی سطح پر نمبر آٹھ پر 508
حبشہ 332
حبشی (پہاڑ) 318
حجاز 234،305،319،410،546،573،584
حدیبیہ 512،517،518،523،528،529،536،540،541
حدیقہ احمد اس سال تحریک جدید میں کینیڈا کی امارتوں میں نمبر تین پر 508
حدیقہ احمد وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر تین پر 12
حدیقۃ المہدی 341
حرّہ 109
حرّۃ الرجلا 579
حسمٰی 578
حسنیٰ 307
حلب 152
حماس 63
حمراء الاسد 202،212،213،214،216،217، 221، 222،223،227،459
حیدرآباد وقف جدید میں پاکستان کے بالغان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 13
حیدرآباد وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر نو پر 13
حیدرآباد وقف جدید میں بھارت کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 13
حیدرآباد تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 508
حیرہ 420
خان یونس 561
خوشاب اس سال تحریک جدید میں پاکستان کی شہری جماعتوں میں ضلعی لحاظ سے نمبر دس پر 508
خیبر 304،305،409،410،411،415،584
خیر پور اس سال تحریک جدید میں پاکستان کی چھوٹی جماعتوں میں نمبر نو پر 508

د، ڈ، ذ، ر، ز

دارالذکر لاہور اس سال تحریک جدید میں وصولی کے لحاظ سے شہری جماعتوں میں نمبر ایک پر 508
دارالرحمت غربی 327
دارالعلوم وسطی 115
دارالفضل کنری اس سال تحریک جدید میں پاکستان کی چھوٹی جماعتوں میں نمبر آٹھ پر 508
دارالندوہ 411
دلال 307
دمشق 100، 471
دوڑ (سندھ) 326
دومۃ الجندل 313،314،315،316،580،582،583
دہلی 95،96
دہلی وقف جدید میں بھارت کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر نو پر 13
دہلی اس سال تحریک جدید میں انڈیا کے صوبہ جات میں نمبر دس پر 508
ڈارمشٹڈ اس سال تحریک جدید میں جرمنی کی امارتوں میں نمبر نو پر 507
ڈٹسن باخ اس سال تحریک جدید میں جرمنی کی امارتوں میں نمبر تین پر 507
ڈرہم ویسٹ وقف جدید میں کینیڈا کی بڑی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 12

ڈرہم ویسٹ وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر ایک پر 12
ڈلہوزی 471
ڈوری 38، 39
ڈیٹرائٹ اس سال تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر چھ پر 508
ڈیٹسن باخ وقف جدید میں جرمنی کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر دو پر 12
ڈیرہ غازی خان 434
ڈیرہ غازی خان وقف جدید میں پاکستان کے بالغان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر دس پر 13
ڈیلس 504
ڈیلس اس سال تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 508
ڈھاکہ 586
ذوالحلیفہ 202، 415، 513، 514
ذوالقصہ 567، 568
ذی جدر 294
راتج 415
راجن پور 560
رام پور 96
رائن لینڈ فالز وقف جدید میں جرمنی کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر چار پر 12
راولپنڈی 560
ربذہ 567
ربوہ 36، 38، 52، 63، 71، 72، 76، 77، 102 115، 114، 116، 151، 154، 195، 204، 207 218، 257، 325، 339، 373، 433، 434، 511، 577، 586
ربوہ وقف جدید میں پاکستان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 13
ربوہ وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 13
ربوہ تحریک جدید میں پاکستان کی عمومی وصولی کے لحاظ سے نمبر دو پر 508
رجائنا وقف جدید میں کینیڈا کی بڑی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 12
رجائنا اس سال تحریک جدید میں کینیڈا کی جماعتوں میں نمبر سات پر 508
رجیع 240، 241
رحیم یار خان 561
رحیم یار خان اس سال تحریک جدید میں پاکستان کی شہری جماعتوں میں وصولی کے لحاظ سے نمبر نو پر 508
رُسلز ہائم اس سال تحریک جدید میں جرمنی کی امارتوں میں نمبر آٹھ پر 507
رشیا 500
رفح 264
روڈ گاؤ وقف جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 12
روس 127، 532
روم 69، 315، 420، 548
رُوُوما (Ruvuma) 06
روہیمپٹن ویل وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر چھ پر 12
رویڈرمارک وقف جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 12
روڈر گز آئی لینڈ 357
روڈ گاؤ 501
روڈ گاؤ اس سال تحریک جدید میں جرمنی کی جماعتوں میں نمبر ایک پر 507
روئڈر مارک اس سال تحریک جدید میں جرمنی کی جماعتوں میں نمبر دو پر 507
روحا 203، 214، 222، 514
ریڈ شٹڈ وقف جدید میں جرمنی کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 12
ریڈ شٹڈ اس سال تحریک جدید میں جرمنی کی امارتوں میں نمبر سات پر 507
زائن وقف جدید میں امریکہ کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر دس پر 13

زیمبیا افریقہ 204

س

ساؤتھ چیم وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر سات پر 12
ساؤتھ چیم اس سال تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں میں نمبر تین پر 508
ساؤتھ ورجینیا وقف جدید میں امریکہ کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر چار پر 13
ساؤتھ ورجینیا اس سال تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں میں وصولی کے لحاظ سے نمبر سات پر 508
سارے کوچہ (گنی بساؤ میں ایک جگہ) 361
سانگھڑ اس سال تحریک جدید میں پاکستان کی چھوٹی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 508
ساونت واڑی 09
سپین ویلی وقف جدید میں برطانیہ کی چھوٹی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 12
سپین 76
سڈبری اس سال تحریک جدید میں کینیڈا کی جماعتوں میں نمبر تیرہ پر 508
سڈنی 217
سرگودھا 128، 288، 326
سرگودھا وقف جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 13
سرگودھا وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے بالغان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 13
سرگودھا وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر چار پر 13
سرگودھا اس سال تحریک جدید میں پاکستان کی شہری جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر چار پر 508
سَرَف 31
سری لنکا 218، 219
سعد اللہ پور 286، 287، 288
سعودی عرب 153
سندھ 37، 326، 327
سوانزی وقف جدید میں برطانیہ کی چھوٹی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 12
سوڈان 150، 153، 264، 405، 406، 467
سرینام 266
سری نگر 337
سلع 429، 427، 415
سوئٹزرلینڈ 507، 471
سورینام 205
سیالکوٹ 101، 373
سیالکوٹ اس سال تحریک جدید میں پاکستان کی شہری جماعتوں میں وصولی کے لحاظ سے نمبر سات پر 508
سیرالیون 25، 28، 47، 48، 49، 51، 53، 116، 204، 327، 358، 361
سیرالیون اس سال تحریک جدید میں افریقن ممالک میں وصولی کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 507
سیرالیون اس سال افریقہ کی جماعتوں کے لحاظ سے وقف جدید میں نمبر دس پر 11
سیریا 113، 114، 152، 183
سیریا کے ایک نومبائع کی مالی قربانی 502
سینٹرل جرسی اس سال تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر تیرہ پر 508
سیف البحر 546، 547، 570
سیلیکون ویلی وقف جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 12
سیلیکون ویلی وقف جدید میں امریکہ کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر سات پر 13
سیلیکون ویلی اس سال تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر نو پر 508
سینٹ پال 472
سینیگال 49، 254، 361
سیئٹل وقف جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 12
سیئٹل وقف جدید میں امریکہ کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر ایک پر 12

سیٹل اس سال تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر چار پر 508

ش

شام 152، 231، 262، 305، 313، 314، 420، 421، 422، 569، 575، 578، 583، 585
شاہ پور 218
شربّہ 555
شکاگو اس سال تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 508
شیخوپورہ وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر دس پر 13

ص

صافیہ 307
صُحار 514
صفراء (وادی) 308
صنعا 72، 73، 376، 420، 421

ض

ضریّہ 555، 556

ط

طائف 526
طرِف 575

ع

عراق 95، 96، 575
عرب 271، 278، 304، 305، 309، 315، 316، 319، 330، 338، 361، 402، 409، 410، 411، 412، 429، 446، 454، 458، 463، 464، 480، 492، 513، 517، 522، 534، 535، 539، 543، 548، 569، 582، 584
عرفات 231، 513
عُرنہ 231، 232، 233
عزیز آباد کراچی تحریک جدید میں پاکستان کی شہری جماعتوں میں وصولی کے لحاظ سے نمبر چار پر 508
عسفان 238، 239، 240، 516، 517، 541، 572، 574
عیص 569، 570
عقیق وادی 332، 419
علامہ اقبال ٹاؤن لاہور تحریک جدید میں پاکستان کی شہری جماعتوں میں وصولی کے لحاظ سے نمبر دو پر 508
عمر کوٹ وقف جدید میں پاکستان کے بالغان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر چھ پر 13
عمر کوٹ وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 13
عمر کوٹ تحریک جدید میں پاکستان کی شہری جماعتوں میں ضلعی لحاظ سے نمبر پانچ پر 508

غ

غانا 37
غران وادی 573، 574
غزہ 13، 22، 23، 63، 561
غَمر مرزوق 567
غیقہ وادی 515

ف

فارس 413، 421، 422
فارِع 419، 442
فارنہم وقف جدید میں برطانیہ کی جماعتوں میں نمبر ایک پر 12
فارنہم وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر دو پر 12
فارنہم تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 507
فجی 08، 577
فدک 584
فرانس 471
فرانس تحریک جدید میں فی کس کی ادائیگی کے لحاظ سے قابل ذکر جماعتوں میں نمبر پانچ پر 507
فری ٹاؤن 47، 49
فریڈبرگ وقف جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 12
فرینکفرٹ 24
فرینکفرٹ وقف جدید میں جرمنی کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 12
فرینکفرٹ تحریک جدید میں جرمنی کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 507

مسجد فضل لندن کی تعمیر کے سو سال مکمل ہونے پر اسکی تفصیلات 468، 469، 470، 471، 475، 476، 477
مسجد فضل تحریک جدید میں برطانیہ کے ریجنز میں نمبر تین پر 507
مسجد فضل ریجن وقف جدید میں اس سال نمبر چار پر 12
مسجد فضل کو لندن میں پہلی مسجد ہونے کا اعزاز 469
فضل عمر (سکول) 204
فلپائن 06
فلسطین 13، 22، 74، 75، 150، 183، 192، 237، 497، 521، 522، 561
حضور انور کا فلسطین کیلئے دعا کی تحریک 15، 35، 62، 104، 127، 150، 169، 194، 227، 237، 264، 279، 371، 384
فلورس ہائم تحریک جدید میں جرمنی کی جماعتوں میں نمبر آٹھ پر 507
فلورس ہائم وقف جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 12
فُویق التّقیع 369
فید 229
فیصل آباد وقف جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر دو پر 13
فیصل آباد وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے بالغان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر دو پر 13
فیصل آباد وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر دو پر 13
فیصل آباد تحریک جدید میں پاکستان کی شہری جماعتوں میں ضلعی لحاظ سے قربانی کرنے والوں میں نمبر ایک پر 508

ق

قادیان 71، 96، 99، 100، 102، 116، 128، 204، 288، 324، 326، 337، 338، 373، 435، 470، 471، 473، 475، 502، 561، 563، 564، 586
قادیان وقف جدید میں بھارت کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 13
قادیان تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 508
قازقستان 358
قبا 280، 282، 285، 294
قرطبہ 359
قرغیزستان 05، 07، 253
قزاخستان 500
قزاقستان 05
قناۃ 282، 419
قندھار اسنگھ 561

ک

کابل 563
کاسل ہل وقف جدید میں آسٹریلیا کے بالغان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 13
کاشغر 71
کالی کٹ وقف جدید میں بھارت کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 13
کالی کٹ تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 508
کانگو برازاویل 360
کانگو برازاویل اس سال تحریک جدید میں اضافہ کے لحاظ سے نمبر دو پر 507
کانگو کنشاسا 507
کبابیر 73، 74، 75، 76، 268، 337، 338، 521، 522، 561
کراچی 220، 257، 258، 501
کراچی وقف جدید میں پاکستان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 13
کراچی وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 13
کراچی تحریک جدید میں پاکستان میں عمومی وصولی کے لحاظ سے نمبر تین پر 508
کُراع الغمیم 516، 541، 574
کُراع ربّہ 579
کرناٹک تحریک جدید میں انڈیا کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 508
کرناٹکا وقف جدید میں بھارت کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 13

کرنگور(Kerngorr) 252
کریم نگر فیصل آباد تحریک جدید میں پاکستان کی شہری جماعتوں کے لحاظ سے وصولی کے اعتبار سے نمبر دس پر 508
کشمیر 93، 97، 338
کلکتہ 96
کلکتہ تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 508
کلیو لینڈ وقف جدید میں امریکہ کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 13
کُنیز ہ 406
کوئٹہ 563
کوئٹہ تحریک جدید میں پاکستان کی شہری جماعتوں کے لحاظ سے وصولی کے اعتبار سے نمبر سات پر 508
کوئمبی ٹور تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 508
کوئمباٹور وقف جدید میں بھارت کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 13
کوبلنز وقف جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر گیارہ پر 12
کوٹری 154
کوٹلی آزاد کشمیر تحریک جدید میں پاکستان کی شہری جماعتوں میں ضلعی لحاظ سے نمبر نو پر 508
کوسوو 351، 359، 360
کوفہ 229
کولکتہ وقف جدید میں بھارت کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 13
کولون تحریک جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 507
کونگو کنشاسا 11، 254
کھاریاں تحریک جدید میں پاکستان کی چھوٹی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 508
کھوکھر غربی تحریک جدید میں پاکستان کی چھوٹی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 508
کیرالہ 268، 502
کیرالہ وقف جدید میں بھارت کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر ایک پر 13
کیرالہ تحریک جدید میں انڈیا کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر ایک پر 508
کیرنگ وقف جدید میں بھارت کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 13
کیرنگ تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 508
کیرولائی وقف جدید میں بھارت کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 13
کیرولائی تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 508
کیلگری 503
کیلگری وقف جدید میں کینیڈا کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 12
کیلگری وقف جدید میں کینیڈا کے دفتر اطفال کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 12
کیلگری تحریک جدید میں کینیڈا کی لوکل امارتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 508
کیمبل ٹاؤن تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 509
کیمرون 252، 256
کیمرون تحریک جدید میں افریقہ میں اضافہ کے لحاظ سے نمبر چھ پر 507
کینبرا تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 509
کینیا 48، 433
کینیڈا 52، 74، 152، 257، 349، 353
کینیڈا وقف جدید میں نمبر دو پر 11
کینیڈا کی امارتیں وقف جدید میں 12
کینیڈا تحریک جدید میں مجموعی لحاظ سے نمبر چار پر 506
کینیڈا تحریک جدید میں فی کس کی ادائیگی کے لحاظ سے نمبر چار پر 507
کینیڈا کی لوکل امارتیں تحریک جدید میں 508

کینیڈا کی وصولی کے لحاظ سے تحریک جدید میں امارتیں 508
کیتھلی وقف جدید میں برطانیہ کی چھوٹی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 12

گ

گجرات 76، 371، 372، 434
گجرات تحریک جدید میں ضلعی لحاظ سے نمبر دو پر 508
گجرات وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے بالغان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر چار پر 13
گجرات وقف جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر چار پر 13
گروس گیراؤ وقف جدید میں جرمنی کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 12
گروس گیراؤ تحریک جدید میں جرمنی کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 507
گنی بساؤ 360، 361
گنی بساؤ تحریک جدید میں اضافہ کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 507
گنی کناکری 253، 255، 503
گنی کناکری تحریک جدید میں اضافہ کے لحاظ سے نمبر سات پر 507
گوانڈیرے 252
گوٹھ شریف آباد تحریک جدید میں پاکستان کی چھوٹی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 508
گورداسپور 473
گوجرانوالہ 566
گوجرانوالہ وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے بالغان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر چار پر 13
گوجرانوالہ وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر چھ پر 13
گوجرانوالہ وقف جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر تین پر 13
گوجرانوالہ تحریک جدید میں ضلعی لحاظ سے نمبر تین پر 508
گورکھپور 101
کوسٹاریکا 354
گھانا 104، 266، 339، 361، 372، 564
گھانا اس سال تحریک جدید میں نمبر دس پر 507
گھٹیالیاں 24
گیانا 204، 205، 350
گیمبیا 204، 251، 252، 255، 256، 361، 433
گیمبیا تحریک جدید میں وصولی کے لحاظ سے نمبر سات پر 507

ل

لائبیریا 24، 361، 565
لائبیریا اس سال افریقہ کی جماعتوں کے لحاظ سے وقف جدید میں نمبر چھ پر 11
لائبیریا تحریک جدید میں وصولی کے لحاظ سے نمبر چھ پر 507
لائیڈ منسٹر تحریک جدید میں کینیڈا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر بارہ پر 508
لاس اینجلس 267
لاس اینجلس وقف جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 12
لاس اینجلس وقف جدید میں امریکہ کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر دو پر 12
لاس اینجلس تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 508
لالہ موسیٰ 371، 372
لاہور 36، 92، 95، 97، 98، 99، 102، 114، 116، 195، 257، 338، 372، 468، 473، 563
لاہور وقف جدید میں پاکستان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 13
لاہور وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 13
لاہور تحریک جدید میں عمومی طور پر نمبر ایک پر 508
لبنان 23، 63
لکھنؤ 97
لودھراں تحریک جدید میں پاکستان کی شہری جماعتوں میں وصولی کے اعتبار سے نمبر آٹھ پر 508
لودھی ننگل 565
لوگن ایسٹ وقف جدید میں آسٹریلیا کے بالغان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 13
لندن 71، 96، 469، 470، 471، 472

لیٹن(Latin) 356

م

مائنز(Mainz) 09
مائنز وقف جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 12
مائیکرونیشیا 08
مارادی، نائیجر کا ریجن 10
مارسڈن تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 508
مارسڈن پارک وقف جدید میں آسٹریلیا کے بالغان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 13
مارکھم تحریک جدید میں کینیڈا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 508
ماریشس 349
ماریشس اس سال افریقہ کی جماعتوں کے لحاظ سے وقف جدید میں نمبر ایک پر 11
مالی 255
مالی اس سال افریقہ کی جماعتوں کے لحاظ سے وقف جدید میں نمبر آٹھ پر 11
مانچسٹر نارتھ وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 12
مایوٹ(Mayotte) 576
مجنّہ 312
مدائن 421، 422
مدینہ 30، 41، 46، 61، 79، 84، 107، 108، 109، 120، 110، 121، 122، 123، 124، 126، 185، 187، 188، 197، 198، 200، 201، 202، 203، 209، 214، 215، 216، 221، 222، 227، 228، 229، 230، 231، 233، 236، 238، 240، 243، 263، 269، 272، 273، 276، 280، 281، 282، 283، 284، 290، 291، 292، 293، 294، 296، 297، 299، 301، 302، 303، 304، 305، 308، 309، 310، 311، 312، 313، 314، 316، 315، 318، 319، 320، 321، 322، 330، 332، 333، 334، 335، 336، 337، 363، 364، 367، 368، 369، 376، 398، 401، 409، 410، 411، 412، 413، 415، 416، 418، 419، 421، 427، 428، 429، 430، 432، 436، 437، 439، 440، 443، 448، 450، 453، 458، 459، 461، 480، 482، 484، 486، 487، 489، 488، 491، 492، 493، 494، 495، 512، 513، 514، 529، 538، 539، 541، 543، 544، 545، 546، 547، 549، 550، 551، 552، 553، 555، 556، 559، 567، 568، 569، 571، 572، 573، 574، 575، 578، 579، 582، 583، 584، 585
مدینہ کے منافقین اور یہود کا طرز عمل 189
مدینہ پہنچ کر آنحضرت ﷺ کی یہود کے قبیلہ بنو نضیر کے خلاف کارروائی 293
مدیان 496
مڈل ایسٹ کی ایک جماعت اس سال وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 11
مڈل ایسٹ کی ایک جماعت اس سال وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر دس پر 11
مڈل ایسٹ کی ایک جماعت اس سال تحریک جدید میں نمبر پانچ پر 507
مڈل ایسٹ کی ایک جماعت اس سال تحریک جدید میں نمبر نو پر 507
مڈل سیکس 560
مڈلینڈز تحریک جدید میں برطانیہ کے ریجنز کے لحاظ سے نمبر چار پر 507
مڈلینڈز ریجن وقف جدید میں اس سال نمبر تین پر 12
مذاذ 415
مراکش 254
مرّ الظہران 242، 312
مروہ 256، 541
مریسیع 318، 321، 322، 330، 333، 363
مسجد مبارک 01، 14، 26، 40، 53، 64، 78، 91، 105، 118، 130، 141، 155، 170، 185، 197، 209، 221، 228، 238، 248، 259، 269، 280، 290، 299، 308، 318، 329، 338، 349، 363، 373،

374، 397، 385، 407، 415، 425، 447، 436، 449،
468، 457، 473، 479، 489، 498، 512، 523، 533،
544، 555، 567، 578، 586
مسجد نبوی 427، 557
مسس ساگا وقف جدید میں دفتر اطفال کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 12
مشربہ ام ابراہیم 307
مصر 471، 588
مغل پورہ 339
مغل پورہ تحریک جدید میں پاکستان کی جماعتوں میں وصولی کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 508
مقمّل 374
مکہ 30، 31، 60، 61، 66، 68، 107، 126، 203، 206،
214، 215، 216، 217، 221، 222، 223، 224، 233،
234، 235، 236، 238، 239، 240، 241، 242، 243،
244، 246، 247، 262، 263، 269، 281، 282، 283،
285، 308، 309، 310، 312، 313، 318، 319، 322،
330، 368، 401، 409، 410، 411، 415، 445، 451،
457، 512، 516، 517، 523، 518، 524، 526، 529،
530، 531، 533، 534، 535، 536، 538، 539، 542،
543، 545، 546، 547، 548، 550، 551، 552، 553،
555، 558، 559، 567، 569، 571، 572، 573، 574، 585
ملائیشیا 577
ملاوی 361
ملبرن لانگ وارن وقف جدید میں آسٹریلیا کے بالغان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 13
ملتان وقف جدید میں پاکستان کے بالغان کے ضلاع کے لحاظ سے نمبر سات پر 13
ملٹن ایسٹ وقف جدید میں کینیڈا کی بڑی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 12
ملٹن ویسٹ وقف جدید میں کینیڈا کی بڑی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 12
ملٹن ویسٹ وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر دو پر 12
ملیا پلیالم وقف جدید میں بھارت کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 13
من ہائم وقف جدید میں جرمنی کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر ایک پر 12
من ہائم تحریک جدید میں جرمنی کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 507
مناصع 378
منڈی بہاؤالدین 286
مور فیلڈن وال ڈورف تحریک جدید میں جرمنی کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 507
مونٹریال ایسٹ تحریک جدید میں کینیڈا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 508
مونٹریال ویسٹ وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر چار پر 12
مونٹریال ویسٹ تحریک جدید میں کینیڈا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر گیارہ پر 508
مہاراشٹرا تحریک جدید میں انڈیا کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر نو پر 508
مہاراشٹرا وقف جدید میں بھارت کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر دس پر 13
مہدی آباد 38، 39
مہدی آباد وقف جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 12
مہدی آباد تحریک جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 507
میثب 307
میر پور خاص 576، 577
میر پور خاص وقف جدید میں پاکستان کے بالغان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر نو پر 13
میر پور خاص وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر سات پر 14
میر پور کشمیر 563
میری لینڈ وقف جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 12
میری لینڈ وقف جدید میں امریکہ کے دفتر اطفال کے لحاظ سے

نمبر تین پر12
میری لینڈ تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے مجموعی وصولی کے اعتبار سے نمبر ایک پر508
میلبرن آسٹریلیا07
میلبرن ایسٹ تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر509
میلبرن بیروک تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر509
میلبرن کلائیڈ تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر509
میلبرن لانگ وارن تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر508
میلبورن بیرک وقف جدید میں آسٹریلیا کے بالغان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر13
میلبورن کلائیڈ وقف جدید میں آسٹریلیا کے بالغان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر13
منجیری وقف جدید میں بھارت کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر13
مینجری تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر508
میلا پالم تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر508
مینیسوٹا وقف جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر12

ن

نائیجر10،11،360
نائیجیریا36،37،47،256،405،406
نائیجیریا اس سال افریقہ کی جماعتوں کے لحاظ سے وقف جدید میں نمبر پانچ پر11
نائیجیریا اس سال وقف جدید میں شاملین کے اضافہ کے لحاظ سے نمبر پانچ پر11
نائیجیریا تحریک جدید میں افریقہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر507
نارتھ جرسی تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر گیارہ پر508
نارتھ ورجینیا وقف جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر12
نارتھ ورجینیا تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر508
نارتھ ویلز وقف جدید میں برطانیہ کی چھوٹی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر12
نارتھ ہیمپٹن وقف جدید میں برطانیہ کی چھوٹی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر12
نارووال وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر تین پر13
ناروے116،117،511
ناصر آباد194
نجد269،270،278،410،411،555،556،569،585
نخلہ231
نصرت آباد(ضلع میرپور خاص)576
نقیع374
نوابشاہ154
نور ہسپتال564
نوئس وقف جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر12
نوئس تحریک جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر507
نیو فاؤنڈ لینڈ وقف جدید میں کینیڈا کی بڑی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر12
نیداوقف جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر12
نیڈا تحریک جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر507

ہ

ہالینڈ154،338،360
ہالینڈ تحریک جدید میں قابل ذکر کارکردگی کے لحاظ سے نمبر تین پر507
ہملٹن تحریک جدید میں کینیڈا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار

پر 508
ہملٹن وقف جدید میں کینیڈا کی بڑی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 12
ہملٹن ماؤنٹین تحریک جدید میں کینیڈا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 508
ہملٹن ماؤنٹین وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 12
ہند (شمالی) 337
ہندوستان 02، 96، 97، 98، 99، 100، 101، 338، 475، 499، 563
ہنسلو 560
ہنسلو ساؤتھ وقف جدید میں برطانیہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 12
ہیسن ساؤتھ ویسٹ وقف جدید میں جرمنی کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر تین پر 12
ہیمبرگ وقف جدید میں جرمنی کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 12
ہیمبرگ تحریک جدید میں جرمنی کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 507
ہیوسٹن تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر بارہ پر 508
ہوائی (Hawaii) 288

ھ

ھَدَأہ 238

و

وائن گارٹن تحریک جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 507
وادی القریٰ 580، 585
واشنگٹن 564
وال سال وقف جدید میں برطانیہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 12
والسال تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 508
وان وقف جدید میں کینیڈا کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 12
وان وقف جدید میں دفتر اطفال کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 12
وان تحریک جدید میں کینیڈا کی لوکل امارتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 508
وُدَمبالا (Vdambala) 05
وطیّہ 234
ووسٹر پارک وقف جدید میں برطانیہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 12
ووسٹر پارک تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 507
وکٹوریہ سٹیشن 472
ووکنگ (Woking) 468، 469، 470
ویتنام 577
ویزبادن وقف جدید میں جرمنی کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 12
ویز بادن تحریک جدید میں جرمنی کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 507
ویسٹ بنگال وقف جدید میں بھارت کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 13
ویسٹ فالن وقف جدید میں جرمنی کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 12
وینکوور وقف جدید میں کینیڈا کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 12
وینکوور وقف جدید میں دفتر اطفال کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 12
وینکوور تحریک جدید میں کینیڈا کی لوکل امارتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 508

ی

یثرب 229، 292، 333، 408، 420
یردن 496
یریحو 496
یمامہ 556، 558
یمن 28، 47، 63، 71، 73، 104، 127، 183، 194، 237،

264، 293، 376، 421، 422، 475، 514، 572
یو ایس اے 564
یو پی 563
یورا گوئے 354، 359
یورپ 11، 127، 347، 470، 471، 499، 501، 532
یو کرائن 127، 532
یو کے 01، 14، 26، 40، 49، 53، 63، 64، 74، 91، 78،
105، 118، 129، 130، 140، 141، 155، 170، 185،
197، 209، 221، 228، 238، 248، 259، 269، 280،
290، 299، 308، 318، 326، 329، 338، 341، 347،
349، 352، 354، 356، 360، 361، 363، 372، 374،
385، 386، 392، 397، 407، 415، 425، 436، 447،
457، 468، 479، 489، 498، 512، 523، 533، 544،
555، 560، 567، 578، 589
جلسہ سالانہ یو کے، اختتام پر شکریہ اور تفصیل اور غیر از جماعت مہمانوں کے تاثرات 349 تا 362
یو گنڈا 361، 433
یو گنڈا اس سال افریقہ کی جماعتوں کے لحاظ سے وقف جدید میں نمبر نو پر 11
یو گنڈا تحریک جدید میں وصولی کے لحاظ سے نمبر دس پر 507
یول (Ewell) وقف جدید میں برطانیہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 12
یول تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 508

کتابیات

آ،ا

آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن387
آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن92،426،516
ابن ماجہ 88، 121، 175
ابی داؤد / ابو داؤد 3 ، 88، 156، 175، 180، 190، 234،400
استثناء496
اربعین، روحانی خزائن 1
ازالۂ اوہام، روحانی خزائن182، 469،470
اٹلس سیرت النبی ﷺ230، 309، 311، 418،512
اردو دائرہ معارف اسلام16
الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب 58، 68، 78، 86، 193، 243، 247، 272، 332
اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ 19، 32، 53، 80، 81، 82، 83، 84، 85، 106، 192، 199، 228، 231، 247، 259، 274، 278، 572
الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ 15، 82، 111، 192، 241، 277، 320، 371، 445
اصحاب احمد 4
الاکتفاء 294، 421
افتتاحی تقریر جلسہ سالانہ 26 دسمبر 1931ء، انوار العلوم389،
الفضل انٹرنیشنل 13، 25، 39، 52، 63، 77، 90، 99، 104، 117، 129، 140، 154، 169، 184، 196، 208، 220، 227، 237، 247، 258، 268، 279، 289، 298، 307، 317، 328، 340، 348، 362، 373، 384، 396، 406، 414، 424، 435، 446، 456، 467، 478، 488، 497، 511، 522، 543، 532، 554
الفضل ربوہ98، 100، 102
امتاع الاسماع216، 243، 383، 418، 457
انجام آتھم، روحانی خزائن 3
انسائیکلوپیڈیا سیرت النبی ﷺ 512
ماہنامہ انصار اللہ حضرت مصلح موعود نمبر97
انوار الاسلام، روحانی خزائن542

ایام الصلح، روحانی خزائن157
ایک آیت کی پُر معارف تفسیر، انوار العلوم274

ب،پ،ت

صحیح بخاری 3، 40، 44، 54، 57، 60، 66، 88، 90، 108، 119، 131، 142، 155، 172، 176، 177، 178، 179، 180، 190، 197، 237، 239، 245، 247، 260، 261، 272، 278، 280، 329، 337، 346، 366، 383، 392، 460، 478، 513، 516، 518، 526
اخبار البدر 182
البدایۃ والنہایۃ303، 320، 445
براہین احمدیہ، روحانی خزائن144، 145، 172
پیغام صلح، روحانی خزائن182
تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام459
تاریخ احمدیت93، 94، 95، 96، 100، 103،، 477
تاریخ الخمیس263
تاریخ الطبری32، 318
تاریخ المدینۃ المنورۃ191
تذکرہ153
تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن394
ترمذی57، 81، 88، 172، 175، 178، 179، 180، 193، 366
تفسیر حضرت مسیح موعودؑ143
تفسیر کبیر 30، 47، 64، 65، 66، 70، 86، 402
تفسیر کبیر علامہ امام رازی277
تواریخ مسجد فضل لندن477

ج،چ،ح،خ

جستجوئے مدینہ 419

چشمہ معرفت، روحانی خزائن 149
حیات محمد ﷺ از محمد حسین ہیکل 412
خاتم النبیین از ابوزہرۃ 414
ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعود نمبر 93، 97
خطابات طاہر 43، 122، 194، 226
خطبات محمود 29، 45، 46، 70، 125، 126، 376، 538
خطبات ناصر 37
خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفیٰ 415

د، ذ، ر

دافع البلاء، روحانی خزائن 171
دائرہ معارفِ سیرت محمد رسول اللہ ﷺ 29، 83، 120، 121، 201، 202، 210، 231، 234، 240، 242، 243، 244، 260، 271، 277، 280، 294، 296، 300، 304، 306، 307، 309، 310، 311، 312، 313، 315، 374، 580
در منثور 43، 346
دلائل النبوۃ للبیہقی 89، 193
دیباچہ تفسیر القرآن ، انوار العلوم 56، 62، 105، 189، 226، 227، 237، 244، 261، 369، 411، 412، 422، 429، 437، 441، 443، 446، 448، 451، 453، 455، 456، 518، 532
رپورٹ مجلس مشاورت جماعت احمدیہ 1968ء... 391
الرحیق المختوم 111، 216، 308، 574
رسالہ الوصیت، روحانی خزائن 250، 388، 509
رسول اکرمؐ اور یہودِ حجاز 490
روشن ستارے 50

س، ش

سبل الہدیٰ والرشاد 14، 15، 17، 21، 31، 32، 34، 35، 43، 57، 83، 85، 108، 109، 118، 120، 203، 209، 210، 212، 216، 229، 230، 236، 239، 242، 243، 244، 260، 264، 269، 270، 271، 275، 282، 283، 290، 291، 292، 295، 297، 303، 306، 309، 314، 315، 319، 320، 321، 322، 331، 333، 337، 365، 366، 370، 374، 375، 410، 412، 414، 415، 418، 419، 421، 423، 425، 426، 427، 431، 437، 441، 442، 445، 447، 449، 453، 457، 459، 460، 461، 462، 464، 466، 479، 481، 483، 484، 485، 486، 487، 488، 489، 512، 514، 516، 517، 518، 519، 526، 528، 529، 534، 536، 537، 539، 541، 543، 555، 556، 567، 568، 571، 573، 574، 575، 578، 579، 580، 581، 582، 584، 585
سیر روحانی، انوار العلوم 273، 517
سیر الصحابہ 80، 81، 572
سیرت حلبیہ 15، 19، 22، 27، 29، 30، 32، 33، 34، 35، 55، 57، 59، 60، 67، 81، 87، 88، 89، 110، 113، 112، 119، 185، 190، 210، 212، 217، 233، 259، 263، 277، 280، 282، 285، 290، 297، 298، 303، 304، 308، 311، 318، 331، 337، 375، 400، 418، 419، 441، 445، 515، 534، 541
سیرت خاتم النبیینؐ 15، 17، 27، 32، 41، 45، 55، 57، 59، 61، 69، 90، 107، 118، 119، 121، 192، 223، 225، 230، 231، 241، 242، 244، 246، 260، 262، 270، 275، 276، 279، 278، 285، 286، 292، 296، 299، 301، 305، 308، 310، 313، 315، 316، 318، 319، 320، 321، 322، 330، 331، 332، 333، 364، 365، 367، 399، 407، 411، 412، 417، 422، 424، 430، 432، 439، 443، 445، 448، 452، 454، 456، 458، 459، 461، 462، 466، 479، 482، 484، 485، 487، 488، 489، 497، 513، 515، 517، 519، 524، 529، 531، 535، 536، 539، 540، 542، 545، 547، 554، 555، 556، 559، 567، 568، 569، 572، 573، 575، 578، 579، 580، 582، 584، 585
سیرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام 343، 347
سیرت المہدی 36
سیرت انسائیکلوپیڈیا 31، 35، 40، 82، 111، 192، 228، 229، 230، 231، 234، 236، 239، 241، 262، 269، 270، 271، 272، 274، 276، 278، 285، 291، 292، 293، 296، 302، 303، 304، 310، 312، 314،

316، 320، 330، 337، 369، 370، 375، 447،
486،515،526
السیرۃ النبویۃ لابن اسحاق 235،308،318
السیرۃ النبویۃ لابن ہشام / سیرت ابن ہشام 17،45،53،80،
82، 88، 121، 123، 216، 222، 235، 236، 263،
264،308،311،318،321،330،332،333،337،
367،369،401،425،573،580،585
السیرۃ النبویۃ لابی الحسن الندوی 445
شرح الزرقانی 34،216،233،244،383،460،481
شعب الایمان 171،580
شہادۃ القرآن، روحانی خزائن 343، 345، 386، 391،
392،395

ص،ض

الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم 414، 418،
427،437،460،485،512
صلح حدیبیہ از باشمیل 516،517
ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن 397

ط

الطبقات الکبریٰ لابن سعد 18، 54، 55، 68، 80، 83، 84،
86، 105، 106، 108، 228، 230، 233، 234، 237،
241، 247، 264، 272، 306، 318، 367، 445، 461،
479، 483، 489، 555، 556، 567، 571، 584، 585

ع،غ،ف

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری 80
غزوات النبی ﷺ 309
غزوات و سرایا 19،112،314
غزوات و سرایا از علامہ محمد اظہر فرید 109،210
غزوہ احزاب از محمد احمد باشمیل 110، 111، 126، 412،
418،427،445
غزوہ بنو قریظہ از باشمیل 488
فتح الباری 22،90،112،235،261،271،318،321،
329،337،460،513،515
فرہنگ سیرت 31، 35، 202، 244، 269، 283، 294،
319،383،412،415،419،514،516،555،556،
585،584،573،574،578،579،582
فریضۂ تبلیغ اور احمدی خواتین، انوار العلوم 186

ق،ک،گ

قرونِ اولیٰ کی مسلمان خواتین کا نمونہ، انوار العلوم 125،
186،188
کتاب المغازی 78، 79، 109، 123، 124، 216، 229،
285،297،298،308،312،318،320،330،331،
366،370
کشتی نوح، روحانی خزائن 150،388،390
کنز العمال 140
گم گشتۂ قوم 101
گنتی 496

ل،م

لغات الحدیث 34،423،425،487
لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن 161
لیکچر لاہور، روحانی خزائن 158
متی 497
مجموعہ اشتہارات 5
مرویات غزوہ بنی مصطلق از ابراہیم بن ابراہیم 319،321
المستدرک علی الصحیحین 85،191
صحیح مسلم 111،174،175،278،400،585
مسند احمد بن حنبل 54، 105، 106، 176، 234، 249،
345،526
مسیح موعودؑ اور جماعت احمدیہ انصاف پسند اصحاب کی نظر میں 102
مصائب کے نیچے برکتوں کے خزانے مخفی ہوتے ہیں، انوار
العلوم 54،198،199،200،201،202
معجم الاوسط للطبرانی 124،512
معجم البلدان 461
معجم البلدان اردو از ڈاکٹر غلام جیلانی برق 202
معجم المعالم الجغرافیہ 580،584،585
معرفۃ الصحابۃ لأبی نُعَیم 80
مقالات مدینہ منورہ 304
مکتوباتِ احمد 181،183
ملفوظات 21، 66، 133، 135، 136، 137، 138،

139، 143، 146، 147، 148، 149، 158، 160، 159،
161، 162، 164، 165، 166، 167، 168، 171، 172،
173، 182، 249، 342، 343، 388، 389، 509، 543
المواہب اللدنیہ 235، 241
مؤطا امام مالک 191
مولانا محمد علی جوہر (حیات و خدمات) 96

ن، و، ہ، ی

سنن النسائی 4، 130، 499
نشان آسمانی، روحانی خزائن 499
نور القرآن، روحانی خزائن 16، 449
نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری 301
ھدی الساری مقدمہ فتح الباری 337، 383
ہندوستانی الجھنوں کا آسان ترین حل، انوار العلوم 527
یارانِ کہن 97